باسمہٖ سبحانہٗ

مرے حرم میں جس سے کہ نیچا تی تھی ؛ اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلوا کما رأیتمونی اُصلی (الحدیث)

صلوٰات الرسول

یعنی

رسول اللہ کی نمازیں

جس میں حضرات احناف کثر اللہ سواد ہم کی نماز، فرائض، واجبات، سنن، نوافل اور باب الطہارۃ کو کلام الٰہی، حدیث نبویؐ اور اجماع و اقوال صحابہ کے استناد کے ساتھ باحوالہ پیش کیا گیا ہے

تصنیف

مولوی فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

خطیب جامع مسجد قاسمی، خانقاہ شریف، ضلع بہاولپور

ناشر، مکتبہ رشیدیہ جی ٹی روڈ، ساہیوال

فہرست

خطبہ مسنونہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ (سَيِّدَنَا وَ مَوْلَانَا) مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اس سے مدد مانگتے ہیں۔ اس سے بخشش چاہتے ہیں۔ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں سے اور اپنی بداعمالیوں سے۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ (حضرت) محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے (آخری) رسول ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ ہے کہ سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور سب سے بدترین کام نو ایجاد چیزیں ہیں۔ اور ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔

سرّ تقلید و فقہ حنفی

نماز مصطفےٰ گر دیکھنی ہو
نماز ابنِ مسعودؓ آ کے دیکھو
اگر سنت پہ چلنا چاہتے ہو
طریقہ بو حنیفہؒ کا پکڑ لو
امامِ بو حنیفہؒ کا طریقہ
شریعت پر ہے چلنے کا سلیقہ
سبیل مَنْ اناب کا تتبع
یہ ہے فرمان اللہ اور نبیؐ کا
امامِ شافعیؒ فرما رہے ہیں
فقہ حنفی کے گن وہ گا رہے ہیں
سبھی انسان ہیں محتاج اس کے
سبھی اس سے ہدایت پا رہے ہیں
ہیں اقوال امامِ بو حنیفہؒ
نبی اکرم کے آثارِ شریفہ
یہ ہے جو فقہ حنفی کا ذخیرہ
اسے سمجھو شریعت کا صحیفہ
نصیحت ہے یہ افضلؔ خیر خواہ کی
ہے کرتا رہنمائی نیک رہ کی
کہ جس نے چھوڑ دی تقلیدِ مطلق
ہے اس نے عاقبت اپنی تباہ کی
ہے سورتِ فاتحہ میں درسِ توحید
اسی میں ہے چھپا یہ سرِّ تقلید
رہِ مُنْعَم عَلَیْہِم کو نہ چھوڑو
یہی قرآن کی ہے سب کو تاکید

از **فضل الرحمن** افضلؔ دھرم کوٹی
مصنف کتاب ہٰذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپاس نامہ

اس کتاب کی تسوید و ترتیب میں جن لوگوں نے میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا ہے میں ان کا دل و جان سے ممنون و مشکور ہوں بالخصوص سرمایہ اہلِ سنّت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر، شہیدِ ختمِ نبوت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مرحوم و مغفور اور وکیلِ احناف مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی رحمہم اللہ علیہم، جنہوں نے اپنی علمی تحقیقی اور بے پناہ قیمتی تقاریظ سے میری اس کتاب کی عزت و توقیر بڑھائی۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ عَنِّیْ وَ عَنْ سَآئِرِ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ان کے علاوہ میں مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی گوجرانوالوی، مفتی جمیل احمد صاحب نذیری اور مولانا ابوبکر غازی پوری انڈیا کا بھی بے پناہ شکر گذار ہوں کہ میں نے کتاب کے اس دوسرے ایڈیشن میں ان کی کتابوں نمازِ مسنون رسولِ اکرم ﷺ کا طریقہ نماز اور ارمغانِ حق سے کافی استفادہ کیا ہے نمازِ پیمبر ﷺ اور اصلی صلوٰۃ الرسول کے مصنفین کا بھی میں احسان مند ہوں کہ ان کی تصانیف سے بھی میں نے خوشہ چینی کی ہے، میں نے بعض عنوان ان سے لئے ہیں جو میری کتاب میں رہ گئے تھے۔ کئی دلائل ان سے اخذ کئے ہیں اور چند ایک حوالہ جات ان کی کتابوں سے نقل کئے ہیں اس لئے میں تہہ دل سے ان سب حضرات علماءِ کرام کا شکر گذار ہوں اور ان کے علوِ درجات کے لئے دعا گو ہوں انہی کی طرح مولانا عطاء اللہ صاحب (شہر سلطانی) کا شکریہ بھی لازم ہے جنہوں نے نظر ثانی اور حوالہ جات کی بہم رسانی میں میری انتہائی مدد فرمائی۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ بھی جس جس مصنف سے میں نے تھوڑا بہت استفادہ کیا ہے وہ سب میری طرف سے شکریے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزاءِ خیر کے مستحق ہیں

ہم سب اپنے مولائے کریم کی ردائے رحمت کے محتاج ہیں وہ ذاتِ کریم ہماری نام نہاد نیکیوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہمارے گناہوں کو اپنے آبِ مغفرت سے دھو ڈالے۔ نماز کے متعلق ہماری ان ناچیز کوششوں کو ہمارے رفع درجات اور حصول نجات کا ذریعہ بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔

انتساب

مجتہدِ اعظم فقیہہ اکبر حضرت الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ حدیث میں ڈوبی ہوئی روح کے نام، جس نے اپنی زندگی کے ستر سالہ شب وروز کلام الٰہی اور حدیثِ نبوی ﷺ کے سمندر سے احکامِ شریعت کے وہ موتی نکالنے میں صرف کیے جس سے اسلامی حقوق و فرائض کا یہ خوشنما ہار تیار ہوا جو آج ملّت حنفیہ کا زیبِ گلو ہے۔

اس پر سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

منقبتِ امام

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا — إِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْ حَنِيْفَةْ

بلاشبہ مزین کر دیا ہے شہروں اور انکے رہنے والوں کو — مسلمانوں کے امام ابو حنیفہؒ نے

بِاَحْكَامٍ وَّ اٰثَارٍ وَّ فِقْهٍ — كَاٰيَاتِ الزُّبُوْرِ عَلَى الصَّحِيْفَةْ

احکام و آثار اور فقہ کے ساتھ — جیسا کہ صحیفے کے اوپر زبور کی آیات ہوں

فَمَا فِى الْمَشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ — وَ لَا فِى الْمَغْرِبَيْنِ وَ لَا بِكُوْفَةْ

نہ مشرقین میں اس کی نظیر ہے — نہ مغربین میں اور نہ ہی کوفہ میں

يَبِيْتُ مُشَمِّرًا سَهَرَ اللَّيَالِىْ — وَ صَامَ نَهَارَهٗ لِلّٰهِ خِيْفَةْ

وہ راتوں کو مستعد ہو کر شب زندہ داری کرتا ہے — خوف خدا کی وجہ سے دن کو روزے رکھتا ہے

فَمَنْ كَاَبِىْ حَنِيْفَةَ فِىْ عُلَاهُ — اِمَامٌ لِلْخَلِيْقَةِ وَالْخَلِيْفَةْ

امام ابو حنیفہؒ کی طرح بلند مقام کون ہے — جو مخلوقات کا امام اور خلیفہ ہے؟

رَأَيْتُ الْعَائِبِيْنَ لَهٗ سَفَاهًا — خِلَافَ الْحَقِّ مَعَ حُجَجٍ ضَعِيْفَةْ

میں نے اس کے عیب چینوں کو احمق پایا — حق کے خلاف ضعیف دلیلیں لیکر ڈٹے ہوئے ہیں

وَ كَيْفَ يَحِلُّ اَنْ يُّوْذٰى فَقِيْهٌ — لَهٗ فِى الْاَرْضِ اٰثَارٌ شَرِيْفَةْ

ایسے فقیہ کو ایذارسانی کیسے جائز ہو سکتی ہے — روئے زمین پر جسکے آثار شریفہ بکھرے پڑے ہیں

فَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِیْسَ مَقَالاً صَحِیْحَ النَّقْلِ فِیْ حِکَمٍ لَّطِیْفَۃْ

محمد بن ادریس شافعیؒ نے ایک پتے کی بات کہی ہے جو صحیح نقل کے ساتھ احکام لطیفہ میں موجود ہے

فَاِنَّ النَّاسَ فِیْ فِقْہٍ عِیَالٌ عَلٰی فِقْہِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃْ

کہ لوگ فقہِ اسلام میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج اور اس کے بال بچے ہیں

فَلَعْنَۃُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ عَلٰی مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِیْ حَنِیْفَۃْ

توریت کے ذروں کے برابر رب تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو (بے دلیل) ابوحنیفہؒ کے قول کو رد کرے

مقدمہ نور الایضاح ص ٦ از مولانا اعزاز علی

اشعارِ امیر المؤمنین فی الحدیث **عبداللہ بن مبارک** رحمہ اللہ تعالیٰ

مدحتِ نعمانؒ

از کمترین مقلدان مصنف کتاب ھذا احقر فضل الرحمٰن افضلؔ دھرم کوٹی

امام المسلمین ہے ابو حنیفہؒ — امیر المؤمنین ہے ابوحنیفہؒ

بشارت جس کی پیغمبرؐ نے دی ہے — وہ فارس کا مکیں ہے بوحنیفہؒ

مُرتب جس نے کی شرعِ پیمبر — وہ امّت کا امیں ہے بوحنیفہؒ

زمیں جس کی فقہ سے ہے منور — وہ اک مہر مبیں ہے بوحنیفہ

مزیّن کر دیا ملّت کو جس نے — وہی دُرِّ ثمیں ہے بوحنیفہؒ

فقاہت کی اگر انگشتری ہو — تو اس کا شہ نگیں ہے بوحنیفہؒ

اصولِ فقہ اسلامی کا واضع — وکیلِ اہل دین ہے بوحنیفہؒ

مُحدّث اس سے پہلے اور بھی تھے — فقیہِ اوّلیں ہے بوحنیفہ

کلام اللہ کا ماہر مفسّر — کہ شارح بہترین ہے بوحنیفہؒ

احادیث اور آثار اور اخبار — کا ناقد بالیقین ہے بوحنیفہؒ

حدیث و سنّتِ خیر البشر میں — نبیؐ کا جانشیں ہے بوحنیفہؒ

فِدا جس پہ ہوئے ابنِ مبارکؒ — وہ کوفہ کا حسیں ہے بوحنیفہؒ

زفر حماد و حفص و عافیہ کا — حبیب و مہ جبیں ہے بوحنیفہؒ

وکیع ابنِ جراح داؤدِ طائی — کا استادِ مہیں ہے بوحنیفہؒ

محمد اور بُو یوسف کا مُرشد — رئیس العالمیں ہے بوحنیفہؒ

فضیل ابنِ عیاض اسکے ہیں شاگرد — کہ شیخ العارفین ہے بوحنیفہ

جو صائم دن کا تھا اور شب کا قائم — وہ زین العابدین ہے بوحنیفہؒ

محدّث ہیں اگر پھولوں کی مانند — تو ان کا انگبین ہے بوحنیفہؒ

اگر باقی فقیہ مثلِ فلک ہیں — تو پھر عرشِ بریں ہے بوحنیفہؒ

مُقلّد ہوں اسی کا میں کہ افضلؔ
امامِ کل زمیں ہے بوحنیفہؒ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مقدمۃ التخریج والتعلیق

غیر مقلدوں کی صلوٰۃ الرسول پر غیر مقلد مولوی عبدالرؤف سندھو کی تنقید

اِنَّ اَلْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَہْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ وَ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ☆ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَّ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ☆ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ☆

اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَۃٌ وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ

"صلوۃ الرسول" تألیف محترم مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز کے موضوع پر ایک معروف ومتداول کتاب ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کی وجہ تالیف جو بیان فرمائی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انہوں نے اسے نہایت خلوص اور اپنے مسلمان بھائیوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ کے پیش نظر تألیف فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ان کی اس کتاب سے کوئی بھی محب سنت گھر خالی نہیں ہے۔ اسے پاک وہند میں یکساں طور پر شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے۔

ان کی اس تالیف کی قبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جامعہ سلفیہ بنارس ہند سے یہ کتاب ہندی اور انگریزی زبان میں چھپ چکی ہے حقیقت یہ ہے کہ مؤلف کی یہ کتاب اس حدیث کا صحیح مصداق ہے۔

(۱) اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَۃٍ، اِلَّا مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُّنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ

لے اس خطبہ کے بارے میں تفصیل کے لئے کتاب کی حدیث نمبر (۱-۲) ملاحظہ کریں۔

صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ(اِنَّ هٰذَا لَفَوْزٌ عَظِيْمٌ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ)[1]

''مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں طہارت اور نماز پنجگانہ سے متعلق اکثر وبیشتر مسائل جمع کرنے کے ساتھ ساتھ، نمازِ تہجد، تراویح، جمعہ، نمازِ قصر، استخارہ، عیدین، صلاۃ کسوف، استسقاء، صلوۃِ ضحیٰ، تسبیح اور نماز جنازہ کے احکام ومسائل کو بھی قلم بند کیا ہے۔ اور آخر میں روزمرہ پڑھی جانے والی بعض دعائیں بھی نقل کردی ہیں۔ اور ہر باب کے ہر مسئلہ کے لئے احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ اس اعتبار سے ان کی یہ کتاب نماز کے موضوع پر ایک جامع اور مدلل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ اگر یوں کہہ دیا جائے کہ یہ اپنے موضوع پر ایک بےنظیر کتاب ہے تو اس بات میں مبالغہ نہ ہوگا۔

مگر بقول شخصے ''اَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يَصِحَّ كِتَابَهٗ''[2] (اللہ اپنی کتاب کے علاوہ ہر کتاب کی صحت سے انکار کرتے ہیں) کے مطابق اس میں بعض خامیاں بھی تھیں جن کا ازالہ ضروری تھا۔ تاکہ یہ کتاب مفید کی بجائے مفید تر ثابت ہو۔ لہٰذا اسی مقصد کے پیشِ نظر میرے دل میں اس کی احادیث کی تخریج اور بعض مقامات پر تعلیقات لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔

سببِ تخریج وتعلیق

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (زادهما الله شرفاً و عزاً) سے تخرج (سندِ فراغت حاصل کرنے) کے بعد (۸۴/۱۲/۲۴ء) کو میرا یہاں (متحدہ عرب امارات میں) بطور ملازمت آنا ہوا۔

یہاں قیام کے کچھ عرصہ بعد کسی مناسبت سے مجھے یہ کتاب (صلوٰۃ الرسول) دیکھنا پڑی۔ اس کے بعض مقامات پر نظر ڈالنے سے مجھے اس میں بعض خامیاں اور کمزوریاں (جن کی تفصیل عنقریب آرہی ہے) نظر آئیں۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس کتاب کی احادیث کی تخریج اور اس کے بعض مقامات پر تعلیقات لگا کر ممکن حد تک اس کی موجودہ کمزوریاں اور خامیاں دور کر دی جائیں۔ اور اس کتاب پر یہ کام اس کی اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر از حد ضروری بھی ہے۔

مگر یہ کام اتنا آسان بھی نہ تھا کیونکہ کسی کتاب کی تصحیح یا تحقیق کرنا اعمال شاقہ سے شمار ہوتا ہے۔ اور اس کام کی مشکلات کا صحیح اندازہ اس کے کرنے سے ہی ہوتا ہے۔

[1] اخرجه مسلم (۸۵/۱۱) ابو داؤد (۲۸۸۰) والنسائی (۲۵۱/۶) كلهم فى الوصايا، و الترمذى (۱۳۷۶) فى "الاحكام" والبخارى فى "الادب المفرد" (۳۸) والبيهقى (۲۷۸/۶) و ابن حبان فى "الثقات" (۹/۱) عن ابى هريرة رضى الله عنه. واخرج ابن ماجة (۲٤۱) "المقدمة" وابن حبان في "صحيحه" (۹۳) عن أبى قتاده رضى الله عنه بلفظ آخر نحوهٗ اسناده صحيح. و صححه ابن حبان.

[2] اورده الحافظ السخاوى فى "المقاصد الحسنة" (۱۵) وقال: لا اعرفه. ولكن قد قال الله تعالىٰ (وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا)(النساء: ۸۲) ولذا قال اماما الشافعى: .....لقد الفت هذه الكتب ولم آل فيها ولا بد ان يوجد فيها الخطا. لان الله تعالىٰ يقول: (وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا).

جاحظ نے سچ کہا ہے کہ کسی کتاب کی تصحیف کی تصحیح یا حذف شدہ کلمہ کی اصلاح کرنے کی بجائے آزاد دس صفحات کا لکھنا زیادہ آسان ہے۔

ایک تو یہ وجہ تھی اور دوسری دُشواری یہ تھی کہ اس وقت میرے پاس مصادر و مراجع بھی نہ تھے۔ جس کی بناء پر مجھے اپنے اس ارادہ کو ترک کرنا پڑا۔

جب اس کام کے دوبارہ شروع کرنے کا پروگرام بنا تو اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ فاضل دوست جناب مولانا نجیب اللہ طارق (رکن مرکز دعوت وارشاد اُم القیوین متحدہ عرب امارات) سے کسی موضوع پر دورانِ گفتگو ''صلوٰۃ الرّسول'' کا تذکرہ بھی ہوا۔ یہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ اس مناسبت سے میں نے ان سے ذکر کیا کہ اس کتاب کے بارے میں میرا یہ پروگرام بنا تھا۔ مگر بعض وجوہ کی بنا پر اسے منسوخ کر دیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اس پر تخریج وتعلیق کا کام نہایت ضروری ہے، اور آپ کو یہ کام ضرور کرنا چاہیئے۔

چونکہ اس وقت میرے پاس قدرے مصادر و مراجع جمع ہو گئے تھے۔ اور کچھ اس قسم کے کام کرنے کی رغبت بھی تھی اور کچھ اس خیال سے بھی کہ اس کتاب کی تخریج اور اس پر تعلیقات لگانے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی کافی حد تک استفادہ کا موقع میسر آئے گا۔

کیونکہ بعض شیوخ کا کہنا ہے ''مَنْ اَرَادَ الْفَائِدَةَ فَلْيُكَسِّرْ قَلَمَ النَّسْخِ وَلْيَاْخُذْ قَلَمَ التَّخْرِيْجِ ''[1]

''تصنیف کی وجہ سے آدمی علوم کے حقائق پر مطلع ہوتا ہے، کیونکہ یہ اسے کثرتِ تفتیش، مطالعہ، تحقیق اور مراجعہ پر مجبور کرتی ہے۔۔۔''[2]

لہٰذا ان سب امور کے پیشِ نظر دوبارہ اس کام کے سرانجام دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

اس مقام پر ایک وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں تخریج وتعلیق میں بجائے اختصار کے قدرے اطناب و تفصیل کو ترجیح دی۔ تا کہ طالب علموں کے لئے یہ کتاب زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو سکے۔

بعض کمزوریاں اور خامیاں

آیئے اب اس کتاب کی بعض خامیوں کا جائزہ لیں جنہیں میں نے اس کتاب پر تخریج وتعلیق کا کام کرنے سے پہلے اور اس کے دوران محسوس کیا۔

[1] نقله الخطيب البغدادى عن بعض شيوخ له، انظر ''تدريب الراوى '' (١٣٩/٢)

[2] مقدمة المجموع (٣٩/١)

بعض مسائل میں عدمِ تحقیق

مؤلف نے بعض مسائل میں تحقیق کا التزام نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ کچھ مسائل میں ان سے عجیب تساہل ہوا ہے، مثال کے طور پر درج ذیل چند مسئلے لیجئے۔

پہلا مسئلہ: وقوعِ نجاست سے پانی کی طہارت اور عدمِ طہارت کا ہے اور یہ اس کتاب کا سب سے پہلا مسئلہ ہے۔

مؤلف رحمۃ اللہ نے اس کے لئے ''بلوغ المرام'' سے ابنِ ماجہ کی درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

(۲) اِنَّمَا الْمَآءُ لَا یُنَجِّسُهُ شَیْءٌ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰی رِیْحِهٖ وَطَعْمِهٖ وَلَوْنِهٖ

اس حدیث کا ترجمہ موصوف نے یوں کیا ہے۔ ''حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر (نجاست کے گرنے سے) پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہوجائے (یعنی تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں) تو وہ پانی ناپاک ہوجاتا ہے''

(دیکھیں حدیث نمبر ۱۶ اور اصل کتاب ص ۵۳)

یہ مؤلف کی عبارت کی نص ہے جس پر درج ذیل مؤاخذے کئے جاسکتے ہیں۔

(۱) آپ نے یہ حدیث ''بلوغ المرام'' سے نقل کی ہے۔ اور ''بلوغ المرام'' میں حافظ ابن حجر نے یہ صراحت کی ہے کہ ابو حاتم نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

موصوف نے یہاں ایک تو ضعیف حدیث کا ضعف بیان نہیں کیا جبکہ یہ ضروری تھا (جیسا کہ اس مقدمہ میں اس کے بارے میں تفصیل آئے گی) نیز ضعیف حدیث سے حجت لی ہے جبکہ احکام میں ضعیف حدیث حجت نہیں ہوتی۔ [1]

[1] امام احمد بن حنبل اور دیگر بعض آئمہ رحمۃ اللہ علیہم کا یہ فرمانا ''الحدیث الضعیف احب الینا من الرّای'' تو اس سے ان کی مراد حسن درجہ کی حدیث ہے۔ (دیکھئے التوسل والوسیلۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ'') (۸۲-۸۳)

بلکہ ضعیف حدیث کے احکام میں حجت نہ ہونے پر اجماع ہے چنانچہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔

''.... ولم یقل احد من الائمة انه یجوز ان یجعل الشیء واجبا او مستحباً بحدیث ضعیف ومن قال هذا فقد خالف الاجماع'' (حوالہ مذکور)

اسی طرح جلال الدین دوانی اپنے رسالہ (انموذج العلوم) میں فرماتے ہیں۔ ''اتفقوا علی ان الحدیث الضعیف لا تثبت به الاحکام الشرعیة'' قواعد التحدیث للقاسمی (۱۱۸)

شہاب خفاجی نے دوانی کے اس دعویٰ اتفاق کا تعاقب کیا ہے اور جمال الدین القاسمی نے خفاجی کا رد کرتے ہوئے دوانی کی تائید کی ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھیں حوالہ مذکور (ص ۱۲۰-۱۲۱)

اسی طرح یحییٰ بن معین، ابن حزم اور ابوبکر ابن العربی کے نزدیک فضائل اعمال میں بھی ضعیف حدیث مقبول نہیں ہیں۔ بظاہر امام بخاری اور مسلم کا بھی یہی مذہب ہے دیکھئے۔ قواعد التحدیث (۱۱۳)

اسی مذہب (فضائل میں ضعیف حدیث قابل عمل نہیں) کو شیخ احمد شاکر، شیخ البانی اور شیخ محمد محی الدین عبد الحمید نے بھی اختیار کیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ''الباعث الحثیث'' للشیخ احمد شاکر (۹۲) ''مقدمه صحیح الجامع و ضعیف الجامع'' (۱/۴۴-۵۱) للشیخ الالبانی (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

(۲) اس حدیث میں حرف (و) استعمال کیا گیا ہے مگر مؤلف نے ترجمہ حرف (أو) کا کیا ہے۔ شاید انہوں نے ترجمہ کرتے وقت ''بیہقی'' والی روایت کو مدِّ نظر رکھا ہو جو ''بلوغ المرام'' میں ہی مذکورہ روایت کے بعد ہے اور اسمیں حرف ''أوْ'' مستعمل ہے۔

(۳) مؤلف کا یہ کہنا (یعنی تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں) صحیح نہیں۔ کیونکہ ایک وصف کے پائے جانے سے بھی پانی بالاجماع ناپاک ہوجاتا ہے۔ تفصیل کے لئے حدیث نمبر (۱۶) ملاحظہ فرمائیں۔

موصوف نے اس مسئلہ کو ذکر کرتے وقت جو اسلوب اپنایا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں پورے طور پر مطمئن نہیں تھے کیونکہ حرف (و) کا ترجمہ تو وہ حرف ''أوْ'' سے کرتے ہیں اور آگے چل کر وضاحت اس کے برعکس کرتے ہیں۔ یہ غالباً اسلئے کہ وہ یہ جانتے تھے کہ ایک ہی وصف کے پائے جانے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے مگر حدیث میں حرف (و) نے انہیں تردد میں ڈال دیا۔ لہٰذا انہوں نے احتیاط کے طور پر یہ لکھ دیا (یعنی تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں) واللہ اعلم

دوسرا مسئلہ: ''نماز کی سنتوں کا بیان'' کے تحت صاحب کتاب نے ایک عنوان یہ بھی قائم کیا ہے ''جمعہ کے بعد دوسنتیں'' اور اس کے تحت حدیث ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما (جس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے) نقل کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتے ہیں،

''ایک روایت صحیح مسلم میں یہ بھی آئی ہے کہ حضور نے فرمایا:

(۳) ''اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْجُمُعَةَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا'' اس کا ترجمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد چار سنتیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور پہلی حدیث کی رو سے دو رکعت، پس اختیار ہے چاہے کوئی دو پڑھے، چاہے چار۔''

جبکہ اس مقام پر چاہئے تو یہ تھا کہ ''جمعہ کے بعد دوسنتیں'' کی بجائے ''جمعہ کے بعد چار سنتیں'' کا عنوان قائم کیا جاتا، اور اس کے تحت صحیح مسلم کی حدیث کو ذکر کرکے یہ کہہ دیا جاتا کہ اگر کوئی دو سنّت بھی پڑھ لے تو جائز ہے، مگر چار سنّت پڑھنا افضل ہے۔

یہ اس لئے کہ صحیح مسلم کی حدیث قولی ہے اور حدیث ابنِ عمر فعلی۔ اور قولی حدیث فعلی حدیث پر مقدم ہوا کرتی ہے، لیکن مؤلف نے اس قاعدہ کے برعکس کیا ہے۔

اور ''تحقیق توضیع الافکار'' للشیخ محمد محی الدین (۲/۱۰۹-۱۱۲)

جن علماء نے ضعیف حدیث کو فضائل اعمال میں قبول کیا ہے، انہوں نے اس کے لئے کچھ شرائط بھی لگائی ہیں۔ ان کی تفصیل کے لئے دیکھیں ''احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام للعلامہ ابن دقیق العید (۲/۱۷۱-۱۰۲)''القول البدیع'' للحافظ السخاوی (۲۵۵) نیز ''تدریب الراوی'' (۱/۲۵۲) وغیرہ۔

علامہ ابن دقیق العید نے اس مسئلہ پر نہایت عمدہ گفتگو فرمائی ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

موصوف نے اس مسئلہ کو ''جمعہ کی نماز کا بیان'' کے ضمن میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس مقام پر اگرچہ دونوں حدیثوں کو متن میں ہی ذکر کیا ہے۔ تاہم حدیث ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو مقدم ہی رکھا ہے۔ تفصیل مسئلہ کے لئے ملاحظہ کریں حدیث نمبر (۵۵۸)

تیسرا مسئلہ: ''جنازہ کے مسائل'' کے تحت پہلا مسئلہ ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

(٤) ''جنازہ میں امام کو قرأت، دعا اونچی آواز سے پڑھنی چاہئے۔ (مسلم) اگر آہستہ پڑھیں تو بھی جائز ہے'' (نسائی)

اس مسئلہ کو بیان کرنے میں بھی مؤلف سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ نسائی کی روایت میں یہ صراحت ہے نمازِ جنازہ میں قرآت سراً کرنا مسنون ہے۔ اور مسلم والی روایت میں قرأت و دعا کے سراً یا جہراً پڑھنے کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ البتہ اس سے استنباط کیا جاتا ہے لیکن یہ استدلال بھی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لئے حدیث نمبر (۶۴۲) ملاحظہ فرمائیں۔

یہ وہ چند مسائل ہیں جنہیں بطورِ مثال یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

ضعیف احادیث

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں کئی ایک ضعیف احادیث بھی ذکر کی ہیں۔ ان ضعیف احادیث کی تفصیل کے لئے درج ذیل نمبر دیکھئے۔

۶- ۱۳- ۱۴- ۱۶- ۲۲- ۲۴- ۵۳- ۵۶- ۷۳- ۸۵- ۸۸- ۱۰۷- ۱۰۹- ۱۱۰- ۱۵۳- ۱۵۹- ۱۶۰- ۱۶۱- ۱۶۳۔

۱۶۴- ۱۶۵- ۱۶۶- ۱۶۷- ۱۶۸- ۱۶۹- ۱۷۲- ۱۷۳- ۲۰۴- ۲۰۵- ۲۰۶- ۲۰۹- ۲۱۴- ۲۲۶- ۲۳۳- ۲۳۶۔

۲۴۱- ۲۴۸- ۲۴۹- ۲۶۵- ۲۶۶- ۲۷۸- ۲۸۳- ۲۸۷- ۲۹۹- ۳۰۶- ۳۲۹- ۳۳۹- ۳۶۳- ۳۸۳- ۴۱۴۔

۴۱۵- ۴۱۹- ۴۴۴- ۴۴۸- ۴۶۱- ۴۷۰- ۴۷۱- ۴۷۲- ۴۷۳- ۴۸۵- ۵۴۱- ۵۴۴- ۵۴۵- ۵۵۱- ۵۵۷۔

۵۶۵- ۵۷۸- ۵۸۴- ۵۸۶- ۶۲۶- ۶۳۰- ۶۵۴- ۶۶۰- ۶۶۴- ۶۶۵- ۶۶۶- ۶۷۳- ۶۷۹- ۶۸۳۔

۶۹۴-۶۹۵-۶۹۹-۷۰۳

واضح رہے کہ یہ احادیث ان احادیث کے علاوہ ہیں جو اپنے طرق و شواہد کی بنا پر صحیح یا حسن درجہ کی ہیں۔ دراصل مؤلف جس ماحول میں تھے، اس میں صحیح اور ضعیف کی تمیز بہت کم ہی کی جاتی ہے، اور ضعیف احادیث سے حجت لینے، استدلال کرنے اور ان پر عمل کرنے سے بہت کم ہی اجتناب کیا جاتا ہے۔ اس لئے راقم مؤلف کو اس بارے میں معذور سمجھتا ہے تاہم اس مقام پر جو بات قابلِ مؤاخذہ ہے، وہ یہ کہ ان ضعیف احادیث میں سے بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ جن کے ضعیف ہونے کی صراحت خود ان کتب میں موجود ہے جن کے حوالہ سے مؤلف نے انہیں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے درج ذیل حدیثیں:

۲۴۹-۲۴۸-۲۲۴-۲۰۹-۲۰۴-۱۱۰-۹۵-۸۸-۱۶

لیکن انہوں نے ان احادیث کو ذکر کرتے وقت ان کے ضعف کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا۔ [۷] اور یہ محققین کے نزدیک جائز نہیں ہے بلکہ امام مسلم نے تو ضعیف احادیث کو جاننے کے باوجود، ضعف بیان نہ کرنے والے کے حق میں انتہائی سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کے اس کلام کی نص آگے چل کر آئے گی۔

یہ تو مرفوع روایات ہیں جن کی نقل میں مؤلف نے اس قدر تساہل سے کام لیا کہ ان کا ضعف تک بیان نہیں کیا۔ جبکہ دوسری طرف ایک مقام پر ایک موقوف روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ (مسلم بسند منقطع) دیکھئے حدیث نمبر (۱۶۱)
اس مقام پر بھی دو تین مؤاخذے ہیں جنہیں ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

حوالہ جات میں تساہل

مؤلف سے حوالہ جات میں بھی بہت تساہل ہوا ہے۔ اور یہ تساہل مختلف نوعیت کا ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

(۱) موصوف نے بعض موقوف روایات کو ایسے انداز سے ذکر کیا ہے کہ جس سے قاری یہی سمجھے گا کہ یہ مرفوع روایات ہیں۔ مثلاً

ا... ''غسل مسنون کا بیان'' اس باب میں عیدین کے روز غسل کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''مؤطا امام مالک میں حضرت نافع کی روایت سے عیدین کے روز عیدگاہ کو جانے سے قبل نہانا سنّت ہے۔'' دیکھئے نمبر (۱۲۸)

ظاہر ہے کہ آپ اس عبارت سے یہی سمجھے ہوں گے کہ مؤطا میں نافع کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کے روز عیدگاہ جانے سے قبل غسل فرمایا کرتے تھے، اس لئے کہ مؤلف نے لفظ ''سنّت'' استعمال کیا ہے جبکہ مؤطا میں یوں ہے۔

(۵) مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ '' اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ اَنْ يَغْدُوَ اِلَى الْمُصَلّٰى ''

نافع فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر کے روز عیدگاہ جانے سے قبل غسل کیا کرتے تھے۔

نیز قاری اگر عامی ہے تو وہ نافع کو صحابی سمجھے گا۔ اگر عامی نہیں تو وہ یہ سمجھے گا کہ شاید یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ نافع تابعی ہیں۔

[۷] حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ سے بھی ''الفتح الکبیر'' میں بعض مقامات پر ایسا ہوا ہے۔ علامہ مناوی ''فیض القدیر'' میں ایک مقام پر ان کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''وکثیر ما یقع للمصنف عزو الحدیث لمخرجه ''ویکون مخرجه قد عقبه بما یقدح فی سنده فیحذف المصنف ذلك و یقتصر علی عزوله، و ذلك من سوء التصرف نقلاً من ''مقدمة ضعیف الجامع'' (۱/۱۹) انظر ایضاً ''مقدمه صحیح الجامع (۱/۱۹) کلا هما للالبانی.

اسی طرح آگے چل کر ''نمازعیدین کا بیان'' کے عنوان کے تحت بھی مؤلف نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے۔ اور وہاں یہ اسلوب اختیار کیا ہے۔

''عیدین کے دن غسل کرنا مستحب ہے'' (مؤطا)

قاری اس عبارت سے بھی یہی سمجھے گا۔ کہ اس کے بارے میں مؤطا'' میں کوئی قولی یا فعلی مرفوع حدیث ہے بہر حال نقل اور حوالہ کا یہ انداز اور اسلوب صحیح نہیں ہے۔

عیدین کے دن رسول اللہ ﷺ سے غسل کرنا کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل کے لیے حدیث (۵۷۲) ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جانے والی دعاء (٦) ''اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِىْ وَ بَيْنَ خَطَايَایَ.... ''ذکر کرنے کے بعد مؤلف لکھتے ہیں۔

''یا یہ دعا پڑھیں۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ ....''(مسلم بسند منقطع)

اس اسلوب سے تو آپ نے یہی سمجھا ہوگا کہ ''صحیح مسلم'' میں اس کے بارے میں مرفوع روایت موجود ہے جبکہ مسلم میں ان کلمات کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پڑھنا منقول ہے۔ یعنی موقوف روایت ہے مرفوع نہیں

اس مقام پر دو اور مؤاخذے بھی ہیں۔ اور وہ یہ کہ

(۱) مؤلف نے اس اثر کو ''بلوغ المرام'' سے نقل کیا ہے، کیونکہ مسلم بسند منقطع'' کے الفاظ ''بلوغ المرام'' میں حافظ ابنِ حجرؒ کے ہیں، جہاں آپ ''مسلم بسند منقطع'' ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''والدارقطنی موصولا وهو موقوف '' دارقطنی نے اسے موصول بیان کیا ہے۔ اور یہ موقوف ہے۔ جب یہ اثر موصولاً بھی مروی ہے۔ تو پھر کوئی ایسی معقول وجہ نہیں کہ موصول کو چھوڑ کر منقطع کو ذکر کر دیا جائے۔

مؤلف نے اس دعا کے منقطع ہونے کی صراحت جس طرح متن میں کی ہے، اسی طرح یہ صراحت حاشیہ میں بھی کر دی ہے۔

نیز آگے ایک دوسرے مقام پر بھی یہ وضاحت کی ہے۔ آپ ''رسولِ خدا ﷺ کی تہجد کی کیفیت'' کے تحت مذکورہ دونوں دعاؤں کو ذکر کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

''یہ دعا (یعنی اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِىْ) سند کے لحاظ سے ''سُبْحَانَكَ '' سے قوی ہے''

اس مقام پر انہوں نے ان دونوں دعاؤں میں جو تقابل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ '' اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِىْ '' مرفوع حدیث سے ثابت ہے۔ اور ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ '' موقوف روایت سے۔ لہٰذا مرفوع اور موقوف کا تقابل کیا

اور اس لئے بھی کہ لفظ ''قوی'' کا اطلاق وہاں کیا جاتا ہے جہاں دو یا دو سے زیادہ احادیث کی سندوں میں کمزوری ہو، مگر ایک حدیث کی سند دوسری احادیث کی سندوں سے قدرے اچھی ہو۔ یعنی اس میں ضعف کم ہو، اور یہاں یہ صورتِ حال نہیں ہے، کیونکہ ''اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَيْنِیْ '' بخاری اور مسلم میں ہے

موصوف نے ان دونوں دعاؤں کو ''عیدین کی نماز کا طریقہ'' کے تحت بھی ذکر کیا ہے اور اس مقام پر ''سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ'' کے انقطاع کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا۔ بلکہ دونوں دعاؤں کو مساوی طور پر ذکر کیا ہے۔

(۲) یہ دعا ''سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِكَ .... '' مرفوع روایات سے بھی ثابت ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر (۲۶۱) لہٰذا مرفوع حدیث کو چھوڑ کر موقوف روایت کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

یہ تو تھیں موقوف روایات جن کو مؤلف نے ایسے اسلوب سے بیان کیا ہے۔ جس سے قاری ان روایات کو مرفوع ہی تصور کرے گا۔

اب ایک ایسی موقوف روایت کی مثال بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ جسے مؤلف نے صراحۃً مرفوع بیان کیا ہے۔ آپ ''مقتدیوں کے لئے متابعتِ امام کے احکام'' کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

''رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام سے قبل سر اٹھاتا ہے یا سجدے میں جاتا ہے، تو جان لینا چاہئے کہ اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ (مؤطا امام مالک)

دیکھئے حدیث نمبر (۴۹۰) جبکہ مؤطا امام مالک میں یہ مرفوع روایت نہیں ہے بلکہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ مسند بزار وغیرہ میں یہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔ مگر موقوفاً زیادہ صحیح ہے۔ تفصیل کیلئے مذکورہ نمبر دیکھیں۔

اسی طرح حدیث نمبر (۴۹) دیکھیں۔ لیکن اس حدیث کو ''ابن ماجہ'' کے حوالہ سے مرفوع بیان کرنے میں مؤلف کو وہم نہیں ہوا، درحقیقت یہ وہم صاحب ''مشکوٰۃ'' کا ہے۔ تفصیل کے لئے مذکورہ نمبر دیکھیں۔

موصول روایات کو مرسل اور مرسل کو موصول بیان کرنا

مؤلف نے بعض روایات کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے ذکر کرنے کی بجائے ان (صحابہ) سے بیان کرنے والے تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ گویا کہ ان روایات کو موصول کی بجائے مرسل بنا دیا ہے مثلاً وہ ''نماز کی مسنون قرأت'' کے تحت لکھتے ہیں۔

عبید اللہ کی ایک روایت کے الفاظ صحیح مسلم میں یہ ہیں۔ ''كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا .... '' دیکھئے حدیث (۲۸۲) یہ عبید اللہ

بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں اور یہ تابعی ہیں ، انہوں نے حضرت عائشہ، ابو ہریرہ، ابن عباس، ابو واقد لیثی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کی ہیں ۔ (۸) اور ان کی مذکورہ روایت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

نیز مؤلف نے اس مقام پر قاری کو ایک اور وہم میں بھی ڈالا ہے، وہ یہ کہ اس حدیث سے پہلے انہوں نے ایک حدیث ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

''چنانچہ صحیح مسلم میں عبیداللہ بن ابی رافع (۹) سے ایک روایت ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو مدینے کا خلیفہ مقرر کیا.........''

اب قاری اس حدیث کو پڑھنے کے بعد اس کے بعد والی حدیث (جس کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے) پڑھے گا تو وہ یہ سمجھے گا۔ کہ یہ عبیداللہ اس سے پہلے والے ہی عبیداللہ بن ابی رافع ہیں، کیونکہ مؤلف نے اس حدیث کو اس انداز سے بیان کیا ہے۔

''عبیداللہ کی ایک روایت کے الفاظ صحیح مسلم میں یہ ہیں''

یہ ایک حدیث بطور مثال ہے۔ مزید کے لئے حدیث (۳۸۸، ۴۷۹، ۶۰۷) ملاحظہ فرمائیں۔

تعجب ہے کہ مؤلف سے اس قسم کی کوتاہیاں سرزد کیسے ہوئیں۔ اگر انہیں ان روایات کو تابعین کے حوالہ سے ہی ذکر کرنا تھا۔ تو پھر ان کو ذکر کرتے وقت وہی اسلوب اختیار کرتے جو انہوں نے بعض دوسری روایات ذکر کرتے وقت اپنایا ہے۔ مثلاً

''سجدہ سہو کا بیان'' کے تحت لکھتے ہیں۔

'' عطاء بن یسار ابی سعید سے نقل کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ....'' دیکھئے حدیث (۴۲۱)

عطائ بن یسار تابعی ہیں اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

یہ وہ موصول روایات تھیں جنہیں مؤلف نے مرسل کر کے بیان کر دیا ہے، اب ایک مرسل روایت کی مثال بھی ملاحظہ فرمالیجئے جسے انہوں نے موصول بیان کر دیا ہے۔

آپ ''رکوع سے متعلق ضروری ہدایات'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''مزید تاکید کے لئے ایک اور حدیث سنیں، حضرت نعمان بن مرۃ کی روایت ہے کہ رسول خدا ''ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا ....'' حدیث (۳۱۵)

۸ تذکرۃ الحفاظ (۱/۷۸) اور ''تہذیب التہذیب'' (۷/۲۲)

۹ ....یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، اور انہوں نے اپنے باپ (ابو رافع) اور اپنی والدہ (سلمٰی) حضرت علی اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کی ہیں۔۔ تہذیب التہذیب (۷/۱۰)

نعمان بن مرۃ تابعی ہیں، اور ان کی یہ روایت مرسل ہے، مگر مؤلف نے انہیں صحابی سمجھ کر ان کے نام کے اوپر (رضی) لکھ دیا ہے، اس سے یہ روایت مرسل کی بجائے موصول بن گئی ہے۔

واضح رہے کہ بعض نے نعمان بن مرۃ کو صحابی کہا ہے مگر انہیں صحابی کہنا وہم ہے۔ [۱۰]

احادیث کی نسبت کرنے میں اوہام

کئی ایک احادیث ایسی بھی ہیں جن کی نسبت کرنے میں مؤلف کو اوہام ہوئے ہیں اور یہ اوہام مختلف نوعیت کے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ موصوف نے انہیں جن کتب کی طرف منسوب کیا ہے۔ ان کتب میں وہ نہیں پائی جاتیں ہیں۔ بلکہ دوسری کتب میں موجود ہیں۔ اور وہ درج ذیل احادیث ہیں۔

۲۷۸-۲۸۳-۳۴۳-۳۱۱-۳۴۳-۳۸۵-۵۷۱-۶۳۹-۶۶۵-۶۶۷-۷۷ اسی طرح حدیث (۵۰۹-۶۲۰) بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام پر سب سے بڑھ کر جو بات قابلِ مؤاخذہ ہے وہ یہ کہ موصوف نے ''نماز کے لا مثال محاسن'' کے تحت چوبیس احادیث ذکر کی ہیں اور ان کو ذکر کرنے سے قبل یہ کہا ہے۔

''نماز کی خوبیوں، اچھائیوں، برکتوں، رحمتوں اور فائدوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا، صحاح ستہ سے ہم اختصار کے ساتھ اس کے مزید محاسن بیان کرتے ہیں۔

پھر چوبیس محاسن ذکر کرنے کے بعد حوالہ یوں دیا ہے (انتخاب از کتب صحاح)

دیکھئے اصل کتاب: ص ۱۳۶-۱۳۹)

''انتخاب از کتب صحاح'' سے ان کی مراد ''صحاح ستہ'' ہے۔ جیسا کہ انہوں نے شروع میں صراحت کی ہے مگر ان چوبیس احادیث سے چودہ احادیث ایسی ہیں جو ''صحاح ستہ'' میں نہیں۔ بلکہ دوسری کتب میں ہیں۔

دیکھئے درج ذیل نمبر: ۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۳-۱۷۵

اس طرح محاسن نماز سے متعلق پہلی حدیث جو اس کتاب میں حدیث نمبر ۱۵۴ ہے، کا پہلا ٹکڑا ہی صحاح ستہ میں نہیں ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث جو اس کتاب میں حدیث نمبر ۱۵۵ ہے، موصوف نے اسے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

[۱۰] دیکھئے ''التقریب'' (۲/۳۰٤) اور اس کتاب کی حدیث (۳۱۵) ایضاً ''تہذیب التہذیب'' (۱۱/٤۰٦،٤۰۷)

''نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔''

جبکہ ''صحاح ستہ'' میں سے جن کتب میں یہ حدیث ہے، ان میں ''نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو'' تین مرتبہ نہیں، تفصیل کے لئے دیکھئے حدیث نمبر (۱۵۵)

(۲) کچھ احادیث ایسی بھی ہیں کہ جنہیں موصوف نے جن صحابہ کے نام سے جن کتب کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ ان میں، ان صحابہؓ سے مروی نہیں ہیں بلکہ دوسرے صحابہؓ سے مروی ہیں۔ دیکھئے درج ذیل نمبر: ۵۱۱-۵۹۵-۶۱۵

حدیث (۵۹۵) عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مؤلف نے اسے ترمذی اور ابنِ ماجہ کے ساتھ دارمی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ جبکہ دارمی میں سعد مؤذنِ رسول ﷺ کی حدیث ہے، یہ نہیں، درحقیقت یہ وہم صاحبِ ''مشکوٰۃ'' کا ہے۔

(۳) بعض وہ احادیث ہیں کہ موصوف نے انہیں جن کتب کی طرف جس سیاق والفاظ سے منسوب کیا ہے، وہ ان میں اس سیاق و الفاظ سے نہیں ہیں، بلکہ دوسری کتب میں ہیں۔ تفصیل کیلئے درج ذیل نمبر ملاحظہ فرمائیں۔ (۱۴۳-۲۰۷-۲۰۸-۶۰۱-۶۷۲-۶۹۳)

(۴) بعض احادیث ایسی بھی ہیں کہ مؤلف نے انہیں جس انداز سے محولہ کتب کی طرف منسوب کیا ہے وہ اس انداز سے ان کتب میں تو کجا، حدیث کی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی ہیں، تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل نمبر دیکھیں، (۴۴۷-۵۸۸-۵۹۱)

ان مقامات پر موصوف نے درحقیقت حوالہ دیتے وقت دقّت کوملحوظ نہیں رکھا۔

دو مختلف حدیثوں کو ایک، اور ایک حدیث کو دو مختلف حدیثیں ظاہر کرنا

بعض مقامات پر مؤلف نے دو حدیثوں کو ایسے ملا کر بیان کیا ہے کہ قاری انہیں ایک حدیث ہی سمجھے گا، دیکھیں درج ذیل نمبر: ۲۲۳-۴۴۰-۶۱۱-۶۶۵-۶۹۴

اسی طرح بعض مقامات پر ایک ہی حدیث کو ایسے انداز سے ذکر کیا ہے کہ قاری اس کو دو الگ الگ حدیثیں تصوّر کرے گا۔ دیکھئے نمبر (۶۲۲)

بعض احادیث کے ترجمہ اور اختصار میں تساہل

مؤلفؒ نے احادیث کا ترجمہ کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیا ہے، بلکہ اکثر و بیشتر احادیث کا ترجمہ انہوں نے لفظی کیا ہے۔ مگر جن احادیث کا ترجمہ انہوں نے لفظی نہیں کیا، ان میں سے بعض کے ترجمہ میں ان سے یہ تساہل ہوا ہے کہ ترجمہ میں بعض ایسے جملے آگئے ہیں، جن کی ترجمہ میں کسی طرح گنجائش نہیں نکل سکتی۔ مثلاً

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"......... بلکہ صرف وضوء کر کے نماز پڑھ لینی چاہئے" (بلوغ المرام) دیکھئے حدیث نمبر (۴۳۴) حدیث علی رضی اللہ عنہ میں "......... بلکہ صرف وضوء........." اور دوسری حدیث میں "......... اگر جماعت فوت ہو جائے تو مضائقہ نہیں" ایسے جملے ہیں جنکی ترجمہ میں گنجائش نہیں ہے اگرچہ مفہوم یہی نکلتا ہے، مگر چونکہ یہ حدیث کا معاملہ ہے۔ اسلئے اس میں انتہائی احتیاط ہونی چاہئے۔

اسی لئے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اُنْقُصْ مِنَ الْحَدِيْثِ اِنْ شِئْتَ وَلَا تَزِدْ فِيْهِ" [1]

یعنی اگر تم حدیث میں اختصار کرنا چاہتے ہو تو کرلو مگر اس میں اضافہ نہ کرو۔

مگر واضح رہے کہ اس اختصار سے مراد ایسا اختصار ہے۔ جس سے حدیث کے معنی و مفہوم میں تغیر و تبدل واقع نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو اختصار جائز نہیں۔ اور اس قسم کا اختصار مؤلف سے بھی ایک مقام پر ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث نمبر (۶۱۴)

بعض احادیث کی تخریج میں کوتاہی

بعض ایسی احادیث بھی ہیں جنہیں مولف نے ابوداؤد وغیرہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ جبکہ وہ بخاری اور مسلم یا دونوں میں سے کسی ایک میں موجود ہیں۔

اسی طرح بعض احادیث ایسی بھی ہیں جن کو موصوف نے مسلم کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ وہ بخاری میں بھی ہیں۔

۵۰-۹۰-۳۲۸-۴۶۹-۵۴۷-۵۶۸-۵۹۷-۵۹۸-۶۰۶-۶۱۳-۶۷۸

اس کے علاوہ موصوف نے بعض مسائل کے لئے ابوداؤد وغیرہ کے حوالہ سے احادیث ذکر کی ہیں۔ جبکہ ان مسائل کے بارے میں بخاری و مسلم میں بھی احادیث موجود ہیں۔ دیکھئے درج ذیل نمبر: ۲-۷-۶-۳۸۶-۴۴۶ -۴۷۲

یہ کمزوری صرف اسی کتاب کی نہیں، بلکہ ہماری اکثر کتابوں کا یہی المیہ ہے۔ کہ ان میں تخریج حدیث کے لئے "مشکوۃ" "بلوغ المرام" اور "ترغیب وترہیب" وغیرہ کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ جبکہ ان کتب کی طرف کسی حدیث کو منسوب کرنا اس حدیث کی تخریج نہیں ہے۔

کیونکہ تخریج کا معنی یہ ہے کہ حدیث کو کسی ایسی کتاب کی طرف منسوب کیا جائے، جس کے مؤلف نے اس حدیث کو اپنی سند سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہو، اور ساتھ ہی حدیث کا درجہ بھی بیان کیا جائے، یعنی یہ کہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف وغیرہ وغیرہ۔

صحیح ہے کہ کسی حدیث پر حکم لگانا کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے۔ مگر محدثین عظام کا لگایا ہوا حکم نقل کرنا تو کوئی مشکل نہیں۔

[1] "العلل" للترمذی فی آخر الترمذی (۷۴۷/۵) تحقیق الشیخ احمد شاکر

اس موضوع کو زیرِ بحث لانے سے مقصود یہ ہے کہ ہمیں اپنی اس کمزوری کو دور کرنا چاہیئے۔ استفادہ کی حد تک تو ان کتب کو اپنایا جائے، مگر کسی حدیث کی تخریج کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

اصل کتاب کی طرف رجوع کرنے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مثلاً: خطیب تبریزی کو ''مشکوٰۃ'' یا حافظ ابن حجر کو ''بلوغ المرام'' میں کسی حدیث کے بارے میں کسی طرح کا وہم ہوا ہے، تو اصل کتاب کیطرف رجوع کرنے سے اس وہم سے بچا جاسکتا ہے۔ ورنہ جو اوہام، ان مؤلفین کے ہوں گے، ان کا شکار ہم بھی ہو جائیں گے۔ جیسا کہ مؤلف موصوف کے ساتھ ہوا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ''صلوٰۃ الرسول'' کی تالیف میں زیادہ تر اعتماد ''مشکوٰۃ'' اور ''بلوغ المرام'' پر ہی کیا ہے۔

لہٰذا اس بناء پر بھی اصل کتاب کی طرف رجوع ضروری ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ بعض اوقات کسی معقول وجہ کی بنا پر اصل کتاب کا مراجعہ نہیں کیا جاسکتا تو اس صورت میں جس کتاب سے حدیث نقل کی جارہی ہو اس میں وہ حدیث جس کتاب کے حوالہ سے درج ہو، اس کتاب کا نام لکھ کر آگے بحوالہ فلاں کتاب، مثلاً ''بحوالہ مشکوٰۃ'' کہہ دیا جائے۔

ہمارے یہاں بعض اوقات ایسا بھی کیا جاتا ہے۔ مگر اکثر وبیشتر ''مشکوٰۃ'' وغیرہ کے حوالوں پر ہی اکتفا کرلیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا طریق کار اپنانے سے فائدہ یہ ہوگا کہ منقول حدیث اگر بخاری، مسلم یا دونوں میں سے کسی ایک میں ہے تو قاری کو اس حدیث کی صحت میں کسی قسم کا تردد نہیں رہے گا۔ اور اگر صرف ''مشکوٰۃ'' یا ''بلوغ المرام'' کا حوالہ دینے پر اکتفا کرلیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں قاری کو یہ تردد ہوگا۔ کہ آیا یہ حدیث بخاری ومسلم میں ہے یا سنن وغیرہ میں، اور اگر سنن وغیرہ میں ہے تو کیا یہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ مذکورہ بالا طریقِ کار پر عمل کسی معقول وجہ کی بنا پر تو جائز ہے۔ مگر عام حالات میں نہیں، بلکہ ان حالات میں حدیث کی تخریج کے لئے امہات الکتب کی طرف رجوع نہ صرف یہ کہ ضروری ہے، بلکہ ایسا نہ کرنا اہلِ فن کے نزدیک معیوب ہے، نیز ان کے نزدیک یہ بھی معیوب ہے کہ صحیحین یا ان میں سے کسی ایک ''صحیح'' کی حدیث کو ان کی طرف منسوب کرنے کی بجائے صرف ابو داوٗد، ترمذی، نسائی وغیرہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ یا کسی اعلیٰ درجہ کی کتاب کو چھوڑ کر، ادنیٰ درجہ کی کتاب کی طرف منسوب کیا جائے۔ مثلاً

ایک حدیث ابوداؤد اور ابنِ ماجہ میں ہے، تو اسے صرف ابنِ ماجہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

اس کے لئے اگر مثالیں مطلوب ہوں تو درج ذیل احادیث دیکھی جاسکتی ہیں، مگر تأمل سے۔ (۲۷، ۲۷۶، ۳۴۷، ۵۹۰)

مگر ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے ہمارے ہاں عموماً ''مشکوٰۃ''۔ ''بلوغ المرام'' ترغیب وترہیب'' وغیرہ کے حوالے دیئے جاتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کمزوری یہ ہے کہ مثلاً: حدیث تو ''المنتقی لابی البرکات ابنِ تیمیة'' میں ہوگی، مگر

حوالہ دیتے وقت ''نیل الاوطار'' کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

یہ باتیں بطور تنقید واعتراض کے نہیں، بلکہ بطور اصلاح ذکر کی گئی ہیں۔

(اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَااسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ)

ہمیں اپنی اس کمزوری کو کمزوری سمجھ کر دور کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے، تا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم دوسروں کے لئے باعثِ تضحیک و تعجب بنے رہیں۔

عرب علماء کو جب ہماری اس کمزوری کا علم ہوتا ہے تو وہ اس پر انتہائی تعجب کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ''کلیۃ الحدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ'' کے ایک استادِ محترم پاکستان تشریف لائے، جب وہ واپس گئے تو انہوں نے طلباء سے اپنے دورہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے یہ بات بہت تعجب سے کہی کہ ''میں نے پاکستان میں جید علماء اور محققین کو دیکھا کہ وہ حدیث ذکر کرنے کے بعد ''مشکوۃ'' کا حوالہ دیتے ہیں''

ہمارے یہاں اکثر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ چھوڑیں جی وہاں ''جامعہ اسلامیہ'' میں کیا ہے وہاں تو صحاح ستہ ہی نہیں پڑھائی جاتی ہے، اور اس طرح کی بہت سی باتیں بنائی جاتی ہیں۔

اس وقت ہمارا موضوعِ گفتگو یہ نہیں، ورنہ ہم یہ بھی ذکر کردیتے کہ وہاں کیا کچھ ہے، بقول کسے:

''اَهْلُ مَكَّةَ اَدْرٰى بِشِعَابِهَا.''

مذکورہ بالا سطور میں جو کچھ گزرا وہ تو ''اَلشَّئْیُ يُذْكَرُ بِالشَّئْیِ'' کے قبیل سے تھا۔ اصل موضوع تو اس کتاب کی کمزوریاں اور خامیاں بیان کرنا تھا۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات کو اس کتاب پر یہ تخریج وتعلیق ناگوار گزرے، اور بعض لوگ یہ بھی کہیں کہ اس نے تو اس کتاب کی اہمیت کم کردی، اگر اسے اس کتاب پر کام کرنا ہی تھا تو مؤلف کی زندگی میں کیوں نہ کیا، اگر اسے کچھ کرنے کا شوق ہی تھا تو ایک مستقل کتاب کیوں نہ لکھ دی وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس کام کو مؤلف کی زندگی میں کیوں نہ کیا گیا تو یہ ایک معقول سوال ہے۔ اس کے جواب کے لئے سببِ تخریج وتعلیق پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیں بات واضح ہو جائے گی۔ رہا مستقل کتاب لکھنے والا مسئلہ تو اللہ شاہد ہے کہ ابتدا میں جب میں نے اس کام کو کرنے کا پروگرام ترک کیا تھا تو اسبابِ ترک میں ایک سبب یہ بھی تھا۔ کہ میں اس موضوع پر خود ایک کتاب تالیف کروں اور بعد میں جب اس کام کے کرنے کا پختہ ارادہ کیا تو محض اس لئے کہ بجائے ایک مستقل کتاب لکھنے کے اس کتاب کی اصلاح زیادہ اہم ہے۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اُولِى الْاَلْبَابِ.

اور یہ ایک فطری امر ہے کہ کسی کام کے نہ تو سب لوگ موافق اور مؤید ہوتے ہیں اور نہ سب مخالف بہر حال مجھے اللہ عز و جل سے امید واثق ہے کہ علمی حلقوں میں میرے اس کام کو بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الحاصل: قارئین کرام! آپ نے مولوی عبدالرؤف فاضل مدینہ منورہ کا تبصرہ وتنقید پڑھ لیا ہے۔ ہمیں اس پر اضافہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کتاب صلوٰۃ الرسول کا غیر مقلدین نے جو ھوا کھڑا کیا ہوا تھا اور اس کے غبارے میں جو مصنوعی ہوا بھر کے انہوں نے اسے آسمانوں میں چڑھایا ہوا تھا۔ مولوی عبدالرؤف صاحب کی تحقیق وتنقید نے اس کی ساری ہوا خارج کر دی ہے اور اب اس غیر مقلد کتاب کا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ آئندہ شاید یہ نماز بے وضو ہی پڑھی جائے۔ مولانا صاحب محقق نے اس کی کمزوریوں اور خامیوں سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔ اس کے مصنف کی عدمِ تحقیق اور تساہل پسندی سے بھی متنبہ کر دیا ہے۔ اس نے کتاب کی پہلی حدیث پر ہی اس ظالمانہ طریق سے کلہاڑی چلائی ہے کہ الامان والحفیظ کہے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ان کے بقول کتاب میں ضعیف حدیثوں کی بھرمار ہے اور مصنف کو صحیح اور ضعیف حدیث میں تمیز بالکل نہیں ہے۔ اور وہ ضعیف حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مگر اس کے ضعف کو ظاہر نہیں کرتے۔ اسی طرح ضعیف کو صحیح بنا کر مصنف نے چوراسی احادیث کو صحت کی سند بخش دی ہے بلکہ جن دس احادیث کو ان کے مخرجین نے ضعیف کہا تھا ان کے ضعف کو بھی چھپا لیا ہے۔ بہت سے حوالے غلط ہیں موصول روایات کو مرسل اور مرسل کو موصول بنا دیا ہے۔ احادیث کی نسبت میں انہیں وہم ہو گیا ہے۔ اور بعض کے ترجے اور اختصار میں تساہل برتا ہے۔ بعض احادیث کی تخریج میں کوتاہی کی ہے۔ الخ

تو یہ ہے وہ بے مثال کتاب صلوٰۃ الرسول جس کے چرچے زمینوں و آسمانوں میں چھائے ہوئے تھے۔ اخبار اور رسالوں نے جس کی تعریف کے پل باندھے ہوئے تھے۔ اور غیر مقلد علماءٔ نے جس کی مدح وتوصیف کے قلابے آسمانوں سے ملا دیئے تھے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا
میں اگر عرض کروں گا تو شکایت ہو گی

اشاعتِ ثانی کی خصوصیات

(۱) ساری کتاب پر مکمل نظر ثانی کی گئی۔

(۲) موقع بموقع حک و اضافہ سے کام لیا گیا۔

(۳) نئے مضامین اور دلائل کا اضافہ اس قدر ہے کہ وہ اصل کتاب کے نصف کے برابر ہے۔

(۴) اس موضوع پر جو نئی کتابیں بازار میں آئی ہیں۔ان سے بقدرِ ضرورت استفادہ کیا گیا ہے۔

(۵) پہلی اشاعت میں احادیث اوران کا ترجمہ اوپر نیچے تھا۔یعنی اوپر حدیث اور نیچے اس کا ترجمہ،مگر اس اشاعت میں حدیث اوراس کے ترجمے کو برابر کے دو کالموں میں کر دیا گیا ہے۔جس سے کتاب اور کتابت دونوں متوازن اور خوبصورت ہو گئے ہیں۔

(۶) احادیث پر سیریل نمبر لگا دیئے گئے ہیں۔

(۷) کتاب کے شایانِ شان کمپیوٹر کتابت کرائی گئی ہے۔اور پہلی کتابت کو تلف کر دیا گیا ہے۔

(۸) کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کے موضوع سے متعلق کوئی بات اس میں آنے سے رہ نہ جائے۔

(۹) کاغذ بھی عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔اور جلد بندی بھی پہلے سے خوبصورت کرائی گئی ہے۔

(۱۰) تقلید پر ایک وقیع مضمون شروع میں شامل کیا گیا ہے۔تاکہ قارئین کو اپنے موقف پر طمانیت اور دل جمعی حاصل ہو۔

(۱۱) بالواسطہ حوالوں کو اکثر و بیشتر براہِ راست کر دیا گیا ہے۔

الغرض ہم نے کتاب کو خوبصورت دیدہ زیب مفید تر اور یادگار بنانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔اللہ کرے اس سے امتِ مسلمہ اور عام خلقِ خدا کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے۔اور یہ برادرانِ احناف کے لئے موجبِ اطمینان قلب اور غیر مقلدین کے لئے ذریعہ ہدایت ہو۔

رحم اللہ من قال آمینا

فضل الرحمن دھرم کوٹی

خطیب وخادم جامعہ مسجد قاسمی خانقاہ شریف بہاولپور

بمطابق ۲۲ جنوری ۲۰۰۶ء ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

صلوٰۃ الرسول پر تنقید و تبصرہ

از مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نوّر اللہ مرقدہ

حضرت مولانا **محمد امین** صاحب اوکاڑوی کی یہ تنقید براہِ راست صلوٰۃ الرسول پر تنقید کی بجائے مولانا زبیر علی زئی اور مبشر احمد صاحب ایڈیٹر الدعوۃ کے تحقیقی شاہکار تسہیل الوصول الی تخریج صلوٰۃ الرسول کی روشنی میں کی گئی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے جو تخریج کی ہے وہ درحقیقت مولانا عبدالرؤف صاحب کی تخریج کی تلخیص ہے۔ اس تثنیہ کے صیغے نے صلوٰۃ الرسول کی جس طرح اصلاح اور مولانا عبدالرؤف کی تخریج وتنقید کے زور کو جس طرح گھٹانے کی کوشش کی ہے اور مولانا حکیم صادق صاحب کو جس طرح بچانے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی کے مضمون نے اسی سے پردہ اٹھایا ہے۔

؎ نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

حکیم صادق صاحب نے کتاب کے شروع میں حافظ شیرازی کا ایک شعر جو بڑے تفاخر سے لکھا تھا۔

ہزار نقش برایدز کلکِ صنع و یکے　　　بدل پذیرئی نقش نگار ما نرسد

اس غیر مقلد اور مقلد کی تنقید کے بعد اب وہ زمین پر پڑا کراہ رہا ہے کوئی اس کا پُرسانِ حال نہیں۔ حکیم صاحب حیات ہوتے تو شاید اسے دلاسہ دیتے۔ مگر ہم تو صرف یہ تصرف کر سکتے ہیں۔

ہزار نقش برایدز کلک صنع ولے　　　بدلخراشی نقش نگارِ ما نرسد

فقط افضل دھرم کوٹی

خطیب جامع مسجد قاسمی خانقاہ شریف بہاولپور

اصول سے بے اصولی کی طرف

مذاہب اربعہ میں نماز اور دیگر مسائل کی تدوین با اصول طریقہ سے ہوئی، چنانچہ مذاہب اربعہ کے اپنے اپنے اصول فقہ ہیں یہ اصول مجتہدین کے اجتہاد پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے ان میں سے جن پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے وہ اصول اجماعی کہلاتے ہیں۔ جو اہل السنۃ کے ہاں حجت ملزمہ ہیں اور جن پر اجماع نہیں ہوا وہ اجتہادی کہلاتے ہیں اور وہ اہل السنۃ کے ہاں حجت مطمئنہ ہیں۔ لیکن غیر مقلدیت نہ کوئی مذہب ہے اور نہ ان کا کوئی اصول فقہ ہے اس لئے یہ بے اصول اور لامذہب فرقہ ہے۔ اس فرقے کی پیدائش کا ایک ہی مقصد تھا کہ مسجد کو جو تیرہ سو سال سے خالص عبادت گاہ تھی، خالص میدانِ جنگ بنا دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کا اتفاق واتحاد پارہ پارہ ہو جائے اور حکومت برطانیہ کی پالیسی ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کو مضبوط کیا جا سکے۔ مذاہب اربعہ کا ایک خاص اصول تھا کہ جس طرح کسی کتاب میں اختلافی قرآت پر نظر پڑے تو اسی قرآت کو راجح قرار دیا جائے جو اس علاقہ میں قرآت متواتر ہو۔ اسی طرح اختلافی احادیث میں ان احادیث پر عمل کیا جائے جو اس علاقہ میں عملاً متواتر ہوں۔ اس کے برعکس غیر مقلدین کا اصول یہ ہے کہ جن احادیث مبارکہ کی پشت پر اس علاقہ کا عملی تواتر ہے۔ ان احادیث کا پوری ڈھٹائی سے انکار کر دیا جائے اور تواتر عملی کے خلاف شاذ روایات پر عمل کر کے عملی تواتر سے ٹکراؤ کر کے مساجد کو میدانِ جنگ بنا دیا جائے۔ چنانچہ حکیم صادق صاحب نے اس کتاب میں اختلافی مسائل میں اسی بات کو مدِ نظر رکھا کہ عملی تواتر والی احادیث سے بھرپور ٹکراؤ پیدا کر کے اہل السنۃ میں انتشار پیدا کر کے حکومتِ برطانیہ کی خوشنودی حاصل کی جائے۔

صلوٰۃ الرسول کے ماخذ

یہ بات تو واضح ہو چکی کہ صلوٰۃ الرسول کی تحریر اہل السنۃ کے عملی تواتر والی احادیث سے ٹکراؤ کے لئے عمل میں آئی۔ غیر مقلدین کا پروپیگنڈہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری نماز کے تمام مسائل اور احکام بخاری شریف کے ترجمہ سے ثابت ہیں۔ جب اس بات میں جھوٹے ہو جاتے ہیں تو ساتھ ہی مسلم شریف کا نام بھی ملا لیتے ہیں۔ کہ بخاری ومسلم سے ہماری نماز کے مکمل احکام ثابت ہیں۔ لیکن جب اس بات میں بھی جھوٹے ہو جاتے ہیں تو آخری تان اس بات پر توڑی جاتی ہے کہ ہم صحاح ستہ (بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ) کے علاوہ کسی کتاب کو نہیں مانتے اس لئے ہمارے سامنے صحاح ستہ کے علاوہ کوئی حدیث پیش کی گئی تو ہم فوراً سمعنا کے بعد عصینا کا نعرہ لگا دیں گے مگر صلوٰۃ الرسول جیسی ناقص کتاب (جس میں فرائض وسنتیں بھی مکمل نہیں ہیں) میں

ساٹھ سے زائد کتابوں سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، مسند احمد، بخاری، دارمی، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابویعلی، ابن خزیمہ، معجم طبرانی کبیر، معجم اوسط، دارقطنی، مستدرک حاکم، جزء القرأۃ بخاری، سنن بیہقی، شعب الایمان، شرح السنہ، ابن حبان، محلی ابن حزم، تہذیب السنن، خطابی، مجمع الزوائد، کنز العمال، تنسیق النظام، مشکوٰۃ، ترغیب وترہیب، بلوغ المرام، المغنی ابن قدامہ، عون المعبود، فتح الباری، قاموس، قوت المغتذی، التعلیق الممجد، غنیۃ الطالبین، کامل ابن عدی، جامع الصغیر، مسند الشہاب، مراسیل ابی داؤد، عبدالرزاق، نصب الرایۃ، درایۃ، تلخیص الحبیر، ہدایہ، حجۃ اللہ البالغہ، حصن حصین، قطف الازہار، اللالی المتناثرہ، نظم المتناثر، زاد المعاد، درمختار، ذخیرہ، سفر السعادۃ، معالم السنن، کتاب الدعاء طبرانی، عمل الیوم واللیلہ نسائی، عمل الیوم واللیلہ ابن السنی، ابن ابی شیبہ، فتاویٰ نذیریہ، ادب المفرد، قیام اللیل مروزی، فتح القدیر، فتاویٰ قاضی خاں

ان میں جو حدیث کی کتابیں ہیں وہ یا مجتہدین کی ہیں یا مقلدین کی۔ غیر مقلدین مجتہدین کے قیاس کو قیاس ابلیس اور مقلدین کو مشرک، بے علم، جانور اور نہ جانے کیا کچھ کہتے ہیں۔ ان میں حنفیوں کی کتابیں بھی ہیں، شافعیوں کی بھی، مالکیوں کی بھی، حنبلیوں کی بھی، شرم وحیا اور غیرت کا کمال ہے کہ جن کو شیطان اور مشرکین کہا جاتا ہے انہیں کے دروازے پر کاسۂ گدائی لے کر کھڑے ہیں۔ اور نماز کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اور یہ مثال پوری کر رہے ہیں۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

یہ ایسی ہی کوشش ہے کہ کوئی شخص ساتوں قاریوں کو گالیاں بھی بکے، پھر کوئی آیت کسی قرآت کی کوئی کسی قرآت کی اور اس میں کچھ شاذ اور متروک قرآتیں ملا کر اس کا نام ''قرآن رسول'' رکھے اور شور مچادے کہ چودہ سو سال والا متواتر قرآن غلط ہے، یہ اصل قرآن ہے، جس کی دریافت نبی ﷺ سے چودہ سو سال بعد ہوئی۔

مثال ...... اس کی ایسی مثال ہے کہ دنیا میں چار طریق علاج ہیں، یونانی، ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی، آریوویدک، ان کے اصول علاج مختلف ہیں، کسی کے ہاں گرمی کا علاج سرد دوا سے کیا جاتا ہے۔ کسی کے ہاں اصول یہ ہے کہ گرمی کو گرمی ہی کاٹتی ہے۔ اب ایک آدمی سب اصولوں سے نظر ہٹا کر چاروں طریقوں میں سے ہر ایک سے ایک چوتھائی دوائی اچک لے اور کچھ اپنی طرف سے سب کے خلاف بھی اضافہ کر لے اور اس کا نام نسخہ جالینوس رکھ دے۔ تو جس کو جان پیاری ہے وہ کبھی اس نیم حکیم خطرۂ جان کے قریب نہ جائے گا۔ اسی طرح جس کو ایمان پیارا ہے وہ ایسے نیم ملاں خطرۂ ایمان سے کوسوں دور بھاگے گا۔ ہاں جن کو جان کی پرواہ نہ ایمان کی وہ ضرور اس فریب میں پھنسیں گے۔

تائیدات: مذاہب اربعہ کی نماز کو خیر القرون کے عملی تواتر اور شہرت کی تائید حاصل تھی۔ اس کے مقابلہ میں اس نماز کی تائید و

تصدیق چودھویں صدی کے اخبارات اور چند غیر مقلدین سے کرائی گئی۔ روز نامہ ڈان کراچی، روز نامہ انقلاب لاہور ہفت روزہ آفاق لاہور، ماہنامہ صحیفہ کراچی، روز نامہ احسان لاہور، روز نامہ زمیندار لاہور، روز نامہ نوائے پاکستان لاہور، ماہنامہ الحمرا لاہور، روز نامہ الاعتصام لاہور ہفت روزہ نوائے ملت مردان، پندرہ روزہ نور توحید لکھنؤ، ماہنامہ فاران کراچی، روز نامہ نوائے وقت لاہور، ماہنامہ ترجمان دہلی، ان چودہ اخبارات کے علاوہ مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبداللہ ثانی امرتسری، مستری نور حسین گرجاکھی، مولانا احمد دین گکھڑوی اور مولانا محمد گوندلوی نے بھی اس کتاب کی تائید وتصدیق فرمائی۔ ان حضرات کی آراء کے بعد حکیم صادق صاحب نے یہ دعویٰ کیا ''کتاب ہذا کا یہ ایڈیشن بڑی چھان بین اور حک واضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ جو صحت و استدلال اور دیگر خوبیوں کے لحاظ سے ہر طرح تکمیل بردوش ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین''۔ (محمد صادق)

مگر مولوی عبدالرؤف غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی نے لاہور اور کراچی کے اخبارات اور سب علماء کی تصدیقات بھی حذف کردیں اور یہ عبارت بھی بالکل حذف کردی۔ جناب زبیر علی زئی اور جناب مبشر ربانی ایڈیٹر الدعوۃ نے بھی حکیم صاحب کے اس دعویٰ کو حذف کردیا۔ (دیکھو تسہیل الوصول) مگر جناب زبیر علی زئی اور جناب مبشر احمد ربانی صاحب باوجود اس کے کہ اس کے دعویٰ صحت کے قائل نہیں رہے۔ مگر پھر بھی اس کو قرآن پاک کی طرح بے مثل مانتے ہیں۔ چنانچہ صادق صاحب کے اس دعویٰ ''ہزار نقش بر آید ز کلک صنع و یکے، بدلپذیری نقش نگار ما نرسد'' جس میں اس کے بے مثل ہونے کا دعویٰ ہے برقرار رکھتے ہیں۔ (ص ۵)

دورِ تحقیق: تقریباً چالیس سال تک تمام غیر مقلدین حکیم صادق صاحب کی اندھی تقلید میں اس کتاب کو مثلِ قرآن ایک بے مثل کتاب سمجھتے رہے۔ اور اخبارات کی تائید اور اپنے فرقے کے چند احبار ورہبان کی تصدیقات پر نازاں رہے۔ لیکن آخر کار فضیلۃ الشیخ جناب مولانا عبدالرؤف صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اس کتاب پر تحقیقی نظر ڈالی اور ''القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول'' میں اس کتاب کی اصل حقیقت کو واضح فرمایا کہ اس کتاب میں دسیوں حوالہ جات غلط ہیں۔ اور بیسیوں احادیث نہایت ضعیف ہیں۔ حق یہ ہے کہ مولانا نے اپنی تخریج میں بہت محنت فرمائی، جو موصوف کے وسعتِ مطالعہ کی دلیل ہے۔ پھر دوسرے ایڈیشن میں مزید اضافات فرمائے مگر طرز تبدیل کردیا۔ پھر تیسرے ایڈیشن میں مزید اضافات فرمائے جس سے پڑھے لکھے لوگوں میں کتاب کی قدر وقیمت ختم ہوگئی۔ اور بعض حضرات نے برملا کہنا شروع کردیا کہ یہ کتاب قابلِ مطالعہ ہی نہیں۔ چہ جائیکہ قابلِ عمل ہو مگر بعض تنگ نظر اور متعصب غیر مقلدین بہت کڑھ رہے تھے کہ مذاہب اربعہ کی کتابیں خیر القرون سے آج تک ان کے ہاں مسلم اور معمول بہا آرہی ہیں اور ہمارے نئے نویلے فرقے کی کتاب نصف صدی بھی پوری نہ کرپائی تھی کہ اپنے لوگ ہی اس سے بیزار ہوگئے۔ اب اور

کون سی کتاب لوگوں کو دی جائے اس کے لئے پہلے البانی کی کتاب پھیلائی گئی مگر وہ کئی امتیازی مسائل میں غیر مقلدین کے خلاف تھی۔ پھر ملتان میں مولوی عبدالرحمٰن رحمانی نے اسی نام سے ایک کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' لکھی اور یہ کہہ کر تقسیم ہو رہی تھی کہ صادق صاحب کی ''صلوٰۃ الرسول'' غلط تھی، یہ اب صحیح لکھی گئی ہے مگر وہ چند دن بھی نہ چل سکی۔ جب دیکھا کہ حکیم صاحب کی کتاب بدنام ہوگئی تو ایک ڈاکٹر نے ''نمازِ نبوی'' لکھی، مگر وہ بھی غیر مقلدین میں مقبول نہ ہوسکی۔ اب آخر اسی کتاب کو بیساکھیاں دے کر کھڑا کرنے کے لئے اس کی ایک نئی تخریج کی گئی۔ ''تسہیل الوصول الی تخریج صلوٰۃ الرسول'' اس میں تخریج اور تحقیق جناب زبیر علی زئی صاحب کی اور تصحیح و تنقیح مبشر احمد ربانی ایڈیٹر ''الدعوۃ'' کی ہے۔ دونوں صاحبان نے انگلی کو خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کی کوشش کی ہے۔ یہ دراصل مولانا عبدالرؤف صاحب کی تخریج کی تلخیص ہے، جہاں مولانا موصوف نے کسی حدیث کا ضعف بیان فرمایا اور تخریج میں ایک دو سندوں کا ذکر کر دیا اس کا خلاصہ زبیر صاحب نے یہ نکال لیا کہ یہ حدیث شواہد کی وجہ سے حسن لغیرہ ہے یا حسن ہے یا صحیح ہے اور جہاں مولانا عبدالرؤف صاحب نے کسی دوسری سند کا ذکر نہ فرمایا وہاں زبیر صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے اور بادل نخواستہ اس کو ضعیف لکھ دیا۔ اس جوڑی نے متن میں ضروری اصلاح بھی کر دی۔ اور مفید اضافے بھی۔ (دیکھو صفحہ ۲۱)

اصلاح کی مثال: حکیم صادق صاحب نے بے نماز کے بارے میں لکھا تھا۔

(۱)..... اور امام اعظم کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا مگر ان کے فتویٰ کی رو سے قیدِ شدید میں رکھنا چاہئے اور خوب سزا دینی چاہئے۔ اور اس قدر ماریں کہ بدن سے خون بہنے لگے۔ یہاں تک کہ توبہ کرے یا اس حالت میں مر جائے۔ (صلوٰۃ الرسول صفحہ ۱۰۴) اس جوڑی نے یہ اصلاح فرمائی کہ ''امام اعظم'' کی جگہ ''امام ابوحنیفہ'' کر دیا۔ (تسہیل الوصول صفحہ ۱۳۱)

(۲)..... اسی طرح صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۵۳ پر ''دعائے رسول میں زیادتی'' کے عنوان کے تحت لکھا تھا ''یہی وجہ ہے کہ مسند امام اعظمؒ میں بھی اس دعا کی زیادتی کو نوٹ کر کے بے اصل کہا ہوا ہے۔'' حالانکہ مسند امام اعظم میں اس بات کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ (تسہیل صفحہ ۳۱۳) یہاں بھی امام اعظم کی جگہ ''امام ابوحنیفہ'' کر دیا اور صادق صاحب کو جھوٹ سے بچانے کے لئے حاشیہ) کا اضافہ کر دیا گویا صادق صاحب نے حاشیہ کی بات کو متن کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کر دیا تھا۔ جیسے تفہیم القرآن کی بات کو کوئی قرآن کی طرف منسوب کر دے۔

(۳)..... صلوٰۃ الرسول صفحہ ۳۷۷ پر قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت کے تحت فتاویٰ قاضی خاں کے حوالے سے ''امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ'' لکھا تھا اس جوڑی نے اصلاح فرما دی ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ''

نوٹ..... حکیم صادق صاحب نے اپنی کتاب سبیل الرسول صفحہ ۲۲۱ پر لکھا ہے کہ فتاویٰ قاضی خاں امام صاحب کے چار سو سال بعد لکھی

گئی اس لئے یہ مسائل امام صاحب کے نہیں لیکن یہاں کسی سند کی ضرورت نہیں سمجھی پورے یقین سے قاضی خاں میں درج عبارت کو امام صاحب کا فتوی یعنی مضبوط ترین قول قرار دے دیا۔

لطیفہ......حکیم صاحب کی ایک اور کرامت بھی ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں، طحطاوی امام صاحب کے چھ سو سال بعد لکھی گئی، جبکہ درمختار امام صاحب کے نو سو سال بعد لکھی گئی۔ حالانکہ طحطاوی درمختار کی شرح ہے، مگر حکیم صاحب کی کرامت سے بیٹی ماں سے تین سو سال پہلے پیدا ہوگئی۔ جبکہ ''صلوٰۃ الرسول'' رسولِ پاک ﷺ کے وصال کے ۱۳۵۸ سال بعد پیدا کرلی گئی۔ شاید آپ سوچ رہے ہوں گے کہ حکیم صادق صاحب پوری امت کی طرح امام صاحب کو ''امام اعظم'' تسلیم کرتے ہوں گے اور رندوں کی اس جوڑی کو کوئی آیت یا حدیث مل گئی ہوگی کہ امام اعظم کہنا جائز نہیں۔ نہیں یہ بات نہیں یہ جوڑی بھی پوری امت کی طرح دل وجان سے امام صاحب کو امام اعظم تسلیم کرتی ہے چنانچہ تسہیل الوصول صفحہ ۲۱۱ پر حکیم صاحب نے ''امام اعظم'' کے استاد کی شہادت ''امام اعظم'' اپنے استادِ گرامی کے متعلق فرماتے ہیں۔ یہاں اس جوڑی نے دونوں جگہ لفظ ''امام اعظم'' کو برقرار رکھا ہے۔ اگر کسی دلیل شریعت کے یہ خلاف ہوتا تو یہاں بھی ضرور بدل ڈالتے۔ معلوم ہوا کہ جہاں تین جگہ بدلا ہے وہ دلیل شریعت کی بنا پر نہیں، نفس کی شرارت کی بنا پر ہے۔

نقل نویسی: پہلی جماعت کے بچوں کو نقل نویسی کی مشق کروائی جاتی ہے۔ کہ وہ دیکھ کر صحیح نقل کرسکیں۔ اس جوڑی نے حکیم صاحب کو اصلاح دے کر یہ بھی اعتراف کرلیا ہے کہ حکیم صاحب نقل نویسی بھی صحیح نہ کرسکتے تھے۔ حکیم صاحب نے حضرت جندب کسری لکھا تھا، انہوں نے اصلاح دی یہ قسری ہے گویا حکیم صاحب کو سمجھایا کہ ''ق'' کو ''ک'' بنانے سے صادق کو صادک لکھنا پڑے گا۔ (ص ۱۳۹) حکیم صاحب نے نافع بن زبیر لکھا تھا، انہوں نے اصلاح دی کہ یہ نافع بن جبیر ہے۔ (ص ۱۶۱) حکیم صاحب نے حدیث رسول میں تبدیلی کردی تھی۔ ہذہ کو یدہ بنا دیا تھا۔ انہوں نے خاموشی سے یدہ کو ہذہ بنا دیا۔ لیکن ترجمہ انہوں نے بھی ہاتھ ہی کیا۔ جو غلط ہے۔ (ص ۲۰۱) حکیم صاحب نے عمروؓ بن حرث لکھا تھا۔ انہوں نے اصلاح دی کہ اصل عمرو بن حریث ہے۔ اصل میں یہ اصلاح مولانا عبدالرؤف صاحب نے دی تھی۔ مگر حاشیے پر انہوں نے کتاب کے متن میں اصلاح کردی۔

ایک اہم اصلاح: صلوٰۃ الرسول صفحہ ۱۷۱ پر ایک عنوان ہے ''نماز کے لامثال محاسن'' اس عنوان کے تحت حکیم صاحب نے صحاح ستہ کے حوالہ سے 24 احادیث کا اردو ترجمہ لکھا ہے۔ شروع میں بھی صحاح ستہ کا نام لکھا ہے اور حدیث نمبر 24 کے بعد بھی ''انتخاب از کتب صحاح'' لکھا ہے۔ ان 24 احادیث میں سے 15 احادیث کا سرے سے صحاح ستہ میں نام ونشان تک نہیں۔ صحاح ستہ کا حوالہ محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ دو صفحات میں 15 جھوٹ اس کی مثال دنیا کے کسی بڑے سے بڑے جھوٹے کی کتاب میں نہیں ملتی۔

جس جماعت کے صادق کا یہ حال ہو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔اور جو صحاح ستہ میں ہیں ان میں سے پہلی کا ترجمہ ہے ''نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو،نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو،نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔'' مولانا عبدالرؤف صاحب نے تو صاف تسلیم کیا ہے کہ یہ بھی صحاح ستہ میں نہیں۔مگر زبیر صاحب مصر ہیں کہ یہ ابن ماجہ میں ہے اور جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اسمیں ایک دفعہ ہے۔ ''اَلصَّلٰوۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ'' اس کا ترجمہ تین دفعہ ہے۔نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔صحیح یہ ہے کہ یہ حوالہ بھی غلط ہے۔ اور ''اَلصَّلٰوۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ'' کے بارے میں بھی زبیر صاحب لکھتے ہیں ''ضعیف والحدیث حسن لغیرہ'' اس کی سند قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے،اسکے بہت سے ضعیف شواہد بھی ہیں۔(ص ۱۴۵) ایک شاہد بھی جو ضعیف ہو ذکر نہیں کیا۔

حدیث 13-194 ترمذی میں ہے مگر زبیر صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ یہ بھی ضعیف ہے یہ روایت سلیمان بن قرم اور ابو یحیٰی القتات کی وجہ سے ضعیف ہے۔(ص ۱۴۷) حدیث 19-200 جو ابن ماجہ میں ہے۔اس کے بارے میں بھی جناب زبیر صاحب نے مانا ہے کہ سخت ضعیف ہے۔یہ سند عبیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔اور ہیثمی نے ضعیف متروک کہا ہے۔(ص ۱۴۸) 21-202 ابوداؤد میں ہے،زبیر نے لکھا ہے ''اسے ابن خزیمہ،ابن حبان وغیرہما نے صحیح کہا ہے'' لیکن یہ جھوٹ ہے،انہوں نے اسے صحیح نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے۔مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس سند میں سفیان اور زہری کے عنعنے ہیں۔زبیر صاحب کے اصول میں ایک مدلس کا عنعنہ سند میں آجائے تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔اور یہاں مدلسین کے دو عنعنے ہیں تو یہ کیسے حسن ہوگئی۔اسی طرح حدیث 24-205 ابوداؤد میں ہے زبیر صاحب نے اس کو صحیح کہا ہے۔اور دلیل میں لکھا ہے کہ ''ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے'' حالانکہ ابن حبان نے اسے بالکل صحیح نہیں کہا جبکہ اس کی سند ''الولید عن سعید بن عبد العزیز عن مکحول عن کثیر'' ہے۔ولید اور مکحول دونوں مدلس ہیں۔اور عن سے روایت کر رہیں تو اس کو صحیح کسی شافعی کے اصول پر بھی نہیں کہا جا سکتا۔

باقی احادیث جن کو حکیم صاحب بار بار صحاح ستہ قرار دے رہے ہیں ان کا حال بھی زبیر صاحب سے سن لیجئے۔1-182 اس کی سند یزید الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے۔لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں۔5-186 دنیا کی کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ نہ دے سکا۔ 6-187 ضعیف ہے،اس کی سند عیسیٰ بن میسرہ کی وجہ سے ضعیف ہے

7-188 ضعیف جداً عبداللہ بن محمد بن وہب کی وجہ سے یہ سند سخت ضعیف ہے۔10-191 ضعیف (الجامع الصغیر) 11-192 اس کی سند طریف بن صلت اور حجاج بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔12-193 سخت ضعیف ہے۔14-195 ضعیف جداً اس کی سند مندل اور حسن بن حسین کی وجہ سے سخت ضعیف ہے 15-196 اس کی سند محمد بن مروان السدی کیوجہ سے سخت ضعیف ہے۔ 17-198 اس کی سند انقطاع اور تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔تاہم اس کے معنوی شواہد موجود ہیں۔(موصوف کے پیٹ میں) 20-201 اس کی سند ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ہمتِ مردانہ: ان ۲۴ میں سے صرف تین احادیث صحیح ہیں۔ جن کو صادق صاحب صحاح صحاح پکار رہے ہیں۔ اور ان ۲۴ میں سے ۱۶ جھوٹ صحاح ستہ پر ہیں۔ یکم فروری ۱۹۴۹ء سے لیکر ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء تک صلوٰۃ الرسول کے جتنے ایڈیشن چھپے حدیث نمبر ۲۴ کے بعد یہی لکھا تھا۔ ''انتخاب از کتب صحاح'' لیکن اب ان جھوٹوں پر پردہ ڈالنے کیلئے لکھ دیا ''انتخاب از کتب صحاح وغیر ہا'' دیکھو ایک لفظ وغیر ہا کا اضافہ کر کے صحاح ستہ پر سولہ جھوٹوں پر بھی پردہ ڈال دیا اور کتنے ضعفوں پر بھی پردہ ڈال دیا۔ یقیناً یہ وغیر ہا لکھنے کی ہمت ایرے غیرے ہی کر سکتے ہیں اگر خود شرم نہیں تھی تو مولانا عبدالرؤف صاحب سے ہی ادھار مانگ لیتے۔ آخر تخریج میں %۹۹ انہیں سے لی ہے۔

غلط حوالہ جات:

(۱)...... حکیم صاحب نے نمازی اور شہید کا داخلہ بہشت کے عنوان کے تحت ایک حدیث لکھی ہے جس کے لئے ابن حبان کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ وہ ابن حبان میں بالکل نہیں ہے۔ (ص ۱۴۲) زبیر نے یہاں پردہ پوشی کی ہے۔

(۲)..... ص 157-617 پر حکیم صادق صاحب نے نسائی کا حوالہ بھی دیا تھا چونکہ یہ حدیث نسائی میں نہیں تھی اس لئے جناب مبشر صاحب نے بڑی رازداری سے نسائی کا لفظ ہی حذف کر دیا البتہ زبیر نے لکھا کہ یہ نسائی میں نہیں۔

(۳)..... حکیم صاحب نے صفحہ ۱۶۰ پر ''نماز کے فوت ہو جانے کا بیان'' کے تحت حضرت انسؓ کی حدیث لکھی اور حوالہ متفق علیہ لکھا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ حالانکہ زبیر صاحب نے تسلیم کیا کہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

(۴)..... صفحہ ۱۶۴ پر مکمل اذان لکھی اور حوالہ بخاری، مسلم کا دیا۔ زبیر نے مانا کہ اذان کے الفاظ صحیح بخاری و مسلم میں نہیں۔

(۵)..... صفحہ ۱۶۵ پر تکبیر کے طاق کلمات لکھ کر حوالہ بخاری، مسلم کا دیا۔ زبیر نے مانا کہ اذان کے الفاظ صحیح بخاری، مسلم میں نہیں۔

(۶)..... صفحہ ۱۶۸ حدیث ۲۳۶ پر حکیم صاحب نے بخاری، مسلم کا حوالہ دیا لیکن زبیر صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ یہ نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں۔

(۷)..... حکیم صاحب نے صفحہ ۱۹۸ پر ''تکبیر اولیٰ'' کا عنوان دے کر لکھا: ۲۸۲: نیت کے ساتھ باوضو قبلہ کی جانب منہ کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کریں۔ یعنی دونوں ہاتھوں کو اٹھائیں۔ (بخاری) زبیر صاحب نے بخاری ۷۳۸ کا حوالہ دیا ہے، وہاں یہ تفصیل نہیں ہے۔

(۸)..... صفحہ ۲۰۶ پر تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، آمین مکمل لکھ کر بخاری، مسلم کا حوالہ دیا ہے۔ یہ تفصیل بخاری، مسلم میں بالکل نہیں ہے۔

(۹)..... صفحہ ۲۳۶ پر رکوع کی چوتھی دعا لکھ کر بخاری، مسلم لکھا ہے حالانکہ نہ یہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں۔

(۱۱)..... صفحہ ۲۶۶ نمبر ۳ پر صحیح مسلم کا حوالہ دیا ہے حالانکہ یہ مسلم میں موجود ہی نہیں۔

(۱۲)..... صفحہ ۲۳۹ پر ۳۶۷ میں دارمی کا حوالہ دیا ہے، یہ حدیث دارمی میں نہیں ہے۔

(۱۳)..... صفحہ ۲۹۲ پر حدیث نمبر ۴۵۹ میں ابوداوٗد کے حوالہ سے حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کہ ''آپ اشارے میں انگلی ہلاتے تھے'' لکھی ہے۔ یہ ابوداوٗد شریف میں بالکل موجود نہیں ہے، جناب زبیر صاحب اس پر بالکل خاموش ہیں۔

(۱۴)......... صفحہ نمبر ۲۹۶ پر درود کے بعد کی دعا لکھی ہے، اس میں الفاظ ''میں اسے التحیات کے بعد پڑھا کروں'' حدیث میں ہرگز نہیں ہیں۔

(۱۵)..... صفحہ ۳۲۴ پر ذکر دہم کی دعا لکھ کر نسائی کا حوالہ دیا ہے، یہ نسائی میں نہیں مگر زبیر صاحب بھی یہاں خاموش ہیں۔

(۱۶)..... صفحہ ۳۲۹ پر حکیم صاحب نے فتاویٰ نذیریہ اور ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نماز کے بعد دعا کے لئے حضور پاک ﷺ کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے ہیں ''وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ دَعَا'' مگر زبیر صاحب لکھتے ہیں یادر ہے ہمارے علم کے مطابق اس روایت کی کسی سند میں ''وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ دَعَا'' کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۱۷)..... صفحہ ۳۴۳ حدیث نمبر ۵۲۵ کے آخر میں حکیم صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا تھا۔ زبیر صاحب نے ''ا، ب، ج'' تین ٹکڑے کر کے ''ا'' پر ابوداوٗد کا اضافہ متن میں کر دیا تا کہ حکیم صاحب نے بخاری پر جو جھوٹ بولا تھا اس پر پردہ پڑ جائے۔

(۱۸)..... صفحہ ۳۶۴-۵۶۵ کے لئے بخاری کا حوالہ دیا ہے، یہ بخاری پر جھوٹ ہے اور زبیر بھی جھوٹ پر خاموش ہے

(۱۹)..... صفحہ ۳۶۷ حدیث ۵۶۹ موطا مالک میں ابوہریرہؓ کا قول تھا حکیم صاحب نے ''رسول پاک فرماتے ہیں'' بنا ڈالا۔

(۲۰)..... صفحہ ۳۷۹ پر 'وتر کے درمیان کوئی تشہد نہیں' حدیث ۵۸۹ میں بخاری کا حوالہ دیا ہے جو جھوٹ ہے۔ زبیر بھی خاموش ہے۔

(۲۱)..... صفحہ ۳۸۱ پر تین وتروں کی قرآت حدیث ۵۹۳ پر دارمی کا حوالہ دیا ہے جو بالکل غلط ہے، زبیر بھی گونگا ہو گیا ہے۔

(۲۲)..... صفحہ ۴۰۱ حدیث ۶۲۱ پر ''رسول اللہ ﷺ نے تین رات تراویح پڑھائی'' کے تحت حضرت ابوذرؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ پہلی رات کے ذکر سے ''حَتّٰی ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ'' دوسری رات کے ذکر سے ''حَتّٰی ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ'' اور تیسری رات کے ذکر سے ''حَتّٰی خَشِيْنَا اَنْ يَفُوْتَنَا الْفَلَاحُ'' کو حذف کر دیا اور زبیر صاحب بھی ان خیانتوں پر گونگے بنے بیٹھے ہیں۔

(۲۳)..... صفحہ ۴۰۳ پر ہے ''آپ ﷺ غیر رمضان میں تہجد میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور حضور ﷺ نے وہی گیارہ رکعت تہجد، تراویح کے نام سے رمضان میں پڑھائی۔'' یہ جھوٹ ہے۔ حضور ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا کہ تہجد کا نام رمضان میں تراویح ہے۔

(۲۴)..... صفحہ ۴۰۴ حدیث ۶۲۵ کے بعد لکھا ہے ''ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو تین رات نماز پڑھائی تھی وہ گیارہ رکعت تھی'' حالانکہ اس حدیث میں نہ تراویح کا ذکر ہے نہ ہی ابن خزیمہ اور ابن حبان اس کو تراویح کے باب میں لائے ہیں نہ ہی اس میں تین

رات کا ذکر ہے نہ ہی گیارہ رکعت کا اور زبیر صاحب ان سب جھوٹوں پر گونگے ہیں۔

(۲۵)..... صفحہ ۴۰۷ پر بیس تراویح کو مستحب مانا ہے اور صفحہ ۴۰۵ پر بھی آٹھ سے زائد کو مستحب اور نفل تسلیم کیا ہے اور صفحہ ۳۶۸ پر مستحب اور غیر مؤکدہ سنتوں کے بارے میں لکھا ہے ''جو آپ گاہے گاہے پڑھتے تھے'' مثلاً عصر کی سنتیں۔ یہاں بھی حوالہ دینا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے بیس تراویح کتنی مرتبہ پڑھیں تحیۃ الوضو بھی مستحب ہے، تحیۃ المسجد بھی مستحب ہے عصر سے پہلے سنتیں بھی مستحب ہیں ان مستحبات کے خلاف غیر مقلدین کوئی اشتہار بازی نہیں کرتے اور یہ ایسا مستحب ہے کہ ابن خزیمہ کی حدیث کے مطابق رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے جیسا کہ فتاویٰ علماء حدیث میں بھی ہے، اس کے خلاف آخرا تنی اشتعال انگیزی کیوں؟

(۲۶)..... صفحہ ۴۲۶ پر حدیث ۶۶۵ لکھی ہے: حضور ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں وتر سنت ہے۔ (ابن ماجہ) حالانکہ یہ فرمان رسول ہرگز نہیں۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں بلکہ ابن عباس اور ابن عمر کی طرف منسوب ہے۔ اسے بوصیری نے ضعیف کہا ہے۔

(۲۷)..... صفحہ ۴۳۸ پر ہے ''عیدین کا طریقہ'' وضو کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کریں (بخاری) بخاری میں عید کے بیان میں یہ کہیں نہیں۔

(۲۸)..... ہر تکبیر پر رفع یدین کریں اور ہر تکبیر پر ہاتھ باندھ لیا کریں (بیہقی) یہ محض جھوٹ ہے، زبیر نے ۲۸۲ کا حوالہ محض فریب کے لئے دیا ہے۔

(۲۹)..... پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پڑھیں، پھر امام اونچی آواز سے قرآت پڑھے اور مقتدی سنیں (مسلم) یہ بات مسلم شریف پر سیاہ جھوٹ ہے، زبیر صاحب نے نمبر ۳۱۳ اور ۳۳۱ کا حوالہ محض فریب کے لئے دیا ہے۔

(۳۰)..... صفحہ ۴۴۳ پر سورج گرہن کی نماز کا جو طریقہ بخاری، مسلم کے حوالہ سے لکھا ہے یہ بخاری، مسلم میں تفصیل موجود نہیں ہے۔ جناب زبیر صاحب نے تینوں جگہ ۱۰۷ کا حوالہ دیا ہے، محض دھوکہ ہے، وہاں بھی یہ تفصیل موجود نہیں ہے۔

(۳۱)..... صفحہ ۴۶۸: جنازہ کی مشہور دعا ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا'' الخ کا حوالہ حکیم صاحب نے مسلم کا دیا تھا جو بالکل غلط تھا، زبیر علی صاحب نے جرأت رندانہ کے ساتھ اصل متن سے مسلم کا لفظ ہی صاف کر دیا اور تخریج میں ترمذی کا حوالہ دیا ہے۔

(۳۲)..... صفحہ ۴۷۲ جنازہ کے مسائل میں حکیم صاحب نے لکھا کہ جنازہ میں امام کو قرآت اونچی آواز سے پڑھنی چاہئے اور حوالہ مسلم کا دیا ہے، حالانکہ مسلم شریف میں یہ ہرگز نہیں اور جناب زبیر صاحب اور مبشر صاحب بھی یہاں بالکل گونگے بن گئے ہیں۔

(۳۳)..... صفحہ ۴۹۲ حدیث ۴۹۷: ''جب بادل گرجے اور بجلی کڑکے تو یہ دعا پڑھیں'' اس دعا پر حکیم صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا ہے جو بالکل جھوٹ ہے رندوں کی اس جوڑی نے متن سے بخاری کا لفظ اڑا دیا اور تخریج میں ترمذی کا حوالہ دے کر اس کو ضعیف بھی کہہ دیا۔

(۳۴)..... صفحہ ۴۸۵: حکیم صاحب نے عنوان لکھا ہے: ''تمام مطالب وحوائج کے لئے مجرب التاثیر وظیفہ دعائے یونس علیہ السلام'' پھر ایک حدیث لکھی ہے، ۷۹۰ اور حوالہ مسند احمد کا دیا ہے۔ حالانکہ مسند احمد میں یہ حدیث نہیں ہے اس لئے ان دونوں محققوں نے خاموشی سے رواہ احمد کو حذف کر دیا اور تخریج میں حاکم کا حوالہ دے کر سخت ضعیف قرار دے دیا۔

(۳۵)..... صفحہ ۱۹۴ پر ''آئینہ دیکھنے کیوقت کی دعا'' بحوالہ ابن حبان لکھی جبکہ حدیث میں آئینہ دیکھنے کا ذکر تک نہیں۔ مطلق کو مقید بنا ڈالا۔

(۳۶)..... صفحہ ۴۹۴ پر ''گھر میں داخل ہونے کی دعا'' لکھی اور حوالہ نسائی کا دیا، جبکہ نسائی میں اس کا نشان تک نہیں۔ اس لئے اس جوڑی نے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے متن سے نسائی کا لفظ ہی چلتا کر دیا، واقعی خائن بھی محقق بن بیٹھے۔

(۳۷)..... صفحہ ۱۷۹ پر ''سحری کی اذان'' کے عنوان کے تحت حدیث لکھی ہے بخاری، مسلم کے حوالہ سے، لیکن اس کے ساتھ جو یہ لکھا تھا قَالَ الْقَاسِمُ ''وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ اَذَانَيْهِمَا اِلَّا اَنْ يَرْقٰى ذَا وَ يَنْزِلَ ذَا'' حضرت قاسم جو حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے اور مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اور حضرت بلالؓ کی اذان کے درمیان صرف اتنا وقت ہوتا تھا کہ ایک اذان دے کر مکان سے نیچے اتر تا دوسرا چڑھ کر اذان کہہ دیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ وقفہ دو تین منٹ کا ہوگا۔ غیر مقلدین جو تین چار گھنٹے پہلے اذان کہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے چونکہ یہ عبارت حکیم صاحب کے مسلک کے خلاف تھی اس لئے اس کو حذف کر دیا اور محقق ومصحح بھی یہاں گونگے ہی بن کر گزر گئے۔

(۳۸)..... صفحہ ۱۰۰ حدیث ۱۰۹ میں یہ بھی تھا۔ کہ حضرت ابو ہریرہؓ جو وضو میں اپنے باز و بغلوں تک دھویا کرتے تھے، چونکہ مسلم شریف کی حدیث کا یہ حصہ حکیم صاحب کے خلاف تھا، اسے حذف کر دیا اور ان کے صاحبینؒ بھی خاموش گزر گئے۔

(۳۹)..... صفحہ ۹۶ حدیث ۱۰۵ میں عبداللہ الصنابحی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے مگر حکیم صاحب اور زبیر صاحب نے اس بات کو ظاہر نہ کیا۔

(۴۰)..... صفحہ ۲۲۶ حدیث ۳۳۹ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بھی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے مگر تینوں نے اس کو چھپایا ہے۔

(۴۱)..... صفحہ ۲۳۹ پر مزید تاکید کے تحت حضرت نعمان بن مرہ کی روایت ہے، یہ بھی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے۔

(۴۲)..... صفحہ ۴۴۵ حدیث ۷۱۲ میں حضرت عبید بن عمیر بھی تابعی ہیں مگر حکیم صاحب نے ان چاروں تابعیوں پر (ؓ) کی علامت ڈالی ہے تاکہ قارئین دھوکے میں رہیں اور ان کو صحابی سمجھیں۔ اسی دھوکے میں اس جوڑے نے بھی عوام کو ڈالا ہے۔

(۴۳)..... صفحہ ۲۰۷: ''آمین کا مسئلہ'' جب آپ اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو آمین آہستہ کہیں۔ تینوں نے اس پر کوئی حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۴)......جب ظہر اور عصر امام کے پیچھے پڑھیں تو پھر بھی آہستہ ہی کہنی چاہئے، اس پر کوئی حدیث تینوں پیش نہیں کر سکے۔

نوٹ: جناب زبیر علی زئی صاحب جب اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو اکاذیب کا عنوان باندھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کو جھوٹ و اکاذیب کا عنوان نہیں دیا، کیونکہ گھر کا معاملہ تھا، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موصوف امتِ محمدیہ کے فرد نہیں شعیب علیہ السلام کی امت دعوت کے فرد ہیں جن کے لینے کے باٹ اور دینے کے باٹ اور ہوتے ہیں۔

ضعیف احادیث

لامذہب غیر مقلدین پہلے تو یہ جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ اہل السنۃ کے پاس فلاں مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں اور جب احادیث پیش کی جاتی ہیں تو فوراً ضعیف ہے، جھوٹی ہے، من گھڑت ہے، بناوٹی ہے کی قوالی گانا شروع کر دیتے ہیں۔ اب خود زبیر علی زئی کے اعتراف کو دیکھیں کہ نماز کی ناقص ترین کتاب (جس میں بیس فیصد مسائل بھی نہیں) ہیں کتنی حدیثیں ضعیف ہیں۔

۱۳-۱۶-۲۹-۳۴-۴۳-۵۴-۵۷-۶۸-۷۵-۷۷-۹۰-۱۲۰-۱۲۹-۱۴۷-۱۸۷-۱۸۹-۱۹۱-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷- ۲۰۰

۲۰۱-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۸-۲۴۳-۲۶۴-۲۷۲-۲۹۱-۳۰۱-۳۰۲-۳۱۱-۳۳۴-۳۳۵-۳۴۰-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۹

۴۰۵-۴۰۶-۴۴۱-۴۵۱-۴۷۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۷-۵۰۳-۵۱۱-۵۱۴-۵۲۳-۵۳۹-۵۴۹-۵۵۰-۵۹۳

۶۳۲-۶۷۶-۶۸۲-۶۸۴-۷۲۲-۷۲۳-۷۳۲-۷۳۳-۷۴۲-۷۴۶-۷۴۹-۷۵۱-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴

۷۸۵-۷۸۷-۷۹۰-۷۹۷-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۳-۸۰۵-۸۰۹-۸۱۲-۸۱۶-۸۲۲-۸۲۳-۸۳۱

یہ ۹۲ احادیث تو وہ ہیں جن کا زبیر صاحب نے ضعف مانا ہے۔ اور کتنی احادیث ضعیفہ ہیں جن پر حسن لغیرہ کا لیبل چسپاں کر کے دھوکہ دیا ہے بلکہ بہت سی وہ احادیث بھی جن پر حسن یا صحیح کا حکم لگایا وہ بھی ضعف سے خالی نہیں اس لئے بہتر تھا کہ کتاب کا نام ضعیف صلوٰۃ الرسول رکھا جاتا اور جو متواتر نماز کا طریقہ چھوڑ کر اس کتاب کے مطابق نماز پڑھتا اسے ضعیف اہلحدیث کے نام سے پکارا جاتا۔ زبیر صاحب کے اعتراف کے مطابق بھی جب وہ نماز پڑھتے ہیں حالتِ نماز میں کسی وقت صحیح اہلحدیث، کسی وقت حسن اہلحدیث، کسی وقت حسن لغیرہ اہلحدیث، کسی وقت ضعیف اہلحدیث، کسی وقت مضطرب اہلحدیث اور جن مسائل کی احادیث ہی انہوں نے نہیں لکھیں وہاں جھوٹے اہلحدیث قرار پاتے ہیں۔ لیکن یہ صرف اہلحدیث کہلا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔۔

نوٹ......سنت چونکہ عملی تواتر سے ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے اہل السنۃ کی نماز میں نہ ضعف ہے نہ اضطراب۔

ضعیف راوی: زبیر علی صاحب نے اکثر جگہ ضعیف راوی کے نام کی نشان دہی نہیں کی، جن کی نشاندہی کی ہے ان کے نام

ملاحظہ ہوں۔(۱) حسن بن قتیبہ (۲) عبدالخالق بن المنذر صفحہ ۴۹ (۳) علی بن زید بن جدعان صفحہ ۵۰ (۴) رشدین صفحہ ۵۴ (۵) اسماعیل بن عبدالمالک صفحہ ۵۹ (۶) حارث بن وجیہ صفحہ ۶۱ (۷) محمد بن عبیداللہ الغرزی صفحہ ۷۲ (۸) اسماعیل بن عیاش صفحہ ۷۹ (۹) عثمان بن ابی العاتکہ (۱۰) علی بن یزید صفحہ ۸۳ (۱۱،۱۲) معمر اور اس کا باپ صفحہ ۸۹ (۱۳) ابن لہیعہ صفحہ ۹۷ (۱۴) یزید بن ابی زیاد صفحہ ۱۰۶،۱۱۱ (۱۵) عیسیٰ بن سنان صفحہ ۱۱۳ (۱۶) زبیر بن خریق صفحہ ۱۲۲ (۱۷) ابو مسلم الثعلبی صفحہ ۱۴۴ (۱۸) یزید الرقاشی صفحہ ۱۴۵ (۱۹) عیسیٰ بن میسرہ (۲۰) عبداللہ بن محمد بن وہب (۲۱) زافر بن سلیمان صفحہ ۱۴۶ (۲۲) طریف بن صلت (۲۳) حجاج بن عبداللہ (۲۴) سلیمان بن قرم (۲۵) ابو یحییٰ القتات (۲۶) مندل (۲۷) حسن بن حسین (۲۸) موسیٰ بن عبیدہ الربذی صفحہ ۱۴۷ (۲۹) محمد بن مروان السدی (۳۰) عیس صفحہ ۱۴۸ (۳۱) عبدالمنعم (۳۲) عبدالرحمن افریقی صفحہ ۱۶۷ (۳۳) عبدالرحمن بن سعد (۳۴) سعد بن عمار (۳۵) عمار بن سعد صفحہ ۱۶۸ (۳۶) جابر جعفی صفحہ ۱۶۹ (۳۷) محمد بن ثابت العبدی صفحہ ۱۶۱ (۳۸) دراج صفحہ ۱۸۸ (۳۹) عمیر بن عمران صفحہ ۱۹۸ (۴۰) لیث بن ابی سلیم صفحہ ۲۰۴ (۴۱) بشر بن رافع (۴۲) ابن ابی یعلی صفحہ ۲۰۹ (۴۳) طلحہ بن عمرو صفحہ ۲۱۳ (۴۴) سعید بن سماک بن حرب صفحہ ۲۲۵ (۴۵) احمد بن بدیل صفحہ ۲۲۶ (۴۶) زہیر بن محمد صفحہ ۲۳۱ (۴۷) عصمہ بن محمد (۴۸) عبدالرحمن بن قریش صفحہ ۲۵۰ (۴۹) مجالد بن سعید صفحہ ۲۹۹ (۵۰) فہشل بن سعید صفحہ ۳۲۱ (۵۱) داؤد بن راشد صفحہ ۳۲۳ (۵۲) عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی صفحہ ۳۲۹ (۵۳) ابو جناب الکلبی صفحہ ۳۴۰ (۵۴) فرخ بن فضالہ صفحہ ۳۵۱ (۵۵) عبیداللہ بن عبدالرحمن بن موہب صفحہ ۳۵۸ (۵۶) عمر بن ابی منعم صفحہ ۳۷۵ (۵۷) ابراہیم بن ابی یحییٰ الاسلمی (۵۸) معلیٰ بن ہلال صفحہ ۴۳۲ (۵۹) حفص بن سلیمان صفحہ ۴۳۵ (۶۰) عمر بن شمر صفحہ ۴۳۶ (۶۱) کثیر بن عبداللہ صفحہ ۴۳۸ (۶۲) محمد بن عبدالعزیز صفحہ ۴۵۱ (۶۳) محمد بن الحسن بن عطیہ صفحہ ۴۶۳ (۶۴) شرجیل بن سعد صفحہ ۴۶۵ (۶۵) ابراہیم بن عثمان صفحہ ۴۶۶ (۶۶) عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی صفحہ ۴۸۱ (۶۷) عمر بن محمد صبہان صفحہ ۴۸۲ (۶۸) عمرو بن بکر السکسکی صفحہ ۴۸۵ (۶۹) حجاج بن ارطاۃ صفحہ ۴۹۲ (۷۰) فائد بن عبدالرحمن صفحہ ۵۰۷ (۷۱) ابوداؤد اعمیٰ صفحہ ۵۰۸ (۷۲) عقبہ بن عبداللہ الاصم صفحہ ۵۱۳،ان کے علاوہ بہت سے ضعفاء پر زبیر صاحب نے پردہ ڈال دیا ہے۔اور کتمان کا ثواب کمایا ہے۔

مجہول راویوں کی روایات:

مجہول معروف کے مقابلہ میں ہے،جس راوی کا ایک ہی شاگرد ہو اس کو مجہول کہتے ہیں۔احناف کے ہاں جہالت کا مدار روایت پر ہے۔اگر کسی سے ایک دو ہی روایات ہوں تو وہ غیر معروف فی الروایہ یعنی مجہول ہے۔اور اس کی روایت کے ردو قبول کا حکم یہ ہے،کہ اگر خیر القرون کے فقہاء نے بالاتفاق اس کو قبول کر دیا تو وہ مقبول ہے،اگر خیر القرون کے فقہاء نے بالاتفاق اس کو ترک کر دیا

تو وہ متروک ہے اور اگر خیر القرون کے فقہاء میں اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو اب دوسری دلیل مثلاً قیاس کو ساتھ ملایا جائے گا۔ اگر قیاس اس کے قبول کی تائید کرے گا تو قبول کیا جائے گا۔ اور اگر اس کے رد کی تائید ہوگی تو رد کر دیا جائے گا۔ (ملخص نور الانوار) شوافع کے ہاں جہالت کا مدار راوی پر ہوتا ہے جس کا کوئی شاگرد نہیں یا ایک شاگرد ہے وہ مجہول ہے۔ صحابہ کرامؓ کی تعداد لاکھ سے زائد ہے، لیکن روایت حدیث چند ہزار سے ہے، ان میں سے اکثر کا ایک ہی شاگرد ہے۔ ایسے راوی اصطلاح شوافع میں مجہول ہیں مگر اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں۔ ان میں جہالت جرح نہیں، احناف حدیث خیر القرون کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین میں بھی بنص حدیث خیر غالب ہے اس لئے ان کی جہالت بھی جرح نہیں۔ تقریب التہذیب میں راویوں کے بارہ طبقے بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے پہلے ۹ طبقے خیر القرون کے ہیں۔ ان کی نہ جہالت مضر ہے نہ تدلیس نہ انقطاع وارسال، غیر مقلدین یہاں قرآن حدیث کے ماننے سے باہر ہیں اور احناف کی ضد میں شوافع کے مقلد ہیں اور امام شافعی کی تقلید کو شرک کہنے والے امام شافعی کے مقلدین جو ان کے ہاں مشرک ہیں، ان مشرکوں کی تقلید کو فرض جانتے ہیں، لیکن ان کی نماز کی ناقص ترین کتاب بھی مجاہیل کی روایات سے بھری پڑی ہے۔

(۱)۔۔۔۔صفحہ ۸۸ پر حدیث ۸۷ پر لکھا ہے: اسے ابن حزم نے ولید بن زوران کی جہالت کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں اس لئے حسن لغیرہ ہے۔

(۲)۔۔۔۔حدیث ۲۶۴: جس میں مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ۵۰ ہزار اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ۵ سو نماز کے برابر بیان کیا ہے۔ بوصیری نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے، ابو خطاب الدمشقی کا حال معلوم نہیں۔ (ص ۱۸۲)

(۳)۔۔۔۔حدیث ۳۵۰: یہ ضعیف ہے، سند میں اعرابی مجہول ہے۔ (ص ۲۳۰)

(۴)۔۔۔۔حدیث ۳۵۹: ضعیف ہے، اس میں اسحاق بن یزید ہذلی مجہول ہے۔ (ص ۲۳۴)

(۵)۔۔۔۔حدیث ۴۹۲: ضعیف ہے، ابو مسلم مجہول ہے۔ (ص ۳۲۳)

(۶)۔۔۔۔حدیث ۵۲۲: یہ امیہ راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (ص ۳۴۳)

(۷)۔۔۔۔حدیث ۵۵۱: یہ سند راویوں کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (اس ایک ہی سند میں تین راوی خباعہ، مخلب بن حجر، ولید بن کامل مجہول ہیں) (ص ۵۳۹)

(۸)۔۔۔۔اس کی سند میں عیسیٰ بن عبد الاعلیٰ مجہول ہے۔ (ص ۴۳۵)

(۹)۔۔۔۔حدیث ۷۴۲: ضعیف ہے، اس کی سند میں ابو عثمان مجہول ہے۔ (ص ۴۶۲)

(۱۰)۔۔۔۔حدیث ۸۰۵: اس کی سند میں ابو علاء شامی مجہول ہے۔ (ص ۴۹۷)

(۱۱)۔۔۔۔حدیث ۸۰۹: اس کی سند میں اسماعیل بن ریاح مجہول ہے۔ (ص ۴۹۹)

(۱۲)۔۔۔۔حدیث ۸۲۷: اس کی سند عبداللہ بن ربیعہ دمشقی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (ص ۵۱۱)

ہاتھ کی صفائی: زبیر صاحب شوافع مقلدین (بقول خود) مشرکین کی تقلید کر کے مشرک درمشرک بھی بنے مگر حق پوشی میں امامت کے مقام پر ہیں:

(۱)۔۔۔۔صفحہ ۲۰ حدیث ۳۰ کی سند میں عیاض بن ہلال ہے، ذہبی نے میزان ج ۲/ص ۳۰۷ پر مجہول کہا ہے، مگر زبیر صاحب نے حدیث کو حسن بنالیا۔

(۲)۔۔۔۔صفحہ ۳۳ حدیث ۵۸ کو حسن کہا ہے جبکہ ابنِ حزم نے المحلی ج ۲/ص ۱۸۴ پر افلت کو مجہول اور اس حدیث کو ضعیف بلکہ باطل کہا ہے۔ زبیر نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ ابنِ خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۳)۔۔۔۔صفحہ ۸۱ حدیث ۲۷ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں عصمہ مجہولہ ہے۔ (عبدالرؤف صفحہ ۱۰۰)

(۴)۔۔۔۔صفحہ ۱۰۶ حدیث ۱۱۸ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں مسلم بن سلام مجہول ہے۔

(۵)۔۔۔۔صفحہ ۱۲۸ حدیث ۱۵۶ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں عبداللہ بن یعقوب المدنی مجہول ہے۔

(۶)۔۔۔۔صفحہ ۱۴۵ حدیث ۱۸۳ کو ضعیف والحدیث حسن لغیرہ کہا ہے۔ جبکہ اس کی سند میں بشر بن منصور مجہول ہے۔

(۷)۔۔۔۔صفحہ ۱۵۸ حدیث ۲۱۹ کو صحیح کہا ہے جبکہ اس کی سند میں سعید بن عبداللہ جہنی مجہول ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۱/ص ۱۸۶)

(۸)۔۔۔۔صفحہ ۱۸۴ حدیث ۲۶۵ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں حمید مکی مجہول ہے۔

(۹)۔۔۔۔صفحہ ۲۹۱ حدیث ۴۵۶ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں مالک بن نمیر ہے لایعرف۔ (میزان الاعتدال ج ۳/ص ۴۲۹)

(۱۰)۔۔۔۔صفحہ ۳۴۴ حدیث ۵۲۶ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں یحیٰ بن ابی جعفر، یحیٰ بن ابی کثیر انصاری مدنی مجہول ہیں۔ (تحقیق مشکوٰۃ ج ۱/ص ۲۳۸)

(۱۱)۔۔۔۔صفحہ ۴۱۴ اور صفحہ ۴۳۱ پر دو حدیثوں کو حسن کہا ہے جبکہ دونوں سندوں میں ایاس بن ابی رملہ راوی مجہول ہے۔

ایک اور کمال: ص ۲۱۲ حدیث ۳۰۹: دو سو صحابہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے آمین کہی اور مسجد گونج گئی، اس کی سند میں خالد بن ابی ایوب ہے۔ البانی نے کہا ہے "ذكره ابن ابی حاتم ولم يذكر فيه جرحاً و تعديلاً" (الضعیفہ ج ۲/ص ۳۶۸) جب اس کی توثیق ثابت نہیں ہے تو مجہول ہے۔ مگر زبیر صاحب نے کتنا بڑا فریب کیا کہ یہ لکھ دیا کہ اس کی سند ابنِ حبان کی شرط پر صحیح ہے۔ حالانکہ ابن حبان کے ہاں مجہول کی روایت صحیح ہے، اس لئے اکثر جگہ کتاب میں یہ لکھتا گیا ہے کہ ابنِ حبان نے صحیح

کہا ہے یہ سارا فریب ہے اور اسی فریب پر زبیر صاحب محقق بھی کہلاتے ہیں اور امام الجرح والتعدیل بھی۔

صلوٰۃ الرسول میں مدلسین کی روایات:

احناف کے ہاں خیر القرون کی تدلیس مضر نہیں مگر شوافع کے ہاں بعض خیر القرون کے راویوں کی تدلیس بھی مضر ہے۔ زبیر صاحب کے اس اصول میں احناف کی تقلید شرک ہے اور شوافع مقلدین کی تقلید ایمان اور فرض ہے مگر اس پر کوئی دلیل شرعی آیت یا حدیث انکے پاس نہیں ہے کہ احناف کی تقلید شرک ہے اور شوافع کی تقلید ایمان ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں سب احناف ہیں، ان کی تقلید کرنے سے مسجد میں مسلمانوں میں اتفاق واتحاد رہتا ہے جو انگریز حکومت کے لئے سوہانِ روح ہے اور شوافع کی تقلید سے یہاں احناف کے ساتھ لڑائی اور فتنہ کھڑا کیا جاسکتا ہے جو عین انگریز کا منشا ہے اس لئے فتنہ فساد اور مساجد کو میدانِ جنگ بنانے کے لئے یہ ضد اپنا لی گئی۔

(۱)۔۔۔ص ۵۹، ۱۴۵، ۳۸۱، ۴۸۱ پر چار حدیثوں کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ لیکن صفحہ ۱۵۲، ۱۶۰، ۳۵۹، ۳۷۷، ۳۸۰، ۴۱۳، ۴۷۴ پر سات حدیثوں کو صحیح کہا ہے جبکہ یہاں بھی مدلسین کا عنعنہ ہے اور صفحہ ۱۷۰، ۲۲۰، ۳۱۰ پر تین حدیثوں کو حسن کہا ہے حالانکہ ان سندوں میں بھی قتادہ کا عنعنہ ہے۔

(۲))۔۔۔۔صفحہ ۲۲۱، ۲۳۴، ۵۰۲ پر تین حدیثوں کو محمد بن اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ مگر صفحہ ۲۳۲ حدیث ۳۵۳ کی سند میں بھی محمد بن اسحاق کی تدلیس ہے، اسے حسن اور صفحہ ۲۱۴ حدیث ۳۱۴ میں بھی محمد بن اسحاق کی تدلیس ہے بلکہ ساتھ مکحول کی تدلیس بھی ہے، اسے صحیح کہا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ ایسی ناز برداریاں اسی جوڑی کو زیبا ہیں۔

(۳)۔۔۔۔صفحہ ۲۲۹ پر ایک حدیث کو اس لئے ضعیف کہا ہے کہ اس میں ابو اسحاق کی تدلیس ہے، مگر صفحہ ۲۰۸ حدیث ۳۰۰ ابن ماجہ میں ''ابو بکر بن عیاش عن ابی اسحاق عن عبدالجبار عن ابیه'' کی سند کو صحیح کہا ہے، حالانکہ زبیر صاحب کے نزدیک ابوبکر بن عیاش ضعیف ہے۔ ابو اسحاق مدلس ہے اور عبدالجبار کا اپنے باپ سے سماع نہیں۔ صفحہ (۳۰۹) حدیث ۴۷۶ میں ابو داؤد کی سند میں ابو اسحاق کی تدلیس ہے یہاں اسے صحیح کہا ہے۔ صفحہ ۳۷۴ حدیث ۵۸۴ میں بھی ابو اسحاق کا عنعنہ ہے مگر حدیث کو حسن کہا ہے۔ صفحہ ۳۸۲ حدیث ۵۹۶ میں ابو اسحاق کی تدلیس ہے مگر حدیث صحیح۔ صفحہ ۳۸۴، ۶۰۲ میں ابو اسحاق کی تدلیس ہے مگر خاموشی ہے۔ صفحہ ۴۸۴ حدیث ۷۸۹ کی سند میں ابو اسحاق کی تدلیس ہے، مگر خاموشی ہے، صفحہ ۴۸۴ حدیث ۷۸۹ کی سند میں ابو اسحاق کی تدلیس ہے۔ مگر حدیث کو حسن کہا ہے، عجیب اٹکھیلیاں ہیں۔

(۴)۔۔۔۔زبیر صاحب نے نام نہاد رسالہ نور العینین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی حدیث کو جو نسائی، ابوداؤد

اور ترمذی میں ہے۔ اس لئے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔ مگر اس کتاب میں صفحہ ۲۰۰ حدیث ۲۸۷ سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کو صفحہ ۲۸۶ پر صحیح قرار دیا ہے۔ جبکہ اس کی سند میں سفیان کے عنعنہ کے علاوہ عاصم بن کلیب کا تفرد بھی ہے۔ اور اسی سند میں مؤمل بن اسماعیل بھی ہے جس کو بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ اور مؤمل اس زیادت میں بھی منفرد ہے کیونکہ حضرت وائل ؓ کی یہ حدیث مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، طیالسی، ابنِ حبان اور بیہقی میں بھی ہے۔ ان ساتوں کتابوں میں نہ سند میں مؤمل ہے نہ متن میں ''صَدرِہٖ'' یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ اور جھوٹ یہ بولا کہ یہ حدیث شواہد کیوجہ سے صحیح ہے جبکہ شواہد جمع کا صیغہ ہے، کم از کم تین شاہد ذکر کرنے چاہئیں تھے اور ایک شاہد کا حوالہ دیا ہے۔ (مسند احمد ج ۵/۲۲۶) جبکہ حلب طائی کی یہ حدیث صحاح ستہ میں سے ترمذی اور ابنِ ماجہ میں بھی ہے، مگر دونوں میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا کوئی ذکر نہیں اس حدیث کا مدار سماک بن حرب پر ہے۔ اس کے تین شاگرد ابوالاحوص، شعبہ، زائدہ سینے کا لفظ ذکر نہیں کرتے۔ چوتھا شاگرد سفیان ہے، اس سے وکیع سینے کا ذکر نہیں کرتا، یحییٰ بن سعید کی روایت میں سینے کا ذکر ہے مگر ہاتھوں کا ذکر نہیں ہے اور یہ سینے کا لفظ بھی کاتب کی غلطی سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، علی متقی نے کنز العمال میں اور سیوطی نے جمع الجوامع میں یہ لفظ نقل نہیں کیا۔ ایسی روایات کا نام زبیر نے شواہد رکھا ہے، پھر خود صلوٰۃ الرسول میں ہے کہ سنت مؤکدہ کے لئے مداومت ضروری ہے۔ یہاں مداومت بھی نہیں ہے۔ تو سنت کہنا بھی جھوٹ ہوا، پھر صفحہ ۲۲۷ حدیث ۳۴۴ کو صحیح کہا ہے جبکہ اسکی سند میں سفیان کا عنعنہ ہے۔ اسی طرح صفحہ ۳۲۷ حدیث ۴۹۵ کو صحیح کہا ہے باوجود اس کے کہ اس میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔ اور صفحہ ۳۶۸ میں تو کمال ہی کر دیا ہے کہ حدیث ۵۷۱ کو صحیح کہا ہے جبکہ اسکی سند سفیان ثوری اور ابواسحاق دونوں کی تدلیس کے ساتھ ساتھ مؤمل بن اسماعیل جیسا منکر الحدیث راوی بھی ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۵)۔۔۔۔ صفحہ ۱۰۷ حدیث ۱۲۰: کہ قے اور نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کو ضعیف کہا ہے مگر ضعیف کی وجہ نہیں بتائی۔ اس میں ایک تو اسماعیل بن عیاش ہے جو ابنِ جریج سے روایت کر رہا ہے اور دوسرے ابنِ جریج کی تدلیس ہے۔ مگر صفحہ ۲۱۱ پر حدیث ۳۰۷ کہ ''عبداللہ بن زبیر اور ان کے مقتدی اتنی بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی'' کے بارے میں البانی نے لکھا ہے ''فِیْهِ عِلَّتَانِ ضُعْفُ مُسْلِمِ بْنِ خَالِدٍ وَّ عَنْعَنَةُ ابْنِ جُرَیْجٍ'' (الضعیفہ البانی ج ۲/ص ۳۶۸) کہ اس روایت میں دو علتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مسلم بن خالد ضعیف ہے اور دوسری یہ کہ ابن جریج کی تدلیس ہے مگر زبیر صاحب نے اسی عیب کو چھپا کر صحیح قرار دیا۔ اسی طرح صفحہ ۳۵۷ حدیث ۵۴۶، صفحہ ۴۴۵ حدیث ۷۱۲ کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دونوں میں ابن جریج کی تدلیس موجود ہے۔

(۶)۔۔۔۔ صفحہ ۲۸۸ حدیث ۴۵۱ کو ضعیف کہا ہے۔ یہ سند محمد بن عجلان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن صفحہ ۵۹ حدیث ۲۷ کو حسن کہا ہے۔ جبکہ اس میں بھی محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے۔ مگر زبیر صاحب گونگے ہو گئے ہیں۔ اور صفحہ ۳۸۹ حدیث ۶۰۷ کو حسن کہا

ہے۔ جبکہ اس میں بھی محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے اور ساتھ یہ جھوٹ بھی لکھ مارا ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے جو بالکل جھوٹ ہے۔

(۷)۔۔۔۔علاوہ ازیں ہشیم، اعمش، ابوزبیر، ابوقلابہ، زہری کی تدلیس والی احادیث بھی اس کتاب میں موجود ہیں مگر زبیر علی صاحب نے یہاں پوری تقیہ بازی سے کام لیا ہے۔ اس کتاب میں مرسل اور منقطع احادیث بھی ہیں۔ اب یہ واضح حقیقت ہے کہ لامذہب غیر مقلدین کی نماز کے اکثر مسائل تو ضعیف احادیث سے بھی ثابت نہیں اور ناقص مسائل بھی ضعاف سے پر ہیں۔ اپنے گھر کا یہ حال ہے اور منہ چڑاتے ہیں اہل السنۃ کی متواتر نماز کا:۔

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی   کرے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

کچھ تخریج کے بارے میں:

(۱)۔۔۔۔جرح وتعدیل میں زبیر صاحب کا فرض تھا کہ وہ پہلے مجروح راوی کا نام، مذہب اور علاقہ لکھتے، پھر جارح کا نام، زمانہ، مذہب اور علاقہ لکھتے۔ بعد ازاں یہ بتاتے کہ جارح ناصح ہے یا متعصب، متشدد ہے یا متعنت، اس کے بعد بتاتے کہ جرح مبہم ہے یا مفسر اور مفسر ہے تو سبب جرح متفق علیہ ہے یا مختلف فیہ اور جرح کا صرف دعویٰ کیا ہے یا ثابت کیا ہے؟ پھر ناقل کون ہے؟ اس کا نام، زمانہ، مذہب اور علاقہ کیا ہے؟ اور ناقل تک وہ جرح تواتر سے پہنچتی ہے یا خبر واحد، سند صحیح سے۔ لیکن زبیر صاحب کے رسائل پڑھنے سے یہ بات دوپہر کے آفتاب کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان کو نہ یہ پتہ ہے کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا ہے؟ اور جارح اور ناقل کی بھی انہیں تمیز نہیں ہے۔ ایک جج کوئی فیصلہ دے اور چالیس اخبارات اس کو نقل کریں تو کوئی جاہل اس کو چالیس فیصلے نہیں کہے گا۔ مگر زبیر صاحب اپنے قارئین کو ایسے فریبوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اب جو کچھ انہوں نے تخریج کے نام سے لکھا ہے وہ تحقیق نہیں بلکہ خالص تقلید ہے کیونکہ کسی حدیث کی صحت یا ضعف کسی امتی کی رائے پر موقوف ہے، کسے کی رائے کا ماننا تقلید ہے۔ اگر اس سے بھی واقفیت نہ ہو تو البانی کی الضعیفہ جلد سوم صفحہ ۱۳-۶۹-۹۵-۲۶۵-۳۱۳-۳۱۵ اور ۳۱۶ ہی دیکھ لیں۔ چونکہ اس تخریج میں مدار حدیث رسول پر ہے ہی نہیں اس لئے محقق اہلحدیث کہلانا جھوٹ ہے۔ ہاں مقلد مشرکین نام کے ساتھ لکھا کریں تو بالکل بجا ہے۔

(۲)۔۔۔۔نیز اس تخریج اور تقلید میں زبیر صاحب نے سارا زور شواہد پر رکھا ہے، تو شاہد کی تعریف اور کون سی جرح شواہد سے ختم ہوتی اور کون سی نہیں اس کی کوئی وضاحت نہ کی نہ شواہد کا ذکر کیا۔ بس اندھے کی لاٹھی چلائی ہے اور بس۔ اس سے آپ کے اندھے مقلد تو خوش ہو جائیں گے مگر اہل علم کی طمانیت کا کوئی سامان اس میں نہیں ہے۔ پھر شاہد کیا کیا بن سکتا ہے؟ کیا عملی تواتر بھی آپ کے ہاں شاہد ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرمائیں، ضعیف، مجہول، مدلس راوی تو شاہد بن سکتا ہے اور عملی تواتر امت کا شاہد کیوں نہیں بن سکتا؟

جبکہ خیر القرون میں عملی تواتر ہی اصل شاہد تھا۔

(۳)۔۔۔۔۔تخریج میں قرآنِ پاک کا ذکر تو برائے نام کہیں بطورِ تبرک آ گیا ہے۔احادیث میں بھی خیر القرون میں لکھی گئی کتب حدیث کو تقریباً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔مسند امام اعظم (۱۵۰ھ) موطا امام مالک (۱۷۹ھ) کتاب الآثار ابی یوسف ۱۸۲ھ) کتاب الآثار امام محمد (۱۸۹) موطا امام محمد (۱۸۹ھ) کتاب الحجج امام محمد (۱۸۹ھ) المدونۃ الکبریٰ (۱۹۱ھ) ابوداؤد طیالسی (۲۰۴ھ) عبدالرزاق (۲۱۱ھ) یہ کتابیں خیر القرون میں لکھی گئیں۔کیونکہ خیر القرون ۲۲۰ھ تک ہے۔ان کے لکھنے والے بھی ایک دو کے سوا سب مجتہدین ہیں۔اور وہ بھی خیر القرون کے۔جبکہ صحاح ستہ کے جامع مابعد خیر القرون کے اور مقلدین ہیں۔ان کی اسانید بھی صحاح ستہ کی اسانید سے عالی ہیں۔اور ان میں سے خاص طور پر کتاب الآثار ہر راوی اپنے زمانہ کا افقہ الناس ہے، پھر عملی تواتر کی تائید بھی انہیں حاصل ہے تو ان کو پیچھے ڈال دینا تحقیق نہیں تعصب ہے۔

محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

اقتباس از تجلیات، صفدر ج ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجوبِ تقلید

ضرورت وجوبِ تقلید پر میرا اپنا مضمون بھی ہے جو ایک رسالے کے صورت میں شائع شدہ ہے میں نے اس کی بجائے اس مضمون وحید کو لگانا زیادہ مناسب سمجھا تاکہ غیر مقلدوں اور عامی لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جب تک کوئی شخص غیر مقلد نہیں ہوتا اور اس کی آنکھوں پہ تعصب کی پٹی نہیں چڑھتی تو وہ بھی عام احناف مقلدین کی طرح سوچتا، سمجھتا ہے۔ اور دلائل کتاب وسنت کو مانتا ہے۔ لیکن جونہی وہ پٹڑی سے اترتا اور غیر مقلد ہوتا ہے تو قرآن وحدیث کے انہی دلائل کو اب وہ منہ چڑانے لگ جاتا ہے۔ جو خود اس نے تقلید ائمہ کے متعلق بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ مولانا وحید الزمان غیر مقلد نے حنفی ہوتے ہوئے وجوبِ تقلید شخصی پر وہی دلائل بیان کئے ہیں۔ جو حنفی بیان کرتے ہیں لیکن غیر مقلد ہونے کے بعد وہی قرآن وحدیث کے دلائل اب اس کے لئے بیکار ہو گئے۔ حالانکہ آیات و احادیث وہی ہیں جس سے اس وقت تقلید کا وجوب ثابت ہوتا تھا۔ مگر اب انہی دلائل سے تقلید شرک نظر آتی ہے۔ اور مقلد مشرک دکھائی دیتے ہیں۔ تو یہ دلائل کی خامی نہیں اس عینک کی خرابی ہے جو تعصب سے رنگین کر کے آنکھوں پر چڑھائی گئی ہے اس تعصبی عینک کو اتار کر نظرِ انصاف سے دیکھو تو انہی دلائل سے تقلید کی حقانیت بالکل واضح طور پر نظر آ جائے گی۔ اور غیر مقلدیت کی گمراہیاں بھی واشگاف طور پر دکھائی دے جائیں گی۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ

فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

بیانِ تقلید

(از مولنا وحید الزمانؒ غیر مقلد)

جاننا چاہئے کہ بعض محققین نے تقلید مذہب معین کو مذاہب اربعہ میں سے واجب کہا ہے۔ اور بعضوں نے مستحسن، تو موافقت ان دونوں قولوں میں اس طور پر ہے کہ جو شخص عالم فنِ حدیث کا ہووے چاروں مذاہب کے مآخذ اور اصول سے واقف ہو کلام اللہ کی آیاتِ منسوخہ اور معانی ان کے سے بخوبی مطلع ہووے، اور معرفتِ ضعفِ حدیث وصحت میں بہرۂ تام رکھتا ہو۔ کیفیت رواۃ سے آگاہ ہو بہت سی احادیث اس کو متحضر ہوں، اکثر کتابیں حدیث کی اس کے مطالعہ سے گزری ہوں تو ان سب صورتوں کا جو شخص جامع ہووے اس کو تقلید مذہب معین کرنا مستحسن ہے۔ اور جس شخص میں یہ شرائط متحقق نہیں تقلید کا وجوب اسی کے حق میں ہے اور اس زمانے میں ایسا شخص جو ان شرائط مذکورہ کا جامع ہووے۔ اکثر مقاموں میں متحقق نہیں اگرچہ ممکن الوجود بامکان عقلی ہے۔

اور تقلید آئمہ مجتہدین مسائل شرعیہ میں درحقیقت اطاعتِ خدا اور رسولؐ میں داخل ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ" اور اسی واسطے مفسرین نے "اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ" سے اُمراء اور سلاطین مسلمین مراد لئے ہیں نہ مجتہدین شریعت ۱۔ چنانچہ بیضاوی میں ہے کہ اس کی تائید کرتا ہے قول اللہ تعالیٰ "فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ" اس واسطے کہ مقلد کو جائز نہیں کہ نزاع کرے مجتہد سے اس کے حکم میں بخلاف اُمراء کے اور عبارت اس کی یہ ہے۔

"وَ ھُوَ یُؤَیِّدُ الۡوَجۡہَ الۡاَوَّلَ اِذۡ لَیۡسَ لِلۡمُقَلِّدِ اَنۡ یُنَازِعَ الۡمُجۡتَھِدَ فِیۡ حُکۡمِہٖ بِخَلَافِ الرُّؤُوۡسِ اِنۡتَھٰت"

کیونکہ علمائے اہلِ اجتہاد کی اطاعت خدا اور رسول کی نہ ہوگی حالانکہ وہ لوگ حاملان علم نبوت اور شارحانِ کتاب وسنّت ہیں اور قول رسول اللہ ﷺ کا "اَلۡعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الۡاَنۡبِیَآءِ" اور "عُلَمَآءُ اُمَّتِیۡ کَاَنۡبِیَآءِ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ" اسی مضمون پر دلالت کرتا ہے۔

اور وہ جو بعض جہلاء اعتراض کرتے ہیں۔ کہ تقلید ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ وغیرہما کی ایسی ہے جیسے مشرکین تقلید اپنے آباؤ اجداد کی کرتے ہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ قیاس اس تقلید کا مشرکین کی تقلید پر مع الفارق ہے، کیونکہ مقلدین مجتہدین کو وسائط بلوغ علم نبوت اور وسائل وصول احکامِ شریعت سمجھ کر تقلید کرتے ہیں، بالاستقلال ان کو مصدر احکام نہیں جانتے ہیں۔ امام ابو جعفرؒ نے بسند متصل نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اخذ کرتے ہیں اوّل ساتھ کتاب کے، پھر ساتھ سنّت کے پھر ساتھ قضائے صحابہؓ کے اور عمل کرتے ہیں ہم جس پر اتفاق ہوتا ہے صحابہؓ کا اور جس میں اختلاف ہوتا ہے صحابہؓ کا اسکو قیاس کرتے ہیں اور مسئلے پر اور روایت

۱ اس وجہ سے کہ حکم مجتہدین شریعت میں اطاعت خدا اور رسول ﷺ ہے اس واسطے کہ اگر مغائر حکم خدا اور رسول ہوتا تو علمائے امت اور مجتہدین اولی الامر منکم سے مراد ہوتے۔ ۱۲ منہ عم فیضہ

کی بیہقی نے مدخل میں بسند حضرت امام ابوحنیفہؒ سے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ اِذَا جَآءَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فَعَلَی الرَّأْسِ وَ الْعَیْنِ وَ اِذَا جَآءَ عَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ نَخْتَارُ مِنْ قَوْلِھِمْ وَ اِذَا جَآءَ عَنِ التَّابِعِیْنَ زَاحَمْنَاھُمْ

یعنی جس وقت آئے پیغمبر خدا ﷺ سے تو وہ سر آنکھوں پر ہے اور جس وقت صحابہ سے ہو1 اس میں اختیار کرتے ہیں ہم، اور جس وقت تابعین سے آیا ہو وے تو ان کی مزاحمت کرتے ہیں۔

یعنی اس میں کلام کرتے ہیں اور قیاس کو دخل دیتے ہیں اور کس طرح حضرت امام صاحبؒ تابعین کے قول میں مزاحمت نہ کریں گے۔ کیونکہ خود بھی تابعین میں سے ہیں اور روضۃ العلماء سے مذکور ہے؛

اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یعنی فرمایا امام صاحبؒ نے ترک کرو قول میرا بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

اور فرمایا

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ

یعنی جب صحیح ہو جاوے حدیث تو وہی میرا مذہب ہے۔

اور صراطِ مستقیم میں ہے کہ اصحاب ابوحنیفہؒ کے متفق ہیں کہ حدیث ہر چند اسناد اس کی ضعیف ہو مقدم اور اولیٰ ہے قیاس سے اور اجتہاد سے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بدوں ضرورت کے عمل قیاس پر ہرگز نہیں کیا اور میزان شعرانی میں ہے۔

وَ مَا طَعَنَ اَحَدٌ فِیْ قَوْلٍ مِّنْ اَقْوَالِھِمْ اِلَّا لِجَھْلِہٖ بِہٖ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دَلِیْلِہٖ وَ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ عَلَیْہِ لَاسِیَّمَا الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ الَّذِیْ اَجْمَعَ السَّلَفُ عَلٰی عِلْمِہٖ وَ وَرْعِہٖ وَعِبَادَتِہٖ وَ دِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ وَ اِسْتِنْبَاطِہٖ وَ حَاشَاہُ مِنَ الْقَوْلِ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بِالرَّأْیِ الَّذِیْ لَا شَھِدَ لَہٗ ظَاھِرُ کِتَابٍ وَّ لَا سُنَّۃٍ

یعنی نہیں طعن کیا کسی نے بیچ کسی قول کے اقوال مجتہدین سے مگر جاہلوں نے اس قول کے کہ جاہل رہے اس کی دلیل سے یا دقت اور باریکی اس کی خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ اجماع کیا سلف اور خلف نے ان کے علم اور ورع اور عبادت اور دقتِ مدارک اور استنباطات ان کے پر اور بچے قول سے دین خدا میں اس رائے سے کہ نہیں شہادت دی ہو اس کی کتاب یا سنت نے۔

اور لیکن وجوب تقلید کا واسطے غیر مجتہد کے تو اتفاق کیا اس پر علمائے امت نے، کہا جلال الدین محلیؒ نے شرح جمع الجوامع میں ہے۔

1 یعنی اقوال مختلفہ صحابہؓ سے جس کا قول اشبہ بالصواب ہو اسے اختیار کرتے ہیں۔

يَجِبُ عَلَى الْعَامِيِّ وَ غَيْرِهٖ مِمَّنْ لَمْ يَبْلُغْ مَرْتَبَةَ الْاِجْتِهَادِ اِلْتِزَامَ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ مِنْ مَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِيْنَ

واجب ہے، عامی اور غیر عامی پر جو نہ پہنچا ہو درجۂ اجتہاد کو التزام ایک مذہب معین کا مذہب مجتہدین سے۔

اور کہا شیخ محی الدین نووی نے روضۃ الطالبین میں:

اَمَّا الْاِجْتِهَادُ الْمُطْلَقُ فَقَالُوْا "اِخْتَتَمَ بِالْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ حَتّٰى اَوْجَبُوْا تَقْلِيْدَ وَاحِدٍ مِنْ هٰؤُلَاءِ عَلٰى اُمَّتِهٖ وَ نَقَلَ اِمَامُ الْحَرَمَيْنِ الْاِجْمَاعَ عَلَيْهِ

یعنی اجتہاد مطلق تو ختم ہو گیا ساتھ آئمہ اربعہ کے اور واجب ہے تقلید ایک کی ان میں سے امت پر اور نقل کیا اما م الحرمین نے اجماع اس پر۔

اور بحر العلومؒ نے شرح تحریر ابن الہمام میں لکھا ہے:

غَيْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ يَلْزَمُهٗ تَقْلِيْدَ مُجْتَهِدٍ مَّا مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ الْمُطْلَقِيْنَ

یعنی جو مجتہد مطلق نہ ہو اس کو لازم ہے تقلید کسی مجتہد کی۔

تو کوئی اس مقام پر کہے کہ ان اقوال سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کی آئمہ اربعہ میں واجب ہے اور ہم بھی کسی مسئلے میں جو مخالف آئمہ اربعہ کے ہو عمل نہیں کرتے بلکہ کسی مسئلے پر موافق ابوحنیفہؒ کے اور کسی پر موافق شافعیؒ کے اسی طرح عمل کرتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ باعث اس کا یا تو حصولِ درجۂ اجتہاد ہے کہ جس کا قول صحیح موافق احادیث کے پاتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں تو اس صورت میں تقلید کی کیا حاجت ہے اور اگر بغیر حصولِ اجتہاد کے یہ امر ہے تو مخالف حق اور باطل ہے کیونکہ اتفاق کیا علماء نے اس بات پر کہ نہیں جائز ہے غیر مجتہد کو کہ عمل کرے ایک مسئلے میں ابوحنیفہؒ پر اور دوسرے میں رائے شافعیؒ پر کہا ملا علی قاری نے رسالے میں اپنے کو تالیف کیا اس کو قفال کی رد میں۔

بَلْ وَجَبَ عَلَيْهِ اَنْ يُّعَيِّنَ مَذْهَبًا مِنَ الْمَذَاهِبِ اِمَّا مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ فِيْ جَمِيْعِ الْفُرُوْعِ وَ الْوَقَائِعِ وَ اِمَّا مَذْهَبِ مَالِكٍ وَّ اِمَّا مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ غَيْرِهِمْ وَ لَيْسَ اَنْ يَّنْتَحِلَ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ مَا يَهْوَاهُ وَ مِنْ مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ مَا يَرْضَاهُ لِاَنَّا لَوْ جَوَّزْنَا ذٰلِكَ لَاَدّٰى اِلَى الْخَبْطِ وَ حَاصِلُهٗ يَرْجِعُ اِلٰى نَفْيِ التَّكْلِيْفِ لِاَنَّ مَذْهَبَ الشَّافِعِيِّ

یعنی بلکہ واجب ہے اس پر تعیین ایک مذہب کی یا مذہب شافعیؒ کی جمیع فروع اور وقائع میں یا مذہب مالکؒ کی یا مذہب ابوحنیفہؒ وغیرہم کی اور یہ نہیں کہ جو جی چاہے مذہب شافعیؒ سے اختیار کر لے اور جو جی چاہے مذہب ابی حنیفہؒ سے کیونکہ جواز میں اسکے کام مؤدی ہوگا طرف خبط کے اور نکلنے کے ضبط سے اور حاصل اس کا نفی تکلیف کی کیونکہ جب مذہب شافعیؒ

اِذَا اقْتَضٰی تَحْرِیْمَ الشَّیْءِ وَ مَذْهَبَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ	مقتضی تحریم کو کسی امر کے ہے اور مذہب ابوحنیفہؒ کا
مَثَلًا اِبَاحَةَ ذٰلِكَ الشَّیْءِ بِعَیْنِهٖ اَوْ عَكْسَ ذٰلِكَ	مثلاً اس کی تحلیل کو تو جب چاہے مائل ہو طرف حلال
فَهُوَ اِنْ شَآءَ مَالَ اِلَی الْحَلَالِ وَ اِنْ شَآءَ مَالَ	کے اور جب چاہے طرف حرام کے تو حلت اور حرمت
اِلَی الْحَرَامِ فَلَا یَتَحَقَّقُ الْحِلَّةُ وَ الْحُرْمَةُ وَ فِیْ	کا تحقق وتقرر جاتا رہا اور اس میں صریح اعدام تکلیف
ذٰلِكَ اِعْدَامُ التَّكْلِیْفِ وَ اِبْطَالُ فَائِدَتِهٖ وَ	ہے اور ابطال ہے۔ اس کے فائدے کا اور استیصال
اِسْتِیْصَالُ قَاعِدَتِهٖ وَ ذٰلِكَ بَاطِلٌ اِنْتَهٰی مَا ذَكَرَهٗ	ہے اسکی بنا کا اور یہ باطل ہے۔

اور کہا ترصیع میں......

لَا خَیْرَ فِیْ اَنْ یَّكُوْنَ حَنَفِیًّا فِیْ بَعْضِ	یعنی نہیں بہتر ہے کہ حنفی ہو بعض مسائل میں اور شافعی ہو
الْمَسَائِلِ وَ شَافِعِیًّا فِیْ بَعْضِ الْاٰخِرِ	بعض میں۔

اور شرح عین العلم میں ہے:

فَلَوِ الْتَزَمَ اَحَدٌ مَذْهَبًا كَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ	یعنی جس نے لازم پکڑا ایک مذہب ابی حنیفہؒ یا مذہب
الشَّافِعِیِّ فَلَزِمَ عَلَیْهِ الْاِسْتِمْرَارُ فَلَا یُقَلِّدُ	شافعیؒ کا تو واجب ہے کہ ہمیشہ اسی مذہب پر رہے اور سوا
غَیْرَهٗ فِیْ مَسْئَلَةٍ مِّنَ الْمَسَائِلِ	اس کے کسی مسئلے میں غیر کی تقلید نہ کرے

اور کہا ابن البرؒ نے......

اِنَّ تَتَبُّعَ رُخَصِ الْمَذَاهِبِ غَیْرُ جَائِزٍ بِالْاِجْمَاعِ	یعنی تلاش رخصتوں کی ہر مذہب میں ممنوع ہے بالاجماع

اور تفسیر احمدی میں ہے:

اِذَا الْتَزَمَ مَذْهَبًا یَجِبُ عَلَیْهِ اَنْ یَّدُوْمَ عَلٰی	یعنی جس مذہب پر التزام کرے تو چاہئے کہ مداومت
مَذْهَبٍ الْتَزَمَهٗ وَلَا یَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلٰی مَذْهَبٍ اٰخَرَ	کرے اسپر اور نہ پھر جاوے طرف دوسرے مذہب کے۔

الحاصل ان روایات واقوال سے بخوبی واضح ہے کہ جو شخص پایہ اجتہاد کا نہ رکھتا ہو خواہ وہ عامی ہو یا غیر عامی تقلید مذہب معین کی اس کو واجب ہے۔ اور وجوب وحقیقتِ تقلید پر بہت سی دلیلیں ہیں کہ ان کو اس مقام میں ذکر کرنا مناسب ہے۔

دلیل پہلی: یہ ہے جو ہم نے اس مقام میں قول اکابر علمائے امت کے بیان کئے۔

دلیل دوسری: ایسی ہے کہ اس میں خصم کو جائے کلام نہیں وہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے جب ارشاد فرمایا کہ مسائل میرے ماخوذ ہیں

احادیث اور آیات سے تو دو حال سے خالی نہیں یا اس قول کی تصدیق کرتے ہو یا انکار کرتے ہو اور اس کو کذب جانتے ہو۔ بر تقدیر اول تو تابعداری اس مذہب کی جمیع مسائل میں واجب ہو گی اور تقدیر ثانی میں اگر احتمال کذب کا جیسے امام صاحب کیطرف ہے اسطرح جائز ہے کہ احتمال کذب کا بخاری ومسلم کی طرف ہووے۔ مثلاً جب امام صاحبؒ کہ مصداق "خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" کے ہیں یوں فرمادیں کہ مسائل بیان کئے ہوئے ہمارے ماخوذ ہیں کتاب اور سنت اور قضائے صحابہؓ سے تو قول انکا لائق اعتماد نہ ہوا اور جب بخاری ومسلم وغیرہما کہ ان سے نہایت متاخرین ذکر کریں۔ کہ یہ حدیث ہم کو فلانے سے پہنچی ہے تو قول انکا بغیر گفتگو کے مقبول ہو جاوے تو جیسا جائز ہے کہ امام اعظمؒ نے کذباً یہ کہا ہو کہ مسائل بیان کئے ہوئے میرے ماخوذ ہیں کتاب اور سنت سے اور واقع میں وہ مسائل اختراعی اور عقلی ہوں اسی طرح جائز ہے کہ بخاری ومسلم وغیرہما نے کذباً کہا ہو کہ یہ حدیث ہم کو فلانے سے پہنچی ہے۔ تو ایک کی بات کو صادق جاننا اور دوسرے کی بات کو باوجود بزرگی اور فضل کے کذب شمار کرنا ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح ہے۔

دلیل تیسری یہ ہے کہ اس زمانے میں اکثر غیر مقلد جو علماء سے سُن لیتے ہیں کہ یہ قول موافق حدیث کے ہے اور اس پر عمل کرتے ہیں تو تعجب ہے کہ قول ان علماء کا جن کو امام صاحب کی نسبت بالکل وقوف نہیں لائق اعتبار ہو جاوے اور امام صاحب کا قول لائق اعتماد اور عمل کے نہ ہووے اور یہ نہایت درجے کا جہل ہے۔

دلیل چوتھی یہ ہے کہ اکثر علماء اور فضلاء اور اولیاء اللہ اس امت میں اتباع مذہب حنفیہؒ کرتے چلے آئے ہیں تو احتمالِ بطلان اس مذہب کا ایک شخص کے قول سے کس طرح جائز ہوگا۔ بیت

ہمہ شیراں جہاں بستہ ٔ این سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

دلیل پانچویں یہ ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے:

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِى النَّارِ

یعنی اطاعت کرو بڑے گروہ کی اور جو اس میں سے نکل جاوے، انکا دوزخ میں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا

یعنی جو شخص مؤمنوں کی راہ کے سوا اور راہ طلب کرے پھیریں گے ہم اس کو جس طرف پھرا اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں اور بُری ہے وہ جگہ پھر جانے کی۔

اور حالانکہ اکثر لوگ امت کے تقلید مذہب ابی حنیفہؒ پر ہیں اور بعض باقی اور پر مذاہب ثلاثہ باقیہ کے، کہا ملا علی قاریؒ نے ......

وَ اَمَّا اِتِّبَاعُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ قَدِیْمًا وَّ حَدِیْثًا فَفِی الْاِزْدِیَادِ فِیْ جَمِیْعِ الْبِلَادِ سِیَمَا فِیْ بِلَادِ الرُّوْمِ وَمَا وَرَآءِ النَّهْرِ وَ وِلَایَةِ الْهِنْدِ وَ السِّنْدِ وَ اَکْثَرَ اَهْلِ خَرَاسَانَ وَ عِرَاقَ مَعَ وُجُوْدِ کَثِیْرِیْنَ فِیْ بِلَادِ الْعَرَبِ بِالْاِتِّفَاقِ وَ اَظُنُّ اَنَّهُمْ یَکُوْنُوْنَ ثُلُثَیِ الْمُسْلِمِیْنَ بَلْ اَکْثَرَ عِنْدَ الْمُهَنْدِسِیْنَ بِالْاِتِّفَاقِ

یعنی اتباع مذہب ابی حنیفہؒ کا تو زیادتی پر ہے قدیم سے اور جدید سے تمام شہروں میں خاص کر کے روم کے ملکوں میں اور ماوراء النہر کے اور ولایت ہندوستان اور سند اور اکثر اہل خراسان اور عراق میں باوجود اسکے کہ بہت لوگ ہیں عرب میں بالاتفاق اور جانتا ہوں میں کہ ہونگے دو ثلث مسلمانوں کے بلکہ اکثر نزدیک مہندسین کے بالاتفاق۔

اور اکثر اولیاء اللہ اور کاملین اسی مذہب کے مقلد رہے، درمختار میں ہے۔

وَ قَدِ اتَّبَعَهُ عَلٰی مَذْهَبِهٖ کَثِیْرٌ مِّنَ الْاَوْلِیَآءِ الْکِرَامِ مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاهَدَةِ وَ رَکَضَ فِیْ مَیْدَانِ الْمُشَاهَدَةِ کَاِبْرَاهِیْمَ بْنِ اَدْهَمَ وَ شَقِیْقِ الْبَلْخِیِّ وَ مَعْرُوْفِ الْکَرْخِیِّ وَ اَبِیْ یَزِیْدَ الْبُسْطَامِیِّ وَ فُضَیْلِ بْنِ عَیَاضٍ وَ دَاؤٗدَ الطَّائِیِّ وَ اَبِیْ حَامِدِ اللَّفَّافِ وَ خَلَفِ بْنِ اَیُّوْبَ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَکِ وَ وَکِیْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَ اَبِیْ بَکْرِ الْوَرَّاقِ وَ غَیْرِهِمْ الی اخرہ

اور ایسا ہی ذکر کیا اکثر علماء نے اور کہا اہل کشف نے کہ جیسا مذہب امام ابو حنیفہؒ کا قدیم سے ہے اسی طرح آخر تک رہے گا۔ اور دیکھنے کی بات ہے کہ امام اعظم صاحب اتباع حدیث میں اوروں سے زیادہ ہیں کہ حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں اور قیاس کو اس کے مقابلے میں جائز نہیں رکھتے تو افسوس ہے ان لوگوں پر کہ باوجود مشاہدے ان امورات کے اور اس احتیاط بلیغ کے ان لوگوں کو اصحاب رائے شمار کرتے ہیں اور اس مذہب کے مسائل کو اپنے زعم باطل کے موافق خلاف احادیث اور آیات کے سمجھتے ہیں اور ان کے تابعوں کو کہ سواد اعظم میں داخل ہیں گمراہ اور خاطی کہتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ”چاند پر خاک ڈالنے سے اپنے ہی منہ پر خاک پڑتی ہے“ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت دیا ہے وہ لوگ کبھی حشر تک اتباع اس طریقہ سنیہ سے باز نہ آویں گے اور بعض لوگ جو مصداق ”یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ“ کے ہیں، باغوائے مفسدین شاید کہ اس سے محروم رہیں ”یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِؤُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ“۔

دلیل چھٹی یہ ہے کہ بوقت تسلیم جب کوئی مسئلہ مسائل حنفیہ میں سے اس قسم کا نکال دو کہ جس کی کوئی دلیل حدیث ضعیف یا صحیح یا آیت قرآن شریف سے نہ ہو تو اس صورت میں اگر خاص اس مسئلے پر کلام کرو اور اس پر عمل نہ کرو تو تمہارا لائق قبول ہوگا، اور وہ جو مسئلہ

رفع یدین یا قرأت میں پیچھے امام کے یا قلتین کے مسئلے میں کلام کرتے ہو تو سب مسائل کو ہم نے فضلِ الٰہی سے اس کتاب میں بہ تفصیل بیان کیا ہے۔ اور تمام مطاعن کے جوابات تحریر کیے ہیں، دیکھنے سے ظاہر ہوگا حالانکہ امام شافعیؒ کے مذہب میں بھی بہت سے ایسے مسئلے ہیں جن کی دلیلیں ضعیف اور ان میں کلام ہے۔ مثلاً جہر بسم اللہ اور حدث نہ ہونا، خون اور پیپ کا اور کھانا اس ذبیحے کا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہووے قصداً اور کوئی مذہب ایسا نہیں کہ ہر مسئلے میں اس کے اَدِلَّہ قویہ ہوں سب قسم کے مسائل ہوتے ہیں، ہاں ایسا قول نہ ہو جو مخالف صریح حدیث کے ہو اور کسی دلیل سے اس میں تمسک نہ ہووے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

جواب ان مطاعن کے جس کو اکثر غیر مقلدین بیان کرتے ہیں:

طعن پہلا: ہم لوگ احادیث کے اوپر عمل کیا کرتے ہیں اور تعجب ہے کہ قول ابوحنیفہؒ کا تو قابلِ قبول ہو اور قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قابلِ عمل کے نہ ہووے۔

جواب: احادیث پر عمل کرنا تو عین ہمارا مطلوب ہے مگر یہ کہ جس شخص کو معرفت حدیث کی اور ناسخ و منسوخ کی ہووے اور معانی حدیث کے سمجھتا ہووے اور طریقۂ استنباط جانتا ہووے تو اس شخص کو عمل بالحدیث جائز ہے اور جس میں یہ شروط متحقق نہیں اس کو عمل کرنا ظاہر الفاظ حدیث پر دیکھ کے جائز نہیں۔ تقریر شرح تحریر میں یہ ہے۔

وَ لَيْسَ لِلْعَامِیِّ الْاَخْذُ بِظَاهِرِ الْحَدِيْثِ لِجَوَازِ كَوْنِهٖ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ اَوْ مَنْسُوْخًا بَلْ عَلَيْهِ الرُّجُوْعُ اِلَى الْفُقَهَآءِ لِعَدَمِ الْاِهْتِدَآءِ فِیْ حَقِّهٖ اِلٰى مَعْرِفَةِ صَحِيْحِ الْاَخْبَارِ وَ سَقِيْمِهَا وَ نَاسِخِهَا وَ مَنْسُوْخِهَا فَاِذَا اعْتَمَدَ كَانَ تَارِكًا لِلْوَاجِبِ. انتهى

یعنی جائز نہیں ہے عامی کو تمسک کرنا ساتھ ہر حدیث کے بسبب جواز مصروف ہونے اسکے ظاہر سے یا منسوخ ہونے اسکے بلکہ لازم ہے عامی پر رجوع طرف فقہاء کے جہت عدمِ اہتداء کے حق میں اسکے معرفت صحیح احادیث اور سقیم اور ناسخ اور منسوخ کے۔ پس اگر اعتماد کریگا ظاہر حدیث پر تو ہوگا تارک اس چیز کا جو واجب ہے اس پر۔

اور کفایہ حاشیہ ہدایہ میں مسطور ہے:

اَلْعَامِیُّ اِذَا سَمِعَ حَدِيْثًا لَّيْسَ لَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ بِظَاهِرِهٖ لِجَوَازِ اَنْ يَّكُوْنَ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ اَوْ مَنْسُوْخًا بِخَلَافِ الْفَتْوٰى

اور معنی اس کے وہی ہیں جو اوپر بیان کیے۔ اور بھی کفائے میں مرقوم ہے:

اِنَّ الْمُفْتِیَ يَنْبَغِیْ اَنْ يَّكُوْنَ مِمَّنْ يُّؤْخَذُ عَنْهُ الْفِقْهُ وَ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ فِی الْبَلْدَةِ فِی الْفَتْوٰى وَ

یعنی چاہئے کہ مفتی ہو..... ان شخصوں سے کہ لی جاتی ہے ان سے فقہ اور اعتماد کیا جاتا ہے ان پر شہر میں بیچ

اِذَا كَانَ الْمُفْتِيْ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ فَعَلَى الْعَامِيْ تَقْلِيْدُهٗ وَ اِنْ كَانَ الْمُفْتِيْ اَخْطَأَ فِيْ ذٰلِكَ وَ لَا يَعْتَبِرُ بِغَيْرِهٖ هٰكَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ ابْنُ رُسْتُمَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ بَشِيْرٌ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ. انتهت

فتوٰی کے اور جبکہ ہو مفتی اس صفت پر پس عامی پر لازم ہے تقلید اس کی اگر چہ مفتی نے خطا کی ہو اس مسئلے میں اور نہ اعتبار کرے ساتھ غیر اس مفتی کے ایسی ہی روایت کی ہے حسنؒ نے ابوحنیفہؒ سے اور ابن رستم نے امام محمدؒ سے اور بشیر نے امام ابویوسفؒ سے۔

اور مسلم الثبوت میں ہے کہ ''اجماع کیا ہے محققین نے اوپر منع عوام کے تقلید صحابہؓ سے بلکہ ان پر لازم ہے اتباع ان لوگوں کی کہ جلا دی ہے انہوں نے اور باب کیا ہے انہوں نے پس مہذب اور منقح کی ہے انہوں نے اور جمع کیا ہے انہوں نے اور اسی پر بنا کیا ہے ابن الصلاح نے منع تقلید کو سوا چار اماموں کے کیونکہ یہ بات نہیں جانی گئی ہے غیر میں ان چار کے اور اس میں کلام ہے'' اور وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کا کلام سمجھنا کچھ مشکل نہیں ان معنی کے صحیح ہے کہ اصل مضامین اس کے ایسے نہیں ہیں کہ بیان کئے سے سمجھ میں ہر خاص و عام کے نہ آویں۔ مثل مطالب منطق اور علوم فلسفہ کے اور ان معنی کے غلط ہے کہ اس کے حقائق کو سمجھ کر عبارت سے نکال لینا اور بیان کر دینا ہر اُمی اور ان پڑھے کو آسان ہے بلکہ بعض مضامین ظاہر میں نہایت آسان اور سہل ہوتے ہیں لیکن حقیقت اس کی سوا واقفین کے اوروں کو نہیں کھلتی، پس اگر ظاہر پر ایسے مضمون کے یہ شخص بدوں تحقیق کے واقفوں سے باوجود استطاعت اور قدرت سوال کے عمل کرے گا تو عجب نہیں کہ مؤاخذہ دار ہووے۔ علاوہ اس کے قول امام ابوحنیفہؒ پر ہم اس طرح عمل نہیں کرتے کہ یہ بالذات ان ہی کا قول ہے بلکہ اس طرح پر کہ یہ قول انکا قول رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہے اور شریعت کے ہے۔ تو قول ابوحنیفہ اور قول رسول اللہ ﷺ میں کچھ منافات نہیں بلکہ کوئی قول ابوحنیفہؒ کا اس قسم سے نہیں پایا جاتا جس کی دلیل کچھ احادیث و آیات سے نہ ہووے اور پھر درصورتیکہ عمل عامی کو ظاہر حدیث پر منع ہووے اور قول ابوحنیفہؒ کا موافق قول رسول اللہ ﷺ کے ہو تو عمل کرنا احادیث پر اپنی رائے کے موافق اور ترک کرنا تقلید ابوحنیفہؒ کی نہایت عقل انصاف سے بعید ہے اور ابوشامہ سے جو منع تقلید میں مروی ہے تو بر تقدیر صحت نقل کے وہ طعن نسبت ان لوگوں کے ہے کہ جنہوں نے حرام کہا ہو نظر کرنے میں کتب احادیث میں اور ہم لوگ اس کو ہرگز حرام نہیں کہتے۔ بلکہ موجب اجر جزیل اور ثواب کا جانتے ہیں اور مشارق الانوار میں جو خلاف حدیث کے چلنے سے منع کیا ہے بعد متفق ہو جانے اس بات کے کہ یہ مخالف ہے اس حدیث کے، سو وہ کچھ مخالف ہمارے نہیں ہے اور علیٰ ھٰذا القیاس یہی مراد ہے ان قولوں سے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ مصلحت اور قرارداد علماء کا آخر زمانے میں تعین اور تخصیص مذہب ہے کہ ضبط اور ربط کار دین و دنیا اسی میں ہے، پہلے سے مخیّر ہے جس کو چاہے اختیار کرے ہو سکتا ہے، اور بعد اختیار ایک مذہب کے دوسرے مذہب کی طرف جانا تو سوء ظن اور تفریق کے اعمال اور احوال میں نہ ہوگا، پس قرارداد متاخرین مختار ہے اور اسی

میں خیر ہے اب کسی مجتہد کے تابع کو نہیں پہنچتا ہے کہ اگر کوئی حدیث مخالف اپنے مذہب کے پاوے تو اپنے مذہب کو چھوڑ دے اور اس حدیث پر عمل کرے، یہ طریقہ متقدمین کا ہے۔ علماء کو اس زمانے میں سوا متابعت مجتہدوں کے کوئی طریقہ نہیں ہے اور حکم مجتہد کا درحقیقت حکم کتاب وسنت ہے۔ اور کلام صاحب فتح العزیز مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کا اس آیت کی تفسیر میں ''بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَ نَا'' منع میں اس تقلید کے ہے کہ مشرکین اس کو مقابلے میں حکم خدا اور رسول ﷺ کی ہے اور کس طرح مولانا صاحب منع کرتے اس تقلید کو حالانکہ خود بھی مقلد تھے۔ اور خود اس تفسیر میں ''وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا'' کے تحت فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے جن کی اطاعت بحکم خدا فرض ہے مجتہدین شریعت اور شیوخ الطریقت ہیں کہ حکم ان کا بھی واجب الاتباع ہے عوام امت پر، کیونکہ فہم اسرار شریعت اور دقائق ان کو میسّر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی پوچھ لو نصیحت والوں سے اگر تم نہیں جانتے ہو۔

اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے عقد الجید میں لکھا ہے جان لو بیشک اتباع کرنے میں ساتھ ان مذاہب اربعہ کے مصلحتِ عظیمہ ہے اور اعراض میں اس سے بڑا مفسدہ ہے۔ اور ہم بیان کریں گے۔ اس کو کئی وجہوں سے۔ انتہیٰ

طعن دوسرا: دیکھو صحاح ستہ کی کتابیں جو احادیث کے فن میں اور کتابوں سے زیادہ معتبر ہیں اکثر حدیثیں شافعیہؒ کے موافق ہیں اور حنفیہؒ کے مخالف، تو اولیٰ اس صورت میں عدمِ اتباع مذہب حنفیہ کا ہوگا۔

جواب: صحاح ستہ کے ماسوا اور بہت سی کتابیں حدیث کی ہیں کہ جن کو محدثین نے بیان کیا ہے مثلاً معاجم طبرانیؒ کی، مؤطا امام محمدؒ کی، مصنف ابن ابی شیبہ کی کتابیں، دارقطنی کی تصانیف، طحاویؒ کی تصانیف، ابن حبان اور حاکم وغیرہا اور صحاح ستہ کی شہرت مبنی ہے، اس بات پر کہ اکثر حدیثیں ان کتابوں کی صحیح ہیں، جیسا کہ ان کا ذکر اوپر ہم کر چکے ہیں۔ اور یہ لازم نہیں کہ جو حدیث ان کتابوں میں نہ ہووے وہ صحیح نہ ہووے۔ سینکڑوں حدیثیں صحیح ایسی ہیں بخاری ومسلم کی شرط پر ان کتابوں میں موجود نہیں۔

طعن تیسرا: حنفی لوگ بے جا مخالفت حدیث کی کرتے ہیں اور قیاس اور رائے کو دخل دیتے ہیں۔ اسی واسطے نام ان کا اہل الرائے ہوا اور یہ نام ان کا قدیم سے ہے ترمذی میں جا بجا دیکھو مسائل مذہب حنفیہ کو لکھا ہے ''وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الرَّاْیِ''

جواب: ظاہر اہل الرائے کہنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ امام ابوحنیفہ صاحبؒ کے وقت میں مدارک اور باریکی استنباطات اس قسم کی تھی کہ بعض اہل عصر کی سمجھ میں قول بلا تامل وفکر نہیں آتا تھا اس وجہ سے بعض لوگوں نے ان کو اہل الرائے کہنا شروع کیا اور یہ نام وجہ طعن نہیں ہو سکتا الا اس صورت میں کہ مسائل ان کے صرف رائے اور اختراع عقل پر مبنی ہوں حالانکہ کوئی مسئلہ ان کا اس قسم کا نہیں جس کے ساتھ اور مجتہد نے بھی تمسک نہ کیا ہو۔ اور کیونکہ اہل الرائے یہ لوگ ہوں گے۔ حالانکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف ومرسل مقدم تر اور اولیٰ

تر ہے قیاس اور اجتہاد سے برخلاف شافعیؒ کے وہ حدیث مرسل کو قبول نہیں کرتے۔ تو اگر کسی نے ازراہ تعصب یا کسی اور وجہ سے کوئی کلمہ خلاف ان کی شان کے کہا تو اس پر اعتبار کرنا درصورتیکہ وہ مطابق واقع اور نفس الامر کے نہ ہووے نہایت جہالت ہے اور کوئی ایسا شخص جو کسی فن میں کامل ہووے نہیں گذرا کہ کسی نے اس کی کلام میں ردوقدح نہ کیا ہو اور اس کی شان میں کچھ نہ کہا ہو۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو بالاتفاق مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کے اولیاء کبار میں سے ہیں اور کسی کو اہلِ حق میں ان کی ولایت اور علو درجہ میں کلام نہیں لیکن ابنِ جوزی محدث نے کیا کیا ان کی شان میں کہا ہے اور اسی قبیل سے محاربات ومشاجرات ومنازعات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھنا چاہئے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری جانب کو بُرا کہنے لگے۔ مثلاً ترمذیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی شان میں جو بیان کیا تو اب ترمذیؒ کی برائی کرنا ہم کو لازم نہیں یا ابنِ جوزیؒ نے ازراہِ خطا کے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کہا اس سے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی بُرائی کرنا اور ان پر طعن کرنا لازم نہیں۔

طعن چوتھا: یہ جو چار مذہب لوگوں نے مقرر کر لئے ہیں اس کا حکم کچھ خدا اور رسول ﷺ نے نہیں فرمایا بلکہ ان لوگوں نے اپنے دل سے چار مذہب ٹھہرا کے حق کو ان میں حصر کیا اور جو قول ان کے مخالف ہے اس کو باطل بنایا، پس دلیل شرعی اس باب میں کوئی پائی نہیں جاتی۔

جواب: دلیلیں شرح میں چار ہیں ایک ان میں اجماعِ امت بھی ہے اور اطاعت اہلِ اجماع کی فرض ہے اور اجماع کیا امت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ان چار مذہبوں پر اور اتفاق کیا اس بات پر کہ جو ان چاروں کے مخالف ہو باطل ہے، اشباہ میں ہے۔

وَمَا خَالَفَ الْاَئِمَّةَ الْاَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ وَ قَدْ صَرَّحَ فِی التَّحْرِیْرِ اَنَّ الْاِجْمَاعَ اِنْعَقَدَ عَلٰی عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبٍ مُخَالِفٍ لِلْاَرْبَعَةِ لِاِنْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَ كَثْرَةِ اَتْبَاعِهِمْ

یعنی جو حکم مخالف ہو ان چار اماموں کے قول کے سو وہ اجماع کے مخالف ہے اور تصریح کی ہے ابن الھمام نے تحریر میں کہ تمام علماء کا اجماع ہوا ہے عمل نہ کرنے پر اس مذہب کے جو مخالف ہے ان چار اماموں کے اس واسطے کہ ان اماموں کا مذہب ضبط اور آراستہ ہوا ہے اور انکے اتباع کرنیوالے بہت لوگ ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ ان اماموں کے مقلدین سوادِ اعظم میں داخل ہیں اور سوادِ اعظم کی متابعت کا حدیث میں حکم ہے اور اس کا بیان گزرا اور نہایۃ المراد میں مرقوم ہے:

وَ فِیْ زَمَانِنَا هٰذَا اِنْحَصَرَتْ صِحَّةُ التَّقْلِیْدِ فِیْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِی الْحُکْمِ الْمُتَّفَقِ عَلَیْهِ بَیْنَهُمْ وَ فِی الْحُکْمِ الْمُخْتَلَفِ فِیْهِ اَیْضًا قَالَ الْمُنَاوِیُ فِیْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ وَلَا یَجُوْزُ الْیَوْمَ تَقْلِیْدَ غَیْرِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ فِیْ قَضَآءٍ وَلَا اِفْتَآءٍ

یعنی ہمارے اس زمانے میں منحصر ہوئی ہے تقلید ان چار مذاہب میں خواہ حکم متفق ہو خواہ حکم مختلف پھر ان چار کے سوا اور کسی کی تقلید جائز نہیں اور کہا مناویؒ نے جامع صغیر کی شرح میں ناجائز ہے اس زمانے میں تقلید کرنی سوا ان چار اماموں کے نہ تو قضا میں نہ فتویٰ میں۔

یعنی کسی کو درست نہیں کہ ان مذاہب کے سوا اور کا حکم کرے اور مفتی کو درست نہیں کہ برخلاف ان کے فتویٰ دے اور تفسیر احمدی میں ہے:

قَدْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّ الْاِتِّبَاعَ اِنَّمَا یَجُوْزُ لِلْاَرْبَعَةِ فَلَا یَجُوْزُ الْاِتِّبَاعُ لِمَنْ حَدَثَ مُجْتَهِدًا مُخَالِفًا لَّهُمْ

یعنی بیشک اجماع ہوا ہے اس بات پر کہ اتباع سوائے ان چار مذہبوں کے کسی کا جائز نہیں، سو نہیں جائز ہے اتباع اس شخص کا جو نیا مجتہد مخالف ان کے نکلے۔

اور اسی کتاب میں ہے:

وَ الْاِنْصَافُ اَنَّ اِنْحِصَارَ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ وَ اِتِّبَاعَهُمْ فَضْلٌ اِلٰهِیٌّ وَ قُبُوْلُهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا مَجَالَ فِیْهِ لِلتَّوْجِیْهَاتِ وَ الْاَدِلَّةِ

یعنی انصاف یہ ہے کہ منحصر ہونا مذہبوں کا ان چار میں اور اتباع ان کی فضلِ الٰہی ہے اور مقبولیت ہے اسکی نزدیک اللہ تعالیٰ کے اور اس باب میں دلیل اور توجیہہ کو دخل نہیں۔

طعن پانچواں: آنحضرت ﷺ کے وقت میں ہر ایک صحابی جیسی حدیث کو پاتے تھے اسی پر عمل کرتے تھے۔ مجتہد ہو یا عامی نہ یہ کہ کسی صحابی معین کی جو مجتہد ہوتا صرف اس کی تقلید پر اقتصار کرتے اپنی اپنی سمجھ کے موافق عمل میں لاتے تھے۔ تو اب زمانے میں بھی موافق اس کے عمل کرنا صواب ہے کچھ حرج نہیں۔

جواب: آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں یا اس زمانے میں جو آپ کی وفات سے قریب تھا اکثر لوگ صحابی موجود تھے کسی حدیث کو جو غیر معتبر ہو کبھی بیان نہیں کرتے تھے، احتمال کذب کا ان کی نسبت ہرگز نہ تھا۔ اسی واسطے جو شخص حدیث کسی صحابی یا تابعی مقبول سے سنتا تھا بوجہ اعتبار کے اس پر عمل کرتا تھا برخلاف اس زمانے کے کہ ہزاروں قسم کی حدیثیں اور قصے لوگوں نے جھوٹ ایجاد کر لئے ہیں۔ راوی حدیث کے سب قسم کے ہونے لگے تو اس صورت میں ہر شخص کے کہنے کے موافق عمل کرنا ناجائز ہوا۔ جو لوگ کہ حال اور کیفیت

رُوات اور احادیث سے واقف تھے وہ اور لوگوں کو بتلا دیتے تھے اور لوگ ان کی تقلید کرتے تھے۔ تو زمانہ رسول ﷺ پر قیاس کرنا اس زمانے کا حماقت ہے اور بہت سے مطاعن جو غیر مقلدین بیان کرتے ہیں ان کا جواب بھی ان جوابات سے نکل آوے گا۔ اور جب مشہور طعنوں کا یہ حال ہوا تو معلوم نہیں کہ جو اور طعن ہیں وہ کیسے ہوں گے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان کی باتوں کی طرف خیال نہ کریں اور جس طریقے پر کہ اکابر علمائے امت اور ہزاروں اولیاء اللہ محبوب خدا کے چلتے رہے اسی پر چلیں۔

کیدِ اوّل: ایک مکر اس فرقے کا یہ ہے کہ نام اپنا بمقابلہ حنفی، شافعی کے محمدی رکھا ہے۔ اس وجہ سے کہ ہم لوگ طریقہ رسول اللہ ﷺ کا اختیار کرتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔ برخلاف مقلدین کے ان لوگوں نے خلاف طریقہ رسول اللہ ﷺ ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا طریقہ اختیار کرلیا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کو ترک کیا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ طریقہ ابوحنیفہؒ یا شافعیؒ کا بعینہٖ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ کچھ اس کے مخالف نہیں اور تسمیہ ان کا ان نسبتوں کے ساتھ بوجہ تقلید مذہب معیَّن کے ہے۔ ورنہ تمام اہل حق محمدیؐ ہیں حاجت ان کی تخصیص کی کیا ہے اور۔

کیدِ دوم: دوسرے یہ کہ اس زمانے میں جو معروف کتابیں مشتہر اور رواج پا گئی ہیں مثل مشکوٰۃ شریف وغیرہ کے ان میں سے اپنے مذہب کے موافق احادیث نکال کر عوام مقلدین سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیثیں صحیح ان کتابوں میں منحصر ہیں اور تمہارے مسائل صریح مخالف ان احادیث کے ہیں تو قول رسول اللہ ﷺ کا چھوڑ کے قول ابوحنیفہؒ کا اختیار کرتے ہو اور نہیں جانتے بہت سی کتابیں ایسی حدیث کی ہیں کہ انہوں نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں گی اور ہزاروں حدیثیں صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر ان کتابوں میں موجود ہیں۔ فقط

کیدِ سوم از فضل الرحمٰن:

اگر تقلید واقعی شرک ہے اور مقلدین سب مشرک ہیں تو حضرت امام بخاریؒ نے جہاں بخاری میں باطل فرقوں کی تردید کے باب باندھے ہیں مثلاً کتاب الرد علی الجہمیہ وغیرہم وہاں انہوں نے کتاب الرد علی التقلید والمقلدین کا باب کیوں نہیں باندھا۔ حالانکہ تقلید ان کے سامنے ہو رہی تھی۔ اور مقلدین ان کے سامنے پھر رہے تھے۔ اور ان کے کئی مایۂ ناز استاد مقلد تھے۔

کیدِ چہارم از مصنف:

اگر تقلید شرک اور مقلدین مشرک ہیں تو پھر اسلام کی جلیل القدر تاریخی شخصیات سب مشرک ہوئیں۔ جیسے یحییٰ ابن سعید القطان، یحییٰ بن معین، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، لیث بن سعد، وکیع بن جراح، قاضی ابو یوسف، ھارون

الرشید الخلیفہ ، امام محمد بن حسن ، امام طحاوی ، ابن ہمام ، بدرالدین عینی ، علامہ زیلعی ، علی بن ابی بکر صاحب ہدایہ ۔ اور ملا علی قاریؒ جیسے جبالِ علم حدیث اور داؤد طائی ، فضیل بن عیاض ، بشر حافی ابراہیم بن ادھم ، بایزید بسطامی ، معروف کرخی شیخ اکبر ، امام غزالی ، عبدالقادر جیلانی ، معین الدین چشتی ، فریدالدین گنج شکر ، نظام الدین اولیاء ، فریدالدین عطار ، مولانا رومی ، شیخ سعدی ، حافظ شیرازی ، ابن قدامہ حنبلی ، قطب الدین بختیار کاکی ، علی ہجویری ، مجدد الف ثانی ، شاہ ولی اللہ ، جلال الدین بخاری جیسے صوفیا باصفا ، حافظ ابن حجر ، امام سیوطی ، امام نووی ، علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے عبقری علمأ سب پر شرک کا فتویٰ لگانا چاہیۓ ۔ جس کا حوصلہ تمہارے پاس بھی نہیں ہے ۔ خدانخواستہ اگر یہ سب لوگ مشرک ہیں تو پھر اسلامی تاریخ میں موحد کون ہے؟ صرف داؤد ظاہری ، ابن حزم اور شوکانی ۔ استغفراللہ ۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں ‏ ‏ ‏ ‏ ترپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

غیر مقلد دوستوں کو ذرا دل پر ہاتھ رکھ کے سوچنا چاہیۓ کہ ان کی تکفیر وتشریک کی بے رحم تلوار کن کن مقدس اساطین امت کے گلے کاٹ رہی ہے ۔ ظلم بالائے ظلم تو یہ ہے کہ ان اندھوں کی لاٹھی سے تو اصحاب صحاح ستہ بھی نہ بچ سکے ۔ کیونکہ وہ بھی کسی نہ کسی کے مقلد تھے امام بخاری جو کہ مجتہد تھے ۔ ان کو چھوڑ کر مسلم ، ترمذی ، ابوداؤد ، ابن ماجہ اور امام نسائی سب کے نام طبقات کی کتابوں میں مقلدین کی صف میں لکھے ہوئے ہیں ۔ پھر ان مشرکوں کی کتابوں کو تم حجت کیوں مانتے ہو؟ اپنے کسی غیر مقلد کی کتاب لائیں ۔ اسی کو پڑھیں ، پڑھائیں اسی کو دلیل بنائیں اسی سے مسئلے بتلائیں ۔ ورنہ غیر شعوری طور پر تم بھی ان کے مقلد بن چکے ہو ۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائیں کہ یہ لوگ تاریخِ اسلام پر سیاہی پھیرنے کی بجائے اپنے مونہوں کی کالک دھوئیں اور اسلامی برادری میں شامل ہو جائیں ۔ والتوفیق عنداللہ

علم حدیث کی بعض اصطلاحات

حدیث: رسول کریم ﷺ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے اقوال، افعال اور تقاریر کو حدیث کہتے ہیں۔

خبر متواتر: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو۔

خبر واحد: جس کے راوی اتنے زیادہ نہ ہوں اس کی تین قسمیں ہیں۔

مرفوع: وہ حدیث ہے جسکی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہو اور وہ آپ ﷺ کا قول و فعل اور تقریر ہو۔

موقوف: جس کی سند صحابی تک پہنچتی ہو اور اس میں صحابہؓ کا قول و فعل اور تقریر مذکور ہو۔

مقطوع: جس کی سند تابعی تک پہنچتی ہو اور اس میں تابعی کے قول و فعل اور تقریر کا تذکرہ ہو۔

مشہور: جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم نہ ہوں۔

عزیز: جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم نہ ہوں۔

غریب: جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔

خبر واحد: راویوں کے اوصاف کے لحاظ سے سولہ قسم پر ہے۔

۱۔صحیح لذاتہ ۲۔حسن لذاتہ ۳۔ضعیف ۴۔صحیح لغیرہ ۵۔حسن لغیرہ ۶۔موضوع ۷۔متروک ۸۔شاذ ۹۔محفوظ ۱۰۔منکر ۱۱۔معروف ۱۲۔معلل ۱۳۔مضطرب ۱۴۔مقلوب ۱۵۔مصحف ۱۶۔مدرج

صحیح: وہ حدیث ہے جس کے راوی عادل اور تام الضبط ہوں۔

ضعیف: وہ حدیث ہے جس کے راوی عادل اور تام الضبط نہ ہوں۔

موضوع: وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی جھوٹ بولتا ہو یا جھوٹ کی طرف منسوب ہو۔

شاذ: جس کا راوی خود تو ثقہ ہو مگر وہ اپنے سے زیادہ ثقہ لوگوں کی مخالفت کرتا ہو۔

(یہ سب تعریفات خیر الاصول سے لی گئی ہیں)

مقصود و مطلوب

میں نے ختمی مرتبت رسالتمآب حضرت محمد ﷺ کی حدیث "مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقِیْهًا وَ کُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَافِعًا وَّ شَهِیْدًا" اوکما قال پہلے فضائلِ قرآن اور پھر جامع المسانید میں پڑھی، جس کا ترجمہ ہے کہ "جس شخص نے اُمورِ دین کے بارے میں میری اُمت کے لئے چالیس حدیثیں محفوظ کر دیں تو اللہ تعالیٰ اُسے فقیہ بنا کر اُٹھائے گا اور میں روزِ قیامت اس کی شفاعت کروں گا۔ اور اس کے حق میں شہادت بھی دوں گا"۔

اس فقاہت کی حرص اور شفاعت وشہادت کے لالچ نے مجھ سے دین ہی نہیں بلکہ عماد الدین کے بارے میں یہ کتاب لکھوائی۔ جس میں چالیس کی بجائے الحمدللہ ۲۰۳۴ احادیث کا ذخیرہ ہے اور کتاب الزوائد کی ۷۷ احادیث اس کے علاوہ ہیں گویا مجموعی تعداد احادیث ۲۱۱۱ کے لگ بھگ ہے مجھے یقین ہے رب العالمین اپنے عہد کے مطابق فقہاء کی صف میں نہ سہی مجھے ان کے جوتوں میں جگہ ضرور دے گا۔ اور رحمۃ للعالمین ﷺ اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اپنی شفاعت وشہادت سے سرفراز فرمادیں گے۔ یہ دونوں اغراض اگر حاصل ہو جائیں تو میں بھی فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ کا نعرہ مستانہ لگا سکتا ہوں۔

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ وَهُوَ عَلٰى کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

وجہ تالیف

کئی سال کی بات ہے میرے ایک واقف کار اور مقتدی فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے حجاز گئے اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کرنے کے بعد جب وہ واپس آئے تو وہ اپنی حنفیت کے بارے میں ڈگمگائے ہوئے تھے۔ میرے پاس آئے اور کہنے لگے مولوی صاحب ہم کس کے مذہب پر چلتے ہیں؟ میں نے کہا ہوا کیا ہے؟ بولے جہاز میں ایک مولوی صاحب وعظ کہا کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ حنفیوں کی نماز بالکل نہیں ہوتی کیونکہ یہ ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلتے ہیں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مذہب پر نہیں چلتے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ جو شخص فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور حنفی لوگ کہتے ہیں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی گناہ ہے۔ تو جب یہ فاتحہ پڑھتے ہی نہیں تو ان کی نماز صحیح ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میں نے ان سے کہا کہ انہوں نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے کیونکہ امام اور منفرد کے متعلق جو حدیث تھی وہ تو تمہیں سنا دی۔ لیکن خاص مقتدی کے لئے جو فرمانِ رسالت ﷺ تھا اس کو ہضم کر گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں وہ ارشاد فرمایا ہے وہاں آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے اور جہاں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے وہاں یہ ارشادِ خداوندی بھی ہے کہ جب (نماز میں) قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خود خاموش رہو۔ ان لوگوں کا شیوہ ہے کہ ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا وطیرہ ہے کہ ہمیشہ دونوں آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی فرمان کو نظر انداز نہیں کرتے۔ بلکہ بظاہر متضاد اور مختلف المعنیٰ احادیث کو ان کے جدا جدا محامل تلاش کر کے ہر ایک کو قابلِ عمل بنا دیتے ہیں۔ یہاں بھی امام صاحبؒ نے اسی دقتِ نظری اور وسعتِ علمی کا ثبوت دیا ہے کہ ''لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ'' کو امام و منفرد کے لئے اور ''مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ'' کو مقتدی کے لئے قرار دے کر ان کے تضاد کو رفع کر دیا اور دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل کی راہ کھول دی بخلاف اس کے وہ لوگ پہلی حدیث پر تو عمل کرتے ہیں لیکن دوسری حدیث کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ میرے اس جواب پر وہ تو قدرے مطمئن ہو کر چلے گئے۔ مگر میرے دل میں ایک ایسی خلش چھوڑ گئے جس نے مجھے مسلسل چار سال تک چین نہیں لینے دیا۔ میں نے اسی وقت تہیہ کر لیا کہ ایسی کتاب ضرور لکھوں گا جس سے کم از کم احناف کو تو علم ہو جائے کہ میرا یہ عمل فلاں حدیثِ رسول ﷺ سے مستنبط ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ کا یہ قول فلاں آیتِ قرآنی، حدیث نبوی ﷺ یا فتویٰ صحابیؓ سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح دیگر فقہائے احناف کا مستدل کونسی آیات یا احادیث ہیں تا کہ آئندہ کوئی غیر مقلد کسی سادہ لوح

حنفی کو یہ کہہ کر ورغلانہ سکے کہ تم تو کسی اور ہی کے مذہب پر چلتے ہو میں ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ یہ مہتمم بالشان کام میں خود ہی سر انجام دوں یا کسی بڑے عالم کی توجہ ادھر مبذول کراؤں ۔ تا کہ وہ میری نسبت زیادہ مضبوط استدلال اور محکم استنباط سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے ۔ اچانک میرے ایک عزیز دوست جناب حسن احمد صاحب مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان نے مجھے ایک کتاب دکھائی جو کسی غیر مقلد عالم کی لکھی ہوئی تھی ۔ اس میں مجموعی طور پر یہ تاثر دیا گیا تھا کہ رسول اکرم، نبی معظم حضرت محمد ﷺ جو نماز پڑھتے تھے اس کے عامل اور وارث تو ہم غیر مقلدین ہیں ۔ رہی حنفیہ کی نماز وہ تو خانہ زاد خود ساختہ اور من گھڑت ہے ۔ اسکے بعد میرے لئے تاخیر و اِلتوا کی کوئی گنجائش نہ رہی ۔ اور میں نے اپنی کم علمی کے باوجود بنامِ خدا اس عظیم کام کا بیڑا اُٹھالیا ۔ اور الحمد للہ کہ توفیقِ خداوندی نے اسے بخیر وخوبی پورا کرادیا ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ثَانِيًا

احقر فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مقدمۃ الکتاب

از شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مدیر بیّنات کراچی

تمام احکام شرعیہ کا مصدر وحی خداوندی ہے اور ان کا ظہور صاحب وحی ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے ہوتا ہے۔ عطائے ربانی اور آئمہ مجتہدین کا اجتہاد و استنباط وحی کے جلی وخفی گوشوں کی تشریح کرتا ہے۔ اسی لئے کسی امام یا مجتہد کا یہ کہہ دینا ہی کہ یہ مسئلہ یوں ہے اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یہ مسئلہ وحی الٰہی کی طرف مستند یا اس سے مستنبط ہے پس ایک طرف نصوص کی گہرائیوں میں اُترنا اور ان کی وسعتوں کا احاطہ کرنا دوسری طرف احکام کے علل و اسباب اور شارع کے حکم و مصالح کا سراغ لگانا یہ اہلِ اجتہاد کا میدان ہے۔ اس باب میں عامیوں کو اہلِ اجتہاد کی تحقیق پر اعتماد و اطمینان کے بغیر چارہ نہیں۔

اجتہاد کا ایک اور میدان ہے۔ جہاں تک عام اہل علم کی رسائی ناممکن ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ مثلاً نماز کی دو رکعتیں ادا فرماتے ہیں اللہ اکبر سے لیکر السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک جن اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام نماز ہے ان میں کونسی چیز کس درجہ کی ہے، فرض ہے، واجب ہے، سُنّت ہے، مستحب ہے، موٴکدہ ہے یا غیر موٴکدہ؟ اسی طرح نماز میں جو چیزیں منع ہیں ان میں سے کونسی چیز حرام ہے، کونسی مکروہ ہے کونسی خلافِ اولیٰ ہے کونسی مفسدِ صلوٰۃ ہے، کونسی غیر مفسد ہے، کس کی تلافی سجدہ سہو سے ہوسکتی ہے، کس کی نہیں ہو سکتی، کس غلطی پر سجدہ سہو کی ضرورت ہے، کہاں نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح شارع کے ارشادات کی درجہ بندی کرنا کہ کونسا حکم فرضیت کے لئے ہے، کونسا وجوب کے لئے، کونسا اباحت واجازت کے لئے ہے۔ اور کونسا استحباب و ندب کے لئے۔ پھر کونسا حکم تشریعی ہے، کونسا ارشادی۔ پھر کونسا حکم بطور قانون لازم کرنا ہے۔ اور کونسا اخلاق و مروّت کے قبیل سے ہے؟ یہ تمام صورتیں جو اوامر میں جاری ہوتی ہیں۔ اور نواہی میں بھی جاری ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ہر عامی کا نہیں بلکہ اس میدان کے لئے بھی اب اہلِ استنباط کی ضرورت ہے جن کی طرف قرآن کریم کی آیتِ بالا[ل] میں اشارہ کیا گیا ہے بسا اوقات کسی مسئلہ میں نصوص بظاہر متعارض نظر آتے ہیں۔ یہاں یہ طے کرنا کہ کونسا حکم ناسخ ہے اور کونسا منسوخ؟ کونسا مقاصدِ شرعیہ کے اعتبار سے اصل ہے اور کونسا کسی خاص حالت پر مبنی ہے؟ کونسا حکم امت کے لئے عام تشریع ہے اور کونسا بعض اشخاص یا ازمان یا خود آنحضرت ﷺ سے مخصوص ہے؟ کونسا حکم عدل و انصاف کا مقتضیٰ ہے اور کونسا مصالح پر مبنی ہے؟ وغیرہ وغیرہ نصوص کا تعارض ایسا خارزار میدان ہے۔ کہ اس میں عقل مجرد کے پاؤں شل اور علم مجرد کے اعضاء

ل ولو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم

مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں یہاں علم صحیح اور عقل سلیم کے ساتھ مجتہدانہ بصیرت اور نور توفیق درکار ہے۔ اور عام لوگوں کے لئے ان اکابر کی تحقیق پر اعتماد لازم ہے ورنہ اس میدان میں بہت سے لوگوں کا دامنِ ایمان تار تار ہوتے دیکھا گیا ہے۔ اور ان کے انکارِ مجتہدین کی روش بالآخر انکارِ نصوص تک جا پہنچتی ہے ۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ،

ان گذارشات پر بنظرِ انصاف غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ ہمارے لئے ائمہ اجتہاد کا وجود رحمتِ الٰہی تھا کہ ان اکابر نے توفیق خداداد سے کام لے کر نصوص کی ایسی تشریحات کر دیں اور عبادات و معاملات وغیرہ کا ایک ایسا نظام ترتیب فرما دیا کہ اس کے بعد ہمارے لئے بھٹکنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ لیکن جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے'' وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ '' بہت سے لوگوں نے نہ صرف یہ کہ ان اکابر کے احسان کی قدر نہیں کی، بلکہ بعض لوگوں نے ان اکابر پر مخالفت نبوی ﷺ تک کی تہمت طرازیاں کیں۔ خصوصاً حضرات غیر مقلّدین نے امام الائمۃ الامام الاعظمؒ کے بارے میں یہاں تک کہا کہ نعوذ باللہ انہوں نے نماز بھی جوامع العبادات ہے اور اصل الفرائض ہے، جناب رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں گویا نئی تصنیف کر لی ہے۔ حَاشَ لِلّٰهِ ثُمَّ حَاشَ لِلّٰهِ ۔ ان کی اس تہمتِ ناروا کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ان کی یہ بات سن کر ''وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ'' آیت پڑھ دی جائے دوسرا یہ کہ ''نماز حنفی'' کے ایک ایک جز کو آنحضرت ﷺ سے ثابت کیا جائے۔ میرے مخدوم و معظم جناب مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی زید فضلہم نے زیرِ نظر کتاب میں یہی آخری طرز اختیار کیا ہے۔ نہ صرف وہ مسائل جن میں غیر مقلّدین لب کشائی کرتے ہیں انہیں حدیث طیبہ سے ثابت کیا ہے بلکہ تتمیم افادہ کے لئے انہوں نے گویا پوری کتاب الصلوٰۃ کو احادیثِ شریفہ سے مدلّل کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی اس خدمت کو رضا و قبول کا شرف عطا فرمائیں اور معترضین حضرات کو ائمہ سلف کے احترام کی توفیق نصیب فرمائے۔ والحمد للہ اوّلاً و آخراً

محمد یوسف

۱۴۰۱/۹/۱۹ھ

تقریظ

ازامام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ علیہ گوجرانوالہ

مُبَسمِلًا وَّ مُحَمِّدًا وَّ مُصَلِّیًا اَمَّا بَعْدُ:

ایمان اور اصلاح عقیدہ کے بعد تمام نیک اعمال میں نماز سر فہرست ہے۔ جسکی فرضیت بجائے زمین کے شب معراج آسمان پر ہوئی اور قیامت کے دن کلمہ گو سے حقوق اللہ کے بارے میں سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوگا۔ اور یہی عبادت قبر اور حشر میں روشنی کا ذریعہ ہوگی۔ (اَلصَّلوٰۃُ نُوْرٌ) اور یہی کامل مومن اور کافر اور منافق میں تمیز کرنیوالی حدِ فاصل ہے اور اسی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ سے گہرا تعلق استوار ہوتا ہے۔ اور صحیح نماز وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنتِ صحیحہ اور اقوالِ مرضیہ کے مطابق ہو جس پر حضرات خلفاءِ راشدینؓ اور حضرات صحابہ کرامؓ اور اجلّہ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے عمل کر کے دکھایا ہے اور وہی نماز صحیح معنی میں نماز ہے۔ جس میں باطنی طور پر خشوع وخضوع شامل ہو اور گویا کہ وہ ''اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ'' کا نمونہ ہو اور بحمد للہ تعالیٰ بلا خوف لومۃ لائم یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مجموعی حیثیت سے ایسی نماز صرف حضرات احناف كَثَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَمَاعَتَهُمْ کے حصہ میں آئی ہے، اور یہ نماز ''صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ'' کا خارجی مصداق ہے۔ مگر صد افسوس کہ غیر مقلدین حضرات کی جماعت جو تیرہویں صدی کی پیداوار ہے (دیکھئے طائفہ منصورہ وغیرہ) اور بلا وجہ اپنی کڑی حضرات محدثین کرامؒ سے ملا کر چلتے ہوئے ایک رائج لفظ اہل الحدیث سے ناجائز فائدہ اٹھاتی ہے بعینہٖ اُسی طرح جسطرح فلسطینیوں کے گھروں میں اسرائیلی گھس گئے ہیں اور انکو بیدخل کر دیا ہے، بلکہ الٹا ان سے جنگ وجدل پر تلے ہوئے ہیں۔ یہی حال آج کل کے نام نہاد اہل الحدیث حضرات کا ہے کہ بنی بنائی اہل الحدیث کی خوشنما عمارت پر غاصبانہ طور پر قبضہ کر کے اہلِ خانہ کو بے دخل کرنے کا گہرا منصوبہ تیار کئے ہوئے ہیں اور اسمیں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے مذہبی طور پر بہت سے فرقے دنیا میں رہتے اور بستے ہیں مگر ستر سال کی علمی زندگی میں ایسا متعصب فرقہ ہم نے اور کوئی نہیں دیکھا۔ ان حضرات کے تعصب کے کئی طرق ہیں مثلاً ایک یہ ہے کہ اپنی کتابوں اور رسالوں میں مسائل درج کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنیوالوں کا تقابل کرتے ہیں اور اپنے مسائل کو آنحضرت ﷺ کا طریق اور عمل بالحدیث قرار دیتے ہیں اور دوسرے حضرات کے عمل کو اور خصوصاً احناف کے عمل کو امام ابوحنیفہؒ یا فقہ کا عنوان دے کر یوں سادہ لوح جاہلوں اور متعصبوں کا ذہن بناتے ہیں کہ پڑھنے والا یہ تاثر لیتا ہے کہ ایک طرف نبی معصوم ﷺ کا قول وفعل ہے اور دوسری طرف غیر معصوم امام اور مجتہد کا قول وفعل ہے حالانکہ دوسری طرف بھی احادیث ہوتی ہیں اور مجموعی طور پر غیر مقلدین حضرات کی پیش کردہ روایات سے سنداً زیادہ صحیح اور متناً زیادہ واضح مگر بد

دیانتی کی وجہ سے وہ ان احادیث کا سرے سے نام ہی نہیں لیتے تاکہ قلعی نہ کھل جائے۔اور اگر کسی وقت فریق ثانی کی حدیث پیش بھی کرتے ہیں تو وہ جو سنداً کمزور ہوتی ہے اور وہ اس باب میں صحیح حدیث نقل کرنے میں قارون سے بھی زیادہ بخیل واقع ہوئے ہیں۔انکے تختۂ مشق مسائل میں نماز کے مسائل سرِفہرست ہیں کبھی خلف الامام اور رفع الیدین کا مسئلہ لیکر وہ یلغار کرتے ہیں اور کبھی آمین بالجہر اور تراویح وغیرہا کے عنوانات کو لیکر میدان میں اُترتے ہیں اور علمائے احناف کے جمود اور بین الاقوامی حالات اور ملکی معاملات کے پیش نظر انکے اعتدال اور میانہ روی سے نہایت ہی ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور احناف کی نمازوں کو باطل، کالعدم اور بیکار قرار دینے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔اور بعض منہ پھٹ تو انکو فی النار والسقر تک پہنچانے پر قسم کھائے ہوئے ہیں۔فروعی مسائل میں اس سے بدترین تعصب دنیا میں اور کوئی نہیں ہوسکتا۔مگر بحمد اللہ تعالیٰ اب چند سال سے احسن الکلام نور الاصباح، مسئلہ تراویح، طائفہ منصورہ اور مقام ابی حنیفہ" وغیرہ کتابوں کے معرضِ وجود میں آنیکی وجہ سے عوام حقیقتِ حال سے آگاہ ہوچکے ہیں اور غیر مقلدین پر نفرین کرتے ہیں اور غیر مقلدین حضرات کی ترقی بھی اب ختم ہوچکی ہے اور اب وہ جارحانہ کاروائی کرنیکی بجائے اپنے دفاع پر مجبور ہوگئے ہیں۔جیسا کہ پاکستان میں رہنے والے کسی بھی ذی شعور اور دیندار صاحب سے یہ نکتہ مخفی نہیں ہے،نماز کے مختلف مسائل پر قدیماً وحدیثاً متعدد حضرات نے بعض زبانوں میں مدلل اور مبرہن کتابیں اور رسالے لکھے ہیں جو نہایت کارآمد او رمفید ہیں۔لیکن اس بات کی کمی تھی کہ وضو سے لے کر تمام نمازوں کی اصل حقیقت اور کیفیت پر کوئی جامع مانع اور مدلل کتاب ہو۔اللہ تعالیٰ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دھرم کوٹی دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے بڑی کاوش سے یہ کمی پوری کردی ہے اور کتاب (صلوات الرسول) ﷺ لکھ کر امت پر عموماً اور احناف پر خصوصاً بڑا احسان کیا ہے۔اگرچہ کتاب طویل بھی زیادہ ہے اور بعض حوالے اصل کتابوں کی بجائے بالواسطہ دوسری کتابوں سے درج کئے گئے ہیں اور اردو چاشنی بھی اسمیں نظر نہیں آئیگی لیکن بایں ہمہ یہ کتاب دلائل کا انبار ہے۔راقم اثیم انتہائی عدیم الفرصت ہونیکی وجہ سے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہیں کرسکا لیکن متعدد مقامات سے چیدہ چیدہ مضامین بغور پڑھے ہیں اور بعض مقامات پر اصلاح بھی کی ہے۔حضرت مولانا موصوف نے جس محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے وہ اسمیں دادِ تحسین کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کتاب کو انکی نجاتِ اخروی اور رفع درجات کا ذریعہ بنائے۔اور عامۃ المسلمین کو اس سے استفادہ کا موقع بخشے۔آمین ثم آمین

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ٥

احقر الناس ابو الزاہد

محمد سرفراز خان

خطیب جامع مسجد گکھڑ

ومدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۹ رمضان ۱۴۰۲ھ ۲۱ جولائی ۱۹۸۲ء

تقریظ

از مناظرِ اسلام حضرت مولانا **محمد امین صفدر** صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے مگر اس پر عمل کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی سنتوں کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت قرآنِ پاک کی عملی تفسیر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت کی جانچ پرکھ کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو معیارِ حق قرار دیا اور فرمایا کہ نجاتِ اخروی کے لئے معیار ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ'' ہے یہی مطلب اہل السنت والجماعت کا ہے یعنی جو لوگ آنحضرت ﷺ کی سنتوں پر صحابہ کرامؓ کی پاک باز جماعت کے فہم و عمل کے مطابق عمل کریں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے کوئی ہمارے لئے مجموعہ سنت کا مرتب نہ کیا۔ آئمہ مجتہدین نے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے فیصلوں کو سامنے رکھ کر مذاہب کی تدوین کی۔ اور آج امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کے لئے سب سے مستند ماخذ آئمہ مجتہدین کی فقہ ہی ہے۔ اسی پر اہل السنت والجماعت کا اجماع ہے۔ آئمہ مجتہدین اگرچہ بہت سے ہوئے ہیں مگر چار مجتہدین کے مذاہب کو امت میں تلقی بالقبول کا شرف حاصل رہا۔ آنحضرت ﷺ ملکِ عرب میں ہوئے مگر آپ کا دین تمام تاریخی اور جغرافیائی حدود سے بالا ہے۔ آپ نے فرمایا میں ساری دنیا کے لئے نبی ہوں اور دنیا کے ہر ہر ملک میں میرا دین پہنچے گا۔

آنحضرت ﷺ نے قرآن پاک کی آیت ''وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ'' (الجمعہ) کی تشریح میں فرمایا اگر علم دین و ایمان ثریا تک بھی اُٹھ جائے تو اہلِ فارس میں ایک آدمی یا قوم اسے لے لے گی۔ (بخاری شریف، مسلم شریف ابو نعیم)

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ آج اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مذاہب اربعہ ہی کے طفیل محفوظ ہے۔ اب یہ بھی یاد رکھیں کہ آئمہ اربعہ میں سے صرف امام اعظم ابو حنیفہؒ ہی فارسی الاصل ہیں اور بس، اور آپ ہی وہ مجتہد ہیں جنہوں نے اہلِ عرب او اور اہلِ فارس کی مشترکہ مشاورتی کونسل بنا کر اپنی زیرِ نگرانی سنتِ نبوی ﷺ کو مرتب کرایا تاکہ آخرین جمع کے صیغہ کا مصداق بھی ہو اور رجل واحد سربراہ کا مصداق بھی ہو۔

(۱)...... آئمہ اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہؒ ہی تابعی ہیں جنہوں نے صحابہؓ کی زیارت کی وہ صحابہؓ کی نماز، روزے اور حج وغیرہ کے عینی شاہد ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل السنّت والجماعت حنفی ایک متصل سند ہے جس طرح نبی پاک ﷺ کی سنت کو براہ راست صحابہ کرامؓ نے لیا اسی طرح امام صاحبؒ نے صحابہؓ کو دیکھ کر دین سیکھا۔

(۲)..... فقہ حنفی ہی وہ فقہ ہے جو خیر القرون میں عراق، عجم اور عرب میں مساجد، مدارس اور عدالتوں میں نافذ ہوگئی۔

(۳)....... عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف مجاہدین ہوں یا فاتحین ہوں یا اہل قلم ہوں یا دیگر علماء، سلاطین ہوں یا صوفیائے کرام تقریباً سب حنفی تھے۔

(۴)...... ملک عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں ہی اسلام قبول کر چکا تھا، شام، مصر، عراق وغیرہ خلافتِ راشدہ میں فتح ہوئے۔ عجیب بات ہے کہ حنفی مذہب کے علاوہ تینوں مذاہب ان علاقوں سے باہر نہیں نکل سکے۔ باقی پوری دنیا میں اسلام پھیلانے کا سہرا صرف اور صرف احناف کے سر ہے۔ کَثَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی جَمَاعَتَھُمْ چنانچہ پاک وہند میں بھی اسلام حنفی بزرگ ہی لائے اور شروع سے انگریز کے اس ملک میں آنے تک یہاں صرف حنفی مذہب ہی رہا۔ اسکا اعتراف خود نواب صدیق الحسن خاں غیر مقلد نے ترجمان وہابیہ ص۱۰ پر کیا ہے۔

انگریز نے جب مسلمانوں سے حکومت چھیننا چاہی تو اہل السنّت والجماعت نے ان سے جہاد کیا بارہ سو سال سے یہاں کے مسلمان حنفی تھے ان میں اتفاق واتحاد تھا انکے اتفاق سے انگریز سخت پریشان تھا سوچا کہ جب تک ان میں پھوٹ نہ ڈالی جائے کامیابی ناممکن ہے۔

۱۔ سب سے پہلے بنارس کے ایک شخص عبدالحق کو خریدا گیا جو مشہور گستاخ تھا حتی کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں بھی گستاخیاں کرتا تھا (تنبیۃ الضالین ص ۱۳، کشف الحجاب ص ۴۲) اس نے لامذہب (غیر مقلد) ہونے کا اعلان کر دیا۔

۲۔ امرتسر کے ایک شخص حافظ یوسف نامی نے ۱۸۶۰ء میں امرتسر میں لامذہبیت کی بنیاد رکھی یہ شخص انگریز گورنمنٹ کا ملازم تھا اور ڈپٹی کلکٹر تھا اس نے امرتسر میں خوب فتنہ مچایا مگر آخر قادیانی بن کر مرا۔ (نقوش ابوالوفا، اشاعۃ السنۃ)

۳۔ دہلی میں میاں نذیر حسین نے تقلید کے خلاف کتاب لکھی جب وہ حج کے لئے حرمین شریفین گئے تو اسلامی حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا پھر وہاں توبہ نامہ لکھ کر جان چھڑائی واپس آکر پھر تقلید کا رد شروع کر دیا۔

۴۔ ضلع گورداسپور میں مرزا قادیانی نے بقول خویش جہاد کے خلاف ۵۰ الماریاں اور ساٹھ ہزار پمفلٹ شائع کئے مگر اسی ضلع میں بٹالہ میں بیٹھ کر میاں نذیر حسین کے شاگرد محمد حسین بٹالوی نے ردِ جہاد میں ایک رسالہ لکھا جسکا نام ہے الاقتصاد فی مسائل الجہاد، مولوی محمد حسین صاحب ایسے فنافی البرطانیہ تھے کہ اس رسالہ کو منسوب بھی انگریز کے نام سے کیا۔ اور دعویٰ یہ کیا کہ میرا یہ رسالہ تمام رسالوں سے بہتر ہے جو ردِ جہاد میں غداروں نے لکھے ہیں۔ اس لامذہب نے ایک طرف یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کی

زیارت کیلئے سفر کرنا بدعت، شرک، اور رسومِ جاہلیت سے ہے مگر انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دینے، شہداء جنگِ آزادی کو غدار، نمک حرام، بے ایمان اور دوزخی قرار دینے کیلئے پٹنہ سے کلکتہ تک کا سفر کیا اور اس کے بدلہ میں انگریز سے جاگیر حاصل کی۔

(پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹، سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

۵۔ انگریز کے خلاف جہاد کو حرام کہنے والے محمد حسین بٹالوی نے مسلمانوں میں فتنہ وفساد برپا کرنے کے لئے اشتہار بازی شروع کی۔ اور ہر شہر اور ہر مسجد میں حنفیوں کو بے دین اور بے نماز کہا جانے لگا حضرت شیخ الہند نے اس اشتہار کے جواب میں ادلہ کاملہ رسالہ لکھا۔ جس کا جواب کوئی نہ لکھ سکا، ہاں محمد احسن امروہی نے ایک کتاب لکھی جس میں دل کھول کر فقہاء ومجتہدین کو گالیاں دیں اس کا نام مصباح الادلہ رکھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ایضاح الادلہ لکھی جو آج تک لاجواب ہے۔ ہاں محمد احسن فقہاء کو گالیاں بکنے کی سزا میں ایمان سے بھی محروم ہوگیا۔ اور مرتد ہو کر قادیانی بنا۔ اور اسی حالت میں مرا۔

۶۔ پھر جس طرح صحابہ کرام کو گالیاں دینے کے لئے عبداللہ بن سبا کو یہود سے برآمد کیا گیا تھا اسی طرح فقہا مجتہدین کو گالیاں دینے کے لئے ایک شخص ہری چند ولد دیوان چند قوم کھتری سکنہ علی پور ضلع گوجرانوالہ کو ہندوؤں سے برآمد کیا گیا۔ اس نے اپنے کو نومسلم ظاہر کیا اور ایک کتاب الظفر المبین فی ردّ مغالطات المقلدین لکھی، جس میں مقلدین پر بہتان تراشی کی، مجتہدین کو گالیاں دیں ساتھ ساتھ بہت سی صحیح احادیث کا بھی انکار کر دیا۔ اس کو غیر مقلدین نے خوب پھیلایا مگر تحریری طور پر کسی نے اس دور میں اس کی تصدیق نہ کی۔ اس کے جواب میں احناف نے فتح المبین لکھی جس پر ہندوستان کے ہر مشہور حنفی علماء نے تصدیقات لکھیں۔ پھر احناف نے دونوں کتابیں علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیں علمائے حرمین شریفین نے حنفیوں کی کتاب الفتح المبین کی تصدیق فرمائی اور لامذہبوں کی کتاب الظفر المبین کو گمراہ کن قرار دیا اور اسکے لکھنے والے کو واجب القتل قرار دیا۔ (دیکھو مقدمہ فتح المبین وضمیمہ) لیکن لامذہبوں نے علمائے حرمین شریفین کے فتویٰ سے انحراف کیا۔

۷۔ ایسی کتابوں کو پڑھ کر بہت سے غیر مقلد مُرتد بن گئے وہ پہلے نیچری بنتے، پھر عیسائی یا مرزائی بن جاتے۔ چنانچہ مولانا محبوب احمد امرتسری لکھتے ہیں کہ امرتسر اور اس کے گردونواح میں جتنے مرتد عیسائی ہیں وہ سب پہلے غیر مقلد تھے اسی طرح ۹۹ فیصد قادیانی غیر مقلدوں سے بنے ہیں اور منکرین حدیث تو سو فیصد غیر مقلدین سے بنے ہیں۔ چنانچہ خود مولانا محمد حسین بٹالوی کو اقرار کرنا پڑا کہ پچیس سالوں میں جتنے مُسلمان مرتد ہوئے ہیں وہ ترکِ تقلید کی وجہ سے ہی ہوئے ہیں۔ (اشاعۃ السنۃ)

۸۔ لاہور میں مولوی عبداللہ چکڑالوی نے لامذہبیت کی بنیاد رکھی۔ غلام احمد قادیانی اور نورالدّین اس کا ساتھ دیتے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد عبداللہ چکڑالوی منکرِ حدیث بن گیا، غلام احمد نے دعویٰ نبوّت کر دیا اور نورالدّین اس کا ساتھی بن گیا۔

۹۔ کافی عرصہ یہ فرقہ بے نام رہا معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب التوحید کہتے تھے چونکہ ان کے عقائد بھی معتزلہ سے ماخوذ تھے اس

لئے چندے نام بھی ان سے مستعار لیا اور اپنے کو موحد اور تمام دنیا کے مقلدین کو مشرک کہنے لگے لیکن کچھ دنوں بعد جب انہوں نے دیکھا کہ قادیانیوں نے اپنا نام احمدی رکھ لیا ہے تو ان میں ایک شخص محمد نامی تھا اس نے اپنا اخبار محمدی نکالا، اپنی کتابوں کا نام بھی محمدیات رکھا اور اس فرقے کا نام بھی اپنے نام پر محمدی رکھ دیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ نام پسند نہ آیا تو ۱۸۸۶ء میں انگریز حکومت سے اپنا نام اہلحدیث الاٹ کرایا۔ (اشاعۃ السنۃ ص سیرت ثنائی ص ترجمان وہابیہ)

۱۰۔ جو فرقے انگریز کے دور میں پیدا ہوئے ان کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ ان کا لٹریچر انگریز کے دور سے پہلے نہ تھا۔ منکرینِ حدیث، قادیانی اور غیر مقلدین انگریز کے دور سے پہلے نہ اپنی نماز کی کتاب بتا سکتے ہیں نہ ترجمہ قرآن پاک نہ ترجمہ حدیث شریف اور نہ اپنا فتاویٰ پیش کر سکتے ہیں، نہ کسی ایک مسجد کا پتہ بتا سکتے ہیں۔ جس میں انگریز دور سے پہلے رمضان شریف کا پورا مہینہ آٹھ رکعت تراویح باجماعت پڑھی گئی ہو۔

۱۱۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ آپ کسی غیر مقلد کی حدیث کی سند دیکھیں وہ ایک دو واسطوں سے میاں نذیر حسین تک پہنچے گی اور اس کے بعد تمام سلسلہ سند میں مقلدین محدثین ہوں گے۔ ہم اہل السنت والجماعت مقلدین اپنی حدیث کی ایسی سندیں پیش کر سکتے ہیں جس کی سند کی تمام کڑیوں کا مقلد ہونا تاریخی حقیقت ہے۔ مگر غیر مقلدین ایک سند بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے جس کی ہر کڑی کا غیر مقلد ہونا وہ تاریخ سے ثابت کر دیں۔

۱۲۔ تیسری آسان پہچان یہ ہے ہم پاک و ہند میں ایسے خاندان پیش کر سکتے ہیں جو صدیوں پہلے مسلمان ہوئے ان کی بیس بیس پُشتیں حنفی مسلمان ہیں لیکن کوئی غیر مقلد یا قادیانی یا منکرِ حدیث ایک خاندان بھی ایسا نہیں بتا سکتا جو چار پانچ پشتوں سے اُوپر ان کا ہم مسلک ہو، غزنوی خاندان میں مولانا عبداللہ غزنوی سے اوپر کوئی غیر مقلد نہیں، لکھوی خاندان میں مولانا محمد صاحب سے اُوپر سب حنفی ہیں روپڑی خاندان میں غیر مقلدیت بالکل نئی آئی ہے۔ جماعت غُربا میں مولوی عبدالوہاب سے اوپر سب حنفی ہیں۔

۱۳۔ چوتھی آسان پہچان یہ ہے کہ ہم تاریخی طور پر ثابت کر سکتے ہیں کہ انگریز کے آنے سے پہلے تمام بڑے بڑے شہروں میں فتویٰ کا مدار حنفی علماء تھے لیکن غیر مقلدین بھی تاریخ سے ثابت کریں کہ انگریز کے دور سے پہلے لاہور، دہلی، کلکتہ، بمبئی، امرتسر، انبالہ، روپڑ، بہاولپور، پشاور، راولپنڈی، جے پور، جودھ پور، لکھنؤ، حیدرآباد، ملتان وغیرہ میں کون کون سے غیر مقلد مفتیوں کا فتویٰ چلتا تھا۔

۱۴ پانچویں آسان پہچان یہ ہے کہ دورِ برطانیہ سے پہلے جتنے بھی تاریخی مدارس ہیں وہ سب حنفیوں کے تھے غیر مقلدین بھی دو چار مدرسوں کا نام تاریخ سے دکھائیں جہاں عالمگیری کا رد کیا جاتا ہو، ہدایہ کی غلطیاں پکڑی جاتی ہوں۔

۱۵۔ چھٹی آسان پہچان یہ ہے کہ غیر مقلدین تو اتنا نیا فرقہ ہے کہ ابھی تک اپنا نصاب تعلیم بھی مرتب نہیں کر سکا ان کے مدارس میں حدیث، تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ، علم بیان، معانی وغیرہ جتنی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ سب مقلدین کی ہیں۔

ضرورت: انگریز کو یہ فرقہ بنانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مسلمانوں کو درسِ جہاد مسجد سے ملتا تھا، انگریز اس سے سخت پریشان تھا وہ چاہتا تھا کہ مسلمان جو مسجد سے درسِ جہاد سن کر آتے ہیں وہ کفار کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں یا ان سے جہاد کرتے ہیں اسلئے اس نے سوچا کہ اس مسجد میں درسِ جہاد کی بجائے فساد ہونا چاہئے اس مقصد کے لئے نہ قادیانی کام آسکتے تھے کیونکہ مسلمان ان کو مساجد میں آنے ہی نہ دیتے تھے، نہ شیعہ کام آسکتے تھے کیونکہ انکا امام باڑہ ہم سے جدا تھا، نہ منکرینِ حدیث اور نیچری کام آسکتے تھے کیونکہ وہ مسجد سے بیگانہ تھے۔ آخر یہ کام غیر مقلدین نے کیا مسجد میں شور مچادیا کہ تمام مقلدین مشرک اور بے دین ہیں۔ تم انگریزوں سے جہاد کرنے جاتے ہو ہندوؤں اور سکھوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہو پہلے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرو، تمہاری نماز باطل ہے، تمہارا جمعہ غلط، تمہاری عیدیں خلافِ سنت ہیں، تمہاری نماز جنازہ بیکار ہے، الغرض میدانِ جہاد کے ان بھگوڑوں اور کتاب وسنت کے ان غداروں نے اس مسجد کو جو بارہ سو سال سے عبادت گاہ تھی، میدانِ جنگ بنادیا اور مساجد کا احترام ختم کردیا۔

علمائے احناف جو ایک طرف انگریز کے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے جب مسجد میں آتے تو غیر مقلدین کھٹملوں کی طرح بلائے جان بن جاتے، ان کی نمازوں کو غلط کہتے ان کے خلاف غلط درخواستیں دے کر گرفتاریاں کراتے کہ یہ جہاد کا نام لیتے ہیں آخر علمائے احناف نے ایک فتویٰ مرتب کیا ''جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد'' کہ یہ لوگ مساجد میں فتنہ برپا کرتے ہیں، مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں، شہدائے جنگِ آزادی کو دوزخی کہتے ہیں، ان کو مساجد میں نہ آنے دو اہل السنّت والجماعت کے اس فتوئی کی تصدیق علمائے حرمین شریفین نے بھی کی اور انہوں نے یہ بھی فتوے دیئے کہ یہ فرقہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ وہ فتاویٰ تنبیہ الضالین کے نام سے چھپے مگر غیر مقلدین نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء کے فتوؤں کو ماننے سے انکار کردیا اور حکومت برطانیہ کو درخواست دی کہ ہمیں حنفیوں کی مسجد میں نمازیں پڑھنے کی اجازت دی جائے چنانچہ انہوں نے لکھا کہ ہم فتنہ برپا نہ کریں گے۔ (دیکھو ترجمان وہابیہ آخری صفحہ) مگر یہ لوگ فتنہ کے سوا جانتے ہی کیا ہیں چونکہ نماز سب سے اہم عبادت ہے اس لئے یہ لوگ اسی عبادت کے بارے میں وسوسے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دھرم کوٹی دامت برکاتہم العالیہ نے یہ کتاب نماز کے بارہ میں تحریر فرمائی ہے جو اہل السنّت والجماعت کے لئے باعثِ اطمینان ہے اور غیر مقلدین کے وساوس کے لئے لا حول کا حکم رکھتی ہے۔ یہ کتاب مدارس میں ابتدائی جماعتوں میں داخل نصاب ہونے کے قابل ہے۔ جس خطیب یا امام مسجد کے پاس یہ کتاب ہوگی۔ ان شاء اللہ العزیز مچھروں اور کھٹملوں سے محفوظ رہے گا۔

آخر میں پھر اپنے اہل السنّت والجماعت بھائیوں سے عرض کروں گا۔ کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں جو آخری زمانہ کے بارہ میں تھیں وہ پوری ہو رہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ'' شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ مائتین

بعد الالف مراد ہے چنانچہ یہ فرقہ بھی تیرہویں صدی میں علامات قیامت بن کر ظاہر ہوا اور اس نے مسلمانوں پر قیامت ڈھادی۔ ایک دن آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ایک کتیا پال رکھی تھی جو لوگوں پر بھونکتی، مالک اسے سزا دیتا۔ آخر ایک دن کتیا نے عہد کیا کہ میں مہمانوں پر نہیں بھونکوں گی۔ چنانچہ مہمان آیا وہ کتیا خاموش رہی مگر اس کے پیٹ میں بچے بھونکنے لگے۔ صحابہ کرامؓ نے اس کا مطلب پوچھا تو فرمایا آخری زمانہ میں ایسے سفہاء پیدا ہوں گے جو علماء اور فقہاء پر بھونکا کریں گے۔ (مجمع الزوائد)

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آئمہ اربعہ کے ذریعہ ہی آج آنحضرت ﷺ کی سنتیں زندہ ہیں ان میں سے تین امام عربی النسل ہیں وہ تو گھر والے ہوئے امام ابوحنیفہؒ ہی فارسی النسل ہیں جو مہمان کے صحیح مصداق ہیں غیر مقلدین کا ہر خطیب آئمہ مجتہدین فقہاء اور حنفی محدثین کے خلاف جو سب وشتم کرتا ہے وہ محمد جوناگڑھی وغیرہ کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ غیر مقلدین کے لٹریچر میں جو زبان حنفیوں کے لئے استعمال کی گئی ہے وہ اتنی متعفن ہے کہ ناک پر کپڑا رکھے بغیر پڑھنا مشکل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی تھی۔ اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكْنِي زَمَانٌ لَا يُتَّبَعُ فِيهِ الْعَلِيمُ وَ لَا يُسْتَحٰى فِيهِ مِنَ الْحَلِيمِ ۔"الحدیث" (مسند احمد) ہم حیران تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعب ابی طالب کی تکالیف برداشت فرمائیں، طائف میں خون کی پوشاک پہن لی، میدانِ احد میں دندان مبارک شہید کروالئے آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دور کو دیکھنا کیوں پسند نہیں فرماتے جس میں علماء کی تقلید کا انکار ہوگا۔ اور بزرگوں کی شرم آنکھوں سے اٹھ جائے گی؟ لیکن جب یہ فرقہ ظاہر ہوا جو علماء کی تقلید سے منکر ہے اور بزرگوں کا حیا ان میں نہیں رہا اور اسی ترکِ تقلید کے شجرہ خبیثہ کے یہ کانٹے نکل آئے، معجزات کے منکر نیچری، قانونِ اسلامی کے منکر منکرین فقہ، تعلیماتِ نبوۃ کے منکر منکرینِ حدیث ان سے نکلے حتی کہ مقامِ نبوت پر حملہ کرنے والا قادیانی بھی انہیں سے نکلا تو اب بات واضح ہوگئی کہ دینِ محمدی کی بربادی غیر مقلدین کے ہاتھوں سے ہوگی اور ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دیں۔

فقط والسّلام

محمد امین صفدرؔ بقلم خود

۱۷ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

باب الزوائد

خطبۃ الکتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ☆ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ☆ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ☆ ثُمَّ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوٰاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

ہر حمد ثنا کا واحد مستحق وہ اللہ ہے جو سارے عالم کا پرودگار رحمٰن و رحیم، مالک روزِ جزا ہے، پھر جملہ آداب وتعظیمات بھی اللہ ہی کیلئے ہیں اور نماز کی جملہ اقسام بھی اسی کا حق ہیں اور ہر طرح کا صدقہ خیرات بھی اسی کے نام کوزیبا ہے۔اے نبی مکرم ﷺ تجھ پر اللہ کا سلام ہو اور اسکی رحمتیں اور برکتیں بھی، میں شہادت دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودنہیں،اور میں اسکا بھی دل سے اقراری ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں۔

نماز کا معنیٰ اور اس کی حقیقت: نماز کو عربی میں صلوٰۃ کہتے ہیں اور صلوٰۃ کے معنی ہیں دعا کرنا، دعا کا ایک مفہوم تو عام اور سرسری ہے، یعنی دونوں ہاتھ اٹھا کر زبانی طور پر اللہ تعالی سے کچھ مانگنا، یہ مفہوم دعا کا صرف ایک جزئی معنی کو ظاہر کرتا ہے۔ دُعا کا کلی مفہوم یہ ہے کہ جس طرح ہاتھ اُٹھا کر زبان سے دُعا مانگی جائے اُسی طرح جسم کے باقی اعضاء بھی اس طلب وسوال میں شامل ہو جائیں پھر صرف جسم ہی محوِ دعا نہ ہو بلکہ اس کے پردوں کے پیچھے چھپی ہوئی روح اور انسان کا قلب و باطن بھی مصروفِ دعا ہو جائے۔ اس کلی دعا کی منظم صورت کا نام نماز ہے نماز یہی تو ہے کہ انسان مالک وخالق کائنات کی عظمت وکبریائی کے تصور سے اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے اس کے پاک اور مقدس کلام کی تلاوت کرے پھر اس کی کبریائی کے بالمقابل اپنی پستی وکہتری کا دھیان کر کے اس کے سامنے جُھک جائے۔اور اس کے نام کی تسبیح پڑھے پھر اس کی حمد وثنا کرتا ہوا اُٹھ کھڑا ہو معاً اس کو خیال آئے کہ اس ربّ کائنات اور موجدِ مخلوقات کے سامنے مجھے ادھورا نہیں پورا جھکنا چاہئے۔اس خیال کے آتے ہی وہ بارگاہِ ربّ العزت میں اپنا سرِ نیاز فرشِ خاک پر رکھ دے اور مکرر اس کی تسبیح پڑھ کر نقص وعیب سے اس کی تنزیہہ کرے پھر اس کی کبریائی کا اعلان کرتا ہوا اُٹھ بیٹھے فوراً ہی اس خیال سے کہ شاید اس کی تسبیح اور اپنی بندگی کا حق ادا نہ ہوا، دوبارہ سجدے میں گر جائے اور بظاہر اپنی جبینِ نیاز سے اور بباطن روح

کی گہرائیوں سے اس کے مسجودِ برحق ہونے کا اعلان کرے۔ پھر تشہد کی صورت میں اٹھ بیٹھے اور زبان سے یہ اقرار کرے کہ خداوندا! عبادت خواہ قولی ہو یا فعلی یا مالی اس کا تنہا مستحق صرف تو ہے۔ یوں اپنی بندگی محتاجی، نیاز مندی اور خدا کی خدائی، بے نیازی اور بندہ پروری کا عملی اقرار بار بار کرے تو یہی نماز کی حقیقت ہے۔

نماز کی حقیقت (سیّد سلیمان ندویؒ کے الفاظ میں)

نماز کیا ہے مخلوق کا اپنے دل، زبان اور ہاتھ پاؤں سے اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے بندگی اور عبودیت کا اظہار، اس رحمان و رحیم کی یاد اور اس کے بے انتہا احسانات کا شکریہ، حسن ازل کی حمد وثناء اور اس کی یکتائی اور بڑائی کا اقرار، یہ اپنے محبوب سے مجبور روح کا خطاب ہے، یہ اپنے آقا کے حضور میں جسم وجان کی بندگی ہے، یہ ہمارے اندرونی احساسات کا عرض و نیاز ہے، یہ ہمارے دل کے ساز کا فطری ترانہ ہے، یہ خالق ومخلوق کے درمیان تعلق کی گرہ اور وابستگی کا شیرازہ ہے، یہ بے قرار روح کی تسکین، مضطرب قلب کی تشفی اور مایوس دل کی آس ہے، یہ فطرت کی آواز ہے، یہ حساس واثر پذیر طبیعت کی اندرونی پکار ہے، یہ زندگی کا حاصل اور ہستی کا خلاصہ ہے۔ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۲ ص ۷۳)

نماز کی اہمیّت ورفعت: ایمان کے بعد یہ اسلام کا دُوسرا رُکن ہے۔ اس کا حکم اجمالی اور نفلی طور پر تو بعثت کے بعد دوسری ہی وحی میں آ گیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں "یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ☆ قُمْ فَاَنْذِرْ ☆ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" (پارہ ۲۹ ع ۱۵) اس میں اپنے رب کی بڑائی بیان کرنے کا جو ارشاد ہے نماز کی تکبیرِ تحریمہ ہی کی طرف اشارہ ہے یہ حکم اتنا حتمی اور اٹل ہے کہ کوئی امیر غریب، بوڑھا جوان، عورت مرد، بیمار اور تندرست اس کی بجا آوری سے مستثنیٰ نہیں یہ وہ عبادت ہے جو کسی شخص سے کسی بھی حالت میں ساقط نہیں ہوتی۔ اگر اس فرض کو کھڑے ہو کر نہیں ادا کر سکتے تو بیٹھ کر کرو، اگر اس کی بھی قدرت نہیں تو لیٹ کر کر سکتے ہو، اگر منہ سے بول نہیں سکتے تو اشاروں سے ادا کرو، اور اگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے رُک کر نہیں پڑھ سکتے تو سواری پہ چلتے ہوئے پڑھو، سخت خوف کی حالت میں اگر کسی سواری پر ہو تو جس طرف موقع ہو اسی رخ پڑھ لو۔ نماز کا تفصیلی اور فرضی حکم واقعہ معراج میں صادر ہوا ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقی تمام احکام زمین پر دیئے گئے ایک یہی حکم ہے جو عرشِ بریں پر دیا گیا تو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرائی ہی اس لئے گئی تھی کہ اس میں نماز کا انمول تحفہ عطا فرمانا تھا۔ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے بارگاہ قدس میں جا کر بھی اپنی امت کو فراموش نہیں کیا، اگر خود اپنی ذات کو معراج نصیب ہو گئی تھی تو اس پر قناعت نہیں کی بلکہ امت کے لئے بھی معراج کا سامان لے آئے اسی لئے حدیث پاک میں نماز کو معراج المؤمنین کہا گیا ہے جب نمازی نماز شروع کرتا ہے تو اگر چہ بظاہر اس کی حرکات عروج کی بجائے زوال کی طرف جاتی ہیں جب کہ پہلے وہ کھڑا ہوتا ہے پھر ہاتھ باندھ لیتا ہے پھر جھک جاتا ہے پھر سجدے میں گر

جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ زمینوں سے اُٹھ کر آسمانوں پہ پہنچ جاتا ہے، بندہ عاجز ہو کر سبوح وقدوس خدا سے ہم کلامی کرتا ہے اس کی پیشانی زمین پہ نہیں بلکہ خداوندِ عالم کے قدموں میں رکھی ہوتی ہے حدیث شریف کا یہ ٹکڑا اس کا گواہ صادق ہے۔ ''وَالسَّاجِدُ يَسْجُدُ عَلٰى قَدَمَيِ اللّٰهِ فَلْيَسْأَلْ وَلْيَرْغَبْ'' (رواہ سعید بن منصور از زجاجة المصابیح ص ۱۶۸) اور سجدہ کرنیوالا اللہ کے قدموں میں سجدہ کرتا ہے پس اُسے چاہئے کہ خوب مانگے اور خوب رغبت کرے، وہ ہاتھ باندھ کر نہیں کھڑا ہوتا بلکہ ربّ کائنات کا دروازہ کھٹ کھٹا رہا ہوتا ہے۔ ''اِنَّ الْمُصَلِّیْ لَيَقْرَعُ بَابَ الْمَلِكِ'' (رواہ الدیلمی از زجاجة المصابیح ص ۱۶۰) میں اس حقیقت کا اظہار ہے الغرض نماز آنکھوں کی ٹھنڈک، دین کا ستون اور ایمان واسلام کا معیار ہے، نماز نجات کا مدار، جنت کی کنجی اور جہنم سے خلاصی ہے نماز سے بڑھ کر قرب خدا کا وسیلہ اور کوئی نہیں اس لئے نماز سے شغف اسلام اور اس سے بے پرواہی کفر کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب لکھنے پڑھنے اور سننے والوں کو نماز کی محبت اور اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نماز حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کا ذریعہ ہے

اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بڑی اہمیت ہے حتی کہ کسی کا حق مارنا بڑا ظلم سمجھا جاتا ہے بے نماز آدمی کی سب سے بڑی شقاوت یہ ہے کہ وہ نماز ترک کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق پامال کرتا ہے کیونکہ نماز حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی جامع ہے۔ التحیات میں درود وسلام پڑھنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حق اور نیک بندوں عباد الصالحین کے لئے برکت و سلامتی کی دعا کرنے سے اولیاء اللہ کا حق ادا ہوتا ہے اولاد کے نیک ہونے کی دعا کرنا، ماں باپ اور دیگر مؤمنین کے لئے مغفرت چاہنے کا حق دعائے ابراہیم پڑھنے سے یک دم ادا ہو جاتا ہے۔ اور آخری سلام کے ضمن میں جماعت میں شامل فرشتوں اور نیک جنوں کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ السّلام علیکم کی حقیقت بھی دعا ہی ہے نیز امام صلوٰۃ پر کامل اعتماد اور اس کی اتباع کا حق لازم بھی باجماعت نماز پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا حق بندگی اس کی الوہیت کا اقرار، اس کی عظمت و کبریائی کا اعتراف بھی ہو جاتا ہے، اس کے آداب واحترام میں جھکنا، کبھی زمین بوس ہونا، اور کبھی حلقہ بگوش غلاموں کی طرح دست بستہ اس کے حضور کھڑے ہونا اور ساتھ ہی اپنی ذلت وانکساری، عاجزی ومحتاجی کا قولاً فعلاً اظہار بھی سامنے آجاتا ہے یہ سب حقوق اللہ کے لوازم ہیں۔ جو نمازِ پنجگانہ کی صورت میں ہر روز ادا ہوتے ہیں۔ تو بے نماز آدمی سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو جملہ حقوق خالق ومخلوق سے انکار کئے بیٹھا ہے۔ ''رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ☆ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ''

نماز کی غرض و غایت (سیّد صاحب موصوف کے قلم سے)

نماز کی روحانی غرض و غایت یہ ہے کہ اس خالق کل، رزّاق عالم، مالک الملک، منعم اعظم کی بے غایت بخششوں اور بے پایہ احسانوں کا شکریہ اپنے دل اور زبان سے ادا کریں تا کہ نفس و روح اور دل و دماغ پر اسکی عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و بے چارگی کا نقش بیٹھ جائے، اسکی محبت کا نقشہ رگ رگ میں سرایت کر جائے کہ ہم اپنے ہر دلی ارادہ و نیت اور ہر جسمانی فعل و عمل کے وقت اس کی ہوشیار اور بیدار آنکھوں کو اپنی طرف اٹھی ہوئی دیکھیں جس سے ہم اپنے بُرے ارادوں پر شرمائیں اور ناپاک کاموں کو کرتے ہوئے جھجکیں بالآخر ان سے بالکل باز آجائیں صحیحین کی کتاب الایمان میں ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص نے سائل کی صورت میں آکر نماز کی حقیقت دریافت کی آپ ﷺ نے اسکی تشریح فرمائی اسنے پھر پوچھا کہ یارسول اللہ! احسان کیا ہے؟ فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے اسی طرح ایک شخص کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ نماز کی حالت میں کوئی شخص سامنے نہ تھوکے کیونکہ اس وقت وہ اپنے رب کیساتھ راز و نیاز میں مصروف ہوتا ہے حضرت ابنِ عمر سے روایت ہے کہ ایک رات جب آپ اعتکاف میں بیٹھے تھے اور شاید لوگ الگ الگ تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے سر مبارک باہر نکال کر فرمایا لوگو! نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اسکو جاننا چاہئے کہ وہ کیا عرض معروض کر رہا ہے۔ ان تعلیمات سے اندازہ ہوگا کہ نماز کی عادت سے ایک مخلص نمازی کے دل و دماغ پر کیسے نفسیاتی اثرات طاری ہو سکتے ہیں اور اسکے اخلاق و عادات پر کتنا گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۵ ص ۹۱)

تو گویا نماز انسانی اخلاق کو سدھارنے کا ایک کورس ہے چنانچہ قرآن پاک میں اسکی صراحت موجود ہے " وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ (پ ۲۱ ع ۱) یعنی نماز قائم کر، بلاشبہ نماز بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے روک دیتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ آخری جملے کا حاصل ہے کہ نماز ذکر الٰہی ہونے کی حیثیت سے اس کائنات کی سب سے بڑی چیز ہے تو گویا نماز ہی کائنات کی سب سے قیمتی متاع ہے اور نماز ہی سے ذکر الٰہی کی دولت بے بہا ملتی ہے، جس سے انسان کے دل و دماغ کو ذاتِ خداوندی کا استحضار حاصل ہوتا ہے، جس سے انسانی اخلاق میں اعتدال و توازن پیدا ہوتا ہے اور وہ زندگی کے صراطِ مستقیم پر ادھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے ٹھیک ٹھیک چلا جاتا ہے۔ یہ استحضار اس کی قوتِ ارادی کے لئے کنٹرول پاور بن جاتی ہے جو ہر ہر قدم پر اس کو بے اعتدالیوں اور اخلاقی بے راہ رویوں سے بچا کر اسے شائستہ اور نہایت مہذب انسان بنا دیتی ہے جو انسان خدا سے پُوچھ پُوچھ کر کام کرتا اور اس کے اشاروں پر ہر ہر قدم اٹھاتا ہو اس مقام پر وہ علامہ اقبال کے اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر بن جاتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خُدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

نماز دربارِ خداوندی میں پیشی کا نام ہے

اللہ تبارک تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو محض اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انسان صبح وشام، دن رات، سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، ہر آن اور ہر پہلو عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا لیکن اس طرح مصروف عبادت ہو جائیں تو کاروبارِ دنیا معطل ہو جائے جو قیامت سے قبل خدا کو منظور نہیں اس لئے ایک درمیانی راہ نکالی گئی کہ مقصدِ تخلیق بھی فوت نہ ہو اور کاروبار دنیا بھی چلتا رہے وہ یوں کہ دن میں پانچ بار انسان مسجد میں آکر جو دربارِ الٰہی ہے اپنی حاضری لگوا جائے پھر بصد شوق اپنا کاروبار کرتا رہے باقی اوقات میں اپنے روزگار کی چکی پیتا رہے تاہم اللہ تعالیٰ اسے مصروفِ عبادت ہی تصور فرمائیں گے اور اس کی حاضری درج کر کے اسے اپنے فرمانبردار بندوں میں شمار کرلیں گے لیکن جو بدقسمت شخص تھوڑی دیر کے لئے مسجد میں آکر یا اپنے گھر اور دکان پر ہی یہ حاضری بھی نہیں لگوا سکتا اسے پھر مسلمان کہلانے کا تکلف بھی زیب نہیں دیتا حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا (رواه الطبرانى فى الاوسط [۱])

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ بلا شبہ ظاہر و باہر کافر ہو گیا۔ اعاذنا اللہ منہا

اگر اس حدیثِ پاک کو تہدید پر بھی محمول کرلیا جائے تو بھی بے نماز آدمی بخشش کے وعدہ الٰہی سے خارج ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْئَهُنَّ وَ صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَ خُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ

(رواه احمد و ابو داؤد و مالك و النسائى نحوه) [۲]

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں خداوند تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور انہیں بروقت پڑھا اور انکے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے کہ اسے بخش دے اور جسنے ایسا نہ کیا اسکی خدا پر کوئی ذمہ داری نہیں چاہے تو اسے بخشے اور چاہے تو عذاب دے۔

[۱] زجاجة ص ۱۶۳

[۲] ابو داؤد ص ۱/۶۱، زجاجة ص ۱۶۳، مشكوٰة ص ۵۸

ارکانِ نماز قیام، رکوع اور سجدہ کی حکمت

امام الہند شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں افعالِ تعظیم تین ہیں جو ہر قوم و مذہب میں مسلّم ہیں۔ قیام یعنی کسی ذی اقتدار ہستی کے سامنے توجہ مرکوز کر کے دست بستہ کھڑے ہونا، رکوع یعنی گردن اور پشت جھکانا، قیام سے بڑھ کر تعظیم گردن جھکانے میں ہے قرآنِ پاک میں ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ — یعنی اگر ہم چاہیں تو ان پر کوئی نشان آسمان سے نازل کردیں جس کے آگے ان کی گردنیں جھک جائیں۔

سجدہ رکوع سے بھی زیادہ تعظیم و تذلل کو مستلزم ہے۔ جس کی نہ تعظیم کی کوئی منزل ہے اور نہ اظہارِ عجز کا کوئی اور مقام ہے کیونکہ زمین پر سر رکھنے کا نام سجدہ ہے جو اعترافِ عجز اور ذلت کی آخری حد ہے۔ نماز ان تینوں قسم کی تعظیمات پر مشتمل ہے اور یہ تینوں قسم کی تعظیمیں ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ کسی دوسرے کے حضور نہ اس قسم کا قیام ہوسکتا ہے اور نہ کسی کے سامنے رکوع اور سجدہ کی شکل اختیار کرنا جائز ہے سجدہ چونکہ تعظیم کا آخر مظہر ہے اور اظہارِ ذلت کا آخری نشان ہے اس لئے رکوع ایک اور سجدے دو مقرر ہوئے پھر ترتیب ارکان کے لحاظ سے پہلے قیام، پھر رکوع، پھر سجدہ طبعی ترتیب کے مطابق ہے یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے۔ جس میں راز یہ ہے کہ قانون ارتقاء کے ماتحت خشوع و خضوع اور عاجزی کے احساس میں درجہ بدرجہ ترقی ظہور پذیر ہو اور اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اظہارِ تعظیم جو بتدریج ظہور میں آئے وہ اس تعظیم سے زیادہ بہتر ہے اور زیادہ مؤثر ہے جو یک بارگی ظہور میں آئے۔ المستفاد من حجة الله البالغة

نماز کا خشوع

نماز میں بعض صفات لازمی حیثیت رکھتی ہیں انہیں میں سے خشوع ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں کامیاب مؤمنین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کو خشوع سے مزین کرتے ہیں "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ☆" (پ ۱۸ ع ۱) یہ خشوع جو حاصلِ نماز ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بقول خوفِ الٰہی اور سکونِ جسم کا نام ہے یعنی نماز پڑھتے ہوئے اس کی قبولیت و عدمِ قبولیت کے بارے میں جنابِ الٰہی سے ڈرتا رہے اسی ڈر اور خوف کی وجہ سے اس کا جسم بالکل بے حس اور ساکن ہو جائے کہ نامعلوم میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ سکون اس لئے بھی ضروری ہے کہ نمازی انسان دربارِ خداوندی میں پیش ہوتا ہے اور دربارِ خداوندی کے آداب اس کے متقاضی ہیں کہ وہ حس و حرکت سے باز آجائے کیونکہ شہنشاہوں کے دربار میں ادنیٰ سی بے موقع حرکت بھی سببِ عتاب بن جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کے بقول خشوع دراصل دل کا خشوع ہے یعنی دل میں

خوف الٰہی اتنا غالب ہو جائے کہ وہ ہر ماسوا سے بے نیاز کر دے۔ حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ''دل کے خشوع کا یہ اثر ہونا چاہیے کہ نگاہیں پست ہو جائیں اور بازو جھک جائیں''۔ حضرت ابنِ سیرینؒ فرماتے ہیں ''اس آیت کے نزول کے بعد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نگاہیں مقامِ سجدہ پر گڑی رہتی تھیں''۔ حضرت علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ''نماز کا خشوع اسے حاصل ہوتا ہے جس کا دل نماز کے ماسوا سے فارغ ہو کر کلّی طور پر نماز میں مشغول ہو جائے اور نماز ہی کو ہر چیز پر ترجیح دے جب ایسا ہو جائے گا تو نماز اس کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت بن جائے گی۔ جیسا کہ ختمی مرتبت رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان ہے ''جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ'' (رواہ احمد والنسائی) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے''۔ ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ خشوع خوفِ خداوندی، محویتِ ذات اور حضورِ قلب کا نام ہے۔ جس کے بغیر نماز ایک جسدِ بے روح اور چشمِ بے نور سے زیادہ کچھ نہیں ہوگی۔ نماز تو جسم و روح دونوں کی عبادت کا نام ہے اگر اس میں جسم کی حرکت کے ساتھ دل کی جنبش شامل نہ ہو اور اعضائے ظاہری کے انتقال کے ساتھ ساتھ روح میں اہتزاز پیدا نہ ہو تو ایسی نماز محض گلِ بے رنگ اور شرابِ بے کیف ہے۔ جسے کوئی بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ علامہ اقبالؒ نے ایسی ہی نماز کے متعلق فرمایا ہے اور بجا فرمایا ہے۔

تری نماز بے سرور تیرا امام بے حضور ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

نماز کی فرضیّت اور اس کا ذکر قرآنِ پاک میں

قرآنِ پاک میں نماز کا ذکر کم و بیش ۳۰۰ جگہ ہے ایک سو نو جگہ تو بصراحت تذکرہ ہے۔ جسے نمازِ مسنون میں سورتوں کی ترتیب کے مطابق ذکر کر دیا گیا ہے، میں صرف ان آیتوں کا ذکر کروں گا۔ جن میں نماز کی فرضیت یا اس کا حکم ہے۔

سورت	آیت	ترجمہ
۱) بقرہ	وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ☆	اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔
۲ بقرہ	وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ مَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡہُ عِنۡدَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ☆	اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرو اور جو خیر تم اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجو گے وہ اللہ کے پاس پا لو گے اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے۔
۳ بقرہ	حَافِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ ☆	حفاظت کرو عام نمازوں کی اور بالخصوص درمیانی نماز (عصر) کی اور اللہ کے حضور باادب ہو کر کھڑے ہوا کرو۔

٤) نساء	اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ	کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے ابھی) روکے رکھو اور نماز کو قائم کرو۔
٥) نساء	فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ☆	پس جب تم (جنگ کیطرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کیا کرو کیونکہ نماز مؤمنین پر وقت مقررہ کا فرض ہے۔
٦) انعام	وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ☆	اور یہ بھی کہ قائم کرو نماز کو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف تمہارا حشر ہوگا۔
۷) اعراف	وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ☆	اور قائم (سیدھے) کرو اپنے چہروں کو ہر نماز کیوقت اور اسے پکارو خلوص کیساتھ کہ تمہاری عبادت خالص اسی کیلئے ہے جیسا کہ اسنے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا اسی طرح تم لوٹ جاؤ گے۔
۸) ھود	وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ☆	اور نماز کو قائم کر، دن کے دونوں طرفوں میں اور رات کے کچھ حصے میں بھی، بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں اور یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنیوالوں کیلئے۔
۹) رعد	قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ☆	میرے ان بندوں سے کہہ دیں جو ایمان لائے کہ وہ نماز کو قائم کریں اور جو ہم نے انکو رزق دیا ہے اسمیں سے چھپا کر اور کھلم کھلا خرچ کریں اسدن کے آنے سے پہلے جسدن نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی۔
۱۰) اسراء	اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ☆ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ☆	نماز قائم کرو آفتاب ڈھلنے سے لیکر رات چھا جانے تک اور صبح کی نماز میں بھی قرآن پڑھا کریں فجر کے قرآن پر فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے رات کے وقت تہجد بھی پڑھا کریں یہ کام آپ کیلئے زائد ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پہ فائز کرے گا۔

۱۱) طٰهٰ	وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ☆	اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمائیں اور خود بھی نماز کے پابند رہئے، ہم آپ سے رزق کا نہیں پوچھتے ہم آپکو رزق دینگے اور اچھا انجام تو پرہیزگاری کا ہے۔
۱۲) حج	فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرِ ☆	پس نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ کی ذات سے مضبوط رابطہ قائم کرو وہی تمہارا کارساز ہے پس وہ اچھا کارساز اور اچھا مددگار ہے۔
۱۳) نور	وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ☆	اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کرو تاکہ تمہارے اوپر رحم کیا جائے۔
۱۴) عنکبوت	وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ	اور نماز قائم کرو بیشک نماز بے حیائی کے کاموں اور بری باتوں سے روک دیتی ہے۔
۱۵) روم	مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ☆	تم خدا کیطرف رجوع کرنیوالے ہو اور اسی سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ بنو۔
۱۶) لقمان	يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ	اے میرے پیارے بیٹے نماز قائم کر اور نیکی کا حکم کر اور برائی سے روک۔
۱۷) ق	وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ☆	اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کو بھی اس کی تسبیح پڑھا کریں۔ اور سجدوں (نمازوں) کے بعد بھی۔
۱۸) طور	وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ☆ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ☆	اور اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھا کر جب اُٹھ کر کھڑا ہو اور رات کو بھی اس کی پاکیزگی بیان کیا کر اور سجدوں یعنی نمازوں کے بعد بھی۔
۱۹) نجم	فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ☆	پس سجدہ کرو اپنے اللہ کے لئے اور عبادت کرو۔

۲۰ المجادلۃ	فَاَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوْا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ اللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ☆	پس نماز کو قائم کرو اور زکوۃ کو ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ تمہارے عملوں سے خبردار ہے۔
۲۱ الجمعۃ	یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوْا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ☆	اے ایمان والو! جب تمہیں نماز جمعہ کیلئے بلایا جائے تو اللہ کا ذکر سننے کے لئے دوڑ کر آیا کرو۔ اور خرید وفروخت کو چھوڑ دیا کرو اگر تمہیں علم ہو جائے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔
۲۲ المرسلات	وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ ☆	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔
۲۳ العلق	کَلَّا لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ☆	ہرگز نہیں، آپ اس کا کہنا نہ مانیں آپ سجدہ کریں اور قرب حاصل کریں۔
۲۴ البینۃ	وَ مَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوْا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ☆	حالانکہ ان اہل کتاب کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر خالص اللہ تعالی کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی درست دین ہے۔
۲۵ الکوثر	فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْ ☆	پس اپنے رب کیلئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

یہ پچیس آیات ہیں جن میں واضح طور پر نماز کا حکم موجود ہے جس سے فرضیت ثابت ہوئی ہے۔ امر کے بغیر نماز یا نمازوں کا تذکرہ تو بے شمار مقام پر ہے جسے بخوف طوالت میں نے ذکر نہیں کیا۔ امید ہے کہ انہی آیات سے اس رأس العبادات کی اہمیت کا قارئین کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ یہ ایسی عبادت ہے کہ جس کے بغیر دینِ اسلام ایک ایسا جسم ہے جس کا سر نہ ہو یا ایسا جسد ہے جس میں روح نہ ہو گویا بے نماز آدمی کا دین مردہ ہے جس میں اگر نماز کی روح نہ ہو تو وہ صرف دفنانے کے قابل ہے قبولیت الٰہیہ کے قابل نہیں ہے۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ☆ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ☆

پانچوں نمازوں کا قرآنِ پاک سے اثبات

عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ قَالَ جَآءَ نَافِعُ ابْنُ الْاَزْرَقِ اِلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ الصَّلٰوتُ الْخَمْسُ فِی الْقُرْاٰنِ؟ فَقَالَ نَعَمْ "فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ" (سورہ روم) قَالَ صَلٰوۃُ الْمَغْرِبِ "وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ" صَلٰوۃُ الْفَجْرِ "وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ عَشِیًّا" صَلٰوۃُ الْعَصْرِ "وَحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ" (سورہ روم) صَلٰوۃُ الظُّهْرِ "وَ مِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ" (سورة النور) صَلٰوۃُ الْعِشَآءِ.

جناب ابورزین فرماتے ہیں کہ نافع بن ارزق حضرت ابن عباس کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا پانچوں نمازیں قرآن میں ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہاں پھر اس طرح تشریح کی "فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ" میں مغرب "وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ" میں فجر "وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ عَشِیًّا" میں نمازِ عصر "وَ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ" میں ظہر "وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ" میں عشاء کا ذکر ہے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی "وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ" (سورہ ہود) . قَالَ اَلطَّرَفُ الْاَوَّلُ صَلٰوۃُ الْفَجْرِ وَالطَّرَفُ الْاٰخَرُ صَلٰوۃُ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ "وَ زُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ" اَلْمَغْرِبُ وَ الْعِشَاءُ سنن بیہقی ۱/۳۵۹

جناب حسن بصریؒ سے قول باری تعالیٰ "وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ" کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا پہلی طرف میں نمازِ فجر ہے دوسری طرف میں نمازِ ظہر اور عصر ہے۔اور "وَ زُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ" میں مغرب اور عشاء ہیں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" میں پانچوں فرض نمازوں کا تذکرہ ہے۔نماز قائم کر سورج ڈھلنے سے لے کر رات چھا جانے تک اور فجر میں قرآن خوانی کو بھی لازم پکڑے زوال سے رات چھا جانے تک یعنی عشاء کے وقت تک ظہر، عصر، مغرب اور عشاء آجاتی ہیں۔اور قرآن الفجر میں نمازِ فجر لہٰذا پانچوں نمازیں اس آیت قرآنی سے بھی ثابت ہیں۔

تبصرہ: اگر حدیث رسول سے قطع نظر بھی کرلیں تو اس آیت سے صرف پانچ نمازیں ہی نہیں چھیانویں نمازیں ثابت ہوتی ہیں کیونکہ اسمیں زوال شمس سے لے کر زوالِ شفق تک مسلسل نماز پڑھتے رہنے کا حکم ہے۔جیسا کہ "ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ" یعنی "پھر پورا کرو تم روزوں کو رات آجانے تک" میں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک مسلسل روزہ رکھنے کا حکم ہے اور یہ وقت

آٹھ گھنٹے سے کم نہیں ہے اب یا تو ایک ہی نماز دوپہر کو شروع کر کے عشاء تک پڑھتے چلے جائیں یا پھر متفرق طور پر چھوٹی چھوٹی نمازیں پڑھتے رہیں، متفرق صورت میں اگر فی نماز پانچ منٹ لگیں تو آٹھ گھنٹوں میں چھیانوے نمازیں ہوجائیں گی اور اگر فی نماز دس منٹ قرار دیں تو اڑتالیس نمازوں کی فرضیت تو کہیں بھی نہیں گئی اس صورت میں حدیث رسول اکرمؐ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں بتلایا کہ اگر تم پانچ نمازیں ہی پڑھ لو گے تو اس آیت قرآنی کے تقاضے پورے ہوجائیں گے۔ پھر کتنے ناشکرے ہیں وہ نام نہاد اہل قرآن جو کہتے ہیں کہ قرآن پاک سے تو صرف دو نمازیں ثابت ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک

احادیث رسول سے پانچ نمازوں کی فرضیت

اب احادیث رسول مقبول سے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِىْ ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَ اَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِىَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ثُمَّ عُرِجَ بِىْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهَا صَرِيْرَ الْاَقْلَامِ قَالَ اِبْنُ حَزْمٍ وَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلٰى اُمَّتِىْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُهٗ فَقَالَ هِىَ خَمْسٌ وَ هِىَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى

جناب ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابن حزمؒ نے بتلایا کہ حضرت ابن عباسؓ اور ابوحبہ انصاریؓ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر مجھے یہاں تک معراج کرائی گئی کہ میں ایک اونچے ہموار میدان میں پہنچ گیا، جہاں مجھے (کارکنانِ قضاوقدر کی) قلموں کی گھسکساہٹ صاف سنائی دیتی تھی۔ ابن حزم اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں انہیں لیکر لوٹ آیا، جناب حضرت موسیٰؑ کے قریب سے گزرا تو انہوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیری امت پر کیا فرض کیا ہے میں نے کہا پچاس نمازیں۔ انہوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس دوبارہ جاؤ اسلئے کہ آپکی امت انکی طاقت نہیں رکھے گی۔ میں لوٹ کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدھی نمازیں معاف فرمادیں پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پھر فرمایا اپنے رب کے پاس ایک بار اور جاؤ کہ آپ کی امت انکی طاقت نہیں رکھے گی، میں پھر لوٹ گیا تو

مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَقَالَ اسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَّبِّیْ ثُمَّ انْطَلِقْ بِیْ حَتّٰی اُنْتُھِیَ بِیْ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَ غَشِیَھَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِیْ مَا ھِیَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَا ھِیَ جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُھَا الْمِسْکُ (رواہ البخاری) [۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہی پانچ ہیں اور یہی پچاس ہیں میرا قول تبدیل نہیں ہوگا۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے پھر مراجعت کا مشورہ دیا۔ میں نے کہا اب تو مجھے اپنے رب سے شرم آنے لگی ہے۔ پھر مجھے آگے لے جایا گیا یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ پہ پہنچا دیا گیا۔ اسے مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا مجھے معلوم نہیں کیا ماجرا تھا پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اسمیں موتیوں کے قبے (یا ہار) تھے اسکی مٹی کستوری کی تھی۔

اس حدیثِ پاک میں پانچ نمازوں کی فرضیت بتصریح مذکور ہے جو پچاس سے کم کر کے پانچ باقی رہ گئی ہیں۔ ''یہی پچاس ہیں'' کہنے کا مطلب ہے کہ اپنے پچاس کے قول کے مطابق میں انہیں پانچ میں پچاس کا ثواب دے دوں گا۔
گویا یہ گنتی کے لحاظ سے پانچ ہیں اور ثواب کے لحاظ سے پچاس تو گویا قول میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

وَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَمِ افْتَرَضَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی عِبَادِہٖ مِنَ الصَّلٰوۃِ قَالَ ''اِفْتَرَضَ اللّٰہُ عَلٰی عِبَادِہٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ'' قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ قَبْلَھُنَّ اَوْ بَعْدَھُنَّ شَیْءٌ قَالَ ''اِفْتَرَضَ اللّٰہُ عَلٰی عِبَادِہٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ'' فَحَلَفَ الرَّجُلُ لَا یَزِیْدُ عَلَیْہِ شَیْئًا وَّ لَا یَنْقُصُ مِنْہُ شَیْئًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''اِنْ صَدَقَ لَیَدْخُلَنَّ الْجَنَّۃَ'' (رواہ النسائی) [۲]

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض فرمائی ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اسنے کہا یا رسول اللہ! ان سے پہلے یا انکے بعد کوئی اور فرض بھی ہے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ تو اس آدمی نے قسم کھا کر کہا کہ میں ان میں نہ زیادتی کروں گا نہ کمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

وَ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''خَمْسُ

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ

[۱] بخاری شریف ص ۵۱ [۲] نسائی شریف ص ۸۰

صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْئَهُنَّ وَ صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَ اَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَ خُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَغْفِرَ لَهٗ وَ مَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَ اِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ'' (سنن ابی داؤد ورواه احمد و مالك) ۱

نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان کا وضو درست کرے اور انہیں ان کے وقت پر پڑھے ان کا رکوع پورا پورا کرے اور ان میں خشوع بھی کامل ہو تو اللہ تعالیٰ پر ذمہ داری ہے کہ اسے بخش دے اور جو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ داری نہیں چاہے تو بخش دے چاہے تو عذاب دے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ ''فُرِضَتِ الصَّلَوَاتُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِى الْحَضَرِ وَ السَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَ زِيْدَ فِىْ صَلٰوةِ الْحَضَرِ'' (رواه مسلم) ۲

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نماز میں دو دو رکعتیں فرض کی گئی تھیں گھر میں بھی اور سفر میں بھی پھر سفر کی نماز تو برقرار رہی اور گھر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

وَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِىَّ صَوْتِهٖ وَ لَا نَفْهَمُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا فَاِذَا يَسْئَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِى الْيَوْمِ وَ الَّيْلَةِ قَالَ هَلْ عَلَىَّ غَيْرُهُنَّ قَالَ ''لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ ''وَ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ'' فَقَالَ هَلْ عَلَىَّ غَيْرُهُنَّ قَالَ ''لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ'' فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَ هُوَ يَقُوْلُ وَ اللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَ لَا اَنْقُصُ مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ اہلِ نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا جسکے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اسکی آواز کی بھنبھناہٹ سن رہے تھے۔ مگر اسکی بات سمجھ نہیں آتی تھی جب وہ قریب ہو گیا تو پتا چلا کہ اسلام کے متعلق پوچھ رہا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اسنے کہا انکے علاوہ کچھ اور بھی مجھ پر فرض ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اِلّا یہ کہ تو نفل پڑھے اور فرمایا کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اسنے کہا انکے علاوہ بھی مجھ پر روزے فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے۔ اسکے بعد وہ شخص لوٹ گیا اور کہتا جا رہا

۱ ابو داؤد ص ١١٥/١ ، زجاجه ص ١٦٣

۲ صحیح مسلم ص ٤٧٨/١

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ" (رواہ النسائی) ۱

تھا واللہ! میں اسمیں کمی بیشی نہیں کرونگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اسنے سچ کہا ہے تو کامیاب ہوگیا۔

ان آیات واحادیث سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ نمازیں من جانب اللہ پانچ فرض ہیں۔اگر چہ ان کے اوقات کی تعیین ان آیات وروایات میں نہیں مگر وہ اوقاتِ نماز کی احادیث کے ذیل میں اپنے مقام پر آجائے گی۔

ہیئتِ نماز کی سند

پانچوں نمازیں واقعہ معراج میں فرض ہوئی ہیں اوران کی عملی تفہیم اگلے روز بوقتِ ظہر وقوع پذیر ہوئی جب کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیم وتفہیم کیلئے بھیجا انہوں نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز صرف سمجھائی ہی نہیں بلکہ منشاءِ خداوندی کے مطابق پڑھ کر دکھائی چنانچہ یہ حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

"عَنِ ابْنِ شَھَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَیْئًا فَقَالَ لَہٗ عُرْوَۃُ اَمَّا اَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰی اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ یَا عُرْوَۃَ فَقَالَ سَمِعْتُ بَشِیْرَ بْنَ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامَ فَاَمَّنِیْ فَصَلَّیْتُ مَعَہٗ ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَہٗ ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَہٗ ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَہٗ یَحْسَبُ بِاَصَابِعِہٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ (رواہ النسائی) ۲

جناب ابنِ شہابؒ یعنی امام زہریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عصر میں قدرے تاخیر فرمائی تو ان سے حضرت عُروہؓ نے کہا دیکھو حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا عُروہ! سوچ تو لو تم کیا کہہ رہے ہو انہوں نے کہا میں نے بشیر بن ابی مسعودؒ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ابومسعودؓ سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جبرائیلؑ نازل ہوئے اورانہوں نے مجھے امامت کرائی تو میں نے انکے ساتھ نماز پڑھی پھر انکے ساتھ نماز پڑھی، پھر انکے ساتھ نماز پڑھی، پھر انکے ساتھ نماز پڑھی، پھر انکے ساتھ نماز پڑھی، آپ انگلیوں سے پانچ نمازیں گنتے جاتے تھے۔

۱ نسائی شریف ص ۷۹ ۲ نسائی شریف ص ۸۶

اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی عملی صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود ساختہ نہیں بلکہ نماز ہی کی طرح اس کی کیفیت اور صورت بھی من جانب اللہ ہے جسے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آپ تک پہنچایا گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی امت کو نماز صرف زبانی نہیں سکھلائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھ کر بھی دکھائی جیسا کہ صحیحین شریفین کی مشہور حدیث میں ہے "صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ" متفق علیہ [۱] "جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو ایسے ہی تم بھی نماز پڑھو" تو گویا نماز کی ہیئت اور شکل وصورت صحابہ کرامؓ سے لے کر اللہ تبارک وتعالیٰ تک بسندِ متصل ثابت ہے یہی نہیں بلکہ موجودہ اُمتیوں سے لے کر خداوند تعالیٰ تک نماز کی یہ ہیئت مرفوع متصل ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نے تابعین کو اور تابعینؒ نے تبع تابعینؒ کو پھر انہوں نے اپنے شاگردوں کو نماز پڑھ کر دکھائی اور پہلوں نے پچھلوں کو سکھائی لہٰذا نماز کی موجودہ ہیئت اور شکل وصورت خدا تعالیٰ کی پسندیدہ اور حضرت جبرائیل کی تعلیم فرمودہ ہے۔

[۱] زجاجة ۱۹۶

فضائلِ نماز خمسہ

نماز فجر کی فضیلت

عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِىْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَىْءٍ فَيُدْرِكَهٗ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ (رواه مسلم)[1]

حضرت انس بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ اللہ کے ذمے میں آ گیا پھر اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ کی کسی شے کے متعلق تم سے کوئی مطالبہ نہیں کریگا اور نہ ہی اسے جہنم میں ڈالا جائیگا۔

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ (رواه النسائی)[2]

حضرت رویبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سنا آپ فرماتے تھے وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوسکتا جس نے طلوع وغروبِ شمس سے پہلے نماز پڑھی۔ (یعنی فجر اور عصر)

عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ (رواه احمد)[3]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھ لیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

نمازِ ظہر کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

عبدالرحمٰن بن حمیدؒ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوپہر کی نماز، نمازِ تہجد کی طرح ہے میں

[1] صحیح مسلم ص ۱/۴۵٤

[2] سنن نسائی ص ۱/۲٤۱ — [3] مسند احمد بشرح النباء ص ۲/۲٤۰

وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْهَجِيْرِ مِنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ[1]

نے عبدالرحمٰن بن حمید سے پوچھا یہ صلوۃ الھجیر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ صلوۃ الھجیر صلوۃ اللیل کیطرح ہے۔

یعنی دن ڈھلے جو نفل نماز پڑھی جائے اس کا ثواب تہجد جیسا ملتا ہے۔ واللہ اعلم

نمازِ عصر کی فضیلت

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ☆ [2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا نمازوں کی نگہبانی کرو خاص طور پر درمیانی نماز (عصر) کی۔

عَنْ فُضَالَةَ اللَّيْثِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ وَ عَلَّمَنِىْ حَتّٰى عَلَّمَنِىَ الصَّلَوَاتَ الْخَمْسَ لِمِيْقَاتِهِنَّ قَالَ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذِهِ السَّاعَاتِ اَشْغُلُ فِيْهَا فَمُرْنِىْ بِجَوَامِعَ فَقَالَ لِىْ اِنْ شَغَلْتَ فَلَا تَشْغَلْ عَنْ عَصْرَيْنِ قُلْتُ وَ مَا الْعَصْرَانِ قَالَ صَلٰوةُ الْغَدَاةِ وَ صَلٰوةُ الْعَصْرِ (رواه احمد)[3]

حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہوگیا آپ نے مجھے تعلیم دی حتیٰ کہ پانچوں نمازیں اور انکے اوقات سکھائے۔ فضالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ یہ اوقات میری انتہائی مشغولیت کے ہیں۔ مجھے کوئی جامع قسم کی چیز بتلا دیں آپ نے فرمایا اگر مشغولی بھی ہے تو عصرین سے مشغول نہ ہونا میں نے عرض کی کہ عصرین کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ صبح اور عصر کی نماز، یعنی باقیوں کی قضا کرلینا ترک نہ کرنا۔

نمازِ مغرب کی فضیلت

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ الصِّدِّيْقَةِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ عِنْدَ اللّٰهِ الْمَغْرِبُ مَنْ صَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ يَغْدُوْ وَ يَرُوْحُ (رواه الطبرانی کما فی کنز العمال)[4]

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا اللہ کے نزدیک افضل ترین نماز مغرب ہے اور جو شخص اس کے بعد دو رکعت پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں وہ صبح شام جاتا رہے گا۔

[1] معجم طبرانی ص ۱/۲۳٤ [2] بقرہ ۲۳۸
[3] مسند احمد بشرح البناء ص ۲/۲۲۰ [4] کنز العمال ص ۷/۳۸۸

نمازِ عشاء کی فضیلت

عَنْ عُثْمَانَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْعِشَآءَ جَمَاعَةً فَكَاَنَّمَاقَامَ نِصْفَ الَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِىْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى الَّيْلَ كُلَّهٗ (رواه مسلم)[1]

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی اسکو آدھی رات کے قیام کا ثواب ملے گا اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے پڑھ لی تو گویا اس نے ساری رات قیام کیا۔

نمازِ وتر کی فضیلت

قَالَ اَبُوْ الْوَلِيْدِ الْعَدَوِيُّ ؓ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اَمَدَّكُمْ بِصَلٰوةٍ وَ هِىَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمُرِ النِّعَمِ وَ هِىَ الْوِتْرُ فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِىْ مَا بَيْنَ الْعِشَآءِ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ"

(رواه ابو داؤد)[2]

ابوالولید عدویؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باہر نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک اور نماز سے تمہاری مدد فرمائی ہے اور وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ ہے وتر، جسے تمہارے لئے عشاء اور فجر کے درمیان رکھا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ؓ عَنْ اَبِيْهِ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا" (رواه ابو داؤد)[3]

عبداللہ بن بریدہؓ اپنے باپ بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ وتر حق ہیں جو شخص وتر نہیں پڑھے گا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا۔

عام نمازوں کے فضائل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ؓ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ہمارے اور ان

[1] صحیح مسلم ص ۱/٤٥٤

[2] ابو داؤد ص ۲۰۱ [3] بحوالہ سابقہ

اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ" (رواہ النسائی)[1]

کے درمیان جو عہد ہے نماز ہے جو اسے چھوڑ دے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَلٰوتُهٗ فَاِنْ وُجِدَتْ تَامَّةً کُتِبَتْ تَامَّةً وَ اِنْ کَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَیْءٌ قَالَ اُنْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ لَهٗ مِنْ تَطَوُّعٍ یُکْمِلُ لَهٗ مَا ضَیَّعَ مِنْ فَرِیْضَةٍ مِنْ تَطَوُّعِهٖ ثُمَّ سَائِرَ الْاَعْمَالِ تَجْرِ عَلٰی حَسْبِ ذٰلِكَ"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندے کا سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائیگا وہ نماز ہے اگر وہ پوری نکلی تو پوری لکھ لی جائیگی اگر اسمیں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ دیکھو اسکے پاس کوئی نفلی نمازیں ہیں جو اسکے فرائض کی کمی کو پورا کر دیں پھر باقی تمام اعمال اسی پر دائر ہونگے۔

رَوٰی اَبُوْ اُمَامَةَ عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوةِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ و کُشِفَتْ لَهُ الْحُجُبُ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ رَبِّهٖ وَ اسْتَقْبَلَتِ الْحُوْرُ الْعِیْنُ مَا لَمْ یَمْتَخِطْ اَوْ یَتَنَخَّعْ (رواہ الطبرانی فی معجمه)[2]

(حدیث ضعیف ہے)

حضرت ابوامامہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کیلئے جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور بندے اور رب تعالیٰ کے درمیان حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں اور حورعین اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں جب تک کہ وہ ناک نہ سنکے اور کھانسے نہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ کَفَّارَاتٌ لِّمَا بَیْنَهُنَّ (رواہ مسلم)[3]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچوں نمازیں اور جمعہ سے لے کر جمعہ تک اپنے درمیانے وقت کے لیے کفارہ ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ "اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا"

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کا

[1] سنن نسائی ص ۱/۲۳۱

[2] معجم الطبرانی ص ۸/۲۵۰ [3] صحیح مسلم ص ۱/۲۰۹

قُلْتُ ثُمَّ اَیُّ قَالَ ''ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ'' قُلْتُ ثُمَّ اَیُّ قَالَ ''ثُمَّ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

(رواہ مسلم)[۱]

اپنے وقت پہ پڑھنا، میں نے کہا اس کے بعد کونسا عمل زیادہ محبوب ہے فرمایا والدین سے حسنِ سلوک کرنا میں نے کہا اسکے بعد آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ''اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوْا الدُّعَآءَ''

(رواہ مسلم)[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں پڑا ہوتا ہے تو (سجدے میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ ''یُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَةِ کُلِّ صَلٰوةٍ فَیَقُوْلُ یَا بَنِیْ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاطْفِؤُوْا عَنْکُمْ مَا اَوْقَدْتُّمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیَقُوْمُوْنَ فَیَتَطَهَّرُوْنَ تَسْقُطُ خَطَایَاهُمْ مِنْ اَعْیُنِهِمْ وَ یُصَلُّوْنَ فَیُغْفَرُ لَهُمْ مَا بَیْنَهُمَا ثُمَّ یُوْقِدُوْنَ فِیْمَا بَیْنَ ذٰلِكَ فَاِذَا کَانَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْاُوْلٰی (الظهر) نَادٰی یَا بَنِیْ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاطْفِؤُوْا مَا اَوْقَدْتُّمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیَقُوْمُوْنَ فَیَتَطَهَّرُوْنَ وَ یُصَلُّوْنَ فَیُغْفَرُ لَهُمْ مَا بَیْنَهُمَا فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَیَنَامُوْنَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نماز کے وقت ایک منادی بھیجا جاتا ہے وہ کہتا ہے اے بنی آدم اٹھو اور اپنی جانوں پہ جو آگ تم نے جلا رکھی ہے اسکو بجھالو، تو وہ کھڑے ہوتے ہیں وضو کرتے ہیں تو انکے گناہ انکی آنکھوں میں سے نکل جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو دونوں نمازوں کے درمیان جو گناہ کئے ہوتے ہیں وہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر (بعد والی) دونوں نمازوں کے درمیان وہ اپنی جانوں پر آگ جلاتے ہیں پھر جب پہلی نمازِ (ظہر) کا وقت ہوتا ہے تو وہ منادی کرتا ہے اے اولادِ آدم اٹھو! اور اپنی جانوں پر جو آگ تم نے بھڑکا رکھی ہے اسکو بجھالو تو وہ کھڑے ہوتے ہیں وضو کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو دونوں نمازوں کے درمیان کے گناہ انہیں بخش دیئے جاتے ہیں اور جب عصر کی نماز آتی ہے تو بھی ایسے ہی ہوتا ہے پھر جب مغرب کی نماز آتی ہے تو بھی ایسے ہی ہوتا ہے پھر جب عشاء

[۱] صحیح مسلم ص۱/۹۱

[۲] صحیح مسلم حاشیة نووی ص۱/۱۹۳

وَ قَدْ غُفِرَ لَهُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُدْلِجٌ فِىْ خَيْرٍ وَّ مُدْلِجٌ فِىْ شَرٍّ (رواه الطبرانی)[1]

کی نماز آتی ہے تب بھی ایسے ہی ہوتا ہے پھر وہ سو جاتے ہیں جبکہ وہ بخشے بخشائے ہوتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسکے بعد کوئی اُمورِ خیر میں گھس جاتا ہے کوئی اُمورِ شر میں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى قَامَ حَتّٰى تَفَطَّرَ رِجْلَاهُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَصْنَعُ هٰذَا وَ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ فَقَالَ "يَا عَائِشَةُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا" (رواه ابن حبان)[2]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے قدم مبارک پھٹ جاتے حضرت عائشہ عرض کرتیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے ہیں آپ فرماتے عائشہ! تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بُنِىَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسَةٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اِقَامُ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءُ الزَّكٰوةِ وَ الْحَجُّ وَ صَوْمُ رَمَضَانَ" (متفق علیه)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں۔ لا الہ الا اللہ اور اس بات کی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے بندے اور رسول ہیں شہادت دینا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِى الشِّتَآءِ وَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ فَقَالَ "يَا اَبَا ذَرٍّ" قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ يُصَلِّى الصَّلٰوةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ يَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا يَتَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (رواه احمد)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردیوں کے موسم میں باہر نکلے جبکہ درختوں کے پتے گر رہے تھے تو آپ نے ایک درخت کی ٹہنی پکڑی تو اس کے پتے گرنے لگے۔ تو آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے فرمایا مسلمان بندہ جب نماز پڑھتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تو اس کے گناہ بھی ایسے ہی گر جاتے ہیں جیسے یہ پتے اس درخت سے گر رہے ہیں۔

[1] معجم الطبرانی ص ١٠/١٤١

[2] صحیح ابن حبان ص ٤/٤٧٥

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ''اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ'' قَالَ ''فَکَذَالِکَ مِثْلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ یَمْحُوْ اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَایَا (رواه البخاری والمسلم)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر بہتی ہو اور اسمیں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو کیا اسکے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ نہیں اسکے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گی، آپ نے فرمایا ایسے ہی پانچ نمازوں کی مثال ہے ان کے ذریعے سے بھی اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ التَّغْلَبِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ اُمَامَةَ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ یَا اَبَا اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِیْ مِنْکَ اَنَّکَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ''مَنْ تَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ غَسَلَ یَدَیْهِ وَ وَجْهَهٗ وَ مَسَحَ عَلٰی رَاْسِهٖ وَ اُذُنَیْهِ ثُمَّ قَامَ اِلٰی صَلٰوةٍ مَّفْرُوْضَةٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مَا مَشَتْ اِلَیْهِ رِجْلَاهُ وَ قَبَضَتْ عَلَیْهِ یَدَاهُ وَ سَمِعَتْ اِلَیْهِ اُذُنَاهُ وَ نَظَرَتْ اِلَیْهِ عَیْنَاهُ وَ حَدَّثَ بِهٖ نَفْسَهٗ مِنْ سُوْءٍ'' فَقَالَ وَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُهٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِرَارًا (رواه احمد)

ابو مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپکی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ ارشاد سنا ہے کہ ''جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جل شانہ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتے ہیں''۔ حضرت ابو امامہ نے فرمایا واللہ میں نے یہ مضمون نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کئی دفعہ سنا ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ ؓ بْنِ رِبْعِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی ''اِنِّیْ اِفْتَرَضْتُ عَلٰی اُمَّتِکَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَ عَهِدْتُ عِنْدِیْ عَهْدًا اَنَّهٗ مَنْ

حضرت ابو قتادہ بن ربعیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کر

حَافَظَ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ فِیْ عَهْدِیْ وَ مَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهٗ عِنْدِیْ'' (كذا فی در المنثور برواية ابی داؤد و ابن ماجة و غيرهما)

لیا ہے کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو میں اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا۔ اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے اس کی مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے''۔

عَنِ ابْنِ سَلْمَانَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهٗ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ اَخْرَجُوْا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَ السَّبْيِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ غَنَائِمَهُمْ فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَّا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهٗ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْوَادِیْ قَالَ ''وَيْحَكَ مَا رَبِحْتَ'' قَالَ مَا زِلْتُ اَبِيْعُ وَ اَبْتَاعُ حَتّٰى رَبِحْتُ ثَلَاثَ مِائَةِ اُوْقِيَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''اَنَا اُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ'' قَالَ مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ''رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ''

(اخرجه ابوداؤد)

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم جب خیبر کو فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنے مالِ غنیمت کو نکالا جسمیں متفرق سامان اور قیدی تھے۔ خرید و فروخت شروع ہوگئی کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا اور زائد چیزیں فروخت کرنے لگا اتنے میں ایک صحابی حضورؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھے آج کی اس تجارت میں اتنا نفع ہوا ہے کہ ساری جماعت میں کسی کو بھی اتنا نفع نہیں ہوا ہوگا۔ حضورؐ نے تعجب سے پوچھا ''کتنا کمایا'' اسنے عرض کیا حضورؐ میں سامان خریدتا رہا اور فروخت کرتا رہا حتی کہ تین سو اوقیہ چاندی نفع میں بچ گئی حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''میں تجھے بہترین نفع کمانے والا بتاتا ہوں'' اسنے عرض کیا حضور ضرور بتائیں آپؐ نے فرمایا ''نماز کے بعد دو رکعت نفل'' پڑھ لینے والا۔

عَنْ عَبْدِ الْمَالِكِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''عَلِّمُوْا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ'' (رواه الحاكم)[1]

جناب عبدالمالک بن ربیعؒ اپنے باپ پھر اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز سکھاؤ اور جب دس سال کے ہو جائیں (انہیں نماز نہ پڑھنے) پر مارو''۔

[1] المستدرک للحاکم ص ۱/۲۵۸

وَ عَنْهُ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا بَلَغَ اَوْلَادُكُمْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَفَرِّقُوْا بَيْنَ مَضَاجِعِ فُرُشِهِمْ فَاِذَا بَلَغُوْا عَشْرَ سِنِيْنَ فَاضْرِبُوْهُمْ عَلَى الصَّلٰوةِ" (رواہ النسائی)[۱]

انہی سے نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر جدا جدا کر دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں (نماز نہ پڑھنے پر) مارو"۔

مطالب الاحادیث

اختصار کیوجہ سے یہ پندرہ احادیث ہی میں نے نقل کی ہیں ورنہ احادیث صلوٰۃ تو سینکڑوں ہیں انمیں سے پہلی حدیث میں یہ مضمون ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافروں جیسا ہو جاتا ہے۔ دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور اسی پر تمام عملوں کا مدار ہے۔ تیسری حدیث کا مطلب ہے کہ جب آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے آٹھوں دروازے اس کیلئے کھل جاتے ہیں۔ چوتھی حدیث کا مطلب ہے بعد والی نماز پہلی نماز کے درمیان والے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ پانچویں حدیث کا مطلب ہے کہ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا خداوند تعالےٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ چھٹی حدیث کا مطلب ہے کہ بندہ جب سجدہ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ ساتویں حدیث کا مطلب ہے کہ ہر نماز کیساتھ فرشتہ منادی کرتا ہے کہ اٹھو اور اپنے گناہوں کی آگ کو بجھالو۔ آٹھویں حدیث کا مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ آپ کے پاؤں پھٹ جاتے تھے۔ نویں حدیث کا مطلب ہے نماز اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک ہے۔ دسویں حدیث کا مطلب ہے کہ نماز پڑھنے سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے خزاں میں ٹہنی ہلانے سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ گیارہویں حدیث کا مطلب ہے کہ پانچ نمازیں ایسے ہیں جیسے آدمی کے دروازے پر کوئی نہر بہتی ہو جس میں وہ پانچ بار غسل کرتا ہو۔ بارہویں حدیث کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص پانچوں نمازوں کو ادا کریگا میں اسے اپنی ضمانت سے جنت میں داخل کرونگا۔ تیرھویں حدیث کا مطلب ہے کہ نماز پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری سے جنت میں داخل کریگا بے نماز کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ چودھویں حدیث کا مطلب ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد دو نفل پڑھنا تین سو اوقیہ چاندی سے بہتر ہے۔ پندرہویں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پر کھڑا کرو اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھنے پر اس کی پٹائی کرو۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِكُلِّ هٰذَا

فوائد نماز کی چہل احادیث

۱)...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔

[۱] سنن نسائی ۱/ ۲۸۸

۲)..... نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

۳)..... آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔

۴)..... اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے، اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے۔

۵)..... حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں۔

۶)..... نماز دین کا ستون ہے۔

۷)..... نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔

۸)..... نماز مؤمن کا نور ہے۔

۹)..... نماز افضل جہاد ہے۔

۱۰)..... جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

۱۱)..... جب کوئی آفت آسمان سے اُترتی ہے تو مسجد کو آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔

۱۲)..... اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی۔

۱۳)..... اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔

۱۴)..... سب سے پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔

۱۵)..... اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے۔

۱۶)..... اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔

۱۷)..... جنت کی کنجیاں نماز ہیں۔

۱۸)..... جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان سے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔

۱۹)..... نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے۔

۲۰)..... نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا درجہ ہے بدن میں۔

۲۱)... نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنالے۔

۲۲)... جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع وخضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہ معاف فرمادیتے ہیں۔

۲۳)... زمین کے جس حصہ پر نماز کے ذریعہ اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے

۲۴)... جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے حق تعالیٰ شانہ وہ دعا قبول فرمالیتے ہیں، خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد مگر قبول ضرور فرماتے ہیں۔

۲۵)... جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔

۲۶)... جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جل شانہ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہو جاتی ہے۔

۲۷)... جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا ہے ان کے رکوع وسجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا ہے جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

۲۸)... مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

۲۹)... سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے یعنی مستحب وقت کا شروع۔

۳۰)... نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔

۳۱)... اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اوّل وقت پڑھنا ہے۔

۳۲)... صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اُس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔

۳۳)... ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا۔

۳۴)... ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں۔

۳۵)... جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

۳۶)... افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں۔

۳۷)... میرے پاس جبرئیل آئے اور کہنے لگے اے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے اور

جس سے چاہیں محبت کریں آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے، اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں بھلا یا بُرا اس کا بدلہ ضرور ملے گا اس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے استغناء ہے۔

۳۸)... اخیرات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں اگر مجھے مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو امت پر فرض کر دیتا۔

۳۹)... تہجد ضرور پڑھا کرو تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قُرب کا سبب ہے تہجد گناہوں سے روکتی ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔

۴۰)... حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

فضائل نماز از شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ

حکمتِ فرضیت

نماز کی فرضیت کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ منعمِ حقیقی کا شکر ادا ہو سکے اور گناہوں کے کفارے کی صورت بن سکے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَحْتَرِقُوْنَ تَحْتَرِقُوْنَ فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الصُّبْحَ غَسَلَتْهَا ثُمَّ تَحْتَرِقُوْنَ تَحْتَرِقُوْنَ فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الظُّهْرَ غَسَلَتْهَا ثُمَّ تَحْتَرِقُوْنَ تَحْتَرِقُوْنَ فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ غَسَلَتْهَا ثُمَّ تَحْتَرِقُوْنَ تَحْتَرِقُوْنَ فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْمَغْرِبَ غَسَلَتْهَا ثُمَّ تَحْتَرِقُوْنَ تَحْتَرِقُوْنَ فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْعِشَآءَ غَسَلَتْهَا ثُمَّ تَنَامُوْنَ فَلَا يُكْتَبُ عَلَيْكُمْ حَتّٰى تَسْتَيْقِظُوْا

(الترغيب و الترهيب ۱/۲۳٤)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جلتے رہتے ہو، جلتے رہتے ہو پھر جب تم صبح کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ اس کو دھوڈالتی ہے پھر تم جلتے رہتے ہو جلتے رہتے ہو پھر جب تم ظہر کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ اس کو دھوڈالتی ہے پھر تم جلتے رہتے ہو جلتے رہتے ہو پھر جب تم عصر کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ اسکو دھوڈالتی ہے پھر تم جلتے رہتے ہو جلتے رہتے ہو پھر جب تم مغرب کی نماز پڑھ لیتے وہ تو وہ اس کو دھوڈالتی ہے پھر تم جلتے رہتے ہو جلتے رہتے ہو پھر جب تم عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ اس کو دھوڈالتی ہے پھر تم سو جاتے ہو تو کچھ نہیں لکھا جاتا تمہارے بیدار ہونے تک ،لوگو! تمہارے گناہوں کے کفارہ کیلئے یہ نمازیں تمہارے اوپر فرض کی گئی ہیں۔

مغرب کے بعد سونا اور عشاء کے باتیں کرنا منع ہے

عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ الْاَسْلَمِیِّ فِیْ حَدِیْثٍ مِّنْ كَیْفِیَّةِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ قَالَ "كَانَ یَسْتَحِبُّ اَنْ یُّؤَخِّرَ الْعِشَآءَ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَ كَانَ یَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَ الْحَدِیْثَ بَعْدَهَا (سنن نسائی ۱/۲۶۲)

حضرت ابو بردہ اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث کیفیتِ صلوٰۃ میں روایت ہے کہ آپ پسند کرتے تھے کہ عشاء دیر سے پڑھی جائے جس کو تم عتمہ کہتے ہو اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد باتیں کرنے کو آپ نا پسند کرتے تھے۔

فقہی اصطلاحات اور احکامِ شریعت کی قسمیں

۱) **فرض**: جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو یعنی آیتِ قرآنی یا حدیث متواتر سے یا اجماعِ صحابہؓ سے، اس کا انکار کفر ہے بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور مستحق عذاب ہے اس کا فاعل مستحق ثواب ہے۔

۲) **واجب** وہ ہے جس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو یعنی احادیث مشہورہ سے یا قیاس مجتہد سے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں فاسق ہوتا ہے اور بلا عذر چھوڑنے والا بھی فاسق اور مستحق عذاب ہے۔

۳) **سنّت مؤکدہ**: وہ ہے جو فرض واجب تو نہیں مگر رسولِ کریم ﷺ نے اس کو ہمیشہ کیا ہے اور اس کی تاکید بھی فرمائی ہے مگر کبھی کبھار اس کا ترک بھی ثابت ہے اور صحابہؓ کا عمل بھی اس پر جاری رہا ہے اس کا ترک کرنا گناہ اور موجبِ عتاب ہے اور اس کا کرنا وجہِ ثواب ہے۔

۴) **سنّتِ غیر مؤکدہ**: حضور علیہ السلام نے اس کو اکثر و بیشتر کیا ہو اس کی ترغیب دی ہو، مگر بار ہا چھوڑ بھی دیا ہو، اس کا کرنا وجہِ ثواب ہے نہ کرنا موجبِ عتاب نہیں صرف ثواب اور فضیلت سے محرومی ہے۔

۵) **مستحب**: جس کو حضور علیہ السلام، آپ کے صحابہؓ اور تابعینؒ نے اچھا سمجھا ہو کبھی کیا اور کبھی نہ کیا ہو، کرنا ثواب ہے نہ کرنا گناہ نہیں۔

۶) **مباح**: جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں گناہ نہ ہو گویا ایک جائز کام ہے۔

۷) **مکروہ**: جس کی ممانعت تو وارد ہے لیکن جواز کی دلیل بھی من وجہ پائی جاتی ہو۔

۸) **مکروہ تنزیہی**: جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو، کرنے میں عذاب نہ ہو اس میں کراہت طبعی ہوتی ہے یہ سنّت مؤکدہ کے مقابل ہوتا ہے۔

۹) مکروہ تحریمی: یہ حرام کے قریب ہوتا ہے اور اس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہوتا ہے یہ واجب کے بالمقابل ہے اس کا انکار کرنے والا فاسق اور بغیر عذر چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے۔

۱۰) حرام: جس کی ممناعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر اور بلا عذر کرنے والا فاسق عذاب وسزا کا مستحق ہوتا ہے۔

۱۱) حلال: جس کی حلت ثابت ہو یا حرمت کی کوئی دلیل نہ ہو یہ حرام کے بالمقابل ہوتا ہے کرنے نہ کرنے میں آدمی مختار ہے۔

۱۲) فرض عین: جس کا ادا کرنا ہر مکلّف یعنی عاقل، بالغ مسلمان پر ضروری ہو، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ۔ اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔

۱۳) فرض کفایہ: جسے بعض لوگ کرلیں تو سب سے عذاب ٹل جائے جیسے نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین۔

یہ تعریفات بہ تصرف عمدۃ الفقہ سے لی گئی ہیں۔

باب الطهارة

فضائل طہارت

(۱)عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ. اِلٰی اٰخِرِهٖ
(رواہ احمد و مسلم و الترمذی و صاحب المشکوۃ)

حضرت ابو مالک الاشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا طہارت آدھا ایمان ہے۔(رواہ احمد و مسلم والترمذی ومشکوٰۃ)

(۲)عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحُوَیْرِثِ "اَلطَّاهِرُ النَّائِمُ كَالصَّائِمِ الْقَائِمِ (رواہ الدیلمی)

عمرو بن حویرث روایت کرتے ہیں باوضو سو جانے والا روزے دار قیام کرنے والے کی طرح ہے۔

(۳)وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "طَهِّرُوْا هٰذِهِ الْاَجْسَادَ طَهَّرَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاِنَّهٗ لَیْسَ عَبْدٌ یَبِیْتُ طَاهِرًا اِلَّا بَاتَ مَعَهٗ مَلَكٌ فِیْ شِعَارِهٖ اِذَا یَنْقَلِبُ سَاعَةً مِنَ اللَّیْلِ اِلَّا قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَاِنَّهٗ بَاتَ طَاهِرًا (رواہ الطبرانی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے جسموں کو پاک رکھو کہ کوئی بندہ جب باوضو لیٹتا ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ اس کے کپڑے میں رات گزارتا ہے یہ شخص رات کو جب بھی پہلو بدلتا ہے تو وہ فرشتہ دعا دیتا ہے کہ اللہ اس اپنے بندے کو بخش دے کہ اس نے پاکیزگی کی حالت میں رات گزاری ہے۔

(٤)عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِغْسِلِیْ هٰذَیْنِ الثَّوْبَیْنِ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ الثَّوْبَ یُسَبِّحُ فَاِذَا نَجِسَ انْقَطَعَ تَسْبِیْحُهٗ (رواہ ابن عساکر)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ ان دونوں کپڑوں کو دھو ڈال تجھے پتہ نہیں کہ کپڑا تسبیح پڑھتا ہے لیکن جب ناپاک ہو جاتا ہے تو تسبیح بند ہو جاتی ہے۔

(٥)عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ

اَلْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ وَالسِّوَاكُ وَقَصُّ الشَّوَارِبِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَالْاِسْتِنْقَاءُ بِالْمَآءِ وَالْاِخْتِتَانُ

باتیں فطرتی ہیں کلی کرنا، ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا، مسواک کرنا، مونچھوں کا کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال مونڈنا اور جوڑوں کی جگہوں کو دھونا اور پانی سے استنجا کرنا اور ختنہ کرانا۔

(رواہ احمد و ابن ابی شیبۃ و ابوداؤد و ابن ماجۃ)

طہارت کا معنیٰ: طہارت کا معنی ہے پاکیزگی حاصل کرنا چونکہ نماز کے لئے پاکیزگی حاصل کرنا بحکم خدا اور رسول ﷺ ضروری ہے اس لئے نماز سے پہلے اس کو بیان کیا جاتا ہے۔

طہارت کی حکمت: نماز دربار خداوندی کی حاضری اور پیشی کا نام ہے چونکہ خداوند تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات، سبوح وقدوس اور طہارت ونظافت کا منبع ہے اس لئے گناہوں اور نجاستوں سے آلودہ انسان جب تک ظاہری اور باطنی طہارت حاصل نہ کرلے اس کی حضوری اور منظوری کے قابل نہیں ہوسکتا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ☆ [1]

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور بہت زیادہ پاکیزگی پسندوں سے محبت رکھتے ہیں۔

تو گویا طاہر اور باوضو انسان خدا کا محبوب ہوتا ہے اس لئے نماز سے پہلے طہارت ونظافت ضروری قرار دی گئی۔

طہارت کا حکم فرمانِ خداوندی ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا [2]

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے لگو تو پہلے اپنا منہ اور کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھولیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو اور اگر تم جنبی ہو چکے ہو تو پہلے غسل کرلیا کرو۔

اس بارے میں ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

[1] پ ۲ ع ۱۲ [2] پ ٦ ع ٦

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ" (رواه احمد)[1]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی وضو ہے۔

(٦)عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طَهُوْرٍ وَّ لَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ" (رواه الترمذی)[2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نماز بغیر وضو کے قبول نہیں کی جاتی اور نہ ہی کوئی صدقہ چوری کے مال سے۔

طہارت کا وسیلہ

طہارت حاصل ہوتی ہے پانی سے جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے۔

وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (القرآن)[3]

اور وہ خدا تمہارے اُوپر آسمان سے پانی برساتا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک کرے۔

قابل طہارت پانی کی اقسام

(۱) بارش کا پانی: اس کی طہوریت قرآنِ پاک میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (القرآن)[4]

اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اُتارا

واضح ہو کہ قدرتی برف اور اولوں کا پانی بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ وہ دونوں بارشی پانی ہی سے بنتے ہیں۔

(۲) سمندر کا پانی: اس کے متعلق ارشادِ رسول اکرم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

(۷)عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِى الْبَحْرِ "هُوَ الطَّهُوْرُ مَآئُهٗ وَ الْحِلُّ مَيْتَتُهٗ" (رواه ابن ابی شیبة)[5]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سمندر کے بارے میں فرمایا کہ اسکا پانی پاک کنندہ ہے اور اسکا مُردار یعنی مچھلی بلا ذبح حلال ہے۔

(۳) جاری پانی: دریاؤں نہروں اور چشموں کی صورت میں

[1] زجاجة ص ٦٧ [2] ترمذی شریف ص ۲

[3] پ ۹ ع ۱٦ [4] پ ۱۹ ع ۳ [5] مصنّف ابنِ ابی شیبة ص ۱۳۱

(۸)عَنْ اَبِی الْمَهْزَمِ قَالَ سَاَلْنَا اَبَا هُرَیْرَةَ عَنِ الرَّجُلِ یَمُرُّ بِالْغَدِیْرِ اَیَبُوْلُ فِیْهِ قَالَ لَا فَاِنَّهٗ یَمُرُّ بِهٖ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ فَیَشْرَبُ مِنْهُ وَ یَتَوَضَّأُ وَ اِنْ کَانَ جَارِیًا فَلْیَبُلْ اِنْ شَآءَ

(رواه الطحاوی) ۱

حضرت ابومہزمؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوہریرہؓ سے سوال کیا کہ کوئی آدمی جو کسی چھوٹے تالاب کے پاس سے گذرے تو کیا اسمیں پیشاب کرلے آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ اسکا مسلمان بھائی وہاں سے گذرے گا تو وہ اسمیں سے پیئے گا اور وضو کریگا البتہ اگر وہ جاری ہو تو چاہے تو اسمیں پیشاب کرسکتا ہے۔

(۹)عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ" (رواه الجماعة و رواه مسلم) ۲

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی ایسے کھڑے پانی میں جو جاری نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے جس میں پھر وہ غسل کرنے لگے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ چھوٹے تالاب کا پانی پیشاب کرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے مگر نالوں کھالوں اور چشموں کا پانی جاری ہونے کی وجہ سے پلید نہیں ہوتا، پس دریاؤں اور نہروں کی پلیدی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۴) بڑے تالابوں اور جھیلوں کا پانی

(۱۰)عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنْتَهَیْتُ اِلٰی غَدِیْرٍ فِیْهِ حِمَارٌ مَیِّتٌ فَکَفَفْنَا عَنْهُ حَتّٰی اِنْتَهٰی اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا "اِنَّ الْمَآءَ لَا یُنَجِّسُهٗ شَیْءٌ فَاسْتَقَیْنَا وَ اَرْوَیْنَا وَ حَمَلْنَاهُ" (رواه ابن ماجة و الطحاوی) ۳

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک تالاب پر پہنچا جس میں مردار گدھا پڑا ہوا تھا ہم اسکا پانی استعمال کرنے سے باز رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے پاس پہنچ گئے آپ ﷺ نے فرمایا اس پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی اسکے بعد ہم نے وہ پیا پلایا اور ساتھ لے لیا۔

(۱۱)وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِعَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَ شَرِبَ مِنْ غَدِیْرٍ کَانَ یُلْقٰی فِیْهِ

مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے تالاب سے وضو کیا یا پانی پیا جس میں

۱ طحاوی شریف ص ۱۹ ۲ مسلم شریف ص۱۵۸ ، آثار السنن ص ۳
۳ طحاوی شریف ص۱٦

لُحُوْمُ الْكِلَابِ وَ الْجِيَفِ فَذُكِرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ "اِنَّ الْمَآءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَئٌ"

(رواه ابو داؤد و الترمذی و حسّنه) ۱

کُتوں کے گوشت اور مُردار پھینکے جاتے تھے آپ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا پانی جب کثیر مقدار میں ہو تو وہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ نجاست کے اثرات اس پر غالب نہ آجائیں۔

(۵) کنوؤں کا پانی:

(۱۲) عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ وَ هُوَ الَّذِیْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْهِهٖ وَ هُوَ غُلَامٌ مِّنْ بِئْرِهِمْ (رواه البخاری) ۲

حضرت محمود بن ربیعؓ سے روایت ہے اور وہ وہی ہیں جن کے کنوئیں سے پانی کی کلی بھر کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرے پہ پھینک دی تھی جب کہ وہ ابھی بچے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کنوئیں کا پانی پاک ہے ورنہ آنحضرت ﷺ اس سے کلی نہ بھرتے اور نہ ہی حضرت محمودؓ کے چہرے پہ پھینکتے۔

(۱۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَ هُوَ قَائِمٌ (متفق علیه) ۳

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آبِ زمزم کا ڈول لایا تو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کھڑے کھڑے نوش فرمالیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کنوؤں کا پانی پاک اور پاک کنندہ ہے اور یہ بھی کہ آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہئے۔

مخلوط پانی: جس پانی میں کوئی پاک شے مل جائے لیکن وہ پانی پر غالب نہ آئے اور نہ ہی پانی کا نام تبدیل ہو تو اس سے بھی طہارت جائز ہے چنانچہ ہلکی نبیذ سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وضو فرمانا ثابت ہے۔

(۱٤) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ "مَا فِیْ اِدَاوَتِكَ" قَالَ نَبِيْذٌ قَالَ "تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ مَآءٌ طَهُوْرٌ" (رواه ابوداؤد و مثله فی ابن ماجة) ٤

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لیلۃ التعریس میں مجھ سے پوچھا "تیرے مشکیزے میں کیا ہے" میں نے عرض کیا نبیذ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کھجوریں بھی پاک ہیں اور پانی بھی پاک"۔

۱ ابو داؤد ص ۹، زجاجة المصابیح ص ۱٦۳ ۲ بخاری شریف ص ٤۹

۳ مشکوة شریف ص ۳۷۰ ٤ ابوداؤد شریف ص ۱۲

امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے اس میں یہ بھی اضافہ کیا ہے "فَتَوَضَّأَ مِنْهُ" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وضو فرمایا۔
اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسلِ میت کے لئے ایسے پانی کا حکم دیا ہے۔ جس میں بیری کے پتے پکائے گئے ہوں جیسے یہ روایت ہے۔

(١٥) عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ ؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتْ اِبْنَتُهٗ فَقَالَ "اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ (مستدلات حنفیہ مشکوۃ)[1]

حضرت اُمِ عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ آپکی صاحبزادی وفات پا گئی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ بار پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ پاک شے کے ملنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

ناقابلِ طہارت پانی

جس چھوٹے تالاب، کنوئیں اور برتن میں نجاست گر جائے تھوڑی ہو یا زیادہ طہارت کے قابل تو کیا رہے گا وہ خود ہی ناپاک ہو جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے اور جنبی کے نہانے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

(١٦) عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّبَالَ فِى الْمَآءِ الرَّاكِدِ (رواہ مسلم)[2]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب کیا جائے۔

(١٧) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِى الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِىْ لَا يَجْرِىْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ (متفق علیہ) وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسے کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے جو چل نہ رہا ہو کہ پھر اسمیں غسل کرنے لگے اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا

[1] مشکوۃ شریف ص ١/١٤٣

[2] آثار السنن ص ٣ ، مسلم ص ١/١٥٨

"لَایَغْتَسِلُ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّائِمِ وَ هُوَ جُنُبٌ قَالُوْا کَیْفَ یَفْعَلُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ یَتَنَاوَلُهٗ تَنَاوُلًا (رواہ مسلم)[1]

تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو لوگوں نے کہا ابو ہریرہؓ! پھر وہ کیسے کرے آپؓ نے جواب دیا وہ اسمیں سے پانی لیکر غسل کرے۔

(۱۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ نَّوْمِهٖ فَلْیَغْسِلْ یَدَهٗ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَهَا فِی الْاِنَآءِ (متفق علیه)[2]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اُسے چاہئے کہ برتن میں ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھولے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس قلیل غیر جاری پانی میں پیشاب کر دیا جائے یا اس میں کوئی جنبی غسل کرلے یا گندے ہاتھ ڈال دے تو وہ پلید ہو جاتا ہے اور غسل کے قابل نہیں رہتا نہ ہی وضو کے، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر وہ پانی جاری ہوتا تو اس میں پیشاب کرنے سے وہ ناپاک نہ ہوتا ورنہ "اَلَّذِیْ لَا یَجْرِیْ" کی قید لگانے کا کوئی فائدہ نہیں تو حضرت امام ابو حنیفہؒ جو فرماتے ہیں کہ جاری پانی وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا اس قید سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ قلیل ٹھہرے پانی کی طرح وقوع نجاست سے کنواں بھی پلید ہو جاتا ہے اس کی صراحت اگلی حدیث میں دیکھئے۔

(۱۹) عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ ؒ اَنَّ زَنْجِیًّا وَقَعَ فِیْ زَمْزَمَ یَعْنِیْ مَاتَ فَاَمَرَ بِهٖ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَاُخْرِجَ فَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُنْزَحَ قَالَ فَغَلَبَتْهُمْ عَیْنٌ جَآئَتْ مِنَ الرُّکْنِ فَاَمَرَ بِهَا فَدُسَّتْ بِهَا بِالْقُبَاطِیِّ وَ الْمَطَارِفِ حَتّٰی نَزَحُوْهَا فَلَمَّا نَزَحُوْهَا اِنْفَجَرَتْ عَلَیْهِمْ (رواہ الدار قطنی و الطحاوی)[3]

جناب ابن سیرینؒ روایت کرتے ہیں کہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر کر مر گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے حکم دے کر اسے نکلوایا اور پھر فرمایا اسکا سارا پانی نکالو، راوی کہتے ہیں کہ رکن کیطرف سے کنوئیں میں ایک چشمہ جاری ہونے کیوجہ سے سارا پانی نکالنے سے لوگ عاجز آگئے تو آپ نے ریشمی قبطی کپڑوں سے اس چشمے کا منہ بند کروا دیا اور پھر پانی نکالنے کا حکم دیا جب پانی نکال چکے تو چشمہ پھر اُبلنے لگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نجاست گرنے سے کنوئیں کا پانی پلید ہو جاتا ہے رہا یہ سوال کہ مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں قلیل وکثیر کا کوئی ذکر نہیں پھر یہ حد بندی کہاں سے کی گئی ہے؟ تو عرض خدمت ہے کہ اس سلسلے کی احادیث مبارکہ کو تعارض سے بچانے کے لئے

[1] مسلم شریف ص ۱/۵۸ ، زجاجة المصابیح ص ۱۲۱

[2] مسلم شریف ص ۱/۵۶ ، معارف السنن ص ۱/۲۴۶

[3] طحاوی شریف ص ۱۹۰ ، زجاجة ص ۱/۱۲۲

یہ فرق قائم کرنا ضروری ہے۔ چند صفحات پہلے آپ پڑھ آئے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی۔ [۱]

اور ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نجاست گرنے سے برتن کا پانی تو کیا کنواں بھی ناپاک ہو جاتا ہے تو اگر ان کو قلیل پر اور انہیں کثیر پر محمول نہ کیا جائے تو تعارض کی وجہ سے دونوں قسم کی احادیث مبارکہ ناقابل عمل ٹھہریں گی یہ اشکال نہیں ہونا چاہئے کہ پھر بیر بضاعۃ کا پانی کیوں استعمال کیا جاتا رہا جب کہ اس میں نجاستیں ڈالی جاتی تھیں؟ کیونکہ ممکن ہے صحابہ کرامؓ کی طرف سے یہ اعتراض اس وقت ہوا ہو جب نجاستوں کا ڈالنا موقوف ہو چکا تھا اور سابقہ نجاستیں نکالی جا چکی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کا منشا یہ ہوگا کہ سابقہ نجاستوں کی وجہ سے موجودہ پانی ناپاک نہیں ہوسکتا یا وہ صورت ہو جسے امام طحاوی نے واقدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اس کا پانی باغوں کی طرف جاری رہتا تھا اور جاری پانی فی الواقع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا۔

قلیل وکثیر کی تحدید

جو حوض یا تالاب دہ دردہ ہو یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اس کا پانی ماء کثیر ہے جو بالاجماع نجاست پڑنے سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ نجاست کے اثر سے اس کا کوئی ایک وصف نہ بدل جائے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ظاہر ہے۔

(۲۰) عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ رَفَعَهٗ "اِنَّ الْمَآءَ طَهُوْرٌ لَا یُنَجِّسُهٗ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰی رِیْحِهٖ وَ طَعْمِهٖ وَ لَوْنِهٖ (رواہ ابن ماجۃ)[۲]

حضرت راشد بن سعد حضرت ابوامامہؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ پانی پاک کنندہ ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی مگر جو اس کی بو، مزے یا رنگ پر غالب آجائے۔

اب رہی یہ بات کہ ماءِ کثیر کی دہ دردہ سے تحدید کیسے کی گئی تو سنئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنوئیں کی حریم اس کی چوطرف سے چالیس ہاتھ مقرر فرمائی ہے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَرِیْمُ الْبِیْرِ اَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا مِنْ جَوَانِبِهَا کُلِّهَا (رواہ احمد)[۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کنوئیں کی حریم اس کی چاروں طرف سے چالیس ہاتھ ہے۔

اس بنا پر ہر طرف سے دس ہاتھ زمین کنوئیں والے کیلئے ریزرو رہے گی۔ تاکہ اس کے کنوئیں کا پانی سرایت کر کے دوسرے

[۱] صلوات الرسول (بڑے تالابوں اور جھیلوں کے عنوان میں)

[۲] ابن ماجۃ ص ۴۰، درایۃ علی الھدایۃ ص ۳۲ [۳] زجاجۃ ص ۱۲۵

کنوئیں میں نہ چلا جائے۔ اور یہ جو ہر طرف سے دس ہاتھ ہے اس کو ضرب دیں تو سو ہاتھ ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دَہ دردَہ سے کم میں نجاست کے اثرات ایک جانب سے دوسری جانب پھیل سکتے ہیں۔ مگر اس سے زائد میں نہیں پس یہی اصل ہے۔ دَہ دردَہ کی جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھی حریم کے سلسلے میں لحاظ فرمایا ہے۔

گٹر کے قریب نلکا لگانا

اس سے معلوم ہوا کہ دس ہاتھ تک گندگی سرایت کر کے جاسکتی ہے۔ لہٰذا گٹر یا گندے تالاب سے دس ہاتھ سے کم پر نلکا نہیں لگایا جاسکتا ورنہ پانی مشکوک ہوگا اور اگر اس پانی سے بدبو بھی آتی ہو یا رنگت تبدیل ہو یا مزہ خراب ہو تو وہ یقیناً ناپاک ہوگا۔

کنواں پاک کرنے کا طریقہ

جو کنواں نجاست گرنے سے ناپاک ہو جائے یا اس میں کوئی آدمی یا جانور گر کر مر جائے یا چھوٹا جانور مر کر گل سڑ جائے تو اس کا کُل پانی نکالنے سے وہ کنواں پاک ہو جائے گا جیسا کہ حضرت ابن زبیرؓ سے ثابت ہے۔

آدمی کا حکم:

(۲۲) عَنْ عَطَآءٍ اَنَّ حَبَشِيًّا وَقَعَ فِیْ زَمْزَمَ فَاَمَرَ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ فَنُزِحَ مَآئُهَا فَجَعَلَ الْمَآءُ لَايَنْقَطِعُ فَنَظَرَ فَاِذَا عَيْنٌ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ حَسْبُكُمْ

(رواہ ابن ابی شیبة و الطحاوی)[۱]

جناب عطاؒ سے روایت ہے کہ ایک حبشی چاہ زمزم میں گر کر مر گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حکم سے اسکا سارا پانی نکال دیا گیا لیکن پانی ٹوٹتا نہیں تھا ابن زبیرؓ نے دیکھا تو اسمیں حجر اسود کی طرف سے ایک چشمہ جاری تھا تو آپ نے فرمایا بس اتنا ہی کافی ہے۔

وضاحت: کنوئیں میں چشمہ جاری ہونے کی وجہ سے چونکہ اس کا بالکل خالی کرنا ناممکن تھا اس لئے جتنا پانی پہلے موجود تھا اندازاً اتنا نکال دینے کو کافی سمجھا گیا اور پھر کنوئیں کو پاک گردانا گیا حالانکہ نہ اس کی مٹی نکالی گئی، نہ اس کی دیواریں دھوئی گئیں، نہ ہی ڈول رسی کو پاک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ناپاک پانی نکال دینے سے ہر چیز از خود پاک ہو جائے گی اور یہ حکم آدمی اور اس کے برابر کے ہر جانور کا ہے جو کنوئیں میں گر کر مر جائے۔

بلی کا حکم: بلی یا اس کے برابر کوئی جانور گر کر مر جائے تو اس میں چالیس یا اس سے کچھ زیادہ ڈول نکال دئے جائیں تو کنواں پاک ہو جائے گا۔ جیسے حضرت شعبیؒ کے اس اثر سے ثابت ہے۔

[۱] طحاوی شریف ص۱۹ ، آثار السنن ص ۸

(۲۳)عَنِ الشَّعْبِيِّ فِی الطَّیْرِ وَالسِّنَّوْرِ وَنَحْوِهِمَا یَقَعُ فِی الْبِئْرِ قَالَ یُنْزَحُ مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ دَلْوًا (رواہ الطحاوی)[1]

پرندے، بلی اور ان جیسے جانور کے بارے میں جو کنوئیں میں گر کر مر جائے حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ اس سے چالیس ڈول نکال دیئے جائیں۔

چوہے کا حکم: چوہا یا اس کے برابر کا کوئی جانور گر کر مر جائے تو بیس یا کچھ اوپر ڈول نکال دیئے جائیں تو کنواں پاک ہو جائے گا۔ جیسے حضرت انسؓ کے اس اثر سے ظاہر ہے۔

(۲٤)عَنْ اَنَسٍ قَالَ فِی الْفَارَةِ اِذَا مَاتَتْ فِی الْبِئْرِ وَاُخْرِجَتْ مِنْ سَاعَتِهَا نُزِحَ مِنْهَا عِشْرُوْنَ دَلْوًا اَوْ ثَلَاثُوْنَ (رواہ الطحاوی)[2]

جو چوہا کنوئیں میں گر کر مر جائے اور اسی وقت نکال لیا جائے اس کے بارے میں حضرت انسؓ نے فرمایا کہ کنوئیں سے بیس یا تیس ڈول نکال دیئے جائیں۔

بے خون جانور کا حکم: اگر پانی میں ایسا جانور گر کر مر جائے جس میں بہنے والا خون نہ ہو تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا جیسے اس ارشادِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲۵)عن سلمانؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا سَلْمَانُ کُلُّ طَعَامٍ وَّشَرَابٍ وَّقَعَتْ فِیْهِ دَآبَّةٌ لَیْسَ لَهَا دَمٌ سَآئِلٌ فَمَاتَ فِیْهِ فَهُوَ حَلَالٌ اَکْلُهٗ وَ شُرْبُهٗ وَ وُضُوْئُهٗ (رواہ الدار قطنی وھو ضعیف ورواہ ابن عدی فی الکامل وعددہ والحدیث لا ینزل عن درجة الحسن)[3]

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمان! کھانے پینے کی ہر چیز جس میں ایسا جانور گر کر مر جائے جس میں بہتا خون نہ ہو تو اس کا کھانا پینا حلال اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

(۲٦)وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْمِسْهُ ثُمَّ لِیَنْزِعْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ دَآءً وَ فِی الْاٰخَرِ شِفَآءً (رواہ البخاری)[4]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے چاہیے کہ اس کو ڈبو دے پھر اسے نکال لے اسلئے کہ اس کے ایک پر میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں اور دوسرے میں شفاء کے۔

[1] طحاوی ص ۱۹ [2] رواہ الطحاوی فی غیر الآثار کما قال ابن الھمام والزیلعی
[3] اعلاء السنن ص ۱/۱۸۰ [4] بخاری شریف ص ۱/٤٦٧

مستعمل پانی کا حکم

جس پانی سے وضو یا غسل کرلیا گیا ہو وہ خود تو پاک ہوتا ہے یعنی اگر کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو وہ پلید نہ ہوں گے۔ لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس سے دوبارہ وضو یا غسل کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ مَرِضْتُ فَاَتَانِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ وَ اَبُوْ بَکْرٍ فَوَجَدَانِیْ قَدْ اُغْمِیَ عَلَیَّ فَتَوَضَّأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ وَضُوْئَہٗ عَلَیَّ فَاَفَقْتُ (متفق علیہ)[۱]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں بیمار ہوگیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ میری عیادت کیلئے تشریف لائے جب وہ پہنچے تو مجھ پر غشی طاری تھی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور اس کا مستعمل پانی میرے اُوپر چھڑک دیا تو میں ٹھیک ہوگیا۔

دیکھئے اگر مستعمل پانی ناپاک ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے حضرت جابرؓ کے اوپر نہ چھڑکتے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو فرمایا کرتے تھے تو صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مستعمل پانی کو متبرک سمجھ کر چھینا جھپٹی سے حاصل کیا کرتے تھے۔ جیسے اس روایت سے ثابت ہے۔

(۲۸) عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُتِیَ بِوَضُوْءٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِہٖ فَیَتَمَسَّحُوْنَ بِہٖ (رواہ البخاری)[۲]

حضرت ابو جحیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کیلئے وضو کا پانی لایا گیا آپ ﷺ نے وضو فرمایا تو لوگ آپ کا مستعمل پانی لیکر اپنے جسموں پر ملنے لگے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی مستعمل چیز سے برکت حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں غلو کر کے اسے مؤثر بالذات نہ سمجھ لیا جائے۔

نجاستیں اور ان سے پاکیزگی کا طریقہ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی "وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ"[۳]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ"

[۱] بخاری و مسلم

[۲] بخاری شریف ص ۳۱/۱ [۳] پ ۲۹ ع ۱۵

کتے کے جھوٹے کا حکم: کتے اور تمام حرام جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے اور پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ برتن یا کپڑے کو تین دفعہ دھوڑالا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے کتے کے متعلق تو یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ''اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْیُهْرِقْهُ وَلْیَغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ'' (رواہ بن عدی و دار قطنی)۱؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال جائے تو اُسے چاہیئے کہ اسے بہادے اور تین دفعہ دھوڑالے۔

کتے کے متعلق دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے جھوٹے برتن کو اچھی طرح مانجنا بھی چاہیئے پھر تین دفعہ دھونا کم سے کم مقدار ہے جس سے نجاست کا ازالہ ہو جاتا ہے البتہ مزید صفائی کے لئے اگر اس سے زیادہ بار دھویا جائے تو اس کی گنجائش دوسری روایات سے ثابت ہے۔

بلی کے جُھوٹے کا حکم: حرام درندہ ہونے کی وجہ سے بلی کے جُھوٹے کا بھی وہی حکم ہونا چاہیئے تھا جو دوسرے درندوں کا ہے لیکن چونکہ گھریلو جانور ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا بہت دشوار ہے اسی لئے حکم میں ذرا تخفیف کر دی گئی ہے جیسا کہ ان احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے۔

(۳۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ''اَلسِّنَّوْرُ سَبُعٌ'' (رواہ الحاکم و احمد)۲؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلی درندہ ہے۔

(۳۱) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَیْسَتْ بِنَجِسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِیْنَ عَلَیْكُمْ وَاِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا (رواہ ابوداؤد)۳؎

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک وہ (بلی) ناپاک نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے آس پاس گشت کرنے والی ہے اور بلا شبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسکے جھوٹے سے وضو کرتے دیکھا ہے۔

۱؎ زجاجة ص ۱۳۱

۲؎ زجاجة ص ۱۲۸ ۳؎ ابو دائود ص ۱۱

یہی علت چونکہ گھریلو چوہے اور سانپ وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے اسلئے انکا جھوٹا بھی ناپاک نہیں صرف مکروہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا احتیاج کیوجہ سے پاک قرار دیا گیا ہے لیکن چونکہ وہ بقول رسول اکرم ﷺ درندہ بھی ہے اسلئے علماء نے اسکے جھوٹے کو مکروہ لکھا ہے جیسا کہ حرام پرندوں اور گھریلو مرغی کا جھوٹا کیونکہ وہ بسا اوقات حرام اور ناپاک چیز بھی کھالیتی ہے پس جب اسکے جھوٹے میں ضرورتاً تخفیف کر دی گئی تو برتن کی پاکی میں بھی تخفیف کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ایک یا دو دفعہ دھو لینے کو کافی سمجھا جائیگا۔ جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے:

(۳۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "طُهُوْرُ الْاِنَاءِ اِذَا وَلَغَ فِیْهِ الْهِرُّ اَنْ یُّغْسَلَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ" (رواه الدار قطنی وصححه)[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بلی برتن میں منہ ڈال دے تو اسکی پاکیزگی یہ ہے کہ اسکو ایک یا دو دفعہ دھو ڈالا جائے۔

پیشاب مطلقاً ناپاک ہے

جیسا کہ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

(۳۳) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَوْلِ فَقَالَ "اِذَا مَسَّکُمْ شَیْءٌ فَاغْسِلُوْهُ فَاِنِّیْ اَظُنُّ اَنَّ مِنْهُ عَذَابَ الْقَبْرِ" (رواه البزار)[۲]

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پیشاب کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جب تمہیں تھوڑا بہت لگ جائے تو اسے دھو ڈالا کرو اسلئے کہ میرا گمان ہے کہ اسکی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

دیکھئے پیشاب مطلقاً بیان ہوا ہے جس میں بچے کا کوئی استثناء نہیں ہے۔

(۳۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ" (رواه الحاكم)[۳]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پیشاب سے بچا کرو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔

یہاں بھی پیشاب مطلق ہے۔

شیر خوار بچے کا پیشاب

لڑکی کی طرح لڑکے کا پیشاب بھی ناپاک ہے فرق ہے تو صرف اس قدر کہ لڑکی کے پیشاب میں چکناہٹ ہوتی ہے اسے جب تک خوب مل مل کر اور وافر پانی ڈال کر نہ دھویا جائے اس کا ازالہ نہیں ہوتا البتہ لڑکے کے پیشاب میں چونکہ یہ دسومت نہیں ہوتی

[۱] زجاجة ص۱۳۹
[۲] آثار ص۱۷ [۳] زجاجة ص ۱۴۰

اسلئے اسے معمولی طور پر تھوڑے پانی سے بھی دھولیا جائے تو کپڑا پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ اس فرق کے متعلق احادیث میں اشارات موجود ہیں چنانچہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُوْلَهُمْ فَاُتِيَ بِصَبِيٍّ مَرَّةً فَبَالَ عَلَيْهِ فَقَالَ "صُبُّوْا عَلَيْهِ الْمَآءَ صَبًّا (رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح و مثلہ فی الموطأ للامام محمد)[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس بچے لائے جاتے تھے آپ ان کیلئے دعا فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ ایک بچہ لایا گیا تو اسنے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اوپر پیشاب کر دیا آپ نے فرمایا اس پر اچھی طرح پانی بہادو۔

(۳۶) وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ وُلِدَ الْحُسَيْنُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْهِ اَوْ ادْفَعْهُ اِلَيَّ فَلْاُكَفِّلْهُ اَوْ اُرْضِعْهُ بِلَبَنِيْ فَفَعَلَ فَاَتَيْتُهُ بِهٖ فَوَضَعَهُ عَلٰى صَدْرِهٖ فَبَالَ عَلَيْهِ فَاَصَابَ اِزَارَهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ اِزَارَكَ اَغْسِلْهُ قَالَ اِنَّمَا يُصَبُّ عَلٰى بَوْلِ الْغُلَامِ وَ يُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ (رواہ الطحاوی)[۲]

حضرت امّ فضلؓ کہتی ہیں کہ جب حسینؓ پیدا ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اسے میرے حوالہ کر دیں میں اسکی کفالت کرونگی یا اپنا دودھ پلاؤں گی تو آپنے مجھے دے دیا پھر میں اسے آپکے پاس لائی آپنے اسے اپنے سینے پر بٹھالیا تو اسنے اوپر پیشاب کر دیا جو آپکی لنگی مبارک کو لگ گیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی ازار مجھے اتار دیں تاکہ میں اسے دھوڈالوں آپنے فرمایا لڑکے کے پیشاب پر تو پانی بہادیا جاتا ہے اور لڑکی کا پیشاب اچھی طرح دھویا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پلید تو دونوں ہیں صرف دھونے کے طریقے میں تھوڑا سا فرق ہے اور اگر لڑکے کا پیشاب پاک ہی ہوتا تو اس پر پانی بہانے کی بھی ضرورت نہ تھی۔

اُونٹ کے پیشاب کا حکم

دوسرے حلال جانوروں کی طرح اونٹ کا پیشاب بھی حرام اور ناپاک ہے جس کپڑے کو لگ جائے بغیر دھوئے اس سے نماز نہیں ہوگی۔ جیسے حضرت ابن عمرؓ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔

[۱] طحاوی ص ۶۹ ، مثلہ فی مؤطا محمد ص ۲۵

[۲] طحاوی شریف ص ۶۹

(۳۷)عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ یَقُوْلُ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ بَعَثْتُ جَمَلِیْ فَاَصَابَنِیْ بَوْلٌ قَالَ اِغْسِلْهُ قُلْتُ اِنَّمَا کَانَ انْتَضَحَ کَذَا وَکَذَا یَعْنِیْ یُقَلِّلُهٗ قَالَ اِغْسِلْهُ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[۱]

حضرت ابومجلزؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے عرض کیا کہ میں نے اپنے اونٹ کو اٹھایا تھا تو اسنے پیشاب کردیا جو میرے کپڑوں کو لگ گیا آپنے فرمایا اسے دھوڈال میں نے کہا وہ تو ذرا ذرا سے چھینٹے پڑے تھے آپنے فرمایا پھر بھی دھوڈال۔

اسی طرح بکری، بھیڑ کا پیشاب بھی ناپاک ہے اس کی دلیل ''اِسْتَنْزِھُوْا مِنَ الْبَوْلِ'' والی حدیث ہے کیونکہ اس کا شان ورود ہی یہی ہے کہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک معذب صحابیؓ کی بیوی سے پوچھا اس کے اعمال کیسے تھے جو اسے عذاب قبر ہورہا ہے؟ تو اس نے بتلایا کہ یہ بکریاں چرایا کرتا تھے اور ان کے بول سے یا اپنے بول سے احتراز نہیں کیا کرتا تھا۔ اس پر آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اِسْتَنْزِھُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ'' [۲] یعنی پیشاب سے بہت احتراز کیا کرو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی بے احتیاطی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رہی عرنیین والی حدیث تو اس سے جانوروں کے پیشاب کی پاکی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ بطور تداوی استعمال ہوا ہے۔ جب کہ آپ کو بذریعہ وحی قطعی معلوم ہوگیا تھا کہ ان مریضوں کو اسی سے شفاء ہوگی۔

جانوروں کا پاخانہ

تمام حلال وحرام جانوروں کا پاخانہ بھی ناپاک ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۳۸)عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اَتَی النَّبِیُّ الْغَآئِطَ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَهٗ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ فَوَجَدْتُّ حَجَرَیْنِ وَ الْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْ فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَیْتُهٗ بِهَا فَاَخَذَ الْحَجَرَیْنِ وَ اَلْقَی الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِجْسٌ (رواہ البخاری)[۳]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بیت الخلاء گئے اور مجھے حکم دیا کہ تین ڈھیلے لاؤں مجھے دو تو پتھر مل گئے تیسرا تلاش کیا مگر نہ مل سکا چنانچہ میں لید کا ایک لیڈا اٹھا کر لے آیا آپ ﷺ نے دونوں پتھر تو لے لئے اور لیڈا پھینک دیا اور فرمایا یہ گندگی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لید، گوبر اور مینگنی وغیرہ سب ناپاک ہیں۔

[۱] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶
[۲] زجاجۃ ص ۱٤۰ [۳] بخاری شریف ص ۱۷/۱

مردار کا کچا چمڑا

تمام مُردار جانوروں کے کچے چمڑے ناپاک ہیں البتہ جب رنگ لئے جائیں تو سوائے خنزیر کے سب پاک ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے۔

(٣٩) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ اَتَانَا كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِاِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ (مشكوة)[1]

حضرت عبداللہ بن حکیمؓ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی آیا کہ مردار کے کچے چمڑے اور پٹھے سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ۔

(٤٠) عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُوْدِ الْمَيْتَةِ اِذَا دُبِغَتْ (رواه مالك و ابوداؤد)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مُردار کے کچے چمڑے جب رنگ لئے جائیں تو ان سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

(٤١) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ (رواه الترمذى ص٢٠٦ وصححه والنسائى وابن ماجة وفى المسلم معناه نقلا عن شرح النقاية)[3]

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر کچا چمڑا جو دباغت دیا جائے وہ پاک ہوجاتا ہے۔

نجاست آلود جوتا

جُوتے کو اگر گندگی لگ جائے اور چلتے رہنے کیوجہ سے گھس گھسا جائے تو جوتا پاک ہے، ورنہ خود گھسا ڈالے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(٤٢) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَطِئَ اَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْاَذٰى فَاِنَّ التُّرَابَ لَهٗ طَهُوْرٌ (رواه ابوداؤد)[4]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص اپنے جوتے سے نجاست روند ڈالے تو مٹی اس کیلئے پاکیزگی کا سامان ہے۔ (یعنی وہ مٹی سے گھس کر پاک ہوجاتا ہے)

اسی طرح چمڑے کی ہر چیز جسم دار غلاظت سے گھسا کر پاک کی جاسکتی ہے۔

[1] مشكوٰة ص ٥٣ [2] ابوداؤد ص ٢١٣
[3] ترمذى ص ٦/١ ، شرح النقاية ٤٩/١ [4] ابو داوٗد ص ٥٥

حیض آلود کپڑے کا حکم

کپڑے کو خونِ حیض لگ جائے تو اگر وہ جم چکا ہو تو پہلے اسے چھیل ڈالے پھر پانی سے دھو کر صاف کرے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(٤٣)عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ سَاَلَتْ اِمْرَاَۃٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَھَا الدَّمُ مِنَ الْحَیْضَۃِ کَیْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدَاکُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَیْضَۃِ فَلْتَقْرُصْہُ ثُمَّ لِتَنْضَحْہُ بِمَآءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ فِیْہِ (متفق علیہ)[1]

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ! بھلا ہم میں سے کسی کے کپڑے کو اگر خونِ حیض لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو خونِ حیض لگ جائے تو اسے چاہیے کہ چھیل ڈالے پھر پانی استعمال کرے پھر اسمیں نماز پڑھ سکتی ہے۔

منی ناپاک ہے

(٤٤)عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ کُنْتُ اَفْرُکُ الْمَنِیَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَابِسًا وَّ اَغْسِلُہٗ اِذَا کَانَ رَطْبًا (رواہ الدار قطنی و البیہقی)[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے خشک منی کھرچ دیا کرتی تھی اور تر کو دھویا کرتی تھی۔

(٤٥)عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَؓ عَنِ الْمَنِیِّ یُصِیْبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ کُنْتُ اَغْسِلُہٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَ اَثَرُ الْغَسْلِ فِیْ ثَوْبِہٖ بُقَعُ الْمَآءِ (رواہ الشیخان)[3]

حضرت سلیمان بن یسارؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کپڑے کو لگ جانیوالی منی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں اسے رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں سے دھو دیا کرتی تھی آپ نماز کیلئے تشریف لیجاتے جبکہ آپکے کپڑوں میں دھونے کا نشان پانی کے ٹکڑوں کی صورت میں نظر آیا کرتا تھا۔

[1] زجاجۃ ص ١٣٢، بخاری شریف ص ١/٤٥

[2] زجاجۃ ص ١٣٤ [3] بخاری شریف کتاب الغسل ص ١/٣٦

وضاحت: یہ دھونا نجاست کیوجہ سے ہے ورنہ نفاست کیلئے تازہ دھو کر گیلے کپڑے کیساتھ باہر جانا خود معیوب اور نفاست کے خلاف ہے۔

بظاہر منی کا دھونا اسکی ناپاکی کی وجہ سے ہے لیکن بعض لوگوں کو اسکے پاک ہونے کا دھوکا لگا ہوا ہے انکی خدمت میں گزارش ہے کہ بالفرض اگر منی پاک بھی تھی تب بھی پیشاب والے ناپاک مخرج میں سے ہو کر نکلنے کیوجہ سے وہ ناپاک ہوگئی تاہم اسکی ناپاکی کی مزید دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

(٤٦)عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ اَتٰى عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى بِئْرٍ اَدْلُوْ مَآءً فِیْ رَكْوَةٍ قَالَ يَا عَمَّارُ مَا تَصْنَعُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ اَغْسِلُ ثَوْبِیْ مِنْ نُخَامَةٍ اَصَابَتْهُ فَقَالَ يَا عَمَّارُ اِنَّمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْغَائِطِ وَ الْبَوْلِ وَ الْقَیْءِ وَ الدَّمِ وَالْمَنِیِّ يَا عَمَّارُ مَا نُخَامَتُكَ وَ دُمُوْعُ عَيْنَيْكَ وَ الْمَآءُ الَّذِیْ فِیْ رَكْوَتِكَ اِلَّا سَوَآءٌ (رواه الدار قطنی)[1]

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میں کنوئیں پر مشکیزے میں پانی بھر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا عمار! کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میرے کپڑے میں ناک کی سنک لگ گئی ہے میں اسے دھو رہا ہوں آپ نے فرمایا عمار! کپڑا تو پانچ چیزوں سے دھویا جاتا ہے ٹٹی، پیشاب، قے، خون اور منی سے عمار! تیری سنک، آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تیرے مشکیزے میں ہے بالکل برابر ہیں۔ (یعنی انکا حکم ایک ہی ہے اور یہ تینوں پاک ہیں)

البتہ پہلی پانچ چیزیں ناپاک ہیں جن میں پانچویں منی ہے۔ لیجئے اب تو صراحتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منی کا ناپاک ہونا ثابت ہوگیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

رہی دارقطنیؒ کی وہ روایت جسمیں منی کو سنک اور تھوک سے تشبیہ دی گئی ہے تو وہ ضعیف ہے کیونکہ اسکے دو راویوں قاضی شریکؒ اور ابن ابی لیلیٰ کو محدثین نے سیّی الحفظ کہا ہے۔ شریک کو ابن حجرؒ نے اور ابن ابی لیلیٰ کو خود دارقطنیؒ نے جیسے آثار السنن میں ہے:

(٤٧)عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ فِی الْمَنِیِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ اِذَا رَاَيْتَهٗ فَاغْسِلْهُ وَ اِلَّا فَاغْسِلِ الثَّوْبَ كُلَّهٗ (رواه الطحاوی و اسناده صحیح)[2]

جس کپڑے کو منی لگ جائے اسکے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اگر تجھے دکھائی دے تو اس کو دھو ڈال اور دکھائی نہ دے تو سارے کپڑے کو دھولے۔

[1] زجاجة ص ١٣٤ [2] طحاوی شریف ص ٤٣

واضح ہو کہ اگر یہ دھونا صفائی کیلئے تھا تو جس صورت میں منی نظر ہی نہ آتی تھی اس وقت اسے دھونے کی کیا ضرورت تھی۔ اسکا مطلب اسکے سوا کچھ نہیں کہ سارے کپڑے کو دھونا نجاست کے امکان کے پیشِ نظر تھا ورنہ دکھائی نہ دینے کی صورت میں صفائی تو حاصل ہی تھی۔

(٤٨) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ ؓ اَنَّهٗ سَاَلَ اُخْتَهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ ؓ زَوْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ فِی الثَّوْبِ الَّذِیْ يُجَامِعُهَا فِيْهِ فَقَالَتْ نَعَمْ اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِ اَذًى (رواہ ابو داؤد وآخرون)[۱]

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بہن زوجۂ رسول اللہ حضرت اُمِ حبیبہ ؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کپڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے جس میں وہ جماع کیا کرتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا ہاں جب اس میں گندگی نہ دیکھتے تھے۔

اسمیں منی کو اذی کہا گیا ہے اور یہی لفظ قرآن پاک میں خونِ حیض کیلئے استعمال ہوا ہے دیکھو "قُلْ هُوَ اَذًى" یہاں بالاتفاق اس کا معنی گندگی ہے تو پھر منی پاک کیسے ہو سکتی ہے جن روایات میں اسے سنک سے تشبیہ ہے وہ روایات ضعیف ہیں دیکھو آثار السنن۔

(٤٩) قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنْ كَانَ رَطْبًا فَاغْسِلْهُ وَ اِنْ كَانَ يَابِسًا فَاحْكُكْهُ وَ اِنْ خَفِیَ عَلَيْكَ فَارْشُشْهُ (رواہ ابن ابی شیبة)[۲]

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں اگر منی خشک ہو تو اسے کھرچ ڈال اور اگر تر ہو تو اسے دھو ڈال اور اگر نظر نہ آئے تو اس پر چھینٹے ڈال کے دھو دے۔

مذی بھی ناپاک ہے

(٥٠) عَنْ عَلِیٍّ ؓ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّآءً فَكُنْتُ اَسْتَحْيِیْ اَنْ اَسْئَلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ اِبْنَتِهٖ فَاَمَرْتُ لِمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهٗ وَيَتَوَضَّأُ (رواہ الشیخان)[۳]

حضرت علی ؓ کہتے ہیں میں بہت زیادہ مذی والا شخص تھا اور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کے شوہر ہونیکی وجہ سے میں آپ سے پوچھتا ہوا شرماتا تھا۔ پس میں نے مقداد ابن اسود سے کہا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا وہ اپنے ذکر کو دھولے اور وضو کرلے۔

مقدارِ درھم سے کم نجاست معاف ہے

اگر کپڑے یا جسم کو معمولی نجاست لگی ہوئی ہو اور اسے دھوئے بغیر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی لیکن جان بوجھ کر آلودگی کو

[۱] ابوداؤد ص ۵۳/۱ [۲] مصنف ابن ابی شیبة ص ۸۵/۱
[۳] بخاری شریف ص ٤١/١ ، مسلم شریف ص ۱٤۳

باقی رکھنا ناپسندیدہ امر ہے۔اس لئے دھوکر پڑھنا ہی بہتر ہے۔قلیل نجاست کی معافی پر حضرت عمرؓ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

(٥١) رُوِیَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْقَلِيْلِ مِنَ النَّجَاسَةِ فِی الثَّوْبِ فَقَالَ اِذَا كَانَ مِثْلَ ظُفُرِیْ هٰذَا لَایَمْنَعُ جَوَازَ الصَّلٰوةِ (ذکرہ العینی)[1]

حضرت عمرؓ سے قلیل نجاست کے متعلق سوال کیا گیا جو کپڑے میں لگی ہوئی ہے۔آپؓ نے فرمایا جب وہ میرے اس ناخن کی مقدار میں ہو تو نماز جائز ہے۔

جناب ابراہیم نخعیؒ نے تو مقدارِ درہم کی بالکل تصریح کردی ہے۔

(٥٢) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا كَانَ الدَّمُ قَدْرَ الدِّرْهَمِ اَوِ الْبَوْلُ اَوْ غَيْرُهٗ فَاَعِدْ صَلٰوتَكَ وَ اِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَامْضِ عَلٰى صَلٰوتِكَ (رواہ الامام محمد فی کتاب الآثار)[2]

جناب ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب خون یا پیشاب یا اس کے علاوہ کوئی نجاست درہم کی مقدار میں ہو تو اپنی نماز کو لوٹا لے اور اگر اس سے کم ہو تو اپنی نماز پڑھتا رہے۔

(٥٣) عَنْ قَتَادَةَ كَانَ يَقُوْلُ مَوْضَعُ الدِّرْهَمِ فَاحِشٌ (مصنف عبد الرزاق)[3]

حضرت قتادہؒ سے روایت ہے کہ ایک درہم کے برابر اگر نجاست ہو تو وہ فاحش ہے۔

(٥٤) عَنْ حَمَّادٍ قَالَ اِذَا كَانَ مَوْضَعَ الدِّرْهَمِ فِیْ ثَوْبِكَ فَاَعِدِ الصَّلٰوةَ (مصنف عبد الرزاق)[4]

حضرت حمادؒ فرماتے ہیں جب نجاست درہم کی مقدار میں ہو تو اپنی نماز کو لوٹا لے۔

یعنی اتنی نجاست لگی ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

پس حنفیہ نے اگر مقدار درہم کو معاف کہا ہے تو کوئی گناہ نہیں کیا ان کے سامنے حضراتِ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے اسی قسم کے اقوال ہیں نیز استنجا کے معاملہ میں جو ڈھیلے کو کافی سمجھا گیا ہے وہ بھی اس کی دلیل ہے کیونکہ ڈھیلے کے استعمال سے نجاست کے تمام ذرّات کا زائل ہوجانا ناممکن ہے اسلئے بعد میں پانی کے استعمال کو مستحب اور قابلِ تعریف سمجھا گیا۔پس نجاست کے مخرج کو اس کا نام لینے کی بجائے اسکی مقدار کو درہم سے تعبیر کردیا ہے۔اس حُسن تعبیر کی داد دینے کی بجائے اسکی مذمت کرنا خوش مذاقی کی موت ہے۔

ناپاک زمین کی طہارت

ناپاک زمین خشک ہوکر از خود پاک ہوجاتی ہے جیسا کہ ابنِ عمرؓ کی اس روایت سے ہے۔

[1] طحاوی شریف ص ٤٠ [2] کتاب الآثار للامام محمد
[3] جامع المسانید ص ٢٧٥ [4] ایضاً

(٥٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ كُنْتُ اَبِيْتُ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ فَتًی شَابًّا عَزَبًا وَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَ تُدْبِرُ فِی الْمَسْجِدِ وَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ (رواہ ابوداؤد)[1]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں مسجدِ نبوی میں سویا کرتا تھا حالانکہ میں کنوارا جوان تھا اور کتے مسجد میں آتے جاتے اور پیشاب کیا کرتے تھے مگر اس پر ذرا بھی پانی نہیں بہایا جاتا تھا۔

تو ظاہر ہے سوکھنے کے بعد مسجد کی زمین کو پاک تصور کر لیا جاتا تھا جبھی تو اس کے دھونے یا کھرچنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔

بول و براز کے آداب

پیشاب، پاخانہ ایک حیوانی فطری تقاضا ہے جو دوسرے حیوانوں کی طرح از خود بھی سرانجام دیا جا سکتا ہے لیکن یہ اسلام کا کمال ہے کہ اس نے اس فطری تقاضے میں بھی ہماری رہنمائی فرما کر جسم اور کپڑوں کی ناپاکی اور ایذا رسانی سے ہمیں بچا لیا۔

فراغت کے لئے بیٹھنے کے آداب

بول و براز کرتے وقت قبلہ کی بے ادبی سے بہر حال بچا جائے قبلہ کی بے ادبی قبلہ رو اور پشت بقبلہ دونوں صورتوں میں یکساں متحقق ہے اس لئے نہ قبلہ کی طرف منہ کیا جائے اور نہ ہی پشت بلکہ اس طرح بیٹھا جائے کہ قبلہ اس کی دائیں یا بائیں جانب ہو جیسا کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(٥٦) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ وَ لَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَ لَا غَائِطٍ وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا (رواہ الجماعۃ)[2]

میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیت الخلاء جاؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پشت بلکہ مشرقی یا مغربی سمت کو منہ کر لو۔

تنبیہ: یہ حکم اہلِ مدینہ یا ان لوگوں کیلئے ہے جن کا قبلہ شمالی یا جنوبی جہت میں ہے وہ تو بیشک مشرق یا مغرب کو منہ کر کے احترامِ قبلہ کے تقاضے پورے کر لیں گے لیکن جن کا قبلہ ہی مشرق یا مغرب میں ہے جیسے ہم اہلِ پاکستان و ہند کا، مصر و لیبیا والوں کا تو ان کا حکم دوسرا ہے کہ وہ شمال یا جنوب کا رُخ کریں تا کہ قبلہ کی بے حرمتی سے بچ سکیں۔

[1] ابو داؤد ص ٥٥ [2] مشکوٰۃ ص ٢٤٣

(۵۷)وَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْ نَرٰى اَنَّ صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ كَيْفَ تَاْتُوْنَ الْخَلَآءَ اِسْتِهْزَآءً بِهِمْ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ نَعَمْ فَسَاَلُوْهُمْ فَقَالُوْا اُمِرْنَا اَنْ لَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِفُرُوْجِنَا وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِاَيْمَانِنَا وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِعَظْمٍ وَلَا بِرَجِيْعٍ وَّ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ

(رواہ الامام محمد فی کتاب الآثار)[۱]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ مشرکین رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں سے ملتے تو اعتراض کرتے کہ ایسے لگتا ہے جیسے تمہارا صاحب (رسول اللہ ﷺ) تمہیں بیت الخلاء جانے کا طریقہ سکھاتا ہو ان سے مذاق کرنے کیلئے یوں کہتے تھے تو مسلمان جواب دیتے ہاں بالکل، وہ پوچھتے کیسے؟ تو مسلمان کہتے ہمیں اسنے حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کیطرف شرمگاہیں نہ کریں، نہ اپنے دائیں ہاتھوں سے استنجا کریں اور نہ ہڈی اور گوبر سے استنجا کریں اور ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم تین ڈھیلے استعمال کیا کریں۔

ایک جہالت: برصغیر پاک وہند کے جاہل مسلمانوں کا خیال ہے کہ قطبی ستارے کیطرف بھی منہ نہ کرنا چاہئے اور نہ سوتے میں اس طرف پاؤں ہونے چاہئیں جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر کسی کو قبلہ کی طرف ٹانگیں پسارے سوتا ہوا دیکھو تو اسکو جگا کر اسکی ٹانگیں پھیر دو لیکن جسے قطب کی طرف ٹانگیں کر کے سوتا دیکھو اسکی ٹانگیں کاٹ دو یہ ایک جاہلانہ خیال ہے قطبی رُخ کی تعظیم کا کوئی ادنیٰ سا حکم بلکہ اشارہ تک بھی قرآن وسنّت میں موجود نہیں ہے پھر اس رُخ کو محترم قرار دیکر اپنے لئے تنگی کے سوا کیا حاصل کر سکتے ہیں جبکہ احترام قبلہ اور اکرام قطب دونوں کے تقاضوں پر بیک وقت عمل کرنا محالات میں سے ہے کیونکہ قبلہ کے احترام کا تقاضا ہے کہ اسطرف نہ پشت کریں نہ منہ اسی طرح اگر قطب کا بھی یہی تقاضا ہو تو پھر بتلائیں ہم کس طرف رخ کر کے فراغت حاصل کریں کیونکہ جہتیں تو یہی چار ہیں جو ممنوع ہو گئیں۔

کوئی مقدّس چیز بیت الخلاء میں لے جانا مکروہ ہے

(۵۸)عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ فِى الرَّجُلِ يَبُوْلُ وَ مَعَهُ شَىْءٌ مِّنَ الدَّرَاهِمِ فِيْهَا كِتَابٌ يَعْنِىْ الْقُرْاٰنَ فَكَرِهَهُ فَقَالَ يَكُوْنُ فِىْ هِمْيَانَ اَوْ فِىْ مَصْرُوْرَةٍ اَحْسَنُ (رواہ الامام محمد فی الآثار)[۲]

جناب ابراہیم نخعیؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جس کے پاس پیشاب کرتے وقت ایسے درہم ہوں جن پہ لکھا ہوا ہو یعنی قرآن، فرمایا کہ مکروہ ہے پھر فرمایا کہ اگر پیٹی یا تھیلی میں ہوں تو بہت بہتر ہے۔

(۵۹)وَ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِذَا دَخَلَ الْخَلَآءَ نَاوَلَنِىْ خَاتَمَهُ (رواہ ابن ابی شیبة)[۳]

جناب عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار کر مجھے پکڑا دیتے۔

[۱] جامع المسانید ص ۲۳۲ [۲] جامع المسانید ص ۲۴۷
[۳] مصنف ابن ابی شیبة ص ۱/۱۱۲

(۶۰) وَ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يَدْخُلَ الْكَنِيْفَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ فِيْهِ اِسْمُ اللّٰهِ (رواه ابن ابی شیبة)[1]

جناب مجاہد سے روایت ہے کہ آپ اس چیز کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو اور اس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس میں اللہ کا نام لکھا ہوا ہو۔

استنجاء کا بیان

استنجا سے مراد فراغت کے بعد شرم گاہ کی صفائی ہے اور یہ دو طریق سے حاصل ہوتی ہے ڈھیلوں کے استعمال سے یا پانی سے، دونوں کو جمع کر لینا اولیٰ ہے یعنی پہلے تین ڈھیلے استعمال کرے پھر شرم گاہ پر پانی بہا کر اسے دھوڈالے ایسا کرنے والے لوگوں کی قرآن مجید میں تعریف آئی ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ☆[2]

یعنی اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو انتہائی پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے پاکیزگی پسندوں سے محبت رکھتے ہیں۔

یہ انصارِ مدینہ کا عمل ہے وہ لوگ ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی سے بھی استنجا کرتے تھے جس کی تعریف کی گئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام طور پر پانی سے استنجا کیا کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۶۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَآءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَ غُلَامٌ اِدَاوَةً مِّنْ مَّآءٍ وَّ عَنَزَةً يَّسْتَنْجِيْ مِنَ الْمَآءِ (رواه الشيخان)[3]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء جاتے تو میں اور ایک دوسرا لڑکا پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا لیتے تو آنحضرت ﷺ پانی سے استنجا فرماتے۔

تنبیہ: آپ ﷺ کے فضلات چونکہ مخرج کی تلویث کا سبب نہیں بنتے تھے اسلئے آپکے واسطے اکیلے پانی پر اکتفا کافی تھا مگر عام لوگوں کا بول و براز چونکہ مخرج کو پوری طرح آلودہ کر دیتا ہے اسلئے انکے واسطے ڈھیلے اور پانی دونوں کے جمع کر لینے کو پسند کیا گیا چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

(۶۲) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَبْعَرُوْنَ بَعْرَةً وَّاَنْتُمْ تَثْلِطُوْنَ ثَلْطًا فَاَتْبِعُوا الْحِجَارَةَ مِنَ الْمَآءِ (رواه ابن ابی شیبة)[4]

حضرت علیؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ مینگنیوں جیسی سخت ٹٹی کیا کرتے تھے اور تم پتلا پاخانہ کرتے ہو لہٰذا ڈھیلے کے بعد پانی بھی استعمال کیا کرو۔

[1] مصنف ابن ابی شیبة ص ۱/۱۱۲ [2] پ ۱۱ ع ۲
[3] بخاری شریف ص ۵۷ [4] مصنف ابن ابی شیبه ص ۱۵۴

(٦٣)قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ ثَلَاثَةَ اَحْجَارٍ يَسْتَطِيْبُ بِهِنَّ فَاِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ (رواه بيهقى)[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جائے تو وہ اپنے ساتھ تین ڈھیلے لے کر جائے جن سے وہ صفائی حاصل کرے وہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گے۔

استنجا کی ممنوع چیزیں

(٦٤)عَنْ سَلْمَانَ قَالَ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ (رواه مسلم)[2]

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ پیشاب یا پاخانہ میں ہم قبلہ کی طرف رخ کریں یا اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کریں یا تین ڈھیلوں سے کم استعمال کریں یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کریں۔

تنبیہ: بعض لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ ڈھیلوں کا استعمال سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ صرف سنتِ فاروقؓ یا محض بدعت ہے۔ چنانچہ اسی حدیث کے الفاظ "بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ" سے تین ڈھیلوں کا مسنون ہونا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس طرح آپ کا یہ بھی فرمان ہے "مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ فَمَنْ فَعَلَ فَحَسَنٌ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ"[3] کہ جس نے ڈھیلے استعمال کرنے ہوں وہ طاق عدد میں استعمال کرے جس نے ایسا کیا بہت اچھا کیا اور جس نہ کیا اس پہ بھی کوئی حرج نہیں۔

(٦٥)عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ اِنْهَ اُمَّتَكَ اَنْ يَّسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ اَوْ رَوْثَةٍ اَوْ حُمَمَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه مسلم)[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنوں کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں آیا انہوں نے آکر درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو منع کریں کہ وہ ہڈی، گوبر اور کوئلے سے استنجا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارے لئے رزق رکھ دیا ہے۔

[1] سنن بیہقی ص١/١٠٥ [2] مشکوٰۃ ص ٤٢
[3] ابو داؤد ص٦ [4] مسلم شریف ص٥٦

پھر ایک روایت سے خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کا ڈھیلے استعمال کرنا بھی ثابت ہے۔

(٦٦)عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ الْغَائِطَ فَاَمَرَنِىْ اَنْ اٰتِيَهُ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَ الْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْ فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَ اَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ (رواه البخاری)[١]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت الخلاء گئے اور مجھے حکم دیا کہ تین ڈھیلے لاؤں مجھے دو پتھر مل گئے تیسرا تلاش کیا لیکن نہ مل سکا ناچار میں لید کا ایک لیڈا اٹھا کرلے گیا آپ ﷺ نے دونوں پتھر تو لے لئے اور لیڈا پھینک دیا اور فرمایا یہ تو گندگی ہے۔

بخاری شریف کی اس حدیث شریف سے آنحضور صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کا خود ڈھیلے استعمال کرنا ثابت ہے لہٰذا اسے بدعت کہنے والے خود بدعتی ہیں۔

(٦٧)عَنْ سَلْمَانَ مَرْفُوْعًا لَا يَسْتَنْجِىْ اَحَدُكُمْ بِدُوْنِ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ (رواه مسلم)[٢]

حضرت سلمانؓ سے مرفوع روایت ہے کہ تم میں سے کوئی شخص تین ڈھیلوں سے کم پر استنجا نہ کرے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

آجکل کھڑے ہو کر کھانے پینے کی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ایک فیشن بن گیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسا فیشن ہے جو انسانوں نے جانوروں سے اپنایا ہے۔ وہ بیچارے تو مکلّف نہیں لیکن انسان جو مکلّف اور عقلمند مخلوق ہے وہ انسانوں اور پیغمبروں کا طریقہ چھوڑ کر جانوروں کا طریقہ اختیار کرے تو یہ اس کی انتہائی بدقسمتی اور مکمل تنزل کی نشانی ہے جو اسے جانوروں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ اشرف المخلوقات ہو کر جانوروں میں شمار ہو تو کیسا شرم کا مقام ہے چونکہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا پتلون پوشوں کی تو ایک گونہ مجبوری ہے اس لئے پتلون کے استعمال کو ترک کرنا ضروری ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے۔

(٦٨)عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ اِلَّا جَالِسًا (رواه الخمسة الا ابوداؤد)[٣]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص تمہارے سامنے بیان کرے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی تصدیق نہ کرو آپ صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے۔

[١] بخاری شریف ص ١٧/١
[٢] مسلم شریف ص ١٣/١ [٣] مشکوٰۃ ص ٤٣

گذرگاہ اور سائے میں پیشاب کرنا

شارع عام یا ایسے سایہ دار درخت کے نیچے پیشاب کرنا منع ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں کیونکہ یہ ان کی تکلیف کا باعث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا فرمان ہے۔

(٦٩)عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِتَّقُوا اللَّاعِنَیْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّاعِنَانِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَّذِیْ یَتَخَلّٰی فِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ فِیْ ظِلِّهِمْ (رواه مسلم)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا دو لعنتی کاموں سے بچو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ لعنتی کام کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کا کام جو لوگوں کے راستہ میں یا ان کے سایہ میں قضائے حاجت کرے۔

غسل خانہ میں پیشاب کرنا

طبرانی کی ایک لمبی حدیث کے آخر میں ہے "وَلَا تَبُوْلَنَّ فِیْ مُغْتَسَلِكَ"[2] اپنے غسل خانہ میں ہرگز پیشاب نہ کر۔

(٧٠)عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِیْ مُسْتَحَمِّهٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ فَاِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ (رواه ابوداؤد و الترمذی)[3]

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے کیونکہ پھر وہ اسمیں غسل کریگا عام طور پر وسوسے اسی سے پیدا ہوجاتے ہیں۔

کیونکہ ایسے غسل خانہ میں نہانے والا پھر کبھی پاک نہیں ہوسکتا۔ اور جو بعد میں آکر نہائے گا اسے کیا خبر ہوگی کہ یہاں پیشاب کیا ہوا ہے اسے دھو کر غسل کروں۔

بل میں پیشاب کرنا

کیڑوں مکڑوں کے بلوں میں بھی پیشاب نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(٧١)عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجَسَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُّبَالَ فِیْ جُحْرٍ (رواه ابوداؤد)[4]

حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ جانوروں کے بلوں میں پیشاب کیا جائے۔

[1] مسلم شریف ص ١٣٢/١ [2] آثار السنن ص ٢٤

[3] ابو داؤد ص ٥/١ ، ترمذی ص ١٦ [4] ابو داؤد ص ٥

بیت الخلاء جانے کی دُعا

قضائے حاجت چونکہ ننگے ہو کر کی جاتی ہے اس لئے شیاطین کی دخل اندازی اور ایذا رسانی کا احتمال ہوتا ہے اس سے بچنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔

(۷۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَآءَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَآئِثِ (رواه الجماعة)[۱]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء جاتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اللھم الخ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں نر اور مادہ شیطانوں سے۔

بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا

(۷۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَآءِ قَالَ غُفْرَانَكَ اللّٰهُمَّ (رواه الخمسة الا النسائیؒ)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ! میں تیری بخشش کا طلب گار ہوں۔

(۷۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَآءِ قَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ" (رواه ابن ماجة)[۳]

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دور کر دی اور مجھے عافیت بخشی۔

قضائے حاجت کے وقت بات چیت

قضائے حاجت کے وقت چونکہ انسان ننگا ہوتا ہے اس لئے اس قابل شرم حالت میں دوسرے شخص سے رابطہ قائم کرنا نامناسب اور خدا کی ناراضگی کا سبب ہے جیسا کہ یہ فرمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہے۔

(۷۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَوْرَتَهُمَا يَتَحَدَّثَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ يَمْقُتُ عَلٰی ذٰلِكَ (رواه ابوداؤد)[۴]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کوئی دو آدمی جو بیت الخلاء کی طرف جا رہے ہوں اس حالت میں نہ نکلیں کہ انکی شرمگاہیں ننگی ہوں اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوں اللہ تعالیٰ اس فعل پر ناراض ہوتے ہیں۔

[۱] مشکوٰۃ ص ۴۲ — [۲] مشکوٰۃ ص ۴۳
[۳] ابن ماجة ص — [۴] ابوداؤد ص ۳

مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں یہ بیماری زیادہ ہے وہ قضائے حاجت کے لئے اکٹھی بیٹھتی ہیں اور پھر ایران توران کے قصے کہانیاں عین اس ننگی حالت میں مزے لے لے کر بیان کرتی ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اپنے اس فعلِ قبیح کی وجہ سے وہ خدا کی ناراضگی اور شیطان کی خوشی بلاوجہ مول لے رہی ہیں۔

قضائے حاجت کے لئے آبادی سے دور جانا اور چھپ کر بیٹھنا چاہئے

(۷۶) عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهٗ فَاَبْعَدَ فِي الْمَذْهَبِ (رواه الترمذی)[1]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تقاضا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دور گئے۔

(۷۷) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْتِي الْبَرَازَ حَتّٰى يَتَغَيَّبَ فَلَا يُرٰى (رواه ابن ماجة)[2]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ نکلے آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ بول و براز کیلئے اس وقت تک نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔

(۷۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْاَرْضِ (رواه الترمذی)[3]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو اپنا کپڑا نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ زمین کے قریب نہ ہو جاتے۔

پیشاب سے بے احتیاطی عذابِ قبر کا سبب ہے

(۷۹) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ" (رواه الدار قطنی)[4]

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا پیشاب سے بچا کرو کیونکہ عام طور پر عذابِ قبر اسی سے ہوتا ہے۔

[1] ترمذی ص٥ [2] ابن ماجة ص٢
[3] ترمذی ص٤ [4] نصب الراية ص ١٢٨

ایسے ہی ایک مفصل روایت میں ہے۔

(۸۰)وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَ مَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَ أَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا (متفق عليه)[۱]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن کسی بہت بڑے جُرم میں نہیں صرف معمولی بات پر انمیں سے ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا ''یعنی پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا یا ڈھیلا استعمال نہیں کرتا تھا'' اور دوسرا چغلی کھانے کا عادی تھا ازاں بعد آپ نے کھجور کی ایک ہری شاخ لیکر اسے دو حصوں میں پھاڑ لیا پھر ایک ایک دونوں قبروں پر گاڑ دی صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے یہ عمل کیوں کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں انکے عذاب میں تخفیف کر دیجائے۔

آج کل پیشاب کے بارے میں بڑی بے احتیاطی کی جاتی ہے کیا ان پڑھ اور کیا پڑھے لکھے، کیا دیہاتی گنوار اور کیا شہری بابو خاص طور پر پتلون پہننے والے پیشاب کرنے کے بعد طہارت کرنے یا ڈھیلا استعمال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ اس معمولی کوتاہی کی وجہ سے آدمی عذابِ قبر کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

ایک فضول بدعت: محرم میں قبروں پر کھجور کی ٹہنیاں اور دوسرے درختوں کی شاخیں ڈالنے کی رسم غالباً اسی حدیث شریف سے لی گئی ہے حالانکہ اس میں محرم کا کوئی ذکر نہیں پھر یہ عمل ان قبروں کے ساتھ کیا گیا تھا جن کی میتوں کا معذب ہونا بذریعہ کشف یا بواسطہ وحی آنحضرت ﷺ کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا تھا ان کے ماسوا کسی قبر کے ساتھ آپ ﷺ نے یہ معاملہ نہیں فرمایا۔ لیکن اس رسم کے پجاری آج ہر صاحب قبر کو معذب مان کر اس کیساتھ یہ معاملہ کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی اور متقی پرہیز گار انسان ہی کیوں نہ ہو۔ کیا یہ ولیوں اور پرہیز گاروں کی توہین نہیں کہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو عذابی مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے؟ پھر یہ تخفیف عذاب کھجور کی شاخ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ یہ تو دستِ نبوت کی برکت اور شفاعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا کرشمہ تھا۔ جیسا کہ امام مسلم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔

[۱] مشکوۃ ص ٤٢

(٨١) اِنِّیۡ مَرَرۡتُ بِقَبۡرَیۡنِ یُعَذَّبَانِ فَاَحۡبَبۡتُ بِشَفَاعَتِیۡ اَنۡ یُرَفَّہٗ ذَاکَ عَنۡہُمَا مَادَامَ الۡغُصۡنَانِ رَطۡبَیۡنِ (رواہ مسلم)[1]

کہ میں دو قبروں کے پاس سے گذرا ان دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا تھا میں نے اپنی شفاعت کے ذریعہ یہ پسند کیا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں ان دونوں سے عذاب کی کمی ہو۔

"وَفِیۡ شَرۡحِ مُسۡلِمٍ لِلنَّوَوِیۡ" فَاُجِیۡبَتۡ شَفَاعَتِیۡ اَنۡ یُرۡفَعَ ذٰلِکَ عَنۡہُمَا مَادَامَ قَضِیۡبَانِ رَطۡبَیۡنِ"

علامہ نوویؒ نے نقل کیا ہے میری شفاعت قبول کر لی گئی کہ عذاب ان سے اٹھا لیا جائے گا جب تک ٹہنیاں تر رہیں۔

اس صراحت سے معلوم ہو گیا کہ تخفیف عذاب کا سبب کھجور کی شاخیں یا ان کا تر ہونا نہیں بلکہ دستِ نبوّت اور شفاعت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کا سبب تھا اور یہ دونوں چیزیں اب کسی کو حاصل نہیں لہٰذا ٹہنیاں ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں یہاں ٹہنیاں تو صرف اس بات کی علامت تھیں کہ جب تک وہ تر رہیں گی شفاعتِ رسول کا اثر باقی رہے گا۔

استنجا بائیں ہاتھ سے کرنا چاہئے

(٨٢) عَنۡ عَائِشَۃَ قَالَتۡ کَانَتۡ یَدُ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ الۡیُمۡنٰی لِطَھُوۡرِہٖ وَ طَعَامِہٖ وَکَانَتۡ یَدُہُ الۡیُسۡرٰی لِخَلَآئِہٖ وَمَاکَانَ مِنۡ اَذًی (رواہ ابوداؤد)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ وضو اور کھانے کے لئے تھا اور بایاں ہاتھ استنجے اور ہر اس کام کے لئے جو مکروہ ہو۔

(٨٣) وَعَنۡ اَبِیۡ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِذَا بَالَ اَحَدُکُمۡ فَلَا یَمَسَّ ذَکَرَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ وَاِذَا اَتَی الۡخَلَآءَ فَلَا یَتَمَسَّحۡ بِیَمِیۡنِہٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلَا یَشۡرَبۡ نَفَسًا وَّاحِدًا (رواہ اصحاب الصحاح کلھم)[3]

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور جب بیت الخلا جائے تو دائیں ہاتھ سے نہ پونچھے اور جب کوئی چیز پیئے تو ایک ہی سانس میں نہ پی جائے۔

[1] مسلم شریف ج ٢ ص ٤١٨

[2] ابوداؤد ص ٥ [3] مشکوٰۃ ص ٤٢

باب الوضوء

وضو کا بیان

وضو کا معنٰی ہے پاکیزہ اور خوبصورت ہونا، اس سے مراد اعضاء کو دھونے کا وہ عمل ہے جو نماز سے پہلے کیا جاتا ہے اور جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔

وضو کی قسمیں

(۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب

فرض وضو: نماز کے لئے، نماز جنازہ کے لئے، سجدہ تلاوت کے لئے، قرآن پاک کو چھونے کے لئے اگرچہ ایک آیت ہو، جیسا کہ آیت "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا" الخ [۱] کا مفاد ہے۔

واجب وضو: طوافِ کعبہ کے لئے، حضور علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ سے۔

(۸۴) اِنَّ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلٰوةِ اِلَّا اَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُوْنَ فَمَنْ تَكَلَّمَ فَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا بِخَيْرٍ (رواہ الحاکم)[۲]

بیت اللہ کا طواف نماز کی مثل ہے اس میں بات کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے پس جو شخص طواف میں بات کرے تو خیر کی بات کرے۔

چونکہ یہ نماز حقیقی نہیں اس لئے وضو فرض کی بجائے واجب ہوا۔

مستحب وضو: سونے کے لئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے "اِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ" الخ [۳] نیند سے جاگنے کے وقت، وضو پر ہمیشگی کیلئے، وضو پر وضو کیلئے، غیبت جھوٹ اور چغل خوری کے بعد، ہر خطا کے بعد، شعر پڑھنے کے بعد غسل میت کے بعد، میت کو اٹھانے کے لئے، ہر نماز کے وقت کے لئے، غسل جنابت کے بعد، جنبی کو کھانے پینے اور سونے کیلئے، وطی کرنے کیلئے۔ دو وطیوں کے درمیان، اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، علماء کے اختلاف کے بعد،

[۱] پ ۵ [۲] المستدرک ۴۵۹/۱ [۳] صحیح مسلم ۸۱/۴

وضو کے بے شمار فضائل ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

فضائل وضو

وضو بارگاہ خداوندی کا اجازتی کارڈ یا لائسنس ہے جس کے بغیر آدمی نماز پڑھنے کا اہل نہیں ہوتا یعنی دربار خداوندی میں حاضر ہونے کا مجاز نہیں بنتا تو جس وضو سے آدمی کو طہارت حاصل ہوتی ہو اس کا نصف ایمان مضبوط ہوتا ہو اسے بارگاہ خداوندی میں شرف باریابی ملتا ہو خدا کے سامنے سر جھکانے اور سجدہ کرنے کی اہلیت ملتی ہو اس کے گناہ معاف ہوتے اور دُھلتے ہوں اس کے درجات بلند ہوتے ہوں اس کو ایک ایک قدم پر نیکیاں ملتی ہوں اس کے اعضاء چاند کی طرح چمکتے ہوں اس کو آٹھوں دروازوں سے جنت کا داخلہ ملتا ہو اس وضو کی عظمتوں اور برکتوں کا کیا کہنا ذرا اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں فرمانِ خداوندی ہے۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ☆ (القرآن)[1]

اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ نہیں کہ تمہیں تنگی میں مبتلا کرے بلکہ ان کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک صاف کر دے اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دے تاکہ تم شکر کرو۔

(۸۵) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ" (رواہ احمد)[2]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جنت کی چابی نماز ہے۔ اور نماز کی چابی وضو ہے۔

(۸۶) وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ" (رواہ مسلم)[3]

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا وضو اور پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

(۸۷) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ" قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز سے مطلع نہ کروں جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ گناہوں کو معاف کرتے اور درجات کو بلند کرتے ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور فرمائیں آپ نے فرمایا تکالیف کے باوجود وضو اچھی طرح

[1] پ ۶ ع ۶

[1] زجاجة ص ۶۷ [3] مسلم ص ۱۳۸

الْخُطٰی اِلَی الْمَسْجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ'' (رواہ مسلم)۱

کرنا مسجد کیطرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا بس یہی رباط ہے یعنی جہاد ہے۔

(۸۸)وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ''اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ'' (متفق علیہ)۲

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے افراد قیامت کے دن اس حالت میں بلائے جائینگے کہ وضو کیوجہ سے انکے چہرے سفید اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہونگے۔ پس تم میں سے جو شخص طاقت رکھتا ہو کہ اپنی چمک کو بڑھالے تو اسے وضو ضرور کرنا چاہئے۔

گویا میدانِ محشر کی روشنی اور وہاں کا حسن و جمال ہمارا خود اختیاری اور کسبی ہے کہ جتنی زیادہ نمازیں پڑھیں گے اور نمازوں کے لئے جتنے زیادہ وضو کریں گے اتنی ہی زیادہ روشنی ہم کو نصیب ہوگی۔ ہاتھ پاؤں اتنے ہی زیادہ چمکیں گے اور حسن و جمال اتنا ہی زیادہ بڑھے گا۔

(۸۹)وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصُّنَابُحِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ''اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ فِیْهِ وَاِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ اَنْفِهٖ وَاِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ وَجْهِهٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ اَشْفَارِ عَیْنَیْهِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ یَدَیْهِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ یَدَیْهِ فَاِذَا مَسَحَ بِرَاْسِهٖ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ رَاْسِهٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ اُذُنَیْهِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ رِجْلَیْهِ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ

حضرت عبداللہ صنابحی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ مومن وضو کرے اور کلی کرے تو گناہ اس کے منہ سے نکل جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈالے تو گناہ اسکی ناک میں سے نکل جاتے ہیں اور جب اپنا چہرہ دھوئے تو گناہ اسکے چہرے میں سے نکل جاتے ہیں حتی کہ اسکی آنکھوں کی پلکوں میں سے نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے تو گناہ اسکے دونوں ہاتھوں میں سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اسکے ناخنوں سے نکل جاتے ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرے تو گناہ اسکے سر میں سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اسکے کانوں میں سے نکلتے ہیں اور جب اپنے دونوں پاؤں دھوئے تو گناہ اسکے پاؤں میں سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اسکے پاؤں کے ناخنوں

۱ مسلم ٤٧ ۲ مشکوٰۃ ص ١٤٧

تَحْتِ اَظْفَارِ رِجْلَيْهِ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ اِلَى الْمَسْجِدِ وَ صَلٰوتُهُ نَافِلَةً (رواه مالك و النسائی)۱

میں سے نکلتے ہیں پھر مسجد کیطرف اسکا چلنا اور اسکا نماز پڑھنا محض زیادتی ثواب اور رفع درجات کیلئے ہوتا ہے۔

(۹۰) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَبَسَةَ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ الْوُضُوْءُ قَالَ "اَمَّا الْوُضُوْءُ فَاِنَّكَ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَغَسَلْتَ كَفَّيْكَ فَاَنْقَيْتَهُمَا خَرَجَتْ خَطَايَاكَ مِنْ بَيْنِ اَظْفَارِكَ وَاَنَامِلِكَ فَاِذَا مَضْمَضْتَ وَاسْتَنْشَقْتَ مَنْخَرَيْكَ وَغَسَلْتَ وَجْهَكَ وَيَدَيْكَ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَمَسَحْتَ رَاْسَكَ وَغَسَلْتَ رِجْلَيْكَ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِغْتَسَلْتَ مِنْ عَامَّةِ خَطَايَاكَ فَاِنْ اَنْتَ وَضَعْتَ وَجْهَكَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ خَرَجْتَ مِنْ خَطَايَاكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ" قَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ فَقُلْتُ يَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ اَكُلُّ هٰذَا يُعْطٰى فِیْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كَبُرَ سِنِّیْ وَ دَنَا اَجَلِیْ وَ مَالِیْ مِنْ فَقْرٍ فَاَكْذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواه النسائی)۲

حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن عبسہؓ سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وضو کس طرح کرنا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں وضو، تو جس وقت تو وضو کرنے لگے اور اپنے ہاتھوں کو دھولے اور اچھی طرح صاف کرلے تو گناہ تیرے ناخنوں اور پوروں کے بیچ میں سے نکل جائینگے۔ پھر جب تُو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولے اور اپنے سر کا مسح کرے اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولے تو تیرے تمام گناہ دُھل جائینگے۔ پھر اگر تو اپنا چہرہ اللہ عزوجل کے سامنے سجدہ میں رکھ دے گا تو تو اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائیگا جس طرح اس دن جبکہ تیری ماں نے تجھے جنا تھا (گویا بالکل پاک صاف ہوجائے گا) ابو امامہؓ کہتے ہیں میں نے کہا اے عمرو بن عبسہؓ سوچ تو لے کیا کہہ رہا ہے کیا یہ سب کچھ ایک ہی مجلس میں ہوجائے گا؟ آپؓ نے کہا ہاں اللہ کی قسم! میری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے اور میری موت قریب آنے لگی ہے اور میں فقیر یا نادار بھی نہیں ہوں جو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے لگوں بلا شک وشبہ یقیناً میرے کانوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا۔

۱ مشکوٰۃ ص ۳۹ ۲ نسائی ص ۳٤

(۹۱)وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ اِلَیْهَا بِعَیْنِهٖ مَعَ الْمَآءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ. فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْهِ كُلُّ خَطِیْئَةٍ كَانَتْ بَطَشَتْهَا یَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ. فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِیْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِنَ الذُّنُوْبِ (رواہ مسلم)[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرے اور اپنے چہرے کو دھوئے تو پانی کیساتھ یا اسکے آخری قطرے کیساتھ اسکے منہ سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جسکی طرف اسکی آنکھوں نے دیکھا ہو اور جب اپنے دونوں ہاتھ دھوئے تو اسکے ہاتھوں سے پانی کیساتھ یا اسکے آخری قطرے کیساتھ ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جسکو اسکے ہاتھوں نے پکڑا ہو اور جب اپنے دونوں پاؤں دھوئے تو پانی کیساتھ یا اسکے آخری قطرے کیساتھ ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جسکی طرف اسکے پاؤں چل کر گئے ہوں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف نکل آتا ہے۔

وضو کے فرائض: وضو کے فرائض جو بالصراحت قرآن پاک میں آئے ہیں۔ صرف چار ہیں۔ اور وہ اس قولِ خداوندی میں مذکور ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ[۲]

اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو اور ٹخنوں سمیت پاؤں کو دھولیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو۔

(۹۲)عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ (الی ان قال) فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهٖ (رواہ ابوداؤد)[۳]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا حتی کہ آپ نے سر کے اگلے حصے کا مسح کیا۔

(۹۳)وَعَنْ مُغِیْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ (الی ان قال) وَمَسَحَ بِنَاصِیَتِهٖ (رواہ مسلم وابوداؤد)[۴]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے (یہاں تک کہ انہوں نے کہا) آنحضرت ﷺ نے اپنی پیشانی کا مسح کیا

[۱] مشکوٰۃ ص۳۸

[۲] پ ۵ [۳] ابوداؤد ص۱/۲۰

[۴] مسلم شریف ص۱/۱۳۶ ، ابوداؤد ص۱/۲۰

وضو میں چار اعضاء دھونے کا فلسفہ

وضو میں چار اعضاء دھونے اس لئے ضروری ہیں کہ بالعموم ان اعضاء کے کھلے رہنے سے ان پر گرد وغبار بیٹھ جاتا ہے اور جس شخص کے سامنے بھی آدمی جائے انکی پہلی نظر انہی اعضاء پر پڑتی ہے اس لئے طبیعت سلیمہ کا تقاضا ہوتا ہے کہ ان کو دھولیا جائے اور ان کے دھونے میں کوئی مشقت اور تکلیف بھی نہیں اسی وجہ سے متمدن اقوام میں یہ دستور مسلّم ہے کہ صبح اٹھ کر کم از کم ہاتھ منہ کا دھولینا ضروری سمجھا جاتا ہے اسی طرح جو مسلمان اس احکم الحاکمین کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہونے کا ارادہ کرے اس پر بھی ان اعضاء کا دھونا لازمی ہے۔ وضو کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وضو کرنے سے بدن میں چستی اور روح میں شگفتگی اور بیداری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور غفلت وکسالت دور ہو جاتی ہے جیسا کہ غشی کی حالت میں مریض کو ہوش میں لانے کے لئے اسکے منہ پر پانی چھڑکنا اور اس کے ہاتھ پاؤں پہ سرد پانی کے چھینٹے مارنا اطباء کا معمول ہے۔ وضو کا سب سے بڑا روحانی فائدہ یہ ہے کہ وضو سے گناہ دھل جاتے ہیں اور عموماً گناہوں کا ارتکاب انہی ظاہری اعضاء سے ہوتا ہے اس لئے ان کا دھونا لازم ہوا۔ (حجۃ اللہ البالغہ) لیکن سر کو دھونیکی بجائے اس کا مسح اس لئے مقرر ہوا کہ ہر دفعہ اس کے دھونے میں مشقت ہے اس مشقت سے بچانے کے لئے مسح کو کافی قرار دے دیا گیا۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حکمت ایک تو ان کی صفائی ہے دوسرے تاکہ وضو کرنے والے کو پانی کا مزا اور اس کی بو کا علم ہو جائے مبادا وہ ناپاک پانی سے وضو کرتا رہے۔

☆...... ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سارے سر کا مسح فرض نہیں بلکہ صرف چوتھائی سر کا مسح فرض ہے جسے یہاں مقدم راسہ یا پیشانی کہا گیا ہے۔

وضو کے سنن اور مستحبات: یہ تقریباً پندرہ ہیں۔

(۱) **نیت کرنا:** اس لئے کہ کسی بھی عمل کا ثواب بغیر نیتِ صحیحہ کے نہیں ملتا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان ہے

(۹۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (رواہ البخاری)[۱]

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے سنا کہ بلا شبہ عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

(۲) **بسم اللہ پڑھنا:** بوجہ اس فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے......

[۱] بخاری شریف ص ۱۲/۱

(۹۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اِذَا تَوَضَّأتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاِنَّ حَفَظَتَكَ لَاتَبْرَحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰی تُحْدِثَ عَنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءِ (رواہ الطبرانی)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ! جب تو وضو کرے تو بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ لیا کر تو تیرے کراماً کاتبین تیرے واسطے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ جب تک کہ تیرا وضو ٹوٹ نہ جائے۔

(۹۶) وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ یَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ (رواہ الترمذی)[2]

حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو (کامل) نہیں ہوا۔

یعنی خدا کی طرف سے بسم اللہ والے وضو پر جو اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے وہ اس پر نہیں ہوگا۔ بقولِ رسالت مآب ﷺ وضو سے صرف اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں باقی سارا جسم ناپاک ہی رہتا ہے۔

(۳) دونوں ہاتھ دھونا: بوجہ اس ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

(۹۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَّوْمِهٖ فَلَا یَغْمِسَنَّ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَهَا فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُهٗ" (رواہ مسلم)[3]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھوں کو برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ ان کو تین دفعہ دھولے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا رات کو اس کے ہاتھ کہاں کہاں پھرتے رہے ہیں۔

(۹۸) قِیْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَاَلْقَا مِنْهُ عَلٰی یَدَیْهِ فَغَسَلَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا

حضرت عبد اللہ بن زیدؓ سے کہا گیا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا وضو کر کے دکھاؤ تو آپؓ نے ایک برتن منگوایا اور اس میں سے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں تین دفعہ دھویا۔ پھر اپنے ہاتھوں کو داخل کیا اور نکالا

[1] آثار السنن ص ۳۰
[2] ترمذی ص ٦ [3] مسلم ص ۱۵٦

فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا (متفق علیه)۱

تو کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایک ہی چلو سے یہ کام آپ نے تین دفعہ کیا پھر اپنا ہاتھ داخل کیا اور نکالا تو منہ کو تین دفعہ دھویا۔

(۹۹) وَعَنْ اَبِىْ عَلْقَمَةَ اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَآءٍ فَتَوَضَّأَ فَاَفْرَغَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى ثُمَّ غَسَلَهُمَا اِلَى الْكُوْعَيْنِ (رواہ ابوداؤد)۲

جناب ابوعلقمہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے پانی منگوایا اور اس سے وضو فرمایا تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر انہیں دونوں پہنچوں تک دھویا۔

(۴،۵) **کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا:** بوجہ اس عمل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے......

(۱۰۰) عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ شَهِدْتُّ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ وَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَاَفْرَدَ الْمَضْمَضَةَ مِنَ الْاِسْتِنْشَاقِ ثُمَّ قَالَا هٰكَذَا رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ

(رواہ ابن السکن فی صحیحہ)۳

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمان بن عفانؓ دونوں کے ہاں حاضر ہوا تو ہر ایک نے وضو کیا جس میں اعضاء کو تین تین دفعہ دھویا اور مضمضے کو استنشاق سے جدا کیا (یعنی کلی اور ناک کیلئے الگ الگ پانی لیا) پھر انہوں نے فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۱۰۱) وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا تَوَضَّأْتَ فَاَبْلِغْ فِى الْمَضْمَضَةِ وَ الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا"

(اخرجه صاحب نیل الاوطار)۴

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جب تو وضو کرے تو کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر لیکن اگر روزہ دار ہو تو پھر مبالغہ نہیں ہے۔

(۶) **مسواک کرنا:** نماز میں چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ مناجات ہوتی ہے اور فرشتے منہ کو بالکل قریب کر کے نمازی کی تلاوت سنتے ہیں۔ اور دوسرے نمازی اس کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں ان سب کی رعایت اور ایذارسانی سے پرہیز کا تقاضا ہے کہ ہر وضو کے وقت مسواک لازمی طور پر کی جائے تاکہ منہ صاف ہو کر قرآن خوانی کے قابل ہو جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مناجات کی اہلیت پیدا ہو جائے فرشتے اس سے تنفر نہ کریں اور دوسرے نمازیوں کے لئے بھی کراہت کا سبب نہ بنے۔

۱ مشکوٰۃ ص ۴۵، مسلم ص ۱/۱۲۳

۲ ابو داؤد شریف ص ۱۵ ۳ آثار السنن ص ۳۱ ۴ نیل الاوطار ص ۱۳۷

مسواک کے فوائد

انوار الباری شرح بخاری شریف میں علامہ احمد رضا صاحب بجنوری دیو بندی نے مسواک کے اٹھاون فائدے جمع کیے ہیں۔ جو طحطاوی وغیرہ سے نقل کیے ہیں اور ان میں سے اکثر احادیث و روایات سے ثابت ہیں مسواک کی سب سے بڑی فضیلتیں دو ہیں۔ جن کو مستقل طور پر حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۰۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ "اَلسِّوَاکُ مِطْھَرَۃٌ لِلْفَمِ وَ مِرْضَاۃٌ لِلرَّبِّ" (رواہ احمد و الشافعی)[ا]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسواک منہ کو پاک کرنیوالی اور رب تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے۔

اسی طرح یہ فضیلت بھی کچھ کم نہیں کہ اس سے نماز کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ جس کے متعلق حدیث شریف آگے آرہی ہے۔ علاوہ ازیں یہ موت کے سوا ہر بیماری کو دور کرتی ہے، نگاہ کی روشنی بڑھاتی ہے، مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے، منہ کو پاکیزہ بناتی ہے بلغم کو صاف کرتی ہے، فرشتے اس سے خوش ہوتے ہیں، حق تعالیٰ کو راضی کرتی ہے، اتباع سنّت فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، نمازی کی نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے، جسم کو تندرست رکھتی ہے۔ دیگر علماءِ اُمت نے لکھا ہے کہ حافظہ کو بڑھاتی ہے، بال اُگاتی ہے، رنگ نکھارتی ہے، اس کی ہمیشگی غنا کا سبب ہے، وساوس شیطانی کو دور کرتی ہے، زبان کی فصاحت بڑھاتی ہے، کھانا ہضم کرتی ہے منی کی افزائش کرتی ہے، بڑھاپے کو جلد آنے نہیں دیتی، کمر کو قوت دیتی ہے، قبر کی مونس ہے، عقل کی زیادتی کا سبب ہے، موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے، جسم سے روح بسہولت نکلتی ہے، بھوک کو دور کرتی ہے، چہرہ کو منوّر کرتی ہے، فاضل رطوبتوں کو خارج کرتی ہے۔

امانی الاحبار میں حضرت ابودرداؓ سے منقول ہے مسواک کو لازم پکڑو کہ اس میں چوبیس فائدے ہیں۔ سب سے افضل رحمان کی خوشنودی ہے، اس سے نماز کا اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے، وسعتِ رزق ملتی ہے، منہ کو خوشبودار کرتی ہے، مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے، درد داڑھ کو دور کرتی ہے، فرشتے مسواک کرنے والے کے روشن چہرے اور چمکدار دانتوں کی وجہ سے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے معدہ کو درست رکھتی ہے، فصاحت کو بڑھاتی ہے، نماز کا اجر ترانوے گنا یا چار سو گنا تک زیادہ کر دیتی ہے، حصولِ رزق میں آسانی پیدا کرتی ہے، دماغ کی رگیں پُر سکون رہتی ہیں، قلب کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، مسواک کرنے والا جب نماز کیلئے جاتا ہے تو فرشتے اسکے پیچھے چلتے ہیں جب مسجد سے نکلتا ہے تو حاملین عرش اسکے واسطے استغفار کرتے ہیں، شیطان اس کی وجہ سے دور رہتا ہے، کھانا اچھی طرح ہضم ہوتا ہے، کثرت اولاد کا باعث ہے، پل صراط سے بجلی کی طرح گزارے گی، اعمال نامہ

ا آثار السنن ص ۲۹

دائیں ہاتھ میں ملے گا، اطاعتِ خداوندی پر ہمت وطاقت ملتی ہے، مضر حرارت بدن کا ازالہ کرتی ہے، نزع میں آسانی ہوتی ہے۔ شاید اسی لئے آنحضرت نے آخری وقت میں اس کی وصیت فرمائی، قضائے حاجات میں سہولت ہوتی ہے، اس کا درجہ بھی اس کے لئے لکھا جاتا ہے جس نے اس روز مسواک نہیں کی، جنت کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں، فرشتے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کرنے والا ہے، دوزخ کے دروازے اس پہ بند ہو جاتے ہیں، مسواک کرنے والا دنیا سے پاک وصاف ہو کر جاتا ہے، ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کے لئے ویسے آتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لئے آتا ہے، دنیا سے رخصتی کے وقت حوضِ کوثر سے رحیق مختوم پینے کا شرف حاصل ہوتا ہے نیز مسواک فطرتِ انسانی بلکہ فطرتِ انبیاء علیہم السلام کا تقاضا ہے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۱۰۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَآءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَآءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَ اِنْتِقَاصُ الْمَآءِ" يَعْنِيْ الْاِسْتِنْجَآءَ قَالَ الرَّاوِيْ فَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ" (رواہ مسلم)[ل]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں انسان کی فطرت میں شامل ہیں مونچھوں کا کٹانا، داڑھی کا بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخنوں کا کترنا، میل آلو دجگہوں کا دھونا، جیسے بغل کونچیں اور ناف وغیرہ زیرِ ناف بال لینا، استنجا کرنا، راوی کہتے ہیں کہ میں دسویں چیز بھول گیا شاید وہ کلی کرنا ہے۔

مسواک کا حکم

وضو کے ساتھ مسواک سُنّت مؤکدہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ہمیشگی بھی فرمائی اور اس کیلئے تاکید بھی بہت کی ہے۔ نیز مسواک سُنّتِ وضو ہے نہ کہ سُنّتِ نماز، کیونکہ اگر نماز شروع کرتے وقت مسواک کرنے لگیں تو بجائے صفائی اور پاکیزگی کے گندگی اور آلودگی کا سبب بن جائے گی اسلئے کہ جو رطوبتیں نکلیں گی انکو مسجد میں تو گرا نہیں سکتے خون نکل آئے تو اسے دھو نہیں سکتے اور منہ کو کلی کر کے صاف نہیں کر سکتے اس طرح تو مقصدِ مسواک ہی ختم ہو جائے گا۔ پھر حدیثِ پاک میں بھی "مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ" کے الفاظ زیادہ وارد ہوئے ہیں یا "عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ" کے اور جہاں "عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ" یا "مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ" کے الفاظ

ل مسلم شریف ص ۱/۱۵۱

ہیں وہ بھی اس مفہوم کے مخالف نہیں کیونکہ وضو بھی تو برائے صلوٰۃ ہی ہوتا ہے۔اور اکثر اس کے فوراً بعد نماز شروع ہو جاتی ہے تو گویا وضو کی مسواک نماز کی مسواک ہے۔اب اس سلسلہ کی احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۰٤)عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ" (رواہ احمد و مالك و الشافعي و الطحاوي و البيهقي)[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا اگر میں اپنی امت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(۱۰٤)وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلُوْا عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "مَا لِیْ اَرَاكُمْ قُلَّحًا، اِسْتَاكُوْا فَلَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُم بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ" (رواہ ابو محمد فی مسندہ)[2]

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کچھ اصحاب آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ تمہارے دانت بہت گندے ہیں مسواک کیا کرو اگر مجھے میری اُمّت پر مشقت کا احساس نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اس حدیث شریف میں اگر چہ "عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ" کے الفاظ ہیں لیکن یہاں عند بمعنی وقت ہے یعنی ہر نماز کے وقت تو وضو بھی نماز کے وقت ہی میں کیا جاتا ہے لہٰذا کوئی منافات نہیں۔آگے "مَعَ الضنوءِ" کی تصریح ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۰٦)وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ الْوُضُوْءِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ" (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا اگر میں اپنی اُمّت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو انہیں ہر نماز کے وضوء کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

(۱۰۷)وَعَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِیْ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ "بِاَیِّ شَیْءٍ كَانَ یَبْدَاُ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جناب شریح بن ہانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے مائی عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب گھر

[1] زجاجة ص ۹۲ [2] جامع المسانيد ص ۲٤۱/۱

[3] زجاجة ص ۹۲

صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَیْتَہٗ" قَالَتْ "بِالسِّوَاکِ" (رواہ مسلم)۱

تشریف لاتے تو سب سے پہلے کس کام میں شروع ہوتے؟ آپ نے فرمایا مسواک میں۔

(۱۰۸)وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِلتَّھَجُّدِ مِنَ اللَّیْلِ یَشُوْصُ فَاہُ بِالسِّوَاکِ (متفق علیہ)۲

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب رات کو تہجد کے لئے اُٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرماتے۔

(۱۰۹)وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْقُدُ مِنْ لَیْلٍ وَّلَا نَھَارٍ فَیَسْتَیْقِظُ اِلَّا یَتَسَوَّکَ قَبْلَ اَنْ یَّتَوَضَّاَ (رواہ احمد وابوداؤد)۳

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رات یا دن کو جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک ضرور کرتے۔

(۱۱۰)وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "تَفْضِیْلُ الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ یُسْتَاکُ لَھَا عَلَی الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ لَا یُسْتَاکُ لَھَا سَبْعِیْنَ ضِعْفًا" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۴

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جس نماز کے لئے مسواک کی جائے اسے اس نماز پر جس کے لئے مسواک نہ کی جائے ستر گنا فضیلت ہے۔

مسواک کرنے کا طریقہ

(۱۱۱)وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَاکُ عَرْضًا لَا طُوْلًا (اخرجہ ابو نعیم)۵

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دانتوں کے عرض میں مسواک کرتے تھے۔

(۱۱۲)وَعَنْ عَطَآءٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِذَا شَرِبْتُمْ فَاشْرَبُوْا مَصًّا وَاِذَا اسْتَکْتُمْ فَاسْتَاکُوْا عَرْضًا" (رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ)۶

جناب عطاءؒ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب پانی پیو تو تھوڑا تھوڑا پیو اور جب مسواک کرو تو عرض میں کرو۔

۱ مسلم ص ۱۳۸ ۲ زجاجۃ ص ۹۴
۳ مشکوٰۃ شریف ص ۴۵ ۴ مشکوٰۃ ص ۴۵
۵ تلخیص الحبیر ص ۲۳ ۶ بحوالہ سابقہ

یعنی مسواک کو دانتوں پر رکھ کر اسے دائیں سے بائیں پھیریں اوپر نیچے کو حرکت نہ دیں البتہ جب زبان پر پھیرنی ہو تو اس کی لمبائی میں پھیریں جیسے اس روایت میں ہے۔

(۱۱۳) اَمَّا فِی اللِّسَانِ فَیَسْتَاکُ طُوْلًا کَمَا فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ مُوْسٰی فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَلَفْظُ اَحْمَدَ ''وَطَرَفُ السِّوَاکِ عَلٰی لِسَانِهٖ یَسْتَنُّ اِلٰی فَوْقٍ'' قَالَ الرَّاوِیْ کَاَنَّهٗ یَسْتَنُّ طُوْلًا ؎۱

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں زبان میں مسواک طولاً کرنی چاہئے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث صحیحین میں ہے اور حضرت امام احمدؒ کے الفاظ ہیں اور مسواک کا کنارہ آپکی زبان پر ہوتا تھا اور آپ اُسے اُوپر کیطرف حرکت دیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں گویا زبان کی لمبائی میں مسواک فرماتے تھے۔

تو اس کی صورت بھی وہی اوپر سے نیچے والی بن گئی اگرچہ یہ حرکت زبان کے طول میں ہوگی۔

انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہیں

(۱۱٤) عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّهٗ دَعَا بِکُوْزٍ مِّنْ مَّآءٍ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَکَفَّیْهِ ثَلَاثًا وَ مَضْمَضَ فَاَدْخَلَ بَعْضَ اَصَابِعِهٖ فِیْ فِیْهِ (الحدیث……) وَقَالَ ''هٰذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'' (رواہ احمد فی مسندہ)؎۲

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے پانی کا لوٹا منگوایا اس سے اپنا چہرہ اور ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا اور کلی کی تو اپنی انگلیاں منہ میں ڈال کر اسے ملا ……… اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو ہے۔

وضو کے علاوہ مسواک کے مستحب مواقع

۱۔ نماز کے وقت ۲۔ تلاوت کے وقت ۳۔ نیند سے بیدار ہو کر ۴۔ منہ میں بو پیدا ہو جانیکے وقت ۵۔ نماز تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد ۶۔ جمعہ کے دن ۷۔ سونے سے پہلے ۸۔ وتر کے بعد ۹۔ کھانے کے وقت ۱۰۔ سحری کے وقت ۱۱۔ گھر میں آنے کے وقت ؎۳

جس مسواک کے اتنے زیادہ منافع ہوں تو اسے تو کسی حالت میں بھی ترک نہیں کرنا چاہئے بلکہ بالاہتمام ہر وضو کے ساتھ مسواک کر کے آم کے آم گھٹلیوں کے دام حاصل کرنے چاہئیں۔ اللھم وفقنا لھذا ولا تحرمنا اجرہ۔

؎۱ تلخیص الحبیر ص۲۳
؎۲ تلخیص الحبیر ص۲۵ ؎۳ انوار الباری ص۱۸۹/٤

انگوٹھی کا مسئلہ

اگر انگوٹھی انگلی میں پہنی ہوئی ہو تو اگر بغیر حرکت دینے کے بالیقین اس کے نیچے پانی پہنچ جائے تو بہتر ہے ورنہ اسے ہلا کر اس کے نیچے پانی پہنچایا جائے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۱۵) عَنْ عَتَابٍ قَالَ وَضَّأْتُ عَلِيًّا فَحَرَّكَ خَاتَمَهُ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[۱]

جناب عتابؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو وضو کرایا تو آپ نے اپنی انگوٹھی کو حرکت دی۔

(۱۱۶) وَعَنْ اَبِیْ تَمِیْمٍ الْحَبْشَانِیِّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا تَوَضَّأَ حَرَّكَ خَاتَمَهُ (ایضا)[۲]

حضرت ابوتمیم حبشانی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب وضو فرماتے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے۔

(۷) **داڑھی کا خلال:** بوجہ اس عمل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے......

(۱۱۷) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ بِالْمَآءِ (رواہ احمد)[۳]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے تھے تو پانی کے ساتھ اپنی داڑھی مبارک کا خلال بھی کیا کرتے تھے۔

(۱۱۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ مَّآءٍ فَاَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَ قَالَ هٰكَذَا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ (رواہ ابی داؤد)[۴]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو پانی کا ایک چلو لے کر اپنی ٹھوڑی کے نیچے بالوں میں ڈال لیتے اور اس سے داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے مجھے میرے رب نے یہی حکم دیا ہے۔

داڑھی میں خلال تو جبھی ہو سکے گا جب وہ ایک حد تک لمبی ہو پھر وہ کتنی لمبی ہو اس کے لئے اگلا مضمون پڑھیے۔

داڑھی کتنی لمبی مسنون اور فطرت کے مطابق ہے

بلاشبہ مونچھوں کا بالمبالغہ کٹوانا اور داڑھی کا ایک حد تک بڑھانا یعنی مقدار قبضہ تک مسنون ہے لیکن داڑھی کو غیر مقلد بنا دینا کہ جہاں تک مرضی بڑھتی چلی جائے خواہ ناف تک پہنچ جائے یہ نہ فطرت کے مطابق ہے نہ مسنون ہے چنانچہ اعفاء اللحیہ کی روایت

[۱] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹ [۲] بحوالہ سابقہ

[۳] آثار السنن ص ۳۲ [۴] ابو داؤد شریف ص ۱۹

کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خود اپنے عمل سے اسکی تفسیر کردی ہے جسے امام بخاریؒ نے بخاری جلد دوم ص ۸۷۵ پر اس طرح نقل کیا ہے "وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ" یعنی حضرت ابن عمرؓ جب حج کرتے یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو پکڑ کر جو مٹھی سے زائد ہوتی اس کو کاٹ دیتے۔ اگر مٹھی سے زائد کا کٹوانا مسنون نہ ہوتا تو حضرت ابن عمرؓ خود ہی اپنی روایت کے خلاف کیوں کرتے۔ تو حضرت ابن عمرؓ کا اپنا فعل خود ان کی روایت کی تشریح ہے کہ اسی کا مطلب یہ نہیں کہ داڑھی کو لاالی نہایت بڑھاتے چلے جاؤ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ جب مٹھی سے بڑھ جائے تو اس کو کاٹ دو۔

فتح القدیر میں خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عمل منقول ہے۔ کہ آپ کی داڑھی بڑی ہوتی تھی اور مٹھی بھر سے زائد کو آپ کٹوا دیا کرتے تھے اور فتح القدیر میں حضرت ابوہریرہؓ کا بھی یہی معمول نقل کیا گیا ہے کہ آپ چار انگل سے زائد کو کٹوا دیتے تھے بلکہ حضرت عمرؓ تو اگر کسی کی داڑھی مقدار قبضہ سے زائد دیکھتے تو اس کو خود کاٹ دیا کرتے تھے۔ اس پر عمدۃ القاری شرح بخاری کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔

روایتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(۱۱۹) رُوِیَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا قَدْ تَرَكَ لِحْيَتَهٗ حَتّٰى كَبُرَتْ فَاَخَذَ يَجْذِبُهَا ثُمَّ قَالَ "اِئْتُوْنِیْ بِحَلْمَتَيْنِ" (اَیِ الْمِقْرَاضُ) ثُمَّ اَمَرَ رَجُلًا فَجَزَّ مَا تَحْتَ يَدِهٖ ثُمَّ قَالَ "اِذْهَبْ فَاَصْلِحْ شَعْرَكَ اَوْ اَفْسِدْهُ يَتْرُكُ اَحَدُكُمْ نَفْسَهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ سَبُعٌ مِّنَ السِّبَاعِ" (عمدۃ القاری)[۱]

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے اپنی داڑھی کھلی چھوڑ رکھی تھی حتی کہ وہ بہت بڑی ہو گئی تھی تو آپ نے اسے پکڑ کر کھینچنے لگے پھر فرمایا میرے پاس قینچی لاؤ۔ قینچی لائی گئی تو آپ نے ایک آدمی کو حکم دیا۔ تو اسنے جو مٹھی سے زائد تھی اسکو کاٹ دیا پھر فرمایا جا اپنے بالوں کو سنوار کے رکھ یا خراب کر کے تم میں سے کوئی اپنے آپ کو ایسے بنائے رکھتا ہے جیسے وہ کوئی درندہ ہو۔

اگر اس کی بے نہایت بڑھی ہوئی داڑھی خلافِ سنت نہ ہوتی تو حضرت عمرؓ اسے کھینچ کر اور پھر زبردستی اس کو کٹوا کر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر مقدار قبضہ کو سنت اور اس سے زائد کو خلافِ سنت سمجھتے تھے۔ بلکہ اس خلاف سنت کام کو درندوں والا کام کہتے تھے۔ حاشاوک اللہ! وہ عاملِ سنت کو درندہ کبھی نہیں کہہ سکتے تھے۔ ان کا ایسے کرنا اور یہ جملہ کہنا اعفاء لحیہ کی حد کی تفسیر ہے کہ داڑھی بڑھانے سے مراد مٹھی بھر ہے اس سے زائد خلافِ سنت ہے جیسے حضرت ابنِ عمرؓ سے بھی یہ عملی تفسیر پہلے نقل ہو چکی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کا معمول بھی اسی کے مطابق پہلے نقل ہو چکا ہے۔

[۱] عمدۃ القاری ص ۷۲/۲۲

حضرت عطاءؒ تو مقدارِ قبضہ کے بھی پابند نہیں ان کا قول تو یہ ہے کہ جب عرف عام میں وہ فحش نظر آتی ہو تو اسے نیچے سے اور دائیں بائیں سے کتر لینا چاہئے تاکہ وہ سڈول ہو جائے۔ اور ترمذی شریف کی مرفوع حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَ طُوْلِهَا ۔ (رواہ الترمذی)[1]

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کا ایک راوی عمر بن ہارون مقاربِ الحدیث تو ہے لیکن اس کی کوئی بھی روایت بے اصل نہیں ہے اور جناب قتیبہ نے فرمایا ہے کہ عمر بن ھارون صاحبِ حدیث ہے تو امام ترمذی نے اس راوی کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ امام بخاریؒ اس کے بارے میں حسن الرای تھے یعنی اچھی رائے رکھتے تھے۔ اور قتیبہ اسے صاحب الحدیث کا لقب دیتے تھے۔ گویا حدیث اتنی ضعیف بھی نہیں جبکہ جید اصحابِ رسول خلیفہ راشد حضرتِ عمرؓ، عاشقِ سنت حضرت ابن عمرؓ اور حافظ الحدیث حضرت ابو ہریرہؓ اسی حدیث کے مطابق مٹھی بھر سے زائد کو کاٹ دینا سنت سمجھتے تھے اور ان کا اپنا معمول بھی مقدارِ قبضہ سے زائد کو کاٹ دینا ہی ہے جب راوی خود ہی اپنی روایت کی تشریح کر دے تو کسی کو بھی من گھڑت معنی لینے کی اجازت نہیں ہے۔

غیر مقلّد نواب صدیق حسن خان کا خواب

یہ بات متفق علیہ ہے کہ جو شخص خواب میں حضرت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرے تو وہ یقیناً رسولِ کریم ہی کی زیارت کرتا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام ہی نے فرمادیا کہ شیطان میری صورت بن کر نہیں آسکتا اب دیکھئے نواب صدیق حسن خان آنحضرت کی داڑھی کس مقدار میں دیکھتے ہیں۔ نواب صاحب کے فرزندار جمندان کی سوانح حیات مأثر صدیقی ج ۲ میں لکھتے ہیں۔

"والا جاہ مرحوم نے جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پرانوار سے خواب میں مشرف ہونے کا جو ذکر اس نظم میں کیا ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ ماہِ رجب 1237ھ میں وقتِ تہجدّ قریب صبح صادق جبکہ وہ قنوج میں تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ محل سرائے سے اٹھ کر مردان خانے میں آئے ہیں وہاں صحن میں چھوٹے چھوٹے تخت بچھے ہیں اور ان تختوں کے نیچے آبِ صافی کی ایک نہر جاری ہے اور ان تختوں میں سے ایک تخت پر حضورِ سرورِ کائنات روحی فداہ رونق افروز ہیں اور آپ کے سامنے انار ہائے شیریں کا ایک انبار لگا ہوا ہے آپ کے جانبِ قفا (پیچھے) ایک عمارت بوضع حمام بنی ہوئی ہے۔ اسی اثناء میں کسی نے والا جاہ سے کہا کہ دیکھو نواب! محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہاں تشریف فرما ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ قریب پہنچے اور ادب کے ساتھ سلام کہا آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا یک بیک ان کی نظر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک پر پڑی تو تمام سر پر موئے مشکیں

[1] ترمذی شریف ص ۱۰۰/۲

نظر آئے جو بنا گوش تک دراز تھے، ریش مبارک مدور تھی، لیکن نہ طویل نہ عریض بلکہ قدر ایک قبضہ یعنی مٹھی بھر کے چہرہ مبارک چمک رہا تھا۔ قصد کیا کہ آگے بڑھیں ناگہاں تخت کے قریب طغیانی کی وجہ سے پاؤں پھسل گیا۔ مگر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور تخت کے ایک جانب قبلہ رو ہو کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسند سے اُٹھ کر کچھ ارشاد فرمایا جس کو وہ پورے طور پر یاد نہ رکھ سکے۔ مگر اس کے جواب میں یہ عرض کیا کہ میرے یہ نصیب کہاں تھے کہ میں دیدارِ پر انوار سے سعادت اندوز ہوتا۔

من و ایں رتبہ از کجا لیکن
مور پروردۂ سلیمان است

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دو انار اس انبار سے اٹھائے اور ان کے قریب قدم رنجہ فرمایا۔ پھر وہ انار عطا فرمائے انہوں نے جلدی سے ان اناروں کو لے لیا۔ فقط ص ۳۳/۲

ہمارا مقصد اس طویل اقتباس سے صرف یہ دکھانا ہے کہ تمہارے گھر کے بھیدی نے لنکا ڈھادی ہے اور حضور علیہ السّلام کی داڑھی کو مٹھی بھر دیکھا اور بتایا ہے۔ آپ ہماری نہ مانیں حضرات عمر، ابنِ عمر اور ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم کی نہ مانیں اپنے روحانی دادا نواب صدیق حسن خاں کی تو مانیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے خواب میں حضور علیہ السّلام کی زیارت کی تو آپ کی ریش مبارک مقدارِ قبضہ تک تھی، اتنی لمبی نہیں جس کو دیکھ کر ڈر آئے اور آدمی کے آدمی نہ ہونے میں شبہ پیدا ہو جائے۔ اس خواب کی باقی سب تفصیلات تو واضح ہیں صرف ایک بات کی تعبیر ضروری ہے کہ آپ کے پھسلنے کا کیا مطلب ہے؟ تو صاحب اس کا مطلب بھی واضح ہے کہ آپ نے حنفیت چھوڑ کر جو غیر مقلدیت اختیار کی یہی راہ حق سے پھسلنا ہے۔ اور پورے پورے نہ پھسلنے کا مطلب ہے کہ اسلام سے نہیں نکلے یہی ہمارا مؤقف ہے۔ کہ غیر مقلد مسلمان ہیں کافر نہیں ہیں۔ لیکن ضال مضل ہیں، راہِ اسلاف سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ شاۃِ ضالہ کی طرح کبھی ادھر جاتے ہیں کبھی ادھر ''لَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ''، کبھی اپنے آپ کو اہلِ سنت میں شمار کرتے ہیں اور کبھی کہہ دیتے ہیں اَھلُ الْحَدِیْثِ شِیْعَۃُ عَلِیٍّ کہ ہم اہل احدیث علی کے شیعہ ہیں کبھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کر کے سنت انگریز ادا کرتے ہیں اور کبھی ائمہ وفقہ واجتہاد اور فقہ وشریعت کی مخالفت کر کے شیعوں میں شامل ہوتے ہیں، اور کبھی ننگے سر نماز پڑھ کے یہودی بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ بائبل عہدِ جدید میں ہے کہ عبادت ودعا کے وقت عورت کو سر ڈھانکنا ضروری ہے البتہ مرد کو اپنا سر نہ ڈھانکنا چاہئے۔ [۱]

مونچھوں کے حکم کی تشریح

''اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَقُصُّوا الشَّوَارِبَ'' کی جگہ لفظ ''اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ'' بھی ہے جس سے معلوم ہوا کہ مونچھوں

[۱] بحوالہ اصلی صلوٰۃ الرسول ص ۳۶۹

کو معمولی کترا دینا بھی کافی ہے جبکہ ہونٹوں کے اوپر والے مونچھوں کے بال اوپر والے ہونٹ کی نچلی کناری سے تجاوز نہ کریں اور خوب رگڑ کر صاف کر دیئے جائیں مثلاً استرے سے منڈوا دیں تب بھی گنجائش ہے کیونکہ ''اِنْهَکُوا'' کا یہی معنٰی ہے جبکہ عینی میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰى[1]

کہ مونچھوں کو خوب اچھی طرح رگڑ کے کٹواؤ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں ''قَوْلُهٗ اِنْهَكُوْا اَیْ بَالِغُوْا فِی الْقَصِّ وَالنَّهْكُ اَلْمُبَالَغَةُ'' اِنْهَکُوْا کا معنی ہے کترنے میں مبالغہ کرو۔ اور نھک کا لفظ مبالغہ پر ہی محمول ہے۔ تو ہونٹوں کے اوپر والے بال اتنے چھوٹے ہو جائیں جس سے وہ پینے کے برتن میں داخل نہ ہو سکیں اور ناک سے نکلنے والے ریزش سے آلودہ نہ ہوں تو حدیث کا منشاء پورا ہو جاتا ہے اور انھکو کو دیکھیں تو اچھی طرح رگڑ ابھی سکتے ہیں۔

غیر شرعی لمبی داڑھی کے متعلق علماء کے فتوے

تورات میں لکھا ہے داڑھی دماغ سے نکلتی ہے تو جس کی داڑھی زیادہ لمبی ہوتی ہے تو اس کا دماغ کم ہو جاتا ہے اور جس کا دماغ کم ہو تو اس کی عقل کم ہو جاتی ہے اور جس کی عقل کم ہوتی ہے وہ احمق ہوتا ہے۔

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ لمبی گھنی داڑھی حماقت ہے جس کی داڑھی لمبی ہو جاتی ہے اس کی حماقت زیادہ ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے بہت لمبی داڑھی والے کو دیکھا تو کہنے لگے خدا کی قسم اگر یہ نہر سے نکلے جب بھی خشک رہے۔

احنف بن قیس فرماتے ہیں جب آپ کسی شخص کو دیکھیں بڑی کھوپڑی اور لمبی داڑھی والا ہے تو اس پر بے شرم ہونے کا حکم لگا دیں اگرچہ وہ امیہ بن عبد شمس ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت معاویہؓ نے ایک آدمی سے کہا جن پر وہ خفا ہوئے تھے کہ ہمارے پاس تمہاری حماقت کی اور کمزور عقل پر شہادت کے لئے تیری لمبی داڑھی ہی کافی ہے۔

مروان بن عبد الملک کہتے ہیں کہ لمبی داڑھی والا کم عقل ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ جو پستہ قد ہو اور کھوپڑی چھوٹی ہو اور داڑھی لمبی ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی عقل کے بارے میں لڑیں (یعنی حماقت ثابت کرنے کے لئے حجت بازی کریں)

اصحاب فراست فرماتے ہیں جب کوئی شخص لمبے قد، لمبی داڑھی والا ہو تو اس پر حماقت کا حکم لگا دو اور اگر اس کے ساتھ ہی ساتھ سر بھی چھوٹا ہو تو اس کی حماقت میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

[1] عینی ص ۷۳/۲

بعض حکماء فرماتے ہیں کہ عقل کی جگہ دماغ ہے اور روح کا راستہ ناک ہے اور بے وقوفی کی جگہ لمبی داڑھی ہے۔
سعید بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے ابن ادریس سے پوچھا کہ آپ نے سلام بن ابی حفصہ کو دیکھا ہے کہا جی ہاں میں نے اس کو دیکھا لمبی داڑھی والا ہے جو کہ احمق ہوتا ہے۔
ابن سیریں فرماتے ہیں جب آپ کسی لمبی داڑھی والے شخص کو دیکھیں تو اس کی عقل میں حماقت کو پہچان لیں۔
زیاد بن امیہ کہتے ہیں جس شخص کی داڑھی ایک مٹھی سے جتنی زیادہ ہے اتنی ہی اس کی عقل کم ہوجاتی ہے۔

بعض شعراء نے کہا ہے

اِذَا عَـرَضَـتْ لِـلْفَتٰـی لِحْيَتُـهٗ	وَ طَالَتْ فَصَادَتْ اِلٰی سُرَّتِہٖ
فَـنُـقْـصَـانُ عَـقْلِ الْفَتٰی عِنْدَنَا	بِـمِـقْـدَارِ مَا زَادَ فِیْ لِحْيَتِہٖ

جس کسی جوان کی داڑھی نکلتی اور ناف تک لمبی ہوجاتی ہے تو اس جوان کی عقل میں ہمارے ہاں نقصان ہی ہوتا ہے جتنی اس کی داڑھی بڑھتی ہے یعنی شرعی حد سے زیادہ ہے۔ (احمقوں کی دنیا ص ٦٧ قاف ٧) ترجمہ اخبار الحمقیٰ والمغضلین لابن الجوزی

(۸) انگلیوں کا خلال کرنا: جیسا کہ یہ امر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

(۱۲۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ" (رواہ احمد وابن ماجۃ والترمذی)[1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو وضو کرے تو اپنے ہاتھوں۔ پاؤں کی انگلیوں کا خلال بھی کیا کر۔

(۱۲۱) وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ خَلَّلَ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهٖ (رواہ الترمذی)[2]

حضرت مستوردؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھنگلیا کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال فرمایا۔

(۹) کانوں کا مسح کرنا:

(۱۲۲) عَنْ رُبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَآءَ اَنَّهَا رَاَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ کہتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

[1] مشکوۃ

فَالْتَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا اَقْبَلَ مِنْهَا وَمَا اَدْبَرَ وَ صُدْغَيْهِ وَاُذُنَيْهِ مَرَّةً وَّاحِدَةً
(رواه الترمذى)١

نے اپنے سر مبارک کا مسح کیا اسکے اگلے حصے کا بھی اور پچھلے کا بھی اور کانوں کے سوراخوں کا بھی اور کانوں کے اوپر کا بھی ایک ہی دفعہ۔

(١٢٣)وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَاْسِهِ وَاُذُنَيْهِ بَاطِنِهِمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ وَظَاهِرِهِمَا بِاِبْهَامَيْهِ
(رواه النسائى)٢

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح فرمایا کانوں کے اندرونی حصے کا انگشتہائے شہادت سے اوران کے باہر کا اپنے انگوٹھوں کے ساتھ۔

کانوں کے مسح کے لئے الگ پانی کی ضرورت نہیں

کان چونکہ سر ہی کے حکم میں داخل ہیں اسلئے ان کے واسطے الگ پانی لینے کی ضرورت نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(١٢٤)وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ"
(رواه دارقطنى)٣

حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں کان سر میں سے ہیں یعنی ان کا حکم سر والا ہے۔

(١٢٥)وَعَنْ اِمَامِنَا اَبِىْ حَنِيْفَةَ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ"
(رواه الامام محمد فى الاثار)٤

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کان سر میں سے ہیں۔

(١٢٦)وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِوُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَمَسَحَ بِهَا رَاْسَهُ وَاُذُنَيْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ وَ خَالَفَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ والا وضو نہ بتلاؤں؟ اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ ﷺ نے ایک چلو پانی لیا تو اسکے ساتھ سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا، اسکے اندر

١ مشکوٰۃ ص٤٦ ٢ نسائی ص٢٩
٣ نصب الرایۃ ص١٠ ٤ جامع المسانید ص٢٣١

بِإِبْهَامَيْهِ إِلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا (رواه ابن حبان فی صحیحه)[١]

کا انگشتانِ شہادت سے اور ان کے باہر کا اپنے انگوٹھوں سے، یوں ان کے ظاہر و باطن دونوں کا مسح فرمایا۔

(١٠) سارے سر کا مسح کرنا اور اس کی ترکیب:

(١٢٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ (رواه الترمذی)[٢]

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کا دونوں ہاتھوں سے مسح فرمایا ان کو آگے بھی لائے اور پیچھے بھی لے گئے پھر انکو لوٹایا سر مبارک کی اگلی جانب سے شروع کر کے گدی تک لائے یہاں تک کہ اس مقام تک آ گئے جہاں سے شروع کیا تھا پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

(١٢٨) عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَلَمَّا بَلَغَ مَسْحَ رَأْسِهِ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى مُقَدَّمِ رَأْسِهِ فَاَمَرَّهُمَا حَتّٰى بَلَغَ الْقَفَا ثُمَّ رَدَّهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ بَدَاَ مِنْهُ وَمَسَحَ بِاُذُنَيْهِ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا وَاَدْخَلَ اَصَابِعَهُ فِىْ صِمَاخِ اُذُنَيْهِ (رواه ابوداؤد)[٣]

حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے رویت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا پس جب آپ سر کے مسح پر پہنچے تو آپ نے اپنی ہتھیلیاں اپنے سر کے اگلے حصے پر رکھیں اور ان کو کھینچا حتی کہ گدی تک پہنچ گئے پھر آپ نے انکو اسی جگہ تک لوٹایا جہاں سے ابتدا فرمائی تھی اور اپنے دونوں کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصوں کا مسح فرمایا اور اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل فرمایا

سر اور کانوں کا مسح ایک دفعہ ہونا چاہئے

(١٢٩) وَفِىْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ "وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاُذُنَيْهِ مَسْحَةً وَّاحِدَةً" وَلِمَا رَوٰى اَبُوْ اُمَامَةَ "اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ" (الفقه الحنفی)[٤]

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ "اور آپ نے اپنے سر اور کانوں کا ایک دفعہ مسح فرمایا"، اور اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو امامہؓ نے روایت فرمائی کہ "دونوں کان سر میں سے ہیں"، یعنی اسکے حکم میں ہیں۔

[١] مستدلات حنفیة ص ١٠ [٢] ترمذی ص ٧
[٣] سنن ابی داؤد ١/٣٠ [٤] الفقه الحنفی ١/٤٣

مسح کی فرض مقدار صرف چوتھائی سر ہے

چوتھائی سر کا مسح کرنے سے فرضیت مسح ادا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس فعل سے ظاہر ہے۔

(۱۳۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قَطْرِيَّةٌ فَاَدْخَلَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِهٖ (رواہ ابو داؤد)[۱]

حضرت انس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا جب کہ آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو عمامہ کے نیچے داخل کر کے سر کے اگلے حصے کا مسح کیا۔

اس فعل رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بلاشبہ ثابت ہوتا ہے کہ مسح میں فرض مقدار صرف چوتھائی ہے ورنہ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صرف اگلے حصے پر ہی اکتفا نہ فرماتے، نیز اگلی حدیث شریف بھی اس کی دلیل ہے۔

(۱۳۱) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَ مَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِهٖ وَ عَلَى الْخُفَّيْنِ (كذا فی المشكوة)[۲]

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وضو فرمایا اور اپنی پیشانی اور موزوں پر مسح فرمایا۔

واضح ہو کہ پیشانی بھی سر کا تقریباً چوتھائی حصہ ہی ہے۔ لہٰذا فرضیت صرف اسی قدر ہے۔

عمامہ اتار کر مسح کرنا چاہئے

(۱۳۲) عَنْ عَطَآءٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَرَفَعَ الْعُمَامَةَ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِهٖ (رواه بن ابی شيبة)[۳]

جناب عطاء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وضو فرمایا تو عمامے کو اٹھا کر سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسح کی فرض مقدار تو پگڑی کے نیچے ہی ادا کی جائے گی البتہ تکمیل سُنّت کے لئے پھر پگڑی کے اوپر بھی ہاتھ پھیر لیا جائے تو مضائقہ نہیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔

(۱۳۳) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَ فِیْ اٰخِرِهٖ ثُمَّ مَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَ عَلَى الْعِمَامَةِ (رواه مسلم)[۴]

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے جس کے آخر میں ہے کہ پھر آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی پیشانی کا مسح کیا اور پگڑی کا بھی۔

[۱] ابو داؤد ص ۱۹ [۲] مشکوٰۃ ص ٤٦
[۳] مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۲۳ [۴] مشکوٰۃ شریف ص ٥٣

وضاحت: امام محمدؒ کی بلاغات میں ہے کہ پگڑی کا مسح پہلے تھا پھر ترک کر دیا گیا۔ اس صورت میں اسے متروک سنت کہا جائے گا۔ لہذا صرف پگڑی پر مسح کرنے والے کا وضو صحیح نہیں ہوگا چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

(۱۳٤)عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ بَلَغَنِىْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْعِمَامَةِ فَقَالَ "لَا حَتّٰى يَمَسَّ الشَّعْرَ الْمَآءُ" (رواہ محمد فی موطاه ۱ رواه الطحاوی ورجاله ثقات) رواه احمد(النیل ۲)

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ مجھے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ سے پگڑی کے مسح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جائز نہیں جب تک کہ پانی سر کے بالوں کو نہ چھولے۔

عورت کیسے مسح کرے؟

عورت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ مسح سر کے لئے اپنی اوڑھنی کو اتارے یا سارے سر پر دو طرفہ ہاتھ پھیرے اور اس طرح وہ اپنے سلجھے ہوئے بالوں کو الجھائے، اس کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ اوڑھنی کے نیچے ہاتھ ڈال کر یا اسے ذرا پیچھے سرکا کر سر کے اگلے حصے پہ مسح کرلے۔ جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے۔

(۱۳٥)عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَاَيْتُ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِىْ عُبَيْدٍ تَوَضَّاَتْ فَاَدْخَلَتْ يَدَيْهَا تَحْتَ خِمَارِهَا فَمَسَحَتْ بِنَاصِيَتِهَا (رواه بن ابی شیبة)۳

جناب نافعؒ سے روایت ہے کہ میں نے صفیہ بنت ابی عبیدؒ کو وضو کرتے دیکھا آپ نے اپنا ہاتھ اوڑھنی کے نیچے ڈال کر پیشانی کے اوپر مسح کرلیا۔

(۱۳٦)وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تَمْسَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى رَاْسِهَا عَلَى الشَّعْرِ وَلَا يُجْزِيْهَا اَنْ تَمْسَحَ عَلٰى خِمَارِهَا (رواه الامام محمد فی اثار)٤

حضرت ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ عورت اپنے سر پر مسح کرے گی اور اس کو اپنے اوڑھنی پر مسح کر لینا کافی نہیں ہوگا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے جیسے اوڑھنی کو اتارنا ضروری نہیں۔ اس طرح اس کے اوپر مسح کر لینا بھی کافی نہیں ہے۔ ادائے فرض کے لئے اس کے نیچے سے ہاتھ پھیرنا پڑے گا۔

۱ موطا امام محمد ص ۷۰ ۲ النیل ۱/ ۳٤
۳ مصنف ابن ابی شیبه ص ۲٤ ٤ جامع المسانید ص ۲۲٤

(۱۱) گردن کا مسح:

(۱۳۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَوَضَّأَ وَ مَسَحَ يَدَيْهِ عَلٰى عُنُقِهِ أَمِنَ الْغَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

(رواه ابو نعيم ۱ رواه ابوالحسن ابن فارس باسناده هذا انشاء الله حديث صحيح تلخيص الحبير

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور ہاتھوں کو گردن پر پھیر لیا تو وہ قیامت کے دن طوق کی سزا سے محفوظ ہوگیا۔

صاحب تلخیص الحبیر ابن حجرؒ اس حدیث کو "ان شاء اللہ صحیح" کہتے ہیں۔

(۱۳۸) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَسْحُ الرَّقَبَةِ أَمَانٌ مِنَ الْغَلِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" (رواه الديلمى)۲

انہی سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گردن کا مسح قیامت کے دن طوق پہنائے جانے سے امان کا سبب ہے۔

(۱۳۹) عَنْ كَعْبِ بْنِ عَمْرٍو الْيَامِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا يَأْخُذُ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مَاءً جَدِيْدًا وَ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا فَلَمَّا مَسَحَ رَأْسَهُ قَالَ "هٰكَذَا وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ مِنْ مُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى يَبْلُغَ بِهِمَا إِلٰى أَسْفَلِ عُنُقِهِ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ (رواه الطبرانى)۳

حضرت کعب بن عمرو الیامی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا ہر ایک کے لئے آپ نیا پانی لیتے تھے۔ اور اپنے چہرے کو بھی تین دفعہ دھویا پھر جب اپنے سر کا مسح کیا تو فرمایا اس طرح اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا سر کے اگلے حصے کی طرف حتی کہ دونوں ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گلے کی انتہا تک پہنچایا۔

دیکھئے اس میں گردن کے نچلے حصے اور گدی کا صریحاً ذکر ہے۔

(۱۴۰) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ "ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا وَّ ظَاهِرَ أُذُنَيْهِ ثَلَاثًا وَ ظَاهِرَ رَقَبَتِهِ وَأَظُنُّهُ قَالَ وَظَاهِرَ لِحْيَتِهِ ثَلَاثًا" (كشف الاستار عن زوائد البزار)٤

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے پھر آپ نے سر مبارک کا مسح فرمایا اور پھر کانوں کے باہر بھی تین دفعہ اور گردن کی پشت پر اور میرا خیال ہے کہ فرمایا اور داڑھی کے اوپر تین دفعہ۔

۱ زجاجة ص ۱۰۲ ۲ زجاجة ص ۱۰۲
۳ معجم الطبرانى ۱۸۱/۱۹ ٤ كشف الاستار عن زوائد البزار ۸٤٠/۱

اسی کے مطابق طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۴۲ پر بھی ہے۔ جس میں تین دفعہ کی قید نہیں ہے گویا وہ ہمارے عمل کے بالکل مطابق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گردن کا مسح اگر سنّت نہیں تو مستحب ضرور ہے پھر اس کو بدعت مشہور کرنا امر مستحب کے ساتھ عناد اور دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟ حالانکہ بدعت کے مدعیوں کے پاس اپنے دعوئی کے ثبوت کیلئے اس سے کمتر درجے کی بھی دلیل نہیں جب کہ ہمارے پاس الحمدللہ اس کی سنّیت کی دلیل بھی موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱٤۱) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ رَاْسَهٗ حَتّٰى بَلَغَ الْقُذَالَ وَمَا يَلِيْهِ مِنْ مُّقَدَّمِ الْعُنُقِ (رواہ احمد)[1]

جناب طلحہ بن مصرف اپنے باپ پھر اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سر کا مسح کرتے دیکھا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گدی اور گردن کے اگلے حصے تک پہنچ گئے۔

دیکھئے گردن کا مسح فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بھی ثابت ہو گیا لیکن چونکہ اس پر آپ کا دوام ثابت نہیں اس لئے ہم اس کی سنّیت پر اصرار نہیں کرتے تاہم اس کے مستحب ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

مسح سر کے لئے الگ پانی لینا چاہئے

(۱٤۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَاَنَّهٗ مَسَحَ رَاْسَهٗ بِمَآءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ (رواہ الترمذی)[2]

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا تو آپ نے سر کا مسح نئے پانی سے کیا جو ہاتھوں کا بچا ہوا نہیں تھا۔

(۱۲) اعضاء کو تین تین بار دھونا:

(۱٤۳) عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ شَهِدْتُّ عَلِيًّا وَّعُثْمَانَ تَوَضَّئَا ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَّاَفْرَدَ الْمَضْمَضَةَ وَ الْاِسْتِنْشَاقَ ثُمَّ قَالَا هٰكَذَا رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ (رواہ ابن السکن فی صحیحہ[3] وقریبا من ھذا رواہ البغوی وفیہ فعل عثمان)

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا تو اعضاء کو تین تین بار دھویا اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا عمل الگ الگ کیا، پھر فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

[1] منتقی لابن تیمیة

[2] مشکوة شریف ص ٤٦ [3] زجاجة ص ۱۰۲

اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الطُّهُوْرُ فَدَعَا بِمَآءٍ فِىْ اِنَآءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ وَ مَسَحَ بِاِبْهَامَيْهِ عَلٰى ظَاهِرِ اُذُنَيْهِ وَبِالسَّبَّابَتَيْنِ بَاطِنَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ ''هٰكَذَا الْوُضُوْءُ مَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا اَوْ نَقَصَ فَقَدْ اَسَآءَ وَظَلَمَ''

(رواه ابوداؤد والنسائی وابن ماجة)[1]

بیشک ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اسنے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلّم! وضو کیسے ہے؟ آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا پھر اپنی دونوں ہتھیلیاں تین تین بار دھوئیں پھر اپنے چہرہ کو تین تین بار دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنی دو انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کیں اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کے باہر کا اور انگشتانِ شہادت کیساتھ انکے اندر کا مسح کیا پھر اپنے دونوں پاؤں تین تین بار دھوئے پھر فرمایا وضو اس طرح ہے، جس نے اسپر زیادتی یا کمی کی بیشک اسنے برا کیا اور ظلم کمایا

(١٤٤) عَنْ اَبِىْ مَطَرٍ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ فِى الْمَسْجِدِ عَلٰى بَابِ الرَّحْبَةِ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ اَرِنِىْ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عِنْدَ الزَّوَالِ فَدَعَا قُنْبَرًا فَقَالَ اِئْتِنِىْ بِكُوْزٍ مِنْ مَّآءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَّ تَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّ اَدْخَلَ بَعْضَ اَصَابِعِهٖ فِىْ فِيْهِ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ وَاحِدَةً فَقَالَ دَاخِلُهُمَا مِنَ الْوَجْهِ وَ خَارِجُهُمَا مِنَ الرَّاْسِ وَرِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثًا وَّ لِحْيَتُهٗ تَهْطِلُ عَلٰى

جناب ابو مطر سے روایت ہے کہ ہم امیر المؤمنین علی المرتضیٰؓ کے پاس مسجد الرحبۃ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے آکر سوال کیا مجھے دکھاؤ رسول اللہ ﷺ وضو کس طرح کیا کرتے تھے، اور یہ زوال کا وقت تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے غلام قنبر کو بلایا اور فرمایا میرے پاس لوٹے میں پانی لاؤ تو آپ نے اپنی ہتھیلیوں اور اپنے چہرے کو تین تین بار دھویا تین بار کلی کی اور اپنی ایک انگلی کو منہ میں ڈالا اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا اور اپنی دونوں کلائیوں کو تین تین دفعہ دھویا اور اپنے سر کا مسح فقط ایک دفعہ کیا اور فرمایا کانوں کا اندرونی حصہ چہرے میں شامل ہے اور ان کا بیرونی حصہ سر میں اور اپنے دونوں پاؤں کو

[1] تلخیص الحبیر ۱/۳۰

صَدْرِهٖ ثُمَّ حَسَا حَسْوَةً بَعْدَ الْوُضُوْءِ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ سَائِلُ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا كَانَ وُضُوْءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند احمد بن حنبل)[۱]

ٹخنوں سمیت تین بار دھویا اور آپ کی داڑھی سے قطرے سینے پر گر رہے تھے پھر آپ نے وضو کے بعد ایک گھونٹ پانی پیا پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ کے وضو کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے رسول اللہ ﷺ کا وضو ایسے ہوتا تھا۔

تنبیہ: اعضاء دھونے کی تعداد کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا عمل مختلف مواقع پر مختلف رہا ہے لیکن ایک دفعہ سے کم نہیں اور تین دفعہ سے زیادہ نہیں۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو کسی قسم کی عجلت نہیں ہوتی تھی اور پانی کی قلت بھی نہ ہوتی تھی تو نہایت اطمینان سے تین تین بار دھوکر وضو فرمایا کرتے تھے۔ لیکن عجلت کے وقت کبھی دو بار اور کبھی ایک بار پر اکتفا فرمایا ہے۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اکثری اور ترغیبی عمل تین دفعہ دھونے ہی کا ہے۔ جیسے اس حدیث شریف سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱٤٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّةً مَرَّةً وَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا بِهٖ وَتَوَضَّاَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ يُّضَاعِفُ الْاَجْرَ مَرَّتَيْنِ وَتَوَضَّاَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَقَالَ هٰذَا وُضُوْئِيْ وَ وُضُوْءُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ قَبْلِيْ

(رواه دار قطنی و البیہقی و ابن حبان و ابن ماجة)[۲]

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک ایک دفعہ دھوکر وضو کیا اور فرمایا یہ ایسا وضو ہے جس کے بغیر اللہ تبارک وتعالیٰ نماز قبول نہیں کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو دفعہ دھوکر وضو کیا اور فرمایا یہ اس شخص کا وضو ہے جسکو دوہرا اجر ملے گا اور آپ نے تین تین دفعہ دھوکر وضو کیا اور فرمایا یہ میرا اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں کا وضو ہے۔

نسائی شریف اور ابنِ ماجہ شریف میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ جس نے اس پر زیادتی کی اس نے ظلم کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱٤٦) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَلُهٗ عَنِ الْوُضُوْءِ فَاَرَاهُ ثَلَاثًا

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایات کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے وضو کا طریقہ

[۱] مسند احمد ۳۵۵

[۲] زجاجة المصابیح ص۱۰۳

ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ "هٰكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ اَسَآءَ وَتَعَدّٰى وَظَلَمَ" (رواه النسائی وابن ماجۃ)[۱]

دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو تین تین دفعہ وضو کر کے دکھایا پھر آپ نے فرمایا وضو اسطرح ہے جس نے اسپر زیادتی کی اسنے برا کیا، تجاوز کیا اور ظلم ڈھایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرائض تو فرائض سنن و مستحبات تک کی جو تعداد اور مقدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ثابت ہے اس میں کمی بیشی کرنا اپنے نفس اور شریعت دونوں پر ظلم ہے۔ اسی طرح جس عمل کی کوئی مقدار مقرر نہ ہو اپنے طور پر اس کی مقدار یا کیفیت مقرر کر کے اس پر اصرار کرنا صریحاً زیادتی اور حدود سے تجاوز ہے۔

بدعت کی حقیقت

بدعت کی یہی حقیقت ہوتی ہے کہ کوئی عمل یا عمل کی مقدار یا اس کی کیفیت جس کا خیر القرون میں کوئی نام ونشان نہ ہو اپنے طور پر مستحسن سمجھ کر اس پر کاربند ہو جانا اور اس کے تارکین کو برا بھلا کہنے لگ جانا حالانکہ اگر وہ عمل کارِ ثواب ہوتا تو اس کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو نیکیوں کے بڑے حریص تھے کبھی نہ چھوڑتے اور اگر وہ مقدار یا کیفیت مندوب و مستحسن ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یا آپ کے اصحابؓ اس کے تارک کبھی نہ ہوتے لیکن اس کے باوجود اگر انہوں نے اس عمل یا مقدار یا کیفیت کو چھوڑ دیا ہے تو اس کا چھوڑ دینا ہی سُنّت ہے۔ اور اس کو عمل میں لانا بدعت ہے۔ کما قال علیہ السلام

(۱۴۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَحْدَثَ فِىْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" (رواہ الشیخان)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسنے ہمارے اس امر میں یعنی (امر دین میں) کوئی نئی بات نکال لی جو اسمیں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

(۱۴۸) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (رواہ مسلم)[۳]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت سیرتِ محمدی ہے اور بد ترین کلام بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

[۱] مشکوۃ شریف ص۴۷
[۲] مشکوۃ شریف ص ۲۷، بخاری ۱/۳۸۱، مسلم ۲/۷۷
[۳] مشکوۃ شریف ص۲۷

تو جب سب سے بہترین طریقہ، طریق محمدی ہے تو پھر اسے چھوڑ کر چودھویں یا پندرہویں صدی کے علماءِ سوء کا بنایا ہوا بدترین طریقہ یا جعلی مسئلہ کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔ فیا للعجب!

بدعت کا نقصان

(۱۴۹) وَعَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِالسُّنَّةِ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ" (رواہ احمد)[1]

غضیف بن حارث ثمالیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ کسی قوم نے جب بھی کوئی بدعت نکالی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کی ہم مثل سنّت لازمی اٹھا لی پس سنّت کو مضبوطی سے پکڑ لینا بدعت نکالنے سے بہتر ہے۔

تو گویا بدعتوں کی نحوست سے سنّتوں کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اہل بدعت کو دیکھا جاتا ہے کہ بدعت پر عمل پیرائی اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے تو وہ تن من دھن سے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن سُنّت پر عمل پیرائی اور اسوۂ رسول پر کاربندی ان کو نصیب نہیں ہوتی۔ ان کو اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کتنی بڑی خیر سے محروم ہو کر شر کی کیسی مہلک کھڈ میں گر چکے ہیں۔ اس کی وجہ فقط یہی ہے کہ سنتوں کی بے قدری اور بدعتوں کے رجحان کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے دلوں سے سنت کی محبت نکال لیتے ہیں۔ پھر اس کی بجائے بدعتوں کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انہیں راہِ سنّت کی طرف آنے ہی نہیں دیتا۔

کامیابی کی بے خطر راہ اصحابِ رسولؓ کی اتباع ہے

(۱۵۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ "مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَّاَعْمَقَهَا عِلْمًا وَّاَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جو کوئی کسی کا طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ اصحاب محمد ﷺ میں سے جو فوت ہو چکے ہیں انکا طریقہ اختیار کرے کیونکہ زندہ آدمی فتنے سے مامون نہیں ہوتا وہ اصحاب محمد ﷺ اس امت کے افضل ترین انسان تھے، پوری امت میں سے جنکے دل زیادہ نیک، جنکا علم زیادہ گہرا اور جو تکلف کے لحاظ سے

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۱

لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى اٰثَارِهِمْ بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ (رواه رزين)[1]	کم سے کم تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کیلئے اور اپنے دین کی اقامت کیلئے پسند فرمایا تھا پس تمہیں چاہئے کہ انکی فضیلت کا اعتراف کرو اور انکے نشانات کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے انکے اخلاق اور ان کی سیرتوں پر مضبوطی سے کاربند ہو جاؤ کیونکہ وہ سیدھی اور پائیدار ہدایت پر تھے۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زندگیاں ہمارے لئے آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کی ذاتیں ہمارے واسطے مکمل معیار ہیں۔ جو چیزیں حق اور ثواب ہیں اس سے وہ محروم نہ تھے۔ اور جس چیز سے وہ بے نصیب تھے وہ حق اور ثواب نہیں ہو سکتی۔ آج کل جو رسوم و رواج اور بدعات و خرافات کا دین کے نام پر سیلاب آیا ہوا ہے ان کی کوئی جھلک بھی اصحابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت و عمل میں نہیں ملتی۔ اگر وضو میں تین کی بجائے چار دفعہ دھونا ظلم اور تعدّی ہے حالانکہ یہ صرف مقدار میں زیادتی ہے ورنہ عمل کی اصلیّت موجود ہے۔ تو پھر جن اعمال کی صحابہ کرامؓ کے دور میں اصلیّت ہی نہیں ملتی ان کے عین دین اور معیارِ حق ہونے پر اصرار کرنا بدعت اور گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ گیارھویں شریف، یہ ختم شریف یہ قل شریف، یہ عرس شریف یہ اذان سے پہلے کا من گھڑت صلوٰۃ و سلام اور جمعۃ المبارک کے بعد صلوٰۃ و سلام اور اس کے ساتھ قیام اور انہیں جیسی سینکڑوں بدعات ہیں جو یار لوگوں نے فرصت کے اوقات میں بیٹھ کر گھڑی ہیں اور جاہل ملاؤں کی گذرِ اوقات کا قبیح سامان بنایا ہے ان میں سے کون سی چیز ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یا اصحابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول و فعل سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔؟ واللہ ثم واللہ! ان بدعات میں سے کوئی چیز بھی عملِ رسول اللہ اور تعاملِ اصحابؓ سے ثابت نہیں۔ ع

فَسَوْفَ تَرٰى اِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ	اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ اَمْ حِمَارٌ
جس دن غبار چھٹے گا تو تجھے معلوم ہو گا	کہ تیری سواری میں گھوڑا تھا یا گدھا

یہود و نصاریٰ کا دین کیوں منسوخ ہوا؟

احبارِ یہود اور علماءِ نصاریٰ کا شیوہ تھا "یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ"[2] (القرآن الحکیم) کلماتِ الٰہیہ میں لفظی و معنوی تحریف کرنا اور اپنے حسبِ منشاء ان میں تغیر و تبدّل کرنا، پھر اس کو بڑی ڈھٹائی سے خدا کی طرف منسوب کرنا۔ اسی بارہ میں ارشادِ

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۱ [2] پ ٦ ع ٧

خداوندی ہے ''وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ '' ۱؎ (القرآن الحکیم) اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ''الفاظ ومعانی'' من جانب اللہ ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ کی جانب سے نہیں (بلکہ ان کا گھڑنتو ہوتا ہے) اور یہ اللہ کی ذات پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔

شدہ شدہ ان کی کتابوں اور ان کے دین میں اصل اور نقل کھرے اور کھوٹے خدائی اور خود بنائی کی تمیز باقی نہ رہی۔ اسی طرح ان کی آسمانی کتابیں یا ان کے نبیوں کا ذخیرۂ حدیث کل کا کل نا قابلِ اعتبار ہو گیا۔ لہٰذا اس کو منسوخ کر کے پیغمبر اعظم نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لائے ہوئے دین اور ان کی کتاب وشریعت کو قیامت تک کے لئے لاگو کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

لیکن اب اگر اُمّتِ محمدیہ کے علماء سوبھی اسی دھندے کو اپنا لیں اور وہ بھی یہودیوں کی طرح خود ساختہ اور من گھڑت مسئلے دینِ حنیف کی طرف منسوب کرنے لگ جائیں۔ بلکہ عوام کالانعام سے اس جعلی دین کو اصلی اور خدائی دین باور کرانے میں کامیاب ہو جائیں پھر دینِ محمدی کا بھی کیا اعتبار رہ جائے گا۔ کیا پتہ چلے گا اس میں من جانب اللہ کتنا حصہ ہے۔ اور اسلام کے نادان دوستوں اور پیغمبر اسلام کے جھوٹے محبوں کا ملایا اور ایجاد کیا ہوا کتنا کچھ ہے۔ اس وجہ سے بدعات کی تردید اور سُنّت کی ترویج انتہائی ضروری ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا فرمان پہلے گذر چکا ہے ''فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ'' بدعتوں کو ایجاد کرنے یا رواج دینے کی بجائے سُنّتِ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر مضبوطی سے قائم رہنا اور طریق صحابہ کرامؓ پہ کاربند ہو جانا ہی بہر حال بہتر ہے۔

(۱۳) دائیں طرف سے شروع کرنا: بوجہ اس عمل رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے......

(۱۵۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ (رواہ الشیخان) ۲؎

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے ہر کام میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنے وضو میں کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں

(۱۴) ترتیب وار کرنا:

وضو میں یہ بھی مسنون ہے کہ جس ترتیب سے قرآنِ کریم میں مذکور ہے اسی ترتیب سے اعضاء کو دھویا جائے جیسا کہ کلامِ الٰہی میں ہے۔

۱؎ پ ۳ ع ۱۶ ۲؎ زجاجۃ ص ۱۰۵

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (القرآن)١

پس دھوؤ تم اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور مسح کرو اپنے سروں کا اور دھوؤ اپنے دونوں پاؤں کو۔

اس میں پہلے منہ کا دھونا، پھر ہاتھوں کا دھونا، پھر سر کا مسح کرنا اور آخر میں پاؤں کا دھونا مذکور ہے۔ لہٰذا یہی ترتیب سُنّت ہے۔

(۱۵) پے در پے وضو کرنا:

ایک جوڑ کے خشک ہونے سے پہلے دوسرے کو دھولینا بھی مسنون ہے فرض نہیں۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(١٥٢) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَهْلِىْ تَغَارُ عَلَىَّ اِذَا اَنَا وَطِئْتُ جَوَارِىْ قَالَ "وَمِمَّا يَعْلَمْنَ ذٰلِكَ" قُلْتُ مِنْ قِبَلِ الْغُسْلِ قَالَ "فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ مِنْكَ فَاغْسِلْ رَاْسَكَ عِنْدَ اَهْلِكَ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاغْسِلْ سَآئِرَ جَسَدِكَ"

(رواه ابن دقيق العيد فى كتاب الالمام)٢

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم! میں جب اپنی باندیوں سے صحبت کرتا ہوں تو میری اہلیہ کو بڑی غیرت ہوتی ہے آپ نے پوچھا ان کو کیسے علم ہوتا ہے میں نے عرض کیا غسل کرنے سے آپ نے فرمایا جب کبھی ایسا معاملہ پیش آجائے تو اہلِ خانہ کے سامنے صرف سر دھولیا کرو پھر جب نماز کا وقت آئے تو باقی جسم کو دھولیا کرو۔

اس طرح ان کو شک بھی نہیں پڑے گی اور تمہارا غسل بھی ہو جائیگا۔ تو جب یہ موالاۃ فرض غسل میں چھوڑی جاسکتی ہیں تو وضو تو اس سے ادنیٰ چیز ہے اس میں فرض کیسے ہوسکتی ہے لیکن اس کے مسنون ہونے سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ آپ نے وضو اور غسل ہمیشہ پے در پے فرمائے ہیں۔

پاؤں کا فرض، دھونا ہے نہ کہ مسح کرنا

(١٥٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِىْ سَفْرَةٍ فَاَدْرَكَنَا وَاَرْهَقَنَا الْعَصْرُ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے پھر آپ نے ایسے وقت میں ہمیں آلیا جب کہ عصر کا وقت تنگ ہو جاتا تھا۔ تو ہم وضو

١ پ٦ ع٦ ٢ مستدلاتِ حنفیہ ص ١١

نَمْسَحُ عَلٰی اَرْجُلِنَا فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ "وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا" (رواہ البخاری)ل	کرنے لگے اور پاؤں پر مسح کرتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے باآواز بلند پکارا ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے آگ کی دو یا تین دفعہ آپ ﷺ نے یہ آواز لگائی۔
(۱۵۴) وَعَنِ الرُّبَیِّعِ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْنَا فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ رِجْلَیْہِ ثَلَاثًا (رواہ ابن ابی شیبۃ)ﷲ	حضرت ربیع بنت معوذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے پس آپ نے وضو فرمایا اور پاؤں کو تین بار دھویا۔
(۱۵۵) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (رواہ النسائی)ﷳ	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوالقاسم جناب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ایڑی کے لئے جہنم سے ہلاکت ہے۔
(۱۵۶) وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ "اِغْسِلُوْا الْقَدَمَیْنِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ کَمَا اُمِرْتُمْ" (رواہ البیہقی فی سننہ الکبری)ﷴ	حضرت علی سے روایت ہے کہ اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھوؤ جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

حضرت علیؓ کے اس فرمان سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن پاک نے جو حکم دیا ہے وہ غسل رجلین کا ہے نہ کہ ان کے مسح کا۔

(۱۵۷) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَغْسِلُ قَدَمَیْہِ کَمَا اَمَرَہُ اللّٰہُ (رواہ ابن خزیمۃ)ﷵ	حضرت عمرو بن عتبہؓ (عبسہ) ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر وہ اپنے دونوں قدموں کو دھوئے جیسا کہ اسے اللہ نے حکم دیا ہے۔
(۱۵۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْمًا یَتَوَضَّؤُوْنَ فَرَاٰی اَعْقَابَھُمْ تَلُوْحُ فَقَالَ وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ" (رواہ النسائی)ﷶ	حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جنکی ایڑیاں (خشک رہنے کیوجہ سے) چمک رہی تھیں آپ نے فرمایا ایڑیوں کیلئے جہنم سے ہلاکت ہے وضو کو مکمل کرو۔

ل بخاری شریف ص۲۸، مستدلات حنفیۃ ص ۱۰
ﷲ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ﷳ نسائی شریف ص ۳۰
ﷴ سنن بیہقی کبری ۷۱/۱ ﷵ فتح الباری ۲۳۲/۱
ﷶ نسائی شریف ص ۳۰

(۱۵۹) وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ يَدْلُكُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهٖ (رواه ابوداؤد)۱

حضرت مستورد بن شدادؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ وضو فرماتے تو اپنے پاؤں کی انگلیوں کو ہاتھ کی چھنگیا کے ساتھ ملتے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ جس کے ترک اور مسح کے فعل پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ پس اگر کوئی شخص حضرات شیعہ کی طرح پاؤں پر مسح کرے تو اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز ہرگز نہیں ہوگی۔ کیونکہ پاؤں دھونے کی فرضیت پر حضراتِ صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور اجماع کا منکر حجتِ شرعیہ کا منکر ہے جو کفر سے کم نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۶۰) قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَیْلٰی اَجْمَعَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی غَسْلِ الْقَدَمَيْنِ (رواه سعيد بن منصور)۲

ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پاؤں دھونے پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجماع ہو چکا ہے۔

محقق ابنِ امیر الحاجؒ شرح تحریر الاصول ج ۳ ص ۶ میں فرماتے ہیں کہ تیس صحابہ سے بھی زیادہ نے آپ کے وضو کو روایت کیا ہے وہ سب اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو میں پاؤں کو دھویا ہے سفر اور حضر، سردی اور گرمی کسی بھی حالات میں آپؐ نے پیروں پر مسح نہیں فرمایا ہے۔ بعد ازاں محقق ابنِ امیر الحاج نے ان تیس سے زیادہ روایتوں کو جمع کیا ہے مع تخریج حدیث کی کتابوں کے حوالے بھی ذکر فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم اہلِ علم اور طلباء کے افادہ کے لئے اصل عبارت ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

اِذْ قَدْ اَطْبَقَ مَنْ حَكٰى وُضُوْئَهٗ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ يَقْرُبُوْنَ مِنْ ثَلٰثِيْنَ عَلَيْهِ اَیْ عَلٰی غَسْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رِجْلَيْهِ بَلْ يَزِيْدُوْنَ عَلٰی ذَالِكَ وَقَدْ اَسْعَفَ الْمُصَنِّفُ اَیِ ابْنُ الْهَمَّامِ بِذِكْرِ اِثْنَتَيْنِ وَ عِشْرِيْنَ مِنْهُمْ فِیْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ ''عُثْمَانُ'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ وَ ''عَلِیٌّ'' رَوَاهُ اَصْحَابُ السُّنَنِ وَ ''عَائِشَةُ'' رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ وَغَيْرُهٗ وَ ''ابْنُ عَبَّاسٍ'' وَ ''الْمُغِيْرَةُ'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَغَيْرُهٗ وَ ''عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ'' رَوَاهُ السِّتَّةُ وَ ''اَبُوْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیُّ'' وَ ''اَبُوْهُرَيْرَةَ'' وَ ''اَبُوْاُمَامَةَ'' وَ ''الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ'' رَوَاهُ اَحْمَدَ وَ ''اَبُوْبَكْرٍ'' رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَ ''وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ''

۱ مشكوٰة شريف ص ٤٦ ۲ فتح البارى ص ۱۳۳/۱ و مستدلات ص ۱۱

رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَ "نُفَیْلُ بْنُ مَالِکٍ" رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانٍ وَ "اَنَسٌ" رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِی وَ "اَبُو اَیُّوبَ الْاَنْصَارِیُّ" وَ "اَبُوْ کَاهِلٍ" وَ "عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُنَیْسٍ" رَوَاهَا الطَّبْرَانِیُّ وَ "الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِیْکَرَبَ" وَ "کَعْبُ بْنُ عَمْرٍو الْیَامِیُّ" وَ "الرُّبَیِّعُ بِنْتُ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَآءَ" وَ "عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ "عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِیْ اَوْفٰی" رَوَاهُ اَبُوْ یَعْلٰی وَمِمَّنْ حَکَاهُ اَیْضًا زِیَادَةً عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ "عُمَرُ" رَوَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَ "اِبْنُ عُمَرَ" وَ "اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ" رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ "مُعَاوِیَةُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ "مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ" وَ "اَبُوْ رَافِعٍ" وَ "جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ" وَ "تَمِیْمُ بْنُ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیُّ" وَ "اَبُو الدَّرْدَآءِ" وَ "اُمِّ سَلَمَةَ" رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ وَ "عَمَّارٌ" رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ "زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ" رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِیُّ فَبَلَغَتِ الْجُمْلَةُ اَرْبَعَةً وَّ ثَلَاثِیْنَ وَ بَابُ الزِّیَادَةِ مَفْتُوْحٌ لِلْمُسْتَقْرِیْ

یہ چونتیس صحابہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ رسول اللہ ﷺ کے وضو کے ناقل ہیں اور ان سب نے پاؤں کے دھونے کو ذکر کیا ہے۔ کسی ایک نے بھی پاؤں کے مسح کا ذکر نہیں کیا پس پاؤں کا فریضہ غسل ہی ہے نہ کہ مسح۔ (ملتقط معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۰ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

وامسحوا برؤسکم کو مغسولات کے درمیان لانے کی وجہ

علامہ زمخشریؒ کے بقول مسح سر کو مغسولات کے درمیان تیسرے نمبر پر اس لئے لائے ہیں کہ ارکانِ وضو کی ترتیب میں اس کا تیسرا ہی نمبر تھا اور پاؤں دھونے کا چوتھا تو وجوبِ ترتیب کا فائدہ دینے کے لئے ممسوح کو مغسولات کے بیچ میں لے آئے۔ میرے خیال میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مغسولات کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جن کے لئے غسل متعین تھا دوسری کوئی صورت نہ تھی وہ ہیں منہ اور ہاتھ اور دوسرے وہ جس کے لئے کبھی غسل ہے اور کبھی مسح وہ ہیں پاؤں۔ یہ جب ننگے ہوں تو ان کا دھونا ضروری ہے اور جب ان پر موزے چڑھے ہوئے ہوں تو ان کے مسح کا حکم ہے۔ دونوں قسموں کے فرق کو ظاہر کرنے کے لئے مسح سر کو درمیان میں لے آئے اور پہلے وہ مغسول بیان کر دیئے جن کیلئے غسل متعین تھا پھر وہ ممسوح بیان کر دیا جس کے لئے مسح متعین تھا اور آخر میں وہ مغسول بیان کیا جو کبھی مغسول ہے اور کبھی ممسوح بایں ہمہ اس کا عطف "وَاَیْدِیَکُمْ" کے اوپر ہے دونوں کے ساتھ غایت کا بیان اس کی کافی دلیل ہے۔

قائلینِ مسحِ رِجل کا رجوع

حضرت علی ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے پاؤں کے مسح کے قائل تھے لیکن جب تمام صحابہ

کرامؓ نے پاؤں کے مغسول ہونے پر اجماع کر لیا تو انہوں نے بھی اپنے قول سے رجوع کر کے اجماع سے موافقت کر لی۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت علیؓ کا رجوع یوں بیان کیا ہے "عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَرَاَ وَاَرْجُلَكُمْ قَالَ عَادَ اِلَى الْغُسْلِ"۱؎ رواه سعيد بن منصورؒ و ابن المنذرؒ و ابن ابی حاتمؒ وغیرہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے "وَاَرْجُلَكُمْ" پڑھا اور فرمایا کہ یہ غسل کی طرف لوٹ آیا ہے یعنی اس کا عطف اب "اَيْدِيَكُمْ" کے اوپر ہے اور اب پاؤں کے دھونے کا حکم ہے مسح کا نہیں۔

(۱۶۱) وَعَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِىِّ قَالَ قَرَاَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ "وَاَرْجُلِكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ" فَسَمِعَ عَلِىٌّ وَكَانَ يَقْضِىْ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ "اَرْجُلَكُمْ هٰذَا مِنَ الْمُقَدَّمِ وَ الْمُؤَخَّرِ مِنَ الْكَلَامِ"

(اخرجه ابن جرير)۱؎

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمیؒ سے روایت ہے حضرات حسنؓ وحسینؓ نے "وَاَرْجُلِكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ" پڑھا اور حضرت علیؓ نے اسے سن لیا جبکہ آپ لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے تو فرمایا اس "اَرْجُلَكُمْ" میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی یہ حکماً "وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ" سے پہلے ہے اگرچہ لفظاً اس کے بعد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آئمہ اہلِ بیت کا آخری قول اور آخری عمل پاؤں کے مسح کا نہیں ان کے دھونے کا ہے۔ چنانچہ شیعہ کی سب سے معتبر کتاب کافی کلینی مصدقہ امام مہدیؒ کی فروع کافی میں حضرت امام جعفر صادق کا حکم موجود ہے کہ سر کا مسح کر اور اپنے پاؤں کو دھو ملاحظہ فرمائیں۔

فَاِنْ نَسِيْتَ مَسْحَ رَاْسِكَ حَتّٰى تَغْسِلَ فَامْسَحْ رَاْسَكَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَيْكَ (يعقوب كلينى)۲؎

یعنی اگر تو سر کا مسح بھول جائے حتی کہ اپنے پاؤں دھو بیٹھے تو سر کا پھر سے مسح کر اور اپنے پاؤں کو دھو۔

امام جعفر کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ پاؤں کا فرض دھونا ہے نہ کہ مسح کرنا ہے جیسا کہ آئمہ کے نافرمان شیعہ کا عمل ہے۔

موزوں پر مسح جائز اور مسنون ہے

سردیوں میں ہر وضو کے لئے پاؤں کا دھونا چونکہ انتہائی تکلیف دہ تھا۔ اس لئے شریعتِ اسلامیہ نے نمازی کی سہولت کے لئے اسے ایک خاص وقت تک اس پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۶۲) عَنِ الْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْوَيْتُ

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کیساتھ تھا تو میں نے جھک کر آپ کے موزے

۱؎ تفسیر مظہری ص ۳/ ۴۵ ۲؎ فروع کافی ص ۱/ ۱۹

لَا نْزِعْ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا (رواه الشيخان)[1]

اتارنے چاہے تو آپ نے فرمایا رہنے دے میں نے انہیں پاؤں دھو کر ہی پہنا تھا پس آپ نے انکے اوپر ہی مسح کرلیا۔

(١٦٣) رَوَى الْإِمَامُ أَبُو حَنِيْفَةَ "بِسَنَدِ أَبِي هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ رَأَى جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ وَإِنَّمَا صُحْبَتُهُ بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَآئِدَةِ (جامع الرضوی)[2]

امام ابوحنیفہ نے اپنی سند سے حمام بن حارث سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو دیکھا جنہوں نے اپنے موزوں پر مسح کیا تو آپ نے انسے پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا وہ بھی ایسا کرتے تھے۔اور مجھے انکی صحبت نزولِ مائدہ کے بعد نصیب ہوئی ہے۔یعنی جبکہ مائدہ میں حکم مسح آ گیا تھا۔

(١٦٤) وَ رَوَى الْإِمَامُ أَيْضًا بِسَنَدِهِ إِلَى سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ سَعْدٌ امْسَحْ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا يُعْجِبُنِي فَاجْتَمَعَا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ "عَمُّكَ أَفْقَهُ مِنْكَ سُنَّةً"

(جامع الرضوی)[3]

امام صاحب ہی نے اپنی سند کیساتھ سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے سالم کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص کا موزوں پر مسح کے بارے میں اختلاف ہو گیا سعد نے کہا میں تو مسح کرتا ہوں عبداللہ بن عمرؓ نے کہا مجھے تو پسند نہیں یہ دونوں حضرت عمر فاروقؓ کے پاس اکٹھے ہو گئے حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابنِ عمر تیرے چچا میں سنت کی فہم تجھ سے زیادہ ہے یعنی انکا موقف صحیح ہے۔

موزوں پر مسح کی مُدّت

موزوں پر مسح کی سہولت چونکہ مقیم کی بجائے مسافر کو زیادہ مطلوب ہے۔اس لئے نبی کریم ﷺ نے مسافر کو تین دن اور تین رات کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔مگر مقیم کو صرف ایک دن رات یعنی چوبیس گھنٹے کی جیسا کہ اس حدیث پاک میں ہے۔

(١٦٥) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح

[1] بخاری شریف ص ٣٣ ، تفسیر مظہری ص ٣ / ٤٥
[2] جامع الرضوی ص ١ / ١٧١ [3] بحوالہ سابق

اَیَّامٍ وَّلَیَالِیَهِنَّ وَ لِلْمُقِیْمِ یَوْمًا وَّ لَیْلَةً اِذَا تَطَهَّرَ فَلَبِسَ خُفَّیْهِ اَنْ یَّمْسَحَ عَلَیْهِمَا

(رواه الاثرم فی سننه وابن خزیمة و دار قطنی)[۱]

کرنے کی رخصت عطا فرمائی۔ مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن رات کی جبکہ طہارت کر کے موزے پہنے ہوں۔

(۱۶۶)وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُنَا اِذَا کُنَّا فِیْ سَفَرٍ اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ وَّ لَیَالِیَهِنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَّ لٰکِنْ مِّنْ غَائِطٍ وَّ بَوْلٍ وَّ نَوْمٍ (رواه الترمذی)[۲]

حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ہمیں فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم اپنے موزوں کو تین دن اور تین رات تک نہ اتاریں البتہ غسل جنابت کے وقت اتار دیں لیکن پاخانہ، پیشاب اور نیند کی وجہ سے نہ اتاریں۔

(۱۶۷)وَعَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ''یَمْسَحُ الْمُسَافِرُ عَلَی الْخُفَّیْنِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ وَّ لَیَالِیْهِنَّ وَ الْمُقِیْمُ یَوْمًا وَّ لَیْلَةً

(اخرجه ابو محمد البخاری)[۳]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ مسافر موزوں پر تین دن اور تین رات مسح کرے اور مقیم ایک دن رات۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لئے مدت مسح تین دن اور تین رات ہے۔ لیکن مقیم کے لئے صرف ایک دن رات یعنی چوبیس گھنٹے اور یہ مدت مسح بقول، جمہور علماء اس وقت سے شمار کی جائے گی جب باطہارت موزے پہننے کے بعد وضو ٹوٹے اگلے دن مقیم کے لئے اور چوتھے دن مسافر کے لئے اسی وقت مدت ختم ہو جائے گی۔ پھر صرف پاؤں دھو کر یا مکمل طہارت کر کے اگلی مدت کے لئے موزے پہن لے۔

موزوں پر مسح کی کیفیت: مسح کی کیفیت یہ ہے کہ انگلیاں پانی سے تر کر کے پنجوں کے اوپر رکھ لے پھر انہیں کھینچتا ہوا ٹخنوں سے اوپر پنڈلی تک لے جائے اور انگلیوں کو باہم کھلا رکھے۔ جیسا کہ ان احادیث مبارکہ میں ہے۔

(۱۶۸)عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَؓ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ عَلٰی ظَاهِرِهِمَا (رواه الترمذی)[۴]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو موزوں کے ظاہر اور اوپر کے حصہ پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۵٤ [۲] ترمذی ص ١٤
[۳] جامع المسانید ص ۲۸۱ [۴] ترمذی ص ۱۵

(۱۶۹) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ يَتَوَضَّأُ وَهُوَ يَغْسِلُ خُفَّيْهِ فَنَخَسَهُ بِيَدِهِ وَقَالَ "إِنَّمَا أُمِرْنَا بِالْمَسْحِ هٰكَذَا وَ أَرَاهُ مِنْ مُقَدَّمِ الْخُفَّيْنِ إِلَى أَسْفَلِ السَّاقِ وَ فَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ (رواه ابن ماجة و الطبرانی)[۱]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے جو وضو کرتا ہوا اپنے موزوں کو دھورہا تھا آپ نے اسے ہاتھ سے ہٹا دیا اور فرمایا ہمیں تو صرف اسطرح مسح کرنیکا حکم دیا گیا ہے۔ پھر آپنے اسے مسح کر کے دکھایا موزوں کے اگلے حصے سے لیکر پنڈلی تک اور آپنے اپنی انگلیوں کو کھلا رکھا۔

نواقضِ مسح خف (موزہ پر مسح کو توڑنے والی چیزیں)

ہر ناقض وضو ناقض مسحِ خف ہے جس سے وضو ٹوٹتا ہے اس سے موزے کا مسح بھی ٹوٹ جائے گا البتہ دو ناقص زائد ہیں۔

(۱) موزہ کو اتار دینا یا اکثر پاؤں کا باہر نکل آنا، یا تین انگشت سے زیادہ پھٹ جانا یا اکثر قدم کا تر ہو جانا۔

(۲) مسح کی مدت کا ختم ہو جانا، مسافر کے لئے تین دن رات اور مقیم کے لئے ایک دن رات، مسح کرنے کے بعد جس وقت وضو ٹوٹے گا۔ مقیم کے لئے اگلے دن اسی وقت اور مسافر کے لئے تین دن بعد اسی وقت مسح ختم ہو جائے گا۔

(۱۷۰) رَوٰى سَعِيْدُ بْنُ مَرْيَمَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الرَّجُلِ يَمْسَحُ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ يَبْدُوْ لَهٗ فَيَنْزِعُهُمَا قَالَ "يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ" (رواه بیہقی)[۲]

سعید بن مریم ایک صحابی رسول سے روایت کرتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جو موزوں پر مسح کر رہا ہے پھر اسے کچھ خیال آیا اور اس نے دونوں موزے اتار ڈالے تو اس صحابی نے فرمایا پاؤں دھو کر پھر پہن لے۔

تو گویا باوضو آدمی کی اگر مدتِ مسح گزر جائے یا ایک موزہ یا دونوں موزے اتار ڈالے تو صرف پاؤں دھو کر پہن لے تو اس کا وضو برقرار رہے گا۔

جرابوں پر مسح کا حکم

اس میں کوئی شک نہیں کہ موزوں کی طرح جرابوں پر مسح کا ذکر بھی کتبِ حدیث میں ملتا ہے۔ لیکن چونکہ موزوں پر مسح حکمِ قرآنی پر ایک قسم کی زیادتی ہے۔ اس لئے اہل السنّت اس کے اس وقت تک قائل نہیں ہوئے جب تک اس کے متعلق احادیث مبارکہ

[۱] ابن ماجة ص ۴۱، مستدلات ص ۳۲
[۲] سنن بیہقی ص ۱/۲۸۹

حد تواتر کو نہیں پہنچ گئیں حتی کہ اسی احادیث مبارکہ میں موزوں پر مسح کا حکم یا ذکر بصراحت ملتا ہے۔ تب کہیں ائمہ، فقہ وحدیث اس کے جواز کے قائل ہوئے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقولہ ہے کہ ہم موزوں پر مسح کے اس وقت تک قائل نہیں ہوئے جب تک کہ اسکے متعلق احادیث مبارکہ دن کی روشنی کی طرح ہم تک نہیں پہنچ گئیں لیکن جرابوں پر مسح کے متعلق کل تین صحابہؓ کی روایات ملتی ہیں جن میں سے ہر ایک باتفاق آئمہ حدیث ضعیف یا معلول ہے جو خود اکابر غیر مقلدین کو تسلیم ہے، دیکھو مولانا عبدالرحمن غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"وَالْحَاصِلُ عِنْدِیْ اَنَّهٗ لَیْسَ فِیْ بَابِ الْمَسْحِ عَلٰی جَوْرَبَیْنِ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ مَرْفُوْعٌ خَالٍ عَنِ الْكَلَامِ" [1]

حاصل یہ کہ جرابوں پر مسح کے بارے میں کوئی بھی صحیح اور مرفوع حدیث نہیں ہے۔ جو کلام سے خالی ہو۔

علاوہ ازیں یہ احادیث مبارکہ ان کے راویوں کی دوسری صحیح ترین روایات کے بالکل خلاف ہیں۔ یہ تین روایتیں حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ حضرت مغیرہؓ کی روایت یہ ہے۔

(۱۷۱) عَنْ اَبِی الْقَیْسِ الْاَوْدِیِّ عَنْ هُذَیْلِ بْنِ شُرَحْبِیْلَ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَ مَسَحَ عَلَی الْجَوْرَبَیْنِ وَ النَّعْلَیْنِ (رواه الترمذی) [2]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا تو جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کو اگرچہ امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔ لیکن دیگر تمام محدثین اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ اور امام ترمذیؒ کی تحسین کو ان کا تساہل یا تسامح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام نسائیؒ نے کہا ہے میں نہیں جانتا کہ اس روایت پر ابوقیس کی کسی نے متابعت کی ہو حالانکہ حضرت مغیرہؓ کی صحیح حدیث صرف اتنی ہے کہ "اَنَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ" یعنی آنحضرت ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔ امام ابوداؤدؒ نے کہا ہے حضرت عبدالرحمان بن مہدیؒ اس حدیث شریف کی روایت نہیں کیا کرتے تھے، کیونکہ حضرت مغیرہؓ کی مشہور ومعروف حدیث صرف اتنی ہے کہ "اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ [3]

امام بیہقیؒ نے کہا ہے "اَنَّهٗ حَدِیْثٌ مُنْكَرٌ" یہ حدیث منکر ہے بڑے بڑے آئمہ حدیث مثلاً سفیان ثوریؒ، عبدالرحمان بن مہدیؒ، احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ، علی بن المدینیؒ اور مسلم بن حجاجؒ سب اس کو بالاتفاق ضعیف کہتے ہیں۔ امام نوویؒ نے کہا ہے تمام

[1] تحفة الاحوذی ص ۳۳۳

[2] ترمذی شریف ص ۱۵، [3] نصب الرایة ص ۱۸۴

حفاظِ حدیث اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ اس لئے ترمذی کی تحسین وتصحیح نا قابلِ قبول ہے۔ امام مسلمؒ نے کہا ہے کہ ابوقیس اودی جیسوں کی وجہ سے ہم ظاہر قرآن کونہیں چھوڑ سکتے۔ [۱] حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت یہ ہے:

(۱۷۲) عَنْ عِیْسَى بْنِ سِنَانٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَیْنِ وَالنَّعْلَیْنِ (رواہ ابن ماجة والطبرانی)[۲]

حضرت عیسیٰ بن سنان حضرت ضحاک بن عبدالرحمٰن سے اور وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا اور جرابوں اور نعلین پر مسح کیا۔

اس کے متعلق امام ابوداوٗد نے کہا ہے کہ یہ حدیث نہ تو متصل ہے نہ ہی قوی متصل تو اس لئے نہیں کہ ابنِ عبدالرحمٰن کا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے سماع ثابت نہیں۔ اور قوی اس لئے نہیں کہ عیسیٰ بن سنان ضعیف ہے۔ جس سے احتجاج نہیں ہوسکتا۔ امام عقیلیؒ نے اس حدیث کو کتاب الضعفاء میں نقل کیا ہے۔ [۳] رہی حدیثِ بلالؓ تو اس کی سند ومتن یہ ہے۔

(۱۷۳) عَنِ ابْنِ أَبِیْ شَیْبَةَ ثَنَا أَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ لَیْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ بِلَالٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّیْنِ وَالْجَوْرَبَیْنِ (رواہ الطبرانیؒ فی معجمہ)[۴]

ابنِ ابی شیبہ سے مروی ہے کہ ہمیں ابو معاویہ نے بواسطہ اعمش، حکم، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور کعب بن عجرہ بیان کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موزوں اور جرابوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔

نوٹ: یہ حدیث یزید بن ابی زیادہ کے طریق سے بھی منقول ہے لیکن یزید بن ابی زیادہ اور ابنِ ابی لیلیٰ دونوں کو ضعیف کہا گیا ہے۔ [۳]

اب ان جیسی چند ضعیف اور معلول روایات کی وجہ سے ہم حُکمِ قرآنی یعنی غسلِ رِجلین کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں بالخصوص جب کہ مذکورہ تینوں احادیث مبارکہ اکیلی جورب پر مسح کا کہیں بھی ذکر نہیں جہاں بھی ذکر ہے نعلین یا خفین کے ساتھ ہے۔ چنانچہ جوربین و النعلین کے الفاظ پہلی دونوں حدیثوں میں اور خفین والجوربین کے الفاظ تیسری حدیث میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ صورت تو ہمارے مبحث ہی سے خارج ہے۔ کیونکہ جورب مع النعل یا خف مع الجورب تو وہ منعّل ومجلّد جورب بن جاتا ہے۔ جس پر مسح حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ ہمارا نزاع تو اکیلی جورب اور اکیلی نعل میں ہے۔ پس اگر ان احادیث سے اکیلی جراب پر مسح ثابت کیا جائے گا۔ تو پھر

[۱] مقتبس از نصب الرایة ص (۱/۱۸۵، ۱۸۴)
[۲] ابن ماجة ص ۴۳
[۳] نصب الرایة ص ۱۸۰ [۴] بحوالہ سابقہ

اکیلے جوتے پر بھی مسح کا قائل ہونا پڑے گا۔ جس کو ہمارا حریف بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ وہ جوتے ہمارے جوتوں جیسے نہیں تھے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ جرابیں بھی ہماری جرابوں جیسی باریک سوت کی نہیں ہوتی تھیں۔ وہ جرابیں کیسی ہوتی تھیں؟ آئمہ لغت وادب کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ جرابوں کی حقیقت و کیفیّت

وہ جرابیں ریشم کی، بالوں کی، روئی کی اور کبھی خود چمڑے کی ہوتی تھیں جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں ہے "قَدْ يَكُوْنُ مِنَ الْكِرْبَاسِ وَمِنَ الشَّعْرِ" کبھی کپاس کی اور کبھی اون کی ہوتی تھیں۔ غایۃ المقصود میں ہے "اَنَّ الْجَوْرَبَ يُتَّخَذُ مِنَ الْاَدِيْمِ وَكَذَا مِنَ الصُّوْفِ وَكَذَا مِنَ الْقُطْنِ وَيُقَالُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هٰذَا اَنَّهُ جَوْرَبٌ" یعنی جراب چمڑے کی، صوف کی اور روئی وغیرہ کی ہوتی ہے۔ علامہ عینیؒ جورب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وَهُوَ يُتَّخَذُ مِنْ غَزْلِ الصُّوْفِ الْمَفْتُوْلِ يُلْبَسُ فِى الْقَدَمِ اِلٰى مَا فَوْقَ الْكَعْبِ" یعنی جراب بٹے ہوئے اون کی بنائی جاتی ہے اور پاؤں میں ٹخنوں کے اوپر تک پہنی جاتی ہے۔

اب اگر جراب چمڑے کی ہو تو اس میں اور موزے میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر بٹی ہوئی اون یا موٹے ریشے کی ہو تو اس میں لازماً وہ صفتیں پیدا ہو جائیں گی جس کے ساتھ صاحبینؒ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ یعنی وہ ثخین اور غیر شاف ہوں۔ موٹی اتنی کہ بغیر باندھے خود پنڈلی پر کھڑی رہیں اور ان میں بغیر جوتے کے چلنا ممکن ہو۔ اور ان پر پانی فوراً جذب نہ ہو سکے۔ اور دوسری جانب نظر نہ آئے۔ اگر جرابوں میں یہ صفتیں موجود ہوں تو ان پر مسح کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔ لیکن جو بازاری جرابیں دستیاب ہیں وہ ان صفتوں سے مکمل عاری ہیں۔ اس لئے ان پر مسح جائز نہیں ہو سکتا۔

مجلّد و مُنعّل جرابوں پر جوازِ مسح کا ثبوت

جن جرابوں پر مکمل طور پر چمڑا چڑھایا ہوا ہو انہیں مجلّد اور جن کے صرف تلوے پر جوتے کی صورت میں نیچے اور ایڑی پر بھی چمڑا چڑھا ہوا ہو انہیں منعّل کہتے ہیں۔ پہلی صورت پر بالاتفاق اور دوسری صورت میں جبکہ کپڑا دبیز ہو مسح بالکل جائز ہے۔ مذکورہ تینوں حدیثوں میں جورب کے ساتھ نعل اور خف کے ساتھ جورب کا اسی لئے ذکر ہے ان میں واؤ برائے عطف نہیں بلکہ بمعنی مع ہے۔ یعنی جورب مع النعل اور خف مع الجورب پر مسح کیا گیا۔ تو جورب مع النعل منعّل ہے اور خف مع الجورب مجلّد ہے۔ اس کی تائید امام بیہقی کے شیخ الشیخ حضرت ابوالولید کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں " اَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ مُنَعَّلَيْنِ لَا اَنَّهُ

جَوْرَبٌ عَلَى الْاِنْفِرَادِ وَنَعْلٌ عَلَى الْاِنْفِرَادِ"۱

یعنی آنحضرت ﷺ نے منعّل جرابوں پر مسح فرمایا نہ کہ اکیلی جراب یا اکیلی نعل پر اس توجیہ کی بنیاد حضرت انسؓ کا وہ اثر ہے جسے امام بیہقی نے نقل کیا ہے۔ اور اس میں منعل ہونیکی صراحت موجود ہے۔

(۱۷۴) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ دَخَلَ الْخَلَاءَ وَعَلَيْهِ جَوْرَبَانِ اَسْفَلُهُمَا جُلُوْدًا وَّ اَعْلَاهُمَا خَزًّا فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ۲

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ بیت الخلا میں داخل ہوئے جبکہ انکی جرابیں پہنی ہوئی تھیں جنکے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا اور اوپر خز یعنی ریشم تھا آپنے انکے اوپر مسح فرمایا۔

دیکھیے حضرت انسؓ نے جن جرابوں پر مسح فرمایا ان کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا تو وہ مجلد نہ تھیں البتہ منعل ضرور تھیں۔ پس ایسی جرابوں پر مسح کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں رہا۔ یہ سوال کہ مجلّد یا منعّل جرابوں پر مسح کی صورت میں بھی قرآن پاک پر زیادتی ہوتی ہے۔ حالانکہ ان روایتوں کی تعداد بھی حدِ تواتر کو نہیں پہنچتی۔ تو جواب عرض ہے کہ ان کے لئے حدِّ تواتر کی ضرورت جب ہوتی کہ ہم ان کے لئے مسح کا حکم مستقل مانتے۔ جیسے موزوں کے لئے لیکن ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ مجلّد یا منعّل جرابیں موزوں ہی کے حکم میں داخل ہیں کیونکہ مجلّد یا منعّل ہونے کے بعد ان میں موزوں کی اکثر صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ ثخین بھی ہو جاتی ہیں اور غیر شاف بھی۔ اس لئے انہیں موزوں کے حکم میں شامل سمجھنا چاہیے۔ رہیں عام بازاری جرابیں ان میں مذکورہ صفات میں سے کوئی صفت بھی نہیں ہوتی اس لئے اکابر غیر مقلدین کے نزدیک بھی عام جرابوں پر مسح ناجائز ہے۔ چنانچہ ان کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

اکابر غیر مقلّدین کے فتاویٰ

غیر مقلّدین کے شمس العلماء میاں نذیر حسین کا فتویٰ:

سوال: اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ آگے میاں صاحب نے خدشات کی تفصیل لکھی ہے جن کا ذکر غیر ضروری ہے۔۳

مشہور غیر مقلد عالم ابو سعید شرف الدین دہلوی کا فتویٰ:

یہ (جرابوں پر مسح کا) مسئلہ نہ تو قرآنِ کریم سے ثابت ہوا نہ حدیثِ صحیح مرفوع سے نہ اجماع سے نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہؓ

۱ معارف السنن ص ۱/۳۴۸ ۲ بحوالہ سابقہ
۳ فتاویٰ نذیریہ ص ۳۲۷ تا ۳۳۴

کے فعل اور اسکے دلائل سے اور غسلِ رجلین (پاؤں کا دھونا) نصِ قرآنی سے ثابت ہے لہٰذا خفِ چرمی (موزہ) کے سوا جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں۔

شارحِ ترمذی مولانا عبدالرحمان مبارک پوری کا فتویٰ:

جرابوں پر مسح جائز نہیں کہ اس کے جواز پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔

مولانا عبدالجبار غزنوی کا مدلل فتویٰ:

جرابوں پر مسح کرنا صحیح نہیں اور حضرت مغیرہؓ کی جو حدیث ترمذی میں ہے مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الجوربین یہ ضعیف ہے۔ نصب الرایۃ میں اس پر یہ جرح ہے۔

(۱۷۵) وَ ذَكَرَ الْبَيْهَقِيُّ حَدِيْثَ الْمُغِيْرَةِؓ هٰذَا وَقَالَ اَنَّهٗ حَدِيْثٌ مُّنْكَرٌ ضَعَّفَهٗ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْمَهْدِيِّ وَاَحْمَدُ بْنُ الْحَنْبَلِ وَ يَحْيٰى بْنُ مُعِيْنٍ وَقَالَ النَّوَوِيُّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ هٰؤُلَاءِ اِنِ انْفَرَدَ قَدَّمَ عَلَى التِّرْمَذِيِّ مَعَ اَنَّ الْجَرْحَ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ قَالَ وَاتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى تَضْعِيْفِهٖ وَلَا يُقْبَلُ قَوْلُ التِّرْمَذِيِّ ''اَنَّهٗ حَسَنٌ صَحِيْحٌ''. انتھیٰ[1]

اور بیہقی نے مغیرہ کی اس حدیث کو بیان کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اسے سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین نے ضعیف کہا ہے اور امام نوویؒ نے کہا ہے کہ ان حفاظ میں سے اگر صرف ایک ہی اسے ضعیف کہ دیتا تو اس اکیلے کی رائے بھی ترمذی پر مقدم ہوتی۔ باوجود اس کے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ سب حفاظ اس حدیث کی تضعیف پر متفق ہیں لہٰذا ترمذی کا یہ قول کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے قابلِ قبول نہیں۔

اور ابوموسیٰ کی حدیث ''تَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ'' کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں پر جوتوں سمیت مسح کیا کے متعلق ابوداؤد خود ہی فرماتے ہیں ''لَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِيِّ'' اور پھر جب جرابوں پر جوتے چڑھے ہوئے ہیں اور دونوں پر مسح ہو رہا ہے تو یہ منعل جرابیں ہیں جن پر مسح بالکل جائز ہے۔ ہماری بحث تو اکیلی باریک جرابوں پر ہے۔ جن کا کوئی ثبوت نہیں۔

غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع سے نہ قیاس سے، نہ چند صحابہ کے کسی فعل سے اور پاؤں کا دھونا نصِ قرآن سے ثابت ہے۔ لہٰذا چرمی موزے کے سوا

[1] نصب الرایۃ

...پر مسح ثابت نہیں۔ ۱

مذکورہ فتاوی کے پیش نظر غیر مقلدین کو جرابوں پر مسح کے جواز کے فتویٰ کو واپس لے لینا چاہئے تاکہ لوگوں کی نمازیں خراب

نہ ہوں۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

پٹی پر مسح کا حکم

پٹی اتار کر زخم دھونا چونکہ نقصان دہ اور المناک ہے اس لئے نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زخمی کی سہولت و آرام کے پیش نظر اسے پٹی کے اوپر مسح کر لینے کی اجازت مرحمت فرمادی حتیٰ کہ اگر اس پر غسل واجب ہو اور پانی کے ساتھ نہانے سے نقصان پہنچتا ہو تو وہ بھی غسل کی بجائے تیمم اور زخم کی جگہ پر مسح کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے۔

(۱۷۶) عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَبَائِرِ تَكُوْنُ عَلَى الْكَسْرِ كَيْفَ يَتَوَضَّاُ صَاحِبُهَا وَكَيْفَ يَغْتَسِلُ اِذَا اَجْنَبَ قَالَ "يَمْسَحُ بِالْمَآءِ عَلَيْهَا فِى الْجَنَابَةِ وَالْوُضُوْءِ" (رواه الدار قطنی) ۲

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اگر زخموں اور ٹوٹی ہڈیوں پر پٹیاں بندھی ہوں تو ایسا شخص کیسے وضو کرے اور جنبی ہو تو کیسے غسل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دونوں صورتوں میں پانی سے اس پر مسح کرلے۔

(۱۷۷) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِىْ سَفَرٍ فَاَصَابَ رَجُلًا مِّنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهٗ فِىْ رَاْسِهٖ ثُمَّ احْتَلَمَ فَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ "هَلْ تَجِدُوْنَ لِىْ رُخْصَةً فِى التَّيَمُّمِ" قَالُوْا "مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَّاَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَآءِ" فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُخْبِرَ بِذٰلِكَ فَقَالَ "قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَا سَاَلُوْهُ اِذْ لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نکلے ہمارے ایک ساتھی کو پتھر آ لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا پھر اسے احتلام بھی ہو گیا اس نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا کیا تم میرے لئے تیمم کی رخصت پاتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں تیرے لئے کوئی رخصت نہیں جبکہ تو پانی پر قادر ہے ناچار اسنے غسل کیا اور مر گیا پس جب ہم آنحضرت ﷺ کے پاس واپس آئے اور آپ کو اسکا حال معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا انہوں نے اسکو قتل کر دیا

۱ فتاویٰ ثنائیہ ۱/۴۴۲

۲ نصب الرایۃ ص ۱۸۷

شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ اِنَّمَا يَكْفِيْهِ اَنْ يَّتَيَمَّمَ وَ يَعْصِرَ اَوْ يَعْصِبَ شَكَّ مُوْسٰى عَلٰى جُرْحِهٖ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَ يَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ" (رواه ابوداؤد)١

اللہ انہیں قتل کرے کیا یہ پوچھ نہیں سکتے تھے جب انہیں مسئلہ معلوم نہیں تھا بہر حال بے علم کی شفا سوال میں ہے ۔ اسے تو اتنا ہی کافی تھا کہ تیمم کرتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اسپر مسح کرتا اور باقی سارے جسم کو دھولیتا۔

قیاس سے معلوم ہوا کہ پٹی پر مسح صرف زخمی اور پٹی والے حصے کو کفایت کرے گا۔ باقی تندرست حصے کو لازمی دھونا ہوگا۔ کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان ''وَ يَغْسِلُ سَائِرَ جَسَدِهٖ'' کا یہی مطلب ہے۔

وضوء رسول اکرم ﷺ کی مکمل تصویر

(١٧٨)عَنْ اَبِيْ حَيَّةَ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَكَفَّيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طَهُوْرِهٖ فَشَرِبَهٗ وَ هُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طَهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه الترمذی)٢

حضرت ابوحیہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ ان کو خوب صاف کیا پھر تین دفعہ کلی کی اور تین ہی دفعہ ناک میں پانی ڈالا اور تین دفعہ چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوئے اور سر کا مسح ایک دفعہ کیا پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے پھر کھڑے ہوکر آپ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پی گئے پھر آپ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں دکھلا دوں رسول اللہ ﷺ کیسے وضو فرمایا کرتے تھے۔

(١٧٩)عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاُتِيَ بِمِيْضَاةٍ فَاَصْغَاهَا عَلٰى يَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِي الْمَاءِ فَتَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ

ابن ابی ملیکہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو دیکھا جنسے وضو کے متعلق پوچھا گیا تو آپنے پانی منگوایا پھر ایک وضو کا برتن لایا گیا جسے آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے جھکایا پھر اسے پانی میں ڈال دیا اور تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا اور

١ نصب الرایۃ ص ١٨٧

٢ ترمذی شریف ص ٨/١

غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فَاَخَذَ مَاءً فَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ وَ اُذُنَيْهِ فَغَسَلَ بُطُوْنَهُمَا وَ ظُهُوْرَهُمَا مَرَّةً ثُمَّ قَالَ "اَيْنَ السَّائِلُوْنَ عَنِ الْوُضُوْءِ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ" قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ "اَحَادِيْثُ عُثْمَانَ الصِّحَاحُ كُلُّهَا تَدُلُّ عَلٰى مَسْحِ الرَّأْسِ اِلَّا مَرَّةً" (ابوداؤد)[1]

اپنے چہرے کو تین دفعہ دھویا پھر دائیں ہاتھ کو تین دفعہ دھویا پھر اسے پانی میں ڈالا اور پانی لیکر اپنے سر کا مسح کیا اور کانوں کا بھی ان کے اندر اور باہر کا ایک دفعہ مسح کیا پھر اپنے پاؤں دھوئے پھر پوچھا وضو کے متعلق سوال کرنیوالے کہاں ہیں۔ رسول کریم ﷺ ایسے ہی وضو فرمایا کرتے تھے ابوداؤد کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی صحیح احادیث سر کا ایک دفعہ مسح کرنے پر دلالت کرتی ہے۔

وضو کے بعد کی دعائیں

(۱۸۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ" رواہ مسلم[2] وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ"[3]

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو وضو کرے اور بالکل کامل کرے پھر پڑھے اشهد ان لا اله الخ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا اور لاشریک ہے اور میں اسکی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں اگر کوئی ایسا ہو تو اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائینگے وہ انمیں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے اور امام ترمذی نے یہ دعا بھی زائد لکھی ہے یعنی اے اللہ مجھے توبہ کرنیوالوں میں سے بنا اور مجھے انتہائی پاکبازوں میں سے کردے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے وضو کا پانی لے کر آیا آپ نے وضو شروع کیا اور میں نے سنا آپ وضو کرتے ہوئے پڑھتے جا رہے تھے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ

[1] ابوداؤد ۱/۱۵
[2] مسلم ۱/۱۴۲
[3] ترمذی شریف ص ۹

رزقی" رواه النسائی وابن السنی فی عمل الیوم و اللیلۃ اے اللہ مجھے بخش دے اور میرے گھر میں وسعت دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔

(۱۸۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ مَنْ قَالَ اِذَا فَرَغَ مِنْ وُضُوْئِهٖ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ" خُتِمَتْ بِخَاتَمٍ ثُمَّ رُفِعَتْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَلَمْ تُكْسَرْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (رواه ابن ابی شیبة)[۲]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جسنے وضوء سے فارغ ہوکر یہ دعا پڑھی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ یعنی اے اللہ میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں تیری حمد کیساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں ۔تو اس دعا پر مہر لگا کر عرشِ الٰہی کے نیچے رکھ دی جائیگی اور یہ مہر روزِ قیامت سے پہلے نہیں توڑی جائیگی۔

(۱۸۲) عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ كَانَ حُذَيْفَةُ اِذَا تَطَهَّرَ قَالَ "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" وَمِثْلُهٗ عَنْ عَلِيٍّ (رواه ابن ابی شیبة)[۳]

جناب ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ جب وضو کرتے تو پڑھا کرتے اشهد ان لا الہ الخ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اے اللہ! مجھے توبہ کرنیوالوں اور انتہائی پاکبازوں میں سے بنادے۔

وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیے

(۱۸۳) قَالَ نَزَّالُ بْنُ سَبْرَةَ رَاَيْتُ عَلِيًّا صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ لِحَوَائِجِ النَّاسِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ اُتِيَ بِتَوْرٍ مِنَ الْمَاءِ فَاَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَمَسَحَ بِهٖ وَجْهَهٗ وَ ذِرَاعَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ اَخَذَ فَضْلَهٗ فَشَرِبَ قَائِمًا وَ قَالَ اِنَّ نَاسًا يَكْرَهُوْنَ هٰذَا وَ قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ

نزال بن سبرۃ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا آپ نے نمازِ ظہر پڑھی اور لوگوں کی حاجت روائی کیلئے بیٹھ گئے جب عصر کا وقت ہوا تو پانی کا برتن لایا گیا آپ نے اسمیں سے چلو بھرا اور اس سے اپنے سر اور چہرے کا مسح کرلیا اور ہاتھوں اور پاؤں پر بھی ہاتھ پھیر لیا پھر اسکا بچا ہوا پانی لیا اور اسے کھڑے ہو کر پی لیا اور فرمایا کہ لوگ تو اسکو مکروہ سمجھتے

[۱] حصن حصین ص ۱۵۹
[۲] مصنف ابن ابی شیبه ۱/ ۳
[۳] مصنف ابن ابی شیبه ۱/ ۴

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ وَ هٰذَا وَضُوْءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ (سنن نسائی ۱/...)

ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا ہے جسکا وضو ٹوٹا نہ ہوا سکا یہی وضو ہے۔

ابو حاتم نے اسے ابن عباد کے حالات میں روایت کیا ہے۔ لیکن ابوداؤد کہتے ہیں وہ سچا تو تھا مگر قدری تھا امام احمد نے فرمایا اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا نیز یہ روایت اور سندوں سے بھی منقول ہے۔

ہر جوڑ کو دھونے کی دعائیں

(۱۸٤) عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ اِنَاءٌ مِّنْ مَّاءٍ فَقَالَ لِیْ "يَا اَنَسُ اُدْنُ مِنِّیْ اُعَلِّمْكَ مَقَادِيْرَ الْوُضُوْءِ" فَدَنَوْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَنْ غَسَلَ يَدَيْهِ قَالَ "بِسْمِ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" فَلَمَّا اَنْ تَمَضْمَضَ قَالَ "اَللّٰهُمَّ لَقِّنِیْ حُجَّتِیْ وَ لَا تَحْرِمْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ" فَلَمَّا اَنْ غَسَلَ وَجْهَهٗ قَالَ "اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ" فَلَمَّا اَنْ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ قَالَ "اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِيَمِيْنِیْ" فَلَمَّا اَنْ مَسَحَ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِهٖ قَالَ "غَشِّنَا بِرَحْمَتِكَ وَ جَنِّبْنَا عَذَابَكَ" فَلَمَّا اَنْ غَسَلَ قَدَمَيْهِ قَالَ "اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْاَقْدَامُ"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس داخل ہوا جبکہ آپکے سامنے پانی کا ایک برتن تھا آپ نے فرمایا اے انس مجھ سے قریب ہو جا کہ میں تجھے وضو کے طریقے سکھا دوں میں آپ کے قریب ہو گیا پس جب آپ نے ہاتھ دھوئے تو فرمایا اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں اور سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں اور نہ قوت ہے بدی سے بچنے کی اور نہ طاقت ہے نیکی کرنیکی مگر اللہ کے پاس پھر جب کلی کی تو فرمایا اے اللہ مجھے جواب القا کرنا اور جنت کی خوشبو سے محروم نہ کرنا پھر جب اپنا چہرہ دھویا تو کہا اے اللہ میرے منہ کو سفید کرنا جس دن چہرے سفید ہوں گے۔ پھر جب اپنی کلائیوں کو دھویا تو کہا اے اللہ میرا اعمالنامہ میرے دائیں ہاتھ میں دینا پھر جب اپنے ہاتھ سے سر پر مسح کیا تو فرمایا اے اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور اپنے عذاب سے دور کر دے پھر جب اپنے قدموں کو دھویا تو کہا اے اللہ مجھے ثابت قدم رکھنا جس دن کہ قدم پھسل جائینگے۔

...نسائی ۱/۸٤

رَوَاهُ اَبُوْ حَاتِمٍ فِیْ تَرْجَمَةِ ابْنِ عَبَّادِ بْنِ مُهَیْبٍ لٰكِنْ قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ "صُدُوْقٌ قَدَرِیٌّ" وَقَالَ اَحْمَدُ "مَا كَانَ بِصَاحِبِ كِذْبٍ" وَلَهٗ طُرُقٌ اُخْرٰی (رحمة المهداة)[1]

ابو حاتم نے اسے ابن عباد کے حالات میں روایت کیا ہے لیکن ابوداؤد کہتے ہیں "وہ سچا تو تھا مگر قدری تھا" امام احمد نے فرمایا "اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا" نیز یہ روایت اور سندوں سے بھی منقول ہے۔

تحیۃ الوضوء

(۱۸۵) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَتَوَضَّأُ فَیُحْسِنُ وُضُوْئَهٗ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ مُقْبِلًا عَلَیْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَ وَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" (رواہ مسلم)[2]

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان نہیں جو وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر کھڑا ہوکر دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اپنے دل اور چہرے سے ان کی طرف متوجہ ہو مگر لازماً اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی۔

یہ وضو کا شکرانہ ہے کیونکہ وضو کر کے اسے نماز کی چابی مل گئی ہے جس کے ذریعہ وہ بارگاہِ رب العالمین میں شرف یاب ہوگا اس لئے لازم ہے کہ اسے اتنی بڑی نعمت عطا ہونے پر وہ دوگانہ شکر ادا کرے۔

فضیلت تحیۃ الوضو

نماز تحیۃ الوضو انتہائی پُرفضیلت اور بابرکت چیز ہے کہ اس کی پابندی کرنیوالا جنتِ عدن کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔

(۱۸۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ "یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دُفَّ نَعْلَیْكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ" قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِیْ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر کے وقت حضرت بلالؓ کو فرمایا اے بلال! تُو نے حالتِ اسلام میں (ثواب کے لحاظ سے) جو عمل سب سے زیادہ پُر امید کیا ہو وہ تو بتلا اسلئے کہ میں نے بہشت میں اپنے آگے تیرے جوتوں کی آہٹ سنی ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس سے زیادہ ثواب کی امید دلانے والا

[1] رحمۃ المهداۃ ص ۲۲
[2] مشکوٰۃ ص ۳۹

مبالغۃ مِنَ اللَّیلِ اَوِ النَّھارِ اِلَّا صَلَّیتُ بِذَالِکَ الطُّھُورِ مَا کُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ (رواہ الشیخان)۱؎ — کوئی عمل نہیں کیا کہ میں جب بھی رات یا دن کو وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے جتنی مقدر ہوا تنی نماز ضرور پڑھتا ہوں۔

نواقضِ وضو (یعنی وضو توڑنے والی چیزیں)

جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے وہ تقریباً پندرہ ہیں۔

(۱) پیشاب کرنا (۲) پاخانہ کرنا (۳) منی، مذی یا ودی کا نکلنا (۴) ہوا کا نکلنا (۵) لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونا (۶) بدن سے خون یا پیپ کا بہہ نکلنا (۷) منہ بھر کے قے آنا (۸) نماز میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑھنا (۹) مجامعت کرنا (۱۰) شرمگاہوں کا مل جانا (۱۱) بے ہوش ہو جانا (۱۲) دیوانہ ہو جانا (۱۳) سبیلین سے کسی چیز کا نکلنا (۱۴) پچھنے یا ٹیکہ لگوانے سے جب کہ خون بہہ نکل آئے (۱۵) نکسیر بہنا

اب ان کا بیان اگلی مختلف احادیث مبارکہ میں دیکھیے۔

نشہ، بے ہوشی اور بول و براز سے وضو

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا☆

"وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی" سے معلوم ہوا کہ بے ہوشی ناقضِ وضو ہے "اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ" سے معلوم ہوا کہ بول و براز ناقضِ وضو ہے "لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ" سے معلوم ہوا کہ جماع ناقضِ وضو اور ناقضِ غسل بھی ہے، خواہ جنابت بالدخول ہو یا بالانزال یا حیض و نفاس کی بندش سے ایسے مرد و عورت پر وضو اور غسل دونوں لازم ہیں۔

(۱۸۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْ رِیْحٍ" (رواہ احمد و الترمذی)۲؎ — حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وضو صرف آواز یا ہوا سے کرنا لازم ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ریح کا خارج ہونا ناقضِ وضو ہے خواہ آواز سے ہو یا بلا آواز۔ غیر مقلدین کا یہ خیال غلط ہے کہ جب تک

۱؎ مشکوۃ شریف ص ۱۱۶

۲؎ مشکوۃ شریف ص ۴۰

بدبو نہ آئے خروج ریح سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ حدیث پاک میں خروج ریح کو ناقض بتلایا ہے نہ کہ بدبو کو، سنا ہے کہ ان کے جاہلین پھوسیاں بھی مارتے رہتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں۔ کیونکہ نہ ان کی آواز آتی ہے نہ بدبو محسوس ہوتی ہے۔ لا حول ولا قوۃ جب فاعل کو خود محسوس ہو گیا کہ میری ہوا نکل گئی ہے تو وضو ٹوٹنے میں کیا شک رہ گیا۔ وہ جائے وضو کر کے آئے اور بنا کرے یا از سر نو پڑھے لہٰذا نہ آواز کا سننا ضروری ہے نہ ہی بدبو کا محسوس کرنا۔

(۱۸۸) عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ" (رواہ ابو داؤد و الترمذی)

حضرت علی بن طلقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی کی ہوا خارج ہو تو وہ وضو کرے۔

اس حدیث میں بھی مطلق خروج ریح بلا آواز کو ناقض بتلایا ہے۔

(۱۸۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَذِيِّ فَقَالَ "مِنَ الْمَذِيِّ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ" (رواہ الترمذی)[1]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا مذی سے وضو لازم ہے اور منی سے غسل۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذی اور ودی ناقض وضو ہیں۔

(۱۹۰) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ" (رواہ ابوداؤد)[2]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دبر کا سر بند آنکھیں ہیں پس جو سو کر اٹھے اسے وضو کرنا چاہئے۔

اس سے معلوم ہو کہ نیند ناقض وضو ہے یعنی جو شخص لیٹ کر یا سہارا لگا کر سو گیا اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ بیٹھ کر بغیر سہارا لئے تو اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سوتے رہتے تھے مگر پھر وضو کئے بغیر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۹۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ

حضرت انس سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اکرم ﷺ نماز عشاء کا انتظار کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ

[1] مشکوۃ شریف ص ۴۰ ، ابوداؤد ص ۲۷

[2] ابوداؤد ص ۲۷ ، مشکوۃ شریف ص ۴۱

حتیٰ تخفق

خَتّٰی تَخْفِقَ رُؤُوسُهُمْ ثُمَّ یُصَلُّوْنَ وَلَا یَتَوَضَّؤُوْنَ (رواہ ابو داؤد و الترمذی)[۱]

ان کے سر نیند سے جھک جاتے تھے۔ پھر وہ نماز پڑھ لیتے تھے مگر وضو نہیں کرتے تھے۔

(۱۹۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الْوُضُوْءَ عَلٰی مَنْ نَّامَ مُضْطَجِعًا فَاِنَّهٗ اِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهٗ"[۲]

حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک وضو تو اس شخص پر ہے جو لیٹ کر سو گیا کیونکہ جب وہ لیٹ گیا تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو گئے۔

(۱۹۳) وَعَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا یَجِبُ الْوُضُوْءُ عَلٰی مَنْ نَّامَ جَالِسًا اَوْ قَائِمًا اَوْ سَاجِدًا حَتّٰی یَضَعَ جَنْبَهٗ فَاِنَّهٗ اِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهٗ" (رواہ البیہقی)[۳]

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر یا سجدے کی حالت میں سو گیا اس پر وضو لازم نہیں یہاں تک کہ وہ لیٹ جائے اسلئے کہ جب وہ لیٹ گیا تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ گئے۔

یہ بیٹھنا یا کھڑا ہونا یا سجدہ کرنا نماز کی حالت میں ہے یعنی نماز کی مختلف صورتوں میں سے اگر کسی بھی صورت میں کوئی شخص سو جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں صورتِ نماز ہی بدل جائے جیسے کوئی شخص لیٹ جائے تو وضو خواہ مخواہ ٹوٹے گا۔ کیونکہ لیٹنا تو کسی نماز کی کسی حالت میں نہیں ہوتا نماز کے علاوہ بھی کوئی شخص کھڑا یا بیٹھا اونگھا کرے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا جیسے اصحابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونگھنے کی روایت پہلے گذر چکی ہے۔ ہاں ٹیک لگا کر اونگھے گا تو وضو ٹوٹ جائے گا جیسے لیٹنے سے زمین پر ٹیک لگ جاتی ہے اور جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۱۹۴) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَتَوَضَّاَ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ "صَدَقَ اَنَا صَبَبْتُ لَهٗ وَضُوْئَهٗ" (رواہ الترمذی)[۴]

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی اور وضو فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ازاں بعد میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت ثوبانؓ سے ملا اور اس بات کا تذکرہ کیا انہوں نے فرمایا ابو درداءؓ نے سچ کہا ہے میں نے ہی آنحضرت ﷺ کیلئے وضو کا پانی رکھا تھا۔

---

[۱] ابو داؤد ص ۳۶، مشکوٰۃ شریف ص ۴۱
[۲] بحوالہ سابقہ
[۳] زجاجة ص ۷۷
[۴] ترمذی ص ۱۳

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاَفْطَرَ وَتَوَضَّأَ (رواه الترمذی)[1]

انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی روزہ افطار کیا اور آپ نے وضو فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قے ناقض وضو ہے۔

(۱۹۵) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَصَابَهُ قَيْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلَسٌ اَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلٰى صَلٰوتِهِ وَ هُوَ فِيْ ذَالِكَ لَا يَتَكَلَّمُ" (رواه ابن ماجة)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے قے آجائے یا نکسیر پھوٹ پڑے یا ابکائی آجائے یا مذی نکل جائے تو اسے چاہیے کہ نماز چھوڑ دے اور جا کر وضو کرے پھر آکر اپنی نماز پہ بنا کرلے یعنی جوڑ لگا لے جبکہ اس دوران اس نے بات نہ کی ہو۔

اس حدیث سے قے کے ساتھ ساتھ نکسیر، ابکائی یعنی معدے کا پانی منہ میں آجائے اور مذی سے بھی وضو ٹوٹ جانا معلوم ہوا ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں اگر اس نے بات کر لی تو نماز نئے سرے سے پڑھے۔

اگر تھوک پر خون غالب ہو تو وہ ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں

(۱۹۶) عَنِ الْحَسَنِ فِيْ رَجُلٍ بَزَقَ فَرَاٰى فِيْ بُزَاقِهِ دَمًا اَنَّهُ لَمْ يَرَ ذَالِكَ حَتّٰى يَكُوْنَ دَمًا غَلِيْظًا يَعْنِيْ فِي الْبُزَاقِ (رواه ابن ابی شيبة)[3]

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے تھوک میں خون دیکھے تو خون تھوک پر غالب ہو تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

(۱۹۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا رَعُفَ اِنْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى وَ لَمْ يَتَكَلَّمْ (رواه مالك و محمد فی موطئيهما)[4]

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب آپ کو نکسیر پھوٹتی تو نماز چھوڑ دیتے وضو کر کے آتے اور بنا کر لیتے اگر بات نہ کی ہوتی۔

(۱۹۸) وَ رَوٰى يَزِيْدُ اللَّيْثِيُّ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ رَعُفَ اِنْصَرَفَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَاَتٰى حُجْرَةَ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور یزید لیثی سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن میسب کو جب نکسیر پھوٹی جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نماز چھوڑ کر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے حجرے میں

[1] سنن ترمذی ۱/۵۹
[2] نصب الراية ۱/۲۸ ، ابن ماجة كتاب الصلوة ص ۸۷
[3] مصنف ابن ابی شيبه ص ۱۲۴ [4] موطا امام مالك ص ۱۴، مؤطا محمد ص ۶۲

وَسَلَّمَ فَأُتِیَ بِوَضُوْءٍ، فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰی عَلٰی مَا قَدْ صَلّٰی (اخرجه ابن ابی شیبة کما فی اعلاء السنن)[1]

آ گئے، پانی لایا گیا اور آپ نے وضو کیا پھر لوٹ کر گئے اور اپنی پڑھی ہوئی نماز کے اوپر بنا کر لی۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ نکسیر ناقضِ وضو ہے۔ اس لئے ایک صحابی، دوسرے تابعی نے نماز کو چھوڑ کر وضو کیا اور نماز پر بنا کر لی۔ اگر خون نکسیر ناقض نہ ہوتا تو انہیں نماز چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟

اکابر غیر مقلدین کے ہاں نکسیر ناقص وضو ہے

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں "وقے ورعاف وقلس ناقض وضو است، وحدیث قا، فتوضأ حسن است" (بدور الاہلہ)[2] یعنی قے، نکسیر، ابکائی وضو کے توڑنے والے ہیں۔ اور حدیث "قَاءَ فَتَوَضَّأَ" حسن درجہ کی ہے، گویا خون کا نکلنا خواہ کسی طریق سے ہو وہ ناقضِ وضو ہے۔

(۱۹۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ ضَحِكَ فِی الصَّلٰوةِ قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَ الصَّلٰوةَ" (رواہ ابن عدی فی الکامل و مثله عند الدار قطنی)[3]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز میں قہقہہ مار کر ہنس پڑے اسے چاہئے کہ وضو اور نماز دونوں کو لوٹائے۔

(۲۰۰) وَعَنْ مَعْبَدِ بْنِ الصَّبِيْحِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ فِی الصَّلٰوةِ فَاَقْبَلَ اَعْمٰی يُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَوَقَعَ فِیْ زُبْيَةٍ فَضَحِكَ بَعْضُ الْقَوْمِ حَتّٰی قَهْقَهَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ قَهْقَهَ فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ"

(اخرجه طلحة بن محمد فی مسنده)[4]

حضرت معبد بن صبیحؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز میں تھے کہ نماز کے ارادے سے ایک اندھا آیا اور ایک کھڈ میں گر پڑا اس پر کچھ لوگ زور سے ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا جو شخص زور سے ہنسا ہے اسے وضو اور نماز دونوں کو لوٹانا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کھلکھلا کر ہنسنا ناقضِ وضو ہے اگلی حدیث شریف میں اس کی مزید تصریح ہے۔

[1] اعلاء السنن ص ۸۶/۱ [2] بدور الاہلہ ص ۳۰

[3] زجاجة ص ۸۱ [4] جامع المسانید ص ۲۴۷

(۲۰۱)وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ مَرْفُوْعًا فِیْ حَدِیْثِ الْمَسْحِ لٰکِنْ فِیْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ (رواہ احمد)ل

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسح کی حدیث میں مرفوعا روایت ہے لیکن پاخانے، پیشاب اور نیند میں۔

یعنی یہ تینوں ناقضِ وضو ہیں۔ان کے بعد مسح کرنا چاہیے تو پیشاب، پاخانہ بھی ناقضِ وضو ہوئے۔

(۲۰۲)وَعَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّہٗ سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قُلْتُ اَرَاَیْتَ اِذَا جَامَعَ وَ لَمْ یُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ "یَتَوَضَّأُ کَمَا یَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوۃِ وَ یَغْسِلُ ذَکَرَہٗ" (رواہ البخاری)ع

حضرت زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے سوال کیا کہ بھلا یہ تو بتاؤ جب کوئی شخص جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اسکا کیا حکم ہے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا وہ صرف وضو کرلے جیسے نماز کیلئے کیا جاتا ہے اور اپنے ذکر کو دھولے۔

یعنی استنجا کر کے وضو کرے۔تو اس سے معلوم ہوا کہ مجامعت ناقضِ وضو ہے۔اگرچہ وہ ناقضِ غسل بھی ہے جیسا کہ غسل کے بیان میں آگے آئے گا۔

(۲۰۳)عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ رَجُلًا لَقِیَ اِمْرَاَۃً وَ لَیْسَ بَیْنَھُمَا مَعْرِفَۃٌ فَلَیْسَ یَاْتِیْ اِلَی اِمْرَاَتِہٖ شَیْئًا اِلَّا قَدْ اَتٰی ھُوَ اِلَیْھَا اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یُجَامِعْھَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ وَ ذَالِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ" فَاَمَرَہٗ اَنْ یَتَوَضَّأَ وَ یُصَلِّیَ قَالَ مُعَاذٌ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اسنے کہا یارسول اللہ ﷺ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ آدمی کسی عورت سے ملا حالانکہ کے انکے درمیان کوئی جان پہچان نہیں اور کوئی آدمی اپنی عورت سے جو کچھ بھی کرتا ہے اسنے وہ سب کچھ اس سے کیا ہاں جماع نہیں کیا، راوی کہتے ہیں اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاردی۔ اَقِمِ الصلوٰۃ الخ۔یعنی دن کے دونوں طرفوں میں نماز قائم کرو اور رات کے ایک حصہ میں بھی بیشک نیکیاں برائیوں کو لیجاتی ہیں (نیکیاں برائیوں کا کفارہ بن جاتی ہیں) یہ یاددہانی ہے یاد کرنیوالوں کیلئے پھر آپنے اسے حکم دیا کہ وضو کرے اور نماز پڑھے۔معاذؓ کہتے ہیں میں نے

ل آثار السنن ۳٤

ع بخاری شریف ص ۳۵

"هِيَ لَهُ خَاصَّةً اَمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً" قَالَ "لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً" (رواہ الترمذی)[۱]

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ اس کیلئے خاص ہے یا تمام مؤمنین کیلئے عام آپ نے فرمایا سب مؤمنین کیلئے عام ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مباشرت فاحشہ اور التقاءِ ختانین بھی ناقضِ وضو ہے۔

(۲۰۴) وَقَالَ عَطَآءٌ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ اَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوَ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ (رواہ البخاری)[۲]

جناب عطار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں جس کی دبر سے کیڑا نکلے یا اس کے ذکر سے جُوں جیسی چیز نکل آئے تو وہ وضو لوٹائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سبیلین میں سے کوئی چیز بھی خارج ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكَارٰى (القرآن الحکیم)[۳]

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نشہ اور مدہوشی ناقضِ وضو ہیں۔ جبھی تو ایسی حالت میں نماز پڑھنی جائز نہیں۔

(۲۰۵) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ" (رواہ بن عدی فی الکامل)[۴]

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہے۔

(۲۰۶) وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ" (رواہ الدار قطنی)[۵]

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر بہنے والے خون سے وضو ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو خون یا پیپ نکل کر بہہ پڑے وہ ناقضِ وضو ہے۔ اور جو بہہ نہ سکے وہ ناقض بھی نہیں۔ جیسے اگلی روایات میں ہے۔

(۲۰۷) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ حُبَيْشٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں پاک ہی نہیں ہوتی ہوں تو کیا میں نماز چھوڑ دوں رسول اللہ صلی

[۱] ترمذی ۱۳۹/۲، زجاجۃ ص ۲۹
[۲] بخاری شریف ص ۲۹ [۳] پ ۵ ع ۴
[۴] مسدلات ص ۱۱ [۵] نصب الرایۃ ص ۴۴

مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِنَّمَا ذَالِکَ عِرْقٌ وَ لَیْسَ بِالْحَیْضَۃِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَۃُ فَاتْرُکِی الصَّلٰوۃَ فَاِذَا ذَھَبَ قَدْرُھَا فَاغْسِلِیْ عَنْکِ الدَّمَ وَ صَلِّیْ" (رواہ البخاری)[۱]

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو ایک رگ ہے حیض نہیں ہے پس جب حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دیا کر پھر جب حیض کی مقدار گذر جائے تو غسل کر کے، خون دھو کر نماز پڑھنی شروع کر دیا کر۔

(۲۰۸) وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَۃُ فَدَعِیْ الصَّلٰوۃَ وَ اِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِیْ عَنْکِ الدَّمَ وَصَلِّیْ" (رواہ البخاری)[۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مستحاضہ عورت کو) فرمایا جب حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دے اور جب ختم ہو جائے تو اپنے جسم سے خون دھو کر نماز شروع کر دے۔

(۲۰۹) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ فِی الْقَطْرَۃِ وَ الْقَطْرَتَیْنِ مِنَ الدَّمِ وُضُوْءٌ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ سَائِلًا (رواہ الدار قطنی)[۳]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خون کے ایک یا دو قطروں میں وضو نہیں جب تک کہ وہ بہہ نہ پڑے۔

(۲۱۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ وَ لَیْسَ مِمَّا دَخَلَ" (رواہ بیہقی)[۴]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وضو اس چیز سے ہے جو نکلے نا کہ اس سے جو اندر جائے۔

ابن عباسؓ سے موقوف روایت ہے:

(۲۱۱) "اِنَّمَا الْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ وَلَیْسَ مِمَّا دَخَلَ وَاِنَّمَا الْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَ لَیْسَ مِمَّا خَرَجَ" (الفقہ الحنفی وادلتہ)[۵]

ابن عباسؓ کا فتویٰ ہے کہ وضو اس چیز سے ہے جو نکلے نہ کہ داخل ہو اور روزے کا افطار اس سے ہے جو داخل ہو نہ کہ اس سے جو نکلے۔

اونٹ کا گوشت کھانے، اور آگ پر پکی چیز کے کھانے پینے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

[۱] بخاری ص ٤٤ [۲] بخاری ص ۸٦/۱
[۳] دار قطنی [۴] سنن بیہقی ۱۱٦/۱
[۵] الفقہ الحنفی وادلتہ ص ۵۱/۱

غیر ناقضِ وضو

یعنی جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نواقضِ وضو کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کا بھی بیان کر دیا جائے جس سے بظاہر وضو ٹوٹ جانا محسوس ہوتا ہے۔ یا جنہیں عامی لوگ ناقضِ وضو سمجھتے ہیں لیکن وہ حقیقتاً ناقضِ نہیں ایسی چیزوں میں سے زیادہ مروج ہیں۔ نمبر ۱ مسِ ذکر یعنی آلہ تناسل کو ہاتھ لگانا۔ نمبر ۲ عورت کا بوسہ لینا۔

اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

مسِ ذکر:

(۲۱۲) عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مَسَسْتُ ذَكَرِيْ اَوْ قَالَ رَجُلٌ يَمَسُّ ذَكَرَهٗ فِي الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وُضُوْءٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا اِنَّمَا هُوَ بُضْعَةٌ مِّنْكَ"

(اخرجه الخمسة لـ و صححه ابن حبان والطبرانی وابن حزم وقال المدینی هو احسن من حدیث بسرة) لـ

حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا میں نے اپنے ذکر کو ہاتھ لگایا ہے یا اس نے کہا کوئی آدمی نماز میں اپنے ذکر کو ہاتھ لگاتا ہے تو کیا اس پر وضو ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں وہ بھی تیرے باقی جسم کا ایک حصہ ہے۔

یعنی وہ بذاتِ خود پلید نہیں اس کی پلیدی کا احساس تو صرف اس لئے ہے کہ اس میں سے نجاست نکلتی ہے یا وہ نجس کام میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جب اس پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور استنجا بھی کیا ہوا ہو تو پھر اس کے ناپاک ہونے یا اس سے وضو ٹوٹ جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کی حیثیت بھی باقی جسم کی سی ہے اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ اس سے وضو نہ ٹوٹے۔ ورنہ تو اس کی موجودگی میں نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر اس سمیت نماز کیوں پڑھ لیتے ہیں معلوم ہوا کہ نہ وہ پلید ہے نہ اس کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹتا ہے جیسا کہ حضرت ابنِ مسعودؓ کے پرلطف جواب سے ظاہر ہے۔ جو انہوں نے ایک سائل کو دیا تھا۔

(۲۱۳) عَنْ قَيْسٍ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ "اِنِّيْ مَسَسْتُ ذَكَرِيْ وَ اَنَا فِي الصَّلٰوةِ" فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ "اَفَلَا قَطَعْتَهٗ" ثُمَّ

جناب قیسؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے نماز میں اپنے ذکر کو چھو لیا ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا۔ پھر تو

لـ مشکوٰۃ شریف ص ۴۱

قال "هل ذکرک الا کسائر جسدک" (رواہ محمد و الطحاوی)۱؎

نے اسے کاٹ کیوں نہ دیا پھر فرمایا تیرا ذکر بھی تیرے جسم کے باقی حصوں کی طرح ہے۔

اسی سے ملتا جلتا جواب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دیا تھا ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱۴)عن قیس بن ابی حازم قال جآء رجل الی سعد بن ابی وقاص قال "ایحل لی ان امس ذکری و انا فی الصلوٰۃ" قال "ان علمت ان منک بضعۃ نجسۃ فاقطعھا" (رواہ محمد و الطحاوی)۲؎

حضرت قیس بن ابی حازمؒ روایت فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا میں نماز کی حالت میں اپنے ذکر کو چھولوں تو میرے لئے یہ جائز ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ تیرے جسم کا ایک نجس حصہ ہے تو اسے کاٹ دے۔

اسی طرح حضرت ابنِ عباسؓ نے ذکر کو چھونا یا ناک کو چھونا برابر قرار دیا ہے۔ یہی قول حضرت علیؓ کا ہے۔

عورت کا بوسہ لینا:

عورت کا بوسہ لینے یا اسے چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ متعدد مواقع پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اس کا ارتکاب اور بعد ازاں وضو نہ کرنا بلکہ نماز کو جاری رکھنا ثابت ہے۔ جیسا کہ یہ روایات مظہر ہیں۔

(۲۱۵)عن عائشۃؓ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی و لا یتوضأ (رواہ ابوداؤد و الترمذی)۳؎

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لینے کے بعد نماز پڑھ لیتے تھے۔ لیکن وضو نہیں کرتے تھے۔

(۲۱۶)وعن حفصۃؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یتوضأ للصلوٰۃ ثم یقبلنی و لا یحدث وضوءًا (اخرجہ الحافظ طلحۃ بن محمد فی مسندہ)۴؎

زوجۂ رسول حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نماز کے لئے وضو فرماتے اور پھر میرا بوسہ لے لیتے لیکن وضو کی تجدید نہیں فرماتے تھے۔

(۲۱۷)وعن عائشۃؓ قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ و رجلای فی قبلتہ فاذا

اور حضرت عائشہؓ سے ہی روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے آگے سو رہی ہوتی تھی اور میری ٹانگیں آپ کے

۱؎ مؤطا امام محمدؒ ص ۵۷ ۲؎ بحوالہ سابقہ
۳؎ مشکوٰۃ ص ۴۱ ۴؎ جامع المسانید ص ۶۴۲

سَجَدَ غَمَزَنِیْ فَقَبَضْتُ رِجْلَیَّ وَ اِذَا قَامَ بَسَطْتُهَا قَالَتْ وَ الْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ
(رواه محى السنة وروى البخارى و مسلم نحوه)[۱]

سجدہ کی جگہ ہوتیں جب آپ سجدہ فرماتے تو مجھے ہاتھ سے چوکا لگاتے اور میں اپنی ٹانگیں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر پسار لیتی، آپؓ فرماتی ہیں کہ اسوقت تک گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نہ تو عورت کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اسے ہاتھ لگانے سے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد بغیر وضوءِ جدید کے نماز نہ پڑھتے یا نماز کو جاری نہ رکھتے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرے میں بھی نماز ہو جاتی ہے اور مجبوری میں تو کراہت بھی نہیں۔

ناخن کاٹنے اور بال منڈوانے سے وضو نہیں ٹوٹتا:

(۲۱۸) وَ قَالَ الْحَسَنُ "اِنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ اَوْ مِنْ اَظْفَارِهٖ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ" (رواه البخارى)[۲]

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا اگر کسی نے بال مونڈے یا ناخن تراشے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

مکروہاتِ وضو

(۱) مسجد کے اندر وضو کرنا مکروہ ہے تاکہ مسجد میں مستعمل پانی نہ گرے۔

(۲) نجس اور ناپاک جگہ پر وضو کرنا تاکہ گندے چھینٹے نہ پڑیں۔

(۳) قبلہ رخ تھوکنا یا بلغم پھینکنا، یہ قبلہ کی بے حرمتی ہے۔

(۴) وضو کرتے وقت بلاضرورت دنیا کی باتیں کرنا۔

(۵) چہرے پر زور سے پانی مارنا تاکہ دوسرے پر پانی کے چھینٹے پڑیں۔

(۶) وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی صرف کرنا۔

(۷) وضو کرتے وقت اپنے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

وضو کی قسمیں

وضو کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب

[۱] بخاری شریف ۷۳/۱، زجاجة ص ۸۰
[۲] بخاری شریف ص ۲۹

فرض: نماز کے لیے، نماز جنازہ کے لئے، سجدہ تلاوت کے لئے، قرآن کو چھونے کے لئے اگر چہ ایک آیت ہو۔

واجب: طواف کعبہ کے لئے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

(۲۱۹)اِنَّ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلٰوةِ اِلَّا اَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُوْنَ فَمَنْ تَكَلَّمَ فَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا بِخَيْرٍ (رواه الحاكم)[۱]

یعنی بیت اللہ کا طواف نماز کی مثل ہے۔صرف اتنا فرق ہے کہ تم اس میں بات کر لیتے ہو۔پس جو بھی بات کرے تو وہ خیر کی بات کرے۔

مستحب: سونے کے لئے، جاگنے کے وقت، وضو پر مداومت کے لئے، وضو پر وضو کے لئے، غیبت کرنے، جھوٹ بولنے اور گناہ کرنے کے بعد، شعر پڑھنے کے بعد، غسل میت اور جنازہ اٹھانے کے بعد، ہر نماز کے وقت کے لئے، غسلِ جنابت سے پہلے جنبی کے لئے کھانے پینے اور سونے سے پہلے، غصہ آنے کے وقت، اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، خلاف علماء سے نکلنے کیلئے وغیرہ۔

بے وضو کو قرآءتِ قرآن اور ذکر جائز ہے

(۲۲۰)عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْاٰنَ وَيَاْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَ لَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ اَوْيَحْجِزُهُ عَنِ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ اِلَّا الْجَنَابَةُ (رواه ابوداؤد و النسائی و قدمنا منه فی الترمذی)[۲]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں سے نکلتے اور ہمیں قرآن کریم پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے اور آپ کو جنابت کے سوا کوئی چیز قرآنِ کریم سے نہیں روکتی تھی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کے بے وضو کے لئے کھانا پینا اور قرآنِ کریم پڑھنا جائز ہے۔لیکن مستحب یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھنے اور ذکر الٰہی کے لئے وضو کر لے۔جیسے اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

(۲۲۱)عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذَ اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى تَوَضَّاَ ثُمَّ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اَذْكُرَ اللّٰهَ اِلَّا عَلٰى طُهْرٍ (رواه ابوداؤد و النسائی)[۳]

حضرت مہاجر بن قنفذؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جب کہ آپ پیشاب کر رہے تھے انہوں نے سلام کیا مگر حضور ﷺ نے جواب نہیں دیا۔یہاں تک کہ وضو فرمایا پھر آپ نے معذرت چاہی اور فرمایا میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ بغیر طہارت کے اللہ کا ذکر کروں۔

[۱] المستدرک ص ۱/۴۵۹

[۲] مشکوٰۃ ص ۴۹ و ترمذی ص ۲۱

[۳] زجاجۃ ص ۱۱۹ ، ابو داؤد ص ۴ لا

باب التیمّم

تیمم کا معنی ہے قصد کرنا، اصطلاح شریعت میں تیمم اس فعل کو کہتے ہیں جو پانی نہ پانیوالا یا پانی پر قدرت نہ رکھنے والا شخص طہارت کے قصد سے خاک آلود ہاتھ اپنے منہ اور ہاتھوں پر ملتا ہے۔

تیمم کی تشریع:

(۲۲۲)عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ (غَزْوَۃِ الْمُرَیْسِیْعِ) حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِالْبَیْدَآءِ اَوْ ذَاتِ الْجَیْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِیْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْتِمَاسِہٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ وَلَیْسُوْا عَلٰی مَآءٍ وَّلَیْسَ مَعَہُمْ مَآءٌ فَاَتَی النَّاسُ اَبَابَکْرٍ رضی اللہ عنہ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰی مَا صَنَعَتْ عَائِشَۃُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ وَلَیْسُوْا عَلٰی مَآءٍ وَّلَیْسَ مَعَہُمْ مَآءٌ فَجَآءَ اَبُوْبَکْرٍ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَہٗ عَلٰی فَخِذِیْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ النَّاسَ وَلَیْسُوْا عَلٰی مَآءٍ وَّ لَیْسَ مَعَہُمْ مَآءٌ قَالَتْ عَائِشَۃُ فَعَاتَبَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَقَالَ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّقُوْلَ وَ جَعَلَ یَطْعَنُ بِیَدِہٖ فِیْ خَاصِرَتِیْ فَمَا مَنَعَنِیْ مِنَ التَّحَرُّکِ

تیمّم کیسے شروع ہوا؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلی۔ یعنی غزوہ مریسیع میں جب ہم مقام بیدا یا ذات الجیش میں اترے تو میرا ایک ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ڈھونڈنے کیلئے وہیں ڈیرے ڈال دیئے اور لوگ بھی رک گئے۔ وہاں پانی بھی نہیں تھا نہ ہی لوگوں کے پاس پانی تھا۔ تو لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر شکایت کرنے لگے کہ دیکھو عائشہؓ نے کیا کیا؟ رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کو ایسی جگہ روک رکھا ہے جہاں پانی ہے نہ لوگوں کے پاس پانی ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر کہنے لگے تو نے رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کو ایسی جگہ روک رکھا ہے جہاں پانی بھی نہیں اور لوگوں کے پاس بھی کوئی پانی نہیں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر مجھ پر بہت ناراض ہوئے اور جو اللہ نے چاہا وہ مجھے کہتے رہے، اور میری کوکھ میں چوکے مار رہے تھے۔ اور میں صرف اسلئے حرکت نہیں کر رہی تھی کہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ

الْاَمْكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَآءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ

(رواہ النسائی)[۱]

کا سر مبارک تھا اور رسول اللہ ﷺ صبح تک سوتے رہے۔ جبکہ پانی موجود نہیں تھا۔ اس ماحول میں اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی۔ اس پر حضرت اسید بن حضیرؓ نے کہا کہ اے آل ابوبکرؓ یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے (یعنی بہت سی برکتیں ہم پہلے بھی دیکھ چکے ہیں) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں پھر جب ہم نے وہ اونٹ اٹھایا جس پر میں تھی تو اسکے نیچے سے ہمیں ہار بھی مل گیا۔ (گویا یہ سب کچھ لوگوں کو تیمم کی سہولت دینے کیلئے کرایا گیا)

وہ لوگ غور فرمائیں جو رسول اللہ کو عالم الغیب منوانے پر سارا زور صرف کرتے ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی عالم الغیب ہوتے تو ان کو پتہ ہوتا کہ ہار تو اونٹ کے نیچے موجود ہے۔ وہ چپکے سے اٹھتے اور باہر نکال کر دے دیتے۔ ساری رات بھوکے، پیاسے قافلے کو روکنے کا کوئی مطلب نہیں تھا۔ مگر پھر امتِ محمدیہ کو تیمم کی یہ عظیم سہولت کیسے حاصل ہوتی۔ واقعی تیمم اللہ کا بڑا انعام ہے۔ جو صرف امتِ محمدیہ کو ملا ہے۔ پہلی امتیں اس سہولت سے محروم رہی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ام المومنین حبیبہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنت ابوبکرؓ کی ایک ادنیٰ کرامت ہے۔ اور بقول اسید بن حضیرؓ کہ اس گھرانے کی کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ ایسی بے شمار برکتیں امت کو اس مبارک خانوادے سے حاصل ہوئی ہیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا۔

تیمّم کے فرائض

تیمم کے فرض صرف تین ہیں۔ (۱) نیت کرنا (۲) مٹی کو منہ پر ملنا (۳) مٹی کو ہاتھوں پر ملنا کہنیوں سمیت۔ اور یہ تینوں فرض بالترتیب قرآنِ پاک کی اس آیت میں مذکور ہیں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ (القران الكريم)[۲]

اور اگر تم مریض ہو یا مسافر ہو یا بیت الخلاء سے آئے ہو یا عورتوں سے مجامعت کی ہو اور تمہیں پانی نہیں ملا تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اسے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مل لو۔

[۱] سنن نسائی ۱/۱۶۳
[۲] پ ۶ ع ۶4

منہ اور ہاتھوں کے لئے ضربیں الگ الگ ہونی چاہئیں

جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۲۲۳)عَنِ ابْنِ عُمَرَ کَانَ تَیَمُّمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَ ضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ (رواہ امامنا الاعظم)[1]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تیمم دو ضربیں تھیں ایک ضرب چہرے کیلئے اور دوسری دونوں ہاتھوں کیلئے جس میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔

تیمّم کن کن چیزوں پر جائز ہے

ان تمام چیزوں پر تیمّم جائز ہے جو زمین کی ہم جنس ہیں۔ یعنی ہر وہ چیز جو زمین سے نکلتی ہو اور گلانے سے گل نہ سکے۔ اور جلانے سے جل نہ سکے جیسے پاک مٹی، ریت، پتھر، چونا، مٹی کے کچے پکے برتن، مٹی کی کچی پکی اینٹیں، یا مٹی اور چونے کی دیوار وغیرہ۔ کیونکہ قرآن پاک میں ''فَتَيَمَّمُوْا'' کا مفعول ''صَعِيْدًا طَيِّبًا'' ہے اور صعید وجہ الارض یا سطح الارض کو کہتے ہیں۔ جیسے مشہور امام زجاجؒ نے کہا ہے۔

اَلصَّعِيْدُ وَجْهُ الْاَرْضِ كَانَ عَلَيْهَا تُرَابٌ اَوْ لَمْ يَكُنْ، تُرَابًا كَانَ اَوْ صَخْرًا لَا غُبَارَ عَلَيْهِ وَقَالَ وَلَا اَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ اَهْلِ اللُّغَةِ فِيْ اَنَّ الصَّعِيْدَ وَجْهُ الْاَرْضِ [2]

یعنی صعید سطح ارض ہے اس پر مٹی ہو یا نہ ہو، خود وہ مٹی ہو یا ایسا پتھر جس پر غبار نہ ہو اور اس نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہلِ لغت میں اس بارے میں کوئی اختلاف ہو کہ صعید وجہ ارض ہے۔

یعنی زمین کا چہرہ یا اس کی سطح جس میں مٹی اور اس کی ہم جنس تمام اشیاء ہوتی ہیں۔ اور حدیثِ پاک میں تو خود الارض کا ذکر ہے جس کا معنی زمین ہے جس میں اس کے تمام اجزاء اور ہم جنس آ گئے۔ جیسے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمان ہے۔ ''عَلَيْكُمْ بِالْاَرْضِ'' زمین کو لازم پکڑو یعنی اس سے طہارت حاصل کرو نیز آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔

(۲۲۴)عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِىَ الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا'' (رواہ الترمذی)[3]

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک کنندہ بنادی گئی ہے۔

[1] جامع المسانید ص ۲۳۳

[2] زجاجۃ ص ۱۴۶ بخاری ج ۱ ص ۴۸ [3] زجاجۃ ص ۱۴۷

یعنی ہر جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور زمین پر ہر جگہ تیمم کر سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ تیمم صرف مٹی پر ہوسکتا ہے اس کی دوسری ہم جنسوں پر نہیں۔

تیمم کی سنتیں:

(۱)...بسم اللہ پڑھنا (۲)...ترتیب وار کرنا (۳)...پے درپے کرنا (۴،۵،۶)...ہاتھ رکھنے کے بعد آگے پیچھے کرنا اور جھاڑنا (۷)...ضرب کے وقت انگلیاں کھلی رکھنا [1]

تیمّم کی صورت

پہلے طہارت کی نیّت کرے پھر دونوں ہاتھ پاک زمین پر مار کر انہیں تھوڑا سا جھاڑے پھر انہیں منہ پر اس طرح مل لے کہ بال برابر بھی جگہ خالی نہ رہے اور داڑھی کا خلال بھی کرے پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر بائیں ہتھیلی دائیں ہاتھ اور دائیں ہتھیلی بائیں پہ اس طرح ملے کہ بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے نیچے رکھ کر انہیں کھینچتا اور ملتا ہوا کہنی تک لے جائے پھر اس کی ہتھیلی کو کلائی کے اوپر کھینچتا ہوا انگلیوں تک لے آئے پھر دائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے نیچے رکھ کر بدستور سابق کھینچتا ہوا کہنی تک لائے پھر اس کی ہتھیلی اوپر کر کے کھینچتا ہوا انگلیوں تک لے آئے پھر انگلیوں میں باہم خلال اس طرح کرے کہ انگلیوں کے مابین کوئی جگہ خالی نہ رہے۔ اس ترکیب کا اجمالی ذکر اگلی احادیث مبارکہ میں دیکھئے۔

(۲۲۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّا نَكُوْنُ بِالرِّمَادِ الْاَشْهُرَ الثَّلَاثَةَ اَوِ الْاَرْبَعَةَ وَيَكُوْنُ فِيْنَا الْجُنُبُ وَالنُّفَسَآءُ وَ الْحَائِضُ وَلَسْنَا نَجِدُ الْمَآءَ فَقَالَ "عَلَيْكُمْ بِالْاَرْضِ" ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ لِوَجْهِهٖ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً اُخْرٰى فَمَسَحَ بِهَا عَلٰى يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ (رواه احمد)[2]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کچھ بدوی لوگ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم تین، تین چار چار مہینے ریتلے میدانوں میں رہتے ہیں۔ ہمارے بیچ جنبی مرد اور حیض و نفاس والی عورتیں بھی ہوتی ہیں مگر ہمیں پانی نہیں ملتا تو آپ نے فرمایا زمین کو لازم پکڑ لو اسکے بعد آپ نے اپنے ہاتھ اپنے چہرے کیلئے ایک دفعہ زمین پر مارے (اور منہ پر ملے) پھر دوسری ضرب ماری اور انکو اپنے ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مَل لیا۔

[1] نور الایضاح ص ۳

[2] زجاجة ص ۱٤۷

(۲۲۶) وَعَنِ الْاَسْلَعِ قَالَ اَرَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَمْسَحُ فَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ رَفَعَهُمَا لِوَجْهِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً اُخْرٰى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ بَاطِنَهُمَا وَظَاهِرَهُمَا حَتّٰى مَسَّ بِيَدَيْهِ الْمِرْفَقَيْنِ (رواه البيهقي و الدار قطني)[1]

حضرت اسلع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دکھلایا کہ میں کیسے تیمم کروں؟ چنانچہ آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور انہیں چہرے کے لئے اٹھایا پھر ایک اور ضرب ماری تو اسے اپنی کلائیوں کے اندر اور باہر کی طرف پھیر لیا حتی کہ ہاتھوں کو کہنیوں پر بھی مَل لیا۔

(۲۲۷) رَوٰى سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَيَمَّمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبْنَا بِاَيْدِيْنَا عَلَى الصَّعِيْدِ الطَّيِّبِ ثُمَّ نَفَضْنَا اَيْدِيْنَا فَمَسَحْنَا بِهِمَا وُجُوْهَنَا ثُمَّ ضَرَبْنَا ضَرْبَةً اُخْرٰى عَلَى الصَّعِيْدِ الطَّيِّبِ ثُمَّ نَفَضْنَا اَيْدِيْنَا فَمَسَحْنَا بِاَيْدِيْنَا مِنَ الْمَرَافِقِ اِلَى الْكَفِّ عَلٰى مَنَابِتِ الشَّعْرِ مِنْ ظَاهِرٍ وَّ بَاطِنٍ (رواه الدار قطني)[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تیمم کیا پہلے ہم نے اپنے ہاتھ پاک مٹی پر مارے پھر اپنے ہاتھوں کو جھاڑا اور اپنے چہروں کا مسح کیا پھر دوسری باری پاک مٹی پر ہاتھوں کو مارا اور جھاڑا پھر اپنے ہاتھوں کا مسح کیا کہنیوں سے لے کر ہتھیلیوں تک، بالوں کے اگنے کی جگہ پر باہر سے بھی اور اندر سے بھی۔

(۲۲۸) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِى التَّيَمُّمِ قَالَ تَضَعُ رَاحَتَيْكَ فِى الصَّعِيْدِ فَتَمْسَحُ وَجْهَكَ ثُمَّ تَضَعُهُمَا الثَّانِيَةَ فَتَنْفُضُهُمَا فَتَمْسَحُ يَدَيْكَ وَ ذِرَاعَيْكَ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ (اخرجه الامام محمد فى الآثار)[3]

جناب ابراہیم ؒ سے تیمم کے بارے میں روایت ہے کہ تو اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ لے پھر اپنے منہ کا مسح کر پھر انہیں دوبارہ زمین پر مار کر اور جھاڑ کر اپنے ہاتھوں اور کلائیوں کا کہنیوں سمیت مسح کر لے۔

تیمّم کی مدّت غیر محدود ہے

اگر پانی نہ ملے یا پانی پر قادر نہ ہو جائے تو غیر محدود وقت تک تیمّم کرتا رہے اگرچہ سالہا سال گذر جائیں جیسے آئندہ حدیث شریف میں مذکورہ ہے۔

[1] زجاجة ص ۱۴۸
[2] سنن دار قطنی ص ۱۸۰/۱
[3] جامع المسانید ص ۲۳۳

(۲۲۹) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الصَّعِیْدَ الطَّیِّبَ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَ اِنْ لَّمْ یَجِدِ الْمَآءَ عَشْرَ سِنِیْنَ" (رواہ احمد و الترمذی)[1]

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بیشک پاک مٹی مسلمانوں کے لئے وضو ہے (پاک کرنیوالی ہے) اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔

اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ تیمم اس وقت تک ممتد ہوسکتا ہے جب تک کہ ناقض وضو نہ پایا جائے۔ دوسرے یہ کہ پانی نہ ملے یا اس پر قدرت نہ ہو تو دس سال تک مسلسل تیمم کرتا رہے۔

تیمّم سے جتنی چاہے نمازیں پڑھ سکتا ہے

(۲۳۰) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلصَّعِیْدُ الطَّیِّبُ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَاِنْ لَّمْ یَجِدِ الْمَآءَ عَشْرَ سِنِیْنَ" (رواہ النسائی فی سننہ ۱ / ۱۷۱، و روی البخاری)

(۲۳۱) "اَلصَّعِیْدُ الطَّیِّبُ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ یَکْفِیْهِ مِنَ الْمَآءِ" وَقَالَ الْحَسَنُ "یُجْزِئُهُ التَّیَمُّمُ مَا لَمْ یُحْدِثْ" (صحیح بخاری)[2]

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کے لئے وضو ہے (پاک کرنیوالی ہے) اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔ (امام بخاریؒ نے روایت نقل کی ہے کہ) پاک مٹی مسلمان کے لئے وضو ہے، اس کو پانی سے کافی ہے اور حسنؒ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ بے وضو نہ ہو تو اس کو تیمم کافی ہے۔

نواقضِ تیمّم: (یعنی تیمّم توڑنے والی چیزیں)

اوّل..... چونکہ تیمّم وضو یا غسل کا قائم مقام ہے اس لئے جن چیزوں سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً پیشاب، پاخانہ اور جنابت وغیرہ۔

دوم..... چونکہ تیمّم پانی نہ ملنے یا پانی پر قدرت نہ ہونے یا پانی کے مضرّت رساں ہونے کی وجہ سے جائز ہوتا ہے اس لئے جب پانی مل جائے یا پانی پر قدرت حاصل ہوجائے یا مضرت کا اندیشہ جاتا رہے تو تیمّم بھی ٹوٹ جائے گا جیسے اگلی روایات سے ثابت ہے۔

(۲۳۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلصَّعِیْدُ الطَّیِّبُ وُضُوْءُ

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا بیشک پاک زمین مسلمانوں کو پاک

[1] مشکوٰۃ ص ۵۴ [2] سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۱ و بخاری

الْمُسْلِمِ وَاِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَآءَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَاِذَا وُجِدَ الْمَآءُ فَلْيَمَسَّهُ بَشَرَهُ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ'' (رواه احمد و الترمذی و غیرہ)[1]

کرنے والی ہے اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔ پس جب کوئی پانی مل جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے جسم پر استعمال کرے اس لئے کہ یہ بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب پانی مل جائے یا اس پر قادر ہو جائے تو اس کا استعمال کرنا واجب ہو جاتا ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ پہلے تیمم ٹوٹ جائے۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت دیکھئے۔

(۲۳۳) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ ''وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ'' نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الْمُسَافِرِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ فَيَتَيَمَّمُ وَ يُصَلِّيْ حَتّٰى يَجِدَ الْمَآءَ (رواه البیہقی و ابن ابی شیبة)[2]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ'' کے بارے میں فرمایا کہ یہ آیت اس مسافر کے بارے میں اُتری ہے جس کو جنابت کی شکایت ہو پس وہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اور ایک روایت میں ہے اور نماز پڑھے یہاں تک کہ پانی پالے۔

یعنی جب تک پانی نہ پالے اگر دوسرے نواقض نہ پائے جائیں تو تیمم نہیں ٹوٹے گا البتہ جب بھی پانی مل گیا یا اس کے استعمال پر قادر ہو گیا تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ پھر اسے تیمم سابق سے یا نئے تیمم سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔

تیمم کب جائز ہوتا ہے؟

قرآنِ پاک میں ''فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً'' علی الاطلاق آیا ہے۔ یعنی جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو۔ اس میں یہ تفصیل نہیں بتلائی کہ بالکل نہ پاؤ یا کسی خاص حد تک نہ پاؤ۔ لیکن اس کی تحدید ضروری ہے کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ پانی کبھی اور کہیں نہ ملے کیونکہ گھر میں نہیں تو باہر سے مل سکتا ہے قریب نہیں تو دور سے مل سکتا ہے۔ میل کے اندر نہیں تو دو میل، دس میل یا سو میل سے مل سکتا ہے۔ پھر تو تیمم کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ مگر ایسا پانی ملنے سے کیا فائدہ جس تک پہنچتے پہنچتے وقتی نماز ہی قضا ہو جائے۔ یا عمر ہی فنا ہو جائے۔ اس لئے علماء کرام نے ایک میل شرعی[3] اس کی حد مقرر کی ہے کیونکہ اس سے زیادہ میں ناقابلِ برداشت حرج ہے۔ اور اللہ پاک فرماتے ہیں۔

''وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ'' (القرآن الحکیم)[4] اسنے دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں رکھی

اسی حرج کی وجہ سے مریض کو تیمم کی اجازت ہے ورنہ پانی تو اس کے پاس موجود ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے استعمال سے مرض

[1] مشکوٰۃ ص ٥٤ [2] زجاجة ص ١٤٧

[3] شرعی میل ۱۹۸۰ گز کا ہوتا ہے جبکہ انگریزی میل ۱۷۶۰ گز کا ہے۔ عماد الدین [4] پ ١٧ ع ١٧

بڑھ جانے یا موت واقع ہو جانے کا خطرہ ہے اس لئے ایسی تمام صورتوں میں تیمم جائز ہے پانی نہ ملنے کی وجہ سے نماز ضائع ہو جانے کا حرج ہو یا پانی ہونے کے باوجود اس کے استعمال میں نا قابلِ برداشت حرج ہو جیسے پیاسے مرجانے کا حرج یا بیمار ہو جانے کا حرج، یا بیماری بڑھ جانے کا حرج، یا موت واقع ہو جانے کا حرج، یا قافلہ نکل جانے کا حرج، یا گاڑی چھوٹ جانے کا حرج، یا جنازہ فوت ہو جانے کا حرج یا نماز عید نکل جانے کا حرج وغیرہ۔ اس کا اجمالی حکم تو قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ (القران الكريم)[1]

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم بیت الخلاء سے ہو کر آئے ہو یا تم نے عورتوں سے مجامعت کی ہے لیکن تمہیں پانی نہیں ملتا تو پاک مٹی سے تیمم کر لو پس اپنے چہروں اور ہاتھوں کو (مٹی سے) مسح کر لو۔

مریض، مسافر بے وضو اور جنبی کی تفصیلی صورتوں کے لئے اگلی احادیث مبارکہ کا مطالعہ فرمائیں۔

سفر میں پانی کی نایابی کی وجہ سے وضو کے لئے تیمّم

(۲۳٤) وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّىْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَ اَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَ لَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَ لَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّ لَيْسَ مَعَهُمْ مَّآءٌ فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِىْ قَدْ نَامَ

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نکلے جب ہم مقامِ بیداء یا ذات الجیش تک پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا رسول اللہ ﷺ نے اسکی تلاش کیلئے پڑاؤ ڈال دیا اور سب لوگ بھی آپکے ساتھ ٹھہر گئے وہاں چونکہ پانی نہیں تھا۔ اس لئے لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کو اور دوسرے لوگوں کو روک رکھا ہے حالانکہ یہاں پانی نہیں ہے اور نہ ہی ان کے پاس پانی ہے، پس ابوبکر صدیق آئے جب کہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر مبارک رکھے سو رہے تھے۔ آ کر کہنے لگے تو نے رسول اللہ ﷺ اور سارے لوگوں کو روک رکھا ہے حالانکہ یہاں پانی نہیں اور نہ ہی

[1] القرآن پ ٦ ع ٦

فَقَالَ حَبَسْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ النَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّ لَيْسَ مَعَهُمْ مَّآءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِىْ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَ جَعَلَ يَطْعَنُنِىْ بِيَدِهٖ فِىْ خَاصِرَتِىْ فَلَا يَمْنَعُنِىْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِىْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَآءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مَا هِىَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِىْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ (رواہ البخاری)[1]

انکے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بہت ڈانٹا اور کہا جو اللہ نے چاہا اور وہ میری کوکھ میں اپنے ہاتھ سے چوکے مارتے جاتے تھے۔ مجھے حرکت کرنے سے صرف اس بات نے روک رکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے حالانکہ پانی نہیں تھا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے تیمّم کی آیت اتار دی اور لوگوں نے تیمم کرلیا۔ تو حضرت اسید بن حضیرؓ نے کہا اے آلِ ابوبکر یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے (تمہاری وجہ سے اس قسم کی سینکڑوں برکتیں ہمیں پہلے بھی حاصل ہوتی رہی ہیں) حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اسکے نیچے سے ہار مل گیا۔

حضر میں پانی کی نایابی کیوجہ سے وضو کے لئے تیمّم

(۲۳۵) وَ اَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ اَرْضِهٖ بِالْجُرُفِ فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلّٰى ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ وَ الشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَ لَمْ يُعِدْ (رواہ البخاری)[2]

حضرت ابنِ عمرؓ اپنی جرف والی زمین سے واپس آرہے تھے کہ مربدِ نعم (اونٹوں کے باڑے) میں انہیں عصر کا وقت ہوگیا توانہوں نے (تیمّم کرکے) نماز پڑھ لی۔ پھر مدینہ میں داخل ہوئے اور نماز نہیں لوٹائی حالانکہ سورج ابھی بلندی پر تھا۔

یہ مقام مدینہ منورہ سے صرف دو میل کے فاصلہ پر ہے تو آپ نے وہاں بھی تیمّم کرکے نماز پڑھ لی۔ پس معلوم ہوا کہ اپنے مقام پر بھی اگر پانی نہ ہو اور میل سے پہلے ملنے کی امید نہ ہو تو تیمّم کرکے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اور اگر بعد میں پانی تک پہنچ جائے یا پانی وہاں تک پہنچ جائے تو وقت باقی ہونے کے باوجود اس پڑھی ہوئی نماز کو دوبارہ دھرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

[1] بخاری شریف ص۲۸

[2] بخاری شریف ص ۴۸/۱

سفر میں پانی کی نایابی کی وجہ سے غسل کے لئے تیمّم

(۲۳۶)عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا مُعْتَزِلًا وَ لَمْ يُصَلِّ فِى الْقَوْمِ فَقَالَ "يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ فِى الْقَوْمِ" فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَصَابَتْنِىْ جَنَابَةٌ وَ لَا مَاءَ قَالَ "عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهُ يَكْفِيْكَ" (رواه الشيخان)[1]

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو علیحدہ بیٹھے ہوئے دیکھا جس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے اس سے پوچھا اے فلاں! تجھے جماعت کیساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا اسنے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جنبی ہوں (یعنی مجھ پر غسل فرض ہے) لیکن نہانے کیلئے پانی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مٹی کو استعمال کرو وہ تجھے کافی ہوجائے گی۔

معلوم ہوا تیمّم وضو ہی کا بدل نہیں بلکہ غسل کا بھی بدل الکل ہے۔

سفر میں موت کے اندیشہ سے غسل کے لئے تیمّم

(۲۳۷)عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اِحْتَلَمْتُ لَيْلَةً بَارِدَةً فِىْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَشْفَقْتُ اِنْ اَغْتَسِلْ فَاَهْلِكُ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِاَصْحَابِىَ الصُّبْحَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "يَا عَمْرُو صَلَّيْتَ بِاَصْحَابِكَ وَ اَنْتَ جُنُبٌ" فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِىْ مَنَعَنِىْ مِنَ الْاِغْتِسَالِ وَ قُلْتُ اِنِّىْ سَمِعْتُ اللّٰهَ "وَ لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا" فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا (رواه ابی داود)[2]

حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ مجھے غزوہ ذات السلاسل کی ایک ٹھنڈی رات میں احتلام ہوگیا میں ڈرا کہ اگر غسل کروں گا تو ہلاک ہوجاؤں گا تو میں نے تیمّم کرکے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھادی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا عمرو بن العاصؓ تو نے جنبی ہونے کے باوجود اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھادی۔ میں نے اس خطرے سے آپ کو آگاہ کیا جس نے مجھے غسل سے روک دیا تھا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام سنا ہے کہ "وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ" الخ یعنی اپنے آپکو قتل نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ تو تمہارے اوپر مہربان ہے آنحضرت ﷺ میرا یہ استدلال سن کر ہنس دیئے اور کچھ نہیں فرمایا۔

[1] بخاری ص ۴۹ [2] ابوداؤد ص ۴۸

پیاسے مرجانے کے خوف سے غسل کے لئے تیمّم

(۲۳۸)عَنْ عَلِیٍّ فِی الرَّجُلِ یَکُوْنُ فِی السَّفَرِ فَتُصِیْبُهُ الْجَنَابَةُ وَ مَعَهُ الْمَآءُ الْقَلِیْلُ یَخَافُ اَنْ یَّعْطِشَ قَالَ یَتَیَمَّمُ وَ لَا یَغْتَسِلُ (رواہ الدار قطنی)[1]

حضرت علیؓ سے ایسے شخص کے متعلق روایت ہے جو سفر میں جنبی ہو گیا اور اس کے پاس تھوڑا سا پانی بھی ہے مگر وہ ڈرتا ہے کہ اگر وہ غسل کرے گا تو پیاسا مر جائے گا۔ آپ نے فرمایا وہ تیمّم کرلے غسل نہ کرے۔

نماز جنازہ فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمّم

(۲۳۹)عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ اُتِیَ بِجَنَازَةٍ وَّ هُوَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَتَیَمَّمَ وَ صَلّٰی عَلَیْهَا (رواہ الدار قطنی و البیہقی فی المعرفۃ)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک جنازہ لایا گیا جب کہ وہ بے وضو تھے۔ تو انہوں نے تیمّم کر کے اس کی نماز پڑھا دی۔

(۲٤۰)وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا جَآئَتِ الْجَنَازَةُ وَ اَنْتَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَتَیَمَّمْ" (رواہ ابن عدی)[3]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تیرے پاس جنازہ آجائے اور تو بے وضو ہو تو تیمّم کر لیا کر۔

(۲٤۱) وَعَنْهُ قَالَ "اِذَا خِفْتَ اَنْ تَفُوْتَكَ الْجَنَازَةُ وَ اَنْتَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَتَیَمَّمْ وَ صَلِّ" (رواہ ابن ابی شیبۃ)[4]

اور آپؓ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تجھے نماز جنازہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اور تو بے وضو ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لیا کر۔

یہ روایات اگرچہ نماز جنازہ کے متعلق ہیں لیکن نمازِ عید بھی چونکہ جنازہ ہی کی طرح ایسی نماز ہے جس کی قضا نہیں ہوتی اس لئے اس کے نکل جانے کا خوف ہو تو قیاساً اسے بھی تیمّم کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

تیمّم نماز کے آخر وقت میں کرے

چونکہ نماز کے وقت کے اندر اندر پانی مل جانے کی امید ہوتی ہے اس لئے نماز کو آخر وقت تک مؤخر کر کے پڑھنا چاہئے۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

[1] زجاجۃ ص ۱٤۸ [2] زجاجۃ ص ۱٤۹
[3] زجاجۃ ص ۱٤۹ [4] زجاجۃ ص ۱٤۹

(۲۴۲) عَنْ عَلِيٍّ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَآءَ فَلْيُؤَخِّرِ التَّيَمُّمَ إِلَى الْوَقْتِ الْآخِرِ (رواہ عبدالرزاق)[1]

حضرت علی سے روایت ہے کہ جب پانی نہ ملے تو تیمم کو آخر وقت تک مؤخر کرے۔

یہ حکم پانی نہ پانے والے کے لئے ہے لیکن جو شخص پانی پر قادر نہ ہو اس کے لئے تاخیر کی نہ کوئی وجہ ہے اور نہ ہی کوئی فائدہ۔

مسئلہ فاقد الطہورین

یعنی جس شخص کو پانی نہ ملے کہ وضو کر سکے اور مٹی نہ ملے کہ تیمم کر سکے وہ کیا کرے؟

اس بارے میں فقہاءِ کرام میں اختلاف ہے کیونکہ اصل اصول تو یہی ہے کہ جسکی طہارت نہ ہو اسکی نماز نہیں ہوتی۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے "لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طَهُوْرٍ" [2] ترمذی اور تفسیر مظہری میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں فرماتے ہیں فاقد الطہورین نماز نہ پڑھے، پھر امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسکی قضا لازم ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک قضا بھی نہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں ایسا شخص بغیر طہارت نماز پڑھ لے لیکن امام شافعی کے نزدیک حصولِ طہارت کے بعد اس پر قضا لازم ہے۔ مگر امام احمد کے نزدیک کوئی قضا نہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنابت والے کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ غسل نہ کرلے اور پانی نہ ملنے والے کو منع کیا ہے جب تک وہ تیمم نہ کرلے۔ اور فاقد الطہورین نہی میں داخل ہوگا۔ یعنی وہ نماز نہیں پڑھے گا۔ (درمختار ص ۳۴/۱) مطبع مجتبائی دہلی میں ہے کہ جسکو پانی اور مٹی دونوں نہ مل سکیں مثلاً کسی ناپاک اور نجس مکان میں قید ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نماز کو مؤخر کردے اور اس حالت میں نہ پڑھے لیکن صاحبین کے نزدیک وہ تشبہ بالمصلین کرے یعنی نمازیوں کیساتھ مشابہت کرے۔ یعنی جیسے وہ کر رہے ہوں ویسے یہ بھی کرے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" [3] یعنی جو جو شخص جس قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے سمجھا جائیگا۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح حائضہ عورت رمضان میں دن کے وقت حیض سے پاک ہو جائے یا مسافر دن کے وقت مقیم ہو جائے تو ان کو تشبہ بالصائمین کرنا چاہئے اس مہینہ کے احترام کی وجہ سے باقی ماندہ دن میں وہ کھانے سے پرہیز کرے۔ اور پھر بعد رمضان اس کو قضا کرے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ کا رجوع بھی اسی طرف ہے۔ اس تشبہ کے کئی نظائر موجود ہیں۔ چنانچہ احادیث میں صوم، عاشورہ کے سلسلے میں منقول ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔

(۲۴۳) أَصُمْتُمْ يَوْمَكُمْ هٰذَا قَالُوْا "لَا" قَالَ "فَاَتِمُّوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ" (رواہ ابوداود)[4]

کیا تم نے اس دن کا روزہ رکھا ہے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا نہیں رکھا؟ تو آپ نے فرمایا باقی ماندہ دن کو روزہ داروں کی طرح گزارو۔

---

[1] زجاجة ص ۱۴۹ [2] ترمذی ص ۲۶، تفسیر مظہری ص ۱۳۲/۲
[3] ابوداؤد ص ۲۰۳/۱ [4] ابو داؤد ص ۳۳۲/۱

پھر اس کو قضا کر لینا عاشورہ کا روزہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے فرض تھا۔

اس کی دوسری مثال فقہائے کرام اور محدثین فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا حج فاسد ہو جائے تو وہ شخص "یَصْنَعُ كَمَا يَصْنَعُوْنَ" یعنی وہ اس طرح افعال حج کرتا ہے جس طرح دوسرے حاجی کرتے ہیں اور پھر آئندہ سال اس کی قضا کرے گا اور قضا کی دلیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ "دَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُقْضٰى" (رواہ مسلم)[1] اللہ تعالیٰ کا فرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام سفیان ثوریؒ اور امام اوزاعی سب کے نزدیک قضا واجب ہے۔ (فتح الملہم)[2]

امام نسائی نے ایک باب باندھ کر یہ مسئلہ بتلایا ہے۔ "بَابُ مَنْ لَا يَجِدُ الْمَآءَ وَلَا الصَّعِيْدَ" یعنی جو شخص پانی اور مٹی دونوں نہ پائے اور اس باب میں وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ والے واقعے کی حدیث لائے ہیں "فَصَلُّوْا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ" کہ پانی نہ ملنے پر صحابہ کرامؓ نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔

[1] مسلم ص ۱/۳۶۲ [2] فتح الملہم ص ۱/۳۸۷

باب الغُسل

غسل سے مراد ہے سارے جسم کا دھونا اور یہ طہارت کی آخری سٹیج ہے کیونکہ سب سے پہلی سٹیج ہے استنجا کرنا، جس سے مراد ہے قضائے حاجت کے بعد شرمگاہ کا دھونا۔ دوسری سٹیج ہے وضو کرنا، اس کا مطلب ہے، جسم کے ان اطراف کا دھونا یا مسح کرنا جن سے بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا جاتا ہے۔ تیسری سٹیج ہے غسل کرنا، جس سے مراد ہے سارے جسم کا دھونا اور یہ بات ظاہر ہے کہ طہارت کی آخری سٹیج تب ہی آئے گی۔ جب کہ پلیدی بھی آخری سٹیج پر پہنچی ہوئی ہو (اور وہ پلیدی ہے جنبی مرد و عورت، یا حیض، نفاس سے فارغ ہونے والی عورتوں کی، پس ایسے مرد و عورت کے لئے تو غسل فرض ہوتا ہے اور ان کے ماسوا کبھی سنّت اور کبھی مستحب)

غسل فرض کی قسمیں

غسل فرض کی تین قسمیں ہیں۔

(۱).... غسل جنابت (۲).... غسل حیض (۳).... غسلِ نفاس

غسل فرض کے فرائض: (۱).. کلی کرنا (۲).. ناک میں پانی ڈالنا مبالغے کے ساتھ۔ (۳).. سارے جسم کو دھونا

غسلِ جنابت: جنابت کی پھر دو قسمیں ہیں۔(۱) جنابت بالجماع۔ (۲) جنابت بالانزال۔

جب مرد و عورت جماع کریں تو وہ جنبی ہو جاتے ہیں یعنی ان پر غسل واجب ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس آیتِ قرآنی میں ہے۔

''وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا'' (القرآن الحکیم) [1] یعنی اگر تم جنبی ہو چکے ہو تو خوب طہارت حاصل کرو یعنی غسل کرو۔

جماع کی صورت میں انزال کا ہونا بھی شرط نہیں صرف حشفہ کا غائب ہو جانا کافی ہے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲٤٤) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ''اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ'' رواه الشيخان و زاد مسلم و احمد [2] ''وَ اِنْ لَّمْ يُنْزِلْ''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا مرد جب عورت کی چار شاخوں (دو ہاتھ دو پاؤں) کے درمیان بیٹھے اور اسکے ساتھ جدو جہد کرے تو بیشک غسل واجب ہو گیا۔

[1] پارہ ٦ ع ٦ [2] آثار السنن ص ٢٥ ، بخاری ص ٤٣/٢

تو معلوم ہوا کہ جماع میں وجوبِ غسل کے لئے انزال شرط نہیں صرف اس جدو جہد میں مصروف ہو جانا شرط ہے جسے حنفیہ نے غیوبت حشفہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور عمروؓ بن شعیب کی روایت میں اس لفظ کی تشریح بھی موجود ہے، دیکھئے۔

(۲۴۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُوْجِبُ الْمَآءَ إِلَّا الْمَآءُ، فَقَالَ ''إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَ غَابَتِ الْحَشْفَةُ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ'' (رواه الطبراني فی معجمه الاوسط وروى الامام ابو محمد عبد الله بن وهب فی مسنده مثله)[۱]

جناب عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے، پھر اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! کیا غسل بغیر انزال کے بھی واجب ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا۔ خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

اسی روایت کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

(۲۴۶) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ ''مِمَّا يُوْجِبُ الْغُسْلَ اِلْتِقَاءُ الْخِتَانَيْنِ وَ غُيُوْبَةُ الْحَشْفَةِ أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ (اخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی مسنده)[۲]

جناب عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ اور دادا کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں ان میں سے التقاءِ ختانین اور حشفے کا غائب ہونا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

طبرانی کی روایت میں ''أَيُوْجِبُ الْمَآءَ إِلَّا الْمَآءُ'' کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ''اَلْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ'' کے الفاظ منسوخ ہیں یعنی یہ حکم پہلے تھا کہ غسل کا پانی انزال کے پانی سے واجب ہوتا ہے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کی روایت میں اس منسوخی کی تصریح بھی موجود ہے۔

(۲۴۷) عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَ الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا (رواه الترمذی)[۳]

حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ ''اَلْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ'' والا حکم آغازِ اسلام میں ایک رخصتی امر تھا۔ جس سے آخر کار روک دیا گیا۔

[۱] زجاجة ص ۱۱۲ [۲] جامع المسانيد س ۲۵۷
[۳] معارف السنن ص ۳۷۱، مشکوٰة س ۴۹

یعنی آخری اور حتمی حکم یہی ہے کہ غیوبتِ حشفہ ہی سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے انزال شرط نہیں۔ البتہ ''اَلْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ'' کا ایک محل دوسرا ہو سکتا ہے یعنی احتلام جیسے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے۔

(۲۴۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ فِي الْاِحْتِلَامِ (رواہ الترمذی) [1]

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ''اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ'' احتلام کے بارے میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وجوب غسل کے لئے انزال کی کوئی شرط نہیں۔

(۲۴۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''اِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ (رواہ احمد و مسلم و الترمذی رحمھم اللہ) [2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد اس کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھا پھر شرمگاہ سے شرمگاہ چھو گئی تو غسل بے شک واجب ہو گیا۔

اس حدیث شریف میں صرف چھو جانے کا ذکر ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی کی ایک دوسری روایت میں مرد کے محل ختنہ کا عورت کی شرمگاہ میں سے گزر جانے کی صراحت موجود ہے۔ روایت یہ ہے۔

(۲۵۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ'' (رواہ الترمذی) [3]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد کا حشفہ عورت کی شرمگاہ میں سے گزر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

وضاحت: اس سے معلوم ہوا کہ صرف شرمگاہوں کے چھو جانے سے اگرچہ وضو تو ٹوٹ جاتا ہے لیکن غسل واجب نہیں ہوتا جب تک حشفہ غائب نہ ہو جائے البتہ جماع کے علاوہ باقی صورتوں میں انزال شرط ہے احتلام میں بھی اور اِستمناَ میں بھی۔

غسل کا طریقہ

(۲۵۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآءً لِلْغُسْلِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کیلئے پانی رکھا تو آپ نے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے دو

[1] ترمذی ص ۱۶ [2] مسلم ص ۱۷۶ ج ۱

[3] ترمذی شریف ص ۱۶ ، معارف السنن ص ۳۲۹

شِمَالِهٖ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهٗ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهٖ الْأَرْضَ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ وَ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَ يَدَيْهِ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَّكَانِهٖ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ

(رواه البخاری)[۱]

یا تین دفعہ پھر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور اس سے اپنے ذکر وغیرہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھولیا پھر اپنے سارے جسم پہ پانی بہالیا پھر اس جگہ سے ہٹ کر اپنے پاؤں دھوئے۔

(۲۵۲) عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْئَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يَاْخُذُ الْمَآءَ فَيُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِيْ اُصُوْلِ الشَّعْرِ حَتّٰى اِذَا رَاٰى اَنْ قَدِ اسْتَبْرَاَ حفى عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثًا حَفَيَاتٍ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ اَعْضَآئِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ (صحیحین)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنابت کا غسل فرماتے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور اس سے اپنی شرم گاہ دھوتے پھر نماز والا وضو کرتے پھر پانی لے کر اپنی انگلیاں اپنے بالوں کی جڑوں میں داخل کرتے جب دیکھتے کہ وہ تر ہوگئی ہیں تو وہ اپنے سر پر تین لپ پانی ڈالتے، پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہاتے پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھوتے۔

جنابت بالانزال:

جب مرد اور عورت کی منی شہوت کے ساتھ خارج ہو جائے اور عضو ڈھیلا پڑ جائے خواہ جماع کی صورت میں یا اس کے علاوہ کسی غیر طبعی صورت میں تو بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۲۵۳) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ" (رواه مسلم)[۳]

حضرت ابوسعید خدری ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پانی سے پانی واجب ہو جاتا ہے یعنی جب انزال ہو جائے تو پانی کا استعمال یعنی غسل ضروری ہو جاتا ہے۔

[۱] صحیح البخاری ص ۷۱ ج ۱
[۲] مسلم ص ۱۴۷ [۳] مسلم ص ۱۷۵

احتلام سے مرد وعورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے

(۲۵۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَ لَا يَذْكُرُ اِحْتِلَامًا قَالَ ''يَغْتَسِلُ'' وَ عَنِ الرَّجُلِ يَرٰى اَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَ لَمْ يَجِدْ بَلَلًا قَالَ ''لَا غُسْلَ عَلَيْهِ'' قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ تَرٰى ذٰلِكَ غُسْلٌ قَالَ ''نَعَمْ اِنَّ النِّسَآءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ'' (رواه الترمذی)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو اپنے کپڑے پر تری دیکھتا ہے لیکن اسے احتلام یاد نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ غسل کرے اور ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جسے احتلام کی شک ہے لیکن کپڑوں پر تری نہیں پاتا؟ آپ نے فرمایا اسپر کوئی غسل نہیں حضرتِ اُمّ سلمٰی نے استفسار کیا، یا رسول اللہ! کیا عورت پر بھی غسل ہے جب اسے یہ صورت پیش آئے؟ آپ نے فرمایا ہاں عورتیں مردوں کے جسم پارے ہی تو ہیں (یعنی انکی ہم مثل ہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی احتلام ہوتا ہے اور یہ کہ مردوں ہی کی طرح ان پر بھی غسل واجب ہو جاتا ہے، لیکن دونوں ہی کے لئے کپڑے کا آلودہ پانا ضروری ہے، خواہ احتلام یاد ہو یا نہیں۔ اس کی مزید تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

(۲۵۵) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنَ الْغُسْلِ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ ''نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَآءَ'' فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْاَةُ قَالَ ''نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا'' وزاد مسلم برواية ام سليم (۲۵۶) ''اِنَّ مَآءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ اَبْيَضُ

حضرتِ اُمِّ سلمٰیؓ کہتی ہیں کہ اُمِ سلیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں کرتے تو کیا عورت پر بھی غسل ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں جبکہ پانی (منی) دیکھ لے یہ سن کر اُم سلمہؓ نے شرم کیوجہ سے چہرہ ڈھانپ لیا اور کہا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے (پیار سے) فرمایا تیرا داہنا ہاتھ خاک آلودہ ہو، ہاں بیشک ورنہ اسکا بچہ اسکے مشابہ کیوں ہوتا ہے۔ اور امام مسلمؒ نے حضرت ام سلیمؓ سے یہ زیادہ کیا

[1] ترمذی ص ۱۶

وَمَآءُ الْمَرْاَةِ رَقِيْقٌ اَصْفَرُ فَمِنْ اَيِّهِمَا عَلَا اَوْ سَبَقَ يَكُوْنُ مِنْهُ الشَّبَهُ''
(متفق عليه)[1]

ہے ''بیشک آدمی کی منی گاڑھی اور سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی اور زرد ہوتی ہے پس دونوں میں سے جسکی چڑھ جائے یا سبقت کر جائے اسی سے مشابہت ہو جاتی ہے۔

اس حدیثِ پاک سے کئی باتیں معلوم ہوئیں

(۱)..... مرد کی طرح عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

(۲)..... کسی ضروری مسئلہ کی تحقیق میں عورت کو شرم نہیں کرنی چاہئے کیونکہ جو تحقیقِ حق سے شرمائے گی وہ باطل میں ضرور مبتلا ہوگی۔ اگر نہیں پوچھے گی تو اسکی جہالت کیسے دور ہوگی؟ اس لئے اُمِ سلیم نے ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ'' کی تمہید باندھ کر اپنی ضرورت کا مسئلہ بے تکلف پوچھ لیا اور آنحضرت ﷺ نے بے تکلف بتلا دیا۔

مرد اور عورت ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں

(۲۵۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِغْتَسَلَ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَفْنَةٍ ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ ''اِنَّ الْمَآءَ لَا يُجْنِبُ''
(رواه الترمزى والبخارى بلفظ مختلف)[2]

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی ایک بیوی نے ایک لگن سے پانی لے کر غسل کیا۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا پانی تو جنبی نہیں ہوتا یعنی آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی اسی سے غسل کیا۔

(۲۵۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّمَا اغْتَسَلْتُ فِيْ قَصْعَةٍ ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَسَلَ فِيْهَا قَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ ''اِنَّ الْمَآءَ لَا يُجْنِبُ''
(فتح الرحمن، بخارى بلفظ مختلف)[3]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک لگن کے اندر غسل کیا پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے بھی اس میں سے (پانی) لے کر غسل کر لیا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو جنبی تھی آپؐ نے فرمایا پانی جنبی نہیں ہوتا۔

[1] مشكوٰة ص ۴۸ و بخارى ص ۴۲ ج ۱ و مسلم ص ۱۶۵

[2] رواه الترمذى والبخارى بلفظ مختلف ص ۴۰

[3] بخارى شريف ص ۱/۱۸۹ بلفظ مختلف

مرد وعورت کی منی کی تشخیص اور بچے کی مشابہت

مرد کی منی گاڑھی اور سفید ہوتی ہے جب کہ عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ اس میں سے جس کا انزال پہلے ہو جائے بچہ اسی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

(۲۵۹) وَزَادَ مُسْلِمٌ بِرِوَايَةِ أُمِّ سُلَيْمٍ "إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيِّهِمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشَّبَهُ" (رواہ مسلم)[1]

اور امام مسلمؒ نے حضرت ام سلیمؓ سے یہ زیادہ کیا ہے "بیشک آدمی کی منی گاڑھی اور سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی اور زرد ہوتی ہے پس دونوں میں سے جسکی منی چڑھ جائے یا سبقت کر جائے اسی سے مشابہت ہو جاتی ہے۔

مذی اور ودی کی تعریف اور ان کا حکم

(۲۶۰) عَنْ قَتَادَةَ وَ عِكْرِمَةَ قَالَا هِيَ ثَلَاثَةٌ الْمَنِيُّ وَ الْمَذِيُّ وَ الْوَدِيُّ أَمَّا الْمَنِيُّ فَهُوَ الدَّافِقُ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ الشَّهْوَةُ وَ مِنْهُ يَكُونُ الْوَلَدُ فَفِيهِ الْغُسْلُ وَ أَمَّا الْمَذِيُّ فَهُوَ الَّذِي يَخْرُجُ إِذَا لَاعَبَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَفِيهِ غَسْلُ الْفَرْجِ وَ الْوُضُوءُ وَ أَمَّا الْوَدِيُّ فَهُوَ الَّذِي يَكُونُ مَعَ الْبَوْلِ وَ بَعْدَهُ فَفِيهِ غَسْلُ الْفَرْجِ وَ الْوُضُوءُ (رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ)[2]

جناب قتادہ اور عکرمہ رحمہما اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ تین چیزیں ہیں منی، مذی اور ودی۔ لیکن منی تو ایسا پانی ہے جو کود کر نکلتا ہے اور اس کے اندر شہوت ہوتی ہے اور اسی سے بچہ پیدا ہوتا ہے، پس اسمیں تو غسل ہے۔ لیکن مذی تو وہ ایسا پانی ہے جو اس وقت نکلتا ہے جب مرد اپنی بیوی سے کھیلتا ہے پس اس میں استنجا اور وضو ہے۔ لیکن ودی تو وہ ایسے قطرات ہیں جو پیشاب کے ساتھ یا اس کے بعد نکلتے ہیں، اور اس میں بھی استنجا اور وضو ہے۔

مذی میں استنجا ہے غسل نہیں ہے

(۲۶۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يُوجِبُ الْغُسْلَ وَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ بَعْدَ

حضرت عبداللہ بن سعد انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا غسل کن چیزوں سے واجب ہوتا ہے اور جو پیشاب

[1] مسلم ص ۱۶۵ [2] نصب الرایۃ ص ۹۳

الْمَآءِ فَقَالَ "ذٰلِكَ الْمَذِیُّ وَ كُلُّ فَحْلٍ يُمْذِیْ فَتَغْسِلُ مِنْ ذٰلِكَ فَرْجَكَ وَ اُنْثَيَيْكَ وَ تَوَضَّأْ وُضُوْئَهٗ لِلصَّلٰوةِ" (رواه ابوداود فی باب المذی)۱

کے پانی کے بعد پانی آتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو مذی ہے اور ہر سانڈھ کو مذی آتی ہے اس سے اپنے ذکر اور خصیوں کو دھو کر نماز والا وضو کر لیا کرو۔

اسی معنی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے جسے صاحبِ ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔

(۲۶۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ "اَلْمَنِیُّ خَاثِرٌ اَبْيَضُ يَنْكَسِرُ مِنْهُ الذَّكَرُ وَ الْمَذِیُّ رَقِيْقٌ يَضْرِبُ اِلَى الْبَيَاضِ يَخْرُجُ عِنْدَ مُلَاعَبَةِ الرَّجُلِ اَهْلَهٗ وَ الْوَدِیُّ الْغَلِيْظُ مِنَ الْبَوْلِ يَتَعَقَّبُ الرَّقِيْقَ مِنْهُ خُرُوْجًا" (هداية)۲

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے کہ منی سفید رنگ کا گاڑھا پانی ہوتا ہے اسکے نکلنے کے بعد ذکر ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور مذی پتلا سا سفیدی مائل پانی ہوتا ہے جو اسوقت نکلتا ہے جب مرد اپنی بیوی سے کھیلتا ہے اور ودی گاڑھی قسم کا پیشاب ہے جو پتلے پیشاب کے بعد آتا ہے۔

جنبی کے لئے ناجائز کام

(۱) قرآنِ پاک کو چھونا (۲) قرآن پاک کا پڑھنا (۳) مسجد میں داخل ہونا (۴) نماز پڑھنا

چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے "لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" (القرآن الحکیم)۳ یعنی بے وضو اور بے غسل آدمی اسے ہاتھ نہ لگائیں یا اسے صرف باطہارت لوگ ہاتھ لگائیں۔

(۲۶۳) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ اِنَّ فِی الْكِتَابِ الَّذِیْ كَتَبَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ "اَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ" (رواه مالك و الدار قطنی)۴

جناب عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لئے جو کتاب لکھی تھی اس میں یہ حکم تھا کہ قرآنِ پاک کو صرف طاہر اور باوضو شخص ہی ہاتھ لگائے۔

(۲۶۴) وَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْجُبُهٗ عَنِ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ اِلَّا الْجَنَابَةُ (رواه الترمذی مع اصحابه السنن الاربع)۵

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآنِ کریم پڑھنے سے جنابت کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔

۱ ابو دائود ص ۲۱۱ ۲ ہدایة ص ۳۳/۱
۳ پ ۲۷ ع ۱۶
۴ مؤطا امام مالك ص ۱۸۵
۵ مشکوٰة ص ۴۹، نصب الراية ص ۱۱۶

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جنبی آدمی نہ قرآنِ کریم کو چھو سکتا ہے اور نہ ہی پڑھ سکتا ہے۔ لیکن بے وضو آدمی قرآن کریم کو چھو تو نہیں سکتا مگر زبانی تلاوت کر سکتا ہے۔ یہاں قرآن سے مراد کم از کم ایک آیت یا اس سے زیادہ ہے۔ جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ کے اس اثر سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲٦٥) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ "اَرْبَعَةٌ لَا يَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ اَلْاٰيَةَ اَوْ نَحْوَهَا الْجُنُبُ وَ الَّذِيْ عَلَى الْغَائِطِ وَ الَّذِيْ يُجَامِعُ وَ فِيْ الْحَمَّامِ" (رواه الامام محمد فی الاثار)[۱]

جناب ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ چار آدمی قرآنِ کریم نہیں پڑھ سکتے جنبی، پیشاب یا پاخانہ کرنے والا، جو شخص جماع میں مصروف ہو اور جو شخص حمام میں ننگا نہا رہا ہو۔

لیکن اگر ایک آیت سے کم ہو یا الگ الگ حروف ہوں تو پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۲٦٦) عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَالَ يَقْرَءُ الْجُنُبُ مِنَ الْقُرْاٰنِ حَرْفًا وَّاحِدًا" (اخرجه الحافظ طلحة بن محمد)[۲]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنبی آدمی قرآنِ کریم میں سے ایک حرف پڑھ سکتا ہے۔

(۲٦٧) وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَاِنِّيْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّ لَا جُنُبٍ (رواه ابو داود)[۳]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان گھروں کے دروازے مسجد سے پھیر دو کہ میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کر سکتا۔

قرآنِ پاک میں ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ[٤]

مشرک لوگ نجس ہیں وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں دخول مسجد سے مشرکین کے لئے ممانعت اگرچہ ان کی باطنی نجاست کی وجہ سے ہے لیکن نجاستِ حکمی اور

[۱] جامع المسانید ص ۲٤٧ [۲] بحوالہ سابقہ
[۳] ابو داؤد ص ۳۰ [٤] پ ۱۰ ع ۱۰

بعض صورتوں میں ظاہری بھی جنبی اور حائضہ دونوں میں موجود ہوتے ہیں۔ اس لئے مسجد کا داخلہ ان کے لئے ممنوع ہوگا، جیسا کہ اوپر والی حدیث شریف میں اس کی صراحت آ گئی ہے۔ دوسری جگہ قرآنِ پاک میں ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۱

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ آؤ جب تک کہ تمہیں معلوم نہ ہو جائے کہ تم کیا پڑھ رہے ہو۔ اور نہ ہی جنبی نماز پڑھے جب تک کہ غسل نہ کر لے۔ مگر سفر کی حالت میں تیمم کر کے پڑھ سکتا ہے۔

اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جنبی شخص اور مدہوش آدمی نماز نہیں پڑھ سکتے۔

حالتِ جنابت ملائکہ رحمت کے لئے رکاوٹ ہے

(۲۶۸) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّ لَا كَلْبٌ وَّ لَا جُنُبٌ" (رواه النسائی و ابوداود) ۲

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو یا کتا اور جنبی ہو۔

جنبی آدمی کو چاہئے کہ جتنی جلدی ہو سکے غسل کرے تاکہ ملائکہ رحمت کی برکات سے محروم نہ ہو۔

کتے اور فوٹو کا حکم

اس اتنی بڑی رحمت سے محرومی کا احساس ان لوگوں کو بھی ہونا چاہئے جو بلاضرورت محض نمائش کے لئے گھروں میں تصویریں رکھتے اور شوقیہ طور پر کتے پالتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ ملائکہ رحمت کو دور رکھ کر اپنے گھروں سے کتنی بڑی خیر کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں پایا تو کیا پایا، کتے اور مورتیاں "فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ" ہاں حکومتی قوانین کی وجہ سے پاسپورٹ یا شناختی کارڈ کے لئے فوٹو اور رکھوالی کے لئے کتا رکھنا بامرِ مجبوری جائز ہے لیکن شناخت کے لئے فوٹو یا نوٹوں کے لئے تصویر کو رواج دے کر اربابِ حکومت نہ صرف یہ کہ خود گنہگار ہیں بلکہ دوسروں کے گناہ کے بھی ذمہ دار ہیں۔

جنبی کے لئے جائز کام

جنبی کے لئے غسل سے پہلے کھانا، پینا، سونا اور دوبارہ جماع کرنا جائز ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ اگر فوراً نہانا نہ چاہتا ہو تو ان کاموں سے پہلے وضو کر لے۔ جیسے ان احادیث مبارکہ میں ہے۔

۱ پ ۵ ع ۴ ۲ زجاجة ص ۱۲۱

بعض صورتوں میں ظاہری بھی جنبی اور حائضہ دونوں میں موجود ہوتے ہیں۔ اس لئے مسجد کا داخلہ ان کے لئے ممنوع ہوگا، جیسا کہ اوپر والی حدیث شریف میں اس کی صراحت آگئی ہے۔ دوسری جگہ قرآنِ پاک میں ہے۔

يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوْا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا [1]

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ آؤ جب تک کہ تمہیں معلوم نہ ہو جائے کہ تم کیا پڑھ رہے ہو۔ اور نہ ہی جنبی نماز پڑھے جب تک کہ غسل نہ کرلے۔ مگر سفر کی حالت میں تیمم کرکے پڑھ سکتا ہے۔

اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جنبی شخص اور مدہوش آدمی نماز نہیں پڑھ سکتے۔

حالتِ جنابت ملائکہِ رحمت کے لئے رکاوٹ ہے

(۲۶۸) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّ لَا كَلْبٌ وَّ لَا جُنُبٌ'' (رواه النسائى و ابوداود)[2]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو یا کتا اور جنبی ہو۔

جنبی آدمی کو چاہئے کہ جتنی جلدی ہو سکے غسل کرے تاکہ ملائکہ رحمت کی برکات سے محروم نہ ہو۔

کتے اور فوٹو کا حکم

اس اتنی بڑی رحمت سے محرومی کا احساس ان لوگوں کو بھی ہونا چاہئے جو بلاضرورت محض نمائش کے لئے گھروں میں تصویریں رکھتے اور شوقیہ طور پر کتے پالتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ ملائکہؑ رحمت کو دور رکھ کر اپنے گھروں سے کتنی بڑی خیر کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں پایا تو کیا پایا، کتے اور مورتیاں ''فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ'' ہاں حکومتی قوانین کی وجہ سے پاسپورٹ یا شناختی کارڈ کے لئے فوٹو اور رکھوالی کے لئے کتا رکھنا بامرِ مجبوری جائز ہے لیکن شناخت کے لئے فوٹو یا نوٹوں کے لئے تصویر کو رواج دے کر اربابِ حکومت نہ صرف یہ کہ خود گنہگار ہیں بلکہ دوسروں کے گناہ کے بھی ذمہ دار ہیں۔

جنبی کے لئے جائز کام

جنبی کے لئے غسل سے پہلے کھانا، پینا، سونا اور دوبارہ جماع کرنا جائز ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ اگر فوراً نہانا نہ چاہتا ہو تو ان کاموں سے پہلے وضو کرلے۔ جیسے ان احادیث مبارکہ میں ہے۔

[1] پ ۵ ع ٤ [2] زجاجة ص ۱۲۱

(۲٦۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصِيْبُ مِنْ اَهْلِهٖ ثُمَّ يَنَامُ وَ لَا يَمَسُّ مَآءً فَاِنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ عَادَ وَ اغْتَسَلَ (رواہ الامام محمد فی الموطا)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج سے صحبت کر کے سو جاتے تھے پھر آخر رات میں بیدار ہو جاتے تو پھر صحبت کرتے اور اس کے بعد غسل فرماتے۔

(۲۷۰) وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاكُلَ وَ هُوَ جُنُبٌ غَسَلَ كَفَّيْهِ (رواہ الطحاوی)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابت کی حالت میں جب کھانے پینے کا ارادہ فرماتے تو پہلے ہاتھ دھو لیتے۔

ان احادیث مبارکہ سے بغیر وضو اور غسل کھانے، پینے، سونے اور جماع کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اب وہ احادیث مبارکہ دیکھئے جن سے ان کاموں سے پہلے کم از کم وضو کرنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

(۲۷۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ جُنُبًا وَّ اَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَنَامَ تَوَضَّاَ وُضُوْئَهٗ لِلصَّلٰوةِ (متفق علیہ)[3]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنبی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز والا وضو کر لیا کرتے تھے۔

(۲۷۲) وَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَّعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّاْ بَيْنَهُمَا" (رواہ مسلم)[4]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی اہلیہ سے ہم صحبت ہو پھر دوبارہ صحبت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو مناسب ہے کہ ان دونوں کے درمیان وضو کر لے۔

(۲۷۳) وَعَنْ اَبِىْ رَافِعٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى نِسَآئِهٖ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهٖ وَ عِنْدَ هٰذِهٖ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ لَّا تَجْعَلَهٗ غُسْلًا

حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام ازواج سے ہم صحبت ہوئے اور ہر ایک کے پاس آپ نے غسل کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے آخر

[1] مؤطا امام محمد ص ۷۱ [2] طحاوی ص ۹۰

[3] مشکوٰۃ ص ۴۹ [4] مشکوٰۃ ص ۴۹

وَّاحِدًا اٰخِرًا قَالَ "هٰذَا اَزْکٰی وَ اَطْیَبُ وَ اَطْهَرُ" (رواہ احمد و اخرون و اسنادہ حسن)[1]

میں ایک ہی غسل کیوں نہ کرلیا؟ آپ نے فرمایا یہ صورت زیادہ پاکیزہ اور اطیب واطہر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر چہ متعدد اور مختلف بیویوں سے صحبت کرنی ہو پھر بھی دوسری صحبت سے پہلے غسل کرنا فرض نہیں ہے لیکن مستحب اور پاکیزہ صورت یہی ہے کہ دوسری صحبت سے پہلے غسل یا کم از کم وضوتو کرہی لے۔

غسل کا تفصیلی طریقہ

غسل فرض میں سارے بدن کو دھونا ہوتا ہے کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے۔

وَ اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا

جب تم جنبی ہو جاؤ تو مکمل طہارت حاصل کرو

طہارت مکمل تب ہوگی جب جسم کا کوئی حصہ خشک نہ رہے۔ جیسے حضرت علیؓ سے روایت ہے۔

(۲۷۴) عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ قَالَ "مَنْ تَرَکَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ یَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهٖ کَذَا وَ کَذَا مِنَ النَّارِ" قَالَ عَلِیٌّ "فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَاْسِیْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَاْسِیْ ثَلَاثًا" وَکَانَ یَجُزُّ شَعْرَهٗ (رواہ ابو داود)[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک بال برابر خشک جگہ چھوڑ دی جسے دھویا نہیں تو اسکے ساتھ بذریعہ آگ ایسے ویسے کیا جائیگا۔ اسی وجہ سے میں اپنے سر کا دشمن ہوگیا اسی وجہ سے میں اپنے سر کا دشمن ہوگیا آپ نے تین دفعہ فرمایا اور آپ اپنے (سر کے بال) کٹوادیا کرتے تھے۔

(۲۷۵) رَوَی ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَیْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَآءً لِلْغُسْلِ فَغَسَلَ یَدَیْهِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰی شِمَالِهٖ فَغَسَلَ مَذَاکِیْرَهٗ ثُمَّ مَسَحَ بِیَدِهِ الْاَرْضَ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَ یَدَیْهِ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰی جَسَدِهٖ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَکَانِهٖ فَغَسَلَ قَدَمَیْهِ (صحیح بخاری)[3]

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نہانے کے لئے پانی رکھا تو آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو دویا تین دفعہ دھویا۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور اس سے اپنی شرمگاہوں کو دھویا پھر ہاتھ زمین کے اوپر رگڑے پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور آپ نے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا، پھر اپنے سارے جسم پر پانی ڈالا، پھر اس جگہ سے ہٹ کر اپنے پاؤں دھوئے۔

---

[1] زجاجة ص ۱۱۸ [2] سنن ابی داؤد ص ۶۵/۱

[3] صحیح بخاری ص ۷۱/۱

غسل کی سنّتیں

(۱) بسم اللہ پڑھنا (۲) نیت کرنا (۳) پہلے نجاست کو دھونا (۴) دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔ (۵) اپنی شرمگاہ کو دھونا (۶) بلا نماز کے وضو جیسا وضو کرنا۔ (۷) تین دفعہ بدن پہ پانی بہانا (۸) بدن کو ملنا (۹) ترتیب وار غسل کرنا [۱]

غسل ہائے مسنون

جمعہ کا غسل، عیدین کا غسل، احرام کا غسل، عرفات میں غسل زوال کے بعد،

(۲۷۶) عَنْ فَاكِهِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ وَ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ يَوْمَ النَّحْرِ

(رواه احمد)[۲]

فاکہ بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غسل فرمایا کرتے تھے جمعہ اور عرفہ کے دن اور دونوں عیدوں پر۔

[۱] نور الایضاح ص ۳۹ [۲] مسند احمد بشرح النباء ۱٤٤/۲

باب الحیض

حیض کی ابتداء

دار قطنی نے افراد میں اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(۲۷۷)عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَخْبَرَنِیْ جِبْرِیْلُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَهٗ اِلٰی اُمِّنَا حَوَّآءَ حِیْنَ دَمِیَتْ فَنَادَتْ رُبَمَا جَآئَنِیْ مِنْ دَمٍ لَا اَعْرِفُهٗ فَنَادَاهَا لَاُدْمِیَنَّكِ وَ ذُرِّیَّتَكِ وَلَاَجْعَلَنَّهٗ لَكِ كَفَّارَةً وَّ طَهُوْرًا

(جامع الرضوی)[1]

امیر المؤمنین حضرت عمر خطابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے ہماری ماں حوا کے پاس بھیجا جب انہیں پہلی دفعہ خونِ حیض آیا اور وہ پکار کر کہنے لگیں مجھے خون آ گیا ہے پتہ نہیں یہ کیا چیز ہے تو جبریل نے اسے پکار کر کہا ہم تیرا اور تیری ذریت کا یہ خون مزید جاری کرینگے اور اسے ہم تیرے لئے کفارہ اور پاکیزگی بنا دیں گے۔

اور شیخین نے بخاری و مسلم میں روایت کیا ہے۔

(۲۷۸)عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا لَا نَرٰی اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفٍ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِیْ قَالَ "مَالَكِ اَنُفِسْتِ" قُلْتُ نَعَمْ قَالَ "اِنَّ هٰذَا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ اٰدَمَ فَاقْضِیْ مَایَقْضِی الْحَآجُّ غَیْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِیْ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے جب ہم مقامِ سرف پر پہنچے تو مجھے حیض شروع ہو گیا رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی (اس خطرے سے کہ حج ضائع ہو گیا) آپؐ نے پوچھا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا ماہواری شروع ہو گئی ہے میں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا یہ تو ایک ایسا امر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم پر لکھ دیا

[1] جامع الرضوی س ۱۷۱ ج ۱

بِالْبَيْتِ'' قَالَتْ وَضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَآئِهٖ بِالْبَقَرِ (رواہ البخاری)[۱]

ہے۔ لیکن تو وہی کرتی رہ جو حاجی کررہے ہیں صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرنا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور نے اپنی ازواج کیطرف سے گائے ذبح فرمائی تھی۔

اس حدیث سے گائے کی قربانی کا ثبوت ملتا ہے اور بھینس بھی بقر کی ایک نوع ہے لہٰذا اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

حیض کی تعریف

حیض وہ خون ہے جو جوان اور تندرست عورت کے رحم سے چند دن، ماہ بماہ خارج ہوتا ہے۔ خونِ حیض کے رنگ مختلف ہوتے ہیں لیکن جب تک رطوبت بالکل سفید نہ آنے لگے اسے حیض ہی کہیں گے۔ خواہ اس کا رنگ سرخ ہو یا سیاہ، زرد ہو یا مٹیالہ یا کوئی اور۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت میں ہے۔

(۲۷۹) عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ مَوْلَاةِ عَائِشَةَؓ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَتِ النِّسَآءُ يَبْعَثْنَ اِلٰى عَائِشَةَ بِالدُّرْجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ مِنْ دَمِ الْحَيْضِ يَسْئَلْنَهَا عَنِ الصَّلٰوةِ فَتَقُوْلُ لَهُنَّ ''لَا تَعْجَلْنَ حَتّٰى تَرَيْنَ الْقُصَّةَ الْبَيْضَآءَ'' تُرِيْدُ بِذَالِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ (رواہ الامام محمدؒ و مالکؒ و عبدالرزاق و البخاریؒ تعلیقاً)[۲]

جناب علقمہؒ اپنی والدہ مرجانہؒ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آزاد کردہ لونڈی تھیں وہ کہتی ہیں کہ عورتیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس وہ ڈبیاں بھیجا کرتی تھیں جن میں کرسف ہوتے تھے۔ جن پر زرد رنگ کا خون حیض لگا ہوتا تھا وہ آپ سے نماز کے متعلق پوچھا کرتی تھیں۔ آپ ان سے فرماتیں ابھی جلدی نہ کرو جب تک چونے جیسا سفید رنگ نہ دیکھ لو۔ اس سے آپ کی مراد حیض سے پاک ہونا ہوتی تھی۔

حیض کی مُدّت

حیض کم از کم تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک ہوتا ہے، اگر تین دن سے کم ہو تو بھی حیض نہیں اور اگر دس دن سے زیادہ ہو تو بھی دس دن کے بعد والا حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے جیسے اس روایت میں ہے۔

(۲۸۰) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ''اَقَلُّ الْحَيْضِ لِلْجَارِيَةِ الْبِكْرِ

حضرت ابو امامہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کنواری لڑکی اور شادی

[۱] صحیح بخاری شریف باب المناسک

[۲] موطا امام محمد ص ۸۲، بخاری شریف ص ۴۶

وَالثَّيِّبِ الثَّلَاثُ وَاَكْثَرُ مَايَكُوْنَ عَشَرَةُ اَيَّامٍ فَاِذَا زَادَ فَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ''۔ (رواه الدارقطنی فی سننه والطبرانی فی معجمه و مثله عن و اثلة بن اسقع و معاز بن جبل و ابی سعید الخدری و انس بن مالك و عائشة رضی الله عنهم)[1]

شدہ عورت کے لئے کم از کم حیض تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ پس جب اس سے بڑھ جائے تو وہ عورت مستحاضہ ہوگی۔

اس حدیث شریف کو اگرچہ ضعیف کہا گیا ہے لیکن چونکہ اس کا مضمون کم از کم نو صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔ اس لئے اس میں ایک گونہ قوت پیدا ہو کر جبر نقصان ہو گیا ہے۔ ان نو میں سے چھ حضرات، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عثمان بن ابی العاص اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ جیسا کہ مبسوط جلد ۳ ص ۱۴۷ پر ہے اور تین حضرات حضرات واثلہ بن اسقع، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایات دارقطنیؒ اور ابن جوزیؒ کے حوالے سے زجاجۃ المصابیح ص ۱۴۱ پر مرفوعاً موجود ہیں۔ پھر یہ توقیت چونکہ مقادیر سے تعلق رکھتی ہے۔ اور مقادیر قیاس سے ثابت نہیں کی جاسکتیں اس لئے لازمی طور پر ان حضرات نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سنا ہو گا جس کو بعض نے نام لے کر اور بعض نے نام لئے بغیر اپنے طور پر بیان کر دیا اسلئے ضعف کی کوئی وجہ نہیں تاہم مزید اطمینان کیلئے ہم ایک اور مرفوع روایت زجاجۃ المصابیح سے بیان کرتے ہیں۔

(۲۸۱) عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''اَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّ اَكْثَرُهُ عَشَرَةُ اَيَّامٍ''

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ کم از کم حیض تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

طہر کی کم از کم مُدّت

دو حیضوں کے درمیان پاکیزگی کی مدت کو طہر کہتے ہیں یہ مدت کم از کم پندرہ دن ہوتی ہے مگر زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جیسا کہ اس روایت میں یہ توقیت صریحاً موجود ہے۔

(۲۸۲) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''اَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثٌ وَاَكْثَرُهُ عَشَرٌ وَاَقَلُّ مَابَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا'' (رواه ابن الجوزیؒ)[2]

حضرت ابوسعد خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کم از کم حیض تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے اور دو حیضوں کے درمیان مدت طہر کی کم از کم پندرہ دن ہوتی ہے۔

[1] زجاجة ص۱۵۳

[2] زجاجة ص ۱۵٤

(۲۸۳) وَقَدْ رَوَى جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ "اَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثٌ وَ اَكْثَرُهٗ عَشَرَةٌ وَّاَقَلُّ مَابَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا"

(عزاه القاضی ابو العباس الی المام شرح نقایه) ؎

جناب جعفر اپنے باپ اور داد کے واسطہ سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ کم از کم حیض تین دن ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم مدت پندرہ دن ہوتی ہے۔

نیز شرح نقایہ کے مطابق حضرات اصحاب ؓ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ جب یہ بات ہے تو روایت کا ضعف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ پس اگر کسی عورت کو حیض بند ہونے کے بعد پندرہ دن گزرنے سے پہلے دوبارہ خون آجائے تو وہ خونِ حیض نہیں ہوسکتا اسے استحاضہ ہی سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کو مسلسل خون جاری ہو جو بند ہونے کا نام ہی نہ لیتا ہو تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس کو جب سے پہلے حیض آیا تھا جس کے بعد یہ بیماری شروع ہوئی ہے وہ کتنے دن آیا تھا۔ اور وہ کون سے دن تھے تو ہر مہینے کے اتنے دن حیض شمار کئے جائینگے باقی سارا مہینہ حکماً طہر قرار دیا جائے گا۔ اگر پہلی دفعہ سے جاری ہو کر خون بند ہی نہیں ہوا تو اس کے پہلے دس دن حیض کے اور اگلے دس دن طہر کے سمجھے جائیں گے۔ پھر اگلے مہینے کے وہی پہلے دس دن حیض کے قرار دیے جائیں گے۔

حائضہ کی قسمیں اور ان پر وجوبِ غسل

حائضہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)... حائضہ مبتدءَ (۲)... حائضہ معتادہ (۳)... حائضہ متحیرہ

حائضہ مبتدءَ: جس کو پہلی دفعہ حیض آیا ہو جس سے وہ جوان شمار ہوئی ہے۔

حائضہ معتادہ: جس کو مدت سے حیض آتا ہے اور ایامِ حیض میں اس کی ایک عادت مقرر ہوگئی ہے کہ ہر مہینے میں اتنے ہی دن حیض آتا ہے اور وہ بھی انہیں مقررہ دنوں میں۔

حائضہ متحیرہ: جس کو مدت سے حیض آتا ہے لیکن یا تو اس کی عادت ہی مقرر نہیں ہوئی یا مقرر تو ہوئی تھی لیکن استحاضہ کی وجہ سے وہ اسے بھول گئی ہے۔

؎ مستدلات ص ۳۵

ان تینوں میں سے مبتدۂ اور معتادہ کثیر الوجود ہیں اس لئے ہم پہلے انہی کے احکام ذکر کرتے ہیں۔ مبتدۂ کو کچھ دن خون آنے کے بعد جب بند ہو جائے تو اس پر فی الفور غسل واجب ہو جائے گا۔ اور اگر دس دن تک بھی بند نہیں ہوا بلکہ گیارہویں دن بھی جاری رہا تو دس دن پورے ہونے کے بعد اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد جو خون آئے گا وہ استحاضہ شمار ہوگا۔ معتادہ کے ایام عادت پورے ہو جانے کے بعد خون بند ہو جائے گا تو اس پر بھی غسل واجب ہو جائے گا تو گویا اگر اس کی عادت مقرر ہے تو ایام عادت پورے ہونے پر اور اگر عادت مقرر نہیں تو دس دن سے پہلے پہلے کسی بھی وقت خون بند ہونے پر اور اگر بند ہی نہیں ہوتا تو دس دن پورے ہو جانے پر غسل واجب ہو جائے گا۔ اس بات کو حدیث شریف میں اقبال وادبارِ حیض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے اس حدیث شریف میں ادبارِ حیض پر غسل کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲۸۴) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِیْ حُبَیْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَالِكَ عِرْقٌ وَ لَیْسَتْ بِالْحَیْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَةُ فَدَعِی الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ (رواہ لبخاری) [۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنتِ ابی حبیش مستحاضہ تھی اس نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ تو ایک رگ ہے حیض نہیں ہے پس جب حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب چلا جائے تو غسل کر کے نماز پڑھا کر۔

ایامِ عادت کے اعتبار کا ثبوت

(۲۸۵) وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ وَلٰكِنْ دَعِی الصَّلٰوةَ قَدْرَ الْاَیَّامِ الَّتِیْ كُنْتِ تَحِیْضِیْنَ فِیْهَا ثُمَّ اغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ (رواہ البخاری) [۲]

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے لیکن تو نماز کو اتنے دن چھوڑ دیا کر جتنے دن تجھے حیض آیا کرتا تھا پھر غسل کر کے نماز پڑھا کر۔

دیکھئے اس حدیث شریف میں حیض کے ایام کی توقیت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نہیں فرمائی بلکہ ان کی تعداد تعیین خود حائضہ پر محول کردی ہے کہ جتنے دن تجھے حیض آیا کرتا تھا اتنے دن گزر جانے پر غسل کر کے نماز شروع کر دیا کر اس سے بھی زیادہ صریح موطا امام محمد کے یہ الفاظ ہیں۔

(۲۸۶) فَقَالَ لِتَنْظُرِ اللَّیَالِیَ وَالْاَیَّامَ الَّتِیْ كَانَتْ تَحِیْضُ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ یُصِیْبَهَا

تو آپ نے فرمایا اسے چاہئے کہ استحاضہ شروع ہونے سے پہلے کے اپنے ان دنوں اور راتوں کو دیکھے جن میں

[۱] آثار السنن ص ۲٦ [۲] بخاری ص ۴۷/۱

اَلَّذِیْ اَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذَالِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَاِذَا خَلَّفَتْ ذَالِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ فَلْتُصَلِّ (رواہ الامام محمدؒ فی مؤطاہ)[۱]

اسے حیض آیا کرتا تھا پھر ہر مہینے کے اتنے ہی دن، رات نمازیں چھوڑ دے اور جب وہ دن گزار چکے تو غسل کر کے کپڑے کی لنگوٹی باندھ لے اور نماز شروع کر دے۔

اس روایت سے ایامِ عادت کا حوالہ دے کر نماز کو چھوڑنے اور غسل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حائضہ کے لئے ناجائز کام

(۱) حائضہ نماز نہیں پڑھ سکتی بلکہ اسے نماز معاف ہے۔ جیسے فاطمہ بنتِ ابی جیشؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو چھوڑ دینے کا حکم فرمایا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

(۲۸۷) فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِی الصَّلٰوةَ (رواہ البخاری)[۲]

پس جب حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دیا کر۔

(۲) حائضہ عورت قرآنِ پاک کو نہیں چھو سکتی۔ خداوندِ عالم کا فرمان ہے۔

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ القرآن

اس کو صرف باوضو اور باغسل لوگ ہاتھ لگائیں

(۳) حائضہ عورت قرآن کریم کی تلاوت بھی نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۲۸۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْرَئِ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ (رواہ الترمذی)[۳]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حائضہ اور جنبی تھوڑا قرآن بھی نہ پڑھیں۔

شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ سے مراد آیت یا اس سے زیادہ ہے۔ جیسا کہ پہلے جنبی کے بیان میں مفصل گذر چکا ہے۔

(۲۸۹) عَنْ مُعَاذَةَؓ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَؓ اَتُجْزِئُ اِحْدَانَا صَلَاتَهَا اِذَا طَهُرَتْ فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ قَدْ كُنَّا نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَاْمُرُنَا بِهٖ اَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهٗ (رواہ البخاری)[۴]

حضرت معاذہؒ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا کہ ہم میں سے کوئی عورت اپنی نماز قضا پڑھے گی جبکہ وہ پاک ہوگی۔ آپ نے فرمایا تو حروریہ (خارجیہ) تو نہیں ہے؟ ہم رسول اللہ ﷺ کے سامنے حائضہ ہوتی تھیں آپ ہمیں اسکا حکم نہیں دیتے تھے یا آپ نے فرمایا ہم قضا نہیں پڑھتی تھیں۔ یعنی جب حائضہ کو ایامِ حیض کی نمازیں معاف ہیں تو قضا کا کیا سوال؟

[۱] مؤطا امام محمد ص ۷۹ [۲] بخاری شریف ص ۴۶
[۳] ترمذی ص ۱۹ [۴] بخاری شریف ص ۴۶

(۴) حائضہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی اور بیت اللہ کا طواف بھی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ بھی مسجد میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ ان روایات میں ہے:۔

(۲۹۰) عَنْ جَابِرٍؓ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّيْ (رواه البخاری)[۱]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اثناءِ حج میں حیض آنے لگا تو انہوں نے سارے مناسک (احکامِ حج) ادا کئے مگر بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کیا اور نہ ہی نماز پڑھی۔

(۲۹۱) وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ فَقَالَ "مَا يُبْكِيْكِ" قُلْتُ لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَمْ اَحُجَّ الْعَامَ قَالَ "فَاِنَّ ذَالِكَ شَيْءٌ كَتَبَ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَافْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ"

(رواه البخاری)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کیساتھ ایک سفر میں نکلے ہم صرف حج کا ذکر کرتے تھے جب ہم مقام سرف تک پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ نبی کریم ﷺ میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا کیوں رو رہی ہے؟ میں نے کہا واللہ! میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں اس سال حج کیلئے نہ آئی ہوتی آپ نے فرمایا شاید تجھے حیض آ گیا ہے میں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدمؑ پر لکھ دیا ہے، تو حاجیوں والے اعمال کرتی رہ لیکن جبتک پاک نہ ہو بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

(۲۹۲) وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَاِنِّيْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّ لَا جُنُبٍ (رواه ابو داؤد)[۳]

حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ان گھروں کے دروازے مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کر سکتا۔

(۵) حائضہ جماع نہیں کرواسکتی۔ کیونکہ قرآن، پاک میں ہے۔

[۱] بخاری شریف ص ٤٤ [۲] بحوالہ سابقہ
[۳] ابو داؤد ص ۳۰

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (القرآن)[1]

اور انکے قریب نہ جاؤ (صحبت نہ کرو) یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔ پس جب وہ پاک ہو جائیں تو انکے پاس اس مقام پہ آؤ جہاں آنے کی خدا نے تمہیں اجازت دی ہے۔

(۱) حائضہ روزہ نہیں رکھ سکتی لیکن بعد میں اس کی قضا ضرور کرے گی۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۲۹۳) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ فِیْ ذَیْلِ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ" قُلْنَا بَلٰی قَالَ "فَذَالِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِهَا" (رواہ البخاری)[2]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک لمبی حدیث کے ضمن میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب حائضہ ہو جاتی ہے تو نماز نہیں پڑھ سکتی اور نہ ہی روزہ رکھ سکتی ہے۔ ہم نے عرض کیا بیشک آپ نے فرمایا کہ یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

حائضہ کے لئے ممنوعات کی کچھ فقہی تفصیل

حیض و نفاس والی عورت کو خانہ کعبہ اور مسجدِ حرام کے اندر جانا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنا منع ہے اگر چہ مسجد کے باہر سے کرے۔ (جنبی کا بھی یہی حکم ہے) اگر چہ مسجدِ حرام میں داخل ہونے اور طواف شروع کرنے کے بعد حیض یا نفاس عارض ہو۔

قرآنِ مجید کا پڑھنا بھی ان تینوں (جنبی، حائضہ و نفساء) کو حرام ہے۔ تلاوت کے مقصد سے ذرا بھی نہ پڑھیں پوری آیت ہو یا کچھ حصہ، اصح قول کے مطابق دونوں حرام ہونے میں برابر ہیں۔ اگر قرأت کا قصد نہ کریں، ثناء کا یا کام شروع کرنے کا یا دعا کا ارادہ کریں مثلاً شکر کے ارادے کے لئے الحمد للہ کہیں یا کھانا کھاتے وقت یا دوسرے کام کے وقت بسم اللہ پڑھیں تو مضائقہ نہیں۔ اور ایسی چھوٹی آیتیں پڑھنا جو باتیں کرنے میں از خود زبان پر آجاتی ہیں حرام نہیں جیسے "ثُمَّ نَظَرَ" اور "لَمْ یُوْلَدْ" وغیرہ۔ اور جنبی یا حیض و نفاس والی عورت قرآن پڑھنے کے واسطے کلی کرے تو قرآن پڑھنا حلال نہ ہوگا، یہی صحیح ہے۔ نیز تینوں کو تورات، انجیل اور زبور کا پڑھنا جن میں ردو بدل نہیں ہوا ہے مکروہ ہے۔ اگر معلّمہ یعنی پڑھانے والی عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو اس کو چاہئے کہ بچوں کو رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک کلمہ سکھائے اور دو کلموں کے درمیان میں توقف کرے اور سانس توڑ دے۔ اور قرآن کے ہجے کرانا، اس کو مکروہ نہیں ہیں۔ ظاہری روایت کے مطابق قنوت کی روایت بھی مکروہ نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ نیز ان تینوں کو وہ دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں۔ دعا کی نیت سے پڑھنا جبکہ تلاوت کی نیت نہ ہو مثلاً الحمد شریف کی پوری سورت بنیّۃ دعا اور "رَبَّنَا

[1] پ۲ ع۱۲
[2] بخاری شریف ص ٤٤

اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا“ یا ”رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا“ وغیرہ پڑھنا، اذان کا جواب دینا اور مثل اس کے دیگر چیزیں مثلاً کلمہ شریف، درود شریف، اسماء الحسنٰی، استغفار ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ“ یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا منع نہیں ہے۔ یہ سب بلا کراہت درست ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر ہے۔ اگر ویسے ہی پڑھ لیا تو کوئی حرج نہیں۔ اور ان کا چھونا اور ساتھ رکھنا بھی منع نہیں۔

حیض ونفاس والی عورت اور جنبی اور بے وضو کو قرآن، مجید کو چھونا جائز نہیں لیکن اگر قرآن شریف ایسے غلاف میں ہو یا اس سے جدا ہو جیسے تھیلی یا رومال یا ایسی جلد جو اس میں سلی ہوئی نہ ہو تو چھونا جائز ہے، اور جو اس سے متصل ہو چولی ہو یا جلد تو جائز نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرآن شریف کے حاشیوں اور اس سفیدی کا جہاں قرآن لکھا ہوا نہیں ہے چھونا بھی جائز نہیں اور وضو نہ ہونے کی صورت میں اعضاء وضو کے علاوہ دیگر اعضاء سے چھونے میں نیز وضو پورا نہ ہونے کی صورت میں جو اعضاء وضو دھو لئے ہیں ان سے بھی چھونے میں اختلاف ہے۔ اصح یہی ہے کہ منع ہے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں جیسے کرتے کا دامن، آستین اور دوپٹہ آنچل وغیرہ ان سے بھی قرانِ پاک کا چھونا نا جائز نہیں۔ البتہ بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رومال وغیرہ اس سے پکڑ کر اٹھانا جائز ہے۔ اور ان تینوں کو تفسیر، فقہ اور حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہِ تحریمی ہے۔

ہر اس کتاب کا جس میں آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی ہوں یہی حکم ہونا چاہئے۔ جیسے شرح نحو وغیرہ اور ان سب کا آستین سے چھونا بھی صحیح یہ ہے کہ ان کو بدن کے دوسرے کپڑوں سے چھونے کی طرح مکروہِ تحریمی ہے، اور یہی صحیح ہے۔ درہم یا روپیہ یا طشتری یا تختی یا کسی اور کاغذ کے پرچہ (تعویذ وغیرہ) پر یا دیوار وغیرہ پر کسی اور چیز سے قرآن شریف کی کوئی پوری آیت لکھی ہوئی ہو تو اس خاص لکھی ہوئی جگہ کو چھونا بھی ان لوگوں کے لئے درست نہیں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

البتہ اگر کسی تھیلی میں یا کسی برتن میں یا کاغذ وغیرہ میں درہم رکھے ہوئے ہوں تو اس تھیلی یا برتن وغیرہ کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔ آیت سے کم ہو تو اس کا چھونا مکروہ نہیں ہے اگر قرآن محض اردو یا فارسی میں یعنی صرف ترجمہ لکھا ہوا ہو تو ان سب کو اس کا چھونا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور امام محمد، امام ابو یوسف کا بھی صحیح قول یہی ہے۔ نیز اس کا چھونا جس میں قرآنِ مجید کیساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر لکھا ہوا ہو ان سب پر عائمۃ المشائخ نے ایک ہی حکم رکھا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے، تحریمی نہیں ہے۔ جنبی اور حیض ونفاس والی عورت کو قرآن شریف کا دیکھنا مکروہ نہیں۔ اور ایسی عبارت لکھنا جس کی بعض سطروں میں قرآن شریف کی آیت ہو مکروہ ہے۔ اگر چہ وہ اس کو پڑھے نہیں۔ قرآن شریف کا لکھنا اگر چہ کتاب زمین پر رکھی ہوئی ہو اور وہ اس پر ہاتھ بھی نہ رکھے ان تینوں کیلئے فتویٰ کی رو سے جائز نہیں اگر چہ آیت سے کم ہو۔ بچوں کو قرآن شریف دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر چہ وہ بے وضو رہتے ہوں، یہی صحیح ہے۔

حیض ونفاس والی عورت اور جنبی مرد، دعاؤں کے پڑھنے، چھونے اور اٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور سبحان اللہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگران چیزوں کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے۔ اور ترکِ وضو خلافِ اولیٰ ہے۔[۱]

نوٹ: حفظ کی طالبات اس حالت میں اگر رومال کیساتھ قرآن پاک چھوکر اسپر نظر دوڑاتی جائیں اور تلفظ نہ کریں تو کوئی حرج نہیں۔

حائضہ کے لئے جائز کام

(۱) حائضہ عورت ایامِ حیض کے ملتوی روزے پاک ہونے کے بعد قضا رکھے گی۔ لیکن نماز بالکل معاف ہے۔ اس کی قضا نہیں پڑھے گی۔ جیسا کہ اس حدیث عائشہؓ میں مذکور ہے۔

(۲۹٤) عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِی الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِی الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ "اَحُرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ" قُلْتُ لَسْتُ بِحُرُوْرِيَّةٍ وَلٰكِنِّی اَسْاَلُ قَالَتْ "كَانَ يُصِيْبُنَا ذَالِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَآءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَآءِ الصَّلٰوةِ" (متفق علیه)[۲]

حضرت معاذہؓ کہتی ہیں۔ کہ میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہؓ سے سوال کیا کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزے تو قضا رکھتی ہے مگر نماز نہیں؟ تو انہوں نے کہا تو حروریہ تو نہیں یعنی خارجی تو نہیں؟ میں نے کہا نہیں میں حروریہ نہیں صرف "اپنی تشفّی کے لئے" سوال کرتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ہمیں بھی یہ معاملہ پیش آتا تھا لیکن صرف روزوں کی قضا کا حکم ہوتا تھا۔ نماز کی قضا کا نہیں۔

(۲) حائضہ عورت سے اس کا خاوند ناف اور گھٹنوں کی درمیانی جگہ چھوڑ کر باقی تمام جسم سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ جیسے اس حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(۲۹۵) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحِلُّ لِیْ مِنْ اِمْرَاَتِیْ وَهِیَ حَائِضٌ قَالَ "لَكَ مَا فَوْقَ الْاِزَارِ (رواه ابوداؤد و ابن ماجة)[۳]

حضرت عبداللہ بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا مجھے اپنی حائضہ بیوی سے کتنا فعل حلال ہے؟ آپ نے فرمایا محل ازار کو چھوڑ کر باقی سب حلال ہے۔

یعنی سترِ غلیظ کے ماسوا۔ اور سترِ غلیظ وہ جگہ ہے جسکا ڈھانپنا مرد وعورت دونوں کا یکساں فرض ہے اور وہ ہے ناف سے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر۔

[۱] عمدة الفقة كتاب الطهارة ص ۲٤۸، ۲٤۹، ۲۵۰

[۲] بخاری شریف ص ٤٦ [۳] ابو داؤد ص ۲۸

اب دوسری روایت دیکھئے جو زیادہ صریح ہے۔

(۲۹۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَكِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَاْمُرُنِیْ فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِیْ وَاَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ رَاْسَهٗ اِلَیَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ (متفق عليه)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے حالانکہ ہم دونوں جنبی ہوتے تھے اور مجھے حکم دیتے تھے کہ میں اپنی دھوتی (سترِ غلیظ پہ) کس کے باندھ لوں پھر آپ مجھ سے بغل گیری وغیرہ کرتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی اور آپ سر مبارک مسجد سے حجرہ شریف کیطرف نکال دیتے اور میں اسے دھو دیتی۔ حالانکہ آپ معتکف اور میں حائضہ ہوتی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورتیں حیض کی وجہ سے اچھوت نہیں بن جاتیں کہ انہیں یہودیوں کی طرح گھر سے ہی نکال دو یا وہ مجسمۂ غلاظت نہیں بن جاتیں کہ ان کو ہاتھ لگانے سے آدمی ناپاک ہوجائے بلکہ وہ بدستور حلال اور غمگسار بیویاں رہتی ہیں۔ صرف مذکورہ ممنوعہ کاموں کو چھوڑ کر باقی ہر طرح ان سے معاشرت، محبت اور لطف اندوزی نہ صرف کر سکتے ہیں بلکہ کرنی چاہئے کیونکہ یہ بھی معلّمِ محبت و مودّت نبی کی سنّت ہے۔

حائضہ عورت کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے

(۲۹۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ فَاهُ عَلٰی مَوْضِعِ الَّذِیْ اَشْرَبُ مِنْهُ يَشْرَبُ مِنْ فَضْلِ سُؤْرِیْ وَاَنَا حَائِضٌ (رواه نسائی)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اسی جگہ منہ رکھ کر پانی پیا کرتے تھے جہاں میں نے منہ لگایا ہوتا تھا آپؐ میرا جھوٹا پی لیا کرتے تھے جب کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

حیض کی ابتداء وانتہا والی نمازوں کا حکم

جس نماز کے وقت میں حیض شروع ہو وہ نماز معاف ہے اور جس میں بند ہو اس کا پڑھنا فرض ہے جیسے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اس اثر سے ظاہر ہے۔

[1] مشکوٰۃ ص ۵۶ [2] رواہ نسائی ص ۱۴۸/۱

(۲۹۸)عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ ''اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ فِیْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَلَيْسَ عَلَيْهَا اَنْ تَقْضِیَ تِلْكَ الصَّلٰوةَ وَاِنْ طَهُرَتْ فِیْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَلْتُصَلِّ (رواہ الامام محمدؒ فی الآثار)[1]

جناب ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت جس نماز کے وقت میں حائضہ ہو اس کی قضا اس پر لازم نہیں ہے اور جس نماز کے وقت میں وہ پاک ہوا سے ضرور پڑھے۔

حائضہ سے صحبت کا کفارہ

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حائضہ عورت سے صحبت ناجائز ہے پھر بھی شہوت نفس سے مغلوب ہو کر اگر کسی گنہگار آدمی سے اس کا ارتکاب ہو گیا ہے تو اس کے لئے سب سے بڑا کفارہ تو توبہ و استغفار ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ مستحب ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے، اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے کیونکہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کے قریب تک پھٹکنے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن، پاک میں ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِی الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (القرآن)[2]

یعنی اے نبی کریم ﷺ لوگ آپؐ سے حیض کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ انہیں فرما دیں وہ سراسر گندگی ہے پس تمہیں چاہئے کہ دورانِ حیض عورتوں سے جدا رہو اور انکے قریب نہ لگو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔

تو اتنی شدید نہی کے باوجود جس نے حکم عدولی کی ہے اسے نقد کفارہ بھی دینا چاہئے جیسا کہ آئندہ روایت میں ہے۔

(۲۹۹)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ وَهِیَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِيْنَارٍ (رواہ الترمذی)[3]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی اہلیہ سے حیض کی حالت میں ہم صحبت ہو جائے تو اسے چاہئے کہ نصف دینار صدقہ کرے۔

اور ابن عباسؓ ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ جب تک خون سرخ ہو تو پورا دینار صدقہ کرے اور جب زرد ہو چکا ہو تو نصف دینار۔

مستحاضہ کی تعریف اور اس کا حکم

مستحاضہ وہ عورت ہے جسے تین دن سے کم یا دس دن سے زیادہ ماہواری خون آتا ہو یا چالیس دن سے اوپر نفاس جاری رہتا ہو۔

[1] جامع المسانید ص ۲۶۸
[2] پ۲ع۱۲ [3] ترمذی ص ۱۹

مستحاضہ کا حکم یہ ہے کہ جب اس کے ایام عادت یا کل ایام حیض گزر جائیں تو ایک دفعہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ اور پھر ہر نماز کے شروع وقت وضو کر کے اس کے آخر وقت تک جتنی چاہے نمازیں پڑھتی رہے۔ خواہ فرض ہو یا نفل۔ لیکن جب وقت ختم ہوگا تو اس کا وضو بھی رخصت ہو جائے گا پھر اگلے وقت کے لئے صرف نیا وضو کر لے۔ غسل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ ان روایات میں ہے۔

(۳۰۰) عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ قَالَتْ اِنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدَّمَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا اُمُّ سَلَمَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "لِتَنْظُرْ عَدَدَ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ يُصِيْبَهَا الَّذِيْ اَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَاِذَا خَلَّفَتْ ذَالِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ (رواه مالك والشافعیؒ و احمد و ابو داؤد)[1]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانے میں ایک عورت کو خون جاری رہتا تھا تو اسکے لئے ام سلمہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا اسے چاہئے کہ ان دنوں اور راتوں کی تعداد معلوم کرے جن میں اسے حیض آیا کرتا تھا۔ اس سے پہلے مہینے میں جس میں اسے بیماری لاحق ہوئی ہے پس وہ مہینے کے اتنے دن نماز چھوڑ دے اور جب وہ دن گزر جائیں تو غسل کرے پھر کپڑے کی لنگوٹی باندھ لے اور نماز پڑھتی رہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر اسے یاد ہوں تو اپنے ایام عادت یا کل ایام حیض گزار کر غسل کرے اور نماز پڑھنی شروع کر دے لیکن ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ غسل صرف ایک دفعہ ہی کرے یا ہر نماز کے لئے کرے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وضو پورے وقت نماز کے لئے کافی ہوگا یا صرف اس نماز کے لئے۔ اس کے لئے آئندہ روایات دیکھیں۔

(۳۰۱) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ قَالَ "تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ غُسْلاً وَّاحِدًا ثُمَّ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ

(رواه ابن حبان فی صحیحه)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مستحاضہ کے متعلق استفسار کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اسے کہو کہ اپنے ایامِ حیض میں نماز چھوڑ دے پھر ایک ہی دفعہ غسل کر کے آئندہ ہر نماز کے لئے وضو کرتی رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایامِ حیض ختم ہونے کے بعد ایک ہی دفعہ غسل کر لینا کافی ہے اور اس کے بعد پھر ہر نماز کے شروع وقت

[1] مشکوٰۃ ص ۵۷
[2] زجاجۃ ص ۱۵۸

میں وضو کرکے فرض ونفل جتنی چاہے نمازیں پڑھتی رہے لیکن صحاح کی عام متداول کتابوں میں چونکہ ''عِندَ کُلِّ صَلٰوۃٍ'' کی بجائے ''لِکُلِّ صَلٰوۃٍ'' کالفظ لکھا ہے اس لئے ہم اس کی مزید توضیح اور اس کی تائید نقل کرتے ہیں۔

(۳۰۲)وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ اَبِیْ حُبَیْشٍ ''تَوَضَّأِیْ لِوَقْتِ کُلِّ صَلٰوۃٍ''

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ کو فرمایا کہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرتی رہے۔

رواہ امامنا ابو حنیفۃ ؒ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ؓ ''ان النبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال'' شرح مختصر الطحاوی و روی محمد مثلہ فی الاصل و ذکر سبط ابن الجوزی ؒ۔[۱]

یعنی پھر اس وقت کے اندر اندر جتنی چاہے نمازیں پڑھتی رہے۔خون کی آمد سے اسکا وضو اور نماز نہیں ٹوٹیں گے۔اس روایت میں وقت صلوٰۃ کی تصریح آفتاب نصف النہار کی طرح چمک رہی ہے لیکن اسکے بالمقابل ''لِکُلِّ صَلٰوۃٍ'' یا ''اِلٰی کُلِّ صَلٰوۃٍ'' والی احادیث اپنے معنی میں صریح نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے موقف کی ایک گونہ تائید کرتی ہے۔کیونکہ شرعاً وعرفاً لفظ صلوٰۃ وقتِ صلوٰۃ کے لئے عام طور پر مستعمل ہے۔شرعاً کی مثال نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان ''اَیُّمَا رَجُلٍ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ'' ہے یعنی جس شخص کو نماز (وقتِ نماز) پالیوے اسے چاہئے کہ نماز پڑھ لے عرفا کی مثال عرب کا قول ''اٰتِیْکَ لِصَلٰوۃِ الظُّھْرِ'' ہے یعنی میں تیرے پاس نماز ظہر کے وقت آؤں گا۔دوسری مثال میں لصلوٰۃ کا لام وقت میں استعمال ہوا ہے اسی طرح ''لِکُلِّ صَلٰوۃٍ'' میں بھی وقتِ کل صلوۃ مراد ہے۔اور حضرت امام صاحب ؒ کی روایت نے اسے بالکل متعیّن کر دیا ہے نیز ''لِکُلِّ صَلٰوۃٍ'' کا ظاہر اور متبادر معنی تو یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کیا جائے خواہ وہ فرض ہو یا واجب یا سنّت یا نفل۔چنانچہ امام ثوری ؒ اور ابوثور ؒ اسی طرف گئے ہیں۔پھر فریقِ مخالف اس ظاہری معنی کو چھوڑ کر ایک وقت میں فرضوں کے وضو سے وتر، سنّت اور نفل پڑھنے کو کیوں جائز قرار دیتا ہے۔اگر ان کے لئے یہ روا ہے کہ وہ معنی میں اتنی توسیع کر لیں کہ ایک نماز کے وضو سے فرض کے ساتھ ساتھ سنتیں اور نفل بھی پڑھ لیں تو پھر ہمارے لئے بھی یہ بالکل جائز ہے کہ وقتی فرض کے لئے کئے ہوئے وضو سے دیگر فرضوں کی قضا بھی پڑھ لیں۔[۱]

حاملہ کو اگر خون آئے تو وہ حیض نہیں ہے

(۳۰۳)عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ ''اِذَا رَاَتِ الْحُبْلٰی الدَّمَ فَلَیْسَتْ بِحَائِضٍ فَلْتُصَلِّ وَلْتَصُمْ وَلْیَاْتِھَا زَوْجُھَا وَلْتَصْنَعْ مَا یَصْنَعُ الطَّاھِرُ

(رواہ الامام محمد ؒ فی الآثار)[۲]

جناب ابراہیم ؒ فرماتے ہیں کہ حاملہ عورت خون دیکھے تو وہ حائضہ نہیں ہے اسے چاہئے کہ نماز پڑھتی رہے، روزہ رکھتی رہے اس کا خاوند اس کے پاس آتا رہے اور وہ سب کچھ کرتی رہے جو ایک پاک آدمی کرتا ہے۔

[۱] معارف السنن ص۴۲۲ [۲] جامع المسانید ص ۲۷۲

حائضہ متحیرہ کا حکم

اب تک جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ حائضہ مبتدئہ یا حائضہ معتادہ کے تھے۔ایک تیسری قسم حائضہ متحیرہ یا متحریہ بھی ہے جس کا حکم یہ ہے کہ جب کثرت استحاضہ سے وہ اپنے ایامِ عادت بھول گئی ہو تو اب اسے تحری کرنی چاہئے یعنی سوچ بچار کر کے وہ اپنے ایام حیض متعین کرے۔پھر ان کے نکل جانے کے بعد اگر نبھا سکے تو ہر نماز کے لئے ایک غسل کرے اور نہ نبھا سکے تو ایک غسل کر کے جمع بین صلوٰتین کرلے۔اور وہ اس طرح کہ ظہر کو موٴخر کردے اور عصر کو مقدم کرلے پھر ایک غسل کر کے دونوں کو ادا کرلے اسی طرح مغرب کو موٴخر کرے اور عشاء کو مقدم اور ایک غسل سے وہ دونوں پڑھ لے پھر ایک غسل فجر کے لئے کرلے جیسا کہ حدیثِ حمنہ میں تفصیلاً مذکور ہے۔

(۳۰٤)عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ فِیْ اٰخِرِ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سَاٰمُرُكِ بِاَمْرَیْنِ اَیُّهُمَا صَنَعْتِ اَجْزَاَكِ مِنَ الْاٰخَرِ وَاِنْ قَوِیْتِ عَلَیْهِمَا فَاَنْتِ اَعْلَمُ قَالَ لَهَا اِنَّ هٰذِهٖ رَكْضَةٌ مِّنْ رَكَضَاتِ الشَّیْطَانِ فَتَحَیَّضِیْ سِتَّةَ اَیَّامٍ اَوْ سَبْعَةَ اَیَّامٍ فِیْ عِلْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اغْتَسِلِیْ حَتّٰی اِذَا رَاَیْتِ اَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَاْتِ فَصَلِّیْ ثَلَاثًا وَّ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً اَوْ اَرْبَعًا وَّ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَّاَیَّامَهَا وَصُوْمِیْ فَاِنَّ ذَالِكَ یُجْزِئُكِ وَكَذٰلِكَ فَافْعَلِیْ كُلَّ شَهْرٍ كَمَا تَحِیْضُ النِّسَآءُ وَكَمَا یَطْهُرْنَ مِیْقَاتَ حَیْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ وَاِنْ قَوِیْتِ عَلٰی اَنْ تُؤَخِّرِیْنَ الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِیْنَ الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِیْنَ وَتَجْمَعِیْنَ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

حضرت حمنہ بنت جحشؓ ایک طویل حدیث کے آخر میں کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تجھے دو امروں میں سے ایک کا حکم دیتا ہوں تو ان میں سے جونسا بھی کریگی تجھے دوسرے امر سے کفایت کرے گا۔اور اگر تو دونوں پر قادر ہو سکے تو تُو ہی زیادہ سمجھتی ہے۔آپ نے اسے فرمایا کہ یہ شیطان کی شرارتوں میں سے ایک شرارت ہے پس تُو چھ دن یا سات دن حیض گذار جو اللہ کے علم میں ہو پھر غسل کر، یہاں تک کہ جب تو دیکھ لے کہ اب پاک ہوگئی ہے اور خوب صاف ہوگئی ہے تو تیئس دن رات یا چوبیس دن رات نماز ادا کر اور روزہ رکھ۔پس یہ تجھے کفایت کر جائے گا۔پھر ہر مہینے ایسے ہی کرتی رہ جیسے عورتیں اپنے حیض اور طہر کے اوقات میں حائضہ اور طاہرہ ہوتی ہیں اور اگر تو قادر ہو کہ ظہر کو موٴخر کر دے اور عصر کو مقدم کرے پھر غسل کر کے دونوں ظہر

وَ تُؤَخِّرِيۡنَ الۡمَغۡرِبَ وَ تُعَجِّلِيۡنَ الۡعِشَآءَ ثُمَّ تَغۡتَسِلِيۡنَ وَ تَجۡمَعِيۡنَ بَيۡنَ الصَّلٰوتَيۡنِ فَافۡعَلِيۡ وَ تَغۡتَسِلِيۡنَ مَعَ الۡفَجۡرِ فَافۡعَلِيۡ وَ صُوۡمِيۡ اِنۡ قَدَرۡتِ عَلٰى ذٰلِكِ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَعۡجَبُ الۡاَمۡرَيۡنِ اِلَيَّ (رواہ احمد و ابو داود و الترمذی) [۱]

اور عصر کو جمع کرے اور مغرب کو مؤخر کرے اور عشاء کو مقدم کرے پھر غسل کر کے دونوں کو جمع کرے تو ایسا کر لے اور فجر کے ساتھ بھی ایک غسل کر پس تو ایسا کر لے اور روزہ رکھ اگر تجھے قدرت ہو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا یہ دو صورتوں میں سے مجھے زیادہ پسند ہے۔

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

وہ شخص جس کو نواقضِ وضو میں سے کوئی ناقض بار بار پیش آتا ہو حتی کہ اسے اتنا بھی موقع نہ دیتا ہو کہ وہ دو رکعت یا چار رکعت فرض ادا کر سکے بلکہ اس دوران بھی وہ ناقض پیش آ جاتا ہو تو اس کو شرعاً معذور کہتے ہیں۔ جیسے وہ شخص جس کو سلسل بول کی بیماری ہو یا دائمی نکسیر ہو یا کوئی زخم ہو جو ہر وقت رستا رہتا ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو ابھی مستحاضہ کا گذرا ہے یعنی وہ ہر نماز کے وقت کے لئے ایک دفعہ وضو کر لے پھر وقت کے اندر جتنی چاہے نمازیں پڑھتا رہے۔ اس ناقض اور بیماری کے آنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ اور نہ ہی اس کا وضو باطل ہوگا۔ جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۳۰۵) عَنۡ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ تُصَلِّي الۡمُسۡتَحَاضَةُ وَاِنۡ قَطَرَتۡ عَلَى الۡحَصِيۡرِ (رواہ ابنِ ابی شیبة) [۲]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا مستحاضہ نماز پڑھتی رہے اگرچہ خون کے قطرے چٹائی پر ٹپکتے رہیں۔

(۳۰۶) وَعَنۡ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتۡ اِعۡتَكَفَتۡ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِمۡرَاَةٌ مِّنۡ نِّسَآئِهٖ فَكَانَتۡ تَرَى الۡحُمۡرَةَ وَالصُّفۡرَةَ فَرُبَمَا وَضَعَتِ الطَّسۡتَ تَحۡتَهَا وَهِيَ تُصَلِّيۡ (رواہ البخاری) [۳]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بیویوں میں سے ایک نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا تو وہ خون کی سرخی اور زردی دیکھا کرتی تھی بسا اوقات وہ پلیٹ اپنے نیچے رکھ کر نماز پڑھا کرتی تھی۔

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۵۷
[۲] نصب الرایة ص ۲۰۰ [۳] بخاری ص ۴۵

غسلِ نفاس

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچہ پیدا ہونے کے بعد زچہ کو مقررہ ایام میں آتا ہے نفاس کے زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہوتے ہیں لیکن کم کی کوئی حد نہیں جس عورت کو نفاس آتا ہے اسے نفساءُ کہتے ہیں۔ اگر نُفساءُ کو چالیس دن سے زیادہ خون جاری رہے تو پھر بھی مستحاضہ بن جاتی ہے۔ نفاس کا حکم یہ ہے کہ ایام عادت گذر جائیں اور خون بند ہو جائے تو نُفساءُ پر غسل فرض ہو جاتا ہے اور اگر چالیس دن پر جاکر بند ہو تب بھی غسل فرض ہے لیکن اگر چالیس دن کے بعد بھی خون جاری رہے تو ایک دفعہ غسل کر کے مستحاضہ کی طرح نماز پڑھنی شروع کردے البتہ ایام نفاس کی نمازیں اسے معاف ہیں۔ جیسا کہ ان روایات میں ہے۔

(۳۰۷)عَنۡ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتۡ كَانَتِ النُّفَسَآءُ يَجۡلِسُ عَلٰى عَهۡدِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَرۡبَعِيۡنَ يَوۡمًا وَّ كُنَّا نُطَلِّيۡ وُجُوۡهَنَا بِالۡوَرۡسِ مِنَ الۡكَلَفِ (رواه الترمذی)[۱]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں چالیس دن تک بیٹھا کرتی تھیں۔ (نماز نہیں پڑھا کرتی تھیں) اور ہم اپنے چہروں پر خوبصورتی کیلئے ورس کی لیپ کرلیا کرتی تھیں۔

(۳۰۸)وَعَنۡ مُسَّةَ الۡاَزۡدِيَّةِ قَالَتۡ حَجَجۡتُ فَدَخَلۡتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلۡتُ يَا اُمَّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِنَّ سَمُرَةَ بۡنَ جُنۡدُبٍ يَاۡمُرُ النِّسَآءَ يَقۡضِيۡنَ صَلٰوةَ الۡمَحِيۡضِ فَقَالَتۡ لَا يَقۡضِيۡنَ كَانَتِ الۡمَرۡاَةُ مِنۡ نِسَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ تَقۡعُدُ فِى النِّفَاسِ اَرۡبَعِيۡنَ لَيۡلَةً لَا يَاۡمُرُهَا النَّبِيُّ بِقَضَآءِ صَلٰوةِ النِّفَاسِ

(رواه ابو داؤد)[۲]

جناب مُسّہ ازدیہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حج کیا تو حضرت ام سلمہؓ سے ملی اور میں نے عرض کیا اے ام المؤمنین سمرہ بن جندبؓ عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ایام حیض کی نمازیں قضا کریں آپ نے فرمایا وہ قضا نہ کریں۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ازواج چالیس دن تک نفاس میں بیٹھا کرتی تھیں آپ انہیں زمانۂ نفاس کی نمازیں قضا کرنے کا حکم نہیں فرماتے تھے۔

(۳۰۹)وَعَنۡ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِلنِّفَاسِ اَرۡبَعِيۡنَ يَوۡمًا اِلَّا اَنۡ تَرَى الطُّهۡرَ قَبۡلَ ذَالِكَ (رواه ابن ماجة)[۳]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نفاس کے چالیس دن مقرر فرمائے ہیں مگر یہ کہ وہ اس سے پہلے طہر دیکھ لے (خون بند ہو جائے)۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نفاس زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہوتا ہے اور نفساءُ کو ایام نفاس کی نمازیں معاف ہیں۔

[۱] ترمذی شریف ص ۲۰
[۲] ابو داؤد شریف ص ۴۳ [۳] ابن ماجۃ ص ۴۸

موجباتِ غسل

موجباتِ غسل چار ہیں۔(۱) جماع (۲) غیوبِ حشفہ یعنی مرد کی سپاری کا داخل ہو جانا۔ (۳) احتلام مرد وعورت دونوں کو ہونا (۴) عورتوں کا حیض ونفاس سے فارغ ہونا۔

غسل فرض کے فرائض

غسل کے تین فرض ہیں۔(۱) مضمضہ (۲) استنشاق (۳) سارے بدن پہ پانی بہانا۔
ان تینوں کی فرضیت کا مفہوم قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا — اور اگر تم جنبی ہو تو خوب اچھی طرح طہارت حاصل کرو۔

اچھی طرح طہارت جبھی ہوسکتی ہے کہ جب مضمضہ اور استنشاق اچھی طرح کیا جائے اور سارے بدن کو خوب دھویا جائے۔
نیز حدیثِ پاک میں ہے۔

(۳۱۰) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ "اَلْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ لِلْجُنُبِ ثَلَاثًا فَرِيْضَةٌ
(رواه الدارقطنیؒ والبیہقی)[۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا تین دفعہ کلی کرنا اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالنا جنبی کے لئے فرض ہے۔

یہ حدیث اگرچہ برکت راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔لیکن اس کا مضمون آثارِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

(۳۱۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سُئِلَ عَمَّنْ نَسِىَ الْمَضْمَضَةَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ قَالَ "لَا يُعِيْدُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ جُنُبًا
(رواه البیہقی ورواه امامنا ابو حنیفہؒ مثلهٗ)[۲]

حضرت ابنِ عباسؓ سے پوچھا گیا کہ جو شخص مضمضہ اور استنشاق بھول جائے اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا نہ لوٹائے مگر جب جنبی ہو۔

(۳۱۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ "اِذَا نَسِيْتَ الْمَضْمَضَةَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ وَاَنْتَ جُنُبٌ فَاَعِدْ صَلٰوتَكَ (رواه عبدالرزاق و سعید بن منصور)[۳]

حضرت ابنِ عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تو مضمضہ اور استنشاق بھول جائے اور تو جنبی ہو تو اپنی نماز لوٹالے۔

[۱] نصب الرایۃ ص ۷۸
[۲] نصب الرایۃ ص ۷۹ [۳] بحوالہ سابقہ

غسل واجب

میّت کو غسل دینا واجب ہے۔

(۳۱۳)عَنْ اِبْرَاهِيمَ النَّخْعِيّ اَنَّهٗ قَالَ غَسْلُ الْمَيِّتِ كَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ (رواہ ترمذی)[۱]

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ میّت کو غسل دینا اتنا ہی ضروری ہے جتنا غسلِ جنابت۔

اسی طرح اگر آدمی کے عام جسم پر نجاست لگ جائے تو اسے بھی دھونا صاف کرنا واجب ہے۔

غسل کی سنتیں اور اس کی کیفیّت

غسل میں یہ چیزیں مسنون ہیں۔

(۱) دونوں ہاتھ دھونا۔ (۲) استنجا کرنا۔ (۳) ظاہری نجاست کا دھونا۔ (۴) وضو کرنا۔ (۵) سارے جسم پر تین دفعہ پانی بہانا۔
(۶) پاک جگہ کھڑے ہو کر پاؤں دھونا۔

ان سنتوں کا تذکرہ ان مفصل احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرتِ میمونہؓ سے کیفیتِ غسل رسالت مآب ﷺ کے ذیل میں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً یہ حدیث شریف ہے۔

(۳۱٤)عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ اَدْنَيْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِسْلَهٗ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِى الْاِنَآءِ ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى فَرْجِهٖ وَ غَسَلَهٗ بِشِمَالِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْاَرْضَ فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيْدًا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْئَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفْيَاتٍ مِلْأَ كَفِّهٖ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَجَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى عَنْ مَّقَامِ ذَالِكَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ بِمِنْدِيْلٍ فَرَدَّهٗ (رواه الائمة الستة)[۲]

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے غسلِ جنابت کیلئے پانی رکھا تو آپ نے دو یا تین دفعہ ہاتھ دھوئے پھر آپ نے اپنے ہاتھ برتن میں ڈال دیئے پھر اپنی فرج پر پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے اسے دھویا پھر اپنے بائیں ہاتھ کو زمین پر مار کر خوب رگڑا پھر نماز والا وضو فرمایا پھر اپنے سر پر تین لپ بھر کے پانی ڈالا پھر اپنے باقی جسم کو دھویا پھر اس جگہ سے ہٹ گئے اور آپ نے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر میں رومال لیکر آئی تو آپ نے اسے واپس کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں صرف یہ بات زائد ہے کہ آپ نے سر پر پانی ڈالنے سے پہلے پانی لے کر اپنی انگلیاں بالوں کی جڑوں میں داخل کیں (گویا انہیں تر کیا) اور پھر سر پہ تین بار پانی ڈالا پھر سارا جسم دھویا۔ الخ

[۱] ترمذی ص ٦٢
[۲] مسلم ص ١٤٧/١

(۳۱۵)عَنْ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اَمَّا الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَتُفْرِغُ بِيَمِيْنِكَ عَلٰى شِمَالِكَ ثُمَّ تُدْخِلُ يَدَكَ فِى الْمَآءِ فَتَغْسِلُ فَرْجَكَ وَمَا اَصَابَكَ ثُمَّ تَوَضَّأُ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ تُفْرِغُ عَلٰى رَاْسِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (مجمع الزوائد وابو یعلیٰ)[۱]

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جنابت کیلئے غسل کرنا چاہو تو پہلے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالو پھر ہاتھوں کو برتن میں ڈال لو اور پہلے استنجا کرو اور جہاں نجاست لگی ہوئی ہو اس کو دھوؤ، پھر وضو کرو جیسے نماز کا وضو ہوتا ہے۔ پھر اپنے سر پہ تین دفعہ پانی ڈالو۔

ان روایت میں مذکورہ سنتیں اور غسلِ مسنون کا طریقہ بتفصیل موجود ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا بھی ضروری ہے۔

عورتوں کے لئے مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں

(۳۱۶)عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اِمْرَاَةٌ اَشَدُّ ضُفُرَ رَاْسِىْ فَاَنْقُضُهٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ "اِنَّمَا يَكْفِيْكِ اَنْ تَحْثِىْ عَلٰى رَاْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيْضِىْ عَلَيْكِ الْمَآءَ فَتَطْهُرِيْنَ (رواہ مسلم)[۲]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں ایک ایسی عورت ہوں کہ اپنی مینڈھیاں سخت گوندھتی ہوں کیا غسلِ جنابت کے لئے انہیں لازمی کھولوں؟ آپ نے فرمایا نہیں تجھے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے سر پر پانی کی تین لپیں ڈال لے۔

(۳۱۷)وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِذَا اغْتَسَلَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ جَنَابَةٍ فَلَا تَنْقُضْ شَعْرَهَا وَلٰكِنْ تَصُبُّ الْمَآءَ عَلٰى اُصُوْلِهٖ وَ تَبُلُّهٗ (رواہ الدارمی)[۳]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ عورت جب غسلِ جنابت کرے تو اپنے بال نہ کھولے لیکن ان کی جڑوں میں پانی ڈال کر ان کو تر کردے۔

غسل ہائے مسنون

مسنون غسل چار ہیں۔

[۱] مجمع الزوائد ص ۲۷۰/۱

[۲] مسلم ص ۱۶۹

[۳] زجاجة ص ۱۱٤

(۱) جمعہ کے لئے۔ (۲) عیدین کے لئے۔ (۳) وقوفِ عرفات کے لئے۔ (۴) احرام باندھنے کے لئے۔

جمعہ کا غسل اس حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(۳۱۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ (رواه الشيخان)[۱]

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو اسے چاہئے کہ غسل کرے۔

عیدین اور وقوفِ عرفات کے لئے غسل اس حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(۳۱۹) عَنِ الْفَاكِهِ بْنِ سَعْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ (رواه ابنِ ماجة)[۲]

حضرت فاکہ بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یومِ جمعہ، یومِ قربان اور یومِ عرفہ کے لئے غسل فرمایا کرتے تھے۔

غسل احرام کے لئے یہ حدیث مبارک دیکھئے۔

(۳۲۰) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِاِهْلَالِهٖ وَاغْتَسَلَ (رواه الترمذی)[۳]

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے احرام باندھنے کے لئے کپڑے اتارے اور غسل فرمایا۔

غسل کے بعد وضو کی کوئی ضرورت نہیں

عامی لوگوں کا خیال ہے کہ غسل کے وقت انسان ننگا ہوتا ہے اس لئے اس کا وضو نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا بعد الغسل اسے دوبارہ وضو کرنا چاہئے مگر یہ خیال صحیح نہیں بلکہ غسل سے پہلے کا کیا ہوا وضو بہر حال باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۳۲۱) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ (رواه الخمسة)[۴]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غسل کے بعد وضو نہیں فرمایا۔

غسل مستحب

اگر کوئی شخص کافر سے مسلمان ہو تو اسے غسل کر لینا مستحب ہے۔ اگر وہ جنبی ہو تو پھر غسل کرنا فرض ہے۔

[۱] نصب الراية ص ۸۵
[۲] ابنِ ماجة ص ۹٤
[۳] نصب الراية ص ۸٦
[٤] مشكوٰة ص ٤١

باب الصّلوٰة

قرآنِ پاک میں ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ○ (قرآن پاک پ ٥) یعنی نماز مؤمنوں پر وقت مقررہ کا فرض ہے۔

ترمذی شریف میں ہے۔

(۳۲۲) اِنَّ لِلصَّلٰوةِ اَوَّلًا آخِرًا (رواہ الترمذی)[1] نماز کا اوّل بھی ہے اور آخر بھی

بخاری شریف میں ہے کہ اپنے وقت کے اندر اندر نماز پڑھنا ''افضل الاعمال'' ہے۔اس لئے نماز کے اوقات کا پہچاننا بہت ضروری ہے۔۔نمازیں پانچ ہیں۔فجر،ظہر،عصر،مغرب اور عشاء مع وتر

پانچ اوقاتِ نماز کی حکمت آیتِ قرآنی سے

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ (سورۃ روم)[2]

اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرو اور جب صبح کرو اور آسمانوں و زمینوں میں اسی کی حمد کے ترانے گائے جاتے ہیں۔اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔یعنی جنت چاہتے ہو تو اللہ کی یاد کرو جو دل، زبان ،اعضاء جوارح سب سے ہوتی ہے نمازوں میں تینوں قسم کی یاد جمع کردی گئی ہے۔اور اوقات فرض نماز کے یہی ہیں جو اس آیت میں بیان ہوئے یعنی صبح وشام جس میں مغرب وعشاء شامل ہے۔دن کے پچھلے پہر عصر اور دن ڈھلنے کے بعد ظہر کی نمازیں ہیں ان اوقات میں حق تعالیٰ کی رحمت یا قدرت کے آثار زیادہ ہیں۔آفتابِ عالم اجسام میں سب سے بڑا روشن کُرہ ہے جس کے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض وتاثیر سے عالمِ اسباب میں شاید ہی کوئی مادی مخلوق مستثنیٰ ہو جیسا کہ ارض النجوم کے مصنف نے بہت شرح وبسط سے اس کو ثابت

[1] ترمذی شریف ص ٤٩ [2] سورۃ روم آیت نمبر ١٧

کیا ہے۔اسی بنا پر ستارہ پرستوں نے اسے اپنا معبودِ اکبر قرار دیا ہے۔جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قول ''هٰـذَا رَبِّـیْ هٰـذَا اَكْبَرُ'' میں ارشاد ہے۔اس کے عجز و بے چارگی اور آفتاب پرستوں کی اس کے فیض سے محرومی کا کھلا ہوا مظاہرہ بھی انہی پانچ اوقات میں ہوتا ہے۔صبح کو جب تک طلوع نہیں ہوتا اور دوپہر ڈھلنے پر جبکہ اس کے عروج میں کمی آنی شروع ہو جاتی ہے۔اور عصر کے وقت جبکہ اسکی حرارت اور روشنی میں نمایاں طور پر ضعف آ گیا اور غروب کے بعد جب اس کی نوری شعاعوں کے اتصال سے اس کے پجاری محروم ہو گئے پھر عشاء کے وقت جب شفق بھی غائب ہو گئی اور روشنی کے ادنیٰ ترین آثار بھی افق پر باقی نہ رہے۔ان اوقات میں موحدین کو حکم ہوا ہے کہ خدائے اکبر کی عبادت کریں۔

شروع صلوٰۃ میں اللہ اکبر کہہ کر اس موحدِ عظیم حضرت خلیل اللہ کی اقتداء کرتے ہیں۔جس نے ''هٰـذَا رَبِّـیْ هٰذَا اَكْبَرُ'' کے بعد فرمایا تھا ''اِنِّـیْ وَجَّهْـتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ'' اس سے آپ نے یہی یاد دلایا ہے کہ تسبیح و تنزیہہ اور یاد کرنے کے قابل وہی ذات ہو سکتی ہے۔جس کی خوبی آسمان و زمین کی کل کائنات بزبانِ حال و قال سے بیان کر رہی ہے۔وللہ الحمد

اوقاتِ نماز

نماز کے اوقات تین قسم کے ہیں۔

(ا)...کل اوقات (۲)...مستحب اوقات (۳)...مکروہ اوقات

کل اوقات: اس سے مراد وہ اوقات ہیں جن کے اندر اندر پڑھی ہوئی نماز کسی نہ کسی درجے میں ادا ہو جائیگی۔خواہ مستحب ہو یا جائز یا مکروہ۔کل اوقات کا اجمالی بیان اس حدیث شریف میں موجود ہے۔

(۳۲۳) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ''وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ یَحْضُرِ الْعَصْرَ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَ وَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ یَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ الصَّلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ الْاَوْسَطِ وَ وَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ظہر کا وقت ہے جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اسکے قد کے برابر ہو جائے۔جب تک کہ عصر نہ آئے اور عصر کا وقت ہے جب تک کہ دھوپ پیلی نہ پڑے اور مغرب کی نماز کا وقت ہے جب تک کہ شفق غائب نہ ہو اور عشاء کی نماز کا وقت ہے ٹھیک آدھی رات تک اور صبح کی نماز کا وقت ہے

طُلُوعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَیِ الشَّيْطَانِ (رواہ مسلم)[۱]	طلوعِ فجر سے لیکر جبتک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے پس جب سورج طلوع ہو جائے تو نماز سے رُک جا کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

فجر اور مغرب کا کل وقت

اس حدیثِ پاک میں فجر کا مکمل جوازی وقت بیان ہوا ہے کہ طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ شمس تک ہے جو بلا اختلاف صحیح ہے اور ظہر کا ابتدائی وقت قطعیت سے بیان ہوا ہے یعنی سورج ڈھلنے کے بعد، لیکن اس کے انتہائی وقت میں اجمال اور ابہام پیدا کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح عصر کے ابتدائی وقت میں ابہام ملحوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کا انتہائی وقت صرف مستحب کی حد تک بیان ہوا ہے۔ کہ اصفرارِ شمس سے پہلے تک ہے اور نمازِ مغرب کا ابتدائی وقت جو اپنے نام سے ظاہر اور عوام النّاس میں متعارف ہے اس لئے اس کو بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا انتہائی وقت بالقطعیت بیان ہو گیا ہے۔ کہ غروبِ شفق تک ہے۔ پھر شفق ایک تفصیل طلب امر ہے جو ہمارے نزدیک بیاض (سفیدی) کا نام ہے۔ جو سرخی کے بعد آتی ہے۔ اور دیگر علماء کے نزدیک غروب کے بعد والی سُرخی کو کہتے یں۔ اور عشاء کے ابتدائی وقت سے کسی وجہ سے تعرّض نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا انتہائی وقت صرف جواز بلا کراہت کی حد تک بیان کر دیا گیا ہے یعنی نصف رات تک۔

واضح ہو کہ اوقات کی یہ تعیین وتحدید فرضیّتِ نماز کے بالکل ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہے۔ بعد ازاں عصر وعشاء کے وقت میں توسیع اور ظہر کے آخری وقت کی غیر مبہم تحدید ہوئی ہے۔ جیسا کہ اگلی روایات میں ہے۔

ظہر وعصر کا کل وقت

ظہر کی ابتداء تو گذشتہ حدیث شریف میں بالقطعیّت بیان ہو چکی ہے۔ کہ زوال کے بعد ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اب اس کی انتہا کے لئے یہ حدیث شریف دیکھیے۔

(۳۲٤) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ	حضرت عبداللہ بن رافع رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اوقاتِ نماز کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا

[۱] مسلم ص ۲٤۳

اَبُوْ هُرَيْرَةَ ؓ اَنَا اُخْبِرُكَ صَلِّ الظُّهْرَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ
(رواه مالكؒ و روى عبدالرزاق مثله)[۱]

میں تجھے بتلاتا ہوں ظہراس وقت پڑھ جب تیرا سایہ ایک مثل ہوجائے اور عصراس وقت پڑھ جب سایہ دو مثل ہوجائے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دوسری مثل ظہر کا اور تیسری مثل عصر کا بالکل صحیح وقت ہے کیونکہ ایک مثل ختم ہونے کے بعد جب نماز پڑھی جائے گی تو وہ لازماً دوسری مثل میں واقع ہوگی۔ لہٰذا دوسری مثل ظہر کا وقت ہے اور جب دوسری مثل کے ختم پر عصر کا وقت شروع ہوا تو معلوم ہوا کہ دوسری مثل پر ظہر کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ عصر کا وقت کب ختم ہوا تو اس کے لئے یہ حدیث شریف دیکھیں۔

(۳۲۵)عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ
(رواه الشيخانؒ)[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس نے صبح کی ایک رکعت طلوعِ شمس سے پہلے پالی اس نے نمازِ صبح پالی اور جس نے عصر کی ایک رکعت غروبِ شمس سے پہلے پالی اس نے نمازِ عصر پالی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ طلوعِ شمس تک فجر کا اور غروبِ شمس تک عصر کا وقت باقی رہتا ہے۔ جبھی تو اس کی نماز ادا سمجھی جائیگی۔ پس حاصل یہ ہوا کہ نمازِ فجر کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک ہے اور نمازِ ظہر کا وقت زوالِ شمس سے لے کر مثلِ ثانی تک، نمازِ عصر کا وقت مثلِ ثانی سے لے کر غروبِ آفتاب تک نمازِ مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے لیکر غروبِ شفق تک ہے۔

شفق کے معنٰی

ہم احناف کے نزدیک شفق کے معنٰی وہ سفیدی ہے جو غروب کی سُرخی کے بعد آتی ہے۔ امامِ لغت ونحو فراء کے نزدیک بھی اس سے مراد بیاض یعنی سفیدی ہے۔ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ دیوبندی نے فرمایا ہے کہ شفق "رقة الحمرة" کا نام ہے۔ یعنی سُرخی جب پیلی ہوکر سفیدی مائل ہوجاتی ہے تو اسے شفق کہتے ہیں۔ [۳]

[۱] زجاجة المصابيح ص۱٦٥ ، مؤطا امام مالك ص ٥

[۲] مشكوٰة شريف ص ٦١

[۳] كما افاده شيخنا البنوریؒ فی معارف السنن۔ ص ۱/ ٤١

حدیث شریف سے بھی اس معنٰی کی تائید ہوتی ہے۔ جیسے حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔

(۳۲۶) عَنْ جَابِرٍ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعِشَآءِ حِیْنَ ذَهَبَ بَیَاضُ النَّهَارِ وَهُوَ الشَّفَقُ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وقال الہیثمی اسنادہ حسن)[۱]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ پھر عشاء کی اذان پڑھی جب دن کی سفیدی ختم ہوگئی اور وہی شفق ہے۔

اس کی مزید تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

(۳۲۷) عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَتٰی اُصَلِّیْ الْعِشَآءَ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اسْوَدَّ الْاُفُقُ (رواہ مسلم) وَفِیْ رِوَایَةٍ مَرْفُوْعًا وَ یُصَلِّی الْعِشَآءَ حِیْنَ یَسْوَدُّ الْاُفُقُ (وصححہ ابن خزیمۃ)[۲]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں عشاء کس وقت میں پڑھوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب افق سیاہ ہوجائے۔

تو افق سفیدی کے بعد سیاہ ہوتا ہے سرخی کے بعد نہیں، لہٰذا اب وہ ابہام دور ہوگیا جو مغرب کے آخر وقت اور عشاء کے شروع میں تھا۔ عشاء کا آخری وقت طلوع فجر تک باقی رہتا ہے جیسا کہ آئندہ حدیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے۔

عشاء کا آخر وقت

(۳۲۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ حَتّٰی ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّیْلِ وَ حَتّٰی نَامَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰی وَ قَالَ "اِنَّهٗ لَوَقْتُهَا لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ" (رواہ الطحاوی و النسائی و مسلم)[۳]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کو اتنا موخر کیا کہ اکثر رات گذر گئی اور مسجد والے سو گئے پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھائی اور فرمایا بیشک یہی اسکا وقتِ مستحب ہے اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا احساس نہ ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت آخر رات تک باقی رہتا ہے آئندہ آثار سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔

[۱] آثار السنن ص ۴۱ [۲] زجاجۃ ص۱۶۹
[۳] طحاوی ۱۰۹، مسلم ۲۴۹

(۳۲۹)عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ اِلٰى اَبِىْ مُوْسٰى ''وَ صَلِّ الْعِشَآءَ اَىَّ اللَّيْلِ شِئْتَ وَلَا تَغْفُلْهَا (رواہ الطحاوی و رجالہ ثقات)[۱]

حضرت نافع بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ عشاء کی نماز رات کے جس حصے میں چاہو پڑھ لو لیکن اس سے غافل نہ ہو۔

اسی طرح اس روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۳۳۰)عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهٗ قَالَ لِاَبِىْ هُرَيْرَةَ مَاإِفْرَاطُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ قَالَ ''طُلُوْعُ الْفَجْرِ'' (رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح)[۲]

حضرت عبیدہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ عشاء کی نماز میں کوتاہی کب متصور ہوگی؟ تو انہوں نے کہا کہ طلوعِ فجر پر۔

یعنی فجر طلوع ہوگی تو عشاء قضا ہوجائیگی مگر اس سے پہلے ادا سمجھی جائیگی خواہ نصف شب کے بعد ہی پڑھی گئی ہو تو تہائی رات تک عشاء کا مستحب وقت ہے اور نصف شب تک جائز بلا کراہت اور نصف کے بعد طلوع فجر تک جائز مع الکراہت ہے۔ واللہ اعلم

وتروں کا آخر وقت

نمازِ عشاء کا وقت بعینہ وتروں کا وقت ہے لیکن عشاء کے فرضوں کے بعد، جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۳۳۱)عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''زَادَنِىْ رَبِّىْ صَلٰوةً وَهِىَ الْوِتْرُ وَقْتُهَا مَا بَيْنَ الْعِشَآءِ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ'' (رواہ احمد)[۳]

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے ایک نماز اور دے دی ہے اور وہ ہے وتر، جس کا وقت عشاء اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔

(۳۳۲)وَعَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِىِّؓ اَنَّهٗ قَالَ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَاَوْسَطَهٗ وَاٰخِرَهٗ لِكَىْ يَكُوْنَ وَاسِعًا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَىَّ ذٰلِكَ اَخَذُوْا بِهٖ كَانَ صَوَابًا غَيْرَ اَنَّ مَنْ طَمَعَ فِىْ قِيَامِ اللَّيْلِ فَلْيَجْعَلْ وِتْرَهٗ اٰخِرَ اللَّيْلِ (اخرجه ابو محمد البخاری فی مسنده)[۴]

حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع رات درمیانی رات اور آخری رات سب میں وتر پڑھے ہیں تاکہ مسلمانوں کے لئے گنجائش ہو کہ ان میں سے جس پر بھی عمل کرسکیں وہ صحیح ہوجائے ہاں جس شخص کو نمازِ تہجد کی رغبت ہو اسے چاہئے کہ وتر آخر رات میں پڑھے۔

[۱] طحاوی ص ۱۱۰ [۲] طحاوی ص ۱۱۰
[۳] زجاجة ص ۱۷۱ [۴] جامع المسانید ص ۳۰۱

مستحب اوقات

مستحب اوقات وہ ہیں جن میں نماز پڑھنا شرعاً زیادہ پسندیدہ ہے چنانچہ ظہر کا مستحب وقت اختتام مثلِ اول کے قریب ہے، عصر کا مستحب وقت مثلِ ثانی اور مثلِ ثالث کے مابین اصفرارِ شمس سے قبل تک ہے، مغرب کا وقتِ مستحب بعد المغرب فی الفور ہے عشاء کا وقتِ مستحب تہائی رات گزرنے تک اور فجر کا وقتِ مستحب عند الاسفار ہے۔ مذکورہ اوقات کے مستحب ہونے پر حدیثِ جبریل ایک واضح دلیل ہے۔

(۳۳۳)عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَآءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الظُّهْرَ حِيْنَ مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى اِذَا كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَهٗ جَآءَ لِلْعَصْرِ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الْعَصْرَ ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ جَآئَهٗ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الْمَغْرِبَ فَقَالَ فَصَلَّاهَا حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ سَوَآءً ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ جَآئَهٗ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ الْعِشَآءَ فَقَامَ فَصَلَّاهَا ثُمَّ جَآئَهٗ حِيْنَ سَطَعَ الْفَجْرُ فِى الصُّبْحِ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الصُّبْحَ ثُمَّ جَآئَهٗ مِنَ الْغَدِ حِيْنَ كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَهٗ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الظُّهْرَ ثُمَّ جَآئَهٗ حِيْنَ كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَيْهِ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ جَآئَهٗ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَقْتًا وَّاحِدًا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبریلؑ جناب رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آئے جبکہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور نمازِ ظہر پڑھئے جبکہ سورج ڈھل چکا تھا پھر کچھ توقف کیا حتی کہ جب آدمی کا سایہ اسکے ہم مثل ہو گیا۔ پھر عصر کیلئے آئے اور کہا اے محمد ﷺ اٹھئے اور عصر کی نماز پڑھئے پھر کچھ توقف کیا یہاں تک کہ جب سورج غروب ہو گیا تو آپکے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور مغرب کی نماز پڑھئے۔ پس آپ اٹھے اور مغرب کی نماز پڑھی جبکہ سورج بالکل ڈوب چکا تھا پھر کچھ دیر توقف کیا یہاں تک کہ شفق دور ہو گئی تو آئے اور کہا اے محمد ﷺ اٹھئے اور عشاء کی نماز پڑھئے پس آپ کھڑے ہوئے اور عشاء کی نماز پڑھی پھر آپکے پاس آئے جب کہ صبح کو فجر طلوع ہو گئی پس عرض کیا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور صبح کی نماز پڑھئے۔ پھر وہ اگلے دن آپکے پاس اسوقت آئے جبکہ آدمی کا سایہ اسکے ہم مثل ہو گیا اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور نماز پڑھئے پس آپ نے نمازِ ظہر پڑھی سایہ اسکے دو مثل ہو گیا تھا اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور نماز پڑھئے پس آپ

لَمْ يَزَلْ عَنْـــهُ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ جَآئَهُ لِلْعِشَآءِ حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلُ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَصَلَّى الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآئَهُ لِلصُّبْحِ حِيْنَ اَسْفَرَ جِدًّا فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَصَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ قَالَ ''مَابَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ كُلُّهٗ'' (رواه الترمذی و النسائی)[1]

نے عصر کی نماز پڑھی پھر وہ آپکے پاس مغرب کیلئے آئے جبکہ سورج ڈوب گیا بالکل پہلے وقت ہی بغیر کسی فرق کے اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور نماز پڑھئے پس آپ اٹھے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر وہ آپکے پاس عشاء کیلئے آئے جبکہ رات کی پہلی تہائی گزر گئی اور کہا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور نماز پڑھئے پس آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر وہ آپکے پاس فجر کی نماز کیلئے اس وقت آئے جبکہ انتہائی روشنی پھیل چکی تھی اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور نماز پڑھئے پس آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر وہ گویا ہوئے کہ ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہی وقت ہے۔

حدیث جبریل سے ثبوت استحباب کا طریق

اس حدیث شریف میں نمازوں کے جو اوقات بیان ہوئے ہیں وہ صرف مستحب اوقات ہیں نہ کہ کل اوقات کیونکہ اگر یہ کل اوقات کا بیان ہوتا تو غروبِ آفتاب کے قریب پڑھی ہوئی عصر اور تہائی رات کے بعد پڑھی ہوئی عشاء جائز نہ ہوئی حالانکہ یہ بالکل ثابت ہے کہ اگر کسی نے غروب سے پہلے ایک رکعت عصر کی اور طلوع سے پہلے ایک رکعت فجر کی پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور ادا ہی سمجھی جائیگی نہ کہ قضا جیسا کہ بخاری شریف کی اس حدیث شریف میں مذکور ہے۔

(۳۳٤)عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ'' (رواه البخاری)[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے کوئی شخص اگر عصر کا ایک سجدہ (رکعت) غروبِ آفتاب سے پہلے پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرلے اور جب صبح کا ایک سجدہ طلوع آفتاب سے پہلے پالے تو اسے چاہئے کہ اپنی نماز پوری کرلے۔

[1] نصب الراية ص۱۲۲ ، ترمذی ص۲۲ ، نسائی ص٦٢

[2] بخاری شریف ص۱/۷۹

ان احادیث مبارکہ سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ عصر کا وقت غروبِ آفتاب تک اور فجر کا وقت طلوعِ شمس تک باقی رہتا ہے لہٰذا احادیث جابرؓ میں صرف مستحب اوقات کا بیان ہے نہ کہ کل اوقاتِ صلوٰۃ کا تو مذکورہ حدیث شریف میں جتنے اوقات بیان ہوئے ہیں اگرچہ سبھی مستحب ہیں لیکن ان میں زیادہ مستحب اوقات وہ ہیں جو ایک نماز کے دونوں کے اوقات کے عین بیچ میں ہیں جیسا کہ حدیثِ ابن عباسؓ، حدیثِ ابی مسعودؓ اور حدیثِ ابی ہریرہؓ میں مصرح ہے، حدیث ابنِ عباسؓ کے الفاظ ہیں ''وَالْوَقْتُ فِیْ مَابَیْنَ هٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ'' رواہ ابو داؤدؒ والترمذیؒ یعنی اصل وقتِ مستحب تو ان دونوں اوقات کے مابین ہے۔

نمازوں کے متعلق حضرت علیؓ کا سرکاری فرمان

(۳۳۵) اَمَّا بَعْدُ فَصَلُّوْا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتّٰى تَفِیْءَ الشَّمْسُ مِنْ مَرْبَضِ الْعَنْزِ وَصَلُّوْا بِهِمُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَآءَ حَيَّةً فِیْ عُضْوٍ مِّنَ النَّهَارِ وَحِيْنَ يُسَارُ فِيْهِ فَرْسَخَانِ وَصَلُّوْا بِهِمُ الْمَغْرِبَ حِيْنَ يُفْطِرُ الصَّائِمُ وَصَلُّوْا بِهِمُ الْعِشَآءَ حِيْنَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلُّوْ بِهِمُ الْغَدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهٖ

(نہج البلاغة)[1]

حمد وصلوۃ کے بعد واضح ہو کہ تم لوگوں کو ظہر کی نماز اسوقت پڑھاؤ جبکہ سورج بکریوں کے باڑے کی دیوار سے ڈھل جائے اور عصر کی نماز اسوقت پڑھاؤ جبکہ سورج سفید اور زندہ ہو اور دن کا کچھ حصہ ابھی باقی ہو جسمیں سورج ڈوبنے تک دو فرسخ کا سفر ہو سکے ''یعنی چھ میل کا'' اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھاؤ جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے'' یعنی بعد الغروب'' اور عشاء کی نماز اس وقت پڑھاؤ جبکہ شفق چھپ جائے ''یعنی غروب کے بعد والی سفیدی'' ایک تہائی رات تک ''یعنی مستحب ٹائم'' اور نماز پڑھاؤ فجر کی جبکہ آدمی اپنے ساتھ والے کے چہرے کو پہچان سکے۔

ظہر کا مستحب وقت

پس اگر نمازِ ظہر جو پہلے دن فوراً بعد الزوال پڑھی اور دوسرے دن مثلِ اوّل کے ختم کے بعد مثل ثانی کے شروع ہونے پر پڑھی، یہ روزِ اوّل ساڑھے بارہ بجے کے بعد پونے ایک کے قریب اور روزِ ثانی ساڑھے تین کے بعد پونے چار کے قریب ہو کیونکہ ماہِ جون میں زوال اور مثلِ اوّل کے تقریباً یہی اوقات ہوتے ہیں تو ان کا مابین ٹھیک سوا دو بجے بنتا ہے جس کو اصل مستحب وقت کہنا چاہیے

[1] نہج البلاغة ۳/ ۹۱

تو حضرات احناف کَثَّرَ اللّٰهُ سَوَادَهُمْ گرمیوں میں عموماً یہی سوا دو بجے یا اڑھائی بجے ظہر پڑھ کر اصل استحباب کا ثواب حاصل کرتے ہیں تو از روئے حدیث گرمیوں کی ظہر کا اصل مستحب وقت دن کے ایک بجے نہیں جس پر غیر مقلدین کو اصرار ہے بلکہ سوا دو بجے ہے جیسا کہ ہمارے تجزیہ سے ظاہر ہے پھر گرمیوں کی ظہر کو دھوپ کی حدت ختم ہونے کے بعد پڑھنا ہی از روئے حدیث شریف زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے جیسا کہ آئندہ احادیث وآثار سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۳۳۶)عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ" (رواہ البخاری)[1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازِ ظہر کا ٹھنڈی کر کے پڑھو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھڑاس کی وجہ سے ہے۔

(۳۳۷)عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ مَااَدْرَکْتُ النَّاسَ اِلَّاوَهُمْ یُصَلُّوْنَ الظُّهْرَبِعَشِیٍّ (اخرجه فی المؤطا)

جناب قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ اس نے نمازِ ظہر شام کے وقت لوگوں کو پڑھاتے دیکھا ہے۔

(۳۳۸)وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالظُّهْرِ فَقَالَ "اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْ قَالَ اِنْتَظِرْ اِنْتَظِرْ" وَقَالَ "شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ" قَالَ اَبُوْذَرٍّ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ (رواہ البخاری ومسلمؒ)[2]

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مؤذن نے اذان پڑھنا شروع کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ٹھنڈا ہونے دے ابھی ٹھنڈا ہونے دے یا کہا ابھی دیر کر دیر کر اور فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھڑاس سے ہے پس جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو، حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے۔

(۳۳۹) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ یُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ "اَبْرِدْ" ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ "اَبْرِدْ" ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُؤَذِّنَ

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ کے مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی اور ٹھنڈا کر کچھ دیر بعد اس نے پھر اذان کا اراہ کیا تو

[1] بخاری شریف ص ۷۷

[2] اعلاء السنن ص ۲ ، بخاری ص ۷۷ ، مسلمؒ ص ۲۴۴

فَقَالَ لَهُ "اَبْرِدْ" حَتّٰى سَاوٰى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ (رواه البخاري) [1]

آپ نے فرمایا کہ ابھی اور ٹھنڈا کر پھر کچھ دیر بعد اس نے اذان کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی اور ٹھنڈا کر یہاں تک کہ سائے ٹیلوں کے برابر ہوگئے۔

صاحب ھدایہ نے لکھا ہے کہ بلادِ عراق میں مثل اوّل کا وقت انتہائی گرمی کا ہوتا ہے اور یہی حال پاکستان کا بھی ہے کیونکہ عراق اور پاکستان شرقاً غرباً ایک ہی خط پر واقع ہیں یہاں بھی مثلِ اوّل انتہائی گرمی کا وقت ہوتا ہے تو اگر اسے ٹھنڈا کیا جائے تو لازماً دوسری مثل میں نماز پڑھنا پڑے گی اور اسے ہی مستحب وقت کہا جائیگا تو اس سے دو باتیں ثابت ہوں گی ایک تو یہ کہ مثلِ ثانی میں ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ گرمیوں کی ظہر کا مستحب وقت مثلِ ثانی کا نصف ہے، دوسری حدیث شریف نے اس معنی کی مکمل تصدیق کی ہے کہ مثلِ ثانی ظہر کا بالکل صحیح بلکہ گرمیوں کی ظہر کا مستحب وقت ہے کیونکہ مؤذن نبی کریم ﷺ جب پہلی دفع اذان کہنے لگا تھا وہ اس کے نزدیک عام مستحب وقت ہی ہوگا یعنی مثلِ اوّل کا اخیر لیکن آنحضرت ﷺ نے اس کو منع فرمادیا اور انتظار کا حکم فرمایا اور یہ انتظار اتنا لمبا کروایا کہ ٹیلوں کے سائے ان کے برابر ہوگئے اور ٹیلے بھی کونسے اونچی پہاڑیاں ہیں بلکہ ریت کے مسطح ٹیلے جنہیں ٹبے کہنا زیادہ صحیح ہے [2] تو ٹبوں کا سایہ ان کے برابر اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اونچے ٹیلوں اور لمبی چیزوں کا سایہ ان سے دگنا نہ ہوجائے، ان احادیث مبارکہ کے پیش نظر اگر مثلِ ثانی کو ظہر کا مستحب وقت نہ بھی مانا جائے تو بھی ظہر کا جوازی وقت ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جو لوگ ظہر کا وقت مثلِ اوّل پہ ختم کردیتے ہیں ان کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں بلکہ حدیث جبریل کے مطابق دوسرے دن کی ظہر مثلِ ثانی کے شروع ہونے کے بعد پڑھی گئی ہے پھر مثلِ ثانی کے وقتِ ظہر ہونے سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے، اب دیکھیے! ایک ایسی حدیث جس سے بداہۃً ثابت ہوتا ہے کہ ظہر کا مستحب وقت تو شروع ہی ایک مثل کے بعد ہوتا ہے۔

(۳۴۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَ وَقْتُ الْعَصْرِ

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظہر کا وقت ہے کہ جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہوجائے جب تک کہ عصر کا وقت نہ ہوجائے اور نماز مغرب کا

[1] بخاری شریف ص ۸۷، ۸۸

[2] ٹیلوں سے ٹبے صرف ہم نے مراد نہیں لئے بلکہ فریق ثانی کے سینئر وکیل علامہ حافظ ابن حجرؒ بھی اس کا یہی معنی کرتے ہیں والتلول جمع تل (بفتح المثناة وتشديد اللام) كُلُّ مَا اجْتَمَعَ عَلَى الْاَرْضِ مِنْ تُرَابٍ اَوْ رَمْلٍ اَوْ نَحْوَ ذَالِكَ وَهِيَ فِي الْغَالِبِ مُنْبَطِحَةٌ غَيْرُ شَاخِصَةٍ یعنی تلول جمع تل کی ہے اور تل ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو مٹی اور ریت وغیرہ سے جمع ہوکر بن جاتی ہے اور وہ پھیلی ہوئی غیر بلند ہوتی ہے۔ اعلاء السنن ص ۲/۲

مَا لَمْ تَصْفَرِ الشَّمْسُ وَ وَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَ وَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ الَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَ وَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىِ الشَّيْطَانِ (رواہ مسلم)[1]

وقت ہے کہ جب تک شفق ختم نہ ہوجائے اور عشاء کی نماز کا وقت ہے درمیانی نصف رات تک اور صبح کی نماز کا وقت ہے طلوعِ فجر سے لیکر جب تک سورج نکل نہ آئے پس جب سورج نکل آئے تو نماز سے رک جائے اس لئے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

شیطان کے سینگوں کا مطلب ہے کہ یہ وقت سورج پرستوں کی نماز کا وقت ہے اس وقت سورج کے پجاری مشرق کی طرف منہ کر کے سجدے میں پڑے ہوتے ہیں اور سورج ان کی پیشانیوں کی سیدھ سے طلوع ہوتا ہے یا کنپٹیوں کے بیچ سے نکلتا ہے اسی کو شیطان کے سینگ قرار دیا ہے گویا شیطان سے مراد اس کے پجاری ہیں یا خود شیطان بھی اپنے پجاریوں کو سورج کی پرستش کا عملی طریقہ سکھانے کیلئے اس وقت سجدہ ریز ہوجاتا ہوگا ایسی صورت میں یہ جملہ حقیقت پر محمول ہوگا اس حدیث پاک میں ''وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ'' کو ''اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ'' پر عطف کیا گیا ہے تو گویا زوالِ شمس اور سایہ ایک مثل ہوجانے پر ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور عصر کا وقت ہوجانے تک باقی رہتا ہے۔

صاحب صلوٰۃ الرسول کی مغالطہ انگیزی

صاحب صلوٰۃ الرسول کی دیدہ دلیری دیکھیے کہ انہیں جب ایک مثل پر ظہر کا وقت ختم کرنے پر کوئی دلیل نہ ملی تو انہوں نے ''وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ'' کے حرفِ عطف کو بیان غایت کیلئے فرض کرلیا اور ''اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ'' کو ظہر کی ابتداء اور ''وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ'' کو اس کی انتہاء بنادیا اور یوں معنی کردیا کہ ''وقت ظہر کا ہے جب آفتاب ڈھلے اور (رہتا ہے اس وقت تک کہ) ہو سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر جب تک نہ آئے وقتِ عصر'' تو حرفِ ما کے بعد جو غایت بیان کی گئی تھی اسے ''وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ'' کی تفسیر یا تشریح بنادیا اور ''وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ جو زَالَتِ الشَّمْسُ'' پر معطوف تھا اسے انتہاء بنادیا اس پر ہم سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اسی حدیث شریف سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت مثلِ اوّل پر نہیں ختم ہوتا بلکہ زوال اور مثلِ اوّل کے ساتھ شروع ہوکر

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۹، مسلم شریف ص ۲۴۳

عصر تک باقی رہتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ عصر کا مستحب وقت دھوپ زرد ہونے سے ذرا پہلے تک باقی رہتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان "مَالَمْ تَصْفَرِ الشَّمْسُ" سے بصراحت ثابت ہوتا ہے اب تاخیر ظہر وعصر کی مزید تائید حدیث مسلم شریف سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۴۱) عَنْ بُرَيْدَةَ ؓ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهٗ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ يَعْنِىْ الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِلَالًا ؓ فَاَذَّنَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الظُّهْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَ الشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَآءَ نَقِيَّةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا اَنْ كَانَ يَوْمُ الثَّانِىْ اَمَرَهٗ فَاَبْرَدَ بِالظُّهْرِ فَاَبْرَدَهَا فَاَنْعَمَ اَنْ يُّبْرِدَهَا وَ صَلَّى الْعَصْرَ وَ الشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ اٰخَرَ مَا فَوْقَ الَّذِىْ كَانَ وَ صَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ وَ صَلَّى الْعِشَآءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ الَّيْلِ وَ صَلَّى الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ "اَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ" فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ بَيْنَ مَا رَاَيْتُمْ" (رواہ مسلم) ؎

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اوقاتِ صلٰوۃ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دو دن ہمارے ساتھ نماز پڑھو پس جب سورج ڈھلا تو آپ نے بلالؓ کو حکم فرمایا اور انہوں نے اذان پڑھی پھر آپ نے حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت کہی پھر آپ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے عصر کی اقامت کہی حالانکہ سورج بلند سفید اور چمکدار تھا پھر آپ نے اسے حکم دیا تو انہوں نے مغرب کی اقامت کہی جبکہ سورج ڈوب گیا پھر آپ نے اسے حکم دیا تو اسنے عشاء کی اقامت کہی جبکہ شفق ختم ہوگئی پھر آپ نے اسے حکم دیا تو انہوں نے فجر کی اقامت کہی جب کہ فجر طلوع ہوگئی پھر جب اگلا دن ہوا تو آپ نے اسے حکم دیا تو اسنے ظہر کو ٹھنڈا کیا ایسا کہ ٹھنڈا کرنیکا حق ادا کر دیا اور آپ نے عصر پڑھائی حالانکہ سورج بلند تھا لیکن اسے پہلے دن کے مقابلہ میں زیادہ مؤخر کیا اور مغرب کی نماز پڑھائی شفق ڈوبنے سے پہلے اور عشاء پڑھائی تہائی رات گزرنے پر اور نماز فجر پڑھائی تو اسے خوب روشن کیا پھر آپ نے فرمایا کہ نماز کے متعلق سوال کرنیوالا کہاں ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا کہ تمہاری نمازوں کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے جو تم نے دیکھ لئے۔

؎ مشکوۃ شریف ص۵۹، مسلم شریف ص۲۲۳

اس حدیث شریف میں ابتداء کی طرف سے نماز کا ابتدائی وقت اور انتہاء کی طرف سے مستحب وقت بیان کیا گیا ہے، پس دیکھیے ظہر اور عصر کو آپ ﷺ نے کس قدر مؤخر کر کے پڑھایا ہے، ظہر کے متعلق فرمایا کہ اسے خوب ٹھنڈا کیا جائے اور عصر کے متعلق فرمایا کہ اسے پہلے دن کی نسبت مزید تاخیر کر کے پڑھا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ ظہر اور عصر میں آپ ﷺ کو تعجیل کی بجائے تاخیر پسندیدہ تھی لیکن مکروہ وقت شروع ہونے سے پہلے تک پس ظہر کا مستحب وقت دوسری مثل اور عصر کا دھوپ زرد ہونے سے قبل تک ہے۔

عصر کا مستحب وقت

حدیث جبریل کے مطابق اگر پہلے دن کی عصر جو مثلِ ثانی کے شروع میں پڑھی گئی اور دوسرے دن کی عصر جو مثلِ ثالث کے شروع میں پڑھی گئی بالترتیب پونے چار اور پانچ بجے پڑھی گئی ہوں کیونکہ ماہِ جون میں مثلِ ثانی اور مثلِ ثالث کا شروع تقریباً اتنے بجے ہی ہوتا ہے تو ان کا بیچ ٹھیک چار بج کر تیس منٹ بنتا ہے تقریباً ساڑھے چار جس سے ہمیں انکار نہیں لیکن تاخیر کی متقاضی دوسری حدیثوں کے پیشِ نظر اس میں بھی توسیع کرنا ہوگی جیسے آئندہ روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

(۳۴۲) عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ دَخَلْتُ مَسْجِدَ الْكُوفَةِ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بِالْعَصْرِ وَ شَيْخٌ جَالِسٌ فَلَامَهُ وَ قَالَ اِنَّ اَبِیْ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِتَاخِيْرِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ فَسَاَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوْا هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ

(رواہ الدار قطنیؒ والبیہقیؒ) ۱

جناب عبدالواحد بن نافعؒ سے روایت ہے کہ میں کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا تو مؤذن نے عصر کی اذان پڑھی وہاں ایک بزرگ تشریف فرما تھے انہوں نے مؤذن کو ملامت کی اور کہا کہ میرے والد نے مجھے بتلایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس نماز کی تاخیر کا حکم فرمایا کرتے تھے میں نے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں تو لوگوں نے کہا کہ یہ عبداللہ بن رافع بن خدیجؒ ہیں۔

(۳۴۳) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَادَامَتِ الشَّمْسُ نَقِيَّةً

(رواہ ابو داؤدؒ وابن ماجۃؒ) ۲

جناب عبدالرحمٰن اپنے دادا شیبان کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں آئے تو آپ عصر کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے جب تک دھوپ سفید اور صاف ہوتی تھی۔

۱ زجاجۃ ص ۱۷۲
۲ ابو داؤدؒ ص ۵۹

(۳۴۴)عَنْ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ (رواہ المسلم و النسائی)۱؎

گویا یہ بھی دونوں نمازوں کی تاخیر کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جس نے طلوع شمس اور غروب شمس سے پہلے فجر اور عصر کی نماز پابندی کے ساتھ ادا کی وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔

(۳۴۵)عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَادَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً (ابو داؤد باب وقت صلوۃ العصر)۲؎

جناب علی بن شیبانؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ میں آئے تو آپ ﷺ نمازِ عصر کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھتے جب کہ سورج سفید اور صاف ہوتا تھا۔

(۳۴۶)عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يُعَجِّلُوْنَ الظُّهْرَ وَ يُؤَخِّرُوْنَ الْعَصْرَ (عبد الرزاق)۳؎

اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی ظہر کو جلدی اور عصر کو دیر کے ساتھ پڑھتے تھے۔

(۳۴۷)وَعَنْ بُرَيْدَةَ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْعَصْرِ فَاَقَامَ وَ الشَّمْسُ اٰخِرُ وَقْتِهَا (رواہ مسلم وفی روایۃ لہ)

(۳۴۸)ثُمَّ اَخَّرَ الْعَصْرَ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدِ احْمَرَّتِ الشَّمْسُ (رواہ مسلمؒ)۴؎

حضرت بریدہؓ سے ایک لمبی حدیث شریف کے ذیل میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے عصر کیلئے حکم دیا تو اس نے اقامت پڑھی حالانکہ سورج اپنے آخری وقت کو پہنچ چکا تھا، انہی کی ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے عصر کو اور مؤخر کیا یہاں تک کہ جب آپ فارغ ہوئے تو ایسے لگتا تھا کہ جیسے سورج سرخ ہو چکا ہو۔

(۳۴۹) وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ النَّخْعِيِّ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ عَلِيٍّ فِي الْمَسْجِدِ الْاَعْظَمِ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ "اَلصَّلٰوةُ" فَقَالَ

جناب زیاد بن عبداللہ نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے پاس جامع مسجد کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن آ گیا اور کہنے لگا نماز نماز، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بیٹھ جا

۱؎ مسلم شریف ص ۱/۲۲۸، نسائی ص ۱/۸۲
۲؎ ابو داؤد باب وقت صلوۃ العصر ۳؎ مصنف عبد الرزاق ص ۵۴
۴؎ نصب الرایۃ ص ۲۳۱، مسلم ۲۴۳

"اِجْلِسْ" فَجَلَسَ ثُمَّ عَادَ فَقَالَ لَهٗ ذَالِكَ فَقَالَ عَلِیٌّ "هٰذَا الْكَلْبُ يُعَلِّمُنَا الصَّلٰوةَ فَقَامَ عَلِیٌّ فَصَلّٰی بِنَا الْعَصْرَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا اِلَی الْمَكَانِ الَّذِیْ كُنَّا فِيْهِ جُلُوْسًا فَجَثَوْنَا الرُّكَبَ لِنُزُوْلِ الشَّمْسِ لِلْغُرُوْبِ نَتَرَاهَا (رواه الحاكمؒ وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه وروى الدار قطنیؒ مثله)[۱]

اور وہ بیٹھ گیا اور پھر دوبارہ وہی بات کہنے لگا، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ کتا ہمیں نماز کی تعلیم دیتا ہے پھر حضرت علیؓ اٹھے اور ہمیں نماز پڑھائی، پھر ہم لوٹ کر اپنے اس مقام میں آئے جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے تو ہم گھٹنوں کے بل ہو کر ایک دوسرے کو غروب کیلئے سورج کو جھکتا ہوا دکھا رہے تھے۔

اس روایت میں جیسے مؤذن حضرت علیؓ کو نماز کا وقت سمجھا رہا تھا اسی طرح آج کل غیر مقلد امام ابوحنیفہؒ کو عصر کا مستحب وقت سمجھانا چاہتے ہیں تو ان کا جواب بھی پھر وہی ہونا چاہئے جو حضرت علیؓ نے مؤذن کو دیا تھا لیکن ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم وہ کلمہ ان کیلئے استعمال کریں تاہم ان احادیث وآثار سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ دھوپ میں زردی آنے سے پہلے تک نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حضراتِ احناف کا مذہب ہے اب وہ حدیث دیکھیے جس نے اس حد تک عصر کی تاخیر کے استحباب کو متعین کر دیا ہے۔

(۳۵۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ كُنَّا نُصَلِّیْ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِیْ مِقْدَارِ لَيْلَتَيْنِ مِنَ الْهِلَالِ (اخرجه الحافظ طلحه بن محمدؒ فی مسنده)[۲]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم عصر اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج اس مقام پر ہوتا جہاں دوسری رات کا چاند ہوتا ہے۔

دوسری رات کا چاند یقیناً وہیں ہوتا ہے جہاں زردی چھانے سے پہلے سورج ہوتا ہے لہٰذا اس وقت تک تاخیرِ عصر بلا شبہہ مستحب ہے لیکن غیر مقلدین جس وقت عصر پڑھتے ہیں اس وقت سورج وہاں ہوتا ہے جہاں چوتھی یا پانچویں رات کا چاند طلوع ہوتا ہے، پھر اقرب الی الحدیث حنفیہ کا عمل ہوا یا مدعیانِ حدیث غیر مقلدین کا۔ فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ

(۳۵۱) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ تَعْجِيْلًا لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَ اَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِيْلًا لِلْعَصْرِ مِنْهُ (رواه الترمذی و احمد)[۳]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز تم سے پہلے جلدی پڑھتے تھے اور تم عصر کی نماز ان سے جلدی پہلے پڑھتے ہو۔

[۱] زجاجة ص۱۷۳
[۲] جامع المسانید ص۲۹٤ [۳] ترمذی ص۱/٤۸

(۳۵۲) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِتَاخِيْرِ الْعَصْرِ (رواہ احمد و دار قطنی)۱؎

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر کی تاخیر کا حکم فرماتے تھے۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عمال کے نام حکم جاری کیا تھا،

(۳۵۳) اَنْ صَلُّوْا (اَيِ الْعَصْرَ) وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ (مصنف عبد الرزاق)۲؎

کہ عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھو کہ سورج چمکدار اور صاف ہو اس حالت میں کہ (نماز پڑھنے کیبعد) سوار آدمی سورج غروب ہونے تک دو فرسخ کا فاصلہ طے کر سکے یعنی چھ میل

اور یہ بالکل ممکن ہے کہ ہم احناف جس وقت عصر کی نماز پڑھتے ہیں اگر شتر سوار یا گھوڑ سوار عصر یہاں پڑھ کے چھ میل دور جا کر مغرب کی نماز پڑھنا چاہے تو بآسانی وہاں جا کر پڑھ سکتا ہے تو خلیفہ راشد کے عمل اور حکم سے بھی ہماری تائید اور تصویب ہوتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ: ان روایات سے خلجان نہیں ہونا چاہئے جن میں آتا ہے کہ ہم عصر پڑھ کر غروب سے پہلے عوالی مدینہ یا قبا پہنچ جاتے تھے یا عصر کے بعد اونٹ ذبح کر کے غروب سے پہلے پکا کر کھا لیتے تھے اس لئے کہ عصر اگر بالفرض تیسری مثل کے شروع میں سوا پانچ بجے پڑھی گئی ہو اور مغرب ہوتی ہو سوا سات بجے جیسا کہ ماہِ جون میں مثلِ ثالث اور غروب کے یہی اوقات ہوتے ہیں تب بھی حنفیہ کی عصر اور غروب کے درمیان سوا دو گھنٹوں کا وقفہ ہے جس میں عوالی مدینہ تک پہنچنا بلکہ وہاں جا کر واپس آ جانا بھی ممکن ہے کیونکہ عوالی مدینہ زیادہ سے زیادہ چار میل کے فاصلے پر ہیں جیسا کہ امام بخاریؒ نے حضرت زہریؒ سے روایت کیا ہے "وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوِهٖ" (متفق علیه)۳؎ تو سوا دو گھنٹوں میں چار میل سفر کر لینا کوئی مستبعد نہیں بلکہ سوا دو گھنٹوں میں تو آٹھ میل بھی ہو سکتا ہے جب کہ قبا صرف مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے کذا فی تنویر الحوالك تو وہاں تک پہنچ جانا بھی کیا مشکل ہے اسی طرح یہ چیز بھی ناممکن نہیں کہ عصر پڑھ کر اونٹ ذبح کیا جائے اور مغرب سے قبل اسے پکا کر کھا لیا جائے کیونکہ اس کام کے ماہرین دو گھنٹوں میں بآسانی ایسا کر سکتے ہیں باقی جن احادیث مبارکہ میں "وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ" یا "بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ" کے الفاظ آتے ہیں وہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اصفرار سے پہلے پہلے سورج زندہ بھی ہوتا ہے اور سفید و صاف بھی اور ہم اصفرار کے وقت یا اس کے بعد استحباب کے قائل نہیں البتہ جواز بالکراہت غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔

۱؎ نصب الرایة ص ۲۵۷ وهو ضعیف والصحیح عن رافع قال كنا نصلی مع النبی صلی الله علیه وسلم صلوة العصر ثم ننحر الجزور الخ
۲؎ مصنف عبد الرزاق ص ۵۴۹/۱ ۳؎ مشکوٰة شریف ۶۰

مغرب کا مستحب وقت

مغرب کا مستحب وقت بالاتفاق غروب کے بعد اوّل وقت ہے کیونکہ حدیث جبریلؑ کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ نے دونوں دن اسی وقت نماز پڑھی ہے جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے "ثُمَّ جَآءَ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَقْتًا وَاحِدًا لَمْ يَزُلْ عَنْهُ" (رواه النسائی) ۱ پھر وہ آپ ﷺ کے پاس مغرب کیلئے آئے جب کہ سورج ڈوب گیا بالکل پہلے وقت ذرہ برابر بھی اس سے ادھر ادھر نہیں ہوئے نیز آئندہ احادیث مبارکہ بھی اوّل وقت کے استحباب کی دلیل ہیں۔

(۳۵٤) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ مَعَ سُقُوْطِ الشَّمْسِ بَادِرُوْا بِهَا طُلُوْعَ النَّجْمِ" (رواه الطبرانیؒ فی الکبیر ومثله احمدؒ والدار قطنیؒ) ۲

حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نمازِ مغرب غروب شمس کے متصل ہی پڑھا کرو ستارے نکلنے سے پہلے اس میں جلدی کیا کرو۔

(۳۵۵) وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ کُنَّا نُصَلِّی الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهٗ لَیُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ (متفق علیه) ۳

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے، پھر جب ہم میں سے کوئی لوٹتا تو وہ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہیں دیکھ سکتا تھا۔

(۳۵٦) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی الْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (رواه الجماعة الا النسائیؒ) ٤

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب پڑھا کرتے تھے جبھی کہ سورج غروب ہوا اور پردے میں چھپ گیا۔

(۳۵۷) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ اَوْ

اور حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ بخیر رہے گی

۱ نصب الرایة ص۲۲۲ ، نسائی ص٦٢
۲ زجاجة ص۱۷۳
۳ زجاجة ص۱۷٤، مسلم ص ۲٤۸/۱
٤ مستدلات ص٦٠ ، مسلم ص ۲٤۸/۱

مغرب کا مستحب وقت

مغرب کا مستحب وقت بالاتفاق غروب کے بعد اوّل وقت ہے کیونکہ حدیث جبریلؑ کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ نے دونوں دن اسی وقت نماز پڑھی ہے جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے ''ثُمَّ جَآءَ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَقْتًا وَاحِدًا لَمْ يَزُلْ عَنْهُ'' (رواه النسائی) ۱؎ پھر وہ آپ ﷺ کے پاس مغرب کیلئے آئے جب کہ سورج ڈوب گیا بالکل پہلے وقت ذرہ برابر بھی اس سے ادھر ادھر نہیں ہوئے نیز آئندہ احادیث مبارکہ بھی اوّل وقت کے استحباب کی دلیل ہیں۔

(۳۵٤)عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ مَعَ سُقُوْطِ الشَّمْسِ بَادِرُوْا بِهَا طُلُوْعَ النَّجْمِ'' (رواه الطبرانیؒ فی الکبیر ومثله احمدؒ والدار قطنیؒ) ۲؎

حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نمازِ مغرب غروبِ شمس کے متصل ہی پڑھا کرو ستارے نکلنے سے پہلے اس میں جلدی کیا کرو۔

(۳۵۵)وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍؓ قَالَ كُنَّا نُصَلِّىْ الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهٗ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ (متفق علیه) ۳؎

حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے، پھر جب ہم میں سے کوئی لوٹتا تو وہ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہیں دیکھ سکتا تھا۔

(۳۵٦) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ الْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (رواه الجماعة الا النسائیؒ) ٤؎

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب پڑھا کرتے تھے جبھی کہ سورج غروب ہوا اور پردے میں چھپ گیا۔

(۳۵۷)وَعَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اُمَّتِىْ بِخَيْرٍ اَوْ

اور حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ بخیر رہے گی

۱؎ نصب الرایة ص۲۲۲ ، نسائی ص٦۲
۲؎ زجاجة ص۱۷۳
۳؎ زجاجة ص۱۷٤، مسلم ص ۲٤۸/۱
٤؎ مسندلات ص٦۰ ، مسلم ص ۲٤۸/۱

قَالَ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرِ الْمَغْرِبَ اِلٰى اَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ (رواہ ابو داؤد ورواہ الدارمیؒ عن ابن عباسؓ)۱؎

یا فرمایا فطرت پر رہے گی جب تک کہ مغرب کو اتنا مؤخر نہیں کریں گے کہ ستاروں کے جھنڈ نکل آئیں۔

ان احادیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہے کہ مغرب کو اوّل وقت میں ہی پڑھنا مستحب ہے اور اس میں شیعوں کے سوا کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

عشاء کا مستحب وقت

عشاء کا اوّل وقت اگرچہ غروب شفق کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے لیکن اس کا مستحب وقت ایک تہائی رات گذر جانے پر ہے جیسا کہ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

(۳۵۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَآءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهٖ (رواہ احمدؒ والترمذیؒ)۲؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خوف نہ ہوتا تو انہیں حکم دیتا کہ عشاء کو تہائی رات بلکہ نصف رات تک مؤخر کر کے پڑھا کرو۔

(۳۵۹) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ فَخَرَجَ اِلَيْنَا حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ اَوْ بَعْدَهٗ فَلَا نَدْرِیْ اَشَیْءٌ شَغَلَهٗ فِیْ اَهْلِهٖ اَوْ غَيْرُ ذَالِكَ فَقَالَ حِيْنَ خَرَجَ اِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُوْنَ صَلٰوةً مَا يَنْتَظِرُهَا اَهْلُ دِيْنٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْلَا اَنْ يَّثْقُلَ عَلٰى اُمَّتِیْ لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى (رواہ مسلمؒ)۳؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک رات نمازِ عشاء کیلئے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے رہے تو آپ اسوقت تشریف لائے کہ جس وقت تہائی رات گزر گئی تھی یا اسکے بھی بعد ہمیں معلوم نہیں آپ کو کس امر نے اپنے اہل و عیال میں مشغول کر رکھا تھا یا کوئی اور وجہ تھی پس جب تشریف لائے تو آپ نے فرمایا تم لوگ ایسی نماز کے انتظار میں ہو کہ تمہارے علاوہ کسی بھی دین والے اسکا انتظار نہیں کرتے اور اگر میری امت پر بوجھ نہ ہوتا تو میں انہیں اسی وقت نماز پڑھایا کرتا پھر مؤذن کو حکم فرمایا تو اس نے اقامت کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔

۱؎ مشکوٰۃ شریف ص ۶۱، ابو داؤد ص ۶۰
۲؎ مستدلات ص ۵۵، ترمذی ص ۲۳/۱
۳؎ ابن ماجۃ ص ۱۷۴، مسلم ص ۲۴۹

(۳٦۰) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ الَّيْلِ الْاَوَّلِ (متفق عليه بخاری)[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ لوگ نمازِ عشاء غروبِ شفق اور پہلی تہائی رات کے بیچ میں پڑھا کرتے تھے۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ عشاء کا اوّل وقت اگرچہ غروبِ شفق کے بعد ہی شروع ہوتا ہے لیکن اسے تہائی رات تک مؤخر ...ر کے پڑھنا مستحب ہے۔

وتروں کا مستحب وقت

وتروں کا مستحب وقت تہجد کے بعد طلوع فجر کے قریب ہے جیسا کہ یہ روایات شاہد ہیں۔

(۳٦۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ الَّيْلِ وَالْوِتْرُ وَتِرُوْا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ (رواہ الترمذی)[۲]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب فجر طلوع ہو جائے تو رات کی سب نمازوں کا وقت نکل جاتا ہے حتیٰ کہ وتروں کا بھی تو وتر طلوع فجر سے پہلے پڑھ لیا کرو۔

(۳٦۲) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ (رواہ مسلم)[۳]

ابن عمرؓ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ صبح سے پہلے وتروں کی جلدی کیا کرو۔

(۳٦۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ اٰخِرَ الَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمَعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَ الَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَهٗ (رواہ مسلم)[٤]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسے خوف ہو کہ آخر رات کو نہیں اٹھ سکے گا وہ شروع رات میں وتر پڑھ لے اور جسے آخر رات اٹھ جانے کی امید ہو وہ اخیر رات ہی وتر پڑھے۔

(۳٦٤) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوَاتِكُمْ بِالَّيْلِ الْوِتْرَ (رواہ مسلم)[٥]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی اپنی آخری نماز وتر کو بنایا کرو۔

۱ زجاجة ص ۱۷۰، بخاری شریف ص ۸۱
۲ زجاجة ص ۱۷۰، ترمذی ص ٦۲
۳ درایة علی الهدایة ص ۸٤ و مسلم ص ۲۷۷
٤ مسلم ص ۲۷۸
٥ مسلم ص ۲۷۷

ان روایات سے معلوم ہوا کہ وتر کو آخر رات میں تہجد کے بعد پڑھنا مستحب ہے اگرچہ شروع رات میں بعد العشاء پڑھنا بھی جائز ہے۔

فجر کا مستحب وقت

نماز فجر کو طلوع سے پہلے خوب روشنی میں پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ یہ روایات مظہر ہیں۔

(۳۶۵)عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ" (رواه ابوداؤد والترمذیؒ والدارمیؒ و الحمیدیؒ وفیه فَاِنَّ ذَالِكَ)[۱]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا فجر کو خوب روشنی کر کے پڑھا کرو اس لئے کہ اس کا اجر زیادہ ہے۔

(۳۶۶)وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ" (رواه الطبرانیؒ فی الكبير)[۲]

حضرت رافع ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کو روشن کر کے پڑھا کرو کیونکہ اس میں اجر زیادہ ہے۔

(۳۶۷)وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ يُغْفَرْ لَكُمْ" (رواه الديلمیؒ)[۳]

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کو روشن کر کے پڑھا کرو تا کہ تم کو بخش دیا جائے۔

(۳۶۸)وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ نَوَّرَ بِالْفَجْرِ نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ وَقَلْبَهٗ وَقَبِلَ صَلٰوتَهٗ" (رواه الديلمیؒ)[۴]

حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کو روشن کر کے پڑھا اللہ تعالیٰ اسکی قبر اور اسکے دل کو روشن کریگا اور اسکی نماز کو قبول فرمائے گا۔

(۳۶۹)وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَزَالُ اُمَّتِیْ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا اَسْفَرُوْا بِصَلٰوةِ الْفَجْرِ" (رواه البزار والطبرانی فی الاوسط)[۵]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ فطرت پر قائم رہے گی جب تک کہ نمازِ فجر میں اسفار کرتی رہے گی (اسے خوب روشن کر کے پڑھے گی)

[۱] ابوداؤد ص ٦١ [۲] زجاجة المصابيح ص ١٧٥
[۳] زجاجة ص ١٧٥ [۴] بحوالہ سابقہ [۵] بحوالہ سابقہ

(۳۷۰) وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَسْفِرُوْا بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يَرَى الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نمازِ فجر کواتنی روشن کر کے پڑھا کرو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہیں دیکھ سکیں۔

(۳۷۱) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ "نَوِّرْ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُبْصِرُ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الْاِسْفَارِ" (رواہ بن ابی حاتم وابن عدیؒ والطیالسیؒ واسحاق بن راہویۃ وابن ابی شیبۃ والطبرانیؒ واسنادہ حسن) ۱؎

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ صبح کی نماز کو روشن کر کے پڑھا کرو یہاں تک کہ لوگ اسفار کی وجہ سے اپنے تیروں کے گرنے کی جگہیں دیکھ سکیں۔

(۳۷۲) وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰىؓ فِىْ ذَيْلِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَ الْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ اَوْ كَادَتْ (رواہ مسلمؒ) ۲؎

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ایک لمبی حدیث کے ذیل میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اگلے دن کی فجر کو یہاں تک مؤخر کیا کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ سورج طلوع ہو چکا ہے یا ہونے ہی والا ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نمازِ فجر ایسے وقت میں پڑھنا مسنون ہے کہ سورج نکلنے میں چند منٹ ہی باقی ہوں کہ دیکھنے والوں کو ایسے لگے کہ سورج نکلا کہ نکلا نماز سے فراغت اور طلوع کے مابین اتنا وقفہ کافی ہے کہ اگر کسی وجہ سے نماز کو لوٹانا پڑے تو طلوع سے پہلے پہلے علی وجہ السنۃ لوٹا سکیں، جن لوگوں کو نمازِ فجر غلس یعنی اندھیرے میں پڑھنے کا اصرار ہے وہ بتلا سکتے ہیں کہ اس تاریکی میں وہ اپنے تیروں کے ہدف کیسے دیکھ لیں گے جب کہ غلس کی وجہ سے ایک نمازی اپنے ساتھ والے نمازی کو نہیں پہچان سکتا، رہی وہ روایت جس میں "مِنَ الْغَلَسِ" کی زیادتی واقع ہوئی ہے تو اس کی توجیہ عرض خدمت ہے۔

مایعرفن من الغلس کی حقیقت: یہ روایت دراصل "مَا يُعْرَفْنَ" تک ہے "مِنَ الْغَلَسِ" کسی نچلے راوی کا ادراج ہے جو اپنے طور پر "مَا يُعْرَفْنَ" کی علت بیان کر رہا ہے حالانکہ انکے پہچانے نہ جانیکی وجہ یہ تھی کہ وہ متلففات بمروط تھیں یعنی چادروں میں لپٹی ہونے کی وجہ سے ان کی پہچان ناممکن تھی جیسا کہ ابن ماجہ ص ۱۰۴ کی روایت سے ظاہر ہے اس میں "مَا يُعْرَفْنَ" کے

۱؎ اعلاء السنن ص ۱۸ ۲؎ مسلم ص ۲۴۳

(۳۷۰)وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَسْفِرُوْا بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يَرَى الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نمازِ فجر کو اتنی روشن کر کے پڑھا کرو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہیں دیکھ سکیں۔

(۳۷۱)وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبَلَالٍ "نَوِّرْ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُبْصِرَ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الْاِسْفَارِ" (رواہ بن ابی حاتمؒ وابن عدیؒ والطیالسیؒ واسحاق بن راھویۃ وابن ابی شیبۃ والطبرانیؒ واسنادہ حسن)[۱]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ صبح کی نماز کو روشن کر کے پڑھا کرو یہاں تک کہ لوگ اسفار کی وجہ سے اپنے تیروں کے گرنے کی جگہیں دیکھ سکیں۔

(۳۷۲) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰىؓ فِيْ ذَيْلِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَ الْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ اَوْ كَادَتْ (رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت ابوموسی اشعریؓ سے ایک لمبی حدیث کے ذیل میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اگلے دن کی فجر کو یہاں تک مؤخر کیا کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ سورج طلوع ہو چکا ہے یا ہونے ہی والا ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نمازِ فجر ایسے وقت میں پڑھنا مسنون ہے کہ سورج نکلنے میں چند منٹ ہی باقی ہوں کہ دیکھنے والوں کو ایسے لگے کہ سورج نکلا کہ نکلا نماز سے فراغت اور طلوع کے مابین اتنا وقفہ کافی ہے کہ اگر کسی وجہ سے نماز کو لوٹانا پڑے تو طلوع سے پہلے پہلے علی وجہ السنۃ لوٹا سکیں، جن لوگوں کو نمازِ فجر غلس یعنی اندھیرے میں پڑھنے کا اصرار ہے وہ بتلا سکتے ہیں کہ اس تاریکی میں وہ اپنے تیروں کے ہدف کیسے دیکھ لیں گے جب کہ غلس کی وجہ سے ایک نمازی اپنے ساتھ والے نمازی کو نہیں پہچان سکتا، رہی وہ روایت جس میں "مِنَ الْغَلَسِ" کی زیادتی واقع ہوئی ہے تو اس کی توجیہ عرض خدمت ہے۔

مایعرفن من الغلس کی حقیقت: یہ روایت دراصل "مَا يُعْرَفْنَ" تک ہے "مِنَ الْغَلَسِ" کسی نچلے راوی کا اندراج ہے جو اپنے طور پر "مَا يُعْرَفْنَ" کی علت بیان کر رہا ہے حالانکہ انکے پہچانے نہ جانیکی وجہ یہ تھی کہ وہ متلففات بمروط تھیں یعنی چادروں میں لپٹی ہونے کی وجہ سے ان کی پہچان ناممکن تھی جیسا کہ ابن ماجہ ص ۴۰۱ کی روایت سے ظاہر ہے اس میں "مَا يُعْرَفْنَ" کے

[۱] اعلاء السنن ص ۱۸ [۲] مسلم ص ۲۴۳

بعد "تَعْنِیْ مِنَ الْغَلَس" کے الفاظ ہیں جس کا مطلب ہے کہ راوی کے نزدیک "مَایُعْرَفْنَ" کی وجہ غلس کا وجود ہے یعنی اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں، لیکن ہمارے نزدیک صحیح علت یہ ہے کہ وہ متلففات بمروط تھیں یعنی چادروں میں لپٹی ہونے کی وجہ سے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں اور یہ بات بالکل صحیح ہے کیونکہ اگر کوئی شخص دن کے دس بجے بھی اس طرح چادر یا غلاف میں لپٹا ہوا ہو تو اسے بالکل نہیں پہچانا جاسکتا، دراصل حضرت عائشہ صدیقہؓ ان الفاظ سے بتانا چاہتی ہیں کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ کی عورتیں اگرچہ نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں آیا کرتی تھیں لیکن وہ متبرجات اور مکشوفات ہرگز نہیں ہوتی تھیں بلکہ انتہائی باحیا اور باپردہ اسم با مسمّٰی مستورات تھیں جنہیں باپردگی کی وجہ سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ وَاِلَیْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰلُ"

علاوہ ازیں اگر کبھی غلس میں نماز پڑھنے کی نوبت آئی بھی ہے تو وہ خلافِ عادت تھی جیسا کہ شیخینؒ کی اس روایت سے ظاہر ہے۔

(۳۷۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ مَارَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةً بِغَیْرِ مِیْقَاتِهَا اِلَّا صَلٰوتَیْنِ جَمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَصَلَّی الْفَجْرَ قَبْلَ مِیْقَاتِهَا (رواہ الشیخانؒ)[۱] وَلِمُسْلِمٍ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز بے وقت پڑھتے نہیں دیکھا سوائے دو نمازوں کے ایک تو آپ نے (مزدلفہ میں) مغرب وعشاء کو جمع فرمایا اور دوسرے نمازِ فجر کو اپنے وقت سے پہلے اندھیرے میں پڑھ لیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نمازِ فجر کا وقت متعارف صحابہؓ کے نزدیک اسفار تھا نہ کہ غلس جبھی تو حضرت ابن مسعودؓ مزدلفہ کی اس نماز کو جو غلس میں پڑھی گئی قبل الوقت قرار دے رہے ہیں واضح ہو کہ غلس اور اسفار ایک دوسرے کی ضد ہیں جیسا کہ نور وظلمت، نور ختم ہوگا تو ظلمت آئے گی تو اسی طرح غلس ختم ہوتا ہے تو اسفار آجاتا ہے ان کے مابین تیسری حالت اور کوئی نہیں، تو جب غلس کی نماز قبل الوقت ہے تو اس کا وقت لازماً اسفار ہوگا جو اس کے بعد آتا ہے جن لوگوں نے "قَبْلَ مِیْقَاتِهَا" سے قبل الفجر مراد لیا ہے انہوں نے غلس کے معنی میں فاحش غلطی کی ہے کیونکہ غلس مطلق اندھیرے کو نہیں کہتے بلکہ وہ اندھیرا جو طلوعِ فجر کے بعد صبح کی روشنی سے ملا ہوا ہو "كَمَا قَالَ الزَّیْلَعِیُّؒ اَلْغَلَسُ هُوَ اِخْتِلَاطُ ظَلَامِ الَّیْلِ بِنُوْرِ النَّهَارِ فَالْاِسْفَارُ هُوَ زَوَالُ هٰذِهِ الظُّلْمَةِ"[۲] یعنی غلس رات کی تاریکی کا دن کی روشنی سے مل جانا ہے پس اسفار اس ملگجی تاریکی کے دور ہو جانے کا نام ہے۔

(۳۷٤) وَعَنْ جَابِرٍؓ یَقُوْلُ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُؤَخِّرُ الْفَجْرَ كَاسْمِهَا (رواہ الطحاویؒ)[۳]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کو مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اسکے نام کا تقاضا ہے۔

[۱] بخاری شریف ص ۱/۲۲۸
[۲] اعلاء السنن ص ۲/۲۱
[۳] طحاوی ص ۱۲٦

یعنی فجر کے نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اسفار تک مؤخر کر کے پڑھنا چاہئے کیونکہ جاری ہونے پھوٹ پڑنے اور خوب روشن ہونے کے معنی جب تک پیدا نہ ہوں تب تک فجر کا نام ہی صادق نہیں آتا۔

(۳۷۵) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الصُّبْحَ حِيْنَ يَفْسَحُ الْبَصَرُ (رواہ ابن حزم سرقسطی فی غریب الحدیث)[1]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح اس وقت پڑھاتے تھے جب آنکھ دور سے دیکھ لیتی تھی۔

(۳۷۶) وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍؓ عَنْ رِجَالٍ مِّنْ قَوْمِهٖ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَا اَسْفَرْتُمْ بِالصُّبْحِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ بِالْاَجْرِ" (رواہ النسائیؒ)[2]

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ اپنی قوم انصار کے کئی آدمیوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم نماز فجر میں اسفار کرو تو وہ اجر میں زیادہ ہے۔

ان مرفوع احادیث مبارکہ کے علاوہ اسفار کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے بہت سے آثار ملتے ہیں جن سے فجر میں اسفار کا مستحب ہونا تعامل صحابہؓ سے بھی ثابت ہے جیسے یہ آثار ہیں۔

(۳۷۷) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ مَا اجْتَمَعَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعُوْا عَلَى التَّنْوِيْرِ (رواہ الطحاوی)[3]

جناب ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایسا اجماع کسی چیز پر نہیں ہوا جیسا تنویر پر۔

(۳۷۸) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ يُسْفِرُ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ (رواہ الطبرانیؒ فی الکبیر ورجالہ موثقون مجمع الزوائد)[4]

جناب عبد الرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھا کرتے تھے۔

(۳۷۹) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَؒ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّاؓ يَقُوْلُ لِمُؤَذِّنِهٖ "اَسْفِرْ اَسْفِرْ يَعْنِىْ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ (رواہ عبد الرزاقؒ وابن ابی شیبۃ والطحاویؒ واسنادہ صحیح)[5]

حضرت علی بن ربیعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو اپنے مؤذن سے کہتے ہوئے سنا اَسْفِرْ اَسْفِرْ یعنی روشنی ہو لینے دو روشنی ہو لینے دو۔

[1] نصب الرایۃ ص۲۳۹
[2] نسائی شریف ص۹۴
[3] طحاوی ص ۱۲۶
[4] اعلاء السنن ص۲۰
[5] اعلاء السنن ص۲۰ ، طحاوی ص۱۲۳

(۳۸۰) وَعَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ قَيْسِ ابْنِ الصَّائِبِ ؓ قَالَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْفَجْرَ حَتّٰی یَتَغَشَّی النُّوْرُ السَّمَآءَ (رواه الطبرانی فی الکبیر) [۱]

جناب مجاہد حضرت قیس بن صائب ؓ سے ایک لمبی حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کو اس وقت پڑھا کرتے تھے جب روشنی آسمان کو ڈھانپ لیتی۔

اس فعلی اور مرفوع حدیث سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اسفار میں نماز پڑھنا رسول اللہ ﷺ کا دائمی عمل اور عادتِ مستمرہ تھی نہ کہ ایک آدھ دفعہ کا واقعہ۔

(۳۸۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ؓ قَالَ مَارَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةً بِغَیْرِ مِیْقَاتِهَا اِلَّا صَلٰوتَیْنِ جَمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَصَلَّی الْفَجْرَ قَبْلَ مِیْقَاتِهَا (رواه البخاری) [۲] وَلِمُسْلِمٍ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ

حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی بھی نماز بے وقت پڑھتے نہیں دیکھا مگر دو نمازیں آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا (مزدلفہ میں) اور فجر کی نماز تو غلس میں قبل الوقت ہی پڑھ لی۔

قابلِ غور بات یہ ہے غلس (اندھیرا جو طلوع فجر کے بعد ہوتا ہے) میں پڑھی ہوئی نماز کو حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ قبل الوقت قرار دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ غلس نمازِ فجر کا مستحب وقت نہیں بلکہ مستحب وقت تو غلس کے بعد ہے ورنہ اس کو قبل از وقت نہ کہا جاتا غیر مقلدوں کے امام شوکانی نے بھی اس حدیث پاک سے اسفار کی فضیلت پر دلیل پکڑنے کو بالکل صحیح قرار دیا ہے۔ [۳]

(۳۸۲) وَعَنْ دَاوٗدَ بْنِ یَزِیْدَ الْاَوْدِیِّ ؒ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ عَلِیُّ ؓ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ یُّصَلِّیْ بِنَا الْفَجْرَ وَنَحْنُ نَتَرَاءَ الشَّمْسَ مَخَافَةَ اَنْ تَکُوْنَ قَدْ طَلَعَتْ (رواه الطحاویؒ) [۴]

حضرت داؤد بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ؓ بن ابی طالب ہمیں نمازِ فجر پڑھایا کرتے تھے اور ہم ایک دوسرے کو سورج دکھایا کرتے تھے کہ مبادا طلوع ہو چکا ہو۔

حضرت علی ؓ کے اس عمل نے تو اسفار کے استحباب پر مہر لگا دی جس کے بعد انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی امام ترمذی ؒ حضرت رافع بن خدیج کی اسفار والی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں قَالَ التِّرْمَذِیُّ ؒ وَرَوَاهُ مِنَ الصَّحَابَةِ بِلَالٌ، اَنَسٌ، قَتَادَةُ بْنُ نُعْمَانَ، جَابِرٌ، اِبْنُ مَسْعُوْدٍ، اَبُوْ هُرَیْرَةَ، حَوَّاءُ اَنْصَارِیَّةٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَعَلَیْهِ عَمَلُ اَکْثَرِ

[۱] اعلاء السنن
[۲] بخاری شریف ص۲۲۸ ج۱
[۳] نیل الاوطار بحوالہ اثار السنن ص۴۷
[۴] طحاویؒ ص ۱۲۲

الصَّحَابَةِ وَ قَدْ رَأَى غَيْرُوَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ الْاِسْفَارَ بِصَلٰوةِ الْفَجْرِ
اسفار کے قائل صحابہ کرامؓ کے نام گنوانے کے بعد فرماتے ہیں اور اسی پر اکثر صحابہؓ کا عمل ہے اور بہت سے اصحابؓ رسول علیہ السلام اور تابعینؒ کا مسلک یہی ہے کہ فجر اسفار میں (یعنی خوب روشنی پھیل جانے کے بعد) پڑھنی چاہئے،

اہلحدیث حضرات کے پیشوا سید نورالحسن اپنی کتاب رحمۃ المہداۃ کے ص ۳۲ پر لکھتے ہیں:

(۳۸۳) "عَنْ زِيَادِبْنِ مُقَطَّعٍ قَالَ رَاَيْتُ الْحَسَنَؓ بْنَ عَلِيٍّ اَسْفَرَ بِالْفَجْرِ جِدًّا" زیاد بن مقطع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن علیؓ کو دیکھا کہ وہ صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھتے تھے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جید صحابہ کرامؓ اور معتبر تابعین عظامؒ کا عمل اسفار پر تھا نہ کہ تغلیس پر کَمَا فِیْ صَلٰوةِ الرَّسُوْلِ ص ۶۰

نماز کا اوّل وقت مطلقاً مستحب نہیں

نماز کے جو مستحب اوقات بیان ہوئے ہیں انہیں میں نماز پڑھنا مستحب ہے ہر نماز کو اوّل وقت پڑھنا کوئی مستحب نہیں رہی اوّل وقت والی حدیث جس کے الفاظ یہ ہے۔

(۳۸۴) عَنْ اُمِّ فَرْوَةَؓ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ الصَّلٰوةُ لِاَوَّلِ وَقْتِهَا (رواه احمدؒ والترمذیؒ وابو داؤدؒ)[1]

حضرت ام فروہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز اسکے شروع وقت میں۔

وقال الترمذیؒ لایروی الحدیث الامن حدیث عبد الله بن عمر العمری وهو لیس بالقوی عند اهل الحدیث [2]

ہمیں اس حدیث شریف کا جواب دینے کی چنداں حاجت نہیں کیونکہ اس کا جواب خود امام ترمذیؒ نے دیدیا ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر العمری کی روایت ہے اور وہ اہلحدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس کے بالمقابل صحیح حدیث وہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا اور بَابُ الْجِهَادِ میں نقل کیا ہے۔

(۳۸۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ "اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا" قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (رواه البخاریؒ) [3]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے وقت پہ نماز پڑھنا میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر والدین کی فرمانبرداری کرنا میں نے پوچھا پھر کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جہاد فی سبیل اللہ۔

[1] ترمذیؒ ص ۲۴ ، مشکوٰۃ شریف ص ۶۱
[2] ترمذیؒ ص ۲۴
[3] بخاری شریف ص ۷۶/۲

(۳۸۶) وَعَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ "اَلصَّلٰوةُ عَلٰى مِيْقَاتِهَا (رواه البخاریؒ)[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کونسا عمل زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے وقت پہ نماز پڑھنا۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز اوّل وقت نہیں بلکہ وقت کے اندر اندر پڑھ لینا افضل ہے جس وقت میں نماز رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب تھا اس وقت پڑھنا زیادہ افضل ہے اور وہی نماز کا مستحب وقت ہے جیسا کہ پہلے مفصل بیان ہو چکا ہے لیکن ہر نماز کو شروع وقت میں پڑھنا مستحب نہیں ہے جیسا کہ عشاء کے بارے میں ہمارے غنیم کو بھی تسلیم ہے کہ اس کو شروع وقت پڑھنا مستحب نہیں تو اس پر دونوں فریقوں کا اتفاق ہو گیا کہ اوّل وقت نماز پڑھنا علی الاطلاق مستحب نہیں باقی تمام نمازوں میں ہمارے نزدیک تاخیر ہی مستحب ہے سوائے مغرب کے بشرطیکہ مکروہ وقت میں داخل نہ ہو "اَلصَّلٰوةُ لِاَوَّلِ وَقْتِهَا" والی حدیث کو اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب مستحب وقت شروع ہو جائے تو پھر دیر نہیں کرنی چاہئے بلکہ مستحب وقت کے شروع ہی میں نماز پڑھ لینی چاہئے تاکہ اوّلیت کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے۔

مسئلہ بلغار یا ارض تسعین میں نمازِ عشاء کا حکم

جن علاقوں میں دن بہت دراز اور رات مختصر ہوتی ہے جیسے انگلینڈ سکنڈے نیویا یا سویڈن وغیرہ کے ممالک جنکا دن تو ۱۹-۲۰ گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات صرف ۴، ۵ گھنٹے کی وہاں دن کی نمازوں کے متعلق تو کوئی اشکال نہیں البتہ رات کی نمازوں یعنی عشاء اور وتر کے متعلق تو سخت ترین اشکال ہے کہ وقتِ عشاء اور وتر کیلئے شفق کا غروب ہونا تو ضروری ہے مگر ان ممالک میں شفق غروب ہی نہیں ہوتی کیونکہ بعد المغرب شفق کی ملگجی سرخی ختم نہیں ہوتی کہ فجر کی سفیدی شروع ہو جاتی ہے تو جب غروب کی سرخی مائل سفیدی ختم ہی نہیں ہوتی تو عشاء کا وقت کیسے متحقق ہوگا اور عشاء و وتر کیسے متحقق ہوں گے اس کے جواب میں بعض علماء نے تو نصوص عامہ کے مطابق کہ "خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَلَى الْعِبَادِ" مشکوٰۃ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، یہ فتویٰ دیا ہے کہ عشاء اور وتر بہر حال فرض ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں خواہ ان کا وقت ملے یا نہ ملے، ابن ہمام اور ابن نجیم اسی کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وقت صرف علامت ہے علت نہیں علت تو حکم خداوندی ہے جو ہر فرد بشر کے حق میں یکساں موجود ہے خواہ علامت کا ظہور ہو یا نہ لیکن دوسرے بہت سارے محقق علماء کے نزدیک ان مواقع میں عشاء اور وتر فرض نہیں

[1] بخاری شریف ص ۱/ ۳۹۰

کیونکہ ان لوگوں کو ان کا وقت ہی نہیں ملا تو نماز کیسے فرض ہو جائیگی جب کہ وقت صرف علامت ہی نہیں نماز کیلئے بلکہ ظرف بھی ہے تو ظرف کے بغیر مظروف کہاں ہوگا، اور یہ ایسے ہی ہے جیسے وضو میں چار جوڑوں کا دھونا بحکم خداوندی فرض ہے لیکن اگر کسی کے ایک یا دو جوڑ سرے سے ہے ہی نہیں پس اس کے حق میں دو یا تین جوڑوں کا دھونا ہی فرض ہوگا نہ کہ چار کا اسی طرح جس کو پانچویں نماز عشاء اور وتر کا وقت ہی نہیں ملا اس پر پانچویں نماز فرض ہی نہیں ہوگی البتہ یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ مغرب کے بعد اور طلوع سے پہلے مغرب وفجر کا جتنا وقت تمام معتدل علاقوں میں ہوتا ہے مجموعی طور پر اتنا وقت اس مشکوک صورت میں اس کو ملتا ہے یا نہیں یعنی مغرب کے بعد ایک گھنٹہ بیس منٹ اور طلوع سے پہلے بھی اسی قدر جو تقریباً پونے تین گھنٹے بنتے ہیں تا کہ اس میں عشاء کا تحقق ممکن ہو سکے اور اگر وہاں کے باشندے غروب کے بعد طلوع سے پہلے اتنا وقت پا لیتے ہوں تو انہیں لازماً واحتیاطاً عشاء کی نماز پڑھ لینی چاہئے لیکن اگر وہاں اس سے کم وقت میں طلوع ہو جاتا ہو مثلاً ایک گھنٹہ بعد یا ڈیڑھ گھنٹہ بعد تو ایسی صورت میں ان پر وجوبِ عشاء کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی باقی رہا اسے احادیثِ دجال پر قیاس کرنا جس میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے "وَلٰکِنْ اَقْدِرُوْا لَہٗ قَدْرَہٗ" یعنی اندازہ کر کے جتنی نمازیں بنتی ہیں اتنی پڑھ لیں یہ اس لئے صحیح نہیں کہ وہاں تو وقت دن رات کے متداول اوقات سے بھی زیادہ ہے یعنی ۲۴ گھنٹوں کی بجائے ۸۶۴۰ گھنٹے جو ایک سال کے برابر ہیں ان میں تو نمازوں کا حکم بار بار متوجہ ہوتا ہے لہٰذا اندازہ کر کے بار بار نماز پڑھی جائے گی لیکن یہاں تو پانچ نمازوں کا وقت پورا ہی بمشکل ہوتا ہے تو اندازہ کریں تو کیسے کریں؟

بہر حال میرے نزدیک برھان الائمہ ظہیر مرغینانی خوارزمی اور بقالی وغیرہ فقہاء کا قول زیادہ راجح ہے کہ محل نہ ہونے کی وجہ سے ان پر نماز فرض نہیں، لیکن اگر یہ لوگ (یعنی جن کو مغرب اور فجر کے درمیان تین گھنٹے بھی نہیں ملتے) پھر بھی پڑھ لیں تو یقیناً ماجور ہوں گے اور احتیاط کا تقاضا تو یہی ہے کہ عشاء و وتر پڑھ ہی لئے جائیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجَعُ وَالْمَآبُ

یہ مسئلہ میں نے خود لکھا ہے اور اسکی تصدیق بڑے بڑے مفتیانِ کرام سے کروائی ہے نماز مسنون کے مسئلہ بلغار کی روشنی میں۔ فضل الرحمٰن

یہ مسئلہ ہے ان علاقوں کا جہاں رات دن چوبیس گھنٹے کے ہوتے ہیں لیکن جہاں چھ چھ مہینوں کے دن اور رات ہوں وہاں کیا کیا جائے؟ **الجواب** فتاوی دار العلوم میں فقہاء نے ایسے مسئلہ کا حکم بھی لکھ دیا ہے کہ وہاں اندازہ کر کے نماز ادا کریں جیسا کہ حدیثِ دجال میں ہے کہ ظہورِ دجال کے وقت ایک دن سال بھر کا ہوگا اس میں آپ ﷺ نے بجوابِ صحابہ کرامؓ فرمایا کہ اندازہ کر کے نمازیں ادا کرو، اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں پڑھو اسی قدر فصل سے جیسے عام بلاد میں نمازوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے پس یہی حکم عند المحققین ان مواقع کا ہے جہاں چھ چھ مہینے کم وبیش دن اور رات رہتے ہیں۔[1]

[1] فتاوی دار العلوم ص ۳۰/۲

نماز و روزہ کا حکم ارض تسعین میں از شاہ رفیع الدین دہلویؒ

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ اپنے بعض افادات (رسائل) میں اس طرح فرماتے ہیں میں نے قدیم اہل علم میں سے کسی کو نہیں پایا کہ اس نے اس مسئلہ میں کلام کیا ہو اور نہ فقہاء کرام کی کسی فقہی کتاب میں اسکا ذکر ہے.......... لیکن قرآن پاک سے ان عبادات کا حکم اس خطہ میں مستفاد ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سورج جب اپنی خاص حرکت کے ساتھ بروج شمالی میں داخل ہوتا ہے حمل کے سنبلہ سے آخر تک تو وہاں کے ساکنین سے رات دن کے تمام دورہ میں غائب نہیں ہوتا بلکہ ہر دن مدار کو قطع (طے) کرتا ہے فلک الافلاک کی حرکت کیساتھ تو اسوجہ سے مناسب ہے کہ نمازی ہر دن کے مدار کو دو حصوں میں تقسیم کردے اور ایک حصے کو دن اعتبار کرے اور دوسرے مدار کو رات، اوقات پر تقسیم کرنے سے جس کو دن قرار دیا اور اسمیں تین نمازیں فجر، ظہر اور عصر پڑھ لے۔

اور نصف آخر کو رات اعتبار کرے اور اس میں پہلے مغرب کی نماز پڑھے اور پھر جب سورج ربع مقدار تک پہنچ جائے تو عشاء کی نماز پڑھ لے اور یہ ہے نماز کا حکم جب کہ سورج مداراتِ شمالیہ میں وہاں کے باشندوں کی نگاہوں کے سامنے ظاہر ہو لیکن جس وقت سورج بروجِ جنوبیہ میں ہو میزان سے حوت کے آخر تک تو مداراتِ جنوبیہ کو مداراتِ شمالیہ کی طرح مقدر کیا جائے نصف مدار کو یوم اور نصف کو رات اعتبار کرے کیونکہ جنوبی اور شمالی مدارات برابر ہیں ان میں کوئی تفاوت نہیں اگرچہ اوج و حضیض کے اختلاف کی وجہ سے نظر میں متفاوت ہیں اور یہ تفاوت بھی غیر محسوس ہے۔[1]

ایسے علاقوں میں جہاں دن بہت بڑے ہوں نمازوں کا آسان حل یہ ہے کہ ہر چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں اتنے فاصلے سے پڑھ لیا کریں جتنا فاصلہ معتدل علاقوں میں ہوتا ہے مثلاً فجر اور ظہر میں پانچ چھ گھنٹوں کا فصل کر لیا جائے اور اتنے ہی وقت کے بعد عشاء ادا کر لیں اور یہ صورت "اُقْدِرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ" کے عین مطابق ہے۔ مفهومه از فتاوى دار العلوم ص ۳۰/۲ والله اعلم فضل الرحمن

طویل الایام علاقوں میں روزے کا حکم

جو جہاز قریب کی متمدن اور معتدل آبادی سے آتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ وہاں کونسا قمری مہینہ ہے جب یہ معلوم ہو جائے تو ہر مہینے کو تیس یوم میں تقسیم کیا جائے پھر اس حساب سے جب رمضان کا مہینہ آجائے تو نصف مدار کو دن اور نصف کو رات اعتبار کرے دن کو روزہ رکھے اور رات کو افطار کرے اور یہی طریق سہل اور قابل عمل ہے۔ مقتبس از نماز مسنون ص ۱۹۶

[1] ملتقط از نماز مسنون ص ۱۹۵

مکروہ اوقات

مکروہ اوقات وہ ہیں کہ جن میں نماز پڑھنا شرعاً ناپسندیدہ ہے اور وہ دو اقسام پر ہیں۔

(۱)....مکروہ مطلق (۲)....مکروہ مقید

مکروہ مطلق: اس کے تین اوقات ہیں (۱) وقتِ طلوع (۲) وقتِ استواء (۳) وقتِ غروب ان تین اوقات میں کسی بھی قسم کی نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ آئندہ روایات سے ثابت ہوگا۔

(۳۸۷) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْعَامِرِ الْجُهَنِيِّ قَالَ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا اَنْ نُّصَلِّيَ فِيْهِنَّ وَاَنْ نَّقْبُرَ فِيْهِنَّ مَوْتَانَا حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيْلَ الشَّمْسُ وَحِيْنَ تَضَيَّفَ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ (رواہ الجماعة الا البخاری) [۱]

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں کہ جن میں نماز پڑھنا اور مردوں کو دفن کرنا یا ان پر جنازہ پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ ہمیں منع فرمایا کرتے تھے جبکہ چمکتا ہوا سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور جبکہ کھڑا ہو جائے دوپہر کا سایہ یہاں تک کہ پھر ڈھل جائے اور جب سورج غروب ہونے کیلئے جھک جائے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

اس حدیث مبارکہ میں ''وَاَنْ نَّقْبُرَ فِيْهِنَّ'' سے مراد نمازِ جنازہ ہے یعنی ان مکروہ اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے سے بھی روکا گیا ہے جیسا کہ انہی عقبہ بن عامرؓ کی ایک اور حدیث تصریح کرتی ہے ''نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّصَلِّيَ مَوْتَانَا عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ'' رواہ ابن شاھین یعنی رسول اللہ ﷺ نے طلوع شمس کے وقت میتوں پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور امام ترمذیؒ نے بھی فرمایا ''قَبْرُ الْمَوْتٰى هٰهُنَا مَحْمُوْلٌ عَلَى الصَّلٰوةِ عَلَيْهَا'' یعنی یہاں مردوں کو قبر میں اتارنے سے مراد ان پر نمازِ جنازہ پڑھنا ہے، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی اس سے نمازِ جنازہ مراد لی ہے۔ آپؒ کے الفاظ ہیں ''مَامَعْنٰى اَنْ نَّقْبُرَ فِيْهَا مَوْتَانَا'' (صَلٰوةُ الْجَنَازَةِ) مقتبس از نصب الرایة [۲]

[۱] مسلم شریف ص ۲۷۶/۱

[۲] نصب الرایة ص ۲۵۰

(۳۸۸)وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوْا الصَّلٰوةَ حَتّٰی تَرْتَفِعَ وَ اِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوْاالصَّلٰوةَ حَتّٰی تَغِیْبَ تابعه عبدة (رواه البخاریؒ)[۱]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو نماز کو مؤخر کر دیا کرو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے اور جب کنارہ ڈوب جائے تو بھی نماز کو مؤخر کر دیا کرو یہاں تک کہ وہ ڈوب جائے۔

ان احادیث مبارکہ کی رو سے اوقاتِ ثلاثہ میں کسی قسم کی نماز فرض عین یا فرض کفایہ یا قضا یا واجب یا سنن ونوافل مطلقاً نہیں پڑھ سکتے اور نہ ہی کوئی سجدہ کر سکتے ہیں کیونکہ ان اوقات کی کراہت کراہتِ عارضی نہیں ذاتی ہے کہ انہیں شیطان سے ایک خاص مقارنت ہے جیسا کہ مسلم شریف کی ایک روایت میں اس کا بیان ہے فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ (وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے)

مکروہ مقید: ایسے اوقات دو ہیں نمبرا بعد از نمازِ فجر نمبر۲ بعد از نمازِ عصر ان دو اوقات میں طلوع اور غروب تک ہمارے نزدیک فرائض و واجبات اور انکی قضا تو پڑھ سکتے ہیں لیکن سنن ونوافل نہیں حتی کہ فجر کی مؤکد ترین سنتیں بھی ممنوع ہیں جیسا کہ آئندہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(۳۸۹)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ وَكَانَ مِنْ اَحَبِّهِمْ اِلَیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ رواه الترمذی[۲] والبخاری ونحوه ولفظه بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ[۳]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے کئی اصحابِ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جن میں حضرت عمرؓ بھی ہیں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد طلوع تک اور عصر کے بعد غروب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے یہ تو امام ترمذیؒ کے الفاظ تھے امام بخاریؒ کے الفاظ اس سے بھی صریح ہیں کہ نماز سے منع فرمایا ہے صبح کے وقت جب تک کہ سورج چمک نہ پڑے یعنی اشراق کا وقت نہ ہو جائے اور عصر کے بعد جب تک کہ غروب نہ ہو جائے۔

[۱] بخاری شریف ص۸۲
[۲] ترمذی ص۶۵ [۳] بخاری شریف ص۸۲

امام بخاریؒ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ یہ کراہت صرف طلوع تک نہیں بلکہ اشراق تک باقی رہتی ہے چنانچہ بخاری شریف ہی کی دو احادیثِ مبارکہ سے اس کی تائید ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۹۰)عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاصَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ (رواه البخاری) [1]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ نمازِ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج بلند ہوجائے اور نمازِ عصر کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج غروب ہوجائے۔

(۳۹۱)عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوتَیْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ (رواه البخاری وفی روایة) [2] حَتّٰی تَشْرُقَ الشَّمْسُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو نمازوں سے منع فرمایا ہے فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک بخاری شریف ہی کی دوسری روایت میں ''تشرق الشمس'' کے الفاظ ہیں یعنی سورج چمک جانے تک۔

ان احادیث مبارکہ سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ ممانعت صرف طلوع آفتاب تک نہیں بلکہ اس کے بلند ہوجانے اور اشراق کا وقت آجانے تک ہے دوسری بات یہ کہ ممانعت مطلق ہے اور کم از کم چار اصحابِ کرامؓ سے روایت ہے اس لئے ان اوقات میں فجر کی سنتیں بھی نہیں پڑھی جاسکتیں جو جماعت سے پہلے رہ گئی ہوں ان کیلئے بھی وقتِ اشراق کا انتظار کیا جائیگا۔

طلوعِ فجر کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ ہر نفل ممنوع ہے

طلوعِ فجر کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت سنتِ فجر کے علاوہ کوئی نفل نہیں پڑھ سکتے جیسا کہ اس حدیث شریف میں منقول ہے۔

(۳۹۲)عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَایُصَلِّیْ اِلَّا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ (رواه مسلم) [3]

حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ جب فجر طلوع ہوجاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

[1] بخاری شریف ص ۸۲
[2] بخاری شریف ص ۸۳ [3] مسلم ص ۲۷۰

(۳۹۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلَّا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ (رواہ الطبرانی)[۱]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلوعِ فجر کے بعد دوسنتوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

یہ قولی اور فعلی دونوں قسم کی حدیثیں پیش کی گئی ہیں کہ طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک بلکہ اشراق تک سنتِ فجر قبل الفرض کے علاوہ کوئی نفل یا سنت نہیں پڑھی جاسکتی حتی کہ نوافلِ طواف بھی نہیں پڑھے جاسکتے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۳۹٤) عَنْ عَائِشَۃَؓ اَنَّھَا قَالَتْ اِذَا اَرَدْتَ الطَّوَافَ بِالْبَیْتِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ فَطُفْ وَ اَخِّرِ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ اَوْ حَتّٰی تَطْلُعَ فَصَلِّ لِکُلِّ اُسْبُوْعٍ رَّکْعَتَیْنِ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا سے روایت ہے کہ جب تو فجر اور عصر کے بعد بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرے طواف تو کر لے لیکن نماز موخر کردے یہاں تک کہ غروب یا طلوع ہوجائے پھر ہر طواف کیلئے دو رکعت پڑھ لے۔

یہ روایت اس معنی میں بالکل صاف ہے کہ ان اوقات میں کسی قسم کی نفلی نماز نہیں ہوسکتی حتی کہ رکعاتِ طواف بھی جس کا سبب بھی ان اوقات میں پایا گیا ہے باقی رہا فرضوں یا واجبات کی قضا کا جواز تو اسے امام ترمذیؒ نے بھی تسلیم کیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔

وَ اَمَّا الصَّلَوَاتُ الْفَوَائِتُ فَلَا بَاْسَ اَنْ تُقْضٰی بَعْدَ الْعَصْرِ وَ بَعْدَ الصُّبْحِ[۳]

یعنی رہا قضا نمازوں کا مسئلہ تو عصر وصبح کے بعد انکی قضا میں کوئی حرج نہیں۔

علاوہ ازیں قضاوتر کیلئے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔

(۳۹۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِیْلَ لَہٗ اِنَّ اَحَدَنَا یُصْبِحُ وَ لَمْ یُوْتِرْ قَالَ فَلْیُوْتِرْ اِذَا اَصْبَحَ (رواہ الدار قطنی ومثلہ فی ابی داؤد)[٤]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم میں سے کوئی صبح کرتا ہے کہ اس نے وتر نہیں پڑھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صبح ہی کو پڑھ لے۔

وضاحت: پوچھنے والے کا مقصد معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی آنکھ طلوعِ صبح کے بعد کھلی جب کہ اس نے وتر رات کو نہیں پڑھے تھے اب وہ کیا کرے جب کہ ممنوع وقت شروع ہو چکا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ بیدار ہو تب ہی پڑھ لے اس سے معلوم ہوگیا

[۱] نصب الرایۃ ص ۲٥٦ [۲] معارف السنن ص۱۲٥
[۳] ترمذی شریف ص ۲٥ [٤] معارف السنن

کہ طلوع فجر کے بعد یا نمازِ فجر کے بعد قبل الطلوع وتروں کی قضا ہو سکتی ہے جب کہ صرف یہ واجب ہیں پس فرضوں کی قضا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی جیسا کہ امام ترمذیؒ نے فرمایا اور جیسا کہ آئندہ احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے۔

اوقاتِ قضا

فوت شدہ نمازوں کی قضا کا کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ یاد آنے کے بعد پہلی فرصت میں قضا کرنا چاہئے جیسا کہ ان احادیثِ مبارکہ میں ہے۔

(۳۹۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ نَّسِیَ الصَّلٰوةَ اَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا اَنْ يُّصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذَالِكَ (متفق علیہ)[1]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا یا سو گیا تو اسکا کفارہ یہ ہے کہ جب بھی اسکو یاد آئے فوراً پڑھ لے اور ایک روایت میں ہے کہ اسکا کفارہ یہی ہے۔

البتہ اس میں یہ احتیاط کرنا ضروری ہوگی کہ وہ وقت تین اوقاتِ مکروہہ اصلیہ میں سے نہ ہو جیسے اس روایت سے ثابت ہے۔

(۳۹۷) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَفَلَ مِنْ خَيْبَرَ اَسْرٰی حَتّٰی اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ الَّيْلِ عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِكْلَأْ لَنَا الصُّبْحَ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ وَكَلَأَ بِلَالٌ مَا قُدِرَ لَهٗ ثُمَّ اسْتَنَدَ اِلٰی رَاحِلَةٍ وَ هُوَ مُقَابِلُ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا اَحَدٌ مِّنَ الرَّكْبِ حَتّٰی ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جناب سعید بن میبّؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خیبر سے واپس ہوئے تو رات کو چلتے رہے حتی کہ رات کا آخری حصہ آگیا تو آپ نے پڑاؤ ڈال دیا اور حضرت بلالؓ سے فرما دیا کہ صبح تک ہماری نگرانی کرو پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سو گئے اور حضرت بلالؓ نے جب تک مقدر تھا نگرانی کی پھر آپؓ اپنی سواری سے ٹیک لگا کر رو بمشرق بیٹھ گئے تو انکی آنکھ لگ گئی پس نہ تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور نہ بلالؓ اور نہ اہل قافلہ میں سے کوئی ایک یہاں تک کہ انہیں دھوپ محسوس ہوئی تو رسول اللہ ﷺ گھبرا کر اٹھے اور آواز دی بلال! بلالؓ بولے یا رسول اللہ ﷺ میرے نفس کو بھی اس چیز نے دبا لیا جس نے آپ کے نفس

[1] بخاری شریف ص ٨٤

فَقَالَ یَا بَلَالُ فَقَالَ بَلَالٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخَذَ بِنَفْسِیَ الَّذِیْ اَخَذَ بِنَفْسِکَ قَالَ اِقْتَادُوْا رَوَاحِلَھُمْ فَاقْتَادُوْھَا شَیْئًا ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَلّٰی بِھِمُ الصُّبْحَ ثُمَّ قَالَ حِیْنَ قضا الصَّلٰوۃَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (رواہ مالکؒ ومسلمؒ)[1]

کو دبا دیا آپ نے فرمایا کہ اٹھو اور چلو پس لوگوں نے اپنی سواریوں کو اٹھایا اور تھوڑی دور لے گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی اور آپ نے نماز فجر پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ جو شخص نماز بھول جائے تو جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لے اسلئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ'' نماز کو میری یاد کیلئے قائم کرو یعنی جب میری نماز یاد آئے تو پڑھ لیا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر طلوعِ شمس کے وقت یا اس کے بعد نیزہ بھر بلند ہونے سے پہلے آنکھ کھلے تو اسی وقت نماز نہ پڑھے بلکہ اتنا انتظار کرے کہ مکروہ وقت نکل جائے کیونکہ آپ ﷺ کا اس مقام سے تھوڑی دور جا کر نماز پڑھنا اسی وجہ سے تھا تا کہ مکروہ وقت نکل جائے۔

عمداً چھوڑی ہوئی نمازیں بھی قضا کرے

فقہائے امت نے عمد کو غفلت پر قیاس کرتے ہوئے عمداً چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا بھی بتلائی ہے چنانچہ غفلت کا ذکر خود اس حدیث شریف میں ہے اور ترکِ عمد بھی غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۳۹۸) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَقَدَ اَحَدُکُمْ مِّنَ الصَّلٰوۃِ اَوْ غَفَلَ عَنْھَا فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (مسلم)[2]

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سو جائے یا نماز سے غافل ہو جائے تو جب یاد آ جائے تو اسے پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز کو میری یاد کیلئے قائم کرو۔

واضح ہو کہ غفلت کا معنی بھول جانا بھی ہے اور لاپرواہی سے چھوڑ دینا بھی جیسا کہ عوام الناس بلوغ کے بعد عرصہ دراز تک لاپرواہی سے نمازیں نہیں پڑھتے پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نمازی بن جاتے ہیں اور چھوڑی ہوئی نمازیں بھی قضا کر لیتے ہیں جمیع فقاء کا

[1] مسلمؒ ص ۲۵۸ [2] مسلمؒ ص ۲۴۱/۱

یہی موقف ہے حتی کہ اس پر ان کا اجماع ہے کہ لاپرواہی اور غفلت سے رہی ہوئی نمازیں بھی قضا کرے ورنہ صرف توبہ توبہ کرنے سے اس کو معافی نہیں ہوگی حضور اکرم ﷺ کا فرمان نسائی شریف ص ۲ ج ۲ ''فَاقْضُوا اللّٰهَ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْوَفَآءِ'' کہ اللہ تعالیٰ کا فرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے بخاری شریف میں ہے ''فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى'' ص ۲۴۲ ج ۱ یعنی اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے، فقہاءِ امت نے ایسی نمازوں کی قضا پر اجماع کیا ہے محمد بن عبدالرحمٰن شافعی لکھتے ہیں کہ ''وَاتَّفَقُوا عَلٰى وُجُوْبِ قَضَآءِ الْفَوَائِتِ'' رحمة الامة ص ۴۶ یعنی فوت شدہ نمازوں کی قضا پر علماء کا اجماع ہے مگر اس کے باوجود غیر مقلدین کہتے ہیں کہ عمداً چھوڑنے والا کافر ہوگیا ہے اسلئے صرف توبہ کرے قضا نہیں ہے جیسا کہ مولوی یونس دہلوی دستور المتقی میں لکھتے ہیں کہ کہ اگر کوئی دیدہ دانستہ نمازیں چھوڑے اور پھر انکی قضا کرنا چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسے آدمی کیلئے توبہ و استغفار ہے حافظ عبداللہ روپڑی فتاوی اہلحدیث ص ۴۱۵ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہو سکیں تو ادا کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں کہ جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو (توبہ) ہی کافی ہے (استغفر اللہ

بھولی ہوئی قضا اگر ادا میں یاد آجائے

کوئی شخص وقتی نماز پڑھ رہا ہے اثناءِ نماز میں اسے یاد آیا کہ میری اس سے پہلی والی نماز قضا ہو چکی ہے جو میرے ذمہ ہے تو وہ یا تو وقتی نماز کو موقوف کر کے پہلے قضا کرے یا اسے پوری کرلے اس کے بعد پہلی نماز کی قضا کرلے، پھر اس وقتی نماز کو دہرائے کیونکہ قضا یاد ہونے یا یاد آجانے کی صورت میں وقتی نماز صحیح نہیں ہوتی جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔

(۳۹۹) عَنْ حَبِيْبٍ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَنَسِيَ الْعَصْرَ فَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ هَلْ رَاَيْتُمُوْنِيْ صَلَّيْتُ الْعَصْرَ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاصَلَّيْتَهَا فَاَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَنَقَضَ الْاُوْلٰى ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ

(رواه احمدؒ والطبرانیؒ ابو نعیمؒ) [1]

حضرت حبیبؓ سے روایت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ تھے کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور عصر کو بھول گئے پھر آپ نے اپنے اصحابؓ سے پوچھا کیا تم نے مجھے عصر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! نہیں آپ نے عصر نہیں پڑھی پس آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اذان پڑھی پھر اقامت کہی پھر آپ نے عصر پڑھائی اور پہلی ادا کردہ نمازِ مغرب کو کالعدم سمجھا اور پھر مغرب دوبارہ پڑھائی۔

[1] زجاجة ص ۱۸۰

لیکن اگر وقتی نماز کی پوری ادائیگی میں قضایاد نہیں آئی اور اسے نسیان کی حالت میں وقتی نماز پڑھ لی تو اسکی ادا صحیح ہوجائیگی کیونکہ نسیان سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے جیسا کہ پچھلے عنوان کی حدیث شریف ''مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّهَا اِذَا ذَکَرَهَا'' سے معلوم ہوتا ہے یعنی جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب اسے یاد آجائے تو اسی وقت اسکی قضا کرلے تو اس نسیان کے دوران جو نماز پڑھی جاچکی ہے تو اسکے بطلان کی کوئی وجہ نہیں ہے بالفرض اگر یہ باطل ہوئی تو آپ ﷺ کو اسکے ساتھ یہ فرمانا چاہئے تھا ''وَلْیُعِدْ الَّتِیْ صَلّٰی قَبْلَهَا'' یعنی جو وقتی نماز اس نسیان کے دوران پڑھ لی ہے اسے لوٹالے مگر آپ ﷺ نے ایسے نہیں فرمایا تو نسیان مسقط ترتیب ثابت ہوگیا اسی طرح وقتی نماز کا وقت تنگ ہوجائے تو بھی ترتیب ساقط ہوجاتی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

قضا اور ادا نماز میں ترتیب لازم ہے

(٤٠٠) عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ یَوْمَ الْخَنْدَقِ جَعَلَ یَسُبُّ کُفَّارَ قُرَیْشٍ وَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا کِدْتُّ اُصَلِّی الْعَصْرَ حَتّٰی کَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ مَاصَلَّیْتُهَا فَنَزَلْنَا اِلٰی بَطْحَانَ فَتَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَضَّأْنَا فَصَلَّی الْعَصْرَ بَعْدَ مَاغَرَبَتِ الشَّمْسُ وَصَلّٰی بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ (رواہ البخاریؒ ومسلم)[1]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ خندق کے دن حضرت عمرؓ کفار قریش کو گالیاں دینے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں عصر نہیں پڑھ سکا حتی کہ سورج غروب ہونے لگا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ میں نے بھی نہیں پڑھی، تو ہم وادی بطحان میں اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوفرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج ڈوبنے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد مغرب۔

اس سے معلوم ہوا کہ وقتی نماز اور فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھنا لازم ہے لیکن اگر وقتی نماز کا وقت تنگ ہوجائے تو ترتیب ساقط ہوجائے گی اور وقتی نماز کو پڑھنا ہوگا جیسا کہ جناب حضرت بصریؒ کے اس قول سے ظاہر ہے۔

(٤٠١) عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ قَالَ یَقْضِ مَاعَلَیْهِ فَاِنْ حَضَرَتْ صَلٰوۃٌ مَّکْتُوْبَةٌ فَصَلَّاهَا فِیْ اٰخِرِ وَقْتِهَا ثُمَّ یَقْضِ مَاعَلَیْهِ وَلَا یَفْرُطُ فِیْ شَیْءٍ (رواہ ابن خسرؒ وفی مسندہ)[2]

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا جواس پر قضا ہیں پہلے ان کو پڑھے اور اگر وقتی نماز کا وقت ہوجائے تو اسے آخر وقت میں جاکر پڑھ لے اور بقیہ نمازوں کو اس کے بعد پڑھ لے اور کسی چیز میں غلو نہ کرے۔

[1] بخاری شریف ص٨٤
[2] جامع المسانید ص٣٠٣ -

قضا نمازوں میں باہمی ترتیب بھی ضروری ہے

ہمارے نزدیک قضا نمازوں کی ادا میں بھی ترتیب واجب ہے حتی کہ اگر پہلی قضا نماز کے یاد ہوتے ہوئے پچھلی کو پڑھ لیا تو پچھلی ادا نہیں ہوگی بلکہ فاسد موقوف ہوگی وجوبِ ترتیب کیلئے یہ حدیث شریف قوی دلیل ہے۔

(٤٠٢) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ الَّيْلِ مَاشَآءَ اللّٰهُ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَآءَ (رواه الترمذیؒ)[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چار نمازوں کی فرصت نہ دی یہاں تک کہ کافی رات گزر گئی پھر آپ نے بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کہی پھر تکبیر کہی تو آپ نے نمازِ ظہر پڑھائی پھر انہوں نے تکبیر کہی تو آپ نے نمازِ عصر پڑھائی پھر انہوں تکبیر کہی تو آپ نے نمازِ مغرب پڑھائی پھر انہوں نے تکبیر کہی تو آپ نے نمازِ عشاء پڑھائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کو بھی آپس میں ترتیب کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔

نمازوں کی فرض رکعات

(٤٠٣) عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِىِّ قَالَ جَآءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ وَذَالِكَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ حِيْنَ مَا مَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى الظُّهْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ

حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت جبریلؑ آپکے پاس آئے اور کہا کہ آپ اٹھیں اور نماز پڑھیں اور یہ سورج ڈھلنے کا وقت تھا جبکہ وہ ڈھل چکا تھا، آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور ظہر کی چار رکعت پڑھیں پھر حضرت جبریلؑ آپکے پاس آئے جبکہ آپ کا سایہ ایک مثل ہوگیا تھا (یعنی دوسری مثل شروع ہوگئی تھی) تو انہوں نے آپ سے کہا کہ کھڑے ہوجایئے اور نماز پڑھیں آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے عصر کی چار

[1] ترمذیؒ ص ۳۵

فَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِيْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّى الصُّبْحَ رَكْعَتَيْنِ

(نصب الراية)[1]

رکعت پڑھیں پھر جبریلؑ آئے کہ جس وقت سورج غروب ہوگیا تھا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور مغرب کی تین رکعت پڑھیں پھر وہ آپکے پاس آیا جبکہ شفق غروب ہوگیا آپ سے کہا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور عشاء کی چار رکعت پڑھیں پھر وہ آپکے پاس آئے جبکہ فجر چمک پڑی تھی اور آپ سے کہا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور فجر کی دو رکعت ادا کی۔ عن الحسن والزهری

پانچوں نمازوں کی فرض رکعات کی تعداد اور ان میں قرأت کا بیان

(٤٠٤)عَنِ الْحَسَنِ وَالزُّهْرِيِّ قَالَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجْهَرَ بِالْقِرَائَةِ فِی الْفَجْرِ فِی الرَّكْعَتَيْنِ كِلَيْهِمَا وَيَقْرَأُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ فِیْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَةٍ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ وَيَقْرَأُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ وَيَفْعَلُ فِی الْعَصْرِ مِثْلَ مَايَفْعَلُ وَيَجْهَرُ الْاِمَامُ بِالْقِرَائَةِ فِی الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَيَقْرَأُ فِیْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَةٍ وَيَقْرَأُ فِی الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ ثُمَّ يَجْهَرُ بِالْقِرَائَةِ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَيَقْرَأُ فِی الْاٰخِرَيْنِ

حضرت حسن اور امام زہری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سنت قرار دیا ہے کہ فجر کی دونوں رکعتوں میں قرات جہراً کی جائے اور ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت سراً پڑھی جائے اور عصر میں بھی ویسے ہی کیا جائے جیسے ظہر میں اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں امام جہر کرے اور ان میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے اور مغرب کی آخری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ آہستہ پڑھے پھر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہراً قرات کرے اور آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ جی میں پڑھے اور جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ خاموش رہیں اور امام کی جہری قرات کو توجہ سے سنیں

[1] نصب الراية ص ۲۲۳/۱ بحوالہ مسند اسحاق بن راہویہ

فِیْ نَفْسِہٖ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَیُنْصِتُ مَنْ وَّرَآءَ الْاِمَامِ وَ یَسْتَمِعُ لِمَا جَھَرَ بِہِ الْاِمَامُ لَایَقْرَاُ مَعَہٗ اَحَدٌ وَ التَّشَھُّدُ فِی الصَّلٰوَاتِ حِیْنَ یَجْلِسُ الْاِمَامُ وَ النَّاسُ خَلْفَہٗ فِی الرَّکْعَتَیْنِ (رواہ ابو اداؤد فی مراسیلہ)۱

اور اس کے ساتھ کوئی نہ پڑھے اور جب امام اور اس کے مقتدی دوسری رکعت میں بیٹھیں تو التحیات پڑھنا لازم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی فرض رکعات دو اور ظہر کی چار اور عصر کی بھی چار، مغرب کی تین اور عشاء کی چار ہیں جن کی جہری اور سری قرات کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے اور قرات خلف الامام کی ممانعت بھی ثابت ہوئی ہے۔

سنن مؤکدہ ۱۲ رکعات

(٤٠٥) وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَّدَ عَلٰی ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً مِّنَ السُّنَّۃِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ اَرْبَعُ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الظُّھْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (رواہ الترمذیؒ)۲

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سنت کی بارہ رکعات پر مداومت کرلی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے چار رکعات قبل الظہر اور دو بعد الظہر اور دو رکعات بعد المغرب دو رکعات بعد العشاء اور دو رکعات قبل الفجر۔

اس حدیث شریف سے تمام نمازوں کی سنت ہائے مؤکدہ کی تعداد معلوم ہوئی ہے چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔

سنن غیر مؤکدہ ۱۶ رکعات

(٤٠٦) وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ عَلٰی اِثْرِ کُلِّ صَلَاۃٍ رَکْعَتَیْنِ اِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ (رواہ اسحاق بن راہویہ فی مسندہ)۳

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد دو رکعت (نفل) پڑھا کرتے تھے سوائے فجر و عصر کے۔

(۴۰۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا (رواه الترمذیؒ وابوداؤد)[1]

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہاللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھے۔

اس سے عصر سے پہلے چار نفل یا غیر مؤکدہ سنت کی فضیلت معلوم ہوئی۔

(۴۰۸) وَعَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ مَنْ صَلّٰى قَبْلَ الْعِشَآءِ اَرْبَعًا كَاَنَّمَا تَهَجَّدَ وَمَنْ صَلَّاهَا بَعْدَ الْعِشَآءِ كَانَ كَمَثَلِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (رواہ سعید بن منصور کما فی الکبیری)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جس نے عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھیں گویا کہ اس نے چار رکعت تہجد پڑھی اور جس نے عشاء کے بعد چار رکعت پڑھی گویا کہ اس نے لیلۃ القدر میں چار رکعت پڑھیں۔

کل رکعاتِ نماز کا نقشہ

نام نماز	فرائض	سنن قبل الفرض	سنن بعد الفرض	نوافل	وتر	کل رکعات
فجر	۲	۲ مؤکدہ	......	......	......	۴
ظہر	۴	۴ مؤکدہ	۲ مؤکدہ	۲	......	۱۲
عصر	۴	۴ غیر مؤکدہ	......	......	......	۸
مغرب	۳	......	۲ مؤکدہ	۲	......	۷
عشاء	۴	۴ غیر مؤکدہ	۲ مؤکدہ	۲ قبل الوتر۔ ۲ بعد الوتر	۳	۱۷
جمعہ	۲	۴ مؤکدہ	۴+۲=۶ مؤکدہ	۲	......	۱۴
عیدالفطر	۲	......	......	......	......	۲
عیدالاضحیٰ	۲	......	......	......	......	۲

[1] معارف السنن ص ۱۰۸/۱ و مراسیل ابی داؤد ص ۶

ارکانِ صلوٰۃ

رکن: رکن اس جزءِ داخلی کو کہتے ہیں جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، رکن بمعنی فرض، ارکان یعنی فرائض

مسئلہ: فرض کے ترک کرنے سے نماز بالکل باطل ہو جاتی ہے۔ اوائل اسلام میں دو نمازیں تھیں، شبِ معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

تعداد رکعاتِ نماز

فجر کی نماز .... ۲ رکعات فرض ہیں

ظہر کی نماز .... ٤ رکعات فرض ہیں

عصر کی نماز .... ٤ رکعات فرض ہیں

مغرب کی نماز .... ۳ رکعات فرض ہیں

عشاء کی نماز .... ٤ رکعات فرض ہیں

فرض رکعات کا تذکرہ حدیث پاک میں

(٤٠٩) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَآءَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ وَذَالِكَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ حِیْنَ مَا مَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّی الظُّهْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِیْنَ کَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِیْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الصُّبْحَ رَکْعَتَیْنِ

(نصب الرایة)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت جبریلؑ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اٹھیں اور نماز پڑھیں اور یہ سورج ڈھلنے کے وقت تھا جبکہ وہ ڈھل چکا تھا، آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور ظہر کی چار رکعت پڑھیں پھر حضرت جبریلؑ آپکے پاس آئے جبکہ آپ کا سایہ ایک مثل ہوگیا تھا (یعنی دوسری مثل شروع ہوگئی تھی) تو انہوں نے آپ سے کہا کہ کھڑے ہوجایئے اور نماز پڑھیں آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے عصر کی چار رکعت پڑھیں پھر جبریلؑ آئے کہ جس وقت سورج غروب ہوگیا تھا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور مغرب کی تین رکعت پڑھیں پھر وہ آپ کے پاس آئے جب کہ شفق غروب ہوگیا آپ سے کہا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور عشاء کی چار رکعت پڑھیں پھر وہ آپکے پاس آئے جبکہ فجر چمک پڑی تھی اور آپ سے کہا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور فجر کی دو رکعت ادا کی۔

نوٹ: ان کے علاوہ ہر نماز کے ساتھ سنن رواتب اور نوافل کی بحث نوافل کے باب میں اور واجب نمازوں کی رکعات کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاءاللہ

حکمت تعداد رکعات

امام ولی اللہ کہتے ہیں "حق بات یہ ہے کہ نماز کی تعدادِ رکعات کے بارے میں، سب توارث ہے سلف صالحین سے، اور سلف کے علوم مٹ چکے ہیں، پس یہ تو ممکن نہیں پختہ اور قطعی طریق پر انکی علت بیان کی جاسکے لیکن حق کے ساتھ زیادہ مناسب بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جو سبب بننے کے ساتھ مشابہت رکھتی ہو وہ یہ ہے کہ اصل میں کم سے کم نماز دو رکعت ہی ہوسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دو رکعت

فرض رکعات کا تذکرہ حدیث پاک میں

(۴۰۹) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَآءَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ وَذَالِكَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ حِیْنَ مَا مَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّی الظُّهْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِیْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ اَرْبَعًا ثُمَّ اَتَاهُ حِیْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ فَقَالَ لَهٗ قُمْ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّی الصُّبْحَ رَكْعَتَیْنِ

(نصب الرایة)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت جبریلؑ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اٹھیں اور نماز پڑھیں اور یہ سورج ڈھلنے کے وقت تھا جبکہ وہ ڈھل چکا تھا، آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور ظہر کی چار رکعت پڑھیں پھر حضرت جبریلؑ آپکے پاس آئے جبکہ آپ کا سایہ ایک مثل ہوگیا تھا (یعنی دوسری مثل شروع ہوگئی تھی) تو انہوں نے آپ سے کہا کہ کھڑے ہوجایئے اور نماز پڑھیں آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے عصر کی چار رکعت پڑھیں پھر جبریلؑ آئے کہ جس وقت سورج غروب ہوگیا تھا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور مغرب کی تین رکعت پڑھیں پھر وہ آپ کے پاس آئے جب کہ شفق غروب ہوگیا آپ سے کہا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور عشاء کی چار رکعت پڑھیں پھر وہ آپکے پاس آئے جبکہ فجر چمک پڑی تھی اور آپ سے کہا کہ اٹھیں اور نماز پڑھیں آپ اٹھے اور فجر کی دو رکعت ادا کی۔

نوٹ: ان کے علاوہ ہر نماز کے ساتھ سنن رواتب اور نوافل کی بحث نوافل کے باب میں اور واجب نمازوں کی رکعات کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاءاللہ

حکمت تعداد رکعات

امام ولی اللہ کہتے ہیں ''حق بات یہ ہے کہ نماز کی تعداد رکعات کے بارے میں، سب توارث ہے سلف صالحین سے، اور سلف کے علوم مٹ چکے ہیں، پس یہ تو ممکن نہیں پختہ اور قطعی طریق پر انکی علت بیان کی جا سکے لیکن حق کے ساتھ زیادہ مناسب بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جو سبب بننے کے ساتھ مشابہت رکھتی ہو وہ یہ ہے کہ اصل میں کم سے کم نماز دو رکعت ہی ہوسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دو رکعت

کے بعد قعدہ اور تشہد مشروع کر دیا گیا ہے اسی بنا پر ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہر شفع میں مشروع قرار دیا گیا ہے، اور یہ بھی مناسب ہے کہ نماز نہ تو اتنی قلیل ہو اور تھوڑی مقدار میں ہو کہ جس سے مقصد ہی حاصل نہ ہو سکے اور بہت زیادہ بھی نہ ہو جس کا ادا کرنا لوگوں پر دشوار گذرے، باوجود اس کے کہ لوگ طرح طرح کے اشغال میں مشغول ہوں۔

اور یہ بھی مناسب ہے کہ رکعات کی تعداد سب وتر ہوں، کیونکہ وتر کی رعائیت اعدادِ متبرکہ میں کی جاتی ہے اور مناسب ہے کہ ہر دو رکعت مستقل نماز ہو، اور اسی مسئلہ سے اس قاعدہ کا بھی استخراج کیا گیا ہے کہ ہر نماز رباعی ہونی چاہئے، سوا مغرب کی نماز کے کیونکہ اس مغرب کی نماز کا وقت نسبتاً تنگ ہوتا ہے، اس لئے اس کی نماز تین رکعت ہی مقرر کی گئی ہے۔

اور فجر کی نماز دو رکعت ہی مقرر کی گئی ہے کیونکہ اس میں زیادہ مقصود قرآن کا پڑھنا ہے اور قرآن کا فجر کے وقت پڑھنا فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے۔ (بدور بازغة ص ۲۱۰)

امام طحاوی صلوٰۃ وسطیٰ کہ وجہ تسمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ صلوٰۃ العصر کو صلوٰۃ وسطیٰ کیوں کہا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں نے اس بارہ میں دو قول بیان کئے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ یہ نماز دو دن کی نمازوں اور دو رات کی نمازوں کی درمیان واقع ہوتی ہے اسلئے اس کو صلوٰۃ وسطیٰ کہتے ہیں۔

اور دوسرا قول دوسرے حضرات نے بیان کیا ہے، جس کو امام طحاویؒ نے اپنی سند کے ساتھ عبد الرحمٰن بصری عبید اللہ بن محمد بن حفص تیمی المعروف بابن عائشہؒ سے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا کہ جب فجر کے وقت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، تو انہوں نے دو رکعت نماز اداءِ شکر کیلئے پڑھی، (ایک رکعت تو رات کی ظلمت کے دور ہونے کی وجہ سے اور دوسری رکعت روشنی کے دوبارہ آنے کی وجہ سے یہ ان کی دو رکعت کا سبب تھا، اور ہم پر بھی اسی طرح یہ دو رکعت فرض ٹھہری)

اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند کا فدیہ ظہر کے وقت ادا کیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعت ادا کی اس لئے ظہر کی نماز چار رکعت ہی ٹھہری۔

اور حضرت عزیر علیہ السلام کو جب اٹھایا گیا تو ان سے پوچھا گیا کہ تم کتنی دیر تک ٹھہرے رہے اسی حالت میں تو انہوں نے کہا کہ ایک دن، پھر جب انہوں نے سورج کو دیکھا تو کہا بلکہ میں اس حالت میں دن کا بعض حصہ ٹھہرا ہوں لہٰذا انہوں نے چار رکعت نماز ادا کی، تو عصر کی بھی چار رکعت ہی مقرر ہوئی۔

اور بعض نے کہا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے لغزش ہوئی تھی، وہ مغرب کے وقت معاف کی گئی، تو انہوں نے کھڑے

ہو کر چار رکعت نماز ادا کرنا شروع کی، لیکن وہ تھک کر تیسری رکعت میں بیٹھ گئے، اسی لئے مغرب کی نماز تین رکعت ہی ٹھہری۔ (طحاوی ص ۸۶ ج ۱) یہ آثار اگرچہ اتنے قوی نہیں، لیکن بطور حکمت کے کسی نہ کسی درجہ میں قابلِ لحاظ ہیں۔

بعض علماء نے پانچ نمازوں کی تعیین کیلئے حواس خمسہ کو مبدأ قرار دیا ہے مجموعی طور پر ان انعامات کے شکر کیلئے صلوات خمسہ کو فرض قرار دیا گیا ہے اور تعداد رکعات کی حکمت اس طرح بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

(۱)..... قوۃ لمس یا حس انسان کو عطا کی ہے، اس کے ذریعہ انسان گرم و سرد چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے اس کے شکریہ کیلئے صبح کی دو رکعت نماز فرض قرار دی گئی ہے۔

(۲)..... اور قوۃِ شامہ چونکہ ہر چہار طرف سے خوشبو کو محسوس و معلوم کرتی ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کے شکریہ کیلئے ظہر کی چار رکعات نماز فرض قرار دی گئی ہے۔

(۳)..... قوتِ ذائقہ چار قسم کے ذائقہ، میٹھا (شیریں)، ترش (کھٹا)، نمکین اور تلخ (کڑوا) معلوم کرتی ہے اس لئے چار رکعات عصر کی نماز فرض قرار دی گئی۔

(۴)..... قوتِ باصرہ، آنکھیں چونکہ تین طرف سے دیکھ سکتی ہیں دائیں بائیں اور سامنے سے مغرب کی تین رکعات اس کے شکریہ کیلئے فرض قرار دی گئی ہیں۔

(۵)..... قوتِ سامعہ، کان چاروں طرف اصوات سن سکتے ہیں اس لئے عشاء کی چار رکعات فرض کی گئی ہیں۔

اگر یہ فرض نمازیں نہ ہوتیں تو انسان یقیناً ان بیش بہا نعمتوں کے شکریہ سے عہدہ برآنہ ہوسکتا۔ واللہ اعلم

شیخ فقیہ زاہد ابوعلی حسین بن یحیی بخاری زنددیسیؒ نے اپنی کتاب روضۃ العلماء میں لکھا ہے کہ علی بن یحیی نے کہا میں نے ایک بزرگ ابوالفضل برمعذریؒ سے سوال کیا آپ بتلائیں کہ فجر کی نماز دو رکعت کیوں فرض ہیں اور ظہر، عصر چار چار رکعت اور مغرب تین رکعت اور عشاء چار رکعت کیوں؟

انہوں نے پہلے کہا کہ شریعت میں اسی طرح آیا ہے میں نے کہا کہ زیادہ وضاحت کی ضرورت ہے تو انہوں نے کہا کہ حکماء نے یہ کہا ہے کہ مختلف انبیاء علیھم السلام نے اپنے اپنے وقت میں ان سب نمازوں کو پڑھا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان سب کا ثواب اور فضیلت حضور اکرم ﷺ کی امت کیلئے مقرر کر دیا ہے۔

فجر: سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی تھی، جب ان کو جنت سے نکالا گیا تو ان پر دنیا تاریک ہوگئی، اور پھر جب رات کی تاریکی واقع ہوئی تو آدم علیہ السلام بہت زیادہ خوف زدہ ہوگئے، کیونکہ اس قسم کی تاریکی انہوں نے دیکھی نہ تھی، صبح ہوئی تو انہوں دو رکعت نماز اللہ تعالیٰ کے شکر کیلئے ادا کی، اسلئے کہ رات کی تاریکی سے نجات ملی اور دوسری دن کی روشنی کیلئے، اور ہمیں بھی اس کا حکم ہے

ہو کر چار رکعت نماز ادا کرنا شروع کی، لیکن وہ تھک کر تیسری رکعت میں بیٹھ گئے، اسی لئے مغرب کی نماز تین رکعت ہی ٹھہری۔ (طحاویؒ ص ۸۶ ج ۱) یہ آثار اگر چہ اتنے قوی نہیں، لیکن بطور حکمت کے کسی نہ کسی درجہ میں قابلِ لحاظ ہیں۔

بعض علماء نے پانچ نمازوں کی تعیین کیلئے حواس خمسہ کو مبدأ قرار دیا ہے مجموعی طور پر ان انعامات کے شکر کیلئے صلوات خمسہ کو فرض قرار دیا گیا ہے اور تعداد رکعات کی حکمت اس طرح بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

(۱)..... قوۃ لمس یا حس انسان کو عطا کی ہے، اس کے ذریعہ انسان گرم وسرد چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے اس کے شکریہ کیلئے صبح کی دو رکعت نماز فرض قرار دی گئی ہے۔

(۲)..... اور قوۃِ شامہ چونکہ ہر چہار طرف سے خوشبو کو محسوس و معلوم کرتی ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کے شکریہ کیلئے ظہر کی چار رکعات نماز فرض قرار دی گئی ہے۔

(۳)..... قوتِ ذائقہ چار قسم کے ذائقہ، میٹھا (شیریں)، ترش (کھٹا)، نمکین اور تلخ (کڑوا) معلوم کرتی ہے اس لئے چار رکعات عصر کی نماز فرض قرار دی گئی۔

(۴)..... قوتِ باصرہ، آنکھیں چونکہ تین طرف سے دیکھ سکتی ہیں دائیں بائیں اور سامنے سے مغرب کی تین رکعات اس کے شکریہ کیلئے فرض قرار دی گئی ہیں۔

(۵)..... قوتِ سامعہ، کان چاروں طرف اصوات سن سکتے ہیں اس لئے عشاء کی چار رکعات فرض کی گئی ہیں۔

اگر یہ فرض نمازیں نہ ہوتیں تو انسان یقیناً ان بیش بہا نعمتوں کے شکریہ سے عہدہ برآنہ ہوسکتا۔ واللہ اعلم

شیخ فقیہ زاہد ابو علی حسین بن یحیی بخاری زندویسیؒ نے اپنی کتاب روضۃ العلماء میں لکھا ہے کہ علی بن یحیی نے کہا میں نے ایک بزرگ ابوالفضل برمعذریؒ سے سوال کیا آپ بتلائیں کہ فجر کی نماز دو رکعت کیوں فرض ہیں اور ظہر، عصر چار چار رکعت اور مغرب تین رکعت اور عشاء چار رکعت کیوں؟

انہوں نے پہلے کہا کہ شریعت میں اسی طرح آیا ہے میں نے کہا کہ زیادہ وضاحت کی ضرورت ہے تو انہوں نے کہا کہ حکماء نے یہ کہا ہے کہ مختلف انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے وقت میں ان سب نمازوں کو پڑھا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان سب کا ثواب اور فضیلت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے مقرر کر دیا ہے۔

فجر: سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی تھی، جب ان کو جنت سے نکالا گیا تو ان پر دنیا تاریک ہوگئی، اور پھر جب رات کی تاریکی واقع ہوئی تو آدم علیہ السلام بہت زیادہ خوف زدہ ہوگئے، کیونکہ اس قسم کی تاریکی انہوں نے دیکھی نہ تھی، صبح ہوئی تو انہوں دو رکعت نماز اللہ تعالیٰ کے شکر کیلئے ادا کی، اسلئے کہ رات کی تاریکی سے نجات ملی اور دوسری دن کی روشنی کیلئے، اور ہمیں بھی اس کا حکم ہے

تا کہ ہم سے ظلمتِ معاصی دور ہواور نورِ طاعت کا ظہور ہو۔

ظہر: سب سے پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا بیٹے کے ذبح کرنے کا، پھر ''صَدَّقْتَ الرُّؤيَا'' کا اعلان ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے چار حالتیں تھیں ایک ذبحِ ولد کی حالت، دوسری بیٹے کا غم، تیسری بیٹے کی طرف سے جانور کا فدیہ، اور چوتھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی، اور یہ انداز زوال کے وقت تھی تو اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنے کیلئے انہوں چار رکعات ظہر کی ادا کی۔ اور ہمیں بھی حکم ہے تا کہ ہم اس کے ذریعہ شیطان مردود کو کچل سکیں اور ہم سے غم دور ہواور ہم سے بھی فدیہ ادا ہواور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو۔

عصر: عصر کی چار رکعات پہلے پہل حضرت یونس علیہ السلام نے ادا کی، وہ چار تاریکیوں میں پھنسے ہوئے تھے، ایک کمزوری اور ضعف کی تاریکی، دوسری دریا کی تاریکی، تیسری رات کی تاریکی، چوتھی مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، اللہ تعالیٰ نے جب ان کو رہائی بخشی تو وہ عصر کا وقت تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شکر میں چار رکعت ادا کی تھی، اور ہمارے لئے بھی مختلف تاریکیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، قیامت کا اندھیرا اور جہنم کا اندھیرا اور قبر کا اندھیرا رات کا اندھیرا ضعف اور کمزوریوں اور خطاؤں کے اندھیروں سے بھی نجات ہوگی۔

مغرب: پہلے پہل حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تمہاری قوم میرے بارہ میں ثالث ثلاثہ کا اعقاد رکھتی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر غروب کے وقت جب وحی ہوئی تو انہوں نے تین رکعت ادا کی۔ پہلی رکعت سے اپنی طرف سے الوہیت کی نفی مراد تھی، دوسری رکعت سے اپنی والدہ کی طرف سے نفی اور تیسری رکعت میں اللہ تعالیٰ کیلئے الوہیت کا اثبات، اور ہمارے لیے بھی یہ حساب میں آسانی اور دوزخ سے نجات اور قیامت کے دن ہولناک دن میں امن ہوگا۔

عشاء: عشاء کی نماز سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ادا کی تھی جب وہ مدین سے نکلے تھے تو راستہ میں راہ بھول گئے تھے، ایک طرف بیوی کا غم، اور بھائی ہارون علیہ السلام کا غم، اور دشمن فرعون کا غم، اور اولاد کا غم، اللہ تعالیٰ نے ان کو آواز دی ''اَنَا رَبُّكَ''، کہ میں راہ دکھاؤں گا اور میں تم کو جمع کردوں گا اہل و بھائی کے ساتھ، اور دشمن پر غلبہ عطا کروں گا۔

اور ہمیں بھی یہ حکم ہوا کہ عشاء کی نماز پڑھو، تا کہ راہ ہدایت ملے اور اللہ تعالیٰ کفایت کریں، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کفایت کی، اور ہمیں انبیاء علیھم السلام اور صدیقین کے ساتھ جمع کرے گا، اور دشمن ابلیس پر فتح فرمائے گا، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح فرمائی تھی۔ (امانی الحبار ص ٣٦٤)

باب الاذان

اذان کا معنی ہے خبردار کرنا، اطلاع دینا، شرعاً اذان ان کلمات کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی اطلاع دی جاتی ہے۔

مؤذن اور اذان کے فضائل

مؤذن خدا تعالیٰ کا نمائندہ اور سفیر ہوتا ہے جو اس کے پیغام کی منادی کرتا ہے اس حیثیت سے اس کے جتنے بھی فضائل ہوں کم ہیں تاہم اگر وہ خدا تعالیٰ کا پیغام دیتا ہے اس کا نام بلند کرتا ہے اس کی نماز کی طرف بلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو نوازنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ قرآن پاک میں ہے "وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ"[۱] اور سب سے اچھی بات اس شخص کی ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف بلائے اور عملِ صالح اختیار کرے اور علی الاعلان کہے کہ میں مسلمان ہوں، تو یہی کام مؤذن کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن جیسا کوئی داعی نہیں اور اذان جیسی کوئی دعوت نہیں لیکن ضروری ہے کہ جیسے وہ اس آیت کہ پہلے حصہ کا حامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اسی طرح اس کے دوسرے حصہ پر بھی کاربند ہو یعنی عملِ صالح اختیار کرے اور مسلمانی پر فخر کرے پھر اس فضائل کی ہمسری شہید کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

مؤذن سر بلند ہوں گے

(۴۱۰) عَنۡ مُعَاوِیَۃَؓ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ الۡمُؤَذِّنُوۡنَ اَطۡوَلُ النَّاسِ اَعۡنَاقًا یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ (رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا قیامت کے دن مؤذن کی گردن سب سے اونچی ہوگی۔

مؤذن کے عمل کی ہر چیز گواہی دیگی

(۴۱۱) عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡخُدۡرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَا یَسۡمَعُ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤذن کی آواز اسکی آخری حد

۱ پ ۲۴ ع ۱۱

۲ مسلم ص ۱۸۷

مدی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَلَا شَئٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواه البخاریؒ) ۳

تک جو بھی جن وانس یا کوئی اور مخلوق سنے گی وہ روزِ قیامت اس کیلئے ضرور گواہی دیگی۔

مؤذن جہنم سے بری ہے

(۴۱۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهٗ بَرَائَةٌ مِّنَ النَّارِ

(رواہ الترمذیؒ و ابن ماجۃ وابو داؤدؒ) ۱

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محض ثواب کی خاطر سات سال تک اذان دیتا رہے اس کیلئے جہنم سے خلاصی لکھ دی جاتی ہے۔

حضرت علیؓ کی حدیث

(۴۱۳) وَعَنْ اِمَامِنَا اَبِیْ حَنِيْفَةَؒ قَالَ قَالَ عَلِیٌّؓ مَا نَدِمْتُ عَلٰى شَئٍ مَا نَدِمْتُ عَلَى الْحَسَنِؓ وَالْحُسَيْنِؓ اَنْ اَكُوْنَ سَاَلْتُ لَهُمَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَذَانَ قَالَ وَ لُحُوْمُ الْمُؤَذِّنِيْنَ حَرَامٌ عَلَى النَّارِ وَ قَالَ لَوْ اَنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ فِی الْاَرْضِ لَغَلَبُوْا النَّاسَ عَلَى الْاَذَانِ

(اخرجہ ابن خسرؒ وفی مسندہ عن تاریخ بخاریؒ) ۲

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے اتنا افسوس اور کسی چیز پر نہیں جتنا اس بات پر کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن وحسین کیلئے اذان کی اجازت کیوں نہ طلب کرلی آپ نے فرمایا مؤذنین کے گوشت جھنم پر حرام ہیں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ زمین پر اگر فرشتوں کی رہائش ہوتی تو وہ انسانوں سے اذان چھین لیتے۔

سبحان اللہ کیا مقام ہے مؤذن کا کہ حضرات حسنینؓ کیلئے اس کی اجازت کی تمنا کی جاتی ہے جہنم کیلئے مؤذن کا گوشت پوست حرام ہوجاتا ہے اور فرشتے بھی اس مقام کو حسرت سے دیکھتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِهٰذَا وَتَقَبَّلْهُ مِنَّا

۱ بخاری شریف ص ۸۶
۲ مشکوٰۃ ص ۶۵ ۳ جامع المسانید ص ۲۹۷

مؤذن مشک کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے

(٤١٤) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَ رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَ هُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَ رَجُلٌ يُنَادِيْ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كُلَّ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ (رواه الترمذیؒ) [1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین شخص کستوری کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے ایک وہ غلام جو اللہ کا اور اپنے آقا کا حق ادا کرے دوسرے وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے بحالیکہ وہ اس پر راضی ہوں تیسرے وہ شخص جو دن رات میں پانچوں نمازوں کی اذانیں دیتا ہے۔

امام ضامن ہے

(٤١٥) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ (رواه الترمذی و احمدؒ وابوداؤدؒ) [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ امام ضامن ہوتا ہے اور مؤذن امانت دار، اے اللہ! اماموں کو ہدایت دے اور مؤذنین کو بخش دے۔

ضامن کا مطلب یہ ہے کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت امام کی نماز کی صحت پر موقوف ہے۔

مؤذن کی بخشش اور جنت کا داخلہ

(٤١٦) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُ رَبُّكَ مَنْ فِيْ رَأْسِ شَظِيَّةِ الْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَ يُصَلِّيْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ هٰذَا يُؤَذِّنُ وَ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ يَخَافُ

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس چرواہے کو پسندیدہ نظر کے ساتھ دیکھتے ہیں جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں بکریاں چراتا ہے اور اذان کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ اذان کہتا ہے اور نماز پڑھتا

[1] مشکوٰۃ شریف ص ٦٥
[2] ابو داؤد شریف ص ٧٧

مِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ وَ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ (رواه النسائی و ابو داؤد) ۱

ہے میرے خوف کی وجہ سے، جاؤ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔

مؤذن قبر سے اذان پڑھتا ہوا اُٹھے گا

(۴۱۷) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤَذِّنِیْنَ وَالْمُلَبِّیْنَ یَخْرُجُوْنَ مِنْ قُبُوْرِھِمْ یُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ وَ یُلَبِّی الْمُلَبِّیْ (رواه الطبرانیؒ) ۲

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا مؤذن اور تلبیہ پڑھنے والے اپنی قبروں سے اذان اور تلبیہ پڑھتے ہوئے نکلیں گے۔

شیطان اذان سے ایسے بھاگتا ہے کہ اس کی ہوا خارج ہوتی جاتی ہے

(۴۱۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعُ التَّاذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَآءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ نَفْسِهٖ یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَضِلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی (رواه البخاریؒ) ۳

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اذان پڑھی جاتی ہے تو شیطان اسطرح بھاگتا ہے کہ اسکی ہوا نکلتی جاتی ہے اور وہاں تک بھاگتا جاتا ہے کہ جہاں تک اذان سنائی نہ دے پھر جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے پھر جب نماز کیلئے پکارا جائے تو پھر بھاگ جاتا ہے اور جب وہ پکار ختم ہوتی ہے تو واپس آ جاتا ہے یہاں تک کہ انسان اور اسکے نفس کے مابین حائل ہوجاتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کر فلاں بات یاد کر جو اسے یاد نہیں آتی تھی یہاں تک کہ آدمی کو بھلا دیتا ہے اسے نہیں پتہ چلتا کہ کتنی نماز پڑھی۔

شیطان اذان سے چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے

(۴۱۹) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ اِذَا

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا شیطان جب اذان

۱ نسائی ص۱۰۸ ۲ زجاجة ص ۱۹۷
۳ بخاری شریف ص ۸۵

سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ ذَهَبَ حَتّٰى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَآءِ. قَالَ الرَّاوِىُ وَالرَّوْحَآءُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى سِتَّةٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ مِيْلًا (رواہ مسلم)[۱]

کی آواز سنتا ہے تو بھاگ کر مقام روحا تک پہنچ جاتا ہے روای کہتے ہیں کہ روحا مقام مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر ہے۔

سنتِ اذان کی تشریع

شروع شروع میں جب اذان مشروع نہیں ہوئی تھی لوگوں کو اطلاع نماز کیلئے تشویش رہتی تھی کہ کیا صورت اختیار کی جائے، کسی کی رائے تھی کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بجایا جائے اور کسی کا مشورہ تھا کہ یہود کی طرح کا بگل یا بوق استعمال کیا جائے یا مسجد کے اوپر جھنڈا گاڑ دیا جائے، حضرت عمرؓ کی رائے سے منادی کی صورت میں نماز کی اطلاع دینا طے ہوا جیسا کہ صحیحین کی اس روایت میں ہے۔

(۴۲۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِىْ ذَالِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُؓ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُّنَادِىْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ (رواہ الشیخان)[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب مسلمان مدینہ منورہ میں آئے تو وہ جمع ہو کر نماز کا اندازہ کیا کرتے تھے اس وقت تک نماز کیلئے پکارا نہیں جاتا تھا، تو ایک دن اس سلسلے میں گفتگو ہونے لگی تو بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح بنالو، کسی نے کہا کہ یہودیوں کے سینگ کی طرح کوئی سینگ لے لو، لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم منادی کیلئے کسی کو کیوں نہیں بھیج دیتے جو نماز کی منادی کرے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال اٹھو اور نماز کی منادی کرو۔

اس وقت تک اذان کے الفاظ بھی طے نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو بندوں کو خواب میں یہ الفاظ القا کر دیے جن میں سے ایک عبداللہ بن زیدؓ ہیں اور دوسرے حضرت عمرؓ، یہ تفصیل اس روایت میں موجود ہے۔

(۴۲۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ هَمَّ بِالْبُوْقِ وَاَمَرَ بِالنَّاقُوْسِ فَنُحِتَ فَاُرِىَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بوق یعنی بگل بنالینے کا ارادہ فرمالیا تھا اور ناقوس کا حکم دے دیا گیا جو بنالیا گیا، اچانک عبداللہ بن زیدؓ کو خواب آیا

[۱] مسلم ص ۱۸۷ [۲] مشکوٰة ص ٦٤

زَيْتٍ فِى الْمَنَامِ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فَقُلْتُ لَهٗ يَا عَبْدَ اللّٰهِ تَبِيْعُ النَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ فَقُلْتُ اُنَادِىْ بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَيْرٍ مِّنْ ذَالِكَ؟ قُلْتُ مَاهُوَ؟ قَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍؓ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا رَاٰى قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فَقَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ صَاحِبَكَ قَدْ رَاٰى رُؤْيًا فَاخْرُجْ مَعَ بِلَالٍؓ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاَلْقِهَا عَلَيْهِ وَلْيُنَادِ بِلَالٌ فَاِنَّهٗ اَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ بِلَالٍؓ اِلَى الْمَسْجِدِ فَجَعَلْتُ اُلْقِهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِىْ بِمَا قَالَ فَسَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ بِالصَّوْتِ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہن رکھے تھے اور ہاتھ میں ناقوس اٹھایا ہوا تھا، میں نے اسے کہا کہ اللہ کے بندے یہ ناقوس بیچو گے؟ اس نے کہا کہ تو اسے کیا کریگا؟ میں نے کہا کہ اس سے نماز کی منادی کروں گا تو اس نے کہا کہ کیا میں اس سے بہتر چیز نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تجھے پکارنا چاہئے اللہ اکبر اللہ اکبر (ترجمہ) اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، روای کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زیدؓ پھر نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپہنچے اور (خواب میں) جو کچھ دیکھا تھا وہ آپ کے سامنے بیان کر دیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ایک آدمی دیکھا جسنے دو کپڑے پہن رکھے تھے اور ہاتھ میں ناقوس پکڑا ہوا تھا پس خواب کا پورا واقعہ آپ کو سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی نے ایک خواب دیکھا ہے پس بلالؓ کیساتھ مسجد میں جاؤ اور یہ کلمات اسکو سکھا دو اور وہ اذان پڑھیں کیونکہ وہ تمہارے مقابلہ میں بلند آواز ہیں حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں بلالؓ کے ساتھ مسجد کیطرف چل دیا اور اسے وہ کلمات

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ الَّذِىْ رَاٰى (رواه ابن ماجة وابن داؤد و احمد وصحح الترمذى وابن خزيمة فى العلل)[1]

سکھانے لگا اور وہ انکو پکارنے لگے، حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے یہ کلمات سنے تو آ کر کہنے لگے یا رسول اللہ! واللہ میں نے بھی ویسے ہی دیکھا ہے جیسے اسنے دیکھا۔

اذان بلاترجیع

(٤٢٢) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ نِ الْاَنْصَارِيِّؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ هَمَّهُ الْاِذْنَ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يَّاْمُرَ رِجَالًا فَيَقُوْمُوْنَ عَلَى الْاٰطَامِ فَيَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ وَيُشِيْرُوْنَ اِلَى النَّاسِ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى رَاَيْتُ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ كَاَنَّ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ عَلٰى سُوْرِ الْمَسْجِدِ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَرْبَعًا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ اَقَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا وَقَالَ فِىْ اٰخِرِهَا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَاَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِذْهَبْ فَقُصَّهَا عَلٰى بِلَالٍؓ فَفَعَلْتُ فَاَقْبَلَ النَّاسُ سِرَاعًا وَلَا يَدْرُوْنَ اِلَّا اَنَّهُ فَرَغَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ وَقَالَ لَوْلَا مَاسَبَقَنِىْ بِهٖ

حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو نماز کی اطلاع نے فکر مند کر رکھا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ارادہ فرمالیا کہ آپ ﷺ لوگوں کو حکم کریں کہ وہ ٹیلوں پر چڑھ کر لوگوں کو ہاتھ سے اشارے کر کر کے نماز کی اطلاع دیں حتی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ ایک آدمی ہے جس کے اوپر دو سبز کپڑے ہیں مسجد کی دیوار پر کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے "اللہ اکبر" چار مرتبہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ" دو مرتبہ "اشھد ان محمد رسول اللہ" دو مرتبہ "حی علی الصلوٰۃ" دو مرتبہ "حی علی الفلاح" دو مرتبہ "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ"، پھر اس نے اقامت پڑھی وہ بھی اسی طرح پھر اسکے آخر میں قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوۃ کہا یعنی تحقیق نماز کھڑی ہو گئی ہے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا بلالؓ کے پاس اس کو بیان کر میں نے بیان کر دیا تو لوگ دوڑے ہوئے آئے مگر کچھ سمجھ نہ سکے اتنے میں بلال فارغ ہو گئے تھے پھر حضرت

[1] مشکوٰۃ ص ٦٤ ، اعلاء السنن ص ٧٩

لَاَخْبَرْتُكَ اَنَّهٗ قَدْ طَافَ بِیَ الَّذِیْ طَافَ بِهٖ

(رواه ابو الشیخ وروی ابن ماجة وابو داؤدؒ احمدؒ ونحوه وصححه الترمذی و ابن خزیمه والبخاریؒ فیما حکاعنه الترمذی فی العلل)[1]

عمرؓ آئے اور کہنے لگے کہ اگر وہ مجھ سے سبقت نہ لے گیا ہوتا تو میں آپ کو بتلاتا کہ میرے ساتھ بھی وہی گزری ہے جو اسکے ساتھ گزری ہے۔

یہ اذان اگرچہ خواب میں سکھائی گئی ہے لیکن جب نبی کریم ﷺ کے پاس اس کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہ سچا خواب ہے، جاؤ بلالؓ کو سکھاؤ تو آپ ﷺ کے حکم سے یہ اذان بلالؓ کو سکھائی گئی اور حضرت بلالؓ ساری عمر حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اور آپ ﷺ کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں یہی اذان پڑھتے رہے جس میں ترجیع نہیں ہے یعنی شہادتین کو لوٹا کر نہیں پڑھا جاتا تو آنحضرت ﷺ کی اصل مسنون اذان یہی ہے جس پر آج تک اہلِ مدینہ کا عمل ہے اس کی مزید تائید اگلی روایات میں دیکھئے۔

کلماتِ اذان واقامت دو دفعہ ہیں

(۴۲۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیَّ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَاَنَّ رَجُلًا قَامَ وَعَلَیْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ فَقَامَ عَلٰی حَائِطٍ فَاَذَّنَ مَثْنٰی مَثْنٰی وَاَقَامَ مَثْنٰی مَثْنٰی

(رواه ابن ابی شیبةؒ فی مصنفه)[2]

جناب عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میرے سامنے کئی اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ عبداللہ بن زید انصاریؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک آدمی کھڑا ہے جس پر دو سبز چادریں ہیں اس نے ایک دیوار کے اوپر کھڑے ہو کر اذان پڑھی اور اسکے کلمات دو دو دفعہ کہے اور اقامت کہی تو اس کے کلمات بھی دو دو دفعہ کہے۔

(۴۲۴) وَعَنْ اَبِیْ بُرَیْدَةَؓ عَنْ اَبِیْهِ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فَاِنَّهٗ فَمُرْهُ اَنْ یَّاْمُرَ بِلَالًاؓ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَعَلَّمَهُ الْاَذَانَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ مَرَّتَیْنِ

جناب ابن بریدہ اپنے باپ بریدہؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاریؓ کو ایک غیبی شخصیت نے حکم دیا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جاؤ

[1] نصب الرایة ص ۲۷۵ عن اسحاق بن راہویه عن عبد الله بن زیدؓ مثله عن سعد القرظ عنه البلالؓ نصب الرایة ص ۲۷۶ اخرجه الحاکم فی المستدرک فی کتا ب الفضائل

[2] نصب الرایة ص ۲۶۷ واخرجه البیهقی فی سننه عن وکیع به قال فی الامام وهذا رجال رجال الصحیح وهو متصل علی مذهب الجماعة فی عدالة الصحابةؓ وان جهالة اسمائهم لاتضر (زیلعی)

اَشْهَدُ اَنْلاَّ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰـهُ مَـرَّتَيْنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰـهِ مَـرَّتَيْنِ حَـيَّ عَلَـى الصَّلٰوةِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ ثُمَّ عَلَّمَهُ الْاِقَامَةَ مِثْلَ ذَالِكَ وَقَالَ فِىْ اٰخِرِهٖ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ كَاَذَانِ النَّاسِ وَاِقَامَتِهِمْ

(اخرجه ابو محمد البخاريؒ فی مسنده) ؎۱

اور ان سے گذارش کرو کہ وہ بلالؓ کو حکم کریں وہ اسطرح اذان پڑھیں ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' دو دفعہ ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' دو دفعہ ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' دو دفعہ ''حی علی الصلوٰۃ'' دو دفعہ ''حی علی الفلاح'' دو دفعہ ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' ''لا الہ الا اللہ'' پھر اسے اقامت سکھائی بالکل اسیطرح اور اسکے آخر میں کہا ''قد قامت الصلوۃ، قد قامت الصلوٰۃ'' ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' ''لا الہ الا اللہ'' لوگوں کی اذان واقامت کی طرح۔

نیز حضرت ابو محذورہؓ والی اقامت جس میں انہوں نے کلمات کو گن کر کے بتلایا ہے اور جس کے روای بالکل صحیحین کے راوی ہیں وہ بعینہ وہی ہے جس کو حضراتِ احنافؒ نے اختیار کیا ہے انہوں نے اقامت کے سترہ کلمات بتلائے ہیں جو اس طرح پورے ہوتے ہیں کہ ہر کلمہ کو لوٹا کر کہا جائے روایت یہ ہے۔

(۴۲۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍؒ اَنَّ اَبَا مَحْذُوْرَةَؓ حَدَّثَهٗ قَالَ عَلَّمَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشَـرَةَ كَلِمَةً وَالْاِقَـامَةَ سَبْعَ عَشَرَةَ كَلِمَةً (رواه ابو داؤد وابن ماجه فی سننهما ورواه الترمذیؒ والنسائیؒ مختصرا) ؎۲

حضرت عبد اللہ بن محیریزؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو محذورہؓ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

اب دیکھیے! اس کی تفصیلی صورت یہ بنتی ہے۔

(۱) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (۲) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (۳) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (۴) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (۵) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ (۶) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ (۷) اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (۸) اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (۹) حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ (۱۰) حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ (۱۱) حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (۱۲) حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (۱۳) قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ (۱۴) قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ (۱۵) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (۱۶) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (۱۷) لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ

؎۱ جامع المسانید ص ۳۰۰
؎۲ مشکوٰۃ ص ۶۳

لیجئے یہ ان ابومحذورہؓ کی اقامت ہے جن کی ترجیع والی اذان پر ہمارے غیر مقلد دوستوں کو بڑا ناز ہے اب انہی کی اقامت بھی انکو اختیار کر لینی چاہئے کیونکہ یہ انہی کے سرکاری وکیل سے مروی ہے "فشهد شاهد من اهلها" صاحب صلوٰۃ الرسول نے لکھا ہے کہ حیرت کا مقام ہے کہ بعض لوگ تکبیر میں اکہرے کلمے کہنے کو منع کرتے ہیں تو صاحب حیرت کا مقام وہ نہیں یہ ہے کہ اذان تو حضرت ابو محذورہؓ کی لے لی جائے مگر انکی اقامت جو تثنیہ والی ہے اسے چھوڑ دیا جائے اسی کو کہتے ہیں "میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو" باقی ہم نے اذان میں جو انکی ترجیع اختیار نہیں کی سوا اسکی مختصر وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر ترجیع صرف تعلیمًا تھی جسے غلط فہمی سے مسنون سمجھ لیا گیا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اذان و اقامت دونوں میں کلمات دو دو کہنا ہی مسنون ہے چار دفعہ یا صرف ایک دفعہ کہنا خلافِ سنت ہے آئندہ روایات میں اسکی تائید مزید ملاحظہ فرمائیں۔

(٤٢٦) عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَذَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَذَانُهٗ وَ اِقَامَتُهٗ مَثْنٰى مَثْنٰى (رواه ابى عوانه فى صحيحه وهو مرسل قوى)[1]

جناب شعبیؒ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان واقامت سنی ہے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان واقامت دونوں میں کلمات دو دو دفعہ ہی تھے۔

(٤٢٧) وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ بِلَالًا كَانَ يُثَنِّيْ الْاَذَانَ وَيُثَنِّيْ الْاِقَامَةَ وَكَانَ يَبْدَءُ بِالتَّكْبِيْرِ وَيَخْتِمُ بِالتَّكْبِيْرِ (اخرجه عبد الرزاق فى مصنفه ورواه الدار قطنى فى سننه والطحاوىؒ فى شرح الاثار)[1]

جناب اسود بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو دفعہ ہی کہا کرتے تھے تکبیر سے شروع کرتے اور تکبیر پر ختم کرتے۔

(٤٢٨) عَنْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى سَلْمَةَ بْنِ اَكْوَعَ اَنَّ سَلْمَةَ كَانَ يُثَنِّيْ الْاِقَامَةَ (طحاوى باب الاقامة)[2]

حضرت عبید فرماتے ہیں کہ موذنِ رسول اللہ ﷺ سلمہ بن اکوع اقامت کے دوہرے کلمات کہتے تھے۔

اب رہیں حضرت ابومحذورہؓ کی احادیثِ اذان جن میں ترجیع شہادتین کا ذکر ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت ابومحذورہؓ اذان سیکھنے کے بعد مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے تھے، انہوں نے ایک دفعہ بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے اذان نہیں کہی تھی جبکہ حضرت بلالؓ تاحیات حضور اکرم ﷺ کے ملاحظہ میں بلا ترجیع اذان پڑھتے رہے تو حضرت ابومحذورہؓ کا ترجیع کرنا ممکن ہے بوقتِ تحصیل انکی غلط فہمی پر مبنی ہو جیسا کہ امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ شہادتین دوبارہ پڑھوانے سے رسول اللہ ﷺ کا مقصد ترجیع نہیں بلکہ تصحیح تھا کیونکہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے "لَا" کو جتنا

[1] آثار السنن ص ٥٢

[2] نصب الراية ص ٣٦٩ و طحاویؒ ص ٩٣

آپ سکھوانا اور مد کروانا چاہتے تھے پہلی مرتبہ حضرت ابو محذورہؓ نے اتنی مد نہیں کی تھی اسلئے آنحضرت ﷺ نے دوبارہ پڑھوایا اور فرمایا "اِرْجِعْ فَامْدُدْ مِنْ صَوْتِكَ"، یعنی دوبارہ پڑھ اور اپنی آواز کو شہادتین کیساتھ لمبا کر نیز حضرت ابو محذورہؓ والی حدیث مضطرب الفاظ والی ہے کبھی اس میں ترجیع کا ذکر ہے اور کبھی بلا ترجیع کا جیسے یہ روایاتِ اذان عبداللہ بن زیدؓ اور اذانِ بلالؓ سے بالکل مطابق الالفاظ ہے۔

اذان واقامت میں حضرت ابو محذورہؓ کی مطابقت

(٤٢٩) عَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ ؓ قَالَ لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ خَرَجْتُ عَاشِرُ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ اَطْلُبُهُمْ فَسَمِعْنَاهُمْ يُؤَذِّنُوْنَ بِالصَّلٰوةِ فَقُمْنَا نُؤَذِّنُ نَسْتَهْزِءُ بِهِمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعْتُ فِیْ هٰٓؤُلَآءِ تَاذِيْنَ اِنْسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ فَاَرْسَلَ اِلَيْنَا فَجِئْنَا فَاَذَّنَّا رَجُلًا رَّجُلًا وَّ كُنْتُ اٰخِرَهُمْ فَقَالَ حِيْنَ اَذَّنْتُ تَعَالَ فَاَجْلَسَنِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِیْ وَبَرَّكَ عَلَیَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَاَذِّنْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قُلْتُ كَيْفَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلَّمَنِیْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ عَلَّمَنِیَ الْاِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مقامِ حنین سے نکلے تو ہم دس لڑکے بھی مکہ مکرمہ سے ان کی تلاش میں نکلے تو ہم نے سنا کہ وہ نماز کے لئے اذان دے رہے ہیں، ہم بھی کھڑے ہو کر بطورِ مذاق کے اذان دینے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں میں ایک خوش آواز انسان کی اذان سنی ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف ایک آدمی بھیجا تو ہم آگئے پس ہم سب نے ایک ایک کر کے اذان پڑھی، میں ان سب میں آخری اذان پڑھنے والا تھا جب میں نے اذان پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ آگے آجا اور مجھے اپنے سامنے بٹھالیا اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور مجھے تین دفعہ برکت کی دعا دی پھر فرمایا جا بیت الحرام کے سامنے اذان پڑھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی علیک وسلم کیسے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان سکھائی اللہ اکبر اللہ اکبر الخ اور مجھے اقامت دو دو دفعہ سکھائی، ابن جریج

اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

کہتے ہیں کہ مجھے یہ ساری خبر عثمان بن سائب نے اپنے باپ اور ام عبدالملک بن ابی محذورہؓ کی روایت سے سنائی کہ ان دونوں نے یہ حدیث ابومحذورہؓ سے سنی ہے۔

قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ السَّائِبِ بِھٰذَا الْخَبَرِ کُلِّهٖ عَنْ اَبِیْهِ وَ عَنْ اُمِّ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ اَبِیْ مَحْذُوْرَۃَ ؓ اَنَّھُمَا سَمِعَا ذَالِکَ مِنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَۃَ ؓ قال وھذا حدیث حسن علی شرط ابی داؤد والترمذیؒ والنسائیؒ وجعلوا ھذا الحدیث ناسخا لحدیث انسؓ [1]

اب ابومحذورہؓ کی یہ حدیث جو حضرت بلالؓ اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حرف بحرف تائید کرتی ہے زیادہ معتمد اور قابلِ اعتماد ہے بنسبت اس حدیثِ ترجیع کے جو ان دونوں کے خلاف ہے، ان احادیث کی روشنی میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون اذان صرف اسے ہی قرار دے سکتے ہیں جس پر تینوں مؤذنینِ رسول کا اتفاق ہے اور وہ یہی ہے کہ جس میں ترجیع نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اذان کی سنن اور کیفیات و مستحبات

مؤذن معزز اور باوقار ہونا چاہیے

(۴۳۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُؤَذِّنْ لَکُمْ خِیَارُکُمْ وَ لِیَؤُمَّکُمْ قُرَّائُکُمْ (رواہ ابو داؤدؒ) [2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے مؤذن تم میں سے بہترین آدمی ہونے چاہئیں اور تمہارے امام تمہارے قاری ہونے چاہئیں۔

(۴۳۱) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَ الْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ اَللّٰھُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّۃَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ" قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تَرَکْتَنَا نَتَنَافَسُ فِی الْاَذَانِ بَعْدَکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّهٗ یَکُوْنُ بَعْدِیْ اَوْ بَعْدَکُمْ قَوْمٌ سِفْلَتُھُمْ مُؤَذِّنُوْنَ" (رواہ البزار ورجالہ کلھم مؤثقون مجمع الزوائد) [3]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام ضامن اور مؤذن امانت دار ہے اے اللہ! اماموں کو ہدایت عطا فرما اور مؤذنوں کو بخش دے، لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے اپنے بعد ہمیں مؤذنی پر مسابقت اور مقابلے پر آمادہ کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک میرے بعد یا تمہارے بعد ایسی قوم آئیگی جسکے کمین اور گھٹیا لوگ انکے مؤذن ہوں گے۔

[1] نصب الرایۃ ص ۲۷۲ [2] ابو داؤدؒ ص ۸۷

[3] اعلاء السنن ص ۱۰۵ وبعضہ فی مصنفہ ابن ابی شیبۃؒ ص ۲۲۴

افسوس وہ قوم آچکی ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی ہے یہ گویے اور میراثی جو اذان سے پہلے اور اس کے بعد سریں لگانا شروع کر دیتے ہیں اس کے اوّل و آخر کئی قسم کے پیوند لگا کر اذانِ بلالیؓ کا حلیہ بگاڑتے ہیں وہی احمق اور کمین ہی تو ہیں جناب رسالتمآب ﷺ نے جن کی پیشگی خبر دی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گھٹیا لوگوں کی مؤذنی کو آنحضرت ﷺ نے پسند نہیں فرمایا آپ ﷺ کی تو رائے ہے کہ اچھے اور باوقار اور ذی علم لوگ مؤذن ہوا کریں۔

مؤذن کو باوضو اور کھڑے ہو کر اذان پڑھنی چاہئے

(۴۳۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ قَالَ حَقٌّ وَّ سُنَّةٌ مَّسْنُوْنَةٌ اَنْ لَّا يُؤَذِّنَ اِلَّا وَ هُوَ طَاهِرٌ وَ لَا يُؤَذِّنَ اِلَّا وَ هُوَ قَائِمٌ (رواہ ابو الشیخ)[1]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ حق اور سنت ہے کہ بغیر طہارت کے اذان نہ پڑھی جائے اور نہ ہی بغیر قیام کے اذان پڑھی جائے۔

لیکن اگر کسی وجہ سے اذان بلا وضو پڑھ لی جائے تو سنتِ اذان ادا ہو جائیگی جیسا کہ جناب نخعیؒ کے اس قول سے ظاہر ہے۔

(۴۳۳) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا بَاْسَ اَنْ يُؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ (رواہ الامام محمدؒ فی الآثار رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفه عن الحسن والعطاء)[2]

حضرت ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر مؤذن بے وضو اذان پڑھے تو کوئی حرج نہیں یعنی ہو جاتی ہے۔

(۴۳۴) وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَّسُنَّةٌ مَّسْنُوْنَةٌ (رواہ البخاری تعلیقا)[3]

جناب عطاءؒ کہتے ہیں کہ وضو (اذان کیلئے) حق ہے اور سنتِ جاریہ ہے۔

(۴۳۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤَذِّنُ اِلَّا مُتَوَضِّئٌ (رواہ ترمذی)[4]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اذان صرف باوضو آدمی کہے۔

اذان کے دوران بات نہ کرے

(۴۳۶) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ وَعَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَؒ اَنَّهُمَا كَرِهَا اَنْ يَّتَكَلَّمَ حَتّٰى يَفْرُغَ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[5]

ابراہیم نخعیؒ اور ابن سیرینؒ دونوں اذان کے دوران بات کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔

[1] زجاجۃ ص۱۹۳
[2] جامع المسانید ص۲۹۵ [3] بخاری شریف ص ۸۸/۱
[4] ترمذی ص ۱۲۹/۱ [5] مصنف ابن ابی شیبۃ ص۲۱۲

اذان مسجد سے باہر اور اونچی جگہ پر ہونی چاہئے

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی گذشتہ حدیث میں ہے '' کَانَ رَجُلاً عَلَیْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ عَلٰی سُوْرِ الْمَسْجِدِ '' ۱ گویا کہ ایک آدمی ہے کہ جس نے سبز کپڑے پہن رکھے ہیں وہ مسجد کی دیوار پر کھڑا ہے۔

اور حضرت بلالؓ بھی مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دیا کرتے تھے جیسا کہ بنونجار کی ایک عورت کا بیان ہے۔

(۴۳۷) قَالَتْ کَانَ بَیْتِیْ مِنْ اَطْوَلِ بَیْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَکَانَ بِلَالٌ یُؤَذِّنُ عَلَیْهِ الْفَجْرَ الحدیث (رواہ ابو داؤد) ۲

یعنی وہ عورت کہتی ہے کہ جو مکان مسجد کے آس پاس تھے میرا مکان ان میں سب سے اونچا تھا حضرت بلالؓ اسی کے اوپر کھڑے ہو کر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔

تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان مسجد کے قریب مگر مسجد سے باہر اور اونچی جگہ پر ہونی چاہئے۔

(۴۳۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ الْاَذَانُ فَوْقَ الْمَنَارَةِ وَالْاِقَامَةُ فِی الْمَسْجِدِ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ یَفْعَلُهٗ (رواہ ابن ابی شیبة) ۳

حضرت عبداللہ بن ابی سفیانؓ سے روایت ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارے کے اوپر ہو اور اقامت مسجد کے اندر ہو اور حضرت عبداللہؓ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

مؤذن کو قبلہ رو کھڑا ہونا چاہئے

جیسا کہ ابوداؤدؒ کی اس حدیث میں ہے جو معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

(۴۳۹) وَقَالَ فِیْهِ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ یَعْنِی الْمَلَکَ (رواہ ابو داؤد) ۴

اس روایت میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا پس قبلہ کی طرف رخ کیا یعنی فرشتے نے۔

(۴۴۰) عَنِ الْحَسَنِ وَ مُحَمَّدٍ قَالَا اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (رواہ ابن ابی شیبةؒ ومثلہ عن ابراہیمؒ) ۵

جناب حضرت حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن اذان پڑھے تو قبلہ کی طرف منہ کرے۔

۱ صلوات الرسول ص ۶۷

۲ ابو داؤد ص ۷۷ ۳ مصنف ابن ابی شیبةؒ ص ۲۱۱

۴ ابو داؤد ص ۷۵ ۵ ابن ابی شیبةؒ ص ۲۱۴

مؤذن کو چاہئے کہ کانوں میں انگلیاں ڈالے

(٤٤١) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَالًا ؓ اَنْ يَّجْعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ قَالَ اِنَّهٗ اَرْفَعُ لِصَوْتِكَ (رواه ابن ماجة وروى الترمذیؒ ونحوه)[1]

جناب عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میرے باپ نے میرے دادا کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈالیں فرمایا کہ یہ فعل تیری آواز کو بلند کرے گا۔

(٤٤٢) وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ ؓ اَنَّهٗ جَعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ (رواه البخاریؒ تعليقا)[2]

حضرت بلالؓ سے منقول ہے کہ وہ انگشتانِ شہادت اپنے کانوں میں دے لیا کرتے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آواز بلند کرنے والی ہرصورت اختیار کرنی چاہئے جیسے آج کل سپیکر میں اذان پڑھنا صرف بلندی آواز کیلئے ہے اس لئے اس کو ناجائز یا بدعت نہیں کہہ سکتے البتہ سپیکر کا مائیک مسجد سے باہر ہونا چاہئے۔

حیَّ علیٰ میں چہرے کو دائیں بائیں پھیرے

حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت چہرے کو بالترتیب دائیں اور بائیں پھیرنا چاہئے کیونکہ حضرت بلالؓ ایسے ہی کیا کرتے تھے جیسے شیخین کی اس روایت میں ہے۔

(٤٤٣) عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ ؓ اَنَّهٗ رَاٰى بِلَالًا ؓ يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا بِالْاَذَانِ (رواه ابو داؤد)[3]

حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلالؓ کو اذان پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں اذان میں انکی اتباع میں منہ کو ادھر ادھر کرنے لگا یعنی دائیں بائیں پھیرنے لگا۔

(٤٤٤) وَعَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ بِلَالًا ؓ خَرَجَ اِلَى الْاَبْطَحِ فَاَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ مقام ابطح کی طرف نکلے اور اذان پڑھی پس جب حی

[1] ابن ماجۃ ص ٥٢
[2] بخاری شریف ص ١/٨٨ [3] ابو داؤد ص ٧٧

حَیَّ عَلیٰ الْفَلَاحِ لَوّٰی عُنُقَهٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا وَّلَمْ یَسْتَدِرْ (رواہ ابو داؤد واسنادہ صحیح)[۱]

علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر پہنچے تو اپنی گردن دائیں بائیں گھمائی مگر خود نہیں گھومے۔

نوٹ: اقامت میں بھی چہرے کو دائیں بائیں جانب پھیرنا مستحب ہے۔

عورت اذان نہیں پڑھ سکتی

(۴۴۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَیْسَ عَلَی النِّسَآءِ اَذَانٌ وَّلَا اِقَامَةٌ (رواہ بیہقی)[۲]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عورت پر نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔

(۴۴۶) عَنْ اِبْرَاهِیْمَ وَعَنْ قَتَادَةَ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَالْحَسَنِ قَالُوْا لَیْسَ عَلَی النِّسَآءِ اَذَانٌ وَّ لَا اِقَامَةٌ (ابن ابی شیبۃ)[۳]

جناب ابراہیم اور قتادہ اور سعید بن المسیب اور حسن رحمہم اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ عورتیں اذان اور اقامت کی اہل نہیں۔

مسجد کی اذان گھر کی جماعت کیلئے کافی ہے

(۴۴۷) عَنْ عِکْرَمَةَ قَالَ اِذَا صَلَّیْتَ فِیْ مَنْزِلِكَ اَجْزَاَكَ مُؤَذِّنُ الْحَیِّ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[۴]

جناب عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ جب تو نماز گھر میں ادا کرے تو تجھے محلے کی اذان کافی ہے۔

(۴۴۸) عَنِ الْحَسَنِ فِیْ رَجُلٍ یَّنْتَهِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ وَقَدْ صُلِّیَ فِیْهِ قَالَ لَا یُؤَذِّنُ وَ لَا یُقِیْمُ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[۵]

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی جماعت کے بعد مسجد میں پہنچا تو وہ اذان واقامت نہ کہے۔

(۴۴۹) عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اِبْرَاهِیْمَ مَسْجِدَ مُحَارِبَ فَاَمَّنِیْ وَ لَمْ یُؤَذِّنْ وَلَمْ یُقِمْ

جناب جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں ابراہیم نخعیؒ کے ساتھ مسجد بنی محارب میں گیا تو انہوں نے مجھے جماعت کرائی نہ اذان کہی اور نہ ہی اقامت۔

[۱] نصب الرایۃ ص۲۷۶ ابو داؤد ص ۷۷
[۲] بیہقی ص۱/۴۵۸
[۳] مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱/۲۲۲
[۴] مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱/۲۲۰
[۵] مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱/۲۲۱

نابالغ بچہ اذان نہ پڑھے

(۴۵۰)عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ هَلْ يُؤَذِّنُ الْغُلَامُ غَيْرُ مُحْتَلِمٍ قَالَ لَا (مصنف عبد الرزاق)[1]

ابن جریج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے پوچھا نابالغ بچہ اذان پڑھ سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

(۴۵۱)وَعَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ يُكْرَهُ لِلصَّبِيِّ أَنْ يُؤَذِّنَ حَتَّى يَحْتَلِمَ (مصنف عبد الرزاق)[2]

جناب ثوریؒ ابو اسحاقؒ سے روایت کرتے ہیں کہ نابالغ بچے کیلئے اذان پڑھنا مکروہ ہے۔

مسنون صلوٰۃ وسلام اذان کے بعد ہونا چاہئے

(۴۵۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ وَصَلُّوْا عَلَيَّ الخ (رواه النسائی)[3]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو جیسے وہ کہتا ہے ویسے کہتے جاؤ اور مجھ پر درود بھیجو۔

اور درود ابراہیمی آپ ﷺ نے خود سکھایا ہے ''الصلوٰۃ والسلام جعلی درود ہے'' جس سے سنت کی بجائے بدعت ادا ہوتی ہے۔

فجر میں فلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہے

ایک دفعہ حضرت بلالؓ حضور نبی کریم ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے کیلئے گئے تو انکو بتلایا گیا آنحضرت ﷺ نیند فرما رہے ہیں تو حضرت بلالؓ نے کہا ''اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ '' یہ کلمہ حضور اکرم ﷺ کو پسند آگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلال! اسے اپنی اذان میں پڑھا کر جیسا کہ اس حدیث شریف میں۔

(۴۵۳)عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْذِنُهُ بِالصُّبْحِ فَوَجَدَهُ رَاقِدًا فَقَالَ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْسَنَ هٰذَا يَا بِلَالُ اِجْعَلْهُ فِي أَذَانِكَ (رواه الطبرانی فی معجمه الكبير)[4]

حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس صبح کی نماز کی اطلاع دینے کیلئے آئے تو آپ کو سوتے پایا حضرت بلالؓ نے دو دفعہ کہا ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' یعنی نماز نیند سے بہتر ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا ہی اچھا کلمہ ہے اسے تو اپنی اذان میں ملا لے۔

[1] مصنف عبد الرزاق ص ۴۷۰/۱
[2] مصنف عبد الرزاق ص ۴۶۹/۱
[3] نسائی ص ۲۵/۲
[4] نصب الراية ص ۳۹۴

(٤٥٤) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ جَآءَ بِلَالٌؓ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَوَجَدَهُ قَدْ اَغْفَا فَقَالَ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فَقَالَ اِجْعَلْهُ فِيْ اَذَانِكَ اِذَا اَذَّنْتَ لِلصُّبْحِ فَجَعَلَ بِلَالٌؓ يَقُوْلُهَا اِذَا اَذَّنَ لِلصُّبْحِ (رواه الحافظ ابو الشيخ فی كتاب الاذان له)[1]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ نبی کریم ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے کیلئے آئے تو آپ کو اونگھتے پایا پس حضرت بلالؓ نے کہا ''الصلوٰۃ خیر من النوم''، یعنی نماز نیند سے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسے صبح کی اذان میں ملالو چنانچہ حضرت بلالؓ صبح کی اذان میں کہنے لگے۔

(٤٥٥) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِيْ اَذَانِ الْفَجْرِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (رواه ابن خزيمةؒ فی صحيحه والدار قطنی والبيهقی)[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سنت یہ ہے کہ مؤذن جب فجر کی اذان میں ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کہہ لے تو ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہے یعنی نماز نیند سے بہتر ہے۔

اذان کو ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کو تیز تیز کہنا چاہئے

اذان کی اطلاع چونکہ دور دور تک پہنچانا مقصود ہوتی ہے اس لئے اس کا اونچی اور لمبی آواز میں کہنا مناسب ہے مگر تکبیر واقامت کی اطلاع صرف اہلِ مسجد کیلئے ہوتی ہے اس لئے اس کے مناسب معتدل آواز اور روانی کے ساتھ کہنا ہے جیسا کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے۔

(٤٥٦) عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِلَالًاؓ اَنْ يُّرَتِّلَ الْاَذَانَ وَ يَحْدُرَ فِي الْاِقَامَةِ (رواه الطبرانی فی معجمه الوسط)[3]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ اذان کو ترتیل سے پڑھا کرے اور اقامت کو حدراً یعنی روانی اور تیزی سے۔

[1] نصب الراية ص ٢٦٤
[2] آثار السنن ص ٥٤
[3] نصب الراية ص ٢٧٦

اذان کی بدعات

صلوٰۃ وسلام کی بدعت

اذان کے متعلقہ تمام مسنون چیزیں آپ کے سامنے آچکی ہے اوران میں سے ایک ایک بات حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لیکن کسی حدیث میں اذان سے پہلے یا بعد صلوٰۃ وسلام کا کوئی ذکر نہیں پھر آج کل اذان سے پہلے حروفِ خطاب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو جو فرض واجب کا درجہ دیا گیا ہے یہ ایک قبیح بدعت نہیں تو کیا ہے؟ پس اس کا ترک اشد ضروری ہے کیونکہ ''جب الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' اذان جتنی بلند آواز سے اذان کے ساتھ ملا کر پڑھا جائیگا تو ایک عامی اور خالی الذہن انسان اسے بھی اذان کا ایک حصہ ہی سمجھے گا جس سے اذان میں ایک ایسی چیز کا اضافہ ہو جائیگا جو اس میں سے نہیں ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی قباحت کو آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

(۴۵۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِىْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیه)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز پیدا کی جو اسمیں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے یعنی قابلِ رد ہے۔

اب دیکھیے الفاظِ صلوٰۃ وسلام اذان میں سے تو ہیں نہیں پھر ان کو اذان کے ساتھ بالکل اسی کیفیت سے پڑھنا اس پر زیادتی نہیں پھر اور کیا ہے؟ پھر اسکے مردود ہونے میں کیا شک ہے جبکہ اس پر اصرار بھی کیا جائے کہ جو لوگ اسکو نہیں پڑھتے وہ وہابی یا معاذ اللہ کافر ہیں ایسی صورت میں تو اس کا ترک کرنا فرض کے درجہ میں ہے جیسا کہ امام محمدؒ نے اپنی مؤطا میں لکھا ہے ''وَ لَا يَجِبُ اَنْ يُزَادَ فِى النِّدَآءِ مَالَمْ يَكُنْ مِنْهُ'' [2] کہ جو چیز اذان کے الفاظ میں سے نہ ہو اسکا زیادہ کر دینا بالکل ناواجب اور ناجائز ہے، پھر اس میں دوسری قباحت یہ ہے کہ اس میں خطاب کے صیغے جو استعمال کیے جاتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کو بیان کرنے کیلیے تجویز کیے گئے ہیں حالانکہ حاضر ناظر ہونا نہ صرف خدا تعالیٰ کی شان ہے بلکہ اسکی ذات کا خاصہ ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ''وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ'' [3] کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ناظر ہیں اسی طرح شیعہ حضرات نے اذان کے بیچ میں ان کلمات ''اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ عَلِيًّا وَّلِىُّ اللّٰهِ وَ وَصِىُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ خَلِيْفَتُهٗ بِلَا

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۷
[2] مؤطا امام محمدؒ ص ۴۶
[3] پ ۳۰ ع ۱۰

فضل،" کا جواضافہ کیا ہے وہ بھی بلاشبہ بدعت ہے حضرات اصحاب رسول ﷺ اور حضرات اہل بیت سے یہ قطعاً ثابت نہیں مشہور شیعہ عالم محقق طوسی نے جواذان نقل کی ہے اس میں بھی یہ جعلی الفاظ موجود نہیں ہیں اور شیعہ کی معتبر کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں جس سے ان کا جعلی ہونا بالکل ثابت ہے۔

حضور اکرم ﷺ حاضر ناظر نہیں ہیں

مگر یہ الفاظ یا اس سے ملتے جلتے اس نے مخلوق کیلئے ہرگز استعمال نہیں کئے بلکہ مخلوق کیلئے تو اس کے متضاد اور مخالف الفاظ استعمال کئے ہیں جیسے:

لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ (القرآن)[1] آپ ان پر نگہبان نہیں ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ (القرآن)[2] اور آپ ان کے پاس حاضر نہیں تھے۔

قُلۡ لَّسۡتُ عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيۡلٍ (القرآن)[3] آپ فرما دیجئے میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَكُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِيۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ (القرآن)[4]

میں ان کے متعلق باخبر تھا جب تک کہ ان کے اندر رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو ان کا نگران صرف تو ہی تھا اور ہر چیز کے پاس حاضر صرف تیری ذات ہے۔

تو جب اس نظریے سے ان ندائیہ الفاظ سے پکارا جائے تو ان کے حرام بلکہ شرک ہونے میں کیا شبہ ہے۔

درودِ تاج کی بدعت

اذان کی دوسری بدعت صبح کے وقت اذان سے پہلے درودِ تاج کا بالالتزام پڑھنا ہے یہ درود جس کے حسب ونسب کا بالکل پتہ نہیں اسکو اتنا ضروری خیال کرنا کہ اسکی وجہ سے اگر اذان میں تاخیر ہوتی ہے تو ہو جائے لیکن اس کو پورا پڑھے بغیر اذان نہیں کہی جاسکتی یہ بھی بدعتِ شنیعہ ہے پھر اس جعلی درود کو اتنا رواج دینا اور اس کے بے انتہاء اجر وثواب کا قائل ہونا یہ درود ہائے مسنونہ سے غداری اور دشمنی کرنا ہے جب کہ بات بالکل بیّن ہے کہ جو برکات وثواب آنحضرت ﷺ کے تعلیم فرمودہ الفاظ میں ہے وہ کسی خانہ ساز اور خود

[1] پ ۳۰ ع ۱۳
[2] پ ۳ ع ۱۳
[3] پ ۷ ع ۱۴
[4] پ ۷ ع ۶

ساختہ الفاظ میں نہیں ہو سکتی پھر آنحضرت ﷺ کے امر فرمودہ درود کچھ کم نہیں جن کے ہوتے ہوئے اس جعلی درود کو اختیار کرنے کی ضرورت پیش آئے درودِ ابراہیمی کے بالمقابل اس کی اتنی ہی حیثیت ہے جتنی کہ گورنمنٹ کے منظور شدہ سکے بالمقابل جعلی کرنسی کی ہوتی ہے کہ اس کے چلانے والے کو شاباش نہیں بلکہ سزا دی جاتی ہے۔

اذان کا زبانی جواب

(٤٥٨) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ (رواه الجماعة)[1]

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم اذان کو سنو تو ویسے ہی کہو جیسے مؤذن کہتا ہے۔

(٤٥٩) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ اَحَدُكُمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ

(رواه مسلم)[2]

حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مؤذن الله اكبر الله اكبر کہے تو تم میں سے جو کوئی الله اكبر الله اكبر کہے پھر جب مؤذن اشهد ان لا اله الا الله کہے تو وہ اشهد ان لا اله الا الله کہے پھر جب مؤذن اشهد ان محمداً رسول الله کہے تو وہ اشهد ان محمداً رسول الله کہے پھر جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو وہ لا حول ولا قوة الا بالله کہے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اور وہ لا حول ولا قوة الا بالله کہے پھر مؤذن الله اكبر الله اكبر کہے تو وہ الله اكبر الله اكبر کہے پھر جب مؤذن لا اله الا الله کہے تو وہ بھی لا اله الا الله کہے تو اس نے اگر یہ تمام کلمات صدقِ دل سے کہے تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

[1] آثار السنن ص ٥٤ مشكوٰة شريف ص ٦٤
[2] مسلم ص ١٨٧

اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اس کے جواب میں صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ بھی کہہ سکتے ہیں۔کتاب الاذکار للنووی ص ۳۷

سبحان اللہ! سچی اجابتِ اذان کا کتنا بڑا ثواب ہے کہ صرف وہی کلماتِ اذان دہرانے سے جنت کا داخلہ ملتا ہے بشرطیکہ صدقِ دل سے کہے گئے ہوں اس سے بھی زیادہ ثواب اگلی حدیث سے ملاحظہ فرمائیں۔

(٤٦٠) عَنْ مَيْمُوْنَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ بَيْنَ صَفِّ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ اِذَا سَمِعْتُمْ اَذَانَ هٰذَا الْحَبْشِيِّ وَاِقَامَتَهٗ فَقُلْنَ كَمَا يَقُوْلُ فَاِنَّ لَكُنَّ لِكُلِّ حَرْفٍ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ قَالَ عُمَرُ ؓ هٰذَا لِلنِّسَآءِ فَمَاذَا لِلرِّجَالِ؟ قَالَ ضِعْفَانِ يَا عُمَرُ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)[1]

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان کھڑے ہوگئے پھر آپ نے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت! جب تم اس حبشی (حضرت بلالؓ) کی اذان اور اقامت سنو تو ویسے کہو جیسے اس نے کہا تو تمہارے ہر حرف کے بدلے دس لاکھ درجے ہیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ عورتوں کا ثواب ہے مردوں کیلئے کتنا ہے؟ آپ نے فرمایا عمر اس سے دگنا۔

واقعی رحمتِ الٰہی اپنے بندوں پر نثار ہونے کیلئے صرف بہانے ڈھونڈتی ہے۔رحمتِ حق بہانہ مے جوید بہانمے جوید۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ جواب صرف اذان ہی کا نہیں بلکہ اسی طرح تکبیر کا بھی جواب دینا چاہئے اور اس کا بھی بعینہ وہی ثواب ہے جیسے اس حدیث شریف میں ہے۔

(٤٦١) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ ؓ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ بِلَالًا ؓ اَخَذَ فِي الْاِقَامَةِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا وَقَالَ فِيْ سَائِرِ الْاِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيْثِ عُمَرَ ؓ فِي الْاَذَانِ (رواہ ابو داؤد)[2]

حضرت ابوامامہؓ بعض اصحابِ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے اقامت کہنا شروع کی تو جب قد قامت الصلوٰۃ کہا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اقامها الله وادامها (اللہ تعالیٰ اسے قائم دائم رکھیں) اس کے علاوہ باقی ساری اقامت میں بعینہ حضرت عمرؓ کی اذان والی حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔

(٤٦٢) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسنے موذن کی اذان سنکر یہ کہا اشهد ان لا اله الا اللہ الخ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا

[1] اعلاء السنن ص ۲۲
[2] ابو داؤد ص ۷۸

اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ (رواہ مسلم)[1]

کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں میں رب ہونے کے لحاظ سے اللہ پر اور نبی ہونے کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ پر دین کے لحاظ سے اسلام پر راضی ہو گیا تو اسکے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

انگوٹھے چومنے کی بدعت

اجابتِ اذان کے متعلق آپ متعدد احادیث پڑھ چکے ہیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی یہ حکم نہیں آیا کہ جب مؤذن "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہے تو تم انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگایا کرو، ہاں آیا تو صرف اتنا ہے کہ "فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ" یعنی تم بھی ویسے کہو جیسے مؤذن کہتا ہے، اس فرمانِ نبوت کے مطابق ہم صرف اتنی بات کے پابند ہیں کہ مؤذن کی شہادتِ رسالت سن کر ہم بھی "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہہ کر اس کی ہمنوائی کریں اور بس لیکن آج کل لوگوں نے صرف انگوٹھے چومنے کو سنیت یعنی سنی ہونے کا معیار بنا رکھا ہے، یہ محض بدعتِ فاحشہ ہے اس کے پیچھے کوئی شرعی دلیل نہیں اس کے بارے میں جتنی احادیثِ مبارکہ و روایات بیان کی جاتی ہیں سب کی سب موضوع اور من گھڑت ہیں ان میں سے کوئی بھی بات رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، اس کے باوجود اس کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا رسول اللہ ﷺ پر بہتان اور اپنے لئے جہنم خریدنے کے سوا کچھ نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" مشکوٰۃ شریف جو شخص جان بوجھ کر میرے متعلق جھوٹ باندھے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

تو انگوٹھے چومنے اور جعلی حدیثوں کو فرمانِ رسول اللہ ﷺ کہنے اور سمجھنے والوں کو چاہئے فوراً توبہ تائب ہو کر جہنم کے عذاب سے بچنے کی کوشش کریں، اب سنئے ان بناوٹی حدیثوں کی حقیقت جسے جلیل القدر محدثین کرامؒ نے واشگاف کہا ہے۔

بحثِ حدیثِ تقبیلِ اناملِ

علامہ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے۔

فَاِنَّ الْاَحَادِيْثَ الَّتِيْ فِيْ تَقْبِيْلِ اَنَامِلَ وَجَعْلِهَا عَلَى الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ سِمَاعِ اِسْمِهٖ

مؤذن سے کلمۂ شہادت میں آنحضرت ﷺ کا نام نامی سن کر انگلیاں چومنے اور ان کو آنکھوں پر لگانے کی جو

[1] مسلم ص ۱/۱۱۷

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُؤَذِّنِ فِیْ كَلِمَةِ الشَّهَادَتَيْنِ كُلُّهَا مَوْضُوْعَاتٌ [1] احادیث بیان کی جاتی ہیں سب کی سب موضوع اور من گھڑت ہیں،

منی المؤمنین میں ہے امام شمس الدین سخاوی، ابن طاہر فتنی، ابن رفیع شافعی، زرقانی مالکی، حسن بن علی ہندی، شیخ فتح محمد برہان پوری، ملاں علی قاری، امام جلال الدین سیوطی، ابواسحاق کابلی، ابوالحسن عبدالفاخر فارسی، شارح صحیح مسلم شیخ الاسلام علامہ محمود احمد عینی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور مرزا حسن علی محدث لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ محدثین کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے کے متعلق لائی جاتی ہیں وہ سب موضوع ہیں اور انگوٹھے چومنا ممنوع اور غیر مشروع ہے۔[2] علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ "لَمْ يَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَیْءٌ" رد المختار ص ۲۹۳ ج ۱ یعنی انمیں سے کوئی بھی مرفوع حدیث صحیح نہیں ہے حاشیہ جلالین ص ۳۵۷

حضرت ملا علی قاری موضوعاتِ کبیر مع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۰۸ میں لکھتے ہیں "قَالَ السَّخَاوِیُّ لَا يَصِحُّ"، یعنی امام سخاوی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے آگے فرماتے ہیں شیخ احمد الرماد نے اپنی کتاب موجبات الرحمۃ میں اسے ایسی سند سے ذکر کیا ہے جس میں روای مجہول ہیں حالانکہ سند منقطع بھی ہے۔ علامہ سخاویؒ کی طرف سے فیصلہ کیا ہے، "كُلُّ مَا يُرْوٰى فِیْ هٰذَا فَلَا يَصِحُّ رَفْعُهٗ اَلْبَتَّةَ" کہ اس مضمون کی جتنی بھی احادیث نقل کی جاتی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ بلاشبہ ملا علی قاری نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس کا رفع حضرت ابوبکر صدیقؓ تک بھی ثابت ہو جائے تو سنتِ خلیفہ راشد ہونے کیوجہ سے عمل کیلئے کافی ہے مگر آپ دیکھ چکے ہیں بقول امام سخاویؒ اس کی سند منقطع ہے اور اس کے راوی بھی مجہول ہیں۔ امام بیہقیؒ کتاب القراۃ میں ص ۱۲۷ پر لکھتے ہیں کہ اسکی سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلّف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول راویوں سے اخذ کریں تو جب موقوف بھی صحیح نہیں تو یہ قابلِ عمل کیسے ہوسکتی ہے۔

قَالَ الشَّيْخُ اِسْمَاعِيْلُ عَجْلُوْنِیْ (فِی الْمَقَاصِدِ) ثُمَّ قَالَ فِیْ اٰخِرِ الْكَلَامِ "وَلَمْ يَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَیْءٌ" الخ (کشف الخفاء ۲/۲۶ والدین الخالص ۴/۹۳، ۹۴) اسماعیل عجلونی نے مقاصد میں لکھا ہے آخر کلام میں جا کر فرمایا کہ اس طریق میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے کتاب شرح الوافی میں لکھا ہے کہ انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پہ لگانا مکروہ ہے اسلئے اس کے بارے میں کوئی بھی حدیثِ صحیح وارد نہیں ہوئی جو روایات نقل کی جاتی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔

اذان کا عملی جواب

عملی طور پر اذان کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں آئے اور باجماعت نماز ادا کرے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

[1] عماد الدین ص ۱۲۳
[2] بحوالہ سابقہ

(۴۶۳)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهِ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ؟ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰى (رواه ابو داؤد باسناد صالح ورواه الحاكم فى المستدرك بسند صحيح الا لفظ قالوا الى قال كذا فى كنز العمال)[1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مؤذن کی اذان سنی اور اسکی اتباع کرنے میں کوئی عذر بھی مانع نہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ عذر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خوف یا مرض تو اسنے جو نماز اکیلے پڑھی ہے قبول نہیں کی جائیگی۔

اس سے مسجد اور جماعت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور اذان کا مقام بھی جس کو ہم لوگ سنی ان سنی کر دیتے ہیں اور محسوس نہیں کرتے کہ یہ کس احکم الحاکمین کا بلاوا ہے اگر خدانخواستہ اگر ہم اس کے بلاوے پر نہیں جاتے اور گھر میں یا دکان پر نماز پڑھ کر اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ حدیث اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے کہ اس کی وہ نماز ناقابلِ قبول ہے کیونکہ وہ نذرِ عبادت تو پیش کررہا ہے مگر اجتماعی حاضری میں شریک نہیں ہوا اس طرح وہ دربارِ خداوندی کی رونق کو کم کرنے اور اس کی شان وشوکت گھٹانے کا موجب بنا ہے۔ ترکِ جماعت کے متعلق اور بھی تہدیدی احادیث ہیں جو اپنے مقام پر آئیں گی۔

اذان کے بعد کی دعا

(۴۶۴) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوْا لِیَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَئَلَ اللّٰهَ لِیَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةَ (رواه مسلم)[2]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو ویسے کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر میرے اوپر درود پڑھو کیونکہ جو شخص میرے اوپر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے بدلے میں اسپر دس مرتبہ درود پڑھتے ہیں (رحمت بھیجتے ہیں) پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو جو کہ جنت کا ایک مقام ہے جو صرف ایک ہی شخص کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا پس جس نے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی اسپر میری شفاعت اتر پڑے گی۔

[1] ابو داؤد ص ۸۱ ، اعلاء السنن ص ۹۲

[2] مسلم ص ۱۸۶

اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف اذان کے بعد اور دعا سے پہلے پڑھنا چاہئے نہ کہ شروع میں جیسے آج کل صلوٰۃ وسلام پڑھ کر اذان دینے کی غلط عادت پڑ گئی ہے یہ بدعت اور قابلِ ترک ہے۔

(٤٦٥) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِالْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِالَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (رواہ البخاری [1] وزاد البیہقی فی روایۃ من طریق شیخ البخاری فی فتح الباری [2]) اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان سنکر یہ دعا مانگی ”اللھم رب ھذہ الدعوۃ الخ“، یعنی اے اللہ! اس مکمل دعوت کے پروردگار اور قائم ہونے والی نماز کے مالک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ عطا فرما اور فضیلت مرحمت کر اور انہیں مقامِ محمود پر فائز کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے قیامت کے دن اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ بیہقی میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں کہ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

وسیلہ اور مقامِ محمود

وسیلہ دراصل ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی بڑی ذات کا تقرب حاصل کیا جائے لیکن یہاں جنت کا ایک منفرد اور اعلیٰ مقام مراد ہے جو عرشِ الٰہی سے قریب تر ہے جیسا کہ پچھلی روایات میں اس کی تشریح خود بزبانِ نبوت ہو چکی ہے کہ وہ جنت کا ایک مقام ہے جو صرف ایک ہی خوش نصیب کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ خوش بخت میں ہوں گا جس کو یہ مقام نصیب ہوگا۔

مقامِ محمود کا معنی تو ہے قابلِ تعریف مقام لیکن اسکی مراد میں علماءِ کرامؒ کا اختلاف ہے کسی نے کہا کہ اس سے حمد کا وہ جھنڈا مراد ہے جو قیامت کے دن آپ کو دیا جائیگا اور کسی نے کہا کہ اس سے عرش یا کرسی مراد ہے جس پر بروزِ قیامت آپ کو بطور اعزاز کے بٹھایا جائیگا، اسی طرح ایک قول یہ ہے کہ اس سے آپ کا اپنی امت کیلئے گواہی دینا مراد ہے لیکن میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور اقرب الی الالفاظ یہ قول ہے کہ اس سے مراد وہ مقامِ شفاعت مراد ہے جسمیں سر بسجود ہو کر آپ مخلوقات کے حساب کتاب شروع کئے جانیکی درخواست کرینگے جس کی قبولیت پر تمام مخلوق آپ کی تعریف کریگی اسلئے وہ مقام مقامِ محمود یعنی قابلِ تعریف مقام ہے۔

[1] بخاری شریف ص ۸٦

[2] فتح الباری (حوالہ لکھیں)

اذان واقامت کا درمیانی وقفہ

مغرب کے علاوہ باقی تمام نمازوں میں اذان واقامت کے مابین کم از کم اتنا وقفہ ہونا ضروری ہے۔ جس میں آدمی وضو کر کے چار رکعت سنت ادا کر سکے اس وقفے کا ثبوت اگلی حدیث شریف میں ہے۔

(٤٦٦) عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍؓ اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَ اِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ وَ اجْعَلْ بَيْنَ اَذَانِكَ وَ اِقَامَتِكَ قَدْرَ مَا يَفْرُغُ الْاٰكِلُ مِنْ اَكْلِهٖ وَ الشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهٖ وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ وَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِیْ (رواہ الترمذی)[1]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو فرمایا جب تو اذان دے تو کلمات کو ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا کر اور جب تو اقامت کہے تو تیز تیز کہا کر اور اپنی اذان واقامت کے مابین اتنا وقفہ کیا کر کہ کھانیوالا اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے اور پینے والا اپنے پینے سے اور قضائے حاجت کیلئے جانیوالا اپنی حاجت سے فارغ ہو جائے اور جبتک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہوا کرو۔

یہ وقفہ اس قدر ضروری ہے کہ جس شخص نے مذکورہ کام نہیں کرنے ہوں گے وہ چار رکعت سنت بسہولت ادا کر لے گا اور جوان کاموں میں مشغول ہو بسہولت فارغ ہو کر جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

ولاتقوموا حتی ترونی

یہ رسالت مآب ﷺ اور آپ کے نائب اماموں کا شرعی احترام ہے کہ جبتک وہ اپنے حجرے سے باہر تشریف نہ لائیں تو اقامت نہ کہی جائے اور نہ ہی لوگ اٹھ کر کھڑے ہوں کیونکہ اس صورت میں ایک تو امام پر جبر کی قباحت ہے کہ خواہ وہ کیسے ہی ضروری کام میں مشغول ہو تکبیر سنکر وہ باہر نکلنے پر مجبور ہو جائے دوسرے اگر تکبیر کے بعد امام اندر سے نہ نکلے تو مقتدی جو پہلے سے کھڑے ہیں وہ اُکتا جائینگے اور امام کے خلاف انکے جذبات برہم ہونگے اسلئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیشگی کھڑا ہونیکی ضرورت نہیں مجھے آتے ہوا دیکھ کر اٹھا کرو۔

اس حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ نے پہلے کھڑا ہونے والوں کو واضح طور پر منع فرمایا ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

(٤٦٧) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ كَانَ بِلَالٌؓ يُؤَذِّنُ ثُمَّ يُمْهِلُ فَاِذَا رَاَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ (رواہ ابو داؤد)[2]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ اذان دے کر تھوڑا وقفہ کرتے پھر جب دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ حجرے سے نکل آئے ہیں تو اقامت کہہ دیتے۔

[1] معارف السنن ص ١٩٤ ، ترمذی ص ٦٥

[2] سنن ابی داؤد ص ١٤٨/١

وَقَالَ كَهْمَسُ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ بِمِنٰى وَالْاِمَامُ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا فَقَالَ لِيْ شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ مَايُقْعِدُكَ؟ قُلْتُ ابْنُ بُرَيْدَةَ" قَالَ هٰذَا السُّمُوْدُ (رواه ابو داؤد)ل وَالسَّامِدُ الْمُنْتَصِبُ اِذَا كَانَ رَافِعًا رَأْسَهٗ نَاصِبًا صَدْرَهٗ مُتَحَيِّرًا

کھمس کہتے ہیں کہ ہم مقام منیٰ میں نماز کیلئے کھڑے ہوئے جبکہ امام اپنے خیمہ سے نہیں نکلا تھا تو کچھ لوگ تو بیٹھ گئے اہل کوفہ کے ایک بزرگ نے مجھ سے کہا تجھے کس چیز نے بٹھایا؟ میں نے کہا ابن بریدہ کہتے ہیں کہ سمود یہی ہے (جس سے منع کیا گیا ہے) اور سامد وہ شخص ہے جو کھڑا ہو اور سر اوپر اٹھا رکھا ہو سینے کو آگے نکال کر حیران پریشان کھڑا ہو۔

(٤٦٨) وَفِى النِّهَايَةِ لِابْنِ الْاَثِيْرِ خَرَجَ عَلِيٌّ وَّالنَّاسُ يَنْتَظِرُوْنَهٗ لِلصَّلٰوةِ قِيَامًا فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ سَامِدِيْنَ؟ (الفقه الحنفى)ك

ابن اثیر کی نہایہ میں ہے کہ حضرت علیؓ لوگوں کے پاس پہنچے جو نماز کیلئے ان کا انتظار کر رہے تھے آپؓ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سامدین دیکھ رہا ہوں۔

مجالسِ میلاد میں قیام لغو ہے

حدیثِ رسول مقبول کے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے قیام اس وقت کرنا چاہئے جب کہ آپ کو دیکھ لیں لیکن مجالس میلاد میں تو رسول اللہ ﷺ کسی کو بھی نظر نہیں آتے پھر قیام کے کیا معنی ہیں حالانکہ آپ نے بغیر دیکھے قیام کرنے سے منع فرمایا ہے کہ جب تک مجھے دیکھ نہ لو قیام نہ کیا کرو لہٰذا قیام محفلِ میلاد میں امرِ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے اور ایک بے سروپا بدعت کی ایجاد ہے۔

اقامت سن کر اماموں کے بیٹھ جانے کی بدعت

اکثر بلاد میں دیکھا گیا ہے کہ مکبر جب تکبیر شروع کرتا ہے تو امام جو پہلے سے مصلے پر موجود ہوتا ہے تکبیر کے پہلے الفاظ سنتے ہی بیٹھ جاتا ہے پھر جب "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ" کہتا ہے اس وقت کھڑا ہوتا ہے، اور ساتھ ہی مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں، اس انوکھی بدعت کیلئے حدیثِ پاک میں کوئی دلیل نہیں بلکہ گذشتہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امام کو آتا دیکھ کر مقتدی کھڑے ہو جائیں اور تکبیر شروع کر دی جائے لیکن یہاں جو کھڑے ہوتے ہیں وہ بیٹھ جاتے ہیں اس کی بنا غالباً ایک حدیثِ پاک کی غلط فہمی

ل سنن ابی داؤد ص ١٤٨/١
ك الفقه الحنفى ص ٤٢/١

ہے جس میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اقامت کے بعد دیکھتے اگر مقتدی کافی ہوگئے ہوتے تو نماز شروع فرما دیتے تھے اور اگر نا کافی ہوتے تو آپ ﷺ تھوڑی بیٹھ کو انتظار فرما لیتے تھے پھر جب اور مقتدی آجاتے تو آپ کھڑے ہو کر نماز شروع فرما دیتے تھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(٤٦٩) عَنْ سَالِمِ بْنِ النَّضْرِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُقَامُ الصَّلٰوةُ فِى الْمَسْجِدِ اِذَا رَاٰهُمْ قَلِيْلًا لَمْ يُصَلِّ وَ اِذَا رَاٰهُمْ جَمَاعَةً صَلّٰى (رواه ابو داؤد) [۱]

ابونضرؒ کہتے ہیں کہ جب مسجد میں نماز کی اقامت کہی جاتی تو رسول اللہ ﷺ جائزہ لیتے اگر نمازی کم ہوتے تو بیٹھ کر انتظار کرتے اور اگر اچھی خاصی جماعت ہوتی تو نماز شروع فرما دیتے۔

ملاحظہ فرمایئے رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کا مقصد تو مقتدیوں کا معمولی سا انتظار تھا مگر غلط فہمی سے اس کو بعد الاقامۃ قبل الشروع کی ایک مستقل بدعت بنا دیا گیا ہے لہٰذا تکبیر شروع ہونے کے بعد امام اور مقتدیوں کو کھڑے ہونا چاہئے نہ کہ بیٹھنا جیسا کہ ابن ابی شیبہؒ کی اس روایت سے اس کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔

(٤٧٠) عَنِ ابْنِ اَبِىْ شَيْبَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ وَ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ وَحَمَّادٍ وَّ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالُوْا اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَبَ الْقِيَامُ [۲]

حضرت ابن ابی شیبہؒ نے سوید بن غفلہ قیس بن ابی حازم حماد سعید بن میسّب اور عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ ان سب نے کہا ہے کہ جب مکبر اللہ اکبر کہے تو قیام واجب ہو جاتا ہے۔

یہ سب جید تابعینؒ کا گروہ ہے جن سب کا متفقہ فتویٰ ہے کہ پہلی اللہ اکبر سنتے ہی کھڑا ہو جانا واجب ہے، باقی فقہ حنفی کی کتابوں سے جو یہ جملہ ملتا ہے "وَالْقِيَامُ حِيْنَ قِيْلَ حَىَّ عَلَى الْفَلَاحِ"، تو اس کا مقصد وقتِ قیام کی آخری حد بیان کرنا ہے کہ اگر "حَىَّ عَلَى الْفَلَاحِ" پر بھی کھڑا نہ ہوا تو گنہگار ہوگا اور جماعت سے اعراض کرنے والا سمجھا جائیگا اور یہ بھی تو ایک قسم کا اعراض ہے کہ مکبر تو کہہ رہا ہے کھڑے ہو جاؤ اور صف بناؤ مقتدی اور امام کہتے ہیں کہ ہم تو ابھی نہیں اٹھیں گے، اسکی تائید کیلئے تین اور احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(٤٧١) عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا سَاعَةً يَّقُوْلُ

جناب عبدالرزاقؒ ابن جریجؒ سے وہ ابن شہاب زھریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ مؤذن جب اللہ اکبر کہتا تھا

[۱] ابو داؤد ص ۸۰

[۲] مصنفہ ابن ابی شیبة ، معارف السنن ص ۲۱۲

اَلْمُؤَذِّنُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ يَقُوْمُوْنَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَاْتِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامَهٗ حَتّٰى تَعْتَدِلَ الصُّفُوْف (فتح الباری)

لوگ اسی وقت نماز کیلئے کھڑے ہوجاتے تھے نبی کریم ﷺ ابھی اپنے مقام پر پہنچتے بھی نہیں تھے کہ صفیں سیدھی ہوجاتی تھیں۔

(٤٧٢) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ اِنَّ الصَّلٰوةَ تُقَامُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ اَنْ يَّاْخُذَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواہ ابو داؤد) ؎١

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اقامت کہی جاتی تھی تو لوگ صفوں میں اپنی جگہ بنا لیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگہ بنانے سے پہلے۔

تو گویا مقتدیوں کی صفیں پہلے درست کھڑی ہوتی تھیں پھر رسول اللہ ﷺ اپنے مصلے پر آتے تھے۔

(٤٧٣) حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِى الصُّفُوْفِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلًا قَبْلَ اَنْ يُكَبِّرَ (رواہ ابو داؤد) ؎٢

میرے پاس عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ حضرت براء بن عازب کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیر تک کھڑے رہتے تھے حضرت کے تکبیر کہنے سے پہلے۔

گویا حضور اکرم ﷺ کے تکبیر کہنے سے پہلے صف بندی ہوجاتی تھی تو بیٹھے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

(٤٧٤) عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ ؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا (رواہ مسلم) ؎٣

حضرت موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ہمیں خطبہ دیا تو ہماری سنتیں ہمیں بیان کردیں اور ہماری نماز ہمیں سکھائی تو فرمایا اپنی صفیں قائم کرلیا کرو پھر تم میں سے کوئی اقامت کہا کرے جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

دیکھئے اس میں فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ امامت شروع ہونے سے پہلے تمام صفیں کھڑی ہوجانی چاہیں اور یہ مسلم شریف کی مضبوط حدیث ہے۔

؎١ ابو داؤد ص ٨٠

؎٢ ابو داؤد ص ٨٠ ؎٣ مسلم ص ١٧٤

اذان واقامت حالتِ سفر میں

خواہ دو آدمی ہی سفر کر رہے ہوں ان کیلئے بھی یہی مسنون ہے کہ وہ ہر نماز کیلئے اذان واقامت دونوں کہیں اور جماعت کرائیں جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔

(۴۷۵) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرَثِؓ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَعِيَ ابْنُ عَمٍّ لِيْ فَقَالَ اِذَا سَافَرْتُمَا فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا (رواه ابن ابی شیبة)[۱]

حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے ایک چچازاد بھائی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم سفر کیا کرو تو اذان کہا کرو اور اقامت بھی اور جو تم میں سے بڑا ہے وہ امامت کیا کرے۔

جہاں تک آواز جائے ایک اذان اور ایک تکبیر کافی ہے

جہاں تک اذان کی آواز پہنچ جاتی ہو وہاں اگر غیر مسجد میں جماعت کرانی ہو تو اذان کی ضرورت نہیں صرف تکبیر کہہ کر جماعت کرالیں البتہ دوسری مسجد میں الگ ضروری ہے خواہ دوسری مسجد کی اذان سنائی دے جاتی ہو جیسے آج کل شہروں میں سپیکروں پر اذانیں سارے شہر میں گشت کرتی ہیں اذانِ واحد کی کفایت کیلئے یہ حدیث شریف دیکھئے

(۴۷۶) عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَسَمِعَ اِقَامَةَ مُؤَذِّنٍ فَصَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ (رواه ابن ابی شیبة)[۲]

حضرت عون بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں تھے کہ آپ ﷺ نے ایک موذن کی اذان سنی اور اس پر اپنے اصحابؓ کو نماز پڑھادی۔

یعنی آپ ﷺ نے الگ اذان کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔

(۴۷۷) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فِيْ دَارِهٖ بِغَيْرِ اِقَامَةٍ وَّقَالَ اِقَامَةُ الْمِصْرِ كَفٰى وَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی اپنے گھر میں بغیر اذان کے اور فرمایا کہ شہر کی اذان کافی ہے اور ابرہیمؒ کی ایک

[۱] مصنف ابن ابی شیبة ص۲۱۷
[۲] رواه ابن ابی شیبة ص۲۲۰

اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍؓ وَعَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدَ صَلَّوْا بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّ اِقَامَةٍ قَالَ سُفْيَانُ كَفَتْهُمْ اِقَامَةُ الْمِصْرِ (المعجم الكبير للطبراني)

اور روایت میں ہے کہ ابن مسعود علقمہ اور اسود نے بغیر اقامت کے اور بغیر اذان کے نماز پڑھی تو حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ انہیں شہر کی اذان و اقامت کافی ہوگئی ہے۔

جیسے دوسری روایات سے ثابت ہے۔

(۴۷۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ اَمَّ اَصْحَابَهٗ فِىْ بَيْتِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَّ قَالَ اِقَامَةُ النَّاسِ تُجْزِئُ (اخرجه الحافظ ابن خسرو)[۱]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے گھر میں اپنے دوستوں کو نماز پڑھائی تو نہ اذان کہلائی اور نہ اقامت اور فرمایا کہ لوگوں کی اقامت کافی ہے۔

یعنی مسجد کی اذان گھر میں اور جہاں تک آواز جائے کفایت کر جاتی ہے لیکن اقامت کی آواز چونکہ مسجد سے باہر نہیں جاتی اس لئے اسے بہر حال پڑھ لینا چاہئے۔

اکیلا شخص بھی اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھے تو بہتر ہے

(۴۷۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيّؓ قَالَ اِنِّىْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِىْ غَنَمِكَ اَوْ بَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَآءِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَلَا شَىْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه البخاریؒ)[۲]

جناب عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ان سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم بکریوں اور جنگلوں کو پسند کرتے ہو پس جب تم اپنی بکریوں اور جنگلوں میں ہو وو اور نماز کیلئے اذان پڑھو تو آواز خوب بلند کیا کرو کیونکہ مؤذن کی اذان کی انتہاء تک جو بھی جن وانس یا کوئی دوسری چیز اسکو سنے گی وہ قیامت کے دن اس کیلئے شہادت دیگی۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

(۴۸۰) وَعَنْ عَلِيٍّؓ اَيُّمَا رَجُلٍ خَرَجَ اِلَى الْاَرْضِ الْفَىْءِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيَتَخَيَّرْ

حضرت علیؓ سے روایت ہے فرمایا جو شخص عطائی زمین کی طرف نکلے اور نماز کا وقت ہو جائے تو وہ صاف ستھری اور

[۱] جامع المسانید ص ۲۹۵
[۲] بخاری شریف ص ۸۶

اَطْيَبَ الْبِقَاعِ وَاَنْظَفَهَا فَاِنَّ كُلَّ بُقْعَةٍ تُحِبُّ اَنْ يُذْكَرَ اللّٰهُ فِيْهَا فَاِنْ شَآءَ اَذَّنَ وَ اَقَامَ وَ اِنْ شَآءَ اَقَامَ اِقَامَةً وَّاحِدَةً وَّ صَلّٰى (رواه ابن شيبة)[1]

پاکیزہ جگہ تلاش کرے کیونکہ زمین کا ہر ٹکڑا چاہتا ہے کہ اسکے اوپر اللہ کا ذکر کیا جائے پھر اگر چاہے تو اذان و اقامت دونوں کہے اور چاہے تو اکیلی اقامت کہہ کر نماز پڑھ لے۔

(٤٨١) وَعَنْ سَلْمَانَ مَا كَانَ مِنْ رَّجُلٍ فِيْ اَرْضٍ فَيْءٍ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ اِلاَّ صَلّٰى خَلْفَهُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ مَا لَا يُرٰى طَرَفَاهُ (رواه ابن شيبة)[2]

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جو شخص جنگل میں ہو اور اذان و اقامت کہہ کر نماز ادا کرے تو اسکے پیچھے اللہ کی اتنی مخلوق نماز پڑھے گی جس کی دونوں طرفیں نظر نہیں آئیں گی۔

یعنی فرشتے اور جنات وغیرہ اس کے پیچھے صف بستہ ہو جاتے ہیں اور انکی صفیں حدِ نگاہ تک لمبی ہوتی ہیں۔

اقامت مؤذن کا حق ہے

(٤٨٢) عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُذِّنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَاَذَّنْتُ فَاَرَادَ بِلَالٌ اَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَا صُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ وَ مَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ (رواه الترمذیؒ)[3]

حضرت زیاد بن الحارث صدائی کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ فجر کی اذان پڑھ میں نے پڑھ دی پھر حضرت بلالؓ نے اقامت کہنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برادر صدائی نے اذان پڑھی ہے جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے۔

اقامت کا جواب

(٤٨٣) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ بِلَالاً اَخَذَ فِي الْاِقَامَةِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا وَقَالَ فِي الْاِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيْثِ عُمَرَ فِي الْاَذَانِ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ نے اقامت شروع فرمائی جب وہ "قد قامت الصلوٰۃ" پر پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے جواب میں فرمایا "اقامها الله و ادامها"، یعنی اللہ اسکو قائم دائم رکھے اور باقی تکبیر کا جواب اذان کی طرح دیا جیسا کہ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے۔

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱/۲۱۹
[2] بحوالہ سابقہ
[3] ترمذی ص ۲۸

امام کے آنے سے پہلے مؤذن اقامت نہ پڑھے

نہ اقامت امام کی آمد سے پہلے پڑھی جائے اور نہ مقتدی امام کے آنے سے پہلے کھڑے ہوں جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۴۸۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ؓ قَالَ كَانَ بِلَالٌ ؓ يُؤَذِّنُ ثُمَّ يُمْهِلُ فَاِذَا رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ

حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت بلال ؓ اذان دیکر کچھ توقف فرماتے تھے پھر جب دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ نکل آئے تو اقامت پڑھتے۔

(۴۸۵) عَنْ قَتَادَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ (رواہ ابو داؤد)[۱]

جناب قتادہ ؓ نبی کریم صلی اللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تکبیر کہی جائے تو مجھے دیکھے بغیر کھڑے نہ ہوا کرو۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا منع ہے

(۴۸۶) وَعَنْ عُثْمَانَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَهُ الْاَذَانُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَّهُوَ لَا يُرِيْدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ (رواہ ابن ماجۃ)[۲]

حضرت عثمان ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جسے مسجد میں اذان ہو جائے پھر وہ بغیر کسی انسانی حاجت کے نکل جائے اور اس کا واپسی کا ارادہ بھی نہ ہو تو وہ منافق ہے۔

نکلنا صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ اسکا واپس آ کر نماز پڑھنے کا ارادہ ہو ورنہ نماز چھوڑ کر تو مسجد سے منافق ہی نکل سکتا ہے۔

مؤذن کو تنخواہ لینا جائز مگر غیر اولیٰ ہے

مؤذن چونکہ خدا کا منادی ہوتا ہے اس لئے اسے اتنے بڑے عمل پر دنیا کی حقیر چیزوں کا معاوضہ نہیں لینا چاہئے بلکہ پیغمبرانہ شان سے اسے کہنا چاہئے ”اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ “[۳] کہ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے نبی کریم ﷺ نے اس دنیاوی اجر کو ناپسند فرماتے ہوئے اس کے قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ان احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے۔

[۱] سنن ابی داؤد ۱/۱۴۸

[۲] ابن ماجه ص ٥٤ [۳] پ ۱۹ ع ۱۰

(۴۸۷) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ اٰخِرُ مَاعَهِدَ اِلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مُؤَذِّنًا لَایَاْخُذُ عَلٰی اَذَانِهٖ اَجْرًا

(رواہ ابن ابی شیبۃ)[۱]

حضرت عثمان بن ابی العاص فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جو ہم سے آخری عہد لیا ہے وہ یہ ہے کہ مؤذن اذان پر تنخواہ نہ لیا کرے۔

(۴۸۸) وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ اِجْعَلْنِیْ اِمَامَ قَوْمِیْ قَالَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَ اقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَایَاْخُذُ عَلٰی اَذَانِهٖ اَجْرًا

(رواہ احمدؒ وابو داؤدؒ والنسائیؒ)[۲]

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے خدمتِ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے آپ اپنی قوم کا امام بنا دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا تو ان کا امام ہے اور مؤذن ایسا مقرر کرنا جو اپنی اذان پر معاوضہ نہ لیا کرے۔

ان احادیثِ مبارکہ کے پیشِ نظر عزیمت تو یہ ہے کہ مؤذن بلا معاوضہ اذان دے لیکن دینی انحطاط کے اس دور میں چونکہ ایسے مخلص اور بے لوث لوگ ملنا مشکل ہیں اس لئے متأخرین علماء نے مؤذن، امام اور معلم قرآن کی تنخواہوں کو بضرورت جائز قرار دیا ہے اور بعض آثارِ صحابہؓ سے اسکی گنجائش بھی نکلتی ہے جیسا کہ یہ روایات ہیں۔

(۴۸۹) اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍؓ کَانَا یَرْزُقَانِ الْمُؤَذِّنِیْنَ وَالْاَئِمَّةَ وَالْمُعَلِّمِیْنَ

سیرت عمرین لابن جوزیؒ ص ۱۲۵

حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما مؤذنین اور اماموں اور معلمینِ قرآن کو وظیفے دیا کرتے تھے۔

یہ وظیفے بیت المال سے دیے جاتے تھے آجکل چونکہ بیت المال کا نظام نہیں اس لئے عامۃ المسلمین کو چاہئے کہ اماموں اور مؤذنین اور مدرسوں کی تنخواہوں کا انتظام کریں۔

اوپر والی حدیث شریف جہاں سے یہ معلوم ہوا کہ اذان کا معاوضہ غیر اولیٰ اور مکروہ ہے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ امام کو مقتدیوں کی رعائیت کرنا لازمی ہے وہ جیسی نماز کا تحمل کر سکتے ہوں ویسی ہی ان کو پڑھائے یہ نہیں کہ مستحب دعاؤں اور تسبیحات سے نماز کو اتنا لمبا کردے کہ بوڑھے اور ضعیف غش کھا کھا کر گرنے لگیں جیسا کہ غیر مقلدین لمبی نماز پڑھانے کو کمال سمجھتے ہیں اور انکو اس حدیث شریف سے سبق لینا چاہئے کہ لمبی نماز پڑھنا تو کمال ہے لیکن پڑھانا کوئی کمال نہیں۔ خوبی کی بات تو یہ ہے کہ تنہائی میں جو نماز پڑھتا ہے اسے لمبی قرأت اور تسبیحات طویل طویل دعاؤں اور وافر خشوع خضوع سے خوب خوب لمبی کرے یہ نہ ہو کہ تنہائی کی نماز کو بستر کی طرح لپیٹ

[۱] مصنف ابن ابی شیبۃؒ ص ۲۲۸
[۲] زجاجۃ ص ۷۸

اور جب فرض نماز کرانے لگے تو رستم کی طرح سفرِ ہفت خواں پہ روانہ ہو جائے وہ سجدے میں پڑا ہو اور مقتدی اکتاہٹ سے سر اٹھا اٹھا کر دیکھیں کہ امام کو کیا ہو گیا ہے خدانخواستہ کہیں جاں بحق تو نہیں ہو گیا ایسے امام کمزور اور بیمار مقتدیوں کو نماز سے متنفر کرنے کے علاوہ اور کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیتے مگر یہ باتیں تو عقل و فہم کی ہیں جنہیں علمی زبان میں فقہ کہتے ہیں جس سے ان ظاہر بینوں کو خدا واسطے کا بیر ہے، اگر یہ لوگ اس ڈگر پہ سوچ کر احادیثِ مبارکہ کے مغز کو سمجھنے کی کوشش کریں تو واللہ! تمام مسائل حل ہو جائیں اور احناف" کے ساتھ ان کے وہ تمام اختلافات ختم ہو جائیں جو محض قلتِ تدبر اور عدمِ تفقہ کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ واللہ الموفق

باب المساجد

مسجد کا معنی

مسجد کا معنی ہے سجدہ گاہ اس سے مراد وہ مقام ہے جسے نماز کیلئے مخصوص کر کے وقف کر دیا جائے، یہ مقام مذہبی لحاظ سے ایسا تقدس رکھتا ہے حتی کہ اسے خانۂ خدا کہا جاتا ہے اگر چہ خدا کسی گھر میں آباد نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے نام پر بنائے ہوئے گھر کو اپنی تجلیات کیلئے خاص کر لیتا ہے وہاں نماز پڑھنے والوں کو کئی گنا ثواب ملتا ہے اس گھر کے آباد کرنے والوں کو ایمان کا سرٹیفکیٹ دیتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" [۱] یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جن کا اللہ کی ذات اور آخرت پر ایمان کامل ہوتا ہے۔

مسجد خدا کی محبوبہ ہے

(۴۹۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَ اَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا (رواہ مسلم) [۲]

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شہروں میں سے سب سے زیادہ محبوب خدا کے نزدیک مسجدیں اور سب سے زیادہ مبغوض بازار ہیں۔

مسجد جنت کا باغ اور تسبیحات اس کے میوے

(۴۹۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ الْمَسَاجِدُ قِيْلَ وَ مَا الرَّتْعُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم باغاتِ جنت میں سے گزرو تو خوب کھاؤ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ مسجدیں انہوں نے پھر پوچھا کھانے کا کیا مطلب

[۱] توبہ ۱۰۷ ع۹
[۲] زجاجة ص ۲۰۶

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ" (رواه الترمذی)[1]

ہے تو آپ نے فرمایا تسبیحات "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" یعنی اللہ پاک ہے اور سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

درحقیقت وہ جنت کے باغات کا ٹکڑا ہے جو دنیا میں محض اس لئے بھیج دیا گیا ہے کہ لوگ اس سے تعلق جوڑ کر جنت کے مستحق بن جائیں اور اس میں ذکرواذکار اور تسبیحات کر کے وہ اثمار جنت کا مزہ اور استحقاق حاصل کریں۔

تعمیر مسجد کا ثواب

(۴۹۲)عَنْ عُثْمَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ" (متفق علیه)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کیلئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے۔

مسجد کا متولی صرف متقی آدمی ہوسکتا ہے

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (القرآن)[2]

مسجدوں کو تو وہی آباد اور تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے مگر اللہ سے، قریب ہے کہ یہی لوگ ہوں ہدایت پانے والوں میں سے۔

(۴۹۳)عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا يُذْكَرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ (رواه النسائی و مسلم)[3]

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے۔

فاسق اور مشرک آدمی مسجد کا متولی نہیں ہوسکتا

مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ

مشرکوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسجدوں کی تعمیر کریں جب

[1] ابن ماجة ص ۲۰۷ [2] پ ۱۰ ع ۹
[3] نسائی ص ۱۱۲، مسلم ص ۱/۲۰۱

...شاهدین علی انفسهم بالکفر اولئک حبطت اعمالهم وفی النار هم خالدون (القران) ۱

کہ اپنے کفر کے وہ خود گواہ ہیں ان لوگوں کے عمل ضائع ہو گئے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

نمازی صاف ستھرا لباس پہن کر مسجد میں جائے

جس طرح نماز پڑھنے اور اور جماعت میں شریک ہونے کیلئے خصوصی اہتمام کی ضرورت ہے اسی طرح مسجد میں جانے کیلئے بھی خاص اہتمام درکار ہے مسجد اللہ کا دربار ہے دربارِ خداوندی میں جانے کیلئے بھی محنت مزدوری والا گھٹیا لباس پہن کر نہیں جانا چاہئے جس طرح شاہی درباروں میں بن ٹھن کر جایا جاتا ہے اسی طرح اگر مقدور ہو تو بڑھیا اور قیمتی اور مکمل لباس پہن کر مسجد میں جائے فرمانِ خداوندی ہے "خُذُوا زِینَتَکُمْ عِندَ کُلِّ مَسْجِدٍ" القران یعنی ہر دفعہ مسجد میں جانے کیلئے یا ہر نماز کیلئے اپنا لباسِ زینت لے لیا کرو۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں "فَاِنَّ اللّٰهَ اَحَقُّ اَنْ یُّزَیَّنَ لَهٗ" تفسیر مظهری ۲ کہ اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ اس کیلئے زینت اختیار کی جائے لہٰذا مسجد جاتے وقت زینت کم از کم مستحب ضرور ہے صاحب تفسیر مظہری کے الفاظ ہیں "یُسْتَحَبُّ لِلْمُصَلِّی الرَّجُلُ فِی ثِیَابِ الزِّیْنَةِ کَمَا یُشِیْرُ اِلَیْهِ هٰذِهِ الْاٰیَةُ" یعنی مستحب یہ ہے کہ آدمی زینت والے لباس میں نماز پڑھے اور مکمل زینت کیلئے تین کپڑوں کی ضرورت ہے یعنی قمیص لنگی اور ٹوپی یا پگڑی لہٰذا ننگے سر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے اب زندگی بدل گئی ہیں اسلامی تہذیب وشرافت ختم ہوتی جارہی ہے ہمارے اسلاف کے دور میں بزرگوں کی محفل میں ننگے سر جانا معیوب سمجھا جاتا تھا بیٹا باپ کے سامنے اور شاگرد استاد کے سامنے مرید مرشد کے سامنے ننگے سر نہیں جاتا تھا اور نماز تو دربارِ خداوندی کی حاضری ہے اس میں بھی ننگا سر نا مناسب ہے علامہ ابن تیمیہ اس مقام پر لکھتے ہیں "فَاِذَا کَانَ هٰذَا خَارِجَ الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ اَحَقُّ اَنْ یُّسْتَحٰی لِهٰذِهٖ فَتُؤْخَذُ الزِّیْنَةُ" فتاوی ابن تیمیة ۳ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ خارجِ صلوٰۃ میں مطلوب ہے تو نماز کی حالت میں وہ اور زیادہ مستحق ہے کہ اس کا حیا کیا جائے اور اس کیلئے زینت حاصل کی جائے۔

مسجد جانا خدا کی دعوت میں جانا ہے

(۴۹۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت یا شام کو مسجد میں جائیگا اللہ

...ص ۳۴۶

...ص ۳۴۶

۳ فتاوی ابن تیمیة ص ۲۲/۱۱۷

اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ نُزُلَةً مِّنَ الْجَنَّةِ كُلَّ مَا غَدَا اَوْ رَاحَ (رواہ الشیخان)۱

تعالیٰ اسکی جنت میں مہمانی کریں گے صبح وشام جب بھی وہ جائے۔

فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں

(٤٩٥) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ وَمَا لَمْ يُحْدِثْ (رواہ الشیخان)۲

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے جب تک وہ نماز کی جگہ پر رہتا ہے فرشتے اس کیلئے دعائیں کرتے ہیں اے اللہ اسپر رحمت نازل کر، اے اللہ! اسپر رحم فرما، اے اللہ اسکی بخشش کر دے، اے اللہ اسپر رحمت کیساتھ متوجہ ہو جایئے، جب تک وہ کسی کو تکلیف نہ دے اور جب تک وہ اسمیں وضو نہ توڑے۔

مسجد جانے والوں کیلئے خوشخبری

(٤٩٦) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّآئِيْنَ فِى الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواہ ابن ماجة)۳

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ محشر میں انہیں مکمل نور مہیا کیا جائے گا۔

مزارات یا مسجدوں کے رقیب

بطور عقیدت پاک صاف رکھنے زیبائش کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم مسجدوں کیلئے تھا اور غلاف چڑھانے کا حکم خانہ کعبہ کیلئے مخصوص تھا لیکن آج کل دین سے بے بہرہ مسلمانوں نے مساجد کو فراموش کر دیا ہے مگر پاکیزگی، صفائی، زیبائش، معطر کرنے اور غلاف چڑھانے کے سارے کاروبار مزارات اور قبور سے کرنے لگے گویا قبور کو خانۂ خدا کا درجہ دیدیا گیا ہے بلکہ اس سے بھی کچھ قدر بڑھا دیا گیا ہے کیونکہ مسجدیں تو بے آباد ہیں اور مقابر اور مزارات نہایت آباد اور بارونق ہیں۔

۱ بخاری ص ۱/۹۱ مسلم ص ۱/۲۳۵
۲ بخاری ص ۱/۹۰ مسلم ص ۱/۲۳٤
۳ ابن ماجة ص ٥٦

بقول علامہ اقبال ؎

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

اور مزارات کو زائرین کے بے پناہ ہجوم سے اپنی تنگ دامانی کا گلہ ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قبر پرستی کے جو خطرات محسوس ہوتے تھے وہ پیش آچکے ہیں آپ ﷺ کو یہی خطرہ تھا کہ لوگ مسجدوں کی طرح قبروں کو عبادت گاہ نہ بنالیں جیسا کہ ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔

(۴۹۷) عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِیْ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ (رواہ مالک مرسلا)[1]

حضرت عطاء بن ابی یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا ہونے لگے اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر بھڑک اٹھا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

وضاحت: سجدہ گاہ بنانے کا ایک مطلب تو ہے کہ قبر کو سجدہ کرنے لگیں دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے اوپر مسجد تعمیر کر دی جائے، تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے متصل مسجد بنادی جائے یہ تینوں صورتیں ممانعت میں داخل ہیں چنانچہ اگلی حدیث شریف دیکھئے۔

(۴۹۸) وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْہُ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ (متفق علیہ)[2]

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس مرض سے جانبر نہ ہو سکے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں اور نصرانیوں پر لعنت فرمائیں جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(۴۹۹) وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذَالِکَ (رواہ مسلم)[3]

حضرت جندب سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے سنو! تم میں سے پہلے لوگ (یہود و نصاریٰ) اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے مگر خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں یعنی اگر تم نہ رکے تو پھر میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

[1] مشکوۃ ص ۷۲
[2] مسلم ص ۲۲۱/۱ [3] بحوالہ سابقہ

(۵۰۰) وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ ؓ وَاُمَّ سَلَمَةَ ؓ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُولٰئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (رواه مسلم)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ اس میں تصوریں بنی ہوئی تھیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی مر جاتا تو اسکی قبر کے اوپر مسجد بنا کر اس میں تصوریں بنا دیتے تھے تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت تک کی مخلوق سے بدترین ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبر اور مسجد کے تعلق کو آنحضرت ﷺ نے پسند نہیں فرمایا بلکہ جو لوگ قبروں کے پاس یا ان کے اوپر ثواب سمجھ کر مسجدیں بناتے ہیں آپ ﷺ نے ان کو خدا کی بدترین مخلوق قرار دیا ہے، یہ حدیث شریف اس معنی میں بالکل واضح ہے کہ قبر کو صرف سجدے کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ ان کے اوپر یا متصل مسجد تعمیر کرنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے جو باعثِ ثواب نہیں بلکہ وجہ لعنت اور موجبِ عذاب ہے حتی کہ قبرستان کے احاطہ میں نماز پڑھنا بھی شرعاً ناپسندیدہ ہے جب کہ قبر سامنے نہ ہو اور اگر قبر سامنے ہو تو نماز پڑھنا حرام ہے جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔

(۵۰۱) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ" (رواه ابو داؤدؒ والترمذی والدارمیؒ)[2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب روئے زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔

حنفی کہلا کر شرک میں مبتلا ہونے والوں کو مزید تسلی کیلئے میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل کر دیتا ہوں جسے امام محمدؒ نے اپنی موطا میں لکھا ہے۔

لَانَرٰى اَنْ يُّزَادَ عَلٰى مَاخَرَجَ مِنْهُ وَيُكْرَهُ اَنْ يُّجَصَّصَ اَوْ يُطَيَّنَ اَوْ يُجْعَلَ عِنْدَهٗ مَسْجِدٌ اَوْ عَلَمٌ وَيُكْرَهُ الْاٰجُرُ وَلَانَرٰى بِرَشِّ الْمَآءِ

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم جائز نہیں سمجھتے کہ قبروں کے اوپر اسمیں سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈالی جائے اور مکروہ تحریمی ہے کہ قبروں کو پختہ کیا جائے یا اسکے پاس مسجد بنائی

[1] رواہ مسلم ص ۱/۲۲۱

[2] ترمذی ص ۴۳ ، مشکوٰۃ شریف ص ۷۰

...بأسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَؒ

(رواہ الامام محمدؒ فی الآثار) ۱

جائے یا کوئی نشان یا جھنڈا لگایا جائے اور پختہ اینٹ لگانا بھی مکروہِ تحریمی ہے لیکن اسپر پانی چھڑکنے میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

ب فرمایئے قبرستان میں یا اس کے متصل نماز پڑھنا کیسے کارِثواب یا باعثِ ازیادِ اجر ہوسکتا ہے بایں ہمہ آپ ذرا مشہور درگاہوں پر جا کر دیکھو کہیں تو کھلم کھلا سجدے ہو رہے ہیں کہیں حاجت براریوں کیلئے نذریں اور نیازیں چڑھائی جارہی ہیں کہیں اپنی مرادیں پوری کرانے کیلئے جالیوں سے لیریں باندھی جاتی ہیں کہیں قبروں کے بالکل سامنے نمازیں پڑھی جارہی ہیں کہیں قبر کے بالکل متصل کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو باعثِ تقرب سمجھا جارہا ہے کہیں قبر کی مٹی پھانکنے کو پیغامِ شفا اور نسخۂ کیمیا تصور کیا جارہا ہے تو کیا یہ قوم خدا کی پرستار ہے یا قبروں کی پجاری؟ یہ ایک خدا کو ماننے والے لوگ ہیں یا ہندوؤں کی طرح بتیس کروڑ دیوتاؤں کے ماننے والے کم از کم میں تو اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا پس "اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُوْنَ" ۲ روزِ قیامت ان کے مختلف معاملات میں فیصلے تیرا خدا ہی کریگا۔

مسجد کی خدمت ایمانداری کی علامت ہے

(۵۰۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاھَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ ۳ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۴

(رواہ الترمذیؒ وابن ماجۃؒ والدارمیؒ)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد کی ضروریات کا خیال کرتا ہے تو اس کے ایمان دار ہونیکی گواہی دو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ" یعنی مسجدوں کو صرف ایمان دار ہی آباد کرتے ہیں۔

مسجد میں جھاڑو دینے کا صلہ

(۵۰۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَجُلًا اَسْوَدَ اَوْ اِمْرَاَۃً سَوْدَآءَ کَانَ یَقُمُّ الْمَسْجِدَ مَاتَ فَسَئَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مَاتَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ آدمی یا کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا پھر وہ مرگیا نبی کریم ﷺ نے اسکے متعلق دریافت فرمایا تو لوگوں نے

۱ جامع المسانید ص ۴۵۷ ۲ پ ۲۱ ع ۱۶
۳ بخاری شریف ص ۶۵ ۴ پ ۱۰ ع ۹

فَقَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِهٖ دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِهٖ اَوْ قَبْرِهَا فَاَتٰی قَبْرَهٗ فَصَلّٰی عَلَيْهِ (رواه البخاری)[۱]

فرمایا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو مر گیا ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے اسکی اطلاع کیوں نہ دی پھر فرمایا چلو مجھے اسکی قبر دکھاؤ پس آپ اسکی قبر پہ تشریف لائے اور اسپر نمازِ جنازہ پڑھی۔

سبحان اللہ! کیا نصیب ہے خادمِ مسجد کا جس کی قبر پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم آ کر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں۔

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا

(۵۰۴) عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (رواه مسلمؒ)[۲]

حضرت ابو اسیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے کہنا چاہئے ''اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ''یعنی اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلے تو یوں کہے ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ '' یعنی اے اللہ میں تیرے فضل وکرم (رزق) کا سوال کرتا ہوں۔

(۵۰۵) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ اَنْ تَبْدَاَ بِرِجْلِكَ الْيُمْنٰی وَاِذَا خَرَجْتَ اَنْ تَبْدَاَ بِرِجْلِكَ الْيُسْرٰی (رواه الحاكم)[۳]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ جب تو مسجد میں داخل ہو تو پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور جب نکلے تو پہلے بائیاں پاؤں باہر نکالے۔

(۵۰۶) وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍؓ عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْكُبْرٰیؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ

حضرت فاطمہ بنت حسینؒ اپنی دادی حضرت فاطمہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی جب مسجد میں داخل ہوتے تو پڑھتے تھے ''رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ'' یعنی اے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلتے تو پڑھتے

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۶۹ [۲] مسلم ص۲۶۸
[۳] مستدرک حاکم ص ۲۱۸/۱

اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ (رواه الترمذی ل وابن ماجه واحمد) وَفِیْ رِوَايَتِهِمَا قَالَتْ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَكَذَا اِذَا خَرَجَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ بَدَلَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ

" اللهم صلی علی محمد وسلم "اور کہتے " رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك" یعنی اے اللہ! محمد ﷺ پر سلامتی اور رحمت نازل فرما اے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل یعنی رزق کے دوازے کھول دے۔

ابن ماجہؒ اور امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے "صلی علی محمد وسلم" کی بجائے "بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ" پڑھتے یعنی میں اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں اور سلامتی ہو رسول اللہ ﷺ پر۔

(۵۰۷) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَالَ فَاِذَا قَالَ ذَالِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ حُفِظَ مِنِّیْ سَائِرَ الْيَوْمِ

(رواہ ابو داؤد) ل

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی جب مسجد میں داخل ہوتے تو پڑھتے "اعوذ باللہ الخ" یعنی میں عظمت والے خدا اور اس کے کریم چہرے اور اسکی قدیم سلطنت کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی یہ کہہ لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے یہ انسان باقی سارے دن کیلئے مجھ سے بچ گیا۔

(۵۰۸) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِیْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَغَضِبَ حَتّٰی اِحْمَرَّ وَجْهُهٗ فَقَامَتْ اِمْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَحَكَّتْهَا وَجَعَلَتْ مَكَانَهَا خُلُوْقًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا (نسائی) ٢

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مسجد کی قبلہ والی دیوار پر ناک کی سنک دیکھی تو غضبناک ہوگئے آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا ایک انصاری عورت نے اٹھ کر اسکو کھرچ دیا اور اسکی جگہ خوشبو لگادی حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہت اچھا کیا دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس امام کو معزول کردیا۔

صاحب حصن حصین مختلف احادیث مبارکہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسجد میں داخل ہو تو کہے "بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ"

ل مشکوٰۃ شریف ص ۷۲ ٢ نسائی ص ١١٩

اور ایک حدیث شریف میں ہے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ" اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ" پڑھے یعنی یعنی ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، اور جب مسجد سے نکلنے لگے تو ب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح درودِ پاک پڑھے "بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ" اور ایک اور حدیث شریف میں ہے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" یعنی اے اللہ! مجھے شیطان مردود سے محفوظ فرما۔[1]

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

یہ مختلف ادعیہ اور صلوٰۃ وسلام اتنی تفصیل سے میں نے اسلئے نقل کئے ہیں کہ ایک جعل ساز گردہ نے ایک بالکل نقلی اور بناوٹی درود اتار رواج دے دیا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ درود صرف یہی ہے بلکہ مدارِ ایمان ہی یہی ہے اور وہ ہے "اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" آپ کے سامنے اتنی ساری احادیث اور روایات مسجد میں داخلے اور خارج کی آئی ہیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی یہ درود وسلام نہیں اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور روایت سے یہ درود ثابت ہے پھر یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے پڑھے ہوئے درود شریف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے الفاظ صلوٰۃ وسلام کو چھوڑ کر چودھویں صدی کے پیٹ پرست ملاؤں کے خود ساختہ الفاظ کو رواج دیا جائے گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مٹا کر ان کی نکالی ہوئی بدعت کو رائج کیا جائے تو پھر "قَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا" کے سوا کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ آئیں

(۵۰۹) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ الْمُنْتِنَۃِ فَلَا یَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَتَاَذّٰی مِمَّا تَتَاَذّٰی مِنْہُ الْاِنْسُ" (متفق علیہ)[2]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ بدبودار پودا کھایا ہو وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو بھی ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جنسے انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔

(۵۱۰) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ قُرَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ھَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ یَعْنِی الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ قَالَ

حضرت معاذ بن قرۃ اپنے والدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو بدبودار پودوں سے منع فرمایا ہے یعنی پیاز اور لہسن سے اور فرمایا کہ جسنے ان کو

[1] حصن حصین ص ۱۸۰
[2] مشکوٰۃ شریف ص ۶۸

"مَنْ اَكَلَهُمَا فَلَايَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا وَاِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ اٰكِلِيْهِمَا فَاَمِيْتُوْهَا طَبْخًا" (رواہ ابو داؤدؒ)[۱]

کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور فرمایا کہ اگر تم انکو لازماً ہی کھانا ہی چاہتے ہو تو انکو پکا کر انکی بدبو ختم کر دیا کرو۔

تنبیہ: پیاز اور لہسن میں وجہ ممانعت انکی بدبو ہے اور یہ بدبو مولی میں ان سے بھی زیادہ ہے لہٰذا ان کے کھانے والوں کو بھی مسجد میں آنے سے روکا جائیگا الا یہ کہ وہ اس کا کوئی تدارک کرلے، اسی طرح یہ بدبو حقہ نوش کے منہ سے بھی کہیں زیادہ تعفن کے ساتھ آتی ہے اس لئے مسجد میں اس کا داخلہ بھی اس وقت تک ممنوع ہوگا جب تک کہ وہ کلی اور مسواک کرکے پھر خوشبودار چیزیں چبا کر اس بدبو کا ازالہ نہ کرلے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف ان چیزوں کے نام لے کر کہہ دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عام طور پر مستعمل تھیں مگر حقہ اور مولی اس وقت تک مروّج نہ تھے اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا مگر علت کے ذکر سے انکی ممانعت خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے علی ھذا القیاس ایسی بدبودار کوئی بھی چیز ہو تو اس سے منع کیا جائے گا جیسے مٹی کا تیل مسجد میں لانا اور جلانا۔

مسجد میں شعر پڑھنا اور دنیاوی باتیں کرنا ممنوع ہے

(۵۱۱) عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّسْتَقَادَ فِى الْمَسْجِدِ وَاَنْ يُّنْشَدَ فِيْهِ الْاَشْعَارُ وَاَنْ تُقَامَ فِيْهِ الْحُدُوْدُ (رواہ ابو داؤد فی سننہ وصاحب جامع الاصول فیہ عن حکیم بن حزامؓ وفی المصابیح عن جابرؓ)[۲]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے اور یہ کہ اس میں شعر پڑھے جائیں اور یہ کہ اس میں حدود قائم کی جائیں۔

(۵۱۲) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْاَشْعَارِ فِى الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْاِشْتِرَاءِ فِيْهِ وَاَنْ يَّتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فِى الْمَسْجِدِ (رواہ ابوداؤدؒ والترمذیؒ)[۳]

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے داداؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں شعر گانے سے منع فرمایا کرتے تھے اور خرید و فروخت سے بھی اور اس بات سے بھی کہ لوگ جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھیں۔ (یعنی گپ شپ لڑائیں)۔

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۷۰
[۲] ابو داؤد ص ۶۱۷/۱
[۳] مشکوٰۃ شریف ص ۷۰

وضاحت: حضور اکرم ﷺ تو مسجد میں شعر پڑھنے سے منع فرماتے تھے اور ہمارے ہاں نام نہاد عشاق رسول اللہ ﷺ مبالغہ آمیز شرکیہ نعتوں کو گا گا کر پڑھنے اور مراثیوں کی طرح سریں لگانے کو کار ثواب سمجھتے ہیں ان دونوں باتوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زمین، آسمان میں، نہ زمین و آسمان کبھی اکٹھے ہو سکتے ہیں اور نہ حضور اکرم ﷺ کی اس صریح ممانعت کے باوجود مسجد میں انکی نعت گوئی کبھی کار ثواب بن سکتی ہے اس کے جواب میں یہ کہنا بالکل بے سود ہے کہ ممنوع تو ناجائز اشعار ہیں جب کہ ہم تو نعتیں پڑھتے ہیں کیوں کہ حضرات صحابہ کرام بھی غزلیں نہیں پڑھا کرتے تھے، ان کے اشعار بھی یا تو مجاہدوں کے جنگی کارنامے ہوتے تھے یا خدا اور رسول کی حمد و ثنا اور یہ کہنا بھی کوئی فائدہ نہیں رکھتا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے خود نعتیں پڑھوائی ہیں کیونکہ ان سے نعت پڑھوانا تو کفار کی ہجو گوئی کا جواب دلوانے کیلئے تھا محض نعت پڑھوانا مقصود نہ تھا اور نہ ہی ان سے سریں لگوائی جاتی تھیں۔

مسجد کی طرف چلنے اور باجماعت نماز ادا کرنے کا ثواب

(۵۱۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ الْمَسْجِدِ تَضْعُفُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَ فِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَّ ذَالِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّا فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا صَلٰوةٌ لَمْ یَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ وَ زَادَ فِیْ دُعَاءِ الْمَلَائِکَةِ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کی باجماعت نماز اسکے گھر اور بازار کی نماز پر پچیس گنا فوقیت رکھتی ہے اور یہ اسطرح کہ جب وہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کیطرف نکلے اسے نماز کے سوا کسی چیز نے نہ نکالا ہو تو جو قدم بھی چلے گا اسکے بدلے ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہوگا پس جب وہ نماز پڑھے گا تو جبتک وہ اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہیگا تو فرشتے اسپر درود بھیجتے رہیں گے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ" یعنی اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما اے اللہ! اسپر رحم نازل کر، اور تم میں سے ہر کسی کو نماز میں مشغول سمجھا جائیگا جبتک وہ نماز کے انتظار میں ہوگا ایک روایت میں فرشتوں کی دعاؤں میں یہ جملے بھی ہیں "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ الخ" یعنی اے اللہ!

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ (متفق علیه ورواه ابو داؤد) ؎۱

اسکی بخشش کردے اے اللہ! اسکی توبہ قبول فرما جب تک وہ کسی کو ایذا نہ دے جب تک وہ مسجد میں وضو نہ توڑے۔

(۵۱۴) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ وَ رَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ وَ رَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهٗ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ (رواه ابو داؤد) ؎۲

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جو تینوں کے تینوں اللہ جل شانہ کی ضمان میں ہیں ایک تو مجاہد فی سبیل اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہے یہاں تک کہ اسے موت آجائے اور وہ اسے جنت میں داخل کرے یا اسے اجر وثواب اور مال غنیمت کیساتھ واپس کردے اور ایک آدمی وہ ہے کہ جو مسجد کی طرف نکل کھڑا ہو وہ اللہ جل شانہ کی ضمانت میں ہے اور ایک آدمی وہ جو السلام علیکم کہہ کر اپنے گھر میں داخل ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں داخل ہے۔

وضاحت: جو شخص خدا کی ضمانت اور ذمہ داری میں آجائے اسے دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ یہ تینوں کام ضرور کیا کرے یعنی موقع آجائے تو جہادِ فی سبیل اللہ سے دریغ نہ کرے اور مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرے گھر میں جائے تو اپنے اہل وعیال کو السلام علیکم کہہ کر داخل ہوا کرے۔

(۵۱۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ مُتَطَهِّرًا اِلٰى صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ خَرَجَ اِلٰى تَسْبِيْحِ الضُّحٰى لَا يَنْصِبُهٗ اِلَّا اِيَّاهُ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلٰوةٌ عَلٰى اِثْرِ صَلٰوةٍ لَّا لَغْوَ فِيْهِمَا كِتَابٌ فِیْ الْعِلِّيِّيْنَ (رواه احمدؒ وابوداؤدؒ) ؎۳

حضرت ابوامامہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص فرض نماز کیلئے اپنے گھر سے باوضو ہو کر نکلے اس کا اجر احرام پوش حاجی جیسا ہے اور جو شخص چاشت کی نماز کیلئے نکلا اسے صرف یہی چیز نکال رہی ہے تو اس کا اجر عمرہ کرنیوالے جیسا ہے اور نماز کے بعد نماز اعلیٰ علیین کا اعمال نامہ ہے جب کہ ان کے درمیان کوئی لغوبات یا کوئی فضول کام نہ کیا ہو۔

؎۱ مشکوٰۃ شریف ص ۶۸
؎۲ مشکوٰۃ شریف ص ۷۰ ؎۳ ابو داؤد ص ۸۲

گویا وہ قرآن پاک کی آیت ''كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِىْ عِلِّيِّيْنَ'' کا مصداق ہے یعنی اسکی نیکو کاری کا قرآن گواہ ہے کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ نیکوکاروں کا اعمال نامہ اعلیٰ علیین میں ہے۔

(۵۱۶) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ (متفق علیه)[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت مسجد کی طرف گیا اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کی مہمانی تیار کرتے ہیں وہ جب بھی صبح یا شام جائے۔

سبحان اللہ! کیا اعزاز ہے نمازی کا جو محض نماز کیلئے مسجد کی طرف جاتا ہے وہ گویا خدا کے گھر میں اس کا مہمان ہے۔ جس کی مہمانی فی الفور کی جاتی ہے اگرچہ اس کا ظہور جنت میں ہوگا۔ ''اللھم ارزقنا کلنا نزلک فی الجنۃ''

تحیۃ المسجد اور تحیۃ المراجعت

(۵۱۷) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْدِمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِى الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ (متفق علیه)[۲]

حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ سفر سے دن کے وقت واپس تشریف لاتے اور چاشت کے وقت پہنچتے اور جب تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور اسمیں دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر وہاں بیٹھ جاتے۔

(۵۱۸) وَعَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ''اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ (متفق علیه)[۳]

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لے۔

(۵۱۹) وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ ؓ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اکیلے تشریف

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۶۸
[۲] بحوالہ سابق

جَالِسٌ وَحْدَهُ فَجَلَسْتُ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّ لِلْمَسْجِدِ تَحِيَّةً وَاِنَّ تَحِيَّتَهُ رَكْعَتَانِ فَقُمْ فَارْكَعْهُمَا قَالَ فَقُمْتُ فَرَكَعْتُهُمَا

(رواہ ابن حبانؒ)[1]

فرما ہیں میں آپ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر! مسجد کا ایک احترام ہوتا ہے اور وہ دو رکعت نماز ہے پس تو کھڑا ہو اور وہ دو رکعت ادا کر چنانچہ میں اٹھا اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی۔

عورت کا گھر میں نماز پڑھنا زیادہ باعثِ اجر ہے

مسجد کی طرف آنے اور وہاں نماز پڑھنے کی یہ فضیلتیں مردوں کیلئے ہیں جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے ان کیلئے گھر ہی میں نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے جیسے ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔

(۵۲۰)عَنْ اُمِّ حُمَيْدٍ اِمْرَاَةِ اَبِیْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِیِّ اَنَّهَا جَاءَتْ اِلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُحِبُّ الصَّلٰوةَ مَعَكَ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلٰوةَ مَعِیْ وَ صَلٰوتُكِ فِیْ بَيْتِكِ خَيْرٌ مِّنْ صَلَاتِكِ فِیْ حُجْرَتِكِ وَصَلٰوتُكِ فِیْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِكِ فِیْ دَارِكِ وَ صَلٰوتُكِ فِیْ دَارِكِ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِكِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَ صَلٰوتُكِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِكِ فِیْ مَسْجِدِیْ قَالَ فَاَمَرَتْ فَبُنِیَ لَهَا مَسْجِدٌ فِیْ اَقْصٰی شَیْءٍ مِّنْ بَيْتِهَا وَ اَظْلَمِهٖ وَ كَانَتْ تُصَلِّیْ فِيْهِ حَتّٰی لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ

(رواہ احمدؒ)[2]

حضرت ام حمیدؓ سے روایت ہے کہ جو حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی بیوی تھیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا بہت شوق ہے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تجھے میرے ساتھ نماز پڑھنے کا بہت شوق ہے لیکن تیرا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا تیرے بیٹھک میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تیرا بیٹھک میں نماز پڑھنا تیرے حویلی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تیرا حویلی میں نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تیرا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے راوی کہتے ہیں کہ پھر انکے حکم پر انکے گھر کے آخری اور تاریک سرے میں نماز کی جگہ بنا دی گئی اور وہ اسی میں نماز پڑھا کرتی تھیں یہاں تک کہ وہ واصل بحق ہو گئیں۔

[1] زجاجة ص ۲۱۳
[2] اعلاء السنن ص ۲۳۹

(۵۲۱) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْمَرْاَۃِ فِیْ بَیْتِہَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِہَا فِیْ حُجْرَتِہَا وَصَلٰوتُہَا فِیْ مِخْدَعِہَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِہَا فِیْ بَیْتِہَا (رواہ ابو داؤد)[۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عورت کی نماز اپنے کمرے میں اس کی گھر کی نماز سے بہتر ہے اوراس کے سٹورروم کی نماز اس کے کمرے کی نماز سے بہتر ہے۔

(۵۲۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا نِسَآئَکُمُ الْمَسَاجِدَ وَ بُیُوْتُہُنَّ خَیْرٌ لَّہُنَّ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو لیکن ان کے گھر ان کیلئے بہتر ہیں۔

یعنی عورتیں اگر مسجد میں آنا چاہیں تو اس کی اجازت ہے لیکن ان کی گھر کی نماز مسجد کی نماز سے بہتر اور افضل ہے۔

(۵۲۳) عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ اَسْقَعَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ''جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَ مَجَانِیْنَکُمْ وَشِرَائَکُمْ وَ بَیْعَکُمْ وَ خُصُوْمَاتِکُمْ وَ رَفْعَ اَصْوَاتِکُمْ وَ اِقَامَۃَ حُدُوْدِکُمْ وَ سَلَّ سُیُوْفِکُمْ وَاتَّخِذُوْا عَلٰی اَبْوَابِہَا الْمَطَاہِرَ وَجَمِّرُوْہَا فِی الْجُمُعَۃِ (رواہ ابن ماجۃ ، مجمع زوائد وغیرہ)[۲]

حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اپنے چھوٹے بچوں کو مساجد سے دور رکھو اور پاگلوں کو اور خرید وفروخت اور جھگڑوں اور آوازیں بلند کرنے کو اور حدود قائم کرنے اور ننگی تلواریں لانے سے پرہیز کرو اور ان کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ اور جمعہ کے دن ان کو خوشبو کی دھونی دیا کرو۔

عورتوں کو مسجد میں جانے کی مشروط اجازت عند غیر المقلدین

اگر عورتیں مسجد میں جانے پر اصرار کریں تو خود غیر مقلد اکابر کے نزدیک ان شرائط کے ساتھ جا سکتی ہیں، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری شارح ترمذی شریف لکھتے ہیں تم جانو کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اوراس کے باوجود بھی اگر کوئی عورت مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگے یعنی شوہر سے تو اس کو روکنا نہیں چاہئے بلکہ (شوہر کی طرف سے) اس کو اجازت دینی چاہئے لیکن اس کیلئے چند شرطیں ہیں جن کا بیان احادیث مبارکہ میں آیا ہے اس کے بعد مولانا مبارک پوری نے امام نوویؒ کے حوالہ سے ان شرطوں کا ذکر کیا ہے اور وہ یوں ہیں،

[۱] ابو داؤد ص ۸٤
[۲] ابن ماجۃ ص ٥٤ ، مجمع الزوائد ص ٢٦

(۱) جو عورت نماز کیلئے جائے وہ خوشبو نہ لگائے۔

(۲) بن سنور کر نہ جائے۔

(۳) پاؤں میں آواز والا زیور نہ پہنے۔

(۴) اچھے کپڑے نہ پہن کر جائے۔

(۵) مردوں سے ملے جلے نہیں۔

(۶) نوجوان نہ ہو یا نوجوانوں کی طرح نہ ہو۔

(۷) راستوں میں عورتوں کی چھیڑ چھاڑ کا اندیشہ نہ ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پیش نظر بھی ایسی چیزیں تھیں جو وہ روکنے کے حق میں تھیں ائمہ احنافؒ کی دور بین نظر بھی ان خطرات کو بھانپتی تھی اس لئے انہوں نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکا۔ اب غیر مقلد خود فیصلہ کرلیں کہ ان کی عورتیں ان شرائط کا لحاظ کہاں تک کرتی ہیں؟ اس لئے احناف مطلقاً اجازت نہیں دیتے۔

(٥٢٤) عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ اَنَّهٗ رَاٰی عَبْدَ اللّٰهِ یُخْرِجُ النِّسَآءَ مِنَ الْمَسَاجِدِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ یَقُوْلُ اُخْرُجْنَ اِلٰی بُیُوْتِكُنَّ خَیْرٌ لَّكُنَّ (رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون کفایت المفتی)[۱]

ابو عمر شیبانی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا جو عورتوں کو مسجد سے نکال رہے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے لئے تمہارے گھر بہتر ہیں۔

گویا "وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ" کی تفسیر کر رہے تھے۔ وہ تو خیر القرون تھا آج شر القرون میں اس کی اجازت کس طرح دی جاسکتی ہے۔

(٥٢٥) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "خَیْرُ مَسَاجِدِ النِّسَآءِ قَعْرُ بُیُوْتِهِنَّ" (رواہ احمد و ابو یعلی)[۲]

حضرت ام سلمہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ عورتوں کی بہترین مسجدیں ان کے گھر کا تہہ خانہ ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عورتوں کیلئے مسجدوں میں اور وہاں باجماعت نماز ادا کرنا زیادتی اجر وثواب کا باعث نہیں بلکہ حکمِ رسول کی مخالفت کی وجہ سے ممکن ہے کہ یہ زیادتی وزر کا باعث ہو اس لئے عورتوں کیلئے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان ہے۔

[۱] معارف السنن ص ٥/٦٠

[۲] کفایت المفتی ص ٥/٣٩٢

(۵۲۶) عَنْ عَائِشَةَؓ لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى مَا اَحْدَثَتِ النِّسَآءُ بَعْدَهٗ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ (رواہ مسلمؒ و ابو داؤدؒ)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ عورتوں نے حضور اکرم ﷺ کے بعد جو طور طریقہ اختیار کرلیا ہے اگر آپؐ ان کو دیکھ لیتے تو لازماً مسجد سے منع کردیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

عورتوں کیلئے گھر کی نماز مسجد سے افضل ہے

(۵۲۷) عَنْ عَائِشَةَؓ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ اَوَ مُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ

(رواہ البخاری)[2]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اگر عورتوں کی یہ حرکات جو انہوں نے اب اختیار کر رکھی ہیں رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرمالیتے تو انکو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں راوی کہتے ہیں کہ میں نے عَمرہ سے پوچھا کیا واقعی بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا انہوں نے فرمایا کہ بالکل۔

آیا عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنا افضل تھا یا گھر میں؟

(۵۲۸) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَآءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ (رواہ الامام احمد والبیہقی کذا فی کنز العمال)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا عورتوں کیلئے بہترین مسجد ان کی کوٹھڑیوں کا اندرونی حصہ ہے۔

(۵۲۹) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْمَرْاَةِ فِىْ بَيْتِهَا خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِهَا فِىْ حُجْرَتِهَا وَصَلٰوتُهَا فِىْ حُجْرَتِهَا خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِهَا فِىْ دَارِهَا وَ صَلٰوتُهَا فِىْ دَارِهَا خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِهَا الْخَارِجِ

(رواہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی کنز العمال)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا عورت کی نماز جو اندرونی کمرہ میں ہو وہ دالان کی نماز سے بہتر ہے اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز گھر سے باہر کی نماز سے بہتر ہے۔

[1] زجاجة ص ۳۹۹ ، ابوداؤد ص ۸٤

[2] کفایت المفتی ص ۳۹۲/۵

(۵۳۰) عَنْ اُمِّ حُمَیْدٍ اِمْرَاَةِ اَبِیْ حُمَیْدِ ن السَّاعِدِیّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَھَا قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكِ تُحِبِّیْنَ الصَّلٰوۃَ مَعِیْ وَصَلٰوتُكِ فِیْ بَیْتِكِ خَیْرٌ مِّنْ صَلٰوتِكِ فِیْ حُجْرَتِكِ وَصَلٰوتُكِ فِیْ حُجْرَتِكِ خَیْرٌ مِّنْ صَلٰوتِكِ فِیْ دَارِكِ و صَلٰوتُكِ فِیْ دَارِكِ خَیْرٌ مِّنْ صَلٰوتِكِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَصَلٰوتُكِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَیْرٌ مِّنْ صَلٰوتِكِ فِیْ مَسْجِدِیْ

(رواہ الامام احمدؒ و ابن حبان کذا فی کنز العمال)

حضرت ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہو حالانکہ تیرا اندرونی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا دالان کی نماز سے بہتر ہے اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز محلے کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلے کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجدِ نبوی) کی نماز سے بہتر ہے۔

(۵۳۱) اَوْرَدَہُ الْھَیْثَمِیُّ فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ وَزَادَ فَاَمَرَتْ فَبُنِیَ لَھَا مَسْجِدٌ فِیْ اَقْصٰی بَیْتٍ فِیْ بَیْتِھَا وَاَظْلَمِہٖ لَكَانَتْ تُصَلِّیْ فِیْہِ حَتّٰی لَقِیَتِ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ

قَالَ الْھَیْثَمِیُّ رِجَالُہٗ رِجَالُ صَحِیْحٍ غَیْرَ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ سُوَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ وَ وَثَّقَہٗ ابْنُ حَبَّانٍ

اور اس حدیث کو ہیثمی مجمع الزوائد میں لائے ہیں اور اسمیں اتنی زیادتی اور ہے کہ ام حمیدؓ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا اور ان کیلئے انکے گھر کی ایک اندرونی کوٹھڑی میں جونہایت تاریک تھی نماز کی جگہ بنا دی گئی اور یہ اسمیں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ سے جاملیں۔ حافظ ہیثمیؒ نے کہا کہ اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبداللہ بن سوید انصاری کے۔ انکو بھی ابن حبان نے ثقہ بتایا ہے۔

(۵۳۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْمَرْاَۃِ فِیْ بَیْتِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ حُجْرَتِھَا وَصَلٰوتُھَا فِیْ مِخْدَعِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ بَیْتِھَا (رواہ ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی نماز کوٹھڑی میں بیرونی کمرے کی نماز سے بہتر ہے اور کوٹھڑی کے اندر استور کی نماز کوٹھڑی کی نماز سے بہتر ہے۔

استور سے مراد وہ چھوٹی سی کوٹھڑی ہے جو گھر کے بالکل اندرونی حصہ میں اشیاءِ نفیسہ یا روپیہ وغیرہ رکھنے کیلئے بناتے ہیں۔

(٥٣٣) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ صَلٰوةُ الْمَرْاَةِ فِیْ بَیْتِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ حُجْرَتِھَا وَ صَلٰوتُھَا فِیْ حُجْرَتِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ دَارِھَا وَصَلٰوتُھَا فِیْ دَارِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا مَاسِوَاھَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُ فِیْ الْکَبِیْرِ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ صَحِیْحٍ (مجمع الزوائد)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا عورت کی کوٹھڑی کی نماز والان کی نماز سے بہتر ہے اور والان کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز اور جگہوں کی نماز سے بہتر ہے پھر کہا کہ بیشک عورت جہاں نکلی اور شیطان اس کی تاک میں لگا۔ طبرانی نے اسے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(٥٣٤) وَعَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یَحْلِفُ فَیَبْلُغُ فِیْ الْیَمِیْنِ "مَا مِنْ مُصَلّٰی لِلْمَرْاَةِ خَیْرٌ مِنْ بَیْتِھَا اِلَّا فِیْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ اِلَّا اِمْرَاَةٌ قَدْ یَئِسَتْ مِنَ الْبُعُوْلَةِ وَھِیَ فِیْ مُنْقَلَبَیْھَا قُلْتُ مَا مُنْقَلَبَیْھَا قَالَ اِمْرَاَةٌ عُجُوْزٌ قَدْ تَقَارَبَ خَطُوْھَا رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُ فِیْ الْکَبِیْرِ وَرِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ

اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھاتے تھے اور سخت قسم کھاتے تھے کہ عورت کیلئے اسکی کوٹھڑی سے بہتر اور افضل کوئی مسجد نہیں مگر حج اور عمرہ میں، سوائے اس عورت کے جو خاوند کی خواہش سے بے نیاز ہونے کی عمر تک پہنچ گئی ہو اور اپنے منقلبین میں ہو راوی نے پوچھا کہ منقلبین میں ہونے سے کیا مراد ہے فرمایا کہ ایسی بڑھیا کہ ضعف پیری کیوجہ سے اسکے قدم قریب قریب پڑیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اسے روایت کیا ہے اور اسکے روای سب ثقہ ہیں۔

(٥٣٥) وَعَنْهُ مَاصَلَّتْ اِمْرَاَةٌ مِنْ صَلٰوةٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ مَکَانٍ فِیْ بَیْتِھَا ظُلْمَةً رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُ فِیْ الْکَبِیْرِ وَرِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ (مجمع الزوائد)

اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ عورت کی کوئی نماز خدا کو اس نماز سے زیادہ محبوب نہیں جو اسکی تاریک تر کوٹھڑی میں ہو۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اسے روایت کیا ہے اور اس کے روای سب ثقہ ہیں۔

(٥٣٦) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ وَاَنَّھَا اِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ عورتیں سر تا پا پردہ کی چیزیں ہیں اور بیشک جہاں وہ گھر سے نکلی شیطان اسکی تاک میں لگا ہے اور بیشک وہ خدا تعالیٰ کے

وَاَنَّهَا اَقْرَبُ مَاتَكُوْنُ اِلَى اللّٰهِ وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ (مجمع الزوائد)

قریب تر اس وقت ہوتی ہیں جبکہ اپنی کوٹھڑی میں ہوتی ہیں۔ اسے طبرانی نے ثقہ راویوں کے طریقے سے روایت کیا ہے۔

(۵۳۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّمَا النِّسَآءُ عَوْرَةٌ وَاِنَّ الْمَرْاَةَ لَتَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا وَمَا بِهَا مِنْ بَاْسٍ فَيَسْتَشْرِفُهَا الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اِنَّكِ لَا تَمُرِّيْنَ بِاَحَدٍ اِلَّا اَعْجَبْتِهٖ وَاِنَّ الْمَرْاَةَ لَتَلْبَسُ ثِيَابَهَا فَيُقَالُ اَيْنَ تُرِيْدِيْنَ فَتَقُوْلُ اَعُوْدُ مَرِيْضًا اَوْ اَشْهَدُ جَنَازَةً اَوْ اُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدٍ وَ مَا عَبَدَتْ اِمْرَاَةٌ رَبَّهَا مِثْلَ اَنْ تَعْبُدَهٗ فِيْ بَيْتِهَا رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ (مجمع الزوائد)

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا کہ عورتیں سرتا پا پردہ کی چیزیں ہیں اور بیشک عورت گھر سے ایسی حالت میں نکلتی ہے کہ اسکے اندر کوئی عیب نہیں ہوتا پھر شیطان اسکی تاک میں لگ جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تو جسکے سامنے سے گزرے گی اسے اچھی لگے گی اور بیشک عورت لباس پہنتی ہے تو گھر والے پوچھتے ہیں کہ کہاں کا ارادہ ہے تو کہتی ہے کسی بیمار کو دیکھنے جاتی ہوں یا جنازہ پڑھنے جاتی ہوں یا مسجد میں نماز کو جاتی ہوں حالانکہ عورت کی کوئی عبادت اس سے بہتر نہیں کہ اپنی کوٹھڑی میں عبادت کرے۔ اسے طبرانی نے ثقہ راویوں نے نقل کیا ہے۔

ان تمام حدیثوں سے مفصلہ ذیل باتیں صراحتاً ثابت ہوتی ہیں۔

(۱)..... عورتوں پر جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید نہیں بلکہ برخلاف اس کے ان کیلئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ (دیکھو تمام احادیث مذکورہ)

(۲)..... عورتوں کا آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جماعتوں میں حاضر ہونا محض رخصت واباحت کی بنا پر تھا نہ کہ تاکید یا فضیلت و استحباب کی بنا پر۔ (دیکھو حدیث نمبر ۴، ۵)

(۳)..... باوجود اس رخصت واباحت کے آنحضرت ﷺ کا ارشاد اور تعلیم ان کیلئے یہی تھی کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں، اور اسکی ترغیب دیتے تھے اور فضیلت بیان فرماتے تھے۔ (دیکھو حدیث نمبر ۴ خصوصا)

(۴)..... حدیث چہارم میں اس زیادتی سے جو حافظ ہیثمی نے نقل کیا ہے صراحتاً یہ بات ثابت ہے کہ ام حمیدؓ نے آپ کی ترغیب اور تعلیم پر عمل کر کے مدۃ العمر اپنی کوٹھڑی کے اندر نماز پڑھی اور یہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا عین اتباع اور آپ کی خواہش کی تعمیل تھی۔

(۵)..... حدیث دہم سے یہ بات صراحتاً ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ عورت کے گھر سے نکلنے کو محلِ فتنہ فرماتے ہیں اور اپنی

کوٹھری میں رہنا اس کیلئے باعثِ تقرب الی اللہ ہے اور اسی لئے حدیث نمبر ۹،۸ میں حضرت ابن مسعودؓ مبالغہ سے قسم کھا کر انکی ہر نماز کو گھر کی کوٹھری میں افضل فرماتے ہیں۔

(۶)..... حدیث دوم، سوم، چہارم، میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کی کوٹھری کے اندر کی نماز دالان کی نماز سے افضل اور دالان کی نماز صحن دار کی نماز سے افضل اور صحن کی نماز مسجدِ محلہ کی نماز سے افضل اور مسجدِ محلہ کی نماز مسجدِ نبوی ﷺ کی نماز سے افضل ہے پس اس میں کیا شبہ رہا کہ عورتوں کو جماعت میں اور مسجدِ نبوی ﷺ میں حاضر ہونا کسی استحباب و فضیلت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ محض مباح تھا۔

پس کس قدر افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جو عورتوں کو مسجد میں بلاتے اور جماعتوں میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ کی مرضی اور منشا کے خلاف انہیں تعلیم دیتے اور غضب یہ ہے کہ اسے سنت بتاتے ہیں اور اپنے اس فعل کو احیاءِ سنت سمجھتے ہیں۔ اگر عورتوں کیلئے جماعتوں میں حاضر ہونا سنت ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنی مسجد کی نماز سے مسجدِ محلہ کی نماز کو اور مسجدِ محلہ کی نماز سے گھر کی نماز کو افضل کیوں فرماتے؟ کیونکہ اس صورت میں گھر میں تنہا نماز پڑھنا عورتوں کیلئے ترکِ سنت ہوتا تو کیا ترکِ سنت میں ثواب زیادہ تھا اور سنت پر عمل کرنے میں کم۔ اور کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیکر گویا ترکِ سنت کی ترغیب دیتے ہیں شاید یہ لوگ اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ بزرگ اور اپنی مسجدوں کو مسجدِ نبوی ﷺ سے زیادہ افضل سمجھتے ہیں۔

(۷)..... مسجدِ نبوی ﷺ میں ایک نماز پر بروایتِ حضرت انسؓ پچاس ہزار نماز کا ثواب ملتا ہے۔

(۵۳۸) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ بَيْتِهٖ بِصَلٰوةٍ اِلٰى قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ صَلٰوتُهٗ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ الحدیث (رواه ابن ماجة كما فى مشكوٰة)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز گھر میں تو ایک ہی نماز شمار ہوتی ہے (الی قولہ) اور اس کی نماز میری مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

جبکہ مسجدِ نبوی ﷺ کی اس فضیلت کے باوجود عورت کی مسجدِ محلہ کی نماز مسجدِ نبوی ﷺ کی نماز سے افضل فرمائی گئی اور گھر کی نماز مسجدِ محلہ کی نماز سے افضل بتائی گئی اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے افضل اور کوٹھری کی نماز دالان کی نماز سے افضل ہوئی تو اس سے نہایت وضاحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوگئی کہ عورت جس قدر اپنے پردے اور تستر کی جگہ سے دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر ثواب کم ہوتا جاتا ہے اور یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ جس قدر گھر سے دوری ہوتی جائے گی فتنہ کا احتمال قوی ہوتا چلا جائیگا ورنہ کمیٔ ثواب کی کوئی وجہ نہیں، دیکھو مردوں کے دور جانے میں یہ احتمال فتنہ نہیں ہے اس لئے دور جانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

(۵۳۹) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوۃِ اَبْعَدُھُمْ فَاَبْعَدُھُمْ مَمْشًی (بخاری ومسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثواب میں وہ لوگ بڑھے ہوئے ہیں جو نماز کیلئے دور سے آتے ہیں اور ان سے زیادہ وہ جو ان سے بھی زیادہ دور سے آتے ہیں۔

(۵٤۰) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِبَنِیْ سَلِمَۃَ حِیْنَ اَرَادُوْا اَنْ یَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ دِیَارَکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ دِیَارَکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ ۔انتھی مختصرا (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب بنی سلمہ نے مسجد کے قریب آنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھروں میں رہو دور سے آنے میں تمہارے قدموں کا ثواب لکھا جائیگا مکرر یہی فرمایا۔

پھر یہ رخصت واباحت بھی ان شرطوں کے ساتھ مشروط تھی کہ عورت خوشبو لگا کر نہ جائے، لباسِ فاخرہ پہن کر نہ جائے، بجتا ہوا زیور پہن کر نہ جائے۔ دیکھو احادیثِ ذیل:۔

(۵٤۱) عَنْ زَیْنَبَ الثَّقَفِیَّۃِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَتْ اِلَی الْعِشَآءِ فَلَا تَمَسَّنَّ طِیْبًا (رواہ ابن حبان کذا فی الکنز)

زینب ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب عشاء کی نماز کیلئے نکلے تو ہرگز خوشبو نہ لگائے۔

(۵٤۲) وَعَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَھِدَتْ اَحَدُکُنَّ الْعِشَآءَ فَلَا تَطِیْبُ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ (رواہ مسلم)

اور انہیں زینبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز میں جانے کا ارادہ کرے تو اس رات خوشبو نہ لگائے۔

(۵٤۳) وَعَنْ زَیْنَبَ اِمْرَاَۃِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَھِدَتْ اَحَدُکُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسُّ طِیْبًا (رواہ مسلم)

اور عبداللہؓ کی بیوی حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم عورتوں سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے۔

(۵٤٤) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لِّتَخْرُجْنَ وَھُنَّ

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم خدا کی بندیوں کو خدا کے مسجدوں سے نہ روکو لیکن وہ ایسی حالت میں جائیں کہ میلی کچیلی ہوں

تفلات (رواه ابو داؤد) قَوْلُهُ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ اَیْ غَیْرُ مُتَطَیِّبَاتٍ یُقَالُ ''اِمْرَاَۃٌ تَفِلَۃٌ'' اِذَا کَانَتْ مُتَغَیِّرَۃُ الرِّیْحِ کَذَا قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَغَیْرُہٗ قَالَہُ الشَّوْکَانِیُ وَ فِیْ الْمَعَالِمِ اَلتَّفْلُ سُوْءُ الرَّائِحَۃِ یُقَالُ ''اِمْرَاَۃٌ تَفِلَۃٌ'' اِذَا لَمْ تَطَیَّبْ (عون المعبود) وَیَلْحَقُ بِالطِّیْبِ مَا فِیْ مَعْنَاہُ مِنَ الْمُحَرِّکَاتِ لِدَاعِیِ الشَّھْوَۃِ کَحُسْنِ الْمَلْبَسِ وَالتَّحَلِّیَ الَّذِیْ یَظْھَرُ اَثَرُہٗ وَالزِّیْنَۃُ الْفَاخِرَۃِ (عون المعبود)

''قوله تفلات'' یعنی اس کے معنی ہیں کہ خوشبولگائے ہوئے نہ ہو، ''امراة تفلة'' اس عورت کوکہا جاتا ہے جومتغیرۃ الرائحہ ہو، اسی طرح ابن عبدالبر نے کہا ہے یہ شوکانی کا بیان ہے اور معالم میں ہے کہ تفل کے معنی ناگوار بو کے ہیں ''امراۃ تفلة'' جب کہا جاتا ہے کہ خوشبولگائے ہوئے نہ ہواور خوشبو کے حکم میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو خواہشاتِ نفسانی کوحرکت دینے والی ہیں جیسے عمدہ لباس اور وہ زیور کہ جس کے آثار ظاہر ہوں اور پرتکلف زینت۔

ان حدیثوں سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کومسجد میں آنے کی جو اجازت تھی وہ ان قیود اور شرائط کے ساتھ تھی تو ظاہر ہے کہ ان شرائط پرعمل نہ ہونے کی حالت میں ان کیلئے اجازت دینا گویا نبی کریم ﷺ کے حکم کے خلاف اجازت دینا ہے کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ آج کل مسجد میں جانے والی اور عیدین میں حاضر ہونے والی عورتیں ان قیود وشرائط پرعمل کرتی ہیں؟ کیا وہ عمدہ لباس زیب تن کر کے نہیں جاتیں؟ یا بجتا ہوا زیور پہن کرنہیں جاتیں؟ اور کیا وہ میلے کچیلے اور متغیرۃ الرائحہ کپڑے پہن کر جانے کے حکم پرعمل کرتی ہیں؟ اگر کوئی شخص خواہ مخواہ زبردستی سے یہ دعویٰ کرے کہ ہاں ایسا ہی کرتی ہیں تو اسکے جواب میں ناظرین آگے آنے والی فصل سوم کا ملاحظہ فرمائیں لیکن منصف مزاج جو ہٹ دھرمی کو برا سمجھتے ہیں وہ یقیناً انہیں شروط کا خلاف دیکھ کر اور صریح احکام نبویہ کی مخالفت مشاہدہ کر کے یہیں سے سمجھ لیں گے کہ آج کل عورتوں کیلئے وہ اباحت اس وجہ سے نہیں رہی کہ وہ شروطِ اباحت پرعمل نہیں کرتیں اور ان سے عمل کرانا بھی مشکل ہے۔

تکملہ: اگر چہ ان تمام حدیثوں کے دیکھنے کے بعد کسی سمجھدار شخص کو اس میں شبہ نہیں رہے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کا جماعتوں میں حاضر ہونا رخصت واباحت کے طور پر تھا نہ کہ فضیلت واستحباب کے طور پر، لیکن آج کل کے مدعیانِ عمل بالحدیث لوگوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ عورتوں کا جماعتوں میں جانا عیدین میں حاضر ہونا سنت ہے بلکہ سنتِ مؤکدہ ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ سنتِ مؤکدہ اسے کہتے ہیں کہ جس کے تارک پر ملامت ہوتی ہے اور ترک پر اصرار کرنے والا مستحقِ سزا ہے جیسے جماعت کہ مردوں کیلئے سنتِ مؤکدہ ہے اگر کوئی شخص جماعت میں حاضر نہ ہو تو مستحقِ ملامت ہوگا اور ترک پر اصرار کرنے والا مستحقِ سزا ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہونے والوں کو جلا دینے کا ارادہ فرمایا تھا مگر کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہونے کی عادت بنالی تھی پس عورتوں کیلئے اگر جماعت سنتِ مؤکدہ ہوتی تو حضرت ام حمید ؓ جنہوں نے مدت العمر گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھی مستحق سزا ہوتیں بلکہ اگر جماعت عورتوں کیلئے مستحب اور افضل ہوتی تو آنحضرت ﷺ ام حمید ؓ کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب نہ دیتے حالانکہ کہ وہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی رغبت اور خواہش رکھتی تھیں۔ واللہ یهدی السبیل

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا گناہ ہے

(٥٤٥)عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِىْ مَسَاجِدِهِمْ فِىْ اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)[1]

حضرت حسن ؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں انکی باتیں دنیاوی امور کے متعلق ہوں گی پس تم ان کے پاس نہ بیٹھنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

اس حدیث شریف کے پیشِ نظر مسلمانوں کو چاہئے کہ مسجد میں آکر ذکر وفکر، تلاوت وعبادت اور نماز وتسبیح میں مشغول رہیں دنیاوی باتیں کر کے شعر گوئی میں سر یں لگا کر اپنے ثواب کو عذاب سے نہ بدلیں تا کہ نیکی برباد اور گناہ لازم نہ آئے۔

مختلف مساجد میں نماز کا کم وبیش ثواب

(٥٤٦)عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِىْ بَيْتِهٖ لَصَلٰوةٌ وَّ صَلٰوتُهٗ فِىْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَّ عِشْرِيْنَ صَلٰوةً وَّصَلٰوتُهٗ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُجْمَعُ فِيْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلٰوةٍ وَّصَلٰوتُهٗ فِى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَّ صَلٰوتُهٗ فِىْ مَسْجِدِىْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ (رواه ابن ماجة)[2]

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی اپنے گھر میں نماز ایک نماز ہے اور اس کی اپنے محلے کی مسجد میں نماز پچیس نمازیں ہیں اور جامع مسجد میں اس کی نماز پانچ سو نمازیں ہیں اور مسجدِ اقصیٰ میں اس کی نماز پچاس ہزار نمازیں ہیں اور مسجدِ نبوی ﷺ میں اس کی نماز پچاس ہزار نمازیں ہیں اور مسجدِ حرام میں اس کی نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

[1] زجاجة ص ٢١٤
[2] زجاجة ٢٠٥

(۵٤٧) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ''مَنْ جَآءَ مَسْجِدِیْ هٰذَا لَمْ یَاْتِ لِخَیْرٍ یَتَعَلَّمُهٗ اَوْ یُعَلِّمُهٗ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَنْ بِغَیْرِ ذَالِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ یَنْظُرُ اِلٰی مَتَاعِ غَیْرِهٖ (رواه رواه ابن ماجه والبیهقی فی شعب الایمان)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو شخص میری اس مسجد میں صرف نیکی کیلئے آیا اسے خود سیکھے یا کسی کو سکھائے تو وہ بمنزلہ مجاهد فی سبیل اللہ کے ہے اور جو شخص اس کے علاوہ (دنیوی غرض سے) آیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے کہ جو کسی غیر کے مال کو تاک رہا ہو۔

یعنی جیسے کسی کے مال کو تاکتے رہنے سے آدمی مالدار نہیں ہوجاتا یا کھانا دیکھتے رہنے سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا اسی طرح اس شخص کو مسجد نبوی میں آنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

نماز کی بیرونی شرطیں

نماز کے اندر اور باہر کچھ ایسی چیزیں ہیں جو اگر نہ پائی جائیں تو نماز بالکل نہیں ہوتی ان بیرونی چیزوں کو شرائط اور اندرنی چیزوں کو رکن کہتے ہیں نماز کی بیرونی شرطیں سات ہیں۔

(۱).... ستر کا ڈھانپنا (۲).... کپڑوں کا پاک ہونا (۳).... جسم کا پاک ہونا (۴).... جگہ کا پاک ہونا (۵).... قبلہ رخ ہونا (۶).... نماز کا وقت ہونا (۷).... نماز کی نیت کرنا۔

(۱) ستر کا ڈھانپنا: ستر ڈھانپنے کا مطلب ہے مرد کا جسم کم از کم ناف سے لیکر گھٹنوں تک چھپا ہوا ہو اور عورت کا جسم چہرے اور ہاتھ کے علاوہ باقی سارا چھپا ہوا ہو اسکا اجمالی حکم قرآن پاک میں موجود ہے ''خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ'' (پ ۸ ع ۱۰) ہر نماز کے وقت اپنا لباس زینت پہن لیا کرو، اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر ائمہ تفسیر سے ظاہر ہے۔

(۵٤۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ ''خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ'' الآیة قَالَ کَانَ رِجَالٌ یَّطُوْفُوْنَ بِالْبَیْتِ عُرَاةً فَاَمَرَهُمْ بِالزِّیْنَةِ وَالزِّیْنَةُ اللِّبَاسُ وَهُوَ یُوَارِیْ السَّوْاٰةَ وَمَا سِوٰی ذَالِكَ[2]

حضرت ابن عباسؓ نے ''خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ لوگ ننگے ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے انکو اللہ تعالیٰ نے زینت کا حکم دیا اور زینت لباس ہے اور لباس ہر وہ چیز ہے جو ننگیز اور اسکے ماسوا کو چھپادے۔

[1] زجاجة ۲۰۵ [2] ابن کثیر ج ۲/ ۲۱۰

مرد کا ستر فرض

(۵۴۹) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "مَافَوْقَ الرُّکْبَتَیْنِ مِنَ الْعَوْرَۃِ وَ مَا اَسْفَلَ السُّرَّۃِ مِنَ الْعَوْرَۃِ (رواہ الدار قطنی فی سننہ)[1]

حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ گھٹنوں سے اوپر اور ناف سے نیچے ستر ہے۔

(۵۵۰) وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَابَیْنَ السُّرَّۃِ اِلَی الرُّکْبَۃِ عَوْرَۃٌ (اخرجہ ابو محمد البخاریؒ فی مسندہ)[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر ہے۔

یعنی جس سترِ غلیظ کا چھپانا نماز میں فرض ہے وہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے جب کہ گھٹنے بھی اس میں داخل ہیں یہ ستر پیڈو سرین رانیں اوران کے مابین پر مشتمل ہے ران کے متعلق یہ صریح حدیث شریف امام طحاویؒ کی روایت سے موجود ہے۔

(۵۵۱) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلْفَخِذُ عَوْرَۃٌ" (رواہ الطحاوی)[3]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ران ستر ہے۔

سترِ مسنون

مرد کیلئے مسنون یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ اور ٹخنوں کے ماسوا باقی تمام جسم تقریباً ڈھکا ہوا ہو جیسا کہ آئندہ احادیثِ مبارکہ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

(۵۵۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا تَنْظُرُ الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ (رواہ المسلم و الترمذی)[4]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مرد کے ننگیز کو نہ دیکھے عورت عورت کے ستر کو نہ دیکھے، "یہ عام ستر کا بیان ہے یعنی نماز کے باہر کا"

[1] نصب الرایۃ ص ۲۹۷
[2] جامع المسانید ص ۳۵۷ [3] طحاویؒ ص ۳۱۹

مرد کا ستر فرض

(۵۴۹) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "مَافَوْقَ الرُّکْبَتَیْنِ مِنَ الْعَوْرَۃِ وَ مَا اَسْفَلَ السُّرَّۃِ مِنَ الْعَوْرَۃِ (رواہ الدار قطنی فی سننہ)۱

حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ گھٹنوں سے اوپر اور ناف سے نیچے ستر ہے۔

(۵۵۰) وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَابَیْنَ السُّرَّۃِ اِلَی الرُّکْبَۃِ عَوْرَۃٌ (اخرجہ ابو محمد البخاریؒ فی مسندہ)۲

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر ہے۔

یعنی جس سترِ غلیظ کا چھپانا نماز میں فرض ہے وہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے جب کہ گھٹنے بھی اس میں داخل ہیں یہ ستر پیڑو سرینین رانیں اوران کے مابین پر مشتمل ہے ران کے متعلق یہ صریح حدیث شریف امام طحاویؒ کی روایت سے موجود ہے۔

(۵۵۱) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلْفَخِذُ عَوْرَۃٌ" (رواہ الطحاوی)۳

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ران ستر ہے۔

سترِ مسنون

مرد کیلئے مسنون یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ اور ٹخنوں کے ماسوا باقی تمام جسم تقریباً ڈھکا ہوا ہو جیسا کہ آئندہ احادیثِ مبارکہ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

(۵۵۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا تَنْظُرُ الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ (رواہ المسلم و الترمذی)۴

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مرد کے ننگیز کو نہ دیکھے عورت عورت کے ستر کو نہ دیکھے، "یہ عام ستر کا بیان ہے یعنی نماز کے باہر کا"

۱ نصب الرایۃ ص ۲۹۷
۲ جامع المسانید ص ۳۵۷ ۳ طحاویؒ ص ۳۱۹
۴ مسلم

رانیں بھی ستر میں داخل ہیں

(۵۵۳) رَوٰى جَرْهَدُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى جَرْهَدَ فِى الْمَسْجِدِ وَعَلَيْهِ بُرْدَةٌ قَدِ انْكَشَفَ فَخِذُهٗ فَقَالَ "اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ" (مسند احمد بشرح النباء وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)[۱]

حضرت جرہدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جرہد کو دیکھا وہ مسجد میں تھے اوران کے اوپر ایک چادر تھی جس کے بیچ میں سے ران ننگی ہورہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایاران بھی عورۃ (ستر) میں شامل ہے۔

(۵۵٤) وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ جَحْشٍ خَتَنُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى مَعْمَرٍ بِفَنَآءِ الْمَسْجِدِ مُحْتَبِيًا كَاشِفًا عَنْ طَرْفِ فَخِذِهٖ فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمِّرْ فَخِذَكَ يَامَعْمَرُ "اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ" (مسند احمد بشرح بناء)[۲]

محمد بن جحشؓ جونبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے تھے ان سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ معمرؓ کے پاس سے گزرے مسجد کے فنا میں اس حال میں کہ انہوں نے چادر کی گوٹھ ماری ہوئی تھی اور ران کا ایک حصہ کھلا ہوا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے معمر! اپنی ران ڈھک لے کہ ران ستر میں داخل ہے۔

نوٹ: چوتھے حصے سے کم کھلے تو نماز ہوجائے گی اس سے زیادہ ہوتو نماز نہیں ہوگی۔

(۵۵۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَاِنَّ مَا اَسْفَلَ مِنْ سُرَّتِهٖ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ مِنْ عَوْرَتِهٖ

عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدن کا جو حصہ ناف کے نیچے ہے اور گھٹنوں سے اوپر تک ہے وہ اس کا ستر ہے یعنی نماز میں اس کے کھلنے سے نماز ٹوٹ جائیگی۔

(۵۵٦) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمْ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَىْءٌ" (متفق علیہ)[۳]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاتم میں سے کوئی شخص صرف ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جب کہ اسکے کندھوں پر اسمیں سے کوئی چیز نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قمیص یا چادر کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن صحابہ کرامؓ اور خود نبی کریم ﷺ کے جوایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے واقعات ہیں وہ عذر پر محمول ہیں وہ یا تو کپڑے کی تنگی کی وجہ سے ایسا ہوا یا وقت کی تنگی کی وجہ سے یا ان سے بیانِ جواز مقصود

[۱] مسند احمد بشرح بناء، ص۳/۸۳
[۲] مسند احمد بشرح بناء، ص۳/۸۳ [۳] مشکوٰۃ شریف ص ۷۲

جیسا کہ حضرت جابرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی ان روایات سے ثابت ہے۔

(۵۵۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى جَابِرٌ فِىْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّىْ فِىْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذَالِكَ لِيَرَانِىْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ وَاَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ بحوالہ مشکوۃ [1]

حضرت محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے ایک ہی تہہ بند میں نماز پڑھی جسکو گردن کے پیچھے گرہ لگا رکھی تھی حالانکہ آپؓ کے کپڑے کھونٹی پر لٹک رہے تھے اسپر کسی نے اعتراض کیا کہ آپ ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ایسا میں نے اسلئے کیا ہے تاکہ تیرے جیسے احمق مجھے دیکھ لیں (یعنی اس سے جواز معلوم ہوجائے) حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ہم میں سے کون تھا جسکے پاس دو کپڑے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپؓ نے ایک کپڑے میں نماز قصداً پڑھی تاکہ دیکھنے والوں کو اس کا جواز معلوم ہوجائے اور سابقہ عمل کی معذوری بھی ظاہر ہوجائے اس کی مزید تائید حضرت ابن مسعودؓ کی اس توجیہہ میں دیکھئے۔

(۵۵۸) عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ اَلصَّلٰوةُ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنَّةٌ كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُعَابُ عَلَيْنَا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِنَّمَا كَانَ ذَالِكَ اِذَا كَانَ فِى الثِّيَابِ قِلَّةٌ فَاِنَّمَا اِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَالصَّلٰوةُ فِى الثَّوْبَيْنِ اَزْكٰى (رواہ احمد) [2]

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بھی سنت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایسے کیا کرتے تھے اور اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا یہ تو اسوقت تھا جب کپڑوں کی قلت تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمائی تو دو کپڑوں میں نماز ادا کرنا ہی مستحب اور پاکیزہ کام ہے۔

واضح ہو کہ یہ دو کپڑے بھی بطورِ کفایت ہیں ورنہ رسول اللہ ﷺ تو تیسرا کپڑا عمامہ بھی استعمال کرتے تھے اسی لئے پگڑی باندھنا مسنون ہے۔

سر ڈھانپنے میں نبی کریم ﷺ اور اصحابؓ کی سنت

آنحضرت ﷺ اکثر و بیشتر سر کو ڈھانپ کے رکھتے تھے کھلے سر پھرنا آپ کی عادت نہ تھی چنانچہ شمائل ترمذی میں ہے۔

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۷۲ [2] بحوالہ سابقہ

(٥٥٩) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ (رواه الترمذی فی شمائله)[١]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سر ڈھانپ کر رکھا کرتے تھے۔

پھر سر مبارک پر کبھی پگڑی باندھتے تھے جس کے نیچے ٹوپی ہوا کرتی تھی اور کبھی صرف ٹوپی پر ہی اکتفاء کرتے تھے پگڑی کے نیچے ٹوپی رکھنے کی مسنونیت کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(٥٦٠) عَنْ اَبِیْ رُكَانَةَؓ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَرْقُ مَابَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَآئِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ (اخرجه ابو داؤد)

حضرت ابی رکانہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں کے اوپر پگڑیاں باندھیں۔

جب عام حالات میں بھی رسول اللہ ﷺ سر کو ڈھانپ کر رکھتے تھے تو نماز کی حالت میں تو بدرجہ اولیٰ ڈھانپتے ہوں گے کیونکہ اس میں زینت کا حصول ہے جس کا حکم قرآن پاک نے اس آیت میں دیا ہے "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" القرآن کہ ہر نماز یا ہر مسجد جانے کے وقت اپنا لباسِ زینت لے لیا کرو۔

اور لباسِ زینت تین کپڑے ہیں قمیص، تہہ بند یا شلوار اور عمامہ یا ٹوپی، اب میں نبی کریم ﷺ کی پگڑی اور ٹوپی کا ذکر الگ الگ کرتا ہوں تا کہ معلوم ہو کہ آپ ﷺ کبھی پگڑی باندھتے تھے اور کبھی ٹوپی پہنتے تھے مگر ننگے سر کبھی نہیں پھرتے تھے نہ نماز پڑھتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے عمامہ یعنی پگڑی کا ذکر

(٥٦١) عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍؓ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ (رواہ ابن ماجة)[٢]

حضرت عمرو بن حریث نے روایت کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

(٥٦٢) وَعَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ (رواہ ابن ماجه و ابو داؤد و الترمذی ونسائی)[٣]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے (یعنی فتح مکہ کے دن) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

[١] شمائل ترمذی ص ٧١ [٢] ابن ماجة ص٢/٢٦٤
[٣] ابن ماجة ص٢٦٤، ابو داؤد ص٢/٥٦٢، ترمذی ص١/٢٤٣، نسائی ص٢/٢٩٩

(۵۶۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ (رواه ابن ماجه و ابن ابی شیبة)۱

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

(۵۶۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَؓ الضَّمْرِیِّ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلٰی عِمَامَتِهٖ وَخُفَّیْهِ وَتَابَعَهٗ مَعْمَرٌ (رواه البخاری)۲

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح فرما رہے تھے۔

دیکھئے وضو کے وقت رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ موجود تھا اب جو لوگ نماز کے وقت پگڑی اتار کر پھینک دیتے ہیں ان کو رسول اللہ ﷺ کے بھی سر مبارک سے اتارنے کی روایت دکھانی چاہئے ورنہ اس بے تمیزی سے باز آجائیں کہ اس سے سنتِ نبوی ﷺ کی توہین ہوتی ہے۔

(۵۶۵) عَنْ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍؒ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَمُّ فِیْ کُلِّ عِیْدٍ (سنن کبری)۳

حضرت جعفر بن محمدؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر عید میں عمامہ باندھتے تھے۔

(۵۶۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْجُدُ عَلٰی کَوْرِ عِمَامَتِهٖ (رواه ابو نعیم بحواله نصب الرایة)۴

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے تھے۔

(۵۶۷) عَنْ عِکْرَمَةَؒ یَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ یَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ مِلْحَفَةٌ مُنْعَطِفًا عَلٰی مَنْکِبَیْهِ وَعَلَیْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَآءُ حَتّٰی جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ (رواه البخاری)۵

جناب عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ خانۂ اطہر سے نکلے اور آپکے اوپر بڑی چادر تھی اوڑھی ہوئی تھی جسکے دونوں پلو کندھوں پر موڑے ہوئے تھے آپکے سر مبارک پر چکنی پگڑی یا چکٹی پٹی بندھی ہوئی تھی اسی حالت میں آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔

(۵۶۸) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ وَعَلَیْهِ

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا

۱ ابن ماجة ص۲۶۴ ، مصنف ابن ابی شیبة ص۸/۲۳۷
۲ بخاری شریف ص۱/۳۳ ۳ سنن کبری ص۳/۲۸۰
۴ نصب الرایة ص۱/۳۸۴ ۵ بخاری شریف ص۱/۵۳۶

عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهٖ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ (رواہ ابو داؤد)[۱]

آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا آپ نے اپنا ہاتھ عمامے کے نیچے ڈالا اور سر کے اگلے حصے کا مسح کیا اور عمامے کو کھولا نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ وضو کے وقت آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ موجود تھا اور ظاہر ہے کہ وضو کے وقت تھا تو نماز کے وقت بھی تھا، کیونکہ اتارنا ثابت نہیں دوسرا یہ کہ مسح مکمل پگڑی پر نہیں تھا بلکہ چوتھے حصے کا مسح پگڑی کے نیچے سر کے اگلے حصے پر کیا ہے اور تیسرا یہ کہ مسح سارے سر کا فرض نہیں صرف چوتھائی کا فرض ہے باقی کا سنت اور سنت آپ نے پگڑی پر ادا کی۔

(۵۶۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَفْعَلُ ذَالِكَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ كَذَالِكَ (ترمذی شریف)[۲]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ عمامہ باندھتے تو اسکے شملہ کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے حضرت نافعؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ بھی اپنے شملہ کو کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے تھے عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ قاسم اور سالم دونوں ایسا ہی کرتے تھے۔

تبصرہ: علامہ انور صاحب کشمیریؒ کی تقریروں میں عمامہ کے متعلق یہ ارشادات موجود ہیں آپؒ "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ لفظِ زینت یہ چاہتا ہے کہ آدمی جب مسجد کے اندر آئے تو اچھی سے اچھی حالت میں ہو چنانچہ حدیث وفقہ نے اس کو بیان کیا ہے حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا عمامہ سات ذراع کا تھا اور فقہ میں ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے ان میں سے ایک عمامہ ہے (فیض الباری ص۸ ج ۲) نیز فرماتے ہیں کہ شیخ شمس الدین جزریؒ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے عمامہ کی مقدار کا تتبع کیا تو شیخ محی الدین نوویؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت کا عمامہ تین طرح کا تھا ایک تین ہاتھ کا اور دوسرا سات ہاتھ کا اور تیسرا بارہ ہاتھ کا اور ہاتھ آدھے گز کا ہوتا ہے یہ تیسرا عمامہ عیدین کیلئے تھا۔ (فیض الباری ص ۳۷۵ ج ۴)

صحابۂ کرام کی پگڑیوں کا ثبوت

حضور ﷺ کی طرح صحابۂ کرام بھی کبھی پگڑیاں اور کبھی ٹوپیاں پہنتے تھے جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے۔

[۱] ابو داؤد ص ۱/۱۹

[۲] ترمذی شریف ص ۱/۲۴۴

(۵۷۰) وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِىْ كُمِّهٖ (رواه البخاری)۱

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ سارے لوگ پگڑی کے پیچ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے اور انکے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

دیکھئے اس میں ساری قوم یعنی اصحاب وتابعین نے پگڑیاں باندھی ہوئی ہیں اور انہی کے پیچ پر سجدہ کر رہے ہیں۔

(۵۷۱) وَعَنْ عُبَادَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَاِنَّهَا سِيْمَاءُ الْمَلَائِكَةِ وَارْخُوْهَا خَلْفَ ظُهُوْرِكُمْ (رواه البیهقی)۲

حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پگڑیاں لازمی باندھا کرو کیونکہ یہ فرشتوں کی نشانی ہے اور انکا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکایا کرو۔

(۵۷۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ يَقُوْلُ عَمَّمَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَدَلَهَا مِنْ بَيْنِ يَدَىَّ وَمِنْ خَلْفِىْ (رواه ابو داؤد)۳

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے عمامہ بندھوایا تو اس کا شملہ میرے سامنے اور میرے پیچھے لٹکایا۔

(۵۷۳) عَنِ الْبَرَآءِ فِىْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ يَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُتَيْكٍ فَوَقَعْتُ فِىْ لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِىْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ الخ (رواه البخاری)۴

حضرت براء بن عازب ایک لمبی روایت میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عتیک فرماتے ہیں میں چاندنی رات (سیڑھیوں سے) گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی تو میں نے اسے پگڑی سے باندھا۔

وضاحت: اگر غیر مقلد گر جائے اور اس کی پنڈلی ٹوٹ جائے تو وہ کس چیز سے باندھے گا کیونکہ ان کے تو سر ہی ننگے ہوتے ہیں۔

(۵۷۴) عَنْ جَعْفَرَ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمَرِىِّؓ فِىْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فَجِئْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيْرٍ وَسَلَّمْنَا وَ رَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهٖ مَايَرٰى وَحْشِىٌّ اِلَّا عَيْنَيْهِ (رواه البخاری)۵

حضرت جعفر بن محمد ایک لمبی حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ ہم آئے اور تھوڑی دیر انکے پاس ٹھہرے اور ہم نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر فرمایا کہ عبید اللہ نے اپنا عمامہ کا ڈھاٹا باندھا ہوا تھا حضرت وحشی صرف انکی آنکھیں ہی دیکھ سکتے تھے۔

دیکھئے صحابیؓ نے عمامہ سر پر باندھا اور اس نے چہرے کو بھی چھپایا ہوا ہے۔

۱ بخاری شریف ص ۵۶/۱ ۲ مشکوۃ المصابیح ص ۳۷۷/۲
۳ ابوداؤد ص ۲۰۸/۲ ۴ بخاری شریف ص ۵۷۷/۲
۵ بخاری

(٥٧٥) عَنْ مَلْحَانَ بْنِ ثَوْبَانَ يَقُوْلُ كَانَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ عَلَيْنَا بِالْكُوْفَةِ سَنَةً وَكَانَ يَخْطُبُنَا كُلَّ جُمُعَةٍ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ (رواه البیہقی)[1]

ملحان بن ثوبانؒ فرماتے ہیں کہ ایک سال کوفہ میں ہمارے اوپر حضرت عمار بن یاسر امیر تھے وہ ہمیں ہر جمعہ خطبہ دیا کرتے تھے اور انکے سر پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا۔

ایک صحابی نے نماز میں پگڑی اور وہ بھی سیاہ باندھی ہوئی تھی۔

(٥٧٦) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ شَهِدْتُ الدَّارَ یَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانُ فَمَرَرْتُ فِی الْمَسْجِدِ فَاِذَا رَجُلٌ یُّنَادِیْ فِیْ ظُلَّةِ النِّسَآءِ مُخْتَبٍ بِسَیْفِهٖ عَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ فَاِذَا عَلِیٌّ قَالَ مَاصُنِعَ الرَّجُلُ قُلْتُ قُتِلَ قَالَ تَبًّا لَکُمْ لِسَآئِرِ الْیَوْمِ (رواه البیہقی)[2]

حضرت ابو جعفر انصاریؒ کہتے ہیں کہ قتل عثمان کے دن میں ان کے دیوان خانہ پر حاضر تھا میں مسجد میں گیا تو ایک شخص کو دیکھا جو عورتوں کے سائے کہ جگہ پکار رہا تھا وہ حضرت علیؓ تھے انہوں نے پوچھا اس شخص کا کیا بنا میں نے کہا کہ قتل کر دیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ تمہارے لئے ساری عمر کی ہلاکت ہے۔

(٥٧٧) عَنْ اَبِیْ لُؤْلُؤٍ قَالَ رَاَیْتُ عَلَی ابْنِ عُمَرَ عِمَامَةً سَوْدَآءَ (رواه البیہقی)[3]

ابو لؤلؤ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا انہوں نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

یہ حضرت علیؓ اور ابن عمرؓ ہیں کہ جنہوں سیاہ عمامہ زیب سر کر رکھا ہے۔

(٥٧٨) عَنْ سَعْدٍ قَالَ رَاَیْتُ رَجُلًا بِبُخَارٰی عَلٰی بَغْلَةٍ بَیْضَآءَ عَلَیْهِ عِمَامَةُ خَزٍّ سَوْدَآءُ فَقَالَ کَسَانِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (رواه البیہقی)[4]

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے بخاریٰ میں ایک آدمی کو دیکھا جو سفید خچر پر سوار تھا اور اسنے خز کا سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا انہوں فرمایا کہ یہ مجھے خود حضور ﷺ بندھوایا ہے۔

(٥٧٩) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْجُدُوْنَ وَاَیْدِیْهِمْ فِیْ ثِیَابِهِمْ وَ یَسْجُدُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ عَلٰی عِمَامَتِهٖ (رواه البیہقی)[5]

جناب حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے جب کہ ان کے ہاتھ ان کے کپڑوں کے اندر ہوتے تھے آدمی اپنی پگڑی پر سجدہ کرتا تھا۔

[1] بیہقی ص ۲۴۶/۳
[2] بیہقی ص ۲۴۷/۳
[3] بیہقی ص ۲۴۷/۳
[4] بیہقی ص ۲۷۱/۳
[5] سنن کبری بیہقی ص ۱۰۶/۲

(۵۸۰) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ إِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلْيَحْسُرِ الْعِمَامَةَ عَنْ جَبْهَتِهٖ (رواه البيهقى)١

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو اپنی پیشانی سے عمامہ کو پیچھے سرکا لے۔

(۵۸۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ إِذَا سَجَدَ وَعَلَيْهِ الْعِمَامَةُ يَرْفَعُهَا حَتّٰى يَضَعَ جَبْهَتَهٗ بِالْاَرْضِ (سنن كبرى بيهقى)٢

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ نے پگڑی باندھی ہوتی تو اسے پیشانی سے اوپر اٹھا لیتے اور پیشانی زمین پر رکھ کر سجدہ کرتے۔

(۵۸۲) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ اَنَّهٗ كَانَ إِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ حَسَرَ الْعِمَامَةَ عَنْ جَبْهَتِهٖ (سنن كبرى)٣

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے عمامہ کو پیشانی سے پیچھے سرکا لیتے۔

(۵۸۳) عَنِ السُّدِّیْ رَاَيْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعَلَيْهِ عِمَامَةُ خَزٍّ (نصب الراية)٤

سدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حسینؓ بن علیؓ کی زیارت کی جب کہ آپ کے سر مبارک پر خز کا عمامہ تھا۔

(۵۸۴) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ عَاشِرَ عَشْرَةٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ عَلِيٌّ وَّ ابْنُ جَبَلٍ وَّ حُذَيْفَةُ وَ ابْنُ عَوْفٍ وَّ اَنَا وَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَجَآءَ فَتًى مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ قَالَ ثُمَّ اَمَرَ ابْنَ عَوْفٍ فَتَجَهَّزَ لِسَرِيَّةٍ بَعَثَهٗ عَلَيْهَا فَاَصْبَحَ وَ قَدِ اعْتَمَّ بِعِمَامَةٍ كَرَابِيْسَ سَوْدَآءَ فَجَآئَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَقَضَهَا فَعَمَّمَهٗ فَاَرْسَلَ مِنْ خَلْفِهٖ اَرْبَعَ اَصَابِعَ نَحْوِهَا ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا يَا ابْنَ عَوْفٍ فَاعْتَمَّ فَاِنَّهٗ اَعْرَبُ وَاَحْسَنُ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَدَفَعَ اِلَيْهِ اللِّوَآءَ الخ (مجمع الزوائد)٥

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں دسواں آدمی تھا رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں وہاں ابوبکر، عمر، عثمان علی، ابن جبل، حذیفہ، ابن عوف، میں اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اتنے میں ایک انصاری نوجوان آیا اسنے سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا پھر ساری حدیث بیان فرمائی یہاں تک کہ آپ نے کہا پھر ابن عوف کو حکم دیا اور وہ ایک سریہ (لشکر) کو لیجانے کیلئے تیار ہو گئے جسکا آپؓ کو امیر بنایا گیا تھا جب صبح ہوئی تو آپ کپاس کی سیاہ پگڑی باندھ کر آ گئے تو نبی کریم ﷺ انکے پاس آئے اور انکی پگڑی کو کھول کر دوبارہ اچھی طرح باندھ دیا اور اسکا شملہ تقریباً چار انگل پیچھے لٹکا دیا پھر فرمایا کہ اے ابن عوف اسطرح باندھا کرو اسلئے کہ یہ زیادہ واضح اور خوبصورت لگتا ہے پھر بلالؓ کو حکم دیا اور انہوں نے جھنڈا آپ کو تھما دیا۔

١ سنن كبرى بيهقى ص ۱۰۵/۲
٢ سنن كبرى بيهقى ص ۱۰۵/۲
٣ سنن كبرى بيهقى ص ۱۰۵/۲
٤ نصب الراية ص ۲۲۸/۴
٥ مجمع الزوائد ص ۱۲۳/۵

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عوفؓ کو خود پگڑی باندھی اور اس کا طریقہ سکھلایا۔

(۵۸۵) عَنْ اَصْبَغ بْنِ نَبَاتَةَ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ مُعْتَمًّا یَمْشِیْ وَ مَعَهٗ نَحْوٌ مِّنْ اَرْبَعَةِ اَلْفٍ یَمْشُوْنَ مُعْتَمِّیْنَ هٰذَا اِسْنَادٌ ضَعِیْفٌ ﴿یہ سند ضعیف ہے﴾ (سنن الکبری بیہقی)[1]

جناب اصبغ بن نباتہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ آپؓ عید کے دن پگڑی باندھ کر نکلے آپؓ کے ساتھ چار ہزار آدمی تھے سب پگڑیاں باندھ کر چل رہے تھے یعنی عید کی نماز پڑھنے کیلئے۔

سبحان اللہ کیا پگڑیوں کی اور سنت کی بہار ہوگی جب ہزاروں آدمی پگڑیاں باندھ کر جا رہے ہوں گے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے عمامہ باندھا اور چار انگل شملہ لٹکایا اور فرمایا کہ جب میں آسمان پر گیا تو اکثر فرشتوں کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا طبرانی نے اس کو نقل کیا ہے اگرچہ اسناد ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ص۱۲۳ ج۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لائے تو ان پر کالا عمامہ تھا اور اس کے پلوؤں کو پیچھے لٹکایا ہوا تھا۔ سند ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد) ص۱۲۳ ج۵

مصنف ابن ابی شیبہ کی آٹھویں جلد میں بہت سے صحابہ وتابعین کے عماموں کا تذکرہ ہے وہ مختصراً یوں ہے۔

راوی کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا دیکھا اس کا شملہ آپ پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔ ابن ابی شیبہ ص۲۳٤ ج۸

حضرت انسؓ پر کالا عمامہ تھا بغیر ٹوپی کے تقریباً ایک ذراع پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔ ص۲۳۵ ج۸

حضرت عمارؓ کے سر پر کالا عمامہ تھا۔ بحوالہ سابقہ

حضرت عبدالرحمٰنؓ پر سیاہ عمامہ تھا۔ ص۲۳٦ ج۸

حضرت ابودرداءؓ پر سیاہ عمامہ تھا۔ بحوالہ سابقہ

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سیاہ عمامہ باندھتے تھے اور شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ ص۲٤۰ ج۷

عبیداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ (نافع وغیرہ) نے ہم کو بتایا کہ صحابۂ کرامؓ کو انہوں نے دیکھا کہ وہ عمامہ باندھتے تھے اور شانوں کے درمیان شملہ لٹکاتے تھے۔ ص۲٤۰ ج۸

عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ وہ دونوں پلوؤں کو اپنے سامنے لٹکائے ہوئے تھے۔ ایضاً

سلیمان بن ابی عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو پایا وہ سوتی عمامے باندھتے تھے کالے، سفید، سرخ، سبز اور زرد رنگ کے ان میں سے ایک عمامہ کو سر پر رکھتا پھر ٹوپی رکھتا پھر عمامہ کو اس طرح لپیٹا کہ ٹھوڑی کے نیچے سے نہیں نکالتا تھا۔ ص۲٤۱ ج۸

[1] سنن کبری بیہقی ج۳

حضرت زید بن ثابتؓ پر لنگی چادر اور عمامہ دیکھا۔ ایضاً

حضرت اسامہ عمامہ باندھتے تھے تو اس صورت کو مکروہ سمجھتے تھے کہ داڑھی اور حلق کے نیچے سے اس کو نکالیں۔ ایضاً

حضرت واثلہ بن اسقعؓ پر کالا عمامہ تھا۔ ص ۲۳۷ ج ۸

حضرت ابونضرہ پر بھی عمامہ تھا جسے وہ گردن کے نیچے لٹکاتے تھے۔ ص ۲۳۷ ج ۸

حضرت حسین بن علیؓ پر بھی سیاہ عمامہ تھا۔ ص ۲۳۷ ج ۸

محمد بن حذیفہؒ اسود اور حسن بصری پر بھی کالا عمامہ دیکھا۔ ایضاً

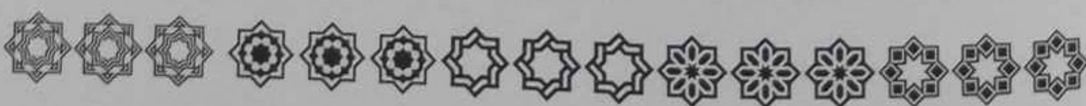
جناب شعبی اور سعید بن جبیرؒ پر سفید عمامہ دیکھا۔ ص ۲۳۶ ج ۸، ص ۲۴۰ ج ۸

قاضی شریح اور سالم و قاسم کے عمامے کا شملہ پیچھے لٹکا ہوا تھا۔ ص ۲۴۰ ج ۸

قاضی شریح ایک پیچ کا عمامہ باندھتے تھے۔ ص ۲۴۱ ج ۸

ملحوظ رہے کہ پیچھے ایک حدیث گزری ہے جس میں حضرت علیؓ کے ساتھ چار ہزار ساتھیوں کے عمامہ باندھنے کا تذکرہ ہے اور ان آثار میں بھی بیس صحابہؓ و تابعینؒ کے عمامہ باندھنے کا ذکر ہے، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دورِ اصحابؓ و تابعینؒ کے معاشرے میں سر پہ پگڑی مسلمانوں کی نشانی تھی؟ پھر بھی اہل حدیث کہلانے والوں کا ننگے سر پھرنا اور ننگے سر نماز پڑھنا سنتِ انگریز پر عمل نہیں تو پھر اور کیا ہے کیونکہ ننگے سر کی آوارہ گردی کو انگریز ہی نے متعارف کروایا ہے ان سے پہلے گنہگار اور فاسق و فاجر مسلمان بھی سر پر پگڑی باندھتے یا ٹوپی رکھتے تھے ننگے سر کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

جائزۃ الشعوذی شرح ترمذی از مولانا بدیع الزمان غیر مقلد میں حدیثِ ابن عمرؓ پر یہ فائدہ لکھا ہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے احادیثِ متعددہ میں اس کے فضائل مذکور ہیں مروی ہے کہ دو رکعت نماز با عمامہ ستر رکعت بلا عمامہ سے بہتر ہے اور چھوڑنا شملہ کا افضل ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شملہ کو چھوڑتے اور کبھی بلا شملہ کے باندھتے تھے اور کبھی شملہ گردن کے گرد لپیٹ لیتے تھے کہ تحنیک کی صورت یہی ہے اور کبھی ایک شملہ کو ٹھونس لیتے اور ایک کو لٹکا لیتے اور اکثر شملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسِ پشت لٹکتا تھا اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو شملہ بھی لٹکاتے تھے دونوں شانوں کے درمیان اور کبھی جانبِ راست لٹکاتے اور جانبِ چپ لٹکانا بدعت ہے اور اقل مقدار شملہ کی چار انگل ہے اور اکثر ایک دست (ہاتھ) اور طول اس کا نصف پشت سے زیادہ بدعت ہے اور داخل اسبال اور شاملِ اسراف بدعت ہے اور اگر بطریقِ تکبر ہو تو حرام ہے وگرنہ مکروہ خلاف سنت۔ هذا ماقال الشیخ فی شرح المشکوٰۃ ترمذی مترجم اوّل ص ۶۳۸



عمامہ کے فوائد

از حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تھے۔
۲) اگر عمامہ نہ ہو تو سر اور پیشانی مبارک پر ایک پٹی باندھ لیتے تھے۔
۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ تقریباً سات گز کا ہوتا تھا۔
۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تو شملہ ضرور چھوڑتے تھے اور کبھی عمامہ کا ایک پیچ ٹھوڑی کے نیچے سے گزار لیتے تھے۔
۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا شملہ ایک بالشت کے قریب تھا۔
۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان پیچھے کی جانب ہوتا تھا۔
۷) عمامہ باندھنے کے ختم پر اس کا آخری پلو بجائے آگے کے پیچھے کے رخ اُڑس لیتے تھے۔
۸) تپشِ آفتاب کی وجہ سے کبھی عمامہ کا شملہ سر پر ڈال لیتے تھے۔
۹) عمامہ کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی ضرور پہنتے تھے۔

شمائل نبوی ص ٤١٥

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی کا ذکر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سر مبارک پر عمامہ باندھتے تھے تو عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھتے تھے اسی طرح اکیلی ٹوپی بھی پہنتے تھے جیسا کہ ان رویات سے ثابت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی سر سے چپکی تھی اور اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ سیرت المصطفیٰ ج ۲

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ السراج المنیر ص ۱۸۳/۳ ، تحفة الاحوذی ص ۷۹/۲ ، علیکم بسنتی ص ٦٣

ابو شیخ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین ٹوپیاں تھیں۔ بذل المجهود ص ٥١/٦

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔
سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ اس کی سند حسن ہے جامع صغیر کے شارح عزیزی نے بھی فرمایا ہے کہ اسکی سند حسن ہے۔ (السراج منیر ص ۱۱۲/۴) مجمع الزوائد میں اس کی تنقید ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تین ٹوپیاں اس طرح کی تھیں ایک کے اندر کوئی چیز بھری اور سلی ہوئی تھی دوسری یمنی دھاری کان والی، جس کو آپ ﷺ سفر میں پہنتے تھے کبھی نماز پڑھتے وقت آپ ﷺ اس کو سامنے رکھ لیتے تھے (تذکرۃ الموضوعات ص۱۵۵) پر اس کو ضعیف لکھا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ سفر میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں پتلی یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے ابوشیخ نے اس کو روایت کیا ہے عراقی نے کہا ہے کہ ٹوپی کے باب میں یہ سند سب سے عمدہ ہے۔(فیض القدیر ص۲٤٦/٥)

صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ کی ٹوپیاں

باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر

۱)...

(٥٨٦) وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِىْ كُمِّهِ (رواہ البخاری)۱؎

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لوگ (صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ) پگڑی اور ٹوپی کے اوپر سجدہ کرتے تھے اور ان کے ہاتھ آستینوں کے اندر ہوتے تھے۔

یعنی زمین تپی ہوئی ہونیکی وجہ سے وہ پگڑی کے پیچ اور ٹوپی کی باڑ پر سجدہ کر لیتے جبکہ ہاتھ آستینوں کے اندر ہوتے تھے۔

باب استعانۃ الید فی الصلوۃ

۲)...

(٥٨٧) وَ وَضَعَ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهٗ فِىْ الصَّلٰوةِ وَ رَفَعَهَا (رواہ البخاری)۲؎

ابواسحاق نے اپنی ٹوپی نماز کے اندر ہی رکھ لی اور پھر اٹھالی۔

۳)... ابوکبشہ انصاری سے روایت ہے کہ صحابۂ کرامؓ کی ٹوپیاں چپکی اور سروں سے لگی ہوئی ہوتی تھیں۔سیرت المصطفیٰ ج۳

۴)... حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے پھر میں دوسری دفعہ آیا تو صحابۂ کرام کو دیکھا وہ اپنے ہاتھوں کو نماز کے شروع میں سینوں تک اٹھاتے اور انہوں نے لمبی ٹوپیاں کمبل اور چادریں پہنی ہوئی تھیں۔ابو داؤد ص۱۰۵/۱

۵)... زید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کے سر پر ٹوپی دیکھی۔بیہقی ص۲۸/۲

۶)... عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ پر لمبی ٹوپی دیکھی بخاری شریف میں بھی حضرت انسؓ پر ٹوپی کا دیکھنا مذکور ہے۔ بخاری شریف ۸٦٣/۲) میں ہے۔

باب البرانس

(٥٨٨)... قَالَ لِیْ مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ رَاَیْتُ عَلٰی اَنَسٍ بُرْنُسًا اَخْضَرَ مِنْ خَزٍّ معتمر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سناوہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ پر سبز خز کی لمبی ٹوپی دیکھی ہے۔

٨)اشعث کے والد کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ بیت الخلاء سے نکلے تو ان کے سر پر ٹوپی تھی اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے شریح پر ٹوپی دیکھی ہے۔

٩)ابوشہاب کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعیدؓ پر ٹوپی دیکھی ہے۔

١٠)امام زین العابدین ابراھیم نخعیؒ اور ضحاک پر بھی ٹوپی دیکھنا مذکور ہے۔

یہ تمام روایات مصنف ابی شیبہؒ ج ٨ص ٢١٢۔٢١٣ پر مذکور ہیں۔

١١)حضرت علیؓ کے سر پر مصری ٹوپی تھی۔ طبقات ابن سعد اردو ص ١٨٧/٣

١٢)ابواسحاق سبیعی پر ٹوپی کا ذکر بخاری شریف میں ہے۔

١٣)ابن عربی فرماتے ہیں کہ ٹوپی انبیاء اور صالحین کا لباس ہے سر کی حفاظت کرتی ہے اور عمامہ کو جماتی ہے اور ٹوپی سر کے ساتھ لگی ہوئی ہونی چاہئے اوپر کو اٹھی ہوئی نہ ہو۔

١٤)ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ ہماری پھوپھی سیدہ عائشہ عرفہ کی رات کو ہمارے سر منڈایا کرتی تھیں اور پھر اگلی صبح یعنی عید کی صبح کو ٹوپیاں پہنا کر مسجد میں عید کیلئے بھیجا کرتی تھیں اور ہماری طرف سے قربانی کیا کرتی تھیں۔ ابن سعد ص ١٣٩/٥ ، سیر صحابہ ص ٤٠٢/٧

ترمذی شریف میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شہید وہ ہے جس کا ایمان عمدہ ہو اور وہ دشمن کافر سے لڑتا ہوا اور اللہ کے وعدوں کی تصدیق کرتا ہوا اور بہادری سے لڑتا ہوا شہید ہو جائے اس کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ لوگ قیامت کے دن اسکی طرف اپنی نگاہ اس طرح اٹھائیں گے یہ کہتے ہوئے حضور ﷺ نے نگاہ اوپر کی طرف اٹھائی یا راوی حضرت عمرؓ نے سر اوپر اٹھایا کہ ان کی ٹوپی نیچے گر گئی۔ ترمذی شریف ص ٢٩٤ ج ١

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے سر مبارک پر یا حضرت عمرؓ کے سر مبارک پر ٹوپی تھی جو گر گئی۔

ابو کبشہ کی روایت میں جن صحابۂ کرامؓ کی گول سر سے لگی ہوئی چھوٹی بار کی ٹوپیوں کا ذکر ہے ان کا صحیح چربہ وہ گول ٹوپیاں ہیں جو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متوسلین کے استعمال میں ہیں۔

استفتاء

کیا صرف ٹوپی رکھنا اوراس سے نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ خیر الفتاویٰ ص ۲۳۰ ج ۱

آنحضرت ﷺ سے صرف عمامہ پہننا اور صرف ٹوپی پہننا بھی منقول ہے۔

حضور پرنور ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں بغیر ٹوپی کے پگڑی پہنی ہے؟ یا کہ نہیں اور بغیر پگڑی کے ٹوپی پہنی ہے کہ نہیں؟

الجواب

آنحضرت ﷺ نے صرف ٹوپی یا صرف پگڑی پہنی ہے زاد المعاد میں ہے۔

(۵۸۹) وَكَانَ يَلْبَسُ الْقَلَنْسُوَةَ بِغَيْرِ عِمَامَةٍ وَّ يَلْبَسُ الْعِمَامَةَ بَغَيْرِ الْقَلَنْسُوَةِ الخ وَلَابَأْسَ بِلُبْسِ الْقَلَانِسِ وَقَدْ صَحَّ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَلْبَسُهَا (۵۹۰) (کذا فی العالم گیری) وَفِیْ التِّرْمَذِیِّ كَانَتْ كُمَامُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُطْحًا فقط واللہ اعلم

یعنی آنحضرت ﷺ نے ٹوپی بغیر عمامے کے اور ٹوپی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے اور ٹوپیوں کے پہننے میں کوئی قباحت نہیں اور یہ صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ ٹوپی پہنتے تھے۔ جب کہ عالم گیری میں اور ترمذی میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپیاں سر سے لگی ہوتی تھیں۔ زاد المعاد

سوال: امام اگر بلا عمامہ کے نماز پڑھائے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں یہ مسئلہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر پیش امام بلا عمامہ کے نماز پڑھائے تو جو مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں انکی نماز نہ ہوگی۔

جواب: اگر امام بلا عمامہ کے نماز پڑھائے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں تو سب کی نماز درست ہے کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی البتہ امام مالکؒ کے نزدیک امام مسجد کو بغیر چادر اوڑھے نماز پڑھانا مکروہ ہے لیکن اسکے ترک پر نماز کا فاسد ہونا انکے نزدیک بھی نہیں ہے۔

قَالَ مَالِكٌ وَاَكْرَهُ لِلْاِمَامِ اَنْ يُّصَلِّيَ بِغَيْرِ رِدَآءٍ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اِمَامُ قَوْمٍ فِیْ سَفَرٍ الخ امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۳۰

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا بلا عمامہ نماز پڑھانا درست بلا کراہت ہے اگرچہ عمامہ پاس رکھا ہو (یعنی جب کہ سر ٹوپی وغیرہ سے ڈھکا ہوا ہو) البتہ عمامہ سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۲۶

اور عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے پڑھانے پر بہت اصرار بھی درست نہیں اس کو واجب کے درجہ میں نہ سمجھا جائے ہاں مستحب کے

... میں مانتے ہوئے ترغیب بھی دی جائیگی لیکن بلا عمامہ کراہت بالکل نہیں جیسا کہ حضرت گنگوہی سے نقل کیا گیا ہے اسی طرح عمامہ
ٹوپی کے اوپر باندھنا مسنون ہے۔ تنہا عمامہ باندھنا مشرکین سے مشابہت ہے جس سے بچنا ضروری ہے عمامہ عرب کی نشانی ہے ملائکہ کا
نشان ہے مسلمانوں کا وقار ہے گرمی سردی سے بچاتا ہے ضرورت کے وقت ازار اور رداء کا کام دیتا ہے چوٹ سے بچاتا ہے نیچے بچھانے
اور اوپر اوڑھنے کا کام بھی دے سکتا ہے اسمیں کوئی چیز ڈال کر لا سکتے ہیں رومال اگر ٹوپی کے اوپر باندھا جائے تو عمامہ کا قائم مقام ہے۔

بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس پر ایک دلچسپ مضمون

از مکرمی محترمی جناب حافظ عبدالرشید صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اکتوبر ۱۹۹۳ء کے ''الرشید'' آپ نے ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے حوالے سے ممتاز و مشہور اہل حدیث عالم مولانا سید محب
اللہ راشدی کا ایک خصوصی مضمون شائع کیا ہے، جس کا عنوان ہے ''نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ'' اس میں فاضل مضمون نگار نے
''الاعتصام'' میں شائع شدہ ایک مضمون پر تعاقب کیا ہے۔ ...... سید محب اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں سر ڈھانپنا چاہئے کسی
حدیث میں اس قسم کے الفاظ نہیں کہ نماز پڑھنے سے پہلے عمامہ یا ٹوپی سر سے اتار دو اور سر ننگا کر کے نماز پڑھو...... بلاشبہ یہ بہت اچھا
مضمون ہے میں نے دو دفعہ پڑھا ہے حالانکہ اس سے قبل ''الاعتصام'' میں بھی پڑھ چکا تھا۔ اس ضمن میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا
ہوں، میری گزارشات کا تعلق نفسِ مسئلہ سے نہیں ہے اس کی وضاحت تو محب اللہ صاحب نے کر دی ہے میں صرف یہ عرض کروں گا
کہ اس سلسلے میں مشاہیر علماء اہل حدیث کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ ..... اگر آپ مناسب سمجھیں تو ''الرشید'' شائع فرمادیں۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی ننگے سر نماز پڑھنے کے سخت مخالف تھے۔ بعض لوگ گرمیوں میں محض بنیان پہن کر نماز پڑھنا شروع کر
دیتے ہیں اسکی بھی وہ شدید مخالفت کرتے تھے عام طور پر اہل حدیث حضرات نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگتے، اس سے بھی مولانا
اختلاف کرتے تھے۔ وہ ہر نماز کے بعد قبلہ رخ بیٹھے ہوئے لمبا وظیفہ پڑھتے تھے اور پھر ہاتھ اٹھا کر خشوع خضوع سے دعا مانگتے تھے۔

دار العلوم تقویۃ الاسلام کے وہ مہتمم تھے اور وہیں باجماعت نماز ادا فرماتے تھے جماعت وہ خود نہیں کراتے تھے دار العلوم کے
کسی مدرس کو امام مقرر فرما لیتے تھے طلباء کو باقاعدہ ہدایت تھی کہ باجماعت نماز ادا کریں نماز میں سر ننگا نہ رکھیں اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا
کر دعا مانگیں۔

ایک دن مولانا نے چینیاں والی مسجد میں نمازِ عصر ادا کی نماز کے بعد دعا مانگ کر بیٹھے تھے کہ ان کے ایک عقیدت مند اہل
حدیث جو اسی محلہ میں رہتے تھے نماز پڑھنے کیلئے آئے، ان کا نام ملک محمد رفیق تھا انہوں نے ننگے سر نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے تو
مولانا نے اس سے فرمایا:

ملک صاحب! اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات عرض کروں۔

لفظ ''عرض'' اور ''اجازت'' سن کر وہ پریشان ہوئے اور بولے:

حضرت فرمائیے کیا ارشاد ہے۔

فرمایا: ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔

اس سلسلے کا ایک لطیفہ مولانا محمد اسماعیل (گوجرانوالہ) کا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے علم و فضل سے نوازا تھا تحریر و تقریر کا انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔

یہ فقیر ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۲ء میں دو سال مولانا ممدوح کے حلقۂ درس میں شامل رہا پھر ''الاعتصام'' کے اجرا کے بعد فروری ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء کے آخر تک ان کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ وہ کثیر العلم اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔ میں ان شاء اللہ ان کے متعلق ایک مستقل مضمون شائع کروں گا بہت لوگوں کے بارے میں لکھا اور بہت لوگوں کے بارے میں لکھنے کو جی چاہتا ہے، استاذ مکرم مولانا اسماعیل صاحب مرحوم و مغفور بھی اسی فہرست میں شامل ہیں جن کے متعلق اپنے انداز سے کچھ گزارشات پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

یہاں ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق مولانا ممدوح کا ایک لطیفہ بیان کرنا چاہتا ہوں، جو واقعہ بھی ہے۔ ایک دن ایک اہل حدیث مولوی صاحب ان کی مسجد میں تشریف لائے جو بڑے جھگڑالو تھے اور بات بات پر بحث و جدال پر اتر آتے تھے انہوں نے سر پر پگڑی باندھی ہوئی تھی پگڑی سر سے اتاری اور نماز پڑھنا شروع کر دی وہ نماز پڑھ چکے تو مولانا نے فرمایا یہ آپ نے کیا حرکت کی، پگڑی اتار کر نماز پڑھنا کہاں کا مسئلہ ہے؟

مولوی صاحب نے جواب دیا میں نے ٹھیک کیا ہے میرے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کرلیں۔

مولانا نے فرمایا: مجھے آپ کے ساتھ بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں نے تو ایک شریفانہ بات کی تھی کہ پگڑی اتار کر نماز پڑھنا مناسب نہیں (گفتگو پنجابی میں ہو رہی تھی) اگلی بات جو مولانا اسماعیل صاحب نے فرمائی میں وہ پنجابی ہی میں بیان کرنا چاہتا ہوں فرمایا: ''ایہ تاں اک پگڑی دی گل سی، میرے ولوں توں لکڑی وی لا دے''

مولانا حافظ عنایت اللہ اثری گجراتی معروف اہل حدیث عالم تھے۔ عربی اور اردو میں انہوں نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی تھیں سیاسی اعتبار سے اکابر علماءِ اہل حدیث کی طرح نیشلٹ تھے اور انگریزی حکومت کے سخت مخالف، طویل عرصہ تک چمرقند کی جماعت مجاہدین کے مرکز میں رہے اور کئی سال جیلوں میں گزارے۔ انگریزوں نے ان پر اتنی سختی کی تھی کہ انکے مردانہ اعضاء بالکل بیکار کر دئے گئے تھے اور انکے کوئی اولاد نہ تھی، لیکن وہ بہت خوش مزاج اور صابر و شاکر تھے۔ مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے وہ گہرے دوست تھے اور ان

سے ملاقات کیلئے اکثر گوجرانوالہ آیا کرتے تھے، میں نے ان کو پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء کے آخر میں دیکھا تھا اور انکی باتیں سنی تھیں۔

ایک دفعہ وہ گوجرانوالہ تشریف لائے، مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا حنیف ندوی صاحب سے ''الاعتصام'' کے دفتر میں ملے میں بھی حاضر تھا یہ غالباً ۱۹۵۲ء کے جنوری یا فروری کی بات ہے، اس وقت ''الاعتصام'' گوجرانوالہ سے ہی نکلتا تھا لاہور منتقل نہیں ہوا تھا ایک صاحب وہاں آئے جو حافظ عنایت اللہ اثری صاحب مرحوم کے جاننے والے تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب سے سوال کیا کہ ننگے سر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

حافظ صاحب نے جواب دیا نماز ہو جاتی ہے، لیکن اس سے بچنا چاہئے پگڑی یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنی چاہئے۔

سائل نے پوچھا یہ کہاں لکھا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنے سے بچنا چاہئے۔

حافظ صاحب نے اس سوال کا نہایت عمدہ جواب دیا، فرمایا جہاں چاہو لکھ لو، بات وہی ہے جو میں نے بتادی۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکابر مشاہیر علمائے اہل حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور عجز و انکساری کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے لیکن نئے دور کے اہل حدیث علماء ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ سے کچھ مانگنے کو حدیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

اہل حدیث حضرات میں ایک عجیب و غریب بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ نماز شروع کرتے ہی ان کے جسم پر کھجلی ہونے لگتی ہے، ادھر نماز کی نیت باندھی اور ادھر کھجلانا شروع کر دیا کبھی سر میں ہاتھ پھیرا، کبھی داڑھی میں، کبھی بغلوں میں کبھی کان میں، کبھی کہیں یہ ''حرکت فی الصلوٰۃ'' کا مسئلہ معلوم نہیں ان کو حدیث کی کس کتاب سے ملا ہے۔

نمازیں جمع کرنے کے بھی اہل حدیث حضرات بہت شائق ہیں ان کی کسی میٹنگ میں جا کر دیکھئے، ظہر کی نماز پڑھی اور ساتھ ہی عصر لپیٹ دی۔

بہر حال مولانا محب اللہ راشدی صاحب کو اللہ تعالیٰ خوش رکھے وہ بہت بڑے عالم ہیں اور ان کے معلومات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ نماز میں سر ڈھانپنے کے متعلق انہوں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ لائق مطالعہ ہے، اس پر عمل کرنا چاہئے۔ آپ نے یہ مضمون چھاپ کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کے علم میں لانے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

بلغ العلی بکمالہ حسنت جمیع خصالہ

کشف الدجی بجمالہ صلوا علیہ وآلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

مولانا محب اللہ راشدی

ننگے سر نماز پڑھنے کے بارے میں دو آراء ہو نہیں سکتیں یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔

احادیث کی تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سر پر یا تو عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں۔ راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ حضور کریم ﷺ ننگے سر آیا جایا کرتے تھے یا کبھی سر مبارک بغیر عمامہ وغیرہ کے تھا لیکن مسجد میں آ کر عمامہ وغیرہ رکھ دیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی ہو، کسی محترم دوست کی نظر میں اگر کوئی ایسی حدیث موجود ہو تو ہمیں ضرور مستفید کیا جائے۔ ذیل میں چند احادیث مبارکہ لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) حضرت عمرو بن امیہؓ الضمری بیان کرتے ہیں۔

(۵۹۱) رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلٰی عِمَامَتِهٖ وَخُفَّیْهِ (رواہ البخاری)[۱]

میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ عمامہ اور موزوں پر مسح فرماتے تھے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ضرور اس عمامہ سے نماز پڑھی ہوگی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عمامہ پر مسح کیا ہو لیکن جس پر مسح کیا اس کو نماز میں اتار کر رکھ دیا ہو یہ حدیث حضر و سفر دونوں کو شامل ہے۔

(۲) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ غزوہ تبوک کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز فجر سے پہلے حاجت کیلئے نکلے، قضاءِ حاجت کی پھر واپس آئے پھر حضرت مغیرہؓ نے پانی ڈالا اور آپ ﷺ نے وضو فرمایا پھر اس میں یہ الفاظ ہیں۔

[۱] صحیح البخاری مع فتح الباری ص ۱/۳۰۸

(۵۹۲) ثُمَّ مَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ (رواہ مسلم) ۱؎ — پھر اپنی پیشانی مبارک اور سر پر مسح کیا۔

(۵) حضرت عمرو بن حریثؓ فرماتے ہیں:

(۵۹۳) كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ قَدْ اَرْخٰى بَيْنَ كَتِفَيْهِ (رواہ مسلم) ۱؎

گویا میں آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہا ہوں ان کے سر مبارک پر کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا۔

(۶) حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں:

(۵۹۴) دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی تھی۔

بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے معارض ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہے اور جس میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھا۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے پہلے جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر مبارک پر خود تھا پھر اس کو اُتار لیا (جیسا کہ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے) اس کے بعد عمامہ پہن لیا، اس طرح ہر کسی نے جو دیکھا بیان کر دیا اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں (۵) حضرت عمرو بن حریثؓ سے مروی ہے:

(۵۹۵) اَنَّهٗ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ — آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔

یہ خطبہ کعبہ کے دروازہ کے قریب تھا، یہ دخول کے تمام ہونے کے بعد ہوا، بعض علماء نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی بیان کیا ہے کہ یہ کالا عمامہ خود کے اوپر تھا یا خود کے نیچے باندھا ہوا تھا تاکہ آپ ﷺ خود کے لوہے سے اپنے سر مبارک کو محفوظ رکھ سکیں۔
فتح الباری ص ۶۱/۴، ۶۲

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

(۵۹۶) كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ

رسول اللہ ﷺ جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے۔

صاحب ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص ۳۷۵)

۱؎ مسلم شریف ص ۱۶۱/۱
۲؎ مسلم شریف ص ۲۷۳/۱

۷) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں:

(۵۹۷)عَمَّمَنِی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَدَلَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ (رواه ابوداؤد)[۱]

رسول اللہ ﷺ نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے اور میرے پیچھے اس کا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔

۸) حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے:

(۵۹۸)سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَلشُّهَدَآءُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ اَتَى الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَالِكَ الَّذِیْ يَرْفَعُ النَّاسُ اَعْيُنَهُمْ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَرَفَعَ رَاْسَهُ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَةٌ فَلَا اَدْرِیْ قَلَنْسُوَةُ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(جامع ترمذی)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ شہداء چار ہیں، انمیں سے ایک وہ آدمی ہے جو عمدہ ایمان والا ہو وہ دشمن کی طرف آیا اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ (اجر وثواب) کی تصدیق کی (لڑتا رہا) حتی کہ وہ قتل ہو گیا تو یہ وہ شخص ہے جسکی طرف لوگ قیامت کے دن آنکھیں اٹھائینگے اس طرح اور اپنا سر اٹھایا حتی کہ ٹوپی گر گئی (راوی کہتے ہیں) مجھے معلوم نہیں کہ عمرؓ نے اس ٹوپی کے گرنے سے مراد اپنی ٹوپی کو لیا یا نبی ﷺ کی ٹوپی کو۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن درجے کی کہا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ یا نبی کریم ﷺ اس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

۹) ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ذکر کی ہے:

(۵۹۹) اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ فِی السَّفَرِ ذَوَاتَ الْاُذُنَانِ وَفِی الْحَضَرِ الْمُضَمَّرَ يَعْنِی الشَّامِيَّةِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں مضمر یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے۔

قَالَ الْعَرَاقِیُّ وَهُوَ اَجْوَدُ الْاَسْنَادِ فِی الْقَلَانِسِ

عراقی کہتے ہیں کہ ٹوپیوں کے بارے میں یہ حدیث بہت عمدہ اسناد والی ہے۔

۱۰) امام بخاریؒ اپنی صحیح کے کتاب اللباس میں ''باب البرانس'' کے تحت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ حدیث لائے ہیں۔

[۱] مشکوۃ ص ۴۷۵/۲

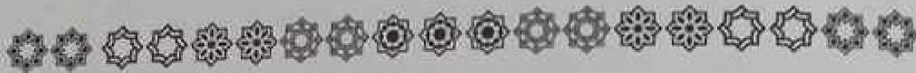
اِنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَلْبَسُوْا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ

(فتح الباری)[1]

ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محرم کونسے کپڑے پہن سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا نہ قمیص پہنے اور نہ ہی پگڑیاں باندھے، نہ شلواریں پہنے، نہ برانس یعنی ٹوپی اور نہ ہی موزے۔

(برانس برنس کی جمع ہے یہ ایک قسم کی ٹوپی ہے)

بخاریؒ اس کے بعد ج ا ص ۸۷۳ پر ''باب العمائم'' کے تحت بھی یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی لائے ہیں۔ بخاری شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور پگڑیاں اکثر و بیشتر پہنتے اور استعمال کرتے تھے ننگے سر پھرنا ان کی عادت نہ تھی بلکہ وہ اس کو شرافت کے خلاف سمجھتے تھے۔



[1] فتح الباری ص ۲۷۱/۱، ۲۷۲

بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے

سر کا ڈھانپنا اس زینت میں داخل ہے جس کا حکم آیتِ قرآنی "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" میں دیا گیا ہے یعنی ہر سجدہ اور نماز کے وقت اپنا لباس زینت لے لیا کرو۔ امام ترمذی کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات سر ڈھانپ کر رکھتے تھے روایت یہ ہے:

(۶۰۰) عَنْ اَنَسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ (رواه الترمذی فی شمائله)۱

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سر ڈھانپ کر رکھتے تھے۔

یعنی نماز کے باہر بھی پس نماز کے اندر تو بطریق اولیٰ سر مبارک پر ٹوپی ہوتی ہوگی، کیونکہ وہ "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ" میں داخل ہے مگر غیر مقلد کے سر پر ٹوپی ہو تو اسے اتار کر نیچے پھینک دیتا ہے۔ فیا للعجب

وضو کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر پگڑی تھی

(۶۰۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ (رواه ابو داؤد فی باب المسح علی الخفین)۲

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا پس آپ نے عمامہ کے نیچے اپنے ہاتھ کو داخل کیا پس آپ نے مسح کیا سر کے اگلے حصہ پر اور عمامہ نہیں اتارا۔

اب جو لوگ نماز کے وقت پگڑی اتار کر پھینک دیتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے سر سے بھی پگڑی اتارنے کی روایت دکھائیں ورنہ اس بے تمیزی سے باز آجائیں کہ یہ سنت کی توہین ہے۔

اس لئے ننگے سر نماز پڑھنا اس آیت اور انسانی تہذیب کے خلاف ہے کیونکہ ننگے سر بیٹا باپ کے سامنے اور شاگرد استاذ کے سامنے سائل حاکم کے سامنے اور مرید پیر کے سامنے جانے کو بد تہذیبی سمجھتا ہے پھر یہ کیا غضب ہے کہ مخلوق کے سامنے اس بد تہذیبی سے احتراز کیا جائے مگر خالق کائنات کے دربار میں اس بد تہذیبی کو دہرایا جائے اور ٹوپی رومال ہوتے ہوئے بھی انہیں پھینک کر ننگے سر نماز پڑھی جائے بارگاہ خداوندی کی اس بے ادبی کو محسوس کرتے ہوئے اکابر غیر مقلد علماء نے بھی اس کے خلاف

بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے

سر کا ڈھانپنا اس زینت میں داخل ہے جس کا حکم آیتِ قرآنی ''خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' میں دیا گیا ہے یعنی ہر سجدہ اور نماز کے وقت اپنا لباس زینت لے لیا کرو۔ امام ترمذی کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات سر ڈھانپ کر رکھتے تھے روایت یہ ہے:

(۶۰۰) عَنْ اَنَسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ (رواه الترمذی فی شمائله)۱

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سر ڈھانپ کر رکھتے تھے۔

یعنی نماز کے باہر بھی پس نماز کے اندر تو بطریق اولیٰ سر مبارک پر ٹوپی ہوتی ہوگی، کیونکہ وہ ''خُذُوا زِيْنَتَكُمْ'' میں داخل ہے مگر غیر مقلد کے سر پر ٹوپی ہو تو اسے اتار کر نیچے پھینک دیتا ہے۔ فیا للعجب

وضو کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر پگڑی تھی

(۶۰۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ

(رواه ابو داؤد فی باب المسح علی الخفین)۲

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا پس آپ نے عمامہ کے نیچے اپنے ہاتھ کو داخل کیا پس آپ نے مسح کیا سر کے اگلے حصہ پر اور عمامہ نہیں اتارا۔

اب جو لوگ نماز کے وقت پگڑی اتار کر پھینک دیتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے سر سے بھی پگڑی اتارنے کی روایت دکھائیں ورنہ اس بے تمیزی سے باز آجائیں کہ یہ سنت کی توہین ہے۔

اس لئے ننگے سر نماز پڑھنا اس آیت اور انسانی تہذیب کے خلاف ہے کیونکہ ننگے سر بیٹا باپ کے سامنے اور شاگرد استاذ کے سامنے سائل حاکم کے سامنے اور مرید پیر کے سامنے جانے کو بد تہذیبی سمجھتا ہے پھر یہ کیا غضب ہے کہ مخلوق کے سامنے اس بد تہذیبی سے احتراز کیا جائے مگر خالق کائنات کے دربار میں اس بد تہذیبی کو دہرایا جائے اور ٹوپی رومال ہوتے ہوئے بھی انہیں پھینک کر ننگے سر نماز پڑھی جائے بارگاہ خداوندی کی اس بے ادبی کو محسوس کرتے ہوئے اکابر غیر مقلد علماء نے بھی اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے، دیکھئے!

فتویٰ اکابر غیر مقلدین علماء

مولوی نذیر حسین دہلوی کا فتویٰ

ٹوپی اور عمامہ سے نماز پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ لباس زینت ہے اگر ٹوپی یا عمامہ رکھتے ہوئے تکاسلاً برہنہ نماز پڑھی تو مکروہ ہے۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۱/۲۴۰

مولانا محمد اسماعیل سلفی سابق امیر جمعیت اہلحدیث کا فتویٰ

غرض کسی حدیث شریف سے بلاعذر ننگے سر نماز کی عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے علمی یا بد عملی یا کسل (سستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے کپڑوں کے ساتھ تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے آیت ''خذوا زینتکم'' سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ ملخص از فتاوی علماءِ حدیث[1]

مولانا سید داؤد غزنوی کا فتویٰ

ابتداءِ عہد اسلام کو چھوڑ کر جبکہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت یہ مذکور ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرامؓ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت ننگے سر ادا کی ہو چہ جائیکہ اصول بنالیا ہو اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے۔ بالاختصار از الاعتصام[2]

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ

نماز کو مسنون طریقہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام ثابت ہے یعنی بدن پر کپڑا اور سر ڈھکا ہوا ہو پگڑی یا ٹوپی سے۔

فتاویٰ ثنائیة[3]

مولانا عبد الغفار سلفی کا فتویٰ

ٹوپی یا عمامہ اور صاف جوتی کے ساتھ نماز پڑھنا اولیٰ کیونکہ ٹوپی اور عمامہ اور صاف جوتی باعثِ زیب وزینت ہے۔ فتاویٰ ستاریة[4]

[1] فتاوی علماءِ حدیث ص ۲۸۸، ۲۸۹ ج ۴

[2] ج ۱۱ شمارہ ۱۸ [3] فتاویٰ ثنائیة ج ۱ ص ۲۲۵ [4] فتاویٰ ستاریة ص ۵۹ ج ۳

پگڑی کی فضیلت

(٦٠٢) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِعْتَمُّوْا تَزْدَادُوْا حِلْمًا (رواه ابودؤد والبيهقى والبزاد والطبرانى)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پگڑی باندھا کرو تم حلم میں زیادہ ہو جاؤ گے۔

(٦٠٣) عَنْ اَبِىْ رُكَانَةَ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَرْقُ مَابَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ (اخرجه ابودؤد)

ابورکانہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں کے اوپر پگڑیاں باندھتے ہیں۔

عورت کا ستر

(٦٠٤) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ اِمْرَاَةٍ قَدْ حَاضَتْ اِلَّا بِخِمَارٍ (رواه ابو داؤد ابن خزيمه و ابن حبان والترمذى)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں فرماتے۔

(٦٠٥) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ" (رواه الترمذى)[2]

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا سارا جسم ستر میں داخل ہے۔

یعنی جب تک وہ مکمل ڈھکی اور چھپی ہوئی نہ ہو اس کی نماز ناقابلِ قبول ہے کیونکہ عورت کی ذات تو سراپا ستر ہے جیسے ان احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(٦٠٦) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ (اخرجه الترمذى)[3]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت مکمل ستر ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔

[1] نصب الراية ص٦.٢٩٥ ، ابوداؤد ص٩٤ ، ترمذى ص ٥٠

[2] ترمذى ص١٨٩ [3] نصب الراية ص٢٩٨

(۶۰۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَقْبَلُ مِنْ اِمْرَاَةٍ صَلٰوةً حَتّٰى تُوَارِيَ زِيْنَتَهَا وَلَا مِنْ جَارِيَةٍ بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ حَتّٰى تَخْتَمِرَ (رواہ الطبرانی معجمہ الوسط)[۱]

حضرت عبداللہؓ اپنے باپ حضرت قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی عورت کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنے مقامات زینت کو چھپا نہ لے اور نہ بالغہ لڑکی سے جب تک کہ وہ اوڑھنی نہ پہن لے۔

عورت کے مقامات زینت اس کی کلائیاں ہیں جن میں چوڑیاں پہنتی ہے اور اس کی پنڈلیاں ہیں جن میں کڑے یا پازیب پہنتی ہے اور اس کا گلا ہے جس میں یہ ہار پہنتی ہے اور اسکی پیشانی ہے جس پہ جھومر لٹکاتی ہے اور اس کے کان ہیں جن میں یہ کانٹے یا بالیاں پہنتی ہے لہٰذا ان تمام جگہوں کا عورت کو چھپانا فرض ہے، نماز میں عورت کے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے سوا باقی تمام جسم کے ستر ہونے پر یہ حدیث شریف بھی شاہد ہے۔

(۶۰۸) عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَارِيَةَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تَصْلُحْ اَنْ يُّرٰى مِنْهَا اِلَّا وَجْهُهَا وَ يَدَاهَا اِلَى الْمِفْصَلِ (رواہ ابو داؤد فی المراسیل)[۲]

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لڑکی کو جب حیض آجائے تو مناسب نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے سوائے اس کے چہرے اور ہاتھوں کے پہنچوں تک۔

اس حدیث پاک میں جو چہرے اور ہاتھوں کا استثناء کیا گیا ہے یہ مسئلہ نماز کا ہے کہ نماز میں اگر عورت کا چہرہ اور ہاتھ کھلے ہوئے ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کا یہ مطلب لینا بالکل غلط ہے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کا پردہ نہیں اگر چہرے کا پردہ نہیں تو اور کس چیز کا پردہ ہے عورت کی سب سے بڑی زینت تو اس کا چہرہ ہے جسے غیر محرموں سے چھپانا بالکل واجب ہے۔

اس حدیث شریف کی رو سے تو عورت کے پاؤں بھی ستر میں داخل ہیں لیکن ایک اور حدیث شریف کے پیشِ نظر پاؤں کی صرف چھت اور ٹخنے ستر میں داخل ہیں پاؤں کا باقی حصہ نہیں چنانچہ یہ حدیث دیکھئے۔

(۶۰۹) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْاَةُ فِيْ دِرْعٍ وَّخِمَارٍ لَيْسَ لَهَا اِزَارٌ قَالَ اِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّيْ ظُهُوْرَ قَدَمَيْهَا (رواہ ابو داؤد)[۳]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت صرف اوڑھنی اور قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جبکہ قمیص اتنی لمبی ہو کہ اسکے قدموں کی چھت کو چھپالے۔

[۱] نصب الرایۃ ص ۲۹۶
[۲] مستدلات ص ۷۵ [۳] ابو داؤد ص ۹۴

تو معلوم ہوا کہ قدموں کی چھت کو چھپانا بھی ضروری ہے اگر چہ نچلا حصہ کھلا رہے کیونکہ وہ بھی ''الا ماظہر منھا'' میں داخل ہے یعنی ان مقامات میں سے ہے جن کو کھلا رکھے بغیر چارا نہیں جیسے ہاتھ اور چہرہ یا یہ سمجھا جائے کہ قدم صرف نماز میں داخل ہیں اور خارج کے ستر میں نہیں کیونکہ کاروبار کیلئے ان کا کھولنا ضروری ہے جب کہ یہ ضرورت نماز میں نہیں۔

(۲) کپڑے پاک ہوں

کیونکہ اللہ تعالیٰ خود پاک ہیں اور پاک لوگوں کو پسند فرماتے ہیں جیسا کہ ان کا فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (القران)[۱]

بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور بے انتہا پاک رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

وَقَالَ فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ ''وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (القران)[۲]

اے نبی! اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں اور گندگی سے دور رہیے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے کپڑوں یا جوتوں کو اگر گندگی لگ جاتی تو آپ ﷺ اسے دھلا کر یا کسی اور طریقہ سے اتار کر نماز پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت یہ ثابت ہے۔

(۶۱۰) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا کَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِیَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَخْرُجُ فَیُصَلِّیْ وَ اَنَا اَنْظُرُ اِلٰی بُقَعِ الْمَآءِ فِیْ ثَوْبِهٖ (رواہ البخاری ومسلم)[۳]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے کپڑوں سے منی کو دھویا کرتی تھیں اسی حالت میں جا کر آپ نماز پڑھتے اور میں آپ کے کپڑوں میں پانی کے نشانات دیکھا کرتی تھیں۔

یعنی کپڑا پاک کروا کر آپ ﷺ فی الفور نماز کیلئے چلے جاتے اور گیلا ہونے کی وجہ سے اس میں پانی کے ٹکڑے اور نشانات نظر آتے ہوتے تھے۔

(۶۱۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِهٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَیْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ یَّسَارِهٖ فَلَمَّا رَاَی الْقَوْمُ ذَالِكَ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابؓ کو نماز پڑھا رہے تھے اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار کر بائیں جانب رکھ دیے جب لوگوں نے آپکو جوتے اتارتے دیکھا تو (رد

[۱] پ۲ ع۱۲ [۲] پ۲۹ ع۱۵
[۳] بخاری ص۳۶ ، نصب الرایۃ ص۲۰۹

فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَہٗ قَالَ مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی اِلْقَائِکُمْ نِعَالَکُمْ قَالُوْا رَاَیْنَا اَلْقَیْتَ نَعْلَیْکَ فَاَلْقَیْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَانِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ فِیْھِمَا قَذَرًا وَقَالَ اِذَا جَآءَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَلْیَنْظُرْ فَاِنْ رَاٰی فِیْ نَعْلَیْہِ قَذَرًا اَوْ اَذًی فَلْیَمْسَحْہُ وَلْیُصَلِّ فِیْھَا

(رواہ ابوداؤد و ابن حبان فی صحیحہ وغیرھم)[1]

عمل کے طور پر) انہوں نے بھی اتار دیے پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم فرمائی تو پوچھا تمہیں جوتے اتارنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے آپکو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے بتایا کہ انمیں گندگی لگی ہوئی ہے اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اسے چاہئے کہ اپنے جوتوں میں نظر کرلیا کرے اگر اپنے جوتوں میں گندگی یا نجاست دیکھے تو انہیں پونچھ لیا کرے پھر نماز پڑھے۔

حضور اکرم ﷺ علم غیب نہیں تھا

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست لگی ہوئی ہو تو نماز نہیں ہوتی جب تک کہ انہیں اتار نہ لیا جائے، نیز صحابۂ کرامؓ کی کمال اتباع بھی معلوم ہوئی کہ اگرچہ انہیں جوتے اتارنے کی وجہ معلوم نہیں تھی پھر بھی اس بات کو برداشت نہ کرسکے کہ حضور اکرم ﷺ تو جوتے اتار کر نماز پڑھیں اور وہ جوتوں سمیت چنانچہ انہوں نے بغیر پس و پیش کے اپنے اپنے جوتے اتار دیے، تیسری یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ عالم الغیب نہیں تھے بلکہ جب بھی آپ ﷺ کوئی غیب کی بات یا مخفی امر بتلاتے تو وہ فرشتہ کے اطلاع دینے سے ہوتا تھا علمِ غیب ذاتی ملکہ کی وجہ سے نہیں ورنہ یہ کیسا علم الغیب ہے کہ آپ ﷺ کے جوتے نجاست آلودہوں مگر آپ کو پتہ ہی نہیں آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھ رہے ہیں حتی کہ فرشتہ کو اطلاع دینے کیلئے آنا پڑا یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ واقعہ حصول علم غیب سے قبل کا ہے کیونکہ یہ واقعہ مکی زندگی کا نہیں بلکہ مدنی زندگی کا ہے اور وہ بھی آخری دور کا، پس اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو جوتے کی نجاست کا کیوں نہ پتہ چلتا، اور فرشتہ کو کیوں آنا پڑتا اور صحابۂ کرامؓ نے کیوں نہ اعتراض کیا کہ حضور آپ تو عالم الغیب ہیں آپ نے پہلے ہی نماز کیوں شروع فرمائی جوتا اتار کر نماز شروع فرماتے، صحیح بات یہ ہے کہ "وَعِنْدَہٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ"[2] بالکل سچ ہے کہ اسی خدا کے پاس غیب کی چابیاں ہیں انہیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا، اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر جوتے پاک ہوں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنا درست ہے بلا حرج۔

[1] نصب الرایة ص۲۰۸ ، ابوداؤد ص۹۵

[2] پ۷ ع۱۳

جسم پاک ہو

۳) جسم کی پاکیزگی حقیقی اور حکمی دونوں قسم کی نجاستوں سے ضروری ہے نجاستِ حقیقی سے پاکیزگی کیلئے یہ آیت قرآنی دیکھئے "فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ" ۱؎ یعنی اس مسجد میں ایسے لوگ آتے ہیں جو انتہائی پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے ہی پاکبازوں سے محبت کرتا ہے انکی انتہائی پاکیزگی یہی تھی کہ ڈھیلے استعمال کر لینے کے باوجود محل نجاست کو پانی سے دھوتے تھے جو نجاستِ حقیقی کا ازالہ ہے، نجاستِ حکمی سے پاکیزگی کیلئے یہ ارشادِ خداوندی ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (القران)۲؎

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں سمیت ہاتھوں کو اور ٹخنوں سمیت پاؤں کو دھولیا کرو اور سروں کا مسح کر لیا کرو اور اگر تم جنبی ہو جاؤ تو خوب اچھی طرح پاکی حاصل کر لیا کرو (غسل کر لیا کرو)

یہ نجاست حکمی کا ازالہ ہے نیز نبی کریم ﷺ کا حکم ہے۔

(۶۱۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَهٗ (رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجة والحاکم)۳؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کا وضو نہ ہو اس کی نماز نہیں۔

۴) جگہ پاک ہو

نماز کی جگہ مسجد ہوتی ہے جس کے متعلق حکمِ خداوندی ہے "اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّائِفِیْنَ وَالْعَاكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ" ۴؎ کہ تم دونوں (حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام) میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کیلئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ گاہ کا پاک ہونا ضروری ہے نیز اس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس عمل سے بھی ہوتی ہے جب ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا تو آپ ﷺ نے اس جگہ کو کھدوایا بھی تھا اور دھلوایا بھی، جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔

(۶۱۳) عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ؓ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی

حضرت ابو وائل ؒ حضرت عبداللہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے مسجد میں پیشاب کیا تو نبی

۱؎ پ۱۱ ع۲ ۲؎ پ۶ ع۶
۳؎ مستدلات ص۷۲ ۴؎ پ۱ ع۱۵

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَانِہٖ فَاحْتُفِرَ وَصُبَّ عَلَیْہِ دَلْوًا مِّنْ مَّاءٍ (اخرجه الدار قطنی فی سننه)ا

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے کر اس جگہ کو کھدوایا اور اس پر پانی کا ایک ڈول بہایا

تو معلوم ہوا کہ سجدہ گاہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا پاک ہونا ضروری ہے۔

۵) قبلہ رخ ہونا

کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے۔ ''فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ''۲ یعنی اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو وا پنے چہرے اسی کی طرف پھیر لیا کرو۔

نیز ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۶۱۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَنِیْ اُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ الْبَیْتَ دَعَا فِیْ نَوَاحِیْہِ کُلِّھَا وَلَمْ یُصَلِّ فِیْہِ حَتّٰی خَرَجَ فَلَمَّا خَرَجَ رَکَعَ رَکْعَتَیْنِ فِیْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ قَالَ ھٰذِہِ الْقِبْلَةُ (رواه الشیخانؒ)۳

حضرت ابن عباسؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ نے اسکی تمام اطراف میں دعا مانگی لیکن اندر نماز نہیں پڑھی حتی کہ باہر نکلے تو قبلہ کے سامنے دو رکعت ادا کی اور فرمایا کہ یہ قبلہ ہے۔

قبلہ اختیاری

چونکہ بیت اللہ شریف کا دروازہ جانبِ شرق ہے اس لئے اگر باہر نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا ہوگا تو اس کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ مغرب کی طرف تھا اسی مغربی سمت کو آپ نے قبلہ قرار دیا۔ قرآن پاک کے الفاظ ''شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' یا ''فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ'' سے بھی اسی معنی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''اِلَی الْكَعْبَةِ'' یا ''اِلَی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' کی بجائے ''شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' فرمایا ہے، اور شطر کا معنی جہت ہے یعنی مسجد حرام کی جہت میں منہ کر لیا کرو اور ''حَيْثُ مَا كُنْتُمْ'' نے تو اس مفہوم کو عالمگیر کر دیا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہو وہ کوئی نماز پڑھنا چاہتے ہو تو تمہیں مسجد حرام کی طرف منہ کر لینا چاہئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''ھٰذِہِ الْقِبْلَةُ'' کا مطلب ہے کہ میں چونکہ شرق میں ہوں اور بیت اللہ شریف میرے مغرب میں ہے تو میرا قبلہ مغرب ہے تو جو کوئی بیت اللہ کے مغرب میں ہو اس کا قبلہ مشرق

ا نصب الرایة ص۲۱۲ ۲ پ۲ ع۱۰۲
۳ بخاری شریف ص۵۷

ہے اور جو جنوب میں ہو اس کا قبلہ شمال اور جو شمال میں ہو اس کا قبلہ جنوب ہے، اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں فرمایا کہ قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے کیونکہ مکہ شریف مدینہ منورہ سے جانب جنوب ہے اور وہاں سے مشرق و مغرب کے درمیان جنوب ہی ہے جیسا کہ یہ روایت ہے۔

(٦١٥) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ (رواہ الترمذی)[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔

پس جو شخص مسجدِ حرام کے اندر موجود ہو تو اس کیلئے بیت اللہ کے محاذات یعنی ٹھیک اس کے بالمقابل کھڑے ہونا ضروری ہے اور جو مسجد سے باہر ہو اور بیت اللہ اس سے اوجھل ہو اس کیلئے مسجد کی طرف منہ کر لینا کافی ہے اور جو شخص مکہ مکرمہ سے باہر یا دنیا کے کسی دور دراز حصہ میں ہو اس کیلئے مسجدِ حرام کی جہت ہی قبلہ ہے، ابن کثیر کی ایک حدیث میں کسی قدر اسکی صراحت بھی موجود ہے۔

(٦١٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَیْتُ قِبْلَةٌ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ وَالْمَسْجِدُ قِبْلَةٌ لِاَهْلِ الْحَرَمِ وَ الْحَرَمُ قِبْلَةٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ فِیْ مَشَارِقِهَا وَ مَغَارِبِهَا مِنْ اُمَّتِیْ (رواہ ابن کثیر)[2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیت اللہ شریف اہلِ مسجد کا قبلہ ہے اور مسجد حرام اہل حرم کا قبلہ ہے اور حرم سارے اہل زمین کا قبلہ ہے خواہ میری امت اسکی انتہاءِ مشرق میں ہو خواہ انتہاءِ مغرب میں۔

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جیسے جیسے آدمی بیت اللہ شریف سے دور ہوتا جائے ویسے ویسے ہی اس کے قبلہ میں توسیع ہوتی چلی جاتی ہے حتی کہ دنیا کے آخری سروں میں رہنے والوں کیلئے حرم کی جہت میں منہ کرنا کافی ہے۔

تحری قبلہ کے بعد جدھر نماز پڑھ لیں صحیح ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کیساتھ ایک سفر میں تھے کہ ہمارے اوپر بادلوں نے سایہ کر دیا ہم حیران ہو گئے۔

(٦١٧) فَاخْتَلَفْنَا فِی الْقِبْلَةِ فَصَلّٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَّا عَلٰی حِدَةٍ فَجَعَلَ کُلُّ وَاحِدٍ یَخُطُّ بَیْنَ یَدَیْهِ لِیَعْلَمَ مَکَانَهٗ فَذَکَرْنَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

پس قبلہ کے بارے میں ہمارے اندر اختلاف ہو گیا تو ہر ایک نے سوچ سوچ کر الگ الگ نماز ادا کر لی اور ہر کسی نے اپنے سامنے لکیر بھی لگا دی تا کہ اپنی جگہ کو جان

[1] ترمذی شریف ص ٤٥
[2] ابن کثیر ص ١٩٣/١

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَأْمُرْنَا بِإِعَادَةٍ وَقَالَ لَنَا قَدْ أَجْزَأَتْكُمْ صَلٰوتُكُمْ (رواه الحاكم)[۱]

سکے پھر ہم نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ہمیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا تمہاری وہی نماز کافی ہو جائیگی۔

(۶۱۸) وَعَنْ مُعَاذٍ ؓ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ يَوْمِ غَيْمٍ فِىْ سَفَرٍ إِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْنَا إِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ قَدْ رُفِعَتْ صَلٰوتُكُمْ بِحَقِّهَا إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مجمع الزوائد)[۲]

حضرت معاذ ؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی بادل کے دن سفر میں قبلہ سے ہٹ کر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو سورج نکل آیا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے غیر قبلہ کی طرف نماز ادا کر لی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نماز حق کے ساتھ اللہ عز وجل کی طرف اٹھالی گئی ہے۔ یعنی لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

دوران نماز قبلہ کا علم ہو تو گھوم جائے

(۶۱۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِىْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءَ إِذَا جَآءَ هُمْ اٰتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ (رواه الشيخان)[۳]

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ لوگ قبا میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا رسول اللہ ﷺ پر آج کی رات وحی نازل ہوئی ہے اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر لیں چنانچہ انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر لیا حالانکہ پہلے ان کے چہرے ملکِ شام کی طرف تھے پھر وہ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

(۶۲۰) عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَصُرِفَ إِلَى الْقِبْلَةِ وَفِىْ رِوَايَةٍ فَصَلّٰى نَحْوَ الْقِبْلَةِ

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کیطرف منہ کر کے نماز ادا کی پھر آپ ﷺ قبلہ کی طرف پھیر دیے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بیت المقدس

[۱] نصب الراية ص ٣٠٤ [۲] مجمع الزوائد ص ٢/١٧٧
[۳] نصب الراية ص ٣٠٥ ، بخاری ص ٥٨ ، مسلم ص ٢٠٠

سِتَّةَ عَشَرَ شَهرًا ثُمَّ اِنَّهُ وُجِهَ اِلَى الْكَعْبَةِ فَمَرَّ رَجُلٌ قَدْ كَانَ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجِّهَ اِلَى الْكَعْبَةِ فَانْحَرَفُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ (صحيح مسلم)[1]

کی طرف سولہ مہینے نماز پڑھی پھر آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا تو ایک آدمی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی تھی قوم انصار کے پاس سے گزرا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا ہے اس پر وہ بھی قبلہ کی طرف پھر گئے۔

تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص رخ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے سوچ بچار کر کے ایک طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دے پھر کوئی آکر اسے غلطی پر تنبیہ کر دے اور صحیح رخ بتلا دے تو اسے صحیح رخ کی طرف گھوم جانا چاہئے اور اپنی نماز کو جاری رکھنا چاہئے۔

حالتِ خوف کا آفاقی قبلہ

(۶۲۱) عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ وَصَفَهَا ثُمَّ قَالَ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذَالِكَ صَلُّوْا رِجَالًا وَ قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا قَالَ نَافِعٌ وَلَا اَرَى ابْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذَالِكَ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه البخاری)[2]

جناب نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپؓ سے صلوۃ الخوف کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ بیان کرتے اور فرماتے کہ اگر خوف اس سے بھی زیادہ ہو جائے تو اپنے قدموں پر کھڑے کھڑے اور سواری کیصورت میں قبلہ کیطرف منہ کر کے یا اسکے بغیر (جیسے بن پڑے) نماز پڑھ لو نافعؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ حدیث لازماً حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کی ہے۔

تو گویا شدت خوف میں جس صورت میں جس طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھنا ممکن ہو اسی طرف جائز ہے اس کا مطلب ہے کہ ایسے شخص کا قبلہ آفاقی بن جاتا ہے جیسے اس آیت میں فرمایا ہے "وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ"[3] اور مشرق مغرب سب اللہ کے ہیں تم جدھر بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کی ذات ہے۔

نفلی نماز سواری پر جائز ہے اگر چہ قبلہ رخ نہ ہو

(۶۲۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سواری پر

[1] مسلم ص ۱/۲۰۰
[2] آثار السنن ص ۹۸ ...

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ فَإِذَا اَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (رواہ البخاری)[1]

ہی نفل نماز پڑھ لیا کرتے تھے اگرچہ اس کا رخ کسی بھی طرف ہو پھر جب فرضوں کا ارادہ کرتے تو نیچے اتر آتے اور قبلہ کی طرف رخ کر لیتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سواری کی حالت میں اگر قبلہ رخ ہونا ناممکن ہو تو استقبال قبلہ اس سے ساقط ہو جائیگا البتہ اگر سوار ہو کر بھی استقبال قبلہ ممکن ہو تو لازماً کرنا چاہئے اور ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں اگر قبلہ رخ ہو سکتا ہو تو قبلہ رخ ہو کر ہی نماز ادا کرے پھر اگر دوران نماز گاڑی گھوم جائے تو نمازی کو بھی بقدر امکان اپنا رخ پھیر لینا چاہئے، موجودہ سواریاں چونکہ مسافروں کے اختیار میں نہیں اس لئے سفر ختم ہونے تک نماز کو موقوف کرنے کی بجائے کیف ما اتفق پڑھ لینا ہی بہتر ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفلی نماز اسی طرح پڑھ لیا کرتے تھے۔

تحویلِ قبلہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اسرائیلی انبیاء کا یہی قبلہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی نیا حکم نہیں آیا تھا لیکن آپ کی کوشش ہوتی کہ دونوں قبلوں کو جمع کر کے ہر دو کا ثواب حاصل کریں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی جنوبی طرف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے چونکہ بیت المقدس مکہ مکرمہ سے جانبِ شمال ہے اس لئے دونوں قبلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آجاتے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۶۲۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَهُوَ بِمَكَّةَ نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَالْكَعْبَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ (رواہ احمد وابوداؤد واسنادہ صحیح)[2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے درآنحالیکہ خانہ کعبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا۔

اسی دستور کے مطابق ہجرت کے بعد مدینہ منورہ جا کر بھی سترہ مہینے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ہی منہ شریف فرما کر نماز پڑھتے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا ہوتی تھی کہ کاش میرے اور میری امت کیلئے قبلہ خانہ کعبہ ہی مقرر کر دیا جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اندر ہی انتظار میں بار بار رخ انور آسمان کی طرف اٹھاتے جسے قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا"[3] یعنی ہم آپ کے چہرے مبارک کو بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو دیکھ رہے ہیں

[1] بخاری شریف ص ۵۸
[2] آثار السنن ص ۵۷
[3] پ ۲ ع ۱

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (رواه البخاری)[۱]

ہی نفل نماز پڑھ لیا کرتے تھے اگرچہ اس کا رخ کسی بھی طرف ہو پھر جب فرضوں کا ارادہ کرتے تو نیچے اتر آتے اور قبلہ کی طرف رخ کر لیتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سواری کی حالت میں اگر قبلہ رخ ہونا ناممکن ہو تو استقبال قبلہ اس سے ساقط ہو جائیگا البتہ اگر سوار ہو کر بھی استقبال قبلہ ممکن ہو تو لازماً کرنا چاہئے اور ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں اگر قبلہ رخ ہو سکتا ہو تو قبلہ رخ ہو کر ہی نماز ادا کرے پھر اگر دورانِ نماز گاڑی گھوم جائے تو نمازی کو بھی بقدر امکان اپنا رخ پھیر لینا چاہئے، موجودہ سواریاں چونکہ مسافروں کے اختیار میں نہیں اس لئے سفر ختم ہونے تک نماز کو موقوف کرنے کی بجائے کیف ما اتفق پڑھ لینا ہی بہتر ہے جیسے آنحضرت ﷺ نفلی نماز اسی طرح پڑھ لیا کرتے تھے۔

تحویلِ قبلہ

نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ سے قبل اسرائیلی انبیاء کا وہی قبلہ تھا اور آپ ﷺ کو ابھی نیا حکم نہیں آیا تھا لیکن آپ کی کوشش ہوتی کہ دونوں قبلوں کو جمع کر کے ہر دو کا ثواب حاصل کریں چنانچہ آپ ﷺ خانہ کعبہ کی جنوبی طرف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے چونکہ بیت المقدس مکہ مکرمہ سے جانبِ شمال ہے اس لئے دونوں قبلے آپ ﷺ کے سامنے آجاتے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۶۲۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَهُوَ بِمَكَّةَ نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَالْكَعْبَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ

(رواہ احمد وابوداؤد واسنادہ صحیح)[۲]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے درآنحالیکہ خانہ کعبہ آپ ﷺ کے سامنے تھا۔

اسی دستور کے مطابق ہجرت کے بعد مدینہ منورہ جا کر بھی سترہ مہینے تک آپ ﷺ ادھر ہی منہ شریف فرما کر نماز پڑھتے رہے لیکن آپ ﷺ کی تمنا ہوتی تھی کہ کاش میرے اور میری امت کیلئے قبلہ خانہ کعبہ ہی مقرر کر دیا جائے چنانچہ آپ ﷺ نماز کے اندر ہی انتظار وحی میں بار بار رخ انور آسمان کی طرف اٹھاتے جسے قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ”قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا“[۳] یعنی ہم آپ کے چہرے مبارک کو بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو دیکھ رہے ہیں

[۱] بخاری شریف ص۵۸

[۲] آثار السنن ص۵۷ [۳] پ۲ ع۱

عنقریب ہم آپ کے پسندیدہ قبلہ کی طرف آپ کے چہرے کو پھیر دیں گے، چنانچہ آپ ﷺ کی اس خواہش کے احترام میں وحی آگئی۔ "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَاكُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ" [1] یعنی پس آپ اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے اور مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو واپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کرو۔ اہل قبا کو تحویل قبلہ کا حکم عین دورانِ صلوٰۃ معلوم ہوا جبکہ وہ رکوع میں تھے تو وہ اطاعت وانقیاد کے مجسمے رکوع میں بیت المقدس سے مسجد حرام کی طرف پھر گئے تو گویا انہوں نے ایک نماز دو قبلوں کی طرف منہ کر کے پڑھ لی۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت اور سترہ کا بیان

جہاں نمازی کے سامنے سے کسی کے گزرنے کا احتمال ہو وہاں سترہ گاڑ لینا مسنون ہے سترہ کے باہر سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر سترہ نہ ہو تو گزرنے والے کو چاہئے کہ رک جائے اور نمازی کے فارغ ہونے کا انتظار کرے اگر چہ اس کا کتنا ہی حرج ہو جائے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(٦٢٤) عَنْ اَبِیْ جُهَيْمِ بْنِ حَارِثٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ يَعْلَمُ الْمَآرُّ بَيْنَ يَدَی الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ" (رواہ الشیخان)[2]

حضرت ابو جہیم بن حارثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لے کہ اس کے اوپر کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس (سال) کھڑے رہنے کو اس کے سامنے سے گزرنے کی نسبت بہتر سمجھے۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار میں فرمایا ہے چالیس مہینے یا چالیس دن نہیں بلکہ چالیس برس مراد ہیں۔

(٦٢٥) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَالَهٗ فِیْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَیْ اَخِيْهِ مُعْتَرِضًا فِی الصَّلٰوةِ كَانَ لَاَنْ يُّقِيْمَ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الْخُطْوَةِ الَّتِیْ خَطَاهَا (رواہ ابن ماجۃ)[3]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی (نمازی) کی نماز کے دوران اسکے سامنے سے عرضاً گزرنے کا گناہ جانتا ہوتا تو اسے ان قدموں کے بدلے میں جو اس نے (اسکے سامنے) اٹھائے ہوں سو سال تک بیٹھے رہنا بہتر لگے گا۔

[1] پ ۲ ع ۱ [2] بخاری شریف ص ۷۲
[3] ابن ماجۃ ص ۶۸

(٦٢٦) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ؒ اَنَّ كَعْبَ الْاَحْبَارَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَآرُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يُّخْسَفَ بِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ (رواه مالك)[1]

عطا بن یسار فرماتے ہیں کہ کعب احبارؓ نے فرمایا اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس کا گناہ کتنا بڑا ہے تو وہ زمین میں دھنس جانے کو اس سے بہتر جانتا کہ وہ اس کے سامنے سے گزرے

(٦٢٧) وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نَمْرَانَ ؒ قَالَ رَاَيْتُ رَجُلًا بِتَبُوْكَ مُقْعَدًا فَقَالَ مَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى حِمَارٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اقْطَعْ اَثَرَهٗ فَمَامَشَيْتُ عَلَيْهَا بَعْدُ (رواه ابو داؤد)[2]

جناب یزید بن نمرانؒ سے روایت ہے کہ میں نے تبوک میں ایک معذور آدمی دیکھا (جو چل نہیں سکتا تھا) اسنے بتلایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے سے گزرا تھا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا اللھم اقطع الخ یعنی اے اللہ! اسکے نشاناتِ قدم مٹا دے، یعنی اسکے پاؤں توڑ دے اسکے بعد آج تک میں اپنے پاؤں پر نہیں چل سکا۔

بے پرواہی سے نمازی کے آگے سے گزرنے والوں کو اس سے عبرت لینی چاہئے کہ اس شخص کو آنحضرت ﷺ کے سامنے سے گزرنے کی کتنی سخت اور المناک سزا بھگتنا پڑی۔

(٦٢٨) وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤَخَّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَآءَ ذَالِكَ (رواه مسلم)[3] وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤٗدَ وَيُجْزِئُ عَنْهُ اِذَا مَرُّوْا بَيْنَ يَدَيْهِ عَلٰى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ[4] وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ اٰخِرُ الرَّحْلِ ذِرَاعٌ فَمَا فَوْقَهٗ (رواه ابوداؤد)[5]

حضرت طلحہ بن عبیداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پچھلے حصہ کی مقدار میں کوئی چیز رکھ لے تو وہ نماز ادا کرتا رہے اور نہ پرواہ کرے کہ اس کے پیچھے سے کون گزرتا ہے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ پتھر پھینکنے کی مقدار سے گزریں تو کوئی حرج نہیں اور عطاءؒ سے روایت ہے کہ کجاوے کا پچھلا حصہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ ہے۔

[1] موطأ امام مالك ص١٣٩ [2] رواه ابو داؤد ص١٠٢
[3] مسلم ص١٩٥ [4] ابو داؤد شريف ص١٠٢
[5] ابو داؤد شريف ص٩٩

سترے کی حقیقت

اس کی حقیقت اس حدیث شریف میں بیان کر دی گئی ہے کہ کوئی چیز مثلاً لاٹھی، ڈنڈا، کھونڈی نیزہ وغیرہ جو کم از کم ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ لمبا ہو اسے نمازی اپنی بائیں آنکھ کے بالمقابل گاڑے تو یہ سترہ ہے اور سترہ نہ ہونے کی صورت میں اگر گزرنے والا دور سے گزرے جسے یہاں پتھر پھینکنے کی مقدار کہا گیا ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس میں اصل بات یہ ہے کہ اگر نمازی کو سجدہ کی جگہ نظر رکھتے ہوئے گزرنے والا دکھائی نہ دے تو گزرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یہی توجیہہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں گدھی پر سوار صفوں کے سامنے سے گزرا مجھے کسی نے منع نہیں کیا، منع کیا کرتے کسی کا ان کی طرف دھیان ہی نہیں گیا پھر اگر سترہ نہ ہو تو گزرنے والا آدمی ہو یا کوئی جانور اسے حتی الامکان روکنا چاہئے لیکن اگر وہ نہ رکے اور سامنے سے گزر جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی جیسا کہ ان روایات میں ہے۔

(٦٢٩) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَمَرَّ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حِمَارٌ فَقَالَ عِيَاشُ بْنُ اَبِىْ رَبِيْعَةَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْمُسَبِّحُ اٰنِفًا سُبْحَانَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ سَمِعْتُ اَنَّ الْحِمَارَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَىْءٌ

(رواه الدار قطنی واسناده حسن)[1]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ایک گدھا ان کے سامنے سے گزر گیا، حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ نے تین دفعہ سبحان اللہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سلام پھیرا تو پوچھا ابھی ابھی کون سبحان اللہ کہنے والا تھا؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں ہوں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ گدھا نماز کو توڑ دیتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی۔

(٦٣٠) وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِؒ اَنَّ عَلِيًّاؓ وَعُثْمَانَؓ قَالَا لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الْمُسْلِمِ شَىْءٌ وَ ادْرَاُوْا عَنْهَا مَااسْتَطَعْتُمْ (رواه الطحاوی واسناده صحیح)[2]

جناب سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ و عثمانؓ نے فرمایا کہ مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی مگر تم ممکنہ حد تک اسے روکنے کی کوشش کرو۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ گزرنے والے کو کسی طرح روکنے کی کوشش تو کرنی چاہئے لیکن اگر وہ نہ رکے اور گزر جائے تو نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا وہ گناہ گار ضرور ہوتا ہے۔

[1] آثار السنن ص۵۹ و بعضها فی ابی داؤد ص ۱۰۴
[2] طحاوی ص ۳۱۲

۶) نماز کا وقت ہونا

کیونکہ ارشاد خداوندی ہے۔ ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا'' [۱] بیشک نماز مؤمنین پر مقررہ وقت پر فرض ہے...... تو اگر وقت مقرر نہیں ہوگا تو اس وقت کی نماز بھی ادا کرنا فرض نہ ہوگی، نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(۶۳۰) ''قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا'' [۲] (الحدیث) وَفِیْ رِوَایَۃٍ ''قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی مِیْقَاتِھَا'' [۳] (الحدیث) آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک محبوب ترین عمل اپنے وقت پر نماز پڑھنا ہے...... تو معلوم ہوا کہ خدا کے ہاں سے نماز کا وقت مقرر ہے جس کے آگے پیچھے پڑھنے پر فرض نماز درست نہیں ہوگی اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(۶۳۱) ''اِنَّ لِلصَّلٰوۃِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا'' [۴] (الحدیث) رواہ الترمذی یعنی نماز کا اوّل بھی ہے اور آخر بھی...... تو جو نماز بھی اپنے وقت سے پہلے اور اپنے وقت سے پیچھے ادا کی جائے وہ صحیح نہیں ہوگی لہٰذا اس بنا پر وقت کا آجانا نماز کی صحت کیلئے ضروری ہے۔

۷) نیت کرنا

بوجہ اس قولِ خداوندی کے:

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ (القران) [۵]	ان کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں خالص اس کیلئے یکسو ہوکر۔

اور خلوص دراصل نیت کا خلوص ہے یعنی نماز شروع کرتے وقت دل و دماغ میں یہ طے کرلے کہ یہ عبادت صرف میں خدا کی خوشنودی کیلئے کر رہا ہوں جب کہ اس کو پتہ ہو کہ میں کس وقت کی کونسی کتنی نماز کتنی رکعت ادا کر رہا ہوں اس کے ساتھ زبان سے کہنا صرف مستحب ہے تاکہ ''اقرار باللسان وتصدیق بالقلب'' ہوجائے ایک حدیث پاک سے اسکی تائید ہوتی ہے۔

(۶۳۳) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَسْتَقِیْمُ اِیْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ قَلْبُہٗ وَلَا یَسْتَقِیْمُ قَلْبُہٗ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ لِسَانُہٗ (رواہ احمد وابن ابی الدنیا) [۶]	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا ایمان درست نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا دل درست ہوجائے اور آدمی کا دل درست نہیں ہوتا یہاں تک کہ اسکی زبان درست ہوجائے۔

[۱] پ۵ ع۱۲ [۲] بخاری شریف ص ۱/ ۷۰
[۳] بخاری شریف ص ۳۹۰ [۴] نصب الرایۃ ص ۲۳۰
[۵] پ۳۰ ع ۲۳ [۶] الترغیب والترھیب للمنذری ص ۴۷۱

نماز کی نیت زبان سے

غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے بالکل غلط ہے کیونکہ بعض مواقع پر رسول کریم ﷺ اور اجلہ اصحابؓ نے دل کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی نیت کی ہے دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر زبان سے نیت کی ہے احرام باندھنے کے بعد جب آپ ﷺ نے دو رکعت نفل پڑھ لئے تو آپ ﷺ نے زبان سے پکار کر کہا ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ'' تو یہی حج کی نیت ہے یہیں سے حج شروع ہوتا ہے حدیث پاک میں اس کا مطلب ان الفاظ سے ادا کیا گیا ہے ''حَتّٰى اِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ عَلَى الْبَيْدَآءِ اَهَلَّ بِالتَّوْحِيْدِ لَبَّيْكَ'' جب آپ ﷺ کی ناقہ آپ کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے پکار کر تلبیہ کہا غور کریں یہ پکار کر تلبیہ کیوں کہا؟ جب کہ یہ بات دل میں سوچی جاسکتی تھی مگر نہیں، آپ ﷺ نے زبان کو دل کے مطابق کیا تاکہ اقرار باللسان بھی ہو جائے پھر جب آپ ﷺ نے صفا مروہ کی سعی شروع فرمائی تو زبان سے کہا ''اَبْدَأُ بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ'' کیوں کہا تھا، یہ بات آپ ﷺ کے دل میں تو موجود تھی پھر زبان سے کیوں تکلیف دی صرف زبان اور دل کی وحدت پیدا کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ قربانی کا جانور ذبح کرنے کیلئے لٹاتے ہیں تو زبان سے کہتے ہیں ''قَالَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ'' یہ نیتِ الفاظ آپ نے زبان سے ادا کئے اسی موقعہ پر آپ ﷺ نے زبان سے یہ بھی کہا ''اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ''، یعنی اے اللہ! یہ جانور تیرا عطیہ ہے اور تیرے نام پر قربان کرتا ہوں، تو نیت زبان سے ادا کرنے کی کیا ضرورت تھی صرف غیر مقلدوں کو بتلانے کیلئے کہ نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنا کوئی بدعت نہیں ہے حضرت علیؓ یمن سے حج کرنے کیلئے آئے حضور ﷺ نے پوچھا تم نے حج شروع کرنے سے پہلے کیا کہا تھا یعنی زبان سے کیا الفاظ کہے تھے تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں نے کہا تھا ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُهِلُّ بِمَا اَهَلَّ بِهٖ رَسُوْلُكَ'' یعنی میں بھی وہی احرام باندھتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا تو اگر زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے سے حضور علیہ السلام اور حضرت علیؓ بدعتی نہیں ہوئے تو ان شاء اللہ ہم بھی نہیں ہوں گے۔

جہاں تک نیتِ قلبی کا تعلق ہے حضرت عمرؓ کی مشہور حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

(٦٣٤) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (رواه البخاری)[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

یعنی اگر نیت درست ہے تو عمل بھی درست اور قابلِ قبول ہے اور اگر نیت غلط ہے تو عمل بھی ناقابلِ قبول ہے۔

[1] بخاری شریف ص ۲

نماز کی اندرونی شرطیں یا رکن

نماز کے رکن چھ ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کہنا (۲) قیام کرنا (۳) قرأت کرنا (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) آخری قعدہ بمقدار التحیات

۱) تکبیر تحریمہ کہنا

بوجہ اس قولِ خداوندی کے ''وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى'' [۱] اور اس نے اپنے رب کا نام لیا پھر اس نے نماز پڑھی ...... اور بسبب اس امرِ الٰہی کے ''وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ'' [۲] اور اپنے رب کی پس بڑائی بیان کر ...... نیز بوجہ اس ارشادِ رسول اللہ ﷺ کے جسے حضرت علیؓ نے روایت کیا ہے۔

(۶۳۵) عَنْ عَلِيٍّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ (رواه مسلم وابوداؤد والترمذى وابن ماجة) [۳]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نماز کی چابی وضو ہے اور اس کی تحریمہ تکبیر اور اس کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔

یعنی اس کا شروع اللہ اکبر سے اور اسکا ختم السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے ہے۔

وضاحت: نماز کے شروع کو تحریمہ سے اس لئے تعبیر کیا کہ شروع میں اللہ اکبر کہنے سے نمازی پر وہ اکثر چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو اس سے پہلے اس کیلئے جائز تھیں جیسے کھانا، پینا، بولنا، چلنا، پھرنا وغیرہ۔ اور ختم کو تحلیل سے تعبیر کیا ہے کیونکہ وہ سارے ممنوعہ کام سلام پھیرنے پر اس کیلئے حلال ہو جاتے ہیں۔

(۶۳۶) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ مَرْفُوْعًا اَنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَىْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِىَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَائَةُ الْقُرْاٰنِ (رواه المسلم) [٤]

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً حدیث نقل کرتے ہیں کہ اس نماز میں لوگوں کی باتیں مناسب نہیں یہ تو صرف تسبیح اور تکبیر اور قرأت قرآن پر مشتمل ہے۔

(۶۳۷) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو اچھی طرح وضو کر پھر

[۱] پ ۳۰ ع ۱۲ [۲] پ ۲۹ ع ۱۵
[۳] ابو داؤد ص ۹۱ [٤] مسلم شریف ص ۱/ ۲۰۳

الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ (رواه مسلم)[۱]

قبلہ رو ہو اور اللہ اکبر کہہ۔

(۶۳۸) عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَ تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ (رواہ ابو داؤد و الترمذی)[۲]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نماز کی چابی وضو ہے اس کی تحریمہ تکبیر اور اس کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔

نوٹ: تکبیر تحریمہ ذو جہتین شرط ہے ایک لحاظ سے یہ نماز کی بیرونی شرط ہے کیونکہ ساری نماز اس کے بعد ہے اور دوسرے لحاظ سے نماز کی اندرونی شرط ہے کیونکہ نماز اسی سے شروع ہوتی ہے۔

۲) قیام کرنا

کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ"[۳] اور اللہ تعالیٰ کیلئے فرمانبردار ہو کر کھڑے ہوو۔ نیز ارشادِ رسول ﷺ ہے۔

(۶۳۹) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبِكَ (رواہ البخاری واحمد و اربعة)[۴]

حضرت عمران بن حصینؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اسے فرمایا کہ نماز کھڑا ہو کر پڑھا کر اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے پہلو پر یعنی لیٹ کر پڑھا کر۔

فرمانبردار ہو کر کھڑے ہونے کا مطلب ہے کہ نمازی کے دل میں اور اعضاء و جوارح پر خشوع طاری ہونا چاہئے وہ اللہ کے حضور باادب اور متواضع ہو کر کھڑا ہو۔

خشوع کیا ہے؟

خشوع کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف اور ہیبت کے ساتھ کھڑا ہونا حتی کہ اس کا جسم ساکن اور اعضاء پست ہو جائیں اس کی نگاہیں زمین پہ گڑ جائیں اسکے خیالات سمٹ کر دل میں جمع ہو جائیں اور دل و دماغ کا تصور اللہ کی ذات و صفات پر مرکوز ہو جائے، مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خاشعون کی تفسیر خائفون ساکنون سے کی ہے، یعنی دل میں خوفِ خدا اور جسم کی حرکات بالکل ساکن ہو جائیں۔ (تفسیر عثمانی)

[۱] مسلم ص ۱۷۰ [۲] ابوداؤد ص ۹۱ ، ترمذی ص ۲۷
[۳] پ۲ ع۱۵ [۴] مستدلات ص ۷۸

قرآن پاک میں زمین کی صفت خاشعہ بیان کی گئی ہے جو لوگوں اور جانوروں کے پاؤں میں پامال ہوتی ہے اور ''وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ'' بھی کہا گیا ہے اور ابصار وقلوب کی صفت بھی خاشعہ قرار دی گئی ہے اس سب سے معلوم ہوا کہ خشوع میں تذلل اور سکون معتبر ہے تو بحالت قیام چاہئے کہ چہرے پر پژمردگی چھا جائے آواز میں پستی آجائے اعضاء میں سکون اور دل میں خوف وخشیت الٰہی سما جائے عظمت وہیبت کی وجہ سے لرزہ براندام ہو جائے یعنی ارادی حرکتیں ختم ہو جائیں اور عظمت وجلال اور خوف وہیبت کی وجہ سے بے اختیار کپکپی جسم پہ طاری ہو جائے جیسے کوئی ایسے بااختیار افسر کے سامنے کھڑا ہو جو اس کو سزائے موت دے سکتا ہو۔

معذور آدمی بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھ سکتا ہے

(٦٤٠) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ بِيَ الْبَاسُوْرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا (رواہ ابوداؤد و البخاری)[1]

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لیا کرو۔

وضاحت: چونکہ قیام فرض ہے اس لئے اگر کوئی شخص سیدھا کھڑا ہوئے بغیر اللہ اکبر کہہ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے جیسے امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے کیلئے کیا جاتا ہے تو اسکی نماز نہیں ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ پہلے ٹھیک سیدھا کھڑا ہو پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو، تاکہ رکوع سے پہلے قیام ثابت ہو جائے۔

۳) قرأت

قرأت کا مطلب ہے کسی قدر قرآن پڑھنا اور یہ بھی نماز میں فرض ہے بوجہ اس فرمان الٰہی کے ''فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ''[2] پھر تم سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھو...... نیز ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(٦٤١) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ إِلَّا بِالْقِرَائَةِ (رواہ مسلم)[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرأت کے بغیر کوئی نماز نہیں۔

[1] ابوداؤد ص ۱۳۷ ، بخاری ص ۵۰
[2] پ۲۹ ع ۱۴
[3] مسلم ص ۱۷

اس سے معلوم ہوا کہ فرض قرأت مطلقاً قرآن ہے کہیں سے بھی ہواس کیلئے فاتحہ معین نہیں۔

(٦٤٢) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی كَمَا صَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا وَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَیَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ فِیْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا (رواہ البخاری)[۱]

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک آدمی بھی مسجد میں آیا اور اسنے نماز پڑھی پھر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا لوٹ جا پھر سے نماز پڑھ اسلئے کہ تو نے کما حقہ، نماز نہیں پڑھی وہ لوٹ گیا اور اسنے پھر نماز ادا کی جیسے پہلے ادا کی تھی، پھر آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ نے فرمایا کہ لوٹ جا پھر سے نماز ادا کر اسلئے کہ تو نے کما حقہ نماز ادا نہیں کی اور ایسا تین دفعہ ہوا تو وہ کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جسنے آپکو حق دے کر بھیجا میں اس سے اچھی نماز نہیں جانتا آپ مجھے سکھا دیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو اور تکبیر تحریمہ کہے پھر جتنا کہ آسانی سے قرآن پڑھ سکے پڑھ پھر رکوع کر حتی کہ رکوع میں تو مطمئن ہو جائے پھر اس سے سر اٹھا یہاں تک کہ تو مطمئن ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی تمام نمازوں میں یا اپنی ساری نمازوں میں اسی طرح کیا کر۔

قرآن پاک کی مذکورہ آیت اور حدیث شریف کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ فرض قرأت لاعلی التعیین قرآن پاک ہے جہاں سے بھی پڑھ لے فرض ادا ہو جائے گا جیسے "مَا تَیَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" سے ظاہر ہے اور اگر کسی خاص مقام سے قرأت فرض ہوتی جیسے بعض لوگ سورۂ فاتحہ کے متعلق کہتے ہیں تو اس مقام تعلیم میں ضرور اس کا نام لیا جاتا مگر قرآن وحدیث میں فرض قرأت کی تعیین نہیں ہے۔ اگلی روایت سے اسکی مزید تائید دیکھئے۔

(٦٤٣) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُنَادِیَ فِیْ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اہلِ مدینہ میں منادی کروں قرأت

[۱] بخاری شریف ص ۱۰۵

اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقُرْاٰنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ (رواه ابو داؤد)[۱]

کے بغیر نماز نہیں ہوتی خواہ فاتحہ یا اس سے زائد کچھ ہی پڑھ لے۔

(٦٤٤) عَنْ عُبَادَةَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَاٰيَتَيْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ (شرح نقاية)[۲]

حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ فاتحہ اور دو آیتوں کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

تو معلوم ہوا کہ اصل فرض قرآن پاک پڑھنا ہے خواہ کسی جگہ سے ہو تو فرض ادا ہو جائیگا اس میں فاتحہ کو از روئے قرأت صلوٰۃ بقیہ قرآن کے برابر قرار دیا ہے لہٰذا بحیثیت فرضیت فاتحہ کو دیگر قرآن پاک پر کوئی مزیت نہیں تو مطلق قرأت فرض ہوئی اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب معین ہوا اور اس کے بعد کچھ حصہ قرآن پڑھنا واجب مخیر ہوا۔

۴-۵) رکوع اور سجدہ

بوجہ اس ارشادِ خداوندی کے ''یَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا''[۳] یعنی اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو......اور بسبب اس فرمان الٰہی کے ''وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ''[۴] اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو......یعنی باجماعت نماز ادا کرو۔

حقیقتِ رکوع

رکوع کی حقیقت یہ ہے کہ یہ دل کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے امانتِ الٰہی کے بوجھ کو اٹھانے کیلئے، لہٰذا اس رکوع کی صورت کو اس آخری شریعت میں عبادت قرار دیا گیا ہے تا کہ یہ اس بات کی علامت ہو کہ ہر مسلمان اس کا اقرار کرتا ہے کہ میں نے امانتِ الٰہی کے بوجھ کو اپنے اوپر اٹھا لیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدھے قد والا پیدا کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اس بوجھ کو میں اٹھاؤں تو اللہ تعالیٰ کے فرمان سے میں اپنے سیدھے قد ہونے سے معذور نہیں ہوا بلکہ میں نے اپنی پشت کو خم کر دیا ہے اور اس وقت گائے اور بیل کی طرح خمیدہ قامت ہو کر اسکی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں تا کہ وہ جو چاہے میری پشت پر لاد دے۔ (تفسیر عزیزی)[۵]

نیز ان ارشاداتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔

۱۔ ابو داؤد شریف ص ۷۲/۱ ۲۔ شرح نقاية ص ٦٩/١

۳۔ پ۱۷ ع۱۷ ۴۔ پ۱ ع۵

۵۔ تفسیر عزیزی فارسی ص ۳۰۰ پ ۳۰ از شاہ عبدالعزیز دھلویؒ

(٦٤٥) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجْزِئُ صَلٰوةٌ لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ فِيْهَا ظَهْرَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

اخرجه اصحاب السنن الاربعة قال الترمذی حدیث حسن صحیح[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز کفایت نہیں کرے گی جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے۔

(٦٤٦) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ

(اخرجه الائمة الستة فی کتبهم)[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات جوڑوں پر سجدہ کروں پیشانی دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے پنجوں پر۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے رکوع اور سجدہ کی حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ رکوع آدمی اس طرح کرے کہ پیٹھ بالکل پچھے کی طرح سیدھی ہوجائے اس صورت میں جب کہ ٹانگیں بالکل سیدھی ہوں اور پیٹھ قبلہ کی طرف کو بالکل سیدھی ہو تو نمازی کے جسم سے نوے درجے کا زاویہ بن جائیگا بس یہی رکوع کی مستحب صورت ہے اس کی مزید توضیح اس حدیث شریف میں ہے۔

(٦٤٧) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ يَدَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَفَرِّجْ بَيْنَ اَصَابِعِكَ وَارْفَعْ يَدَيْكَ عَنْ جَنْبَيْكَ (رواه الطبرانی فی معجمه الوسط)[3]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ بیٹے! جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پہ رکھا کر اور اپنی انگلیوں کو کھلا رکھا کر اور اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے جدا رکھا کر۔

وضاحت: اس حدیث شریف میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کی صراحت موجود ہے اس لئے جن احادیث مبارکہ میں رانوں کے درمیان ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے وہ بالکل ابتدائی دور کی بات ہے جب کہ اس بارہ میں کوئی واضح حکم نہیں ملا تھا اس لئے ان کو منسوخ سمجھنا چاہئے باقی رہا سجدہ تو اس کے متعلق فرمایا کہ سات جوڑوں پر کرنے کا حکم ہے یعنی سجدے میں دونوں ہاتھ دونوں پاؤں دونوں گھٹنے اور پیشانی زمین پر لگانا ضروری ہے لیکن ان میں فرض صرف دونوں پاؤں اور پیشانی کا زمین پہ رکھنا ہے ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا صرف سنت ہے نیز دونوں ہاتھ کانوں کے برابر رکھے جائیں اور سرین ایڑھیوں پہ ٹکانے کی بجائے اونچی رکھی جائے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

[1] مستدلات ص ٨٠ ، ترمذی ص ٣٦/١

(٦٤٥) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجْزِئُ صَلوٰةٌ لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ فِيْهَا ظَهْرَهُ فِى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

(اخرجه اصحاب السنن الاربعة قال الترمذى حديث حسن صحيح)[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز کفایت نہیں کرے گی جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے۔

(٦٤٦) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ

(اخرجه الائمة الستة فى كتبهم)[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات جوڑوں پر سجدہ کروں پیشانی دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے پنجوں پر۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے رکوع اور سجدہ کی حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ رکوع آدمی اس طرح کرے کہ پیٹھ بالکل پھٹے کی طرح سیدھی ہو جائے اس صورت میں جب کہ ٹانگیں بالکل سیدھی ہوں اور پیٹھ قبلہ کی طرف کو بالکل سیدھی ہو تو نمازی کے جسم سے نوے درجے کا زاویہ بن جائیگا بس یہی رکوع کی مستحب صورت ہے اس کی مزید توضیح اس حدیث شریف میں ہے۔

(٦٤٧) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ يَدَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَفَرِّجْ بَيْنَ اَصَابِعِكَ وَارْفَعْ يَدَيْكَ عَنْ جَنْبَيْكَ (رواه الطبرانی فی معجمه الوسط)[3]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ بیٹے! جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پہ رکھا کر اور اپنی انگلیوں کو کھلا رکھا کر اور اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے جدا رکھا کر۔

وضاحت: اس حدیث شریف میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کی صراحت موجود ہے اس لئے جن احادیث مبارکہ میں رانوں کے درمیان ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے وہ بالکل ابتدائی دور کی بات ہے جب کہ اس بارہ میں کوئی واضح حکم نہیں ملتا تھا اس لئے ان کو منسوخ سمجھنا چاہئے باقی رہا سجدہ تو اس کے متعلق فرمایا کہ سات جوڑوں پر کرنے کا حکم ہے یعنی سجدے میں دونوں ہاتھ دونوں پاؤں دونوں گھٹنے اور پیشانی زمین پر لگانا ضروری ہے لیکن ان میں فرض صرف دونوں پاؤں اور پیشانی کا زمین پہ رکھنا ہے ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا صرف سنت ہے نیز دونوں ہاتھ کانوں کے برابر رکھے جائیں اور سرین ایڑھیوں پہ ٹکانے کی بجائے اونچی رکھی جائے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

[1] مستدلات ص ٨٠ ، ترمذی ص ٣٦/١
[2] مشکوٰۃ شریف ... ص ٣٧٢

(۶۴۸) عَنِ الْبَرَآءِ اَنَّهٗ وَصَفَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ عَجِيْزَتَهٗ وَقَالَ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ (رواہ ابو داؤد والنسائی)[۱]

حضرت براء بن عازبؓ نے سجدہ کی کیفیت بیان کی تو اپنے ہاتھ زمین پر رکھ لئے اور اپنے گھٹنوں پر سہارا لیا اور اپنی سرینوں کو اونچا رکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح سجدہ کیا کرتے تھے۔

سجدہ کی فضیلت

(۶۴۹) عَنْ ثَوْبَانَؓ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَ حَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً (رواہ مسلم)[۲]

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کیلئے کثرت سے سجدے کو لازم پکڑ لے اس لئے کہ تو اللہ کیلئے جو بھی سجدہ کرے گا اسکے بدلے اللہ تیرا ایک درجہ بلند کرینگے اور تیرا ایک گناہ معاف کریں گے۔

تنبیہ: رکوع سجدہ کی باقی مسنون کیفیات سنن و مستحبات کے باب میں بیان کی جائیں گی۔

(۲) آخری قعدہ

التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے بوجہ اس فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے۔

(۶۵۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِهٖ وَعَلَّمَ التَّشَهُّدَ (وفی آخر الحدیث) اِذَا قُلْتَ هٰذَا اَوْ قَضَيْتَ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلٰوتَكَ اِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ (رواہ ابو داؤد فی سننہ)[۳]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور تشہد کی تعلیم دی ''اس حدیث شریف کے آخر میں ہے'' جب تو یہ کہہ چکے یا ادا کر چکے تو بیشک تو نے اپنی نماز ادا کر لی پھر تو کھڑا ہونا چاہے تو کھڑا ہو جا اور بیٹھنا چاہے تو بیٹھ رہ۔

یہ حدیث پاک اس مشہور اعتراض کا جواب ہے جو حنفیہ پر بڑے زور وشور سے کیا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک تشہد پڑھ لینے کے بعد وضو توڑ دینے سے نماز پوری ہو جاتی ہے دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تو التحیات میں بیٹھ لے یا التحیات پڑھ لے تو تیری نماز پوری ہوگئی اگر تو اٹھ کر جانا چاہے تو چلا جا بیٹھا رہنا چاہے تو بیٹھا رہ، جب اسے اٹھ جانے کی

[۱] نسائی ص ۱/۱۶۶ ، نصب الرایة ص ۳۸۰
[۲] مسلم ص ۱۱۳
[۳] ابو داؤد ص ۱۳۹ ، نصب الرایة ص ۳۰۶

اجازت ہے تو وہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے تمام صلوٰۃ کو قعدہ اخیرہ پر معلق کیا ہے یعنی جب تو قعدہ اخیرہ کرلے تو تیری نماز پوری ہوجائے گی، تو معلوم ہوا کہ قعدہ اخیرہ نماز میں فرض ہے کیونکہ فرض کی ادائیگی یا تکمیل کو اس پر موقوف کیا گیا ہے تو لازماً موقوف بھی فرض ہوگا پھر آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر قدرِ مشترک وتواتر تعامل یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کوئی نماز بغیر قعدہ اخیرہ کے نہیں پڑھی لہٰذا قعدہ اخیرہ کے فرض ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(٦٥١) وَعَنْ عَلِيٍّ ؓ قَالَ اِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ

(رواه البيهقى فى سننه واسناده صحيح)[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نمازی مقدارِ تشہد بیٹھ چکا پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اسکی نماز بلاشبہ پوری ہوگئی۔ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(٦٥٢) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ وَقَدْ جَلَسَ فِىْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ

(رواه الترمذى واسناده ضعيف)[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ نماز کے آخر تک بیٹھ چکا ہے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے اس کی نماز درست ہوچکی ہے۔

(٦٥٣) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ؓ بْنِ الْعَاصِ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَى الْاِمَامُ الصَّلٰوةَ فَقَعَدَ فَاَحْدَثَ هُوَ وَاَحَدٌ مِّمَّنْ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ مَعَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ الْاِمَامُ فَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ فَلَا يَعُوْدُ فِيْهَا

(رواه الطحاوى)[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام نماز پوری کرلے اور بیٹھ جائے پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے یا کسی اور کا جس نے نماز پوری کرلی ہے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی ہے اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

یعنی اس کا فرض پورا ہوگیا لیکن خروج بالتسلیم جو واجب تھا وہ رہ گیا ہے اس لئے لوٹانا واجب ہے۔

[1] آثار السنن ص ٣٥٠
[2] مشكوة ص ٩٢ [3] طحاوى ص ١٨٩

قعدہ کی صورت

بایاں پاؤں بچھا کر اس کے اوپر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے قریب رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ رو ہو جائیں جیسا کہ ان روایات میں مذکور ہے۔

(۶۵۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَ اِسْتِقْبَالُهٗ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى (رواه النسائی واسناده صحيح)[۱]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ تو دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرنا اور بائیں پر بیٹھنا بھی سنت ہے۔

(۶۵۵) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَلَسَ لِلتَّشَهُّدِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى (رواه الترمذی)[۲]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں آیا دل میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے یعنی تشہد کیلئے تو بائیں پاؤں کو بچھا لیا اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا۔

(۶۵۶) عَنْ عَائِشَةَؓ وَكَانَ يَقُوْلُ فِىْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰى اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ (رواه مسلم)[۳]

حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ہر دو رکعت میں التحیات پڑھا کرتے تھے اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھا دیتے اور دائیں کو کھڑا رکھتے تھے اور شیطان جیسی بیٹھک سے منع کیا کرتے تھے کہ آدمی اپنے دونوں بازوؤں کو درندے کی طرح بچھالے اور نماز کو سلام سے ختم کیا کرتے تھے۔

[۱] نسائی شریف ص۱۷۳ ج۱
[۲] ترمذی ص۱/۳۸ ، نصب الراية ص۴۱۹
[۳] مسلم شریف ص۱/۱۹۴

(۶۵۷) وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْاَعْرَابِیِّ فَاِذَا جَلَسْتَ فَاجْلِسْ عَلٰی رِجْلِكَ الْیُسْرٰی (رواہ احمد وابوداؤد نحوہ)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ جب تو بیٹھے تو بائیں پاؤں پر بیٹھا کر۔

وضاحت: آنحضرت ﷺ سے نصب بھی ثابت ہے اور تورک بھی یعنی دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا یا دونوں پاؤں کو ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھنا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نصب (پہلی صورت کو سنت) قرار دیا ہے تو یہی نماز کی اصل سنت ہے اور تورک یعنی دوسری صورت کو کسی صحابیؓ نے سنت نہیں قرار دیا اس لئے اسے کسی عذر پر محمول کیا جائیگا، ہاں عورتوں کیلئے چونکہ ستر کی رعایت قوی ہے اور نصب بظاہر ان کے ستر کے خلاف ہے اس لئے یہ تورک کی روایت ان کیلئے معمول بہا رہے گی اس طرح دونوں روایات حنفیہ کی زیر عمل آ جائیں گی۔

نماز کے واجبات

عام نمازوں کے واجبات تیرہ ہیں۔ (۱) فرضوں کی پہلی دونوں رکعتوں کو قرأت کیلئے مقرر کرنا، (۲) فاتحہ پڑھنا، (۳) کسی سورت کا ساتھ ملانا، (۴) فاتحہ کو پہلے اور سورت کو بعد میں پڑھنا، (۵) جہری نمازوں میں جہر کرنا، (۶) سری نمازوں میں آہستہ پڑھنا، (۷) فرائض وواجبات کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا، (۸) ارکان میں تعدیل کرنا، (۹) قومہ کرنا، (۱۰) جلسہ کرنا، (۱۱) پہلا قعدہ کرنا، (۱۲) دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا، (۱۳) سلام کے ساتھ نماز ختم کرنا، علاوہ ازیں وتروں کی قنوت اور اسکی تکبیرِ قنوت اور تکبیرات عیدین بھی واجب ہیں۔

فرضوں کی پہلی دو رکعت کو قرأت کیلئے مقرر کرنا

(۶۵۸) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَاُ فِی الظُّھْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَ سُوْرَتَیْنِ وَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَ یُسْمِعُنَا الْاٰیَةَ وَ یُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی مَا لَا یُطِیْلُ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ وَ ھٰکَذَا فِی الْعَصْرِ وَ ھٰکَذَا فِی الصُّبْحِ (رواہ الشیخان)[1]

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ اور ہمیں (کبھی کبھی) کوئی آیت سنا دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت کی قرأت اتنی لمبی کیا کرتے تھے جتنی دوسری رکعت میں نہیں کرتے تھے اور ایسے ہی عصر اور صبح (فجر کی نماز) میں کیا کرتے تھے۔

[1] بخاری شریف ص ۱۰۵/۱ ، مستدلات ص ۸۲

(۶۵۹) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِؓ قَالَ سُنَّۃُ الْقِرَائَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ اَنْ یَّقْرَاَ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَ سُوْرَۃٍ وَ فِی الْاَخِیْرَیْنِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ (رواہ الطبرانی فی معجمہ الوسط)[۱]

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نماز میں قرأت کی سنت یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں ام القران اور کوئی دوسری سورت پڑھے اور دوسری دو رکعات میں صرف ام القرآن پڑھے۔

وضاحت: فرضوں کی پہلی دو رکعات میں فاتحہ اور سورت کا ملانا واجب ہے لیکن دوسری رکعت میں صرف سورت کا پڑھنا سنت ہے حتی کہ اگر ترک ہو جائے تو نماز پھر بھی درست ہے جیسا کہ گذشتہ روایات میں صرف پہلی دو رکعات ہی میں سورت فاتحہ کے ساتھ سورت کے ملانے کا تذکرہ ہے پچھلی دو کے ساتھ نہیں لیکن یہ مسئلہ صرف فرضوں کا ہے باقی تمام واجبات اور سنن ونوافل کی ہر رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے۔

۲-۳-۴) فاتحہ کا پڑھنا اور سورت کا ساتھ ملانا اور فاتحہ کا پہلے اور سورت کا بعد میں ہونا

بوجہ ان فرمودات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

(۶۶۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ وَ تَحْرِیْمُھَا التَّکْبِیْرُ وَ تَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ وَلَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَاْ بِالْحَمْدِ وَ سُوْرَۃٍ فِیْ فَرِیْضَۃٍ اَوْ غَیْرِھَا (رواہ الترمذی)[۲]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کی چابی وضو ہے اور اسکی تحریم یعنی شروع کرنا تکبیر ہے اور اس کی تحلیل یعنی ختم کرنا تسلیم ہے اور اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے فرض اور غیر فرض میں الحمد اور کوئی دوسری سورت نہ پڑھی ہو۔

(۵۶۱) وَعَنْ رِفَاعَۃَ بْنِ رَافِعٍؓ الزُّرَقِیِّ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی قَرِیْبًا مِّنْہُ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہٗ اَعِدْ صَلٰوتَکَ فَاِنَّکَ لَمْ

حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ سے روایت ہے کہ جو اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے کہ ایک آدمی آیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نماز پڑھی وہ فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے اسے فرمایا کہ تو اپنی نماز لوٹا اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی اس

[۱] نصب الرایۃ ص۴۲۲
[۲] نصب الرایۃ ص۳۶۳

تُصَلِّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِیْ كَيْفَ اَصْنَعُ قَالَ اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ الخ

(رواه احمد واسناده صحيح)[۱]

نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ مجھے سکھادیں کہ کیسے پڑھوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو قبلہ رو ہوجائے تو اللہ اکبر کہہ پھر ام القرآن (سورۂ فاتحہ) پڑھ پھر جتنا قرآن چاہے پڑھ الخ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ قرآن پڑھنا واجب ہے جو عند الاحناف ایک چھوٹی سورت یا تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت ہے کیونکہ کم از کم اتنی مقدار ہی کو قرآن کہا جاتا ہے تین آیات کی تصریح ابن عدیؒ کی اس روایت میں موجود ہے۔

(٦٦٢) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ الْمَكْتُوْبَةُ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ ثَلَاثِ اٰيَاتٍ فَصَاعِدًا

(رواه ابن عدیؒ)[۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرض نماز صحیح نہیں ہوسکتی مگر فاتحہ اور تین آیات یا اس سے زیادہ کے ساتھ صحیح ہوگی۔

اور دو آیتوں کی روایت طبرانی کی اس روایت میں دیکھ سکتے ہیں۔

(٦٦٣) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ صَامِتٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَاٰيَتَيْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ

(رواه الطبرانی فی مسند الشاميين)[۳]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ سورۂ فاتحہ اور قرآن کریم کی دو آیات کے بغیر کوئی نماز نہیں ہے۔

(٦٦٤) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِیَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ (رواه مسلم)[٤]

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے ایسی نماز پڑھی کہ جس میں ام القرآن نہیں پڑھی تو وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے کامل نہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ فاتحہ نماز میں فرض نہیں ورنہ نماز ناقص بھی نہ ہوتی بلکہ کالعدم ہوتی مگر یہاں تو ناقص

[۱] مستدلات ص ۸۱ [۲] زجاجة ص ٢٤٤
[۳] نصب الراية ص ٣٦٤
[٤] مسلم ص ١٦٩

بطلانی جارہی ہے جس کا مطلب ہے کہ کسی نہ کسی درجہ میں نماز ہو جاتی ہے لیکن چونکہ فاتحہ کا واجب چھوٹ گیا ہے اس لئے ناقص اور واجب الاعادہ ہے۔

علامہ شعرانی کا اعترافِ حق

مشہور بزرگ اور عالم محقق شیخ عبدالوھاب شعرانی اگرچہ شافعی المسلک ہیں مگر وہ سورۂ فاتحہ کو فرض کی بجائے واجب قرار دیتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بے حد مداح ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے ثابت احکام میں جس فرقِ مراتب کا لحاظ امام ابوحنیفہؒ نے کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا۔

فَرَحِمَ اللّٰهُ اَبَا حَنِيْفَةَ حَيْثُ بَيَّنَ الْفَرْضَ وَالْوَاجِبَ وَبَيَّنَ مَعْنَاهُمَا فَجَعَلَ مَا فَرَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلٰى مِمَّا فَرَضَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ لَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اَدَبًا مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَفْسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْدَحُ الْاِمَامَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَلٰى مِثْلِ ذَالِكَ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ رَفْعَ رُتْبَةِ تَشْرِيْعِ رَبِّهٖ عَلٰى تَشْرِيْعِهٖ هُوَ وَلَوْ كَانَ ذَالِكَ بِاِذْنِهٖ تَعَالٰى وَلَمْ يَنْظُرْ اِلٰى ذَالِكَ مَنْ جَعَلَ الْفَرْضَ وَالْوَاجِبَ مُتَرَادِفَيْنِ

(المیزان الکبری فتح الملھم)[1]

اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحم فرمائیں کہ انہوں نے فرض اور واجب کے الفاظ اور انکے معانی جدا جدا قرار دیے ہیں پس جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اس کا درجہ اونچا رکھا اس چیز سے جسکو رسول اللہ ﷺ نے فرض قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے اگر چہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی خواہش سے نہیں کہتے تھے خود رسول اکرم ﷺ امام ابوحنیفہؒ کی ایسی چیزوں پر مدح کرتے ہیں کیونکہ اگرچہ آپکی ہر بات اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے پھر بھی آپ اپنے رب کے جاری کردہ قانون کے درجہ کو اپنے جاری کردہ قانون سے بلند رکھنا چاہتے ہیں۔ اس بات کیطرف ان لوگوں کی نظر نہیں گئی جنہوں نے فرض اور واجب کو مترادف قرار دیا ہے۔

امام بخاریؒ کے نزدیک مطلق قرأت واجب ہے نہ کہ بالخصوص سورۂ فاتحہ، دیکھئے امام بخاریؒ نے سرخی باندھی ہے،

"بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَائَةِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ فِی الصَّلٰوةِ كُلِّهَا فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيْهَا وَمَا يُخَافَتُ"[2]

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ تمام جہری اور سری نمازوں اور سفر وحضر میں امام اور مقتدی کیلئے قرآن پڑھنا واجب ہے۔

[1] فتح الملھم ص ۱۹/۲ [2] بخاری شریف ص ۱۰۴/۱

ملحوظ رہے کہ ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں ہمارے نزدیک بھی فرض صرف قرأتِ قرآن ہے خواہ کہیں سے ہو جہاں تک فاتحہ کا تعلق ہے تو وہ ہمارے نزدیک واجب ہے جس کے ترک سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے مگر امام بخاریؒ کے ہاں تو وہ واجب بھی نہیں تو اس کے ترک کرنے سے نماز واجب الاعادہ کہاں ہوگی البتہ جہاں انہوں نے باب کی دوسری حدیث میں فاتحہ کا ذکر کیا ہے وہاں مقتدی کا کوئی ذکر نہیں اس لحاظ سے امام بخاریؒ ہم احناف کے موافق ہیں نہ کہ غیر مقلد یا کسی اور کے ساتھ۔ وللہ الحمد

فاتحہ خلف الامام

یعنی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کا بیان، فاتحہ کے لحاظ سے نمازیوں کی دو قسمیں ہیں، (۱) امام و منفرد (۲) مقتدی امام و منفرد کا حکم یہ ہے کہ ان کیلئے فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اگر وہ فاتحہ نہیں پڑھیں گے تو ان کی نماز صحیح نہیں ہوگی بلکہ واجب الاعادہ ہوگی یہی مطلب اور محل ہے ان تمام حدیثوں کا جن میں فرمایا گیا ہے کہ اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے فاتحہ نہیں پڑھی یا یہ کہ نماز تو صرف فاتحہ الکتاب کے ساتھ ہے یا یہ کہ جس نے فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ناقص ہے وغیرہ وغیرہ...... مثلاً اس معنی کی حدیث یہ ہے۔

(٦٦٥) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُّصَلِّيْ وَحْدَهٗ (رواہ ابو داؤد)[۱]

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسنے فاتحہ اور کچھ زائد نہیں پڑھا اسکی نماز پوری نہیں ہوئی (امام بخاریؒ کے دادا استاد) امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک اکیلے نماز پڑھنے والے کیلئے ہے۔

یہ حدیث عبادہؓ الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ صحاح کی تمام کتابوں اور ان کے ماسوا میں بھی مذکور ہے یا یہ حدیث جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔

(٦٦٦) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِیَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ (رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ایسی نماز پڑھی جس میں ام القرآن (سورۂ فاتحہ) نہیں پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے ناقص ہے نامکمل ہے تین دفعہ فرمایا پس ابو ہریرہؓ سے کہا گیا کہ ہم بسا اوقات امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اپنے جی میں پڑھ لیا کرو۔

[۱] ابو داؤد شریف ص ۱۹۹ [۲] مسلم ص ۱۶۹

ان احادیث مبارکہ کو بعض حضرات بنیاد بنا کر فاتحہ کو مطلقاً واجب قرار دیتے ہیں خواہ وہ نماز جہری ہو یا سری پڑھنے والا امام ہو یا منفرد یا مقتدی، اور بعض دیگر نے سری میں واجب قرار دیا ہے لیکن جہری میں نہیں، اور بعض دوسرے حضرات نے امام و منفرد کیلئے واجب قرار دیا ہے خواہ نماز کوئی سی ہو لیکن مقتدی کو مستثنیٰ رکھا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ اس کیلئے فاتحہ کا پڑھنا ناجائز یا کم از کم مکروہ ہے اور یہی آخری مسلک حضرات احناف ''کثر اللہ سوادہم'' کا ہے اور حق یہ ہے کہ تمام مثبت و نافی اور بظاہر متضاد و متباین احادیث کے پیش نظر یہی مسلک درست اور اقرب الی السنۃ ہے۔

دلیل استثناءِ مقتدی

اس بات کی دلیل کہ وجوبِ فاتحہ کے حکم سے مقتدی مستثنیٰ ہے اگلی احادیث مبارکہ ہیں۔

(٦٦٧) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ صَلٰوةٍ لَایَقْرَاُ فِیْهَا بِاُمِّ الْکِتَابِ فَهِیَ خِدَاجٌ اِلَّا صَلٰوةٌ خَلْفَ الْاِمَامِ (رواہ البیہقی فی کتاب القراۃ)[۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر وہ نماز کہ جس میں ام الکتاب نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہے۔

(٦٦٨) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ صَلٰوةٍ لَایُقْرَاُ فِیْهَا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَلَاصَلٰوةَ اِلَّا وَرَآءَ الْاِمَامِ (کتاب القراۃ للبیہقی)[۲]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی جائے وہ کوئی نماز نہیں مگر ہاں امام کے پیچھے صحیح ہے۔

(٦٦٩) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ مَنْ صَلّٰی رَکْعَةً لَّمْ یَقْرَاْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ وَرَآءَ الْاِمَامِ
(رواہ الترمذی و محمدؒ و مالکؒ وابن ابی شیبۃؒ)[۳]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جس نے ایسی رکعت ادا کی جس میں فاتحہ نہ پڑھی ہو اس کی نماز کالعدم ہے سوائے اس کے جو امام کے پیچھے ہے۔

نوٹ: امام طحاویؒ اور امام بیہقیؒ کے طریق میں حضرت جابرؓ نے اس روایت کو آپ ﷺ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے...... تو یہ تینوں

[۱] بیہقی ص ۱۳۵ ، احسن الکلام ص ۱۵۰

[۲] احسن الکلام ص ۱۹۶

[۳] موطا امام مالکؒ ص ٦٦ ، موطا محمدؒ ص ۹۵

مرفوع احادیث بصراحت بتلا رہی ہیں کہ لاصلوۃ والی حدیث میں مقتدی شامل نہیں ہے بلکہ اسے امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہئے کیونکہ اسکا وظیفہ قرأت صرف امام خود ادا کر رہا ہے ورنہ امام کے اونچی پڑھنے کا کوئی مقصد نہیں ہے اور جب امام آہستہ پڑھ رہا ہو تو تب بھی وہ پوری جماعت کی طرف سے اجتماعی درخواست بارگاہ خداوندی میں پیش کر رہا ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر مقتدی بھی پڑھنا شروع کردیں تو امام کی نمائندگی ختم ہو جائیگی پھر امام کی اقتداء ہی کیوں کرنی ہے اس سے تو بہتر ہے کہ الگ الگ نماز ادا کرلیں اور اپنی اپنی ڈفلی سے اپنا اپنا راگ الاپ لیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی سابقہ حدیث جسے ہمارے حریف اپنی دلیل سمجھتے ہیں وہ بھی دراصل مقتدی کیلئے منع قرأت کی ہماری دلیل ہے اور وہ یہ کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے ایسی نماز کو ناقص قرار دیا ہے تو سامعین نے بالاتفاق اعتراض کیا کہ "اِنَّا نَكُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ" کہ ہم تو بسا اوقات امام کے مقتدی ہوتے ہیں ایسی صورت میں بھی ہم پر فاتحہ لازم ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے سامعین جو غالباً صحابہؓ یا اجلہ تابعینؒ ہوں گے ان سب کا مسلک یہی تھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے ورنہ وہ "اِنَّا نَكُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ" کا اعتراض نہ کرتے، پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا ہے وہ بھی ہماری تائید کرتا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ آپؓ نے ان کے اعتراض کو درست قرار دیتے ہوئے فی الجملہ پڑھنے کی ایک نئی صورت بتلا دی کہ اپنے جی میں پڑھ لیا کرو، ظاہر ہے کہ دل اور جی کے پڑھے یا سوچے ہوئے کو قرأت نہیں کہا جاتا لہٰذا یہ حدیث شریف بھی مثبتین فاتحہ کی نہیں بلکہ مانعین کی دلیل ہے جسے امام مسلمؒ نے روایت کرکے اپنی حق پسندی اور بے تعصبی کا ثبوت فراہم کیا ہے کاش ہمارا فریق مخالف بھی اس بے تعصبی اور حقیقت پسندی کا قائل ہو جائے تو یہ مسئلہ بڑی حد تک سلجھ جائے ان احادیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے مقتدی کو خود مستثنیٰ کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ کسی غیر مقلد عالم کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ان احادیث مبارکہ کو پوری پوری بیان کردے بلکہ یہ استثناء کو تو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتے ہیں۔

مقتدی کا حکم

مقتدی کو قرأت کرنا بحکم قرآن وفرمان حدیث ناجائز ہے اس کا تو صرف یہ کام ہے کہ امام کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو اور خود خاموش رہے جیسے قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (پ۹ ع۱٤)	اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور خاموش رہو تاکہ تمہارے اوپر رحم کیا جائے۔

یہ حکم نمازی کیلئے حتمی اور بدرجۂ وجوب ہے اگرچہ غیر نمازی کیلئے سماعتِ قرآن مستحب ہے لیکن آیات کا نزول چونکہ دراصل نماز ہی کے متعلق ہے کہ جب امام فاتحہ پڑھے تو تم خاموش رہو چنانچہ جمہور صحابہؓ اور جمہور تابعینؒ جمہور ائمہ نے اس کا نزول نماز ہی کے بارے میں قرار دیا ہے، جیسے حضرت ابن عمرؓ کا فرمان ہے۔

شانِ نزول از ابن عمرؓ

(٦٧٠) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ اِذَا قَرَاَتْ اَئِمَّتُهُمْ جَاوَبُوْهُمْ فَكَرِهَ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَقَالَ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اخرجه ابو الشيخ)[1]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے امام جب قرأت کرتے تو وہ انہیں جواب دیتے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے اسے ناپسند فرمایا ہے اور حکم دیدیا "واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون"

شانِ نزول از ابن عباسؓ

(٦٧١) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَرَاَ قَوْمٌ خَلْفَهٗ فَنَزَلَتْ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(رواہ الامام ابوبکر الحازمی فی کتابہ الاعتبار)[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ایک قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرأت کی تو آیت "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" نازل ہوئی۔

دوبارہ ابن عباسؓ

(٦٧٢) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" يَعْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضِ

(رواہ الامام بیہقی فی کتاب القرأۃ)[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے قولِ باری تعالیٰ "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" کے متعلق فرمایا کہ اس سے فرض نماز مراد ہے۔

شانِ نزول از ابن مسعودؓ

(٦٧٣) صَلّٰى ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَسَمِعَ اُنَاسًا يَقْرَءُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اَنْ

حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی تو آپ نے کچھ لوگوں کو امام کیساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا آپ فارغ

[1] در منثور ج ۳ ص ۱۵٦ [2] الدلیل المبین ص ۳
[3] بیہقی ص ۷۳، احسن الکلام ص ۳٤۳

لَکُمْ اَنْ تَفْهَمُوْا اَمَا اٰنَ لَکُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کَمَا اَمَرَکُمُ اللّٰهُ (رواه الامام ابن جریرؒ طبری فی تفسیره)[۱]

ہوئے اور فرمایا کیا تمہارے لئے ابھی وقت نہیں کہ سمجھ جاؤ کیا تمہارے لئے ابھی وقت نہیں کہ عقل کرو جیسے تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسکے مطابق خاموش رہو۔

دوبارہ ابن مسعودؓ سے

(٦٧٤) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فِیْ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ "اَنْصِتْ لِلْقُرْاٰنِ کَمَا اُمِرْتَ" قَالَ "فِیْ الْقِرَائَةِ لَشَغْلًا وَسَیَکْفِیْکَ ذَالِکَ الْاِمَامُ" (رواه البیهقیؒ فی کتاب القراة)[۲]

حضرت ابن مسعودؓ نے قرأت خلف الامام کے متعلق فرمایا کہ قرآن کے متعلق خاموش ہوجا جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اسلئے کہ خود قرأت کرنے میں بے توجہی ہوتی ہے اور تیری قرأت سے تجھے امام کفایت کرجائے گا۔

شانِ نزول از حضرت ابوہریرہؓ

(٦٧٥) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ کَانُوْا یَتَکَلَّمُوْنَ فِیْ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ) وَالْاٰیَةُ الْاُخْرٰی اُمِرُوْا بِالْاِنْصَاتِ (رواه ابن کثیر)[۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے پھر جب یہ آیت (واذا قرئ القران) اور ایک دوسری غالبًا (قوموا للہ قانتین) آیت نازل ہوئی تو خاموش رہنے کا حکم دے دیا گیا۔

شانِ نزول از ابن مغفلؓ

(٦٧٦) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍؓ اَنَّهٗ سُئِلَ اَکُلُّ مَنْ سَمِعَ الْقُرْاٰنَ وَجَبَ عَلَیْهِ الْاِسْتِمَاعُ وَالْاِنْصَاتُ قَالَ "اِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا) فِیْ قِرَائَةِ الْاِمَامِ" (رواه ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویه والبیهقی فی کتاب القراة)[٤]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ قرآن کے ہر سننے والے پر استماع وانصات واجب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت واذا قرئ القران تو صرف قرأت امام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

[۱] تفسیر ابن جریر طبری ص۱۰۳/۹

[۲] بیہقی ص۷۳ ، احسن الکلام ص٤١

[۳] ابن کثیر ص٢٨٠ ج٢ [٤] زجاجة ص ٢٤١

لطیفہ: حضرت ابن عمرؓ نے یہ شانِ نزول مدینہ منورہ میں بیان فرمایا حضرت ابن عباسؓ نے مکہ مکرمہ میں حضرت ابن مسعودؓ نے کوفہ میں اور حضرت ابن مغفل نے بصرہ میں لیکن کسی ایک صحابیؓ نے ان سے اختلاف نہیں کیا کہ تم غلط کہتے ہو، یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی لہٰذا تمام عالمِ اسلام کا اس پر اجماع ہوگیا کہ یہ آیت مبارکہ مقتدی کے حق میں ہی نازل ہوئی ہے کہ وہ خلف الامام قرأت نہ کرے۔

شانِ نزول از جمہور صحابہؓ

علاوہ ازیں چاروں خلفاءِ راشدینؓ اکثر عشرہ مبشرہؓ اور عبادلہ ثلاثہؓ وغیرہ اَسّی صحابہؓ سے منقول ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ میں سننے متوجہ ہونے اور خاموش رہنے کا حکم یہ نمازی اور مقتدی کے لئے ہے جیسا کہ علامہ بدرالدین عینیؒ نے عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۷ پر لکھا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے یا فاتحہ پڑھنے کو اَسّی صحابہؓ نے منع کیا ہے تو اس بنا پر حضراتِ صحابہؓ کا خلف الامام منع قرأت پر تقریباً اجماع ہے جیسا کہ امام احمدؒ نے اس اجماع کی توثیق بھی کی ہے۔ دیکھئے!

(۶۷۷) عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَؒ قَالَ اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِی الصَّلٰوةِ (اخرجه البیہقی کما نقله ابن همام)[۱]

امام احمدؒ سے روایت ہے کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے۔

شانِ نزول از امام التابعین حضرت مجاہدؒ

(۶۷۸) عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جُبَيْرٍؒ فِیْ قَوْلِهٖ "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ" قَالَ فِی الصَّلٰوةِ

(رواه ابن کثیر و البیہقی فی کتاب القراۃ)[۲]

حضرت مجاھد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے قول الٰہی (واذا قرئ) کے بارے میں فرمایا کہ یہ نماز کے متعلق ہے۔

(۶۷۹) وَعَنْهُ قَالَ قَرَاَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ

(رواه عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و البیہقی)[۳]

اور مجاہدؒ ہی سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے پیچھے قرأت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۔ تفسیر مظہری ج ۳ ص ۵۰۷

۲۔ احسن الکلام ص ۷۶ ، ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۱ ، بیہقی ص ۷۳

۳۔ زجاجۃ ص ۲۴۱

شانِ نزول از حضرت سعید بن المسیبؒ

(۶۸۰) وَعَنْ سَعِيدٍ فِىْ قَوْلِهٖ "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ" قَالَ فِى الصَّلٰوةِ (رواه البیہقی)[۱]

جناب سعید بن میبؒ نے واذا قرئ القران کے متعلق فرمایا کہ یہ نماز کے بارے میں ہے۔

شانِ نزول از حسن بصریؒ

(۶۸۱) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فِى الصَّلٰوةِ (رواه البیہقی فی کتابه)[۲]

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا "واذا قرئ القران" کا حکم نماز کے بارے میں ہے۔

شانِ نزول از امام زہریؒ

(۶۸۲) عَنِ الزُّهْرِيِّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِىْ فَتًى مِّنَ الْاَنْصَارِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا قَرَأَ شَيْئًا قَرَاَهٗ (رواه ابن جریر والبیہقی)[۳]

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک نوجوان انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی قرأت کرتے تو وہ بھی قرأت کرنے لگ جاتا۔

شانِ نزول از عبید بن عمیرؒ وعطاء بن ابی رباحؒ

(۶۸۳) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيْزٍ قَالَ رَاَيْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ وَّعَطَآءَ بْنَ اَبِىْ رَبَاحٍ يَتَحَدَّثَانِ وَ الْقَاصُّ يَقُصُّ فَقُلْتُ اَلَا تَسْتَمِعَانِ اِلَى الذِّكْرِ وَتَسْتَوْجِبَانِ الْمَوْعُوْدَ قَالَ فَنَظَرَ اِلَىَّ ثُمَّ اَقْبَلَا عَلٰى حَدِيْثِهِمَا قَالَ فَاَعَدْتُّ فَنَظَرَ اِلَىَّ وَاَقْبَلَا عَلٰى حَدِيْثِهِمَا قَالَ فَاَعَدْتُّ الثَّالِثَةَ قَالَ فَنَظَرَ اِلَىَّ فَقَالَا اِنَّمَا

جناب طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیرؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ کو اس وقت باتیں کرتے دیکھا جب کہ واعظ وعظ کہہ رہا تھا میں نے کہا کیا تم ذکر الٰہی کو نہیں سنو گے اور وعید کے مستحق بنو گے؟ راوی کہتے ہیں کہ انہوں میری طرف دیکھا اور پھر باتیں کرنے لگ گئے راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو دوبارہ ٹوکا تو انہوں نے میری طرف دیکھا اور پھر باتیں کرنے لگ

[۱] بیہقی ص۷۵ ، احسن الکلام ص۵۰
[۲] بیہقی ص۷۵ ، احسن الکلام ص۵۰
[۳] زجاجة ص۲۴۲

ذَالِكَ فِى الصَّلٰوةِ ''وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ''
(رواہ ابن کثیر)۱

گئے راوی کہتے ہیں کہ میں نے تیسری دفعہ روکا تو انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ یہ آیت (واذا قرئ الخ) نماز کے بارے میں ہے۔

شانِ نزول از ہفت پیکر تابعینؒ

(۶۸۴) قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَالضَّحَّاكُ وَاِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِيُّ وَقَتَادَةُ وَالشَّعْبِيُّ وَ السُّدِّيُّ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اِنَّ الْمُرَادَ بِذَالِكَ فِى الصَّلٰوةِ (رواہ ابن کثیر)۲

حضرت سعید بن جبیر، حضرت ضحاک، حضرت ابراھیم النخعی، حضرت قتادۃ، حضرت شعبی، حضرت سدی اور حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد نماز ہے۔

چہارتن پاکؓ کا فتویٰ

(۶۸۵) عَنْ مُوْسَى بْنِ عَقْبَةَؒ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍؓ وَّعُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ (رواہ ملا علی قاری فی شرحہ)۳

حضرت موسیٰ بن عقبہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے۔

حضراتِ اصحابِ عشرہؓ کا فتویٰ

(۶۸۶) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ عَشَرَةٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ اَشَدَّ النَّهْيِ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ وَ

جناب عبداللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دس شخص قرأت خلف الامام سے انتہائی سختی کے ساتھ منع کیا کرتے تھے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان بن

۱ ابن کثیر ص ۲۸۱
۲ ابن کثیر ص ۲۸۱
۳ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۷

عُمَرُالْفَارُوْقُ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَّ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّعَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ (رواہ ملا علی قاری)[1]	عفان اور علی بن ابی طالب اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

ان روایات وفتاویٰ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے علاوہ اکثر تابعینؒ عظام امام کے پیچھے قرأت کو اس آیت کی بنا پر منع فرماتے تھے جہری نمازوں میں حضرت مکحولؒ کے سوا بھی تقریباً تمام تابعینؒ مانعین کی صف میں شامل ہیں اور سری نمازوں میں بعض نے قرأت کرنے کی اجازت دی ہے لیکن وہ اسے امام کے پیچھے واجب نہیں کہتے امام کے پیچھے قرأت کو واجب کہنے والے صرف ہندو پاک کے غیر مقلدین ہیں جن کو امام شافعیؒ کی بھی پوری تائید حاصل نہیں کیونکہ ان کا بھی قول جدید منع کا ہے جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے، تو ان صحابہؓ اور جلیل القدر تابعینؒ کے بیان کردہ شان نزول سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول سے پہلے خلف الامام قرأت کی اجازت تھی جسے اس آیت نے آکر منسوخ کر دیا لہٰذا اگر کوئی روایت اب پڑھنے کی مل بھی جائے تو وہ نسخ سے پہلے کی سمجھی جائے گی۔

واللہ اعلم

فتاویٰ ائمہ اربعہ

فتوٰی امام مالکؒ

قَالَ یَحْیٰیؒ سَمِعْتُ مَالِکًاؒ یَقُوْلُ الْاَمْرُ عِنْدَنَا اَنْ یَّقْرَاَ الرَّجُلُ وَرَآءَ الْاِمَامِ فِیْمَا لَا یَجْھَرُ فِیْہِ الْاِمَامُ بِالْقِرَائَۃِ وَیَتْرُکُ الْقِرَائَۃَ فِیْمَا یَجْھَرُ فِیْہِ الْاِمَامُ بِالْقِرَائَۃِ (رواہ مالك فی موطاہ)[2]	جناب یحییٰ مصمودیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے سنا آپؒ فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک بہتر امر یہ ہے کہ آدمی امام کے پیچھے ان نمازوں میں قرأت کرے جن میں وہ جہراً قرأت نہیں کرتا اور ایسی نمازوں میں قرأت کو چھوڑ دے جن میں وہ جہراً قرأت کرتا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں ترکِ قرأت کو امام مالکؒ بھی پسند فرماتے ہیں۔

[1] عمدۃ القاری ج ۳ ص ٦٧

[2] موطا امام مالکؒ ص ٦٨

فتوی امام محمدؒ وامامنا الاعظمؒ

قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدٌ" لَا قِرَائَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ وَلَا فِيمَا لَمْ يَجْهَرْ بِذَالِكَ جَآئَتْ عَامَّةُ الْاٰثَارِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ ۱

امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں نہ جہری نمازوں میں اور نہ ہی سری نمازوں میں اسی معنی میں اکثر آثار صحابہؓ وارد ہوئے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

فتوی امام شافعیؒ وداؤد ظاہری

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ" وَدَاؤُدُ" بِعُمُوْمِ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ غَيْرَ اَنَّهُ خَصَّ فِي حَالِ الْجَهْرِ لِلْإِمَامِ بِالْإِنْصَاتِ فَفِي مَاعَدَاهُ يَبْقٰى عَلَى الْعُمُوْمِ

(مغنی ابن قدامة)۲

امام شافعیؒ اور امام داؤدؒ آپ ﷺ کے قول "لاصلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب" کے عموم کے قائل ہیں سوائے اس کے کہ انہوں نے جہری نمازوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے بوجہ ارشادِ باری تعالیٰ "واذا قرئ القران" کے کیونکہ اس میں خاموشی کا حکم دیا گیا ہے پس اسکے ماسوی یعنی سری نمازیں اپنے عموم پر رہیں گی۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ امام شافعیؒ جہری نمازوں میں مقتدی کیلئے فاتحہ پڑھنے کو منع کرتے ہیں اور امام داؤد ظاہریؒ بھی اس بارے میں انکے ہمنوا ہیں، امام شافعیؒ کی مایہ ناز تصنیف کتاب الأم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک "لَا صَلٰوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" والی حدیث امام ومنفرد کیلئے ہے رہا مقتدی تو اس کا حکم انہوں نے الگ اور برعکس بیان کر دیا ہے جیسے "کتاب الام" کے اس اقتباس سے ظاہر ہے۔

فَوَاجِبٌ عَلٰى مَنْ صَلّٰى مُنْفَرِدًا اَوْ إِمَامًا اَنْ يَّقْرَأَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ لَا يُجْزِئُهُ غَيْرُهَا وَ اُحِبُّ اَنْ يَّقْرَأَ مَعَهَا شَيْئًا اٰيَةً اَوْ اَكْثَرَ وَسَاَذْكُرُ الْمَاْمُوْمَ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ

(كتاب الام)۳

جو شخص منفرد یا بطور امام کے نماز پڑھے اس پر واجب ہے کہ ہر رکعت میں امّ القرآن یعنی فاتحہ پڑھے اسکے ماسوا اس کو کافی نہیں ہوگا اور مجھے یہ بھی پسند ہے کہ اسکے ساتھ کچھ اور بھی پڑھے ایک آیت یا زیادہ رہا مقتدی کا حکم تو اسے میں ان شاءاللہ عنقریب بیان کروں گا۔

۱۔ موطا امام محمدؒ ص۹۷

۲۔ مغنی ابن قدامة ص۱/۶۰۹ ، احسن الکلام ص۹

۳۔ کتاب الام ص۱/۹۳ ، احسن الکلام ص۱۰

اس روایت سے کم از کم یہ بات ضرور ثابت ہوئی کہ امام شافعیؒ کے نزدیک قرأت فاتحہ کے لحاظ سے مقتدی کا حکم امام اور منفرد سے الگ اور علیحدہ قسم کا ہے اور وہ یہی ہے کہ سری نمازوں میں قرأت کرے مگر جہری میں بالکل نہیں۔ واللہ اعلم

فتوی امام احمدؒ

امام احمدؒ کے نزدیک کسی بھی نماز میں مقتدی کیلئے فاتحہ واجب نہیں جیسے مغنی میں ہے۔

وَجُمْلَةُ ذَالِكَ اَنَّ الْقِرَائَةَ غَيْرُ وَاجِبَةٍ عَلَى الْمَامُوْمِ فِيْمَا جَهَرَ بِهِ الْاِمَامُ وَ لَا فِيْمَا اَسَرَّ بِهِ نَصَّ عَلَيْهِ اَحْمَدُؒ فِىْ رِوَايَةِ الْجَمَاعَةِ

(مغنی ابن قدامة)[1]

اس سارے کا حاصل یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں نہ ہی ان نمازوں میں جن میں امام جہر کرے اور نہ ہی سری نمازوں میں، ایک جماعت کی روایت کے مطابق اس پر امام احمدؒ کی تصریح موجود ہے۔

بلکہ بقولِ امام تیمیہؒ سری نمازوں میں بھی امام احمدؒ کے نزدیک صرف مستحب ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ ذَكَرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ تَيْمِيَّةَؒ اَنَّ الْمَشْهُوْرَ مِنْ مَذْهَبِهٖ اِسْتِحْبَابُهَا فِى السِّرِّيَّةِ وَلَا وُجُوْبُهَا كَمَا حَكَاهُ شَيْخُنَا فِىْ فَصْلِ الْخِطَابِ

(فصل الخطاب)[2]

اور وہی ہے کہ جسے حافظ ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام احمدؒ کا مشہور مذہب سری نمازوں میں فاتحہ کے مستحب ہونے کا ہے نہ کہ وجوب کا، جیسا کہ اسے ہمارے شیخ نے ''فصل الخطاب'' میں ذکر کیا ہے۔

شیخ سے مراد علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

جمہور امت کا فتوی یا اجماع

وَ الْاَمْرُ بِاسْتِمَاعِ قِرَائَةِ الْقُرْاٰنِ وَالْاِنْصَاتِ لَهٗ مَذْكُوْرٌ فِى الْقُرْاٰنِ وَفِىْ سُنَّةِ الصَّحِيْحَةِ وَهُوَ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ فِيْمَا زَادَ عَلَى الْفَاتِحَةِ وَ هُوَ قَوْلُ جَمَاهِيْرِ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِؓ فِى الْفَاتِحَةِ وَغَيْرِهَا وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَىِ الشَّافِعِىِّؒ وَاخْتَارَهٗ طَائِفَةٌ مِّنْ حُذَّاقِ اَصْحَابِهٖ

امام کی قرأت کو سننے اور اس کیلئے خاموش رہنے کا حکم قرآن پاک اور سنت صحیحہ میں موجود ہے اور فاتحہ کے علاوہ قرأت میں تو اجماع امت ہے اور فاتحہ اور غیر فاتحہ وہی جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذہب ہے اور وہی امام شافعیؒ کا قول ہے اور اسی کو امام شافعی رحمہ اللہ کے ماہر ترین اصحاب نے اختیار کیا ہے جیسے

[1] مغنی ابن قدامة ص ۶۰۸/۱ ، معارف السنن ص ۱۸۴

[2] فصل الخطاب ص ۹۷ ، معارف السنن ص ۱۸۵

كَالرَّازِيّ وَاَبِيْ مُحَمَّدْ بْنِ عَبْدِالسَّلَامِ فَاِنَّ الْقِرَائَةَ مَعَ جَهْرِالْاِمَامِ مُنْكَرٌ مُخَالِفٌ لِلْقُرْاٰنِ وَالسُّنَّةِ وَمَا كَانَ عَلَيْهِ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ

(رواه الامام ابی تیمیة فی تنوع العبادات)[1]

امام رازی اور ابو محمد بن عبدالسلام رحمھما اللہ وغیرہ پس جہر امام کے ساتھ مقتدی کی قرأت منکر اور مخالف قرآن وسنت ہے اور اس طریقے کی بھی مخالف ہے جس پر اکثر صحابہ تھے۔

مسلک جمہور امت کے متعلق یہ نام نہاد اہل حدیث کے ممدوح معتمد اور اہل سنت کے امام علامہ ابن تیمیہؒ کے ریمارکس ہیں کہ کم از کم جہری نمازوں میں امام کیساتھ مقتدی کا قرأت کرنا نہ صرف جمہور صحابہؓ اور جمہور امت کے خلاف ہے بلکہ یہ قرآن وحدیث کے بھی منافی ہے اسکے پیش نظر ہندوستانی غیر مقلدین نے جو یہ مسلک اپنایا ہوا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے علی الاطلاق اسکی نماز نہیں ہوتی وہ بے نماز مرتا ہے، امت مسلمہ کی پوری گذشتہ تاریخ میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی کوئی معتمد بہ شخصیت اسکی قائل گزری ہے یہ ان لوگوں کا ایسا تفرد ہے جو انہیں سلف صالحین اور امت کی مسلسل اجتماعی زنجیر سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے بھلا سوچئے تو سہی انکے اس فتوی کی زد پر کیسی کیسی ہستیاں آتی ہیں جنکے ایمان واسلام پر خود رب العالمین کو ناز ہے جنکے خلوص وایثار وعبادت وریاضت پر رحمۃ اللعالمین کو فخر ہے یعنی جید اصحاب رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ وحضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ اور عظیم تابعین کرامؒ حاشا وکلا۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

بعض لوگوں کی اس قسم کی اندھا دھند تیر اندازی کی بنا پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ انتہائی متحیر ہو کر کہتے ہیں۔

قَالَ اَحْمَدُ مَاسَمِعْنَا اَحَداً مِّنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ يَقُوْلُ اِذَا جَهَرَ الْاِمَامُ بِالْقِرَائَةِ فَلَاتُجْزِئُ صَلٰوةُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَهٗ اِذَا لَمْ يَقْرَأْ وَقَالَ هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ وَالتَّابِعُوْنَ وَهٰذَا مَالِكٌ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ وَهٰذَا الثَّوْرِيُّ فِيْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَهٰذَا الْاَوْزَاعِيُّ فِيْ اَهْلِ الشَّامِ وَهٰذَا لَيْثٌ فِيْ اَهْلِ الْمِصْرِ مَاقَالُوْا لِرَجُلٍ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ وَلَمْ يَقْرَأْ صَلٰوتُهٗ بَاطِلَةٌ (رواه ابن قدامة)[2]

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو نہیں پایا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر کرے اور مقتدی اسکے پیچھے قرأت نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہے اور فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ ہیں یہ امام مالکؒ ہیں اہل حجاز میں یہ سفیان ثوریؒ ہیں اہل عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہل شام میں اور یہ لیث بن سعد ہیں اہل مصر میں انمیں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جسنے امام کے پیچھے قرأت نہ کی اسکی نماز باطل ہے۔

[1] تنوع العبادات ص۸۷ ، احسن الکلام ص۲۱

[2] مغنی ابن قدامة ص۱/۶۰۶ ، احسن الکلام ص۲۴

افسوس اس وقت یہ غیر مقلدین نہیں تھے ورنہ امام احمدؒ کی معلومات میں اضافہ ہو جاتا کہ ایک گروہ بے قید ایسا بھی ہے جو ایسی نماز کو باطل کہتا ہے پس شانِ نزول کی اس تمام بحث سے ثابت ہوا کہ مقتدی کیلئے قرأت خلف الامام ازروئے قرآن منع ہے اس کا کام صرف امام کی فاتحہ اور قرأت کو سننا اور خود خاموش رہنا ہے۔

استماع وانصات

آیت قرآنی ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ''[1] میں مقتدی نمازی کو دو حکم دے گئے ہیں ایک استماع کا اور دوسرا انصات کا، استماع کہتے ہیں سننے متوجہ ہونے اور کان لگانے کو اور انصات کا معنی ہے سننے کیلئے خاموش رہنا اور چپ ہونا، یہ دو مستقل حکم دو مستقل حالتوں کیلئے ہیں کہ اگر امام بلند آواز سے جہراً قرأت کرتا ہو تو مقتدی استماع کرے یعنی اسے بغور سنے اور اسکی طرف متوجہ رہے لیکن اگر امام سراً قرأت کر رہا ہے یعنی آہستہ قرأت کر رہا ہے تو اسمیں سننے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ خود خاموش رہے اور اس طرف اپنا دھیان رکھے لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جب امام آہستہ قرأت کرتا ہے تو سننا کیسا اور خاموشی کس طرح کیونکہ سننے کا تو مطالبہ ہی کوئی نہیں، مطالبہ تو یہ ہے کہ جب امام قرأت کر رہا ہو تو تمہیں خاموش رہ کر اپنی پوری توجہ کا ثبوت دینا چاہیے خواہ قرأت سنائی دے یا نہ دے ورنہ اللہ تعالیٰ کو دو الفاظ بولنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف لفظِ استماع یعنی سماع ہی کافی تھا مگر چونکہ مقتدی کو نماز میں دو حالتوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے دونوں حالتوں کے مطابق دو الفاظ لا کر دونوں حالتوں کا حکم بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر قرأت سنائی دے سکتی ہو تو سنے بھی اور چپ بھی رہے اور اگر سنائی نہ دے رہی ہو دور ہونیکی وجہ سے یا آہستہ پڑھنے کی بنا پر تو خود خاموش رہے اور ادھر دھیان رکھے تو گویا پہلے لفظ میں جہری نماز کا حکم بیان کیا گیا ہے اور دوسرے میں سری کا۔ واللہ اعلم

امام کی قرأت کا مقصد امام ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں

امام ابن تیمیہؒ مسئلہ قرأت خلف الامام پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ امام کے جہر کرنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ پڑھے اور مقتدی سنے یہی وجہ ہے کہ جب امام جہری نمازوں میں ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہتا ہے تو مقتدی بھی ''آمین'' کہتے ہیں اور سری نمازوں میں چونکہ مقتدی سنتے نہیں اس لئے وہ ''آمین'' بھی نہیں کہتے، اگر امام بھی قرأت کر رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ امام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو سننے کیلئے آمادہ نہیں اور ایسی قوم کو خطبہ اور وعظ کہو جو توجہ نہیں کرتی یہ ایسی کھلی حماقت ہے کہ جس سے شریعت مطہرہ کا دامن پاک ہے، ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اگر کوئی شخص خطبۂ امام

[1] پ۹ ع۱۴

کی قرأت باتیں کررہا ہو تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا ہو" ایسا ہی وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے۔ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ ۱

امام ابن تیمیہؒ ہی یہ شاندار محاکمہ فرماتے ہیں کہ:

فَالنِّزَاعُ مِنَ الطَّرَفَيْنِ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ جُمْهُوْرُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَمَعَهُمُ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الصَّحِيْحَةُ وَالَّذِيْنَ اَوْجَبُوْا عَلَى الْمَامُوْمِ فَحَدِيْثُهُمْ ضَعَّفَهُ الْاَئِمَّةُ (تنوع العبادات لابن تیمیۃ)۲	یعنی نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ قرأت خلف الامام سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف وخلف ہیں اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جن لوگوں نے اسے مقتدی پر واجب کردیا ہے انکی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

لاتفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب والی حدیث عبادہ کا جواب

اس کے متعلق ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں یہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک بہت وجوہ سے معلول ہے امام احمدؒ اور دیگر ائمہ نے اس کی تضعیف کی ہے اس حدیث کے ضعف پر دوسری جگہ تفصیل سے لکھا گیا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ حدیث صحیح حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ام القرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہی حدیث صحیحین میں مروی ہے اس حدیث کو زہریؒ نے محمود بن ربیعؓ سے انہوں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث (جس میں اختلاط واقع ہوا ہے) اس میں بعض شامیین نے غلطی کی ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ بیت المقدس کے امام تھے اور یہ بات یعنی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی انہوں نے کی تھی (نہ کہ حضور اکرم ﷺ نے) لیکن راویوں کو اشتباہ ہوگیا انہوں نے حدیث موقوف یعنی قول عبادہؓ کو حدیث مرفوع یعنی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نقل کردیا گویا اصل حدیث مرفوع "لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ" ہے بقیہ الفاظ حدیث یعنی "لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" اور "فَلَا تَقْرَئُوْا بِشَیْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ" حضرت عبادہؓ کے الفاظ ہیں نہ کہ حضور اکرم ﷺ کے۔ فتاوی ابن تیمیۃ ۳

(٦٨٧) امام ترمذیؒ لکھتے ہیں "وَقَرَاَ عُبَادَةُ بْنُ صَامِتٍؓ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ الْاِمَامِ وَتَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَائَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ" (رواہ الترمذی)۴ یعنی عبادہؓ نے حضور

۱ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ ٢ / ١٤٧ ، احسن الکلام ص ٢٠

۲ تنوع العبادات ص ٨٧ ، آثار السنن ص ١٠٧

۳ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ ٢ / ١٤٧ ۴ ترمذی شریف ص ١ / ٤٢

کرمﷺ کے بعد امام کے پیچھے قرأت کی اور ارشادِ نبویﷺ ''لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ '' سے استدلال کیا۔
گویا حضرت عبادہؓ ''لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِقِرَائَۃِ الْفَاتِحَۃِ'' (سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں) کو امام اور مقتدی دونوں کیلئے عام سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے مذکورہ الفاظ کہے تو راویوں کو وہم ہوا اور انہوں نے موقوف کو مرفوع بنا کر نقل کر دیا۔
دراصل ''لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِقِرَائَۃِ الْفَاتِحَۃِ'' کے الفاظ امام یا منفرد کیلئے ہیں نہ کہ مقتدی کیلئے دیکھئے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ''وَ رَوَاہُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلؒ فَقَالَ مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اِذَا کَانَ وَحْدَہٗ''[1]
امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ'' کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلا ہو تو اگر فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم

ترک فاتحہ کی مرفوع احادیث

(۶۸۸) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ الرَّقَاشِیِّ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ مَاتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ تَقُوْلُوْنَ فِیْ صَلَوَاتِکُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْ وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا

(رواہ مسلم)[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اپنی نمازوں میں قرأت کیسے کرو بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا تو ہماری سنت کو ہمارے لئے بیان کر دیا اور ہماری نمازیں ہمیں سکھائیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھی کر لو پھر تم میں سے کوئی تمہاری امامت کرائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

یہ امام مسلمؒ کی روایت ہے جب کہ یہی روایت ابوداؤد، احمد، ابوعوانہ اور دارقطنی اور ابن ماجہ میں بھی الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ موجود ہے جو ذیل میں مذکور ہے۔

[1] ترمذی شریف ص ۴۲/۱
[2] مسلم ص ۱۷۴/۱

لفظ احمد" اذا قمتم الى الصلوٰة فليؤمكم احدكم واذا قرأ فانصتوا ولفظ ابى عوانة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا ولفظ ابن ماجة مثله ولفظ الدار قطنى قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا ۞

ان سب کا مشترکہ مضمون یہی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اس روایت پر امام ابوداؤد کا یہ اعتراض کہ سلیمان تیمی متفرد ہے ۞ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی متابعت کرنے والے تین اور شخص عمر بن عامر، سعید بن ابی عروبہ دار قطنی میں اور ابوعبیدہ مجع ابی عوانہ میں موجود ہیں ۞ پھر ابوداؤد کا یہ اعتراض اس لئے بھی ناقابل اعتبار ہے کہ امام احمدؒ جو ان سے احفظ اور اثبت اور اتقی ہیں انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ ان کے ایک شاگرد ابوبکر بن اخت نے جب سلیمان تیمی پر اعتراض کیا تو امام نے یہ کہہ کر خاموش کرا دیا کہ سلیمان سے اچھا اور بڑا حافظ حدیث کہاں سے لاؤ گے۔ ۞

(۶۸۹) عن ابى هريرة" قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين (رواه احمد وابن ماجة والترمذى والنسائى وقال الامام مسلم هو حديث صحيح) ۞

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلا شبہ امام تو اس لئے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہا کرو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو اور جب "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" کہے تو تم آمین کہو۔

اس حدیث شریف کو بھی امام احمد، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ اجمعین سب نے روایت کیا ہے اور امام مسلمؒ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(۶۹۰) وعن انس بن مالكؓ ان النبى صلى الله عليه وسلم قال اذا قرأ الامام فانصتوا (رواه البيهقى فى جزء القراءة) ۞

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

۞ مسند احمد ص ۴۱۵/۴ ، ابن ماجة ص ۶۱ ، الدليل المبين ص ۷۲ تا ۷۷

۞ ابو داؤد ص ۱۴۰/۱ ۞ معارف السنن ج ۳ ص ۲۴۸

۞ مسلم ص ۱۷۴/۱ ۞ مسلم ص ۱۷۴/۱ ، ابن ماجة ص ۶۱

۞ جزء القراءة للبيهقى ص ۹۲ ، احسن الكلام ص ۱۲۴

ان تینوں احادیث مبارکہ میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہے کہ ''وَاِذَا قَرَاَ'' کا فاعل امام ہے اور وَاَنْصِتُوْا'' کے مخاطب مقتدی ہیں اور خاص اس صورت میں خاموش رہنے کا حکم ہے جسے امام آمین سے پہلے پڑھتا ہے اور جس میں آیت ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' آتی ہے اور وہ یقیناً فاتحہ ہے لہٰذا خلف الامام فاتحہ پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا خصوصاً جب رسول اللہ ﷺ نے اقتدا کی صورت میں خود بھی خاموشی اختیار کی ہو تو خاموش رہنا مقتدی کیلئے عمل رسول اکرم ﷺ سے متعین ہوجاتا ہے اس کیلئے یہ حدیث دیکھئے۔

(٦٩١) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَاَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اُمِرَ وَ سَكَتَ فِیْمَا اُمِرَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا وَّ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ (رواہ البخاری)[1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جہاں پڑھنے کا حکم دیا گیا وہاں آپ نے پڑھا اور جہاں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا وہاں آپ خاموش رہے اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے اور بلا شبہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکت میں نمونہ ہے۔

وضاحت: امام و منفرد کی حالت میں آنحضرت ﷺ کا پڑھنا ثابت ہے لہٰذا اسی حالت میں آپ کو پڑھنے کا حکم ہوگا لیکن مقتدی کی حالت میں آپ ﷺ کا پڑھنا ثابت نہیں تو لامحالہ اقتدا ہی کی حالت میں آپ ﷺ کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہوگا پس مقتدی کیلئے خاموش رہنا ہی حکم الٰہی ہے۔ مسند احمد ص ٢١٦ میں اسی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

(٦٩٢) فَقِیْلَ لَهٗ لَعَلَّهٗ كَانَ یَقْرَاُ فِیْ نَفْسِهٖ فَغَضَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّقَالَ اَیُتَّهَمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ (رواہ احمد)[2]

یعنی ابن عباسؓ سے کہا گیا شاید آنحضرت ﷺ اپنے جی میں پڑھ لیتے ہوں اس پر ابن عباسؓ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا کیا رسول اللہ ﷺ کو تہمت لگائی جائیگی۔

یعنی جی میں پڑھنے والی بات جب ثابت نہیں تو آنحضرت ﷺ کی طرف اس کا انتساب بھی تہمت سے کم نہیں۔

تنبیہ: ان احادیث مبارکہ کے متعلق شاید کوئی یہ کہہ دے کہ ان کے مطابق تو جہری نمازوں میں فاتحہ یا قرأت کی ممانعت ہے مگر سری میں نہیں کیونکہ وہ احادیث مبارکہ بھی آرہی ہیں جن میں سری نمازوں کی صراحت ہے۔

(٦٩٣) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو آپکے پیچھے ایک شخص نے

[1] بخاری ص ١٧٦ [2] مسند احمد ص ٢١٦

رَجُلٌ يَّقْرَأُ خَلْفَهٗ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَيُّكُمْ قَرَأَ اَوْ اَيُّكُمُ الْقَارِئُ؟ قَالَ رَجُلٌ اَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ اَنَّ قَدْ خَالَجَنِيْهَا

(رواہ مسلم)[۱]

سبح اسم ربك الاعلی پڑھی جب آپ فارغ ہوئے تو پوچھا تم میں سے کس نے قرأت کی ہے یا فرمایا تم میں سے کون قاری ہے؟ تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میں ہوں آپنے فرمایا کہ میں بھی کہتا تھا کہ کسی نے مجھے خلجان میں ڈال دیا ہے۔

(۶۹۴) وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ يَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَلَطْتُّمْ عَلَيَّ الْقِرَائَةَ (رواہ الطحاوی و الطبرانی)[۲]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے میرے اوپر قرأت کو گڈمڈ کردیا ہے۔

(۶۹۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُجَيْنَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ قَرَاَ مِنْكُمْ اَحَدٌ مَعِيَ اٰنِفًا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اِنِّىْ اَقُوْلُ مَالِيَ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَائَةِ مَعَهٗ حِيْنَ قَالَ ذَالِكَ

(رواہ الامام احمدؒ فی مسندہ)[۳]

حضرت عبداللہ بن بحینہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ تم میں سے ابھی کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ تو لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کیا جارہا ہے پس جب آپ نے فرمایا تو لوگ آپکے ساتھ قرأت کرنے سے رک گئے۔

وضاحت: اس روایت میں جہری اور سری کا کوئی سوال نہیں امام کے پیچھے مطلقاً قرأت کی ناپسندیدگی کا اظہار ہے اور پھر حضراتِ صحابۂ کرامؓ بھی بلاتفریق ہر طرح کی نماز میں خلف الامام قرأت سے باز آگئے، تو یہ حدیث ترک القرأۃ خلف الامام میں بالکل صریح ہے البتہ اس سے قبل جو حضرات پڑھتے تھے وہ محض اپنی رائے سے پڑھتے تھے ارشادِ نبوت کی وجہ سے نہیں جبھی تو تنازع کے بعد ان سے پوچھنے کی نوبت آئی، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کی قرأت خواہ سراً ہی کیوں نہ ہو امام کو متاثر کرتی ہے اور اس سے مقابلہ کرتی ہے جس سے وہ خلجان میں پڑتا ہے، اسی تقابل کو آپ ﷺ نے "مَا لِيْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ" سے تعبیر کیا ہے، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لوگ زور زور سے پڑھتے تھے تو پھر یہ نہ پوچھا جاتا کہ کسی نے میرے ساتھ قرأت کی؟ بلکہ یہ پوچھا جاتا کہ کس نے کی ہے تو بالکل ظاہر ہے کہ وہ سراً قرأت کرتے تھے اور آپ ﷺ کو وہ خلجان میں بھی تردد تھا جسکی تصریح آگے حدیث شریف میں آرہی ہے۔

[۱] مسلم ص ۱/۱۷۲ [۲] طحاوی ص ۱۴۹
[۳] مسند احمد ص ۵/۳۴۵ ، احسن الکلام ص ۱۴۵

(۶۹۶) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَائَةُ الْإِمَامِ قِرَائَةٌ لَهُ (رواه الحافظ احمد بن منيع فى مسنده والامام محمد فى موطاه ورواه الطحاوىؒ ايضاً)[۱]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کا کوئی امام ہوتو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

(۶۹۷) وَعَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَجُلًا صَلّٰى خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ يَعْنِىْ يَقْرَأُ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ رَجُلٌ فَنَهَاهُ فَاَبٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْهَانِىْ اَنْ اَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرَا حَتّٰى سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ إِمَامٍ فَاِنَّ قِرَائَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَائَةٌ (رواه الامام محمدؒ فى الآثار و رواه ابو محمدؒ البخارى فى مسنده جامع المسانيد)[۲]

حضرت جابرؓ ہی سے روایت ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے قرأت کی اثناءِ نماز میں ایک شخص نے اشارے سے اسے منع کیا لیکن وہ قرأت سے باز نہ آیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو قرأت کرنیوالے نے روکنے والے کو کہا تم مجھے آنحضرت ﷺ کے پیچھے قرأت کرنے سے روکتے ہو اس پر ان کا تکرار بڑھ گیا حتی کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے انکی آوز سن لی اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوتو امام کی قرأت ہی اسکی قرأت ہے۔یعنی اسے قرأت کرنیکی ضرورت نہیں امام اس کو کفایت کر جائیگا۔

یہ روایت پہلی حدیث شریف سے زیادہ مفصل ہے اس سے معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں بھی امام کی قرات مقتدی کی قرأت بن جاتی ہے لہٰذا مقتدی کو پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں وہ اگر پھر بھی پڑھے گا تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس نے عدالت میں وکیل کھڑا کر رکھا ہے اور جب وکیل بولنا شروع کرتا ہے تو وہ خود بھی بولنے لگ جاتا ہے ایسی صورت میں سوائے اس کے کہ وکیل کو وکالت میں دشواری پیش آئے اور کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے لازمی ہے کہ وکیل خود ہی اسے جھڑک دے کہ اگر خود ہی بحث کرنی تھی تو مجھے وکیل بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ بالفرض اگر وکیل اسے نہ جھڑکے گا تو جج اسے ضرور ڈانٹے گا کہ وکالت نامہ تو اسے دے رکھا ہے اور بیچ خود لگا رکھی ہے چپ ہو جاؤ بعینہ یہی معاملہ مقتدی اور امام کا ہے جب امام پڑھ رہا ہے تو مقتدی کیلئے خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

(۶۹۸) وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاۤءِؓ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفِىْ كُلِّ صَلٰوةٍ قِرَائَةٌ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَجَبَتْ هٰذِهٖ فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ہے تو آپؐ نے فرمایا ہاں، پس ایک انصاری آدمی نے کہا تو پھر تو یہ واجب ہوگئی جس پہ رسول اللہؐ نے مجھے فرمایا درآنحالیکہ میں قوم

[۱] مؤطا امام محمدؒ ص۹۸ ، طحاوی ص۱۴۹ ج۱
[۲] جامع المسانید ص۲۳۴

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ اَقْرَبَ الْقَوْمِ اِلَيْهِ مَا اَرَى الْإِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ اِلَّا كَفَاهُمْ (رواه الدار قطنی)۱

میں سے آپکے قریب تر تھا کہ میرا تو یہی خیال ہے کہ امام جب امامت کرائے تو اسکی قرأت قوم کو کافی ہو جائیگی۔

(۶۹۹) وَعَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الظُّهْرِ وَكَانَ عَنْ يَمِيْنِىْ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَرَاَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى يَسَارِىْ رَجُلٌ مِّنْ مُّزَيْنَةَ يَلْعَبُ بِالْحَصٰى فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ مَنْ قَرَاَ خَلْفِىْ؟ قَالَ الْاَنْصَارِىُّ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ لَا تَفْعَلْ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَائَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَائَةٌ (رواه البیہقی فی کتاب القراۃ)۲

حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی میری دائیں طرف ایک انصاری شخص تھا جس نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے قرأت کی اور بائیں طرف ایک مزنی تھا جو کنکریوں سے کھیل رہا تھا پس جب آپ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو استفسار فرمایا کہ میرے پیچھے قرأت کس نے کی؟ تو انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے آپ نے فرمایا کہ ایسے نہ کیا کرو جو شخص امام کے پیچھے ہو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

یہ حدیث بھی بالتصریح سری نمازوں کے متعلق ہے لہٰذا یہ کہنا قطعاً درست نہیں کہ ممانعت صرف جہری میں ہے سری میں نہیں اور اس حدیث میں لفظ لاتفعل کے ساتھ حضور ﷺ نے صراحتاً منع فرمادیا ہے۔

(۷۰۰) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَّا يَقْرَاُ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِىَ خِدَاجٌ اِلَّا وَرَآءَ الْاِمَامِ (رواه البیہقیؒ)۳

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس نے ایسی نماز ادا کی جس میں ام القرآن نہ پڑھی ہو تو وہ ناقص ہے ہاں مگر امام کے پیچھے ہو تو درست ہے۔

(۷۰۱) وَعَنْ بِلَالٍؓ قَالَ اَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَقْرَاَ خَلْفَ الْاِمَامِ (رواه البیہقی فی کتاب القراۃ)۴

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کروں۔

حضرت بلالؓ کو قرأت کی ممانعت مقتدی کی حیثیت سے ہے ان کی اپنی کوئی خصوصیت نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو قرأت نہیں کرنی چاہئے۔

۱ دار قطنی ص۱/۱۲۶ ، احسن الکلام ص۱۹۳

۲ بیہقی ص۱۳۹ ، احسن الکلام ص۱۹۰

۳ زجاجۃ ص۲۴۶ ... ۱۳۹ ، احسن الکلام ص۱۹۷

(۷۰۲) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا صَلٰوةَ الظُّهْرِ فَقَرَأَ مَعَهٗ رَجُلٌ مِّنَ النَّاسِ فِىْ نَفْسِهٖ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِىَ مِنْكُمْ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا كُنْتُ اَقْرَأُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فَقَالَ مَالِىْ اُنَازَعُ فِى الْقُرْاٰنِ اَمَا يَكْفِىْ اَحَدَكُمْ قِرَاءَةُ اِمَامِهٖ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا (اخرجه البیہقی فی کتاب القراۃ)[1]

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص نے آپکے ساتھ اپنے دل میں قرأت کی جب آپ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا کہ تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ وہ آدمی بولا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کیوں کیا جاتا ہے کیا تمہیں اپنے امام کی قرأت کافی نہیں امام تو بنایا ہی اسلئے جاتا ہے تاکہ اسکی اقتدا کی جائے پس جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

لیجئے یہ بھی نماز ظہر کا واقعہ ہے جس میں قرأت سراً ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ نماز خواہ سری ہو یا جہری ہو بہر حال مقتدی کیلئے قرأت ممنوع ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فی نفسہ یعنی جی میں بھی نہیں پڑھ سکتے جیسے ابو ہریرہؓ نے اپنے اجتہاد سے تجویز فرمایا تھا کیونکہ یہ شخص بھی فی نفسہ پڑھ رہا تھا اس کے باوجود بھی اسے منع کیا گیا تو جو لوگ جی میں پڑھنے کو جائز کہتے ہیں یا جو ممانعت کی وجہ جہراً پڑھنے کو بتلاتے ہیں یہ حدیث شریف بھی ان کے خلاف ایک زبردست دلیل ہے اب وہ حدیث شریف پڑھئے جس سے نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ مقتدی کیلئے فاتحہ ضروری نہیں اور مدرک رکوع مدرک رکعت ہو جاتا ہے۔

(۷۰۳) عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَؓ اَنَّهٗ دَخَلَ فِى الْمَسْجِدِ وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعًا فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ الصَّفَّ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ (سنن الکبری)[2]

حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جا چکے تھے پس آپ نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا شوق زیادہ کرے لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا (یعنی صف میں ملے بغیر نماز شروع نہ کرنا)۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ابو بکرہؓ کی وہ رکعت صحیح شمار کر لی گئی جس میں انہوں نے قرأت نہیں کی تھی اور نہ امام کی قرأت میں شامل ہوئے پس اگر مقتدی کیلئے بھی فاتحہ رکن یا واجب ہوتی تو جیسے صف سے علیحدہ رکوع کرنے پر انہیں تنبیہ کی گئی اسی

[1] الدلیل المبین ص ۱۳۰

[2] سنن الکبری ص ۹۰/۲ ، احسن الکلام ص ۱۵۲

طرح ترکِ قرأت یا ترکِ فاتحہ پر بھی تنبیہ کی جاتی مگر آنحضرت ﷺ نے مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت قرار دیا اور یہ جبھی ہی ہوسکتا ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہ ہو جیسے احناف کا مسلک ہے۔

(۷۰۴) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ خَلْفَ الْاِمَامِ لَا یَقْرَأُ شَیْئًا یُجْزِیْهِ قَالَ نَعَمْ (اخرجه ابن عدی فی الکامل)[1]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت بالکل نہیں کرتا کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

لیجئے اس حدیث شریف میں فاتحہ اور غیر فاتحہ دونوں صاف ہیں یعنی اس نے تو کچھ بھی نہیں پڑھا اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے اس کی نماز کو درست قرار دیا ہے تو معلوم ہوا کہ اگر فاتحہ ناجائز نہیں تو مقتدی کیلئے واجب بھی نہیں جو لوگ ممانعت قرأت سے فاتحہ کو مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس حدیث شریف نے ان لوگوں کا ناطقہ بند کر دیا۔

(۷۰۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقُرْاٰنِ مِنْ حَیْثُ کَانَ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍؓ (رواه ابن ماجة)[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طویل حدیث کے ذیل میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرأت وہیں سے شروع فرما دی جہاں ابوبکرؓ پہنچے تھے۔

یہ حضور اکرم ﷺ کی مرض الموت کی نماز ہے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا تو آ کر نماز میں شریک ہو گئے، حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ گئے اور آپ ﷺ نے امامت شروع فرمائی لیکن جو فاتحہ اور سورت کا حصہ حضرت ابوبکرؓ پڑھ چکے تھے آپ ﷺ نے اسے نہیں لوٹایا تو معلوم ہوا کہ امام کی فاتحہ اور قرأت کو کافی سمجھ لیا گیا اور یہی ہمارا موقف ہے کہ امام کی فاتحہ اور قرأت سے مقتدی کی فاتحہ اور قرأت ہو جاتی ہے، یہ واقعہ چونکہ موت سے چند دن قبل کا ہے اس لئے یہ ناسخ تو ہوسکتا ہے منسوخ نہیں، اس لئے فاتحہ کے استثناء والی حدیثیں اس سے منسوخ سمجھی جائیں گی۔

(۷۰۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَیُّکُمْ قَرَاَ خَلْفِیْ فَسَکَتَ الْقَوْمُ فَقَالَ اَیُّکُمْ قَرَاَ خَلْفِیْ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک نماز پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ تم میں سے کس نے میرے پیچھے قرأت کی؟ تو سبھی لوگ چپ رہے آپ نے دوبارہ استفسار کیا کہ میرے پیچھے کس

[1] الدلیل المبین ص۱۴۸ [2] ابن ماجة ص۸۸

فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ مَالِيَ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنُ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ خَلْفَ اِمَامٍ فَلْيَصْمُتْ فَاِنَّ قَرَائَتَهٗ لَهٗ قِرَائَةٌ وَصَلٰوتَهٗ لَهٗ صَلٰوةٌ (اخرجه البيهقى فى كتاب القراة)[1]

نے قرأت کی؟ تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ قرآن میں کیوں جھگڑا کیا جاتا ہے جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز ادا کرے تو اسے چاہئے کہ خاموش رہا کرے اسلئے کہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہے اور امام کی فاتحہ اسکی فاتحہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چند اصحاب امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے وہ ''لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ'' کو ہر نمازی کیلئے عام سمجھ کر کرتے تھے مگر جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے اس مغالطے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے کیونکہ اتباعِ امام کی وجہ سے امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے بلکہ اسکی فاتحہ بھی مقتدی کی فاتحہ تصور کرلی جائیگی، واضح ہو کہ یہاں صلوۃ سے مراد فاتحہ ہے جیسا کہ اس حدیث شریف کے مخرج اور ناقل امام بیہقیؒ نے خود ہی اسکی تصریح کی ہے، اب اتنی منصوص اور مبسوط وضاحت کے بعد بھی مقتدی کیلئے فاتحہ کے وجوب پر اصرار کئے جانا حق و انصاف کا خون کرنا نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

(۷۰۸) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَتَقْرَؤُنَ خَلْفَ اِمَامِكُمْ وَالْاِمَامُ يَقْرَاُ فَقَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ ذَالِكَ فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا (رواه الطحاوى فى شرح المعانى الآثار)[2]

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو جب کہ وہ قرأت میں مشغول ہو؟ آپ نے یہ سوال تین دفعہ دہرایا تو انہوں نے جواب دیا ہم بلاشبہ ایسا کرتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا نہ کیا کرو۔

اس حدیث شریف میں مقتدیوں کو مطلقاً قرأت سے صریح طور پر منع کیا گیا ہے لہٰذا مقتدی کا قرأت کرنا فرمان باری تعالیٰ کی طرح امرِ رسول اللہ ﷺ کے بھی مخالف ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

(۷۰۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] بیہقی ص۱۱۵ ، الدلیل المبین ص۳۱۲

[2] شرح معانی الآثار ص۱۲۸ ، الدلیل المبین ص۱۶۲

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَائَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَائَةٌ (رواہ البیہقی والطحاوی وابن ماجۃ)[۱]

کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو قرأت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی طرف سے یہ کام امام سر انجام دے رہا ہے، پھر اگر مقتدی بھی قرأت کرنا شروع کر دے تو یہ امام کے کام میں مداخلت بھی ہوگی اور ایک بے فائدہ اور مہمل بات بھی، لہذا مقتدی کو قرأت کرنے کی بجائے خاموش رہنا چاہیے۔

(۷۱۰) قَالَ بِلَالٌ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَقْرَاَ خَلْفَ الْاِمَامِ (کتاب القراۃ للبیہقی)[۲]

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرات نہ کروں۔

دیکھئے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکماً منع فرما رہے ہیں۔ نیز حدیث ابی حنیفہؒ میں بھی کفایتِ امام مذکور ہے۔

(۷۱۱) عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ...... عَنْ جَابِرٍؓ وَفِیْ اٰخِرِہٖ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَائَۃَ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَائَۃٌ (رواہ الامام محمدؒ فی الاثار واخرجہ الحاکم فی المستدرک)

امام ابو حنیفہؒ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز کرے تو امام کی قرأت ہی اسکی قرأت ہو جاتی ہے

توثیق حدیث جابرؓ

(۷۱۲) قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ الْاَزْرَقِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ وَشَرِیْکٌ عَنْ مُّوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَائَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَائَۃٌ (رواہ ابن الھمام فی فتح القدیر[۳] وامام محمد فی الآثار عن ابی حنیفۃؒ)

یہ اسحاق ازرق اسحاق بن یوسف مخزومی ہیں جو ازرق کے وصف سے مشہور ہیں اور یہ شیخین کے رجال میں سے ہیں رہا سفیان تو وہ ثوری ہے اور شریک وہ ابن عبداللہ نخعی ہے جو مسلم کے رجال میں سے ہے اور موسی بن ابی عائشہ ثقہ ہے اور وہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہے اور عبداللہ بن شداد اور جابر بن عبداللہ انصاریؓ دونوں صحابی ہیں اسی وجہ سے ابن ہمام نے اسے شرط مسلم پہ قرار دیا

۱۔ بیہقی ص۱۲۵ ، طحاوی ص۱۴۹ ، ابن ماجۃ ص۶۱ ، الدلیل المبین ص ۲۴۰

۲۔ کتاب القراۃ للبیہقی ص۱/۱۷۵

۳۔ فتح القدیر ص۱/۲۳۹

المعارف ص ۳/ ۲۵۶) یہ سفیان اور شریک دونوں امام صاحب کے متابع ہیں اور حدیث کی سند بالکل بے غبار ہے اسکی تضعیف محض مسلکی تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فضل الرحمن

حدیث کو امام طحاویؒ نے بھی یہی سنہری سند کے ساتھ بیان کیا ہے جو یہ ہے۔

(۷۱۳) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِی اللَّیْثُ عَنْ یَعْقُوْبَ النُّعْمَانَ عَنْ مُّوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَابِرٍؓ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَائَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَائَةٌ (معانی الآثار طحاوی باب القراة خلف الامام)[1]

استاذیم حضرت مولانا بنوریؒ فرماتے ہیں احمد بن عبدالرحمٰن مسلم کا راوی ہے اسکی حجیت کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ صدوق اور ثقہ ہیں اور اسکے بعد چار ائمہ ثقہ ہیں اور محدث ہیں وہ سب دو پہر کے سورج کیطرح ہیں یہ حدیث ایسی معتبر سند کیساتھ مروی ہے کہ اگر منع قرأت خلف الامام کی اور کوئی بھی حدیث نہ ہوتی تو احناف کے استدلال کیلئے یہی کافی تھی حالانکہ ہم نے یہاں ۱۲۳ احادیث نقل کی ہیں۔[1]

یہاں تک تیئیس مرفوع احادیث نقل ہو چکی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے مختلف الفاظ اور متنوع پیرایوں میں مقتدیوں کو قرأت کرنے سے منع کیا ہے لہٰذا ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں اور ان کی تائید میں آنحضرت ﷺ کے اصحابؓ اور تابعینؒ کے آثار و مسالک بیان کرتے ہیں۔ و باللہ التوفیق

ترک فاتحہ اور آثار صحابہ کرامؓ

اکثر اور جید صحابہ کرامؓ کا مسلک یہی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے جیسا کہ آئندہ روایات سے ثابت ہوگا۔

مسلک حضرت عبداللہ بن عمرؓ

(۷۱۴) عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ کَانَ اِذَا سُئِلَ هَلْ یَقْرَاُ اَحَدٌ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَائَةُ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَیَقْرَاُ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَؓ لَایَقْرَاُ خَلْفَ الْاِمَامِ

(رواہ الامام مالکؒ والامام محمدؒ والدار قطنیؒ وغیرہ)[2]

جناب نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب پوچھا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرات کرے تو آپؓ فرماتے جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت کافی ہو جاتی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو اسے قرأت کرنی چاہئے اور خود حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

[1] معانی الآثار طحاوی ص ۱/۱۲۸ [2] موطا امام مالک ص ۶۸

لہ اکیلے نماز پڑھنے میں قراءت کا حکم عن ابی سعید رض قال اُمرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر رواہ ابو داؤد فی سننہ قال ابن حجر اسنادہ صحیح
حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھا کریں

مسلک حضرت جابرؓ

(۷۱۵) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ مَنْ صَلّٰی رَكْعَةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَآءَ الْاِمَامِ (رواه الامام مالكؒ فى موطاه والترمذى) ۱

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے ایسی رکعت پڑھی جسمیں ام القرآن (فاتحہ) کی قرأت نہ کی ہوتو اسکی کوئی نماز نہیں ہاں اگر امام کے پیچھے ہوتو صحیح ہے۔

دیکھئے مقتدی کو حضرت جابرؓ نے وجوب فاتحہ سے مستثنیٰ کردیا پھر حضرت جابرؓ ہی کی قرأت سے مازاد علی الفاتحہ مراد لینا سینہ زوری نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

مسالک حضرات ابن عمرؓ، جابرؓ اور زید بن ثابتؓ

(۷۱۶) وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَقْسَمٍؒ اَنَّهٗ سَئَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ وَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ فَقَالُوْا لَاتَقْرَاُوْا خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ (رواه الطحاوى)۲

حضرت عبیداللہ بن مقسمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں ہے

مسلک عبداللہ بن مسعودؓ

(۷۱۷) عَنْ اَبِیْ وَائِلٍؒ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَقْرَاُ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوةِ شُغْلاً وَّسَيَكْفِيْكَ قِرَائَةُ الْاِمَامِ (رواه ابن ابى شيبةؒ فى مصنفه كما فى الجوہر النقى و رواه البيہقى فى سننه الكبرى)۳

حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نماز میں امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے اسکی قرأت کافی ہوجائے گی۔

۱ موطا امام مالکؒ ص۹۵ ، ترمذی ص۴۲

۲ طحاوی ص۱۵۱

۳ جوہر النقی ص۲/۱۷۰ ، سنن الکبری ص۲/۱۶۰ ، طحاویؒ ص۱۵۰ ، احسن الکلام ص۲۰۵

مسلک حضرت عبداللہ بن عباسؓ

(۷۱۸) عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَؒ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ اَقْرَأُ وَالْاِمَامُ بَیْنَ یَدَیَّ؟ قَالَ لَا (رواہ الطحاوی ، جوہر النقی)[1]

حضرت ابوجمرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا میں قرأت کروں جب کہ امام میرے سامنے ہو؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ نہیں۔

(۷۱۹) وَعَنْ عِكْرِمَةَؒ قَالَ قِیْلَ لَهٗ اَیْ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَاسًا یَّقْرَءُ وْنَ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْ كَانَ لِیْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلٌ لَقَلَعْتُ اَلْسِنَتَهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فَكَانَتْ قِرَائَتُهٗ لَنَا قِرَائَةٌ وَ سُكُوْتُهٗ لَنَا سُكُوْتًا (رواہ الطحاوی)[2]

جناب عکرمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا گیا کہ لوگ ظہر وعصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر میرا بس چلے تو ان کی زبانیں کھینچ لیتا بیشک رسول اللہ ﷺ قرأت کرتے تھے تو انکی قرأت ہماری قرأت تھی اور ان کا سکوت ہمارے لئے سکوت تھا۔

دیکھئے حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرأت کرنے والے مقتدی پر کس قدر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک قرأت خلف الامام واجب بھی ہو اور وہ اسکی ادائیگی کرنے والوں کی زبانیں بھی کاٹیں حاشا وکلا ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، دراصل ان حضرات کو خوب معلوم تھا کہ ''لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ'' جیسی احادیث مبارکہ صرف امام اور منفرد کیلئے ہیں اور مقتدی نہ صرف اس سے مستثنیٰ ہے بلکہ اسے قرأت کے کرنے سے آپ ﷺ نے منع بھی فرمایا ہے اسی ممانعت کی خلاف ورزی کی وجہ سے ان کو اس قدر غصہ آتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے روکنے کے باوجود یہ لوگ نہیں رکتے اور امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ کر ایک امر ممنوع کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں۔

مسلک حضرت موسیٰ اشعریؓ

(۷۲۰) وَرَوٰی اِمَامُنَا اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ اَحْمَدُؒ بْنُ حَنْبَلَ فِیْ رِسَالَةٍ لَّهٗ بِاِسْنَادِهٖ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

پیرا پیراں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے ایک رسالے میں رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ حضرت ابوموسی اشعری سے

[1] طحاوی ص ۱/۱۲۹ ، جوہر النقی ص ۲/۱۷۰ ، احسن الکلام ص ۲۰۷

[2] طحاوی ص ۱/۱۲۱ ، احسن الکلام ص ۲۰۸

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ يَسْتَجِيْبُ اللّٰهُ لَكُمْ (الحديث غنية الطالبين مصرى)[۱]

روایت کی ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور وہ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کہے تو تم "آمین" کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔

اس روایت میں جہری اور سری کا کوئی فرق نہیں بیان کیا گیا بلکہ مطلق قرأت کے وقت خاموشی کا حکم ہے۔

مسالکِ حضرات خلفائے راشدینؓ

(۷۲۱) عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَؓ قَالَ اِنَّ اَبَابَكْرٍؓ وَ عُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ (رواه عبدالرزاق فى مصنفه بحواله عمدة القارى)[۲]

جناب موسیٰ بن عقبہؓ کہتے ہیں کہ حضرات ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین قرات خلف الامام سے منع فرماتے تھے۔

مسلکِ حضرت علیؓ

(۷۲۲) وَعَنْ عَلِيٍّؓ مَنْ قَرَأَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ (رواه عبدالرزاق فى مصنفه بحواله جوہر النقى)[۳]

حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی فطرت مسخ ہو چکی ہے۔

مسلکِ حضرت عمرؓ

(۷۲۳) عَنْ مُوْسَىؒ بْنِ عُقْبَةَؓ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَؒ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِنِّىْ صَلَّيْتُ صَلٰوةً لَمْ اَقْرَأْ فِيْهَا شَيْئًا؟ قَالَ لَهٗ اَلَسْتَ اَتْمَمْتَ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ قَالَ بَلٰى قَالَ تَمَّتْ صَلٰوتُكَ (رواه الطحاوى)

محمد بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایسی نماز ادا کی ہے اس میں کچھ بھی قرأت نہیں کی حضرت عمرؓ نے پوچھا تو نے رکوع اور سجدے پورے نہیں کیے اسنے کہا کیوں نہیں؟ تو آپ نے فرمایا تیری نماز مکمل ہوگئی۔

(۷۲۴) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَؒ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قَالَ لَيْتَ فِىْ فَمِ الَّذِىْ يَقْرَأُ خَلْفَ

محمد بن عجلانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے کرتا ہے کاش کہ اسکے منہ میں پتھر

[۱] غنية الطالبين ص ۱۲۰ [۲] عمدة القارى ص۳/۶۷ ، احسن الكلام ص۲۰۹
[۳] طحاوى ص ۵۰ ، جوہر النقى ص۲/۱۲۹

الْاِمَامِ حَجَراً (رواہ محمدؒ) لے وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِابْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ لَیْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ جَمْرَۃٌ

پڑیں اور ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں ہے کاش کہ اس کے منہ میں انگارے بھر جائیں۔

مسلکِ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

(۷۲۵) عَنْ بَعْضِ وُلْدِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ اَنَّہٗ ذُکِرَ لَہٗ اَنَّ سَعْدًا قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فَمِہٖ جَمْرَۃٌ

(رواہ الامام محمد فی موطاہ)ہے

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی لڑکے سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارے بھر جائیں۔

مستجاب الدعوات حضرت سعدؓ کی یہ خفگی اور خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کی برہمی کا اندازہ لگائیں کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں انگارے بھر دینا چاہتے ہیں، کیا اتنے جلیل القدر صحابیؓ حضور اکرم ﷺ کے کسی بھی ثابت شدہ چیز کے خلاف ایسے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں؟ حاشا وکلا، دراصل ان کے نزدیک ثابت ہی یہ چیز تھی کہ مقتدی کو قرأت کرنا ناجائز ہے اس کے ارتکابِ ممنوع پر ہی ان کی دینی حمیت کو جوش آتا تھا اور وہ ناراضگی سے خلف الامام پڑھنے والوں کے منہ میں انگارے اور پتھر بھرنے کیلئے تیار ہو جاتے تھے۔

مسلکِ حضرت زید بن ثابتؓ

(۷۲۶) عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍؒ اَنَّہٗ سَاَلَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ عَنِ الْقِرَائَۃِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَائَۃَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ

(رواہ مسلمؒ فی باب سجود التلاوۃ)سے

جناب عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں۔

کاتبِ وحی جامع القرآن حضرت زید بن ثابتؓ کے بقول مقتدی کیلئے کسی قسم کی قرأت نہ فاتحہ اور نہ غیر فاتحہ کسی قسم کی نماز میں نہ سری میں نہ جہری میں ہرگز جائز نہیں اور یہ روایت بھی امام مسلمؒ کی ہے جس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس قسم کے بیسیوں آثار صحابہؓ اور تابعینؒ ابھی مزید نقل کئے جا سکتے ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے انہی بائیس مرفوع احادیث مبارکہ اور تیرہ آثار صحابہؓ پر

لے موطا امام محمدؒ ص۱۰۲   ہے موطا امام محمدؒ ص۱۰۱ ، الدلیل المبین ص ۳۲۰

سے مسلم شریف ص ۲۱۵

کفایت کرتے ہیں کیونکہ ایک انصاف پسند متبعِ سنت کیلئے تو یہی کافی ہیں اور غیر منصف بندۂ حرص وہوا کیلئے دفتر کے دفتر بے کار ہیں۔
واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

نوٹ: حضراتِ غیر مقلدین نے احادیث رسول اللہ ﷺ اور ارشاداتِ صحابہ کرامؓ کا انکار کرنے کیلئے کئی بہانے بنا رکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جن احادیث میں قرأت خلف الامام کی ممانعت آتی ہے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ان میں قرأت کی نفی ہے اور قرأت ماز ادعلی الفاتحہ کو کہتے ہیں گویا فاتحہ قرأت سے خارج ہے۔

اب ہم فاتحہ کو قرأت ثابت کرنے کیلئے دو حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

(۷۲۷) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَکْرٍؓ وَّعُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَائَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (رواہ الترمذی وابن ماجة)[1]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ قرأت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' سے شروع کرتے تھے۔

(۷۲۸) وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّکْبِیْرِ وَالْقِرَائَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (رواہ مسلمؒ)[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو تکبیر اور قرأت کو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' سے شروع فرماتے تھے۔

لیجئے مائی عائشہ صدیقہؓ اور حضرت انسؓ تو ان حضرات کے الحمدللہ رب العالمین سے پڑھنے کو قرأت سے تعبیر کرتے ہیں مگر غیر مقلدین سورۂ فاتحہ کو قرأت نہیں مانتے جب کہ سورۂ فاتحہ کو حدیث پاک میں امّ القرآن اور قرآن پاک میں القرآن العظیم کہا گیا ہے مگر یہ اسے قرآن ہی ماننے کیلئے تیار نہیں۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست؟

قرأت بالجہر

یعنی زور سے قرأت کرنا جہری نمازیں تین ہیں (۱) فجر (۲) مغرب (۳) عشاء علاوہ ازیں جمعہ، عیدین، وتر با جماعت اور نماز تراویح میں بھی قرأت جہراً کی جاتی ہے۔

۲ مسلم شریف ص ۱۹٤

نمازِ فجر میں قرأت بالجہر کا ذکر

(۷۲۹) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ عَرَّسَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ فَقَالَ رَجُلٌ شَابٌّ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْرُسُكُمْ فَحَرَسَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا فِىْ الصُّبْحِ غَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَمَااسْتَيْقَظُوْا اِلَّا بِحَرِّ الشَّمْسِ فَقَامَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ وَتَوَضَّاَ اَصْحَابُهٗ وَاَمَرَ الْمُؤَذِّنَ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اُقِيْمَتْ فَصَلَّى الْفَجْرَ بِاَصْحَابِهٖ وَجَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ كَمَا كَانَ يُصَلِّىْ بِهَا فِىْ وَقْتِهَا
(رواه محمد بن الحسنؒ فى الآثار عن ابى حنيفةؒ عن حمادؒ عن ابراهيمؒ)[۱]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر رات میں پڑاؤ ڈالا اور فرمایا کہ ہماری پہرہ داری کون کریگا؟ ایک نوجوان کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں کروں گا پس اسنے نگرانی شروع کردی یہاں تک کہ جب صبح قریب ہوئی تو اس کی آنکھ لگ گئی پھر تو دھوپ کی گرمی ہی سے بیدار ہوئے پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو فرمایا آپکے صحابہؓ نے بھی وضو کیا اور آپ نے مؤذن کو اذان کا حکم دیا اور آپ نے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی پھر تکبیر کہی گئی اور آپ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور اسمیں زور سے قرأت فرمائی جیسا کہ فجر کو اپنے وقت میں پڑھایا کرتے تھے۔

مغرب میں قرأت بالجہر کا ذکر

(۷۳۰) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ بِالْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ اَىْ بِسُوْرَةِ الطُّوْرِ كُلِّهَا اَوْ بَعْضِهَا
(رواه البخارى)[۲]

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا، ساری سورت یا اسکا کچھ۔

عشاء میں قرأت بالجہر کا ذکر

(۷۳۱) عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نمازِ عشاء میں "والتین والزیتون"

[۱] مستدلات ص ۱۰۵
[۲] بخاری شریف ص ۱۰۵

فِی الْعِشَآءِ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ (رواہ البخاریؒ)[1]

پڑھتے ہوئے سنا پس آپ سے زیادہ خوش آواز میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

جمعہ اور عیدین میں قرأت بالجہر کا ذکر

(۷۳۲) عَنْ نُعْمَانَ بْنِ بَشِیْرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِی الْعِیْدَیْنِ وَیَوْمِ الْجُمُعَۃِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ (رواہ الجماعۃ الا البخاریؒ)[2]

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ کے دن "سبح اسم ربک الاعلی" اور "ھل اتاک حدیث الغاشیۃ" پڑھا کرتے تھے۔

نمازِ تراویح میں قرأت بالجہر کا ذکر

(۷۳۳) عَنْ ثَعْلَبَۃَ بْنِ اَبِیْ مَالِكِ الْقُرَظِیِّؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْ رَمَضَانَ فَرَاٰی نَاسًا فِیْ نَاحِیَۃِ الْمَسْجِدِ یُصَلُّوْنَ فَقَالَ مَایَصْنَعُ ھٰؤُلَآءِ؟ قَالَ قَائِلٌ ھٰؤُلَآءِ نَاسٌ لَیْسَ مَعَھُمُ الْقُرْاٰنُ وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍؓ یَقْرَأُ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِہٖ قَالَ قَدْ اَحْسَنُوْا وَقَدْ اَصَابُوْا وَلَمْ یَکْرَہْ ذَالِكَ لَھُمْ (رواہ البیہقیؒ)[3]

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظیؓ کہتے ہیں کہ رمضان المبارک کی ایک رات رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کو مسجد کی ایک طرف میں نماز پڑھتے دیکھا آپؐ نے استفسار فرمایا کہ یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ ایک شخص نے بتایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ ایسے لوگ ہیں کہ جو حافظ قرآن نہیں ہیں اور ابی بن کعبؓ ان کیلئے قرأت کررہے ہیں اور یہ انکے پیچھے پڑھ رہے ہیں آپؐ نے انکی تحسین کی اور فرمایا کہ انہوں نے ٹھیک کیا ہے انکے اس فعل کو آپ نے ناپسند نہیں فرمایا۔

یہ لوگ حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں نماز تراویح پڑھ رہے تھے اور حضرت ابی بن کعبؓ ان کو جہراً قرأت کرکے سنا رہے تھے وہ لوگ چونکہ غیر حافظ تھے اس لئے حضرت ابیؓ کی قرأت کو اپنے لئے غنیمت سمجھ رہے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کے اس شوقِ سماعت پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

[1] بخاری شریف ص ۱۰۶
[3] آثار السنن ص ۲۰۰

قرأت بالسّر

یعنی آہستہ قرأت کرنا، سری نمازیں دو ہیں، (۱) ظہر (۲) عصر
علاوہ ازیں کسوف اور استسقاء وغیرہ میں بھی قرأت سراً کی جاتی ہے۔

ظہر وعصر میں قرأت بالسّر کا ذکر

(۷۳٤) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ ؓ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ فِی الْاُوْلَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَفِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَيُطَوِّلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مَالَا يُطِيْلُ فِی الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَ هٰكَذَا فِی الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِی الصُّبْحِ (متفق علیہ)[1]

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور ہمیں کبھی کبھی کوئی آیت سنادیا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو قدرے لمبا کر دیا کرتے تھے جتنا کہ پچھلی کو نہیں ایسے ہی عصر میں اور ایسے ہی صبح میں۔

"ویسمعنا الایة" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت تو آپ ﷺ سراً کرتے تھے مگر کبھی کبھی کوئی آیت بلند آواز سے پڑھ کر مقتدیوں کو جتلا دیتے تھے کہ میں قرأت کر رہا ہوں خاموش نہیں کھڑا اور یہ کہ کون سی صورت پڑھ رہا ہوں، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ تمام نمازوں میں بالتدریج پہلی رکعتیں لمبی اور پچھلی چھوٹی ہونی چاہئیں، قرأت بالسّر کی مزید تصریح اگلی حدیث میں دیکھئے۔

(۷۳۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ ؓ قَالَ كُنَّا نَحْزُرُ قِيَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهٗ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ قِرَاءَةِ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ وَفِیْ رِوَايَةٍ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلَاثِيْنَ اٰيَةٍ وَحَزَرْنَا قِيَامَهٗ فِی الْاُخْرَيَيْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذَالِكَ وَحَزَرْنَا فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰى قَدْرِ قِيَامِهٖ فِی الْاُخْرَيَيْنِ مِنَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ہم ظہر اور عصر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قیام کا اندازہ لگایا کرتے تھے تو ہمارے اندازے میں ظہر کی پہلی رکعت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قیام الم سجدہ کی بقدر تھا اور ایک روایت میں ہے کہ تیس آیات کی بقدر تھا اور ہمارے اندازے میں ظہر کی پچھلی دو رکعتوں میں آپ کا قیام اس سے نصف تھا اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر

[1] مسکوٰۃ شریف ص۷٦ بخاری شریف ص ۱۰٦

الظُّهرِ وَفِی الْاُخْرَیَیْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰی النِّصْفِ مِنْ ذَالِکَ (رواہ مسلمؒ)[۱]

کی پچھلی دو رکعات کے برابر تھا اور عصر کی پچھلی دو رکعتوں میں اس سے نصف تھا۔

یہ اندازہ لگانے کی ضرورت اسی وقت پڑی کہ آپ ﷺ کی قرأت سراً ہوتی تھی مذکورہ مقادیر کا حاصل یہ ہے کہ ظہر کی پہلی رکعات میں تقریباً تیس آیات اور دوسری میں پندرہ آیات کے برابر اور عصر کی پہلی رکعات میں تقریباً پندرہ آیات اور پچھلی میں صرف سات آٹھ آیات کی مقدار باقی رہی یہ بات کہ کونسی کونسی نماز میں آپ ﷺ کونسی کونسی سورتیں پڑھتے تھے اس کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تمام نمازوں میں جہری اور سری قرأت کا مشترکہ ذکر

(۷۳۶) عَنِ الْحَسَنِؒ وَالزُّهْرِیِّؒ قَالَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجْهَرَ بِالْقِرَائَةِ فِی الْفَجْرِ فِی الرَّکْعَتَیْنِ کِلَیْهِمَا وَیَقْرَاُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ فِیْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَةٍ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ وَ یَقْرَاُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ وَیَفْعَلُ فِی الْعَصْرِ مِثْلَ مَایَفْعَلُ فِی الظُّهْرِ وَ یَجْهَرُ الْاِمَامُ بِالْقِرَائَةِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَیَقْرَاُ فِیْ کُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَةٍ وَّیَقْرَاُ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ ثُمَّ یَجْهَرُ بِالْقِرَائَةِ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَ یَقْرَاُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ فِیْ نَفْسِهٖ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَیُنْصِتُ مَنْ وَّرَآءَ الْاِمَامِ وَیَسْتَمِعُ لِمَا جَهَرَ بِهِ الْاِمَامُ لَایَقْرَاُ

امام حسن بصریؒ اور امام زہریؒ سے روایت ہے دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا ہے کہ فجر کی دونوں رکعات میں قرأت جہراً کی جائے اور ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت جی میں سراً پڑھے اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں اکیلی سورۂ فاتحہ سراً پڑھی جائے اور عصر میں بھی ویسے کیا جائے جیسے ظہر میں اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں امام جہر کرے اور ان میں سے ہر ایک میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے اور مغرب کی آخری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ جی میں پڑھے پھر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہراً قرأت کرے اور آخری دونوں رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھے اور جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ خاموش رہیں اور امام کی جہری

[۱] مشکوۃ شریف ص۷۹

مَعَهُ اَحَدٌ وَّالتَّشَهُّدُ فِیْ الصَّلَوَاتِ حِیْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ وَالنَّاسُ خَلْفَهُ فِیْ الرَّكْعَتَيْنِ

(رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ)؎

قرأت کو توجہ کے ساتھ سنیں اور اس کے ساتھ کوئی نہ پڑھے اور جب امام اور اس کے مقتدی دوسری رکعت میں بیٹھیں تو التحیات پڑھنا لازم ہے۔

یہ حدیث شریف اگر چہ مرسل ہے لیکن اس میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ جید تابعین کی مرسلات ہمارے نزدیک مرفوعات کے حکم میں ہیں پس اس حدیث شریف نے امام کی جہری اور سری قرأت کو دونوں صورتوں میں مقتدیوں کے توجہ کے ساتھ خاموش رہنے کو وضاحت کے ساتھ ثابت کر دیا ہے اور یہی احناف کا مسلکِ حق ہے جو اقرب الی السنّت ہے۔

جہری نمازوں کی قضا بھی جہرا کی جائے

(۷۳۷)عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ عَرَّسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ فَقَالَ رَجُلٌ شَابٌّ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْرُسُكُمْ فَحَرَسَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ مَعَ الصُّبْحِ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَمَا اسْتَيْقَظَ اِلَّا بِحَرِّ الشَّمْسِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ وَتَوَضَّأَ اَصْحَابُهٗ وَاَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَذَّنَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْفَجْرَ بِاَصْحَابِهٖ فَجَهَرَ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ كَمَا كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ وَقْتِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

(رواہ الامام محمدؒ فی الآثار)؎

جناب ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات کے آخر میں پڑاؤ ڈالا اور فرمایا کہ آج ہماری چوکیداری کون کریگا؟ ایک انصاری نوجوان نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں کروں گا پس اسنے پہرہ داری شروع کردی، جب صبح کا وقت قریب ہوا تو اسکی آنکھ لگ گئی پھر تو دھوپ کی تمازت ہی سے بیدار ہوئے، رسول اللہ ﷺ بھی اٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے خود بھی وضو فرمایا اور آپکے صحابہؓ نے بھی وضو کیا آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اسنے اذان پڑھی بعدازاں آپ نے دو رکعت (سنت) ادا کیں پھر اقامت کہی گئی اور آپ نے اپنے اصحاب کو نمازِ فجر پڑھائی آپ نے سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھی جیسے آپ اسکے وقت میں انہیں پڑھایا کرتے تھے امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔

یعنی جیسے فجر کو صحیح ٹائم میں جہراً پڑھایا کرتے تھے ویسے ہی اس کی قضا کو جہراً پڑھایا تو معلوم ہوا کہ جہری کی جہراً قضا کی جائے اور سرّی کی سرّاً۔

پانچوں نمازوں کی مسنون قرأت

فجر کی مسنون قرأت

(۷۳۸)عَنْ عُمَرَؓ اَنَّـهٗ كَتَبَ اِلٰى اَبِىْ مُوْسٰىؓ اَنْ اِقْرَأْ فِى الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ (رواه الترمذیؒ)[۱]

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰؓ کی طرف لکھا کہ صبح کی نماز میں طوال مفصل پڑھا کرو۔

(۷۳۹) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِى الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدَهٗ تَخْفِيْفًا (رواه مسلمؒ)[۲]

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز فجر میں ''قٓ والقران المجید'' پڑھا کرتے تھے اور اسکی ہم مثل سورتیں لیکن اسکے بعد کی نمازیں اس نماز سے ہلکی پھلکی ہوتیں تھیں۔

(۷۴۰) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِى الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالٓمّٓ تَنْزِيْلُ فِى الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَ فِى الثَّانِيَةِ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ (متفق عليه)[۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں ''الٓمّٓ تنزیل'' اور دوسری رکعت میں ''ھل اتی علی الانسان'' پڑھا کرتے تھے۔

ظہر کی مسنون قرأت

(۷۴۱) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِىْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ فِى الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلَاثِيْنَ اٰيَةٍ (رواه مسلمؒ)[۴]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں تیس آیات کی مقدار پڑھا کرتے تھے۔

(۷۴۲) وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِىِّؒ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ فِى الظُّهْرِ قَدْرَ تَنْزِيْلِ السَّجْدَةِ

اور ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ ظہر میں ''الٓمّٓ سجدۃ'' کی مقدار پڑھی ہے۔

[۲] بحوالہ سابقہ

عصر کی مسنون قرأت

(۷۴۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَشِبْهِهِمَا (رواہ الترمذیؒ وابوداؤدؒ)[۱]

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عصر میں والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق اور ان جیسی سورتیں پڑھیں۔

مغرب کی مسنون قرأت

(۷۴۴) عَنْ عُمَرَ ؓ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اَبِیْ مُوْسٰی ؓ اَنِ اقْرَأْ فِی الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ (رواه الترمذی و عبدالرزاق فی مصنفه)[۲]

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسی اشعریؓ کو لکھا کہ مغرب میں قصارِ مفصل پڑھا کرو۔

(۷۴۵) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ؓ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِی صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (رواه البغوی فی شرح السنة)[۳]

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی رات نمازِ مغرب میں "قل یا یھا الکافرون" اور "قل ھو اللہ احد" پڑھا کرتے تھے۔

عشاء کی مسنون قرأت

(۷۴۶) عَنْ عُمَرَ ؓ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ ؓ اَنِ اقْرَأْ فِی الْعِشَآءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ (رواه الترمذی)[۴]

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپؓ نے حضرت ابوموسی اشعریؓ کو لکھا کہ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھا کرو۔

(۷۴۷) وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ ؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِی

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمازِ عشاء میں "والتین

[۱] ترمزی شریف ص ۴۱ [۲] بحوالہ سابقہ
[۳] مشکوٰۃ شریف ص ۸۰
[۴] ترمذی شریف ص ۴۱

الْعِشَآئِ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ (متفق عليه)[1]

والزیتون'' پڑھتے دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ خوش آواز میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

وتروں کی مسنون قرأت

(۷۴۸) وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الْوِتْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِی الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ (رواه الاصحاب السنن الاربعة وابن حبانؒ وحاكمؒ)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ وتروں کی پہلی رکعت میں فاتحہ اور ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' اور دوسری رکعت میں ''قل یایھا الکافرون'' اور تیسری میں ''قل ھواللہ احد'' اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔ اور معوذتین سے مراد ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' ہے۔

(۷۴۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِی الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِی الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ (رواه الطحاوی)[3]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' اور دوسری میں ''قل یاایھا الکافرون'' اور تیسری میں ''قل ھواللہ احد'' اور معوذتین تلاوت فرماتے تھے۔ یعنی ''قل ھواللہ احد'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' اور ''قل اعوذ برب الفلق'' میں سے کوئی سورت پڑھتے تھے۔

قرأت کہاں سراً اور کہاں جہراً مسنون ہے

(۷۵۰) عَنِ الزُّهْرِیِّ رحمہ اللہ قَالَ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجْهَرَ بِالْقِرَائَةِ فِی الْفَجْرِ فِی الرَّكْعَتَيْنِ كِلَيْهِمَا وَيَقْرَأُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ فِی صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِاُمِّ

امام زہریؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا ہے کہ فجر کی دونوں رکعات میں قرأت جہراً کی جائے اور ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی

[1] مسلم شریف ۱۸۷
[2] نصب الراية ص۱۱۸
[3] نصب الراية ص۱۱۹ ، طحاوی ص ۱۹۸

الْقُرْاٰنِ وَ سُوْرَةٍ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ وَيَقْرَاُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ وَيَفْعَلُ فِی الْعَصْرِ مِثْلَ مَايَفْعَلُ فِی الظُّهْرِ وَيَجْهَرُ الْاِمَامُ بِالْقِرَائَةِ فِی الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَيَقْرَاُ فِیْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَةٍ وَّيَقْرَاُ فِی الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ ثُمَّ يَجْهَرُ بِالْقِرَائَةِ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَ يَقْرَاُ فِی الْاُخْرَيَيْنِ فِیْ نَفْسِهٖ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَيُنْصِتُ مَنْ وَّرَآءَ الْاِمَامِ وَيَسْتَمِعُ لِمَا جَهَرَ بِهِ الْاِمَامُ لَايَقْرَاُ مَعَهٗ اَحَدٌ وَالتَّشَهُّدُ فِی الصَّلَوَاتِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ فِی الرَّكْعَتَيْنِ (رواه ابوداؤد فی مراسیله) وَرَوَاهُ اَيْضًا عَنِ الْحَسَنِ وَمَرَاسِيْلُ الْحَسَنِ اَصَحُّ

سورت جی میں سراً پڑھے اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں اکیلی سورۂ فاتحہ سراً پڑھی جائے اور عصر میں بھی ویسے کیا جائے جیسے ظہر میں اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں امام جہر کرے اور اور ان میں سے ہر ایک میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے اور مغرب کی آخری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ جی میں پڑھے پھر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہراً قرأت کرے اور آخری دونوں رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھے اور جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ خاموش رہیں اور امام کی جہری قرأت کو توجہ کے ساتھ سنیں اور اس کے ساتھ کوئی نہ پڑھے اور جب امام اور اسکے مقتدی دوسری رکعت میں بیٹھیں تو التحیات پڑھنا لازم ہے۔

اور یہ حسن بصریؒ سے مرسل نقل کیا ہے اور حسن بصری کے مراسیل زیادہ صحیح ہیں اور ہم احناف کے نزدیک مرسل حجت ہے۔

طوال، قصار اور اوساطِ مفصل کی اصطلاحات اور ان کے معنی

(۷۵۱) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍؒ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ مَاصَلَّيْتُ وَرَآءَ اَحَدٍ اَشْبَهَ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ صَلَّيْتُ خَلْفَهٗ فَكَانَ يُطِيْلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ الْاُخْرَيَيْنِ وَ

جناب سلیمان بن یسارؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے فلاں آدمی سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہ نماز کسی کے پیچھے نہیں پڑھی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے بھی اسکے پیچھے نماز پڑھی تو وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں

يُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَآءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ (رواه النسائی)[۱]

کو لمبا کرتے تھے اور پچھلی دو کو چھوٹی اور عصر کو بھی ہلکی پھلکی پڑھتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھا کرتے تھے۔

(۷۵۲) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ مَا مِنْ سُوْرَةٍ صَغِيْرَةٍ وَّلَا كَبِيْرَةٍ اِلَّا قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ بِهَا النَّاسَ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ (رواہ مالکؒ فی موطاہ)

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ مفصل کی کوئی چھوٹی بڑی سورت نہیں ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرض نمازوں کی امامت کے وقت نہ سنا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ طوال مفصل، اوساط مفصل اور قصار مفصل کی اصطلاحیں خود رسول اللہ ﷺ سے یا آپ کے صحابہؓ سے ثابت ہیں مفصل سے مراد قرآن پاک کی آخری چھوٹی سورتیں ہیں جن کے مابین بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہو تو وہ الگ الگ نظر آتی ہیں یہ سورۂ حجرات سے شروع کر کے سورۃ الناس پر ختم ہوتی ہیں ان کی کل تعداد چھیاسٹھ ہے سورۂ حجرات سے لیکر سورۂ بروج تک سینتیس سورتیں طوال مفصل سورۂ بروج سے بینہ تک تیرہ سورتیں اوساط مفصل اور سورۂ بینہ سے سورۃ الناس تک سولہ سورتیں قصار مفصل کہلاتی ہیں ان میں سے طوال مفصل فجر وظہر میں، اوساط مفصل عصر وعشاء میں اور قصار مفصل نماز مغرب میں پڑھنا مسنون ہے۔

اگر امام قرأت میں بھول جائے تو کیا کرے؟

(۷۵۳) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ فِي الْاِمَامِ يَغْلِطُ بِالْاٰيَةِ قَالَ يَقْرَأُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ قَرَأَ سُوْرَةً غَيْرَهَا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيَرْكَعْ اِذَا كَانَ قَدْ قَرَأَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ اَوْ نَحْوَهَا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَافْتُتِحَ عَلَيْهِ فَهُوَ مُسِيْءٌ

(رواہ محمدؒ فی الآثار)[۲]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے امام کے متعلق روایت ہے جسے آیت میں غلطی لگ جائے آپ نے فرمایا وہ اس کے بعد والی آیت پڑھ لے اگر یاد نہ آئے تو کوئی اور سورت شروع کردے یہ بھی نہ کر سکے تو رکوع کردے جب کہ وہ تین آیتوں یا ان کی مقدار ایک بڑی آیت کو پڑھ چکا ہو اگر ایسا نہیں کریگا اور اسے لقمہ دیا جائیگا تو وہ گنہگار ہوگا۔

یعنی جب تین آیتوں کی مقدار پڑھ چکا ہو تو چونکہ اس کا فرض اور واجب پورا ہو چکا ہے اس لئے اس کو لقمے کی انتظار میں کھڑا نہیں رہنا چاہئے بلکہ رکوع کردینا چاہئے اس صورت میں اسے لقمہ دینا دونوں مکروہ ہیں مگر یہ مسئلہ فرض نماز کا ہے نفلوں میں البتہ لقمہ کی گنجائش ہے جوازِ لقمہ کیلئے اگلی حدیث شریف دیکھئے۔

[۱] نسائی شریف ص ۱۵۴ [۲] جامع المسانید ص ۳۳۷

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ يَزِيْدَ ؓ قَالَ شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِى الصَّلٰوةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ تَرَكْتَ اٰيَةَ كَذَا وَ كَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا اَذْكَرْ تَنِيْهَا

(رواہ ابوداؤد)[1]

حضرت مسور بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں قرأت کرتے ہوئے ایک یا کوئی لفظ چھوڑ دیا جسے آپ پڑھ نہیں سکے اس پر ایک شخص نے آپکو یاد دلایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے فلاں فلاں آیت یا فلاں فلاں الفاظ چھوڑ دئے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو نے مجھے یاد کیوں نہ دلایا یعنی لقمہ دیکر مجھے یاد دلا دیتا۔

(۷-۸-۹-۱۰) ترتیب وتعدیل اور قومہ وجلسہ

ترتیب کا مطلب ہے کہ تمام ارکان وواجبات اپنی اسی جگہ ادا کئے جائیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفۃ الصلوٰۃ میں بیان ہوئے ہیں اور جس ترتیب سے آپ ﷺ نے ان کی ادائیگی کا حکم دیا ہے یعنی پہلے قیام پھر تکبیر تحریمہ پھر قرأت پھر رکوع پھر قومہ پھر سجدہ پھر جلسہ اور پھر دوسرا سجدہ پھر قعدہ اور التحیات پھر سلام اسی طرح ہر رکعت کے دو سجدے پے درپے اسی رکعت میں ادا ہوں اور قرأت میں فاتحہ پہلے اور سورت بعد میں پڑھی جائے اور تعدیل کا مطلب یہ ہے کہ ہر رکن اتنی تسلی کے ساتھ ادا کرے کہ اس فعل میں متعلقہ جوڑ کی ہر ہڈی اپنی قدرتی جگہ بیٹھ جائے جیسا کہ ان احادیث مبارکہ میں مذکور ہے۔

(۷۵٤) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَمَا صَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا وَّقَالَ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا فَعَلِّمْنِىْ

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک آدمی بھی مسجد میں آیا اور اسنے نماز پڑھی پھر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا لوٹ جا پھر سے نماز پڑھ اسلئے کہ تو نے (کماحقہٗ) نماز نہیں پڑھی وہ لوٹ گیا اور اسنے پھر نماز ادا کی جیسے پہلے ادا کی تھی، پھر آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ نے فرمایا کہ لوٹ جا پھر سے نماز ادا کر اسلئے کہ تو نے (کماحقہٗ) نماز ادا نہیں کی اور ایسا تین دفعہ ہوا تو وہ کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں

[1] ابو داؤد ص ۱۳۱

فَقَالَ إِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ فِىْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا (رواه ابوداؤ والترمذی والنسائی)

اس سے اچھی نماز نہیں جانتا آپ مجھے سکھا دیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ پھر جتنا کہ آسانی سے قرآن پڑھ سکتا ہو پڑھ پھر رکوع کر حتی کہ رکوع میں تو مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کر حتی کہ تو سجدے میں مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا کہ تو مطمئن ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی تمام نمازوں میں یا اپنی ساری نمازوں میں اسی طرح کیا کر۔

(۷۵۵) قَالَ الْقَعْنَبِىُّ ؒ وَقَالَ فِىْ اٰخِرِهٖ فَاِذَا فَعَلْتَ هٰذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُكَ وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هٰذَا فَاِنَّمَا انْتَقَصْتَهٗ مِنْ صَلَاتِكَ (رواه ابوداؤ والترمذیؒ والنسائیؒ)[1]

قعنبیؒ ایک دوسرے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اسکے آخر میں فرمایا پس جب تو نے یہ کہہ لیا تو تیری نماز پوری ہوگئی اور جتنا تو نے اس سے کم کیا تو سوائے اسکے نہیں کہ تیری نماز اسی قدر ناقص ہوگی۔

اس حدیث پاک میں ارکان وواجبات کو ثم کے ساتھ مرتب طور پر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور رکوع، سجدہ اور قومہ وجلسہ کے متعلق ''حَتّٰى تَطْمَئِنَّ'' کی قید لگا کر ارکان میں تعدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی فرائض وواجبات کو پوری تسلی سے ادا کرنے نیز قومہ وجلسہ کرنیکا بصراحت ذکر فرمایا ہے لیکن یہ جلسہ جلسۂ استراحت نہیں ہے بلکہ ''جلسہ مابین السجدتین'' ہے، اس پر اگر کسی کو کوئی اشکال ہو کہ پھر دوسرے سجدے کا ذکر کیوں نہیں کیا تو اسے اس اشکال کا بھی جواب دینا چاہئے کہ پھر یہ جلسہ پہلے سجدے کے بعد کیوں آگیا؟ رہا دوسرے سجدے کا ذکر نہ فرمانا تو وہ عدمِ ضرورت کی وجہ سے ہے کہ سجدے کی کیفیت تو ایک سجدے ہی سے سمجھ آسکتی ہے جیسے دوسری رکعات کا بھی ذکر نہیں کیا لہٰذا تکرارِ ذکر غیر ضروری سمجھا گیا، پھر دونوں سجدوں کی صراحت اگلی حدیث شریف میں موجود ہے مگر جلسۂ استراحت کا وہاں کوئی ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ جلسۂ استراحت مسنون نہیں پھر جب احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر ملتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ ضعیفی سے تعلق رکھتا ہے۔

(۷۵٦) عَنْ رَّجُلٍ بَدْرِىٍّ ؓ قَالَ عَمٌّ لِاَبِ عَلِىِّ بْنِ يَحْيٰى قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ

ایک بدری صحابیؓ سے روایت ہے جو علی بن یحیی کے باپ کے چچا تھے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی داخل ہوا اور اس نے دو رکعت

[1] نصب الراية ص۳۸۸ ، مشکوۃ ص۷۵

رَجُلٌ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ کَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَرَدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ حَتّٰی کَانَ عِنْدَ الثَّالِثَۃِ اَوِ الرَّابِعَۃِ فَقَالَ وَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ لَقَدْ جَهَدْتُ فَاَرِنِیْ وَعَلِّمْنِیْ قَالَ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تُصَلِّیَ فَتَوَضَّأْ فَاَحْسِنْ وُضُوْئَکَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَۃَ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ قَاعِدًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ فَاِذَا اَتْمَمْتَ صَلَاتَکَ عَلٰی هٰذَا فَقَدْ تَمَّتْ وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هٰذَا فَاِنَّمَا تَنْقُصُہٗ مِنْ صَلَاتِکَ

(رواہ النسائی)

نماز ادا کی پھر آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا در آنحالیکہ آپ بھی نماز میں تھے پھر آپ نے اسے جواب دیا اور فرمایا کہ لوٹ جا پھر سے نماز پڑھ اسلئے کہ تو نے (اچھی طرح) نماز نہیں ادا کی یہاں تک کہ جب تیسری یا چوتھی دفعہ آیا تو اسنے کہا کہ اس ذات کی قسم کہ جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے میں تو اپنی پوری کوشش کر چکا ہوں آپ مجھے پڑھ کر دکھائیں اور سکھا دیں، آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو تو وضو کر اور خوب اچھی طرح وضو کر پھر قبلہ کی طرف منہ کر پھر اللہ اکبر کہہ پھر قرأت کر پھر رکوع کر یہاں تک کہ تو رکوع میں مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو سجدے میں مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو مطمئن ہو کر بیٹھ جائے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو سجدہ میں مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا پس جب تو اس طریق پر اپنی نماز پوری کرلے تو بیشک وہ پوری ہوگئی اور جو تو اس سے کم کریگا سوائے اسکے نہیں کہ تو اتنی مقدار اس سے کم کریگا۔

جلسہ بین السجدتین

(۷۵۷) عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ ؓ یَصِفُ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ هَوٰی سَاجِدًا وَقَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ جَافٰی وَ فَتَحَ عَضُدَیْہِ عَنْ بَطْنِہٖ وَفَتَحَ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ ثُمَّ ثَنٰی رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَقَعَدَ عَلَیْهَا

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ سجدے کے لئے گئے اور اللہ اکبر کہا پھر آپ ﷺ نے اپنے بازوؤں کو اپنے پیٹ مبارک سے جدا کرلیا اور اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کو کھول لیا پھر بائیں پاؤں کو

رَجُلٌ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتّٰى كَانَ عِنْدَهُ الثَّالِثَةَ اَوِ الرَّابِعَةَ فَقَالَ وَالَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَهَدْتُ فَاَرِنِيْ وَعَلِّمْنِيْ قَالَ إِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تُصَلِّيَ فَتَوَضَّأْ فَاَحْسِنْ وُضُوْئَكَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ قَاعِدًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ فَإِذَا اَتْمَمْتَ صَلَاتَكَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ تَمَّمْتَ وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هٰذَا فَإِنَّمَا تَنْقُصُهٗ مِنْ صَلَاتِكَ

(رواہ النسائی)

نماز ادا کی پھر آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا درآنحالیکہ آپ بھی نماز میں تھے پھر آپ نے اسے جواب دیا اور فرمایا کہ لوٹ جا پھر سے نماز پڑھ اسلئے کہ تو نے (اچھی طرح) نماز نہیں ادا کی یہاں تک کہ جب تیسری یا چوتھی دفعہ آیا تو اسنے کہا کہ اس ذات کی قسم کہ جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے میں تو اپنی پوری کوشش کر چکا ہوں آپ مجھے پڑھ کر دکھائیں اور سکھادیں، آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو تو وضو کر اور خوب اچھی طرح وضو کر پھر قبلہ کی طرف منہ کر پھر اللہ اکبر کہہ پھر قرأت کر پھر رکوع کر یہاں تک کہ تو رکوع میں مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو سجدے میں مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو مطمئن ہو کر بیٹھ جائے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو سجدہ میں مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا پس جب تو اس طریق پر اپنی نماز پوری کرلے تو بیشک وہ پوری ہوگئی اور جو تو اس سے کم کریگا سوائے اسکے نہیں کہ تو اتنی مقدار اس سے کم کریگا۔

جلسہ بین السجدتین

(۷۵۷) عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ يَصِفُ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ هَوٰى سَاجِدًا وَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ جَافٰى وَفَتَحَ عَضُدَيْهِ عَنْ بَطْنِهٖ وَفَتَحَ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ ثَنٰى رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ عَلَيْهَا

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ سجدے کے لئے گئے اور اللہ اکبر کہا پھر آپ ﷺ نے اپنے بازوؤں کو اپنے پیٹ مبارک سے جدا کرلیا اور اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کو کھول لیا پھر بائیں پاؤں کو

وَاعْتَدَلَ حَتّٰی رَجَعَ کُلُّ عَظْمٍ فِیْ مَوْضَعِہٖ
(مسند احمد بشرح البناء)[1]

موڑ کر اس پر بیٹھ گئے اور سکون پکڑا یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر پہنچ گئی۔

دیکھئے اس حدیث شریف میں گذشتہ چاروں واجبات ترتیب وتعدیل اور قومہ وجلسہ کے ساتھ جلسۂ استراحت کا بالصراحت عدم ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ جلسۂ استراحت کوئی مسنون نہیں ہے اسی وجہ سے ''ثُمَّ ارْفَعْ'' کہہ کر بات ختم کردی اور جلسہ کو گول کردیا پھر اگر کسی حدیث میں آپ کا بیٹھنا منقول ہے تو وہ کسی عذر کی وجہ سے ہوگا مثلاً بیماری، ضعف، تھکاوٹ اور بڑھاپا وغیرہ

نماز کی چوری

(۷۵۸) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالَ لَا یَتِمُّ رُکُوْعَھَا وَّسُجُوْدَھَا وَلَا یُقِیْمُ صُلْبَہٗ فِیْ الرُّکُوْعِ وَلَا فِیْ السُّجُوْدِ
(رواہ احمد والطبرانی ورجالہ صحیح)[2]

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے بدترین چور وہ شخص ہے جو اپنی نماز میں سے چوری کرتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اپنی نماز میں سے کیسے چوری کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ تو پوری طرح رکوع سجدہ کرتا ہے اور نہ ہی رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ کو سیدھی رکھتا ہے۔

اس حدیث شریف کا حاصل بھی یہی ہے کہ نماز میں تعدیل نہ کرنے والا چور ہے جس نے کچھ نماز تو بارگاہ الٰہی میں پیش کردی اور بقیہ کچھ چرا کر اپنے پاس رکھ لی تو ایسی نماز کہاں قبول ہوتی ہے؟

(۱۱-۱۲-۱۳) قعدہ اولیٰ، تشہد پڑھنا اور سلام پھیرنا

(۷۵۹) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ؓ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَعَدَ وَ تَشَھَّدَ فَرَشَ قَدَمَہُ الْیُسْرٰی عَلَی الْاَرْضِ وَجَلَسَ عَلَیْھَا (رواہ سعید بن منصور والطحاوی واسنادہ صحیح)[3]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی پس جب آپ ﷺ نے قعدہ کیا اور تشہد پڑھا تو اپنے بائیں پاؤں کو زمین پر بچھالیا اور اس کے اوپر بیٹھ گئے۔

[1] شرح النباء، ص۳/۲۷۷
[2] مستدلات ص۸۲ [3] طحاوی ص ۱۷۸

اس حدیث شریف سے تشہد اور قعدہ کے ثبوت کے علاوہ اسکی کیفیت بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس کے اوپر بیٹھ جایا کرتے تھے پس بیٹھنے کی مسنون صورت یہی ہے جن احادیث مبارکہ میں اسکے خلاف ''قَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِهٖ'' آیا ہے وہ حالتِ عذر و کبر پر محمول ہیں۔

(۷٦۰) وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَائَةَ بِالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَ لٰكِنْ بَيْنَ ذَالِكَ وَ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِىَ قَائِمًا وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِىَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِىْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ اِلٰى اَنْ قَالَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰى اَنْ يَّفْرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ (رواہ مسلمؒ)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر اور قرأت کو ''الحمد للہ رب العالمین'' سے شروع فرمایا کرتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو نہ آپ سر کو اونچا رکھتے تھے اور نہ ہی اسے جھکاتے تھے بلکہ اسکے بیچوں بیچ کرتے تھے اور جب اپنے سر کو رکوع سے اٹھاتے تو سجدہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہیں ہو جاتے اور جب آپ اپنے سر کو سجدہ سے اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے تھے اور آپ فرماتے کہ ہر دو رکعت پر التحیات ہے حتی کہ اسنے کہا کہ آپ اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیتے تھے اور دائیں کو کھڑا کرتے تھے اور آپ شیطانی بیٹھک سے منع فرماتے تھے اور اس سے بھی کہ آدمی اپنے ہاتھوں کو درندے کیطرح بچھائے اور آپ اپنی نماز کو سلام کیساتھ ختم فرماتے تھے۔

اس حدیث شریف میں دوسری رکعت پر تشہد پڑھنا اور لفظ سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرنا معلوم ہوا ہے تو قعدہ اولیٰ اور اس میں التحیات پڑھنا اور آخر میں سلام پھیرنا تینوں واجبات ثابت ہو گئے۔

[1] مسلم شریف ص ۱۹٤ ، نصب الراية ص٤١٨

(۱۴) قنوتِ وتر

(۷۶۱)عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّ الْقُنُوْتَ وَاجِبٌ فِى الْوِتْرِ فِى رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (رواه الامام محمد فى الحج والاثار)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قنوت رکوع سے پہلے رمضان اور غیر رمضان میں واجب ہے۔

(۱۵) تکبیراتِ عیدین

تکبیرات عیدین بھی عندالاحناف واجب ہیں جن کا مفصل ذکر عید کے بیان میں آئے گا۔

حدث بعد التشہد

سلام کے ساتھ نماز سے نکلنا واجب ہے فرض نہیں پس تشہد کے بعد اگر کسی کا وضوٹوٹ جائے اور سلام پھیرنے کا موقع نہ ملے تو واجب رہ جانے کی وجہ سے اس کی نماز ناقص واجب الاعادہ ہوگی کیونکہ واجب ترک ہوگیا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ ''ثُمَّ اِصَابَةُ لَفْظِ السَّلَامِ وَاجِبَةٌ عِنْدَنَا وَلَيْسَ بِفَرْضٍ''[۱] ہمارے نزدیک لفظِ سلام سے نکلنا واجب ہے فرض نہیں۔مگر فرض بہر حال ادا ہو جائیگا جیسا کہ یہ روایت ہے۔

(۷۶۲)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَهُّدِ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ وَقَالَ مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا بَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنَ التَّشَهُّدِ فَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ (رواه ابو نعيم فى حلية الاولياء)[۲]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشہد پڑھ کر فارغ ہوجاتے تو اپنا رخ ہماری طرف کر کے فرماتے کہ تشہد (التحیات) سے فارغ ہونے کے بعد اگر کسی کا وضوٹوٹ جائے تو اسکی نماز پوری ہوگئی یعنی فرض پورا ہوگیا۔

(۷۶۳)عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَفَعَ الْمُصَلِّىْ رَاْسَهٗ مِنْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ وَقَضٰى تَشَهُّدَهٗ ثُمَّ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ (رواه الطحاوى)[۳]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی جب اپنا سر نماز کے آخر سے اٹھائے اور التحیات پڑھ لے پھر اگر حدث ہوجائے تو اس کی نماز مکمل ہوجائیگی۔

[۱] هداية ص۹٦/۱ [۲] حلية الاولياء ص۱۱۷/۵
[۳] طحاوى شريف ص۱۸۹/۱

(۷٦٤) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ (رواہ البیہقی فی السنن)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جب کوئی تشہد کی مقدار بیٹھ جائے پھر اسکا وضوٹوٹ جائے تو اسکی نماز مکمل ہوگئی۔

لوصاحب! ان روایات میں اعادہ کا بھی حکم نہیں ہے بلکہ مطلقاً نماز کو کامل اور مکمل کہا گیا ہے لیکن احناف نے وجوب سلام کے ترک کی وجہ سے اسے ناقص اور واجب الاعادہ قرار دیا ہے حالانکہ روایات ذیل کی وجہ سے وہ نماز کے من کل الوجوہ ہونے کا دعویٰ بھی کردیتے تو ان کو حق پہنچتا تھا مگر وہ بے اصولی کے قائل نہیں ہیں اس لئے از روئے انصاف وہ تکمیل فرض اور وجوبِ اعادہ کے قائل ہوئے، حیرت ہے کہ اس کے باوجود بھی معاندین نے ان کو رگیدنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور خوف خدا سے عاری ہوکر ان کے متعلق یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ان کی نماز سلام کے بغیر حدث (وضوتوڑنے) سے پوری ہوجاتی ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ

نماز کی سنن اور مستحبات

نماز کی سنتیں تقریباً بائیس ہیں۔

(۱) کانوں تک ہاتھ اٹھانا

یعنی تکبیر تحریمہ کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھائے بوجہ اس فرمان معمولِ رسول اللہ ﷺ کے۔

(۷٦۵) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ (رواہ مسلم)[۱]

حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر کانوں تک لیجاتے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو کانوں کی لو کے برابر لیجاتے۔

(۷٦٦) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِى الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هُمَامٌ حِيَالَ اُذُنَيْهِ (رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب نماز میں داخل ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھایا ہمامؒ نے کیفیت بیان کی کہ کانوں کے برابر تک لے گئے۔

(۷٦۷) وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اوپر کی طرف

[۱] مسلم شریف ۱٦۱

[۲] مسلم شریف ص۱۷۳ ، ابن ابی شیبة ص۱/۲۳۱

تَكُوْنَ اِبْهَامَاهُ حِذَآءَ اُذُنَيْهِ (رواه احمدؒ واسحاقؒ بن راہویہ والدار قطنیؒ وابن ابی شیبۃؒ)۱

اٹھاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے آپ کے کانوں تک برابر ہو جاتے۔

(۷۶۸) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ يُحَاذِیْ بِهِمَا شَحْمَتَیْ اُذُنَيْهِ (اخرجه ابومحمدؒ البخاریؒ فی مسنده)۲

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے کانوں کی لو کے برابر کر لیتے تھے۔

(۷۶۹) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فَحَاذٰى بِاِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ ثُمَّ رَكَعَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ مِفْصَلٍ مِّنْهُ وَانْحَطَّ بِالتَّكْبِيْرِ حَتّٰى سَبَقَتْ رُكْبَتَاهُ يَدَيْهِ (رواه الحاكمؒ فی المستدرك والدار قطنی ثم البیہقی فی سننهما)۳

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہی اور اپنے انگھوٹھوں کو اپنے کانوں کے برابر کیا پھر رکوع کیا یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ ٹھہر گیا اور تکبیر کے ساتھ آپ سجدے میں گئے حتی کہ آپ کے گھٹنے ہاتھوں سے سبقت کر گئے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کانوں تک ہونا چاہئے نہ کہ کندھوں کے برابر تک باقی جن روایات میں کندھوں تک کا ذکر آتا ہے ان کا مطلب ہے کہ ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر رکھے حتی کہ انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جائیں جیسا کہ اس کی تصریح وائل بن حجرؓ کی حدیث میں موجود ہے جسے ابوداوٗد نے روایت کیا ہے۔

(۷۷۰) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى اِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ (رواہ ابوداؤد)۴

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے ہاتھوں کی (ہتھیلیوں کو) اٹھایا یہاں تک کہ وہ آپ کے کندھوں کے برابر ہو گئیں اور آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کے بالمقابل ہو گئے۔

اس توجیہ منصوص سے تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے صرف کندھوں تک اٹھانے کی صورت میں کانوں والی روایات متروک ہو جاتی ہیں یا ان روایات کو عذر پر محمول کیا جائے گا جیسے حضرت وائل ہی نے ایک دوسرے موقعہ پر اس کی تصریح کر دی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱ ابن ابی شیبۃ ص ۱/۲۳۳ ۲ جامع المسانید ص۴۱۲
۳ نصب الرایۃ ص۳۱۱ ۴ رواہ ابوداؤد ص۱۰۵

(۷۷۱) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ اَنَّهٗ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ حِیَالَ اُذُنَیْہِ قَالَ ثُمَّ اَتَیْتُھُمْ فَرَاَیْتُھُمْ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلٰی صُدُوْرِھِمْ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَعَلَیْھِمْ بَرَانِسُ وَ اَکْسِیَۃٌ

(رواہ ابوداؤدؒ وآخرونؒ واسنادہ صحیح)[۱]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک اٹھایا وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں پھر دوبارہ آیا تو وہ نماز کے شروع میں اپنے ہاتھوں کو اپنے سینوں تک اٹھاتے تھے جب کہ ان کے اوپر ٹوپیاں اور کمبل تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے یہ دو مختلف عمل مختلف اوقات کے ہیں کانوں تک ہاتھ اٹھانا اس وقت تھا جب گرمیوں میں ہاتھ ننگے تھے اور کندھوں تک اٹھانا اس وقت تھا جب کہ سردیوں میں کمبلوں کے اندر لپٹے ہوئے ہونے کیوجہ سے ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا مشکل تھا تو وہ کمبلوں کے بیچوں بیچ معمولی سے اٹھا کر کندھوں کے برابر کر لیتے تھے مذکورہ صورت میں بھی حضرت امام شافعیؒ کا بھی احناف کے ساتھ اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے۔

وَاَمَّا صِفَۃُ الرَّفْعِ فَالْمَشْھُوْرُ مِنْ مَذْھَبِنَا وَمَذْھَبِ الْجَمَاھِیْرِ اَنَّہٗ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ بِحَیْثُ یُحَاذِیْ اَطْرَافَ اَصَابِعِہٖ فُرُوْعَ اُذُنَیْہِ اَیْ اَعْلٰی اُذُنَیْہِ وَ اِبْھَامَاہُ شَحْمَتَیْ اُذُنَیْہِ وَرَاحَتَاہُ مَنْکِبَیْہِ فَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِھِمْ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَبِھٰذَا جَمَعَ الشَّافِعِیُّؒ بَیْنَ رِوَایَاتِ الْحَدِیْثِ[۲]

رہی اٹھانے کی کیفیت، تو ہمارا مشہور مذہب اور مذہب جمہور یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھائے اس طرح کہ اس کی انگلیوں کے سرے اس کے کانوں کے اوپر کی سطح کے برابر اور اس کے انگوٹھے اس کے کانوں کی لو کے برابر اور اس کی ہتھیلیاں اس کے کندھوں کے برابر ہو جائیں۔

پس یہی معنی ہے ان کے قول "حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ" کے اور اسی طریق پر امام شافعیؒ نے روایات حدیث کو جمع کیا ہے۔

(۲) رفع یدین کے وقت انگلیوں کو کھلی اور قبلہ رو رکھے

ذَکَرَ الطَّحَاوِیُّ اَنَّ السُّنَّۃَ فِیْ رَفْعِ الْیَدَیْنِ لِلتَّکْبِیْرِ اَنْ یَّمُدَّ اَصَابِعَ یَدَیْہِ وَیَسْتَقْبِلَ بِھِمَا مَعَ الْکَفِّ الْقِبْلَۃَ[۳]

امام طحاویؒ نے ذکر فرمایا کہ تکبیر کیلئے رفع یدین میں سنت یہ ہے ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلی رکھے اور انگلیوں اور ہتھیلیوں کو قبلہ رو رکھے

[۱] ابوداؤد شریف ص۱۰۵
[۲] مسلم شریف ۱۶۸
[۳] ترمذی شریف ص۳۳

انگلیوں کو کھلی رکھنے کے متعلق ترمذی شریف میں یہ حدیث مذکور ہے۔

(۷۷۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ نَشَرَ اَصَابِعَهٗ (رواہ الترمذیؒ)[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے تکبیر کہتے تو اپنی انگلیوں کو کھلی رکھتے۔

ہتھیلیوں کو قبلہ رخ رکھنے کے متعلق مجمع الزوائد میں ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ ہے ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں۔(مجمع الزوائد)

(۷۷۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اِذَا اسْتَفْتَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْفَعْ يَدَيْهِ وَلْيَسْتَقْبِلْ بِبَاطِنِهَا الْقِبْلَةَ كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَمَامَهٗ (کنز العمال)[۲]

حضرت ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے رفع یدین کرے اور انکے باطن یعنی ہتھیلیوں کو قبلہ کی طرف کرلے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اسکے سامنے ہیں۔

عورت کہاں تک ہاتھ اٹھائے

(۷۷٤) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حَذْوَاُذُنَيْكَ وَالْمَرْاَةُ تَجْعَلُ حِذَآءَ ثَدْيَيْهَا (رواہ الطبرانی کما فی التنویر للسیوطیؒ ورواہ کنز العمال)[۳]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک اٹھالیا کر اور عورت ہاتھوں کو سینے کے برابر تک کرے۔

(۷۷۵) وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ وَعَطَآءٍ وَالزُّهْرِيِّ وَحَمَّادٍ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الْمَرْاَةَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا اِلٰى ثَدْيَيْهَا (نقله علامه عینی فی شرح الهدایه)[٤]

حضرت ام درداءؓ اور عطاء، زہریؒ اور حمادؒ وغیرہ حضرات سے یہی روایت ہے کہ عورت اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

اس مرفوع حدیث صحابیہ کے اثر اور اقوال تابعینؒ کی موجودگی میں یہ کہنا کہ مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں سوائے ڈھٹائی کے اور کچھ نہیں۔

[۱] معارف السنن ص۳٦۵ ج۲
[۲] کنز العمال ص۳۰٦/۷
[۳] کنز العمال ص۳۰٦/۷ ، اوجز المسالک ص۲۰٦
[٤] شرح الهدایة ص ۲۰٦/۱ ومثله فی مصنف ابن ابی شیبة ص۲۳۹

ہاتھ باندھنے کی کیفیت

(۳)

(۷۷۶) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ فَكَبَّرَ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى (رواہ مسلم)[۱]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز میں داخل ہوئے تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہی پھر اپنے کپڑے میں لپٹ گئے پھر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پہ رکھ لیا۔

(۷۷۷) وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)[۲]

جناب قبیصہؒ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں امامت فرمایا کرتے تھے اور اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

(۷۷۸) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ كَانَ نَاسٌ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِی الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ لَا اَعْلَمُ اِلَّا يَنْمِیْ ذَالِكَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواہ البخاری)[۳]

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی اپنی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں کلائی پر رکھے ابو حازم کہتے ہیں کہ میرے علم میں یہ حکم نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ (یعنی یہ روایت مرفوع ہے اور یہ حکم حکمِ رسول اللہ ﷺ ہے)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے اور مسنون یہ ہے کہ تحریمہ اور رفع یدین کے بعد ہاتھ باندھ لئے جائیں رہا یہ سوال کہ کیسے اور کہاں باندھے تو اس کیلئے اگلی احادیث مبارکہ دیکھیں۔

(۷۷۹) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ ...... ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ (رواہ النسائی)[۴]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی اور گٹ اور کلائی پر رکھا۔

(۷۸۰) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ قَالَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کو ضرور

[۱] مسلم شریف ص۱۷۳

[۲] ترمذی شریف ص۳٤ ، نصب الرایۃ ص۳۱۸

[۳] بخاری شریف ص۱۰۲ ، موطا امام محمدؒ ص۱۶۰

[٤] نسائی شریف ص۱/۱٤۱

كَيْفَ يُصَلِّىْ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِاُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى بَيْنَ الرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ لعجم (رواہ الطبرانی فی معجمہ)[1]

دیکھوں گا کہ وہ کیسے پڑھتے ہیں پس میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں تک لے گئے پھر دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت پر گٹ اور کلائی کے درمیان رکھ لیا۔

(۷۸۱) حَدَّثَنَا غَزْوَانُ بْنُ جُبَيْرٍ الضَّبِيّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ عَلِىٌّ اِذَا قَامَ فِىْ الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى رُسْغِ يَسَارِهٖ وَلَا يَزَالُ كَذَالِكَ حَتّٰى يَرْكَعَ مَتٰى مَا رَكَعَ اِلَّا اَنْ يُصْلِحَ ثَوْبَهٗ اَوْ يَحُكَّ جَسَدَهٗ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[2]

حضرت علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں گٹ پر رکھ لیتے اور ایسے ہی رکھے رکھتے جب تک کہ رکوع نہ کر لیتے مگر یہ کہ اپنے کپڑے کو ٹھیک کریں یا اپنے جسم کو کھجائیں۔

یعنی حضرت علیؓ ہاتھوں کو کھلا چھوڑنے کی بجائے باندھتے تھے اور باندھتے بھی یوں تھے کہ دائیں ہتھیلی کو بائیں گٹ پر رکھ لیتے تھے پھر کسی حاجتِ ضروریہ کے بغیر نہیں کھولتے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نام نہاد اہل حدیثوں نے ہاتھوں کو کہنیوں کے اوپر لے جا کر باندھنے کا جو دستور بنا رکھا ہے یہ کوئی سنت نہیں ہے اور کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو گٹ کے اوپر باندھ لیا جائے جیسے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور جیسے آگے حدیث مجلز سے بھی اس کی بھرپور تائید ہوگی اور جیسے سابقہ قبیصہ بن ھلبؓ کی مرفوع حدیث سے اس کی یہی کیفیت ذکر ہو چکی ہے کیونکہ اس میں آتا ہے ''فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے لیکن غیر مقلدین جیسے ہتھیلیوں کو کہنیوں تک لیجاتے ہیں تو اسے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا تو کہہ سکتے ہیں باندھنا نہیں کہہ سکتے جب کہ باندھنے کو رکھنا تو لازم ہے مگر رکھنے کو باندھنا لازم نہیں یعنی اخذ میں وضع تو ازخود آ جائیگا مگر وضع میں اخذ نہیں آتا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

فَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فِىْ الصَّلٰوةِ

یعنی صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ اور بعد کے اہل علم اصحاب کا اس حدیث پر عمل ہے یعنی نماز میں نمازی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھے گا اور صحابہؓ و تابعینؒ اور تبع تابعین میں سے کچھ کا مذھب یہ ہے کہ

[1] معجم طبرانی ص۲۲/۳۵

كَيْفَ يُصَلِّيْ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِاُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى بَيْنَ الرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ لعجم (رواه الطبراني فی معجمه)[1]

دیکھوں گا کہ وہ کیسے پڑھتے ہیں پس میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں تک لے گئے پھر دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت پر گٹ اور کلائی کے درمیان رکھ لیا۔

(۷۸۱) حَدَّثَنَا غَزْوَانُ بْنُ جُبَيْرِ الضَّبِيّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى رُسْغِ يَسَارِهٖ وَلَا يَزَالُ كَذَالِكَ حَتّٰى يَرْكَعَ مَتٰى مَا رَكَعَ اِلَّا اَنْ يُصْلِحَ ثَوْبَهٗ اَوْ يَحُكَّ جَسَدَهٗ (رواه ابن ابی شیبةؒ)[2]

حضرت علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں گٹ پر رکھ لیتے اور ایسے ہی رکھے رکھتے جب تک کہ رکوع نہ کر لیتے مگر یہ کہ اپنے کپڑے کو ٹھیک کریں یا اپنے جسم کو کھجائیں۔

یعنی حضرت علیؓ ہاتھوں کو کھلا چھوڑنے کی بجائے باندھتے تھے اور باندھتے بھی یوں تھے کہ دائیں ہتھیلی کو بائیں گٹ پر رکھ لیتے تھے پھر کسی حاجتِ ضروریہ کے بغیر نہیں کھولتے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نام نہاد اہل حدیثوں نے ہاتھوں کو کہنیوں کے اوپر لے جا کر باندھنے کا جو دستور بنا رکھا ہے یہ کوئی سنت نہیں ہے اور کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو گٹ کے اوپر باندھ لیا جائے جیسے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور جیسے آگے حدیث مجلز سے بھی اس کی بھر پور تائید ہوگی اور جیسے سابقہ قبیصہ بن حلبؓ کی مرفوع حدیث سے اس کی یہی کیفیت ذکر ہو چکی ہے کیونکہ اس میں آتا ہے ''فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے لیکن غیر مقلدین جیسے ہتھیلیوں کو کہنیوں تک لیجاتے ہیں تو اسے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا تو کہہ سکتے ہیں باندھنا نہیں کہہ سکتے جب کہ باندھنے کو رکھنا تو لازم ہے مگر رکھنے کو باندھنا لازم نہیں یعنی اخذ میں وضع تو از خود آ جائیگا مگر وضع میں اخذ نہیں آتا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

فَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ

یعنی صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ اور بعد کے اہل علم اصحاب کا اس حدیث پر عمل ہے یعنی نماز میں نمازی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھے گا اور صحابہؓ و تابعینؒ اور تبع تابعین میں سے کچھ کا مذہب یہ ہے کہ

[1] معجم طبرانی ص۳۵/۲۲

[2] مصنف ابن ابی شیبة ص۳۹۰/۱

وَرَاى بَعْضُهُمْ اَنْ يَّضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَ رَاى بَعْضُهُمْ اَنْ يَضَعَهُمَاتَحْتَ السُّرَّةِ وَكُلُّ ذَالِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ

نمازی اپنے ہاتھوں کو ناف کے اوپر باندھے گا اور کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا اور یہ دونوں طریقے ان کے نزدیک جائز ہیں۔

امام ترمذیؒ جیسے وسیع النظر محدث کا فیصلہ آپ کے سامنے ہے کہ احناف کا مسلک وہ ہے کہ جس پر صحابہؓ اور تابعینؒ اور بعد کے ائمہ محدثین کا عمل رہا امام ترمذیؒ نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی بات کو قابلِ ذکر ہی نہیں سمجھا گویا ان کے زمانے تک یا لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے یا ناف کے نیچے سینہ پر ہاتھ باندھنے والا کوئی نہیں تھا، یہ لوگ تو بہت بعد کی پیداوار ہیں گویا ان کا وجود ہی بدعت ہے جو قرون خیریہ میں موجود نہیں تھے اب روایت ملاحظہ فرمائیں۔

ہاتھ کہاں باندھے جائیں

(۷۸۲) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُّوسَى بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

(رواه ابن شيبة و احمد)[1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے باندھتے تھے۔

اسکی سند صحیح ہے۔آثار السنن ج۱ ص ۷۱ ابوطیب مدنی بھی کہتے ہیں کہ سند صحیح ہے۔

تنبیہ: علامہ قاسمؒ بن قطلو بغا نے اس کی سند کو جید کہا ہے علامہ سندھیؒ نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے اور علامہ حافظ ابن حجرؒ نے خلاف مسلک ہونے کے باوجود اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے پھر یہ کہنا بھی غلط ہے کہ علقمہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں کیونکہ نسائی شریف میں جناب علقمہ اپنے باپ حضرت وائلؓ سے بلفظ ''حَدَّثَنِىْ'' روایت کرتے ہیں جو سماع کی مضبوط دلیل ہے باقی متداول نسخوں میں ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' کی زیادتی کا نہ پایا جانا مخالفین کی سازش ہے جسے ملا قاسم سندھیؒ نے ''فوز الکرام'' میں بے نقاب کر دیا ہے آپ فرماتے ہیں ''فَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ فِىْ اَكْثَرِ النُّسَخِ الصَّحِيْحَةِ وَرَاَيْتُهٗ بِعَيْنِىْ فِىْ نُسْخَةٍ صَحِيْحَةٍ عَلَيْهَا الْإِمَارَاتُ الْمُصَحِّحَةِ'' یعنی یہ زیادتی اکثر صحیح نسخوں میں پائی جاتی ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے ایک صحیح نسخہ میں اس کا مشاہدہ کیا ہے فی الوقت مدینہ منورہ کے قبہ محمودیہ کے کتب خانہ میں جو مصنف کا نسخہ ہے اس میں زیادتی موجود ہے اور جو شخص چاہے

[1] مصنف ابن ابی شیبة ص۳۹۱/۱ طیب اکیڈمی ملتان، مسند احمد ص۱۱۰/۱، آثار السنن ص۷۱/۱، تحفة الاحوذی ص۲۱٤/۱

اس کا معاینہ کر کے اس کی تصدیق کرسکتا ہے۔ نیز ''خزانہ شیخ عبدالقادر'' کے نسخہ میں بھی زیادتی بدستور موجود ہے اس کے باوجود بھی اس کا انکار مسلکی تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے، اور اگر بالفرض ہم اس مرفوع روایت سے صرف نظر بھی کرلیں تب بھی ہمارے پاس اپنے موقف کیلئے متعدد موقوف احادیث اور کئی مضبوط آثار موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۷۸۳) وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍؒ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍؒ وَسَاَلْتُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ اَضَعُ قَالَ يَضَعُ كَفَّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَيَجْعَلُهُمَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ

(رواه ابن ابی شیبة)[۱]

جناب حجاج بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے (صحابی رسول ﷺ) حضرت ابومجلزؒ سے سنا اور آپ سے پوچھا کہ میں اپنے ہاتھ کیسے رکھوں؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور انہیں ناف کے نیچے باندھے۔

اس روایت سے تینوں باتیں ثابت ہوتی ہیں کہ ہاتھوں کو باندھنا ہے اور باندھنا بھی ناف کے نیچے ہے اور تیسرے یہ کہ کہنیوں پر نہیں بلکہ ہتھیلی پر ہتھیلی ہو اور دایاں ہاتھ اوپر ہو اور بایاں نیچے۔

(۷۸٤) وَعَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ اَخْذُ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

(رواه ابوداؤد فی نسخة ابن الاعرابی)[۲]

حضرت ابو وائلؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں سے پکڑنا ناف کے نیچے باندھنا ہے۔

(۷۸۵) وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍؒ رَوَيْنَا عَنْ اَنَسٍ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاخِيْرُ السُّحُوْرِ وَ وَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

(كذا فی جوهر النقی)[۳]

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ تین چیزیں اخلاق نبوت میں سے ہیں، جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کھانا اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔

(۷۸٦) وَعَنْ عَلِیٍّؓ اَنَّهٗ قَالَ اَلسُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ

(رواه ابوداؤد فی سننه براوية ابن داسة وابن الاعرابی)[٤]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہتھیلی کو ناف کے نیچے ہتھیلی پر رکھنا سنت ہے۔

[۱] رواه ابن ابی شیبة ص ۳۹۱

[۲] اعلاء السنن ص ۱٤۱ [۳] جوهر النقی ص ۱۲٦/۱

[٤] نصب الراية ص ۳۱۳ ، مسند احمد ص ۱۱۰/۱ ، بیهقی ص ۳۱/۲

(۷۸۷) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مِنَ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَيْدِیْ عَلَى الْاَيْدِیْ تَحْتَ السُّرَّةِ (رواہ ابی شیبة)[۱]

اور حضرت علیؓ ہی سے روایت ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھوں کا ہاتھوں پر رکھنا نماز کی سنت ہے۔

(۷۸۸) وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ رَوَيْنَا عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ (الجوهر النقی علی البیهقی)[۲]

ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

واضح ہو کہ سینے پر ہاتھ باندھنا بھی اگرچہ روایات ضعیفہ سے ثابت ہے لیکن کسی صحابی نے اسے سنت نہیں کہا البتہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کو حضرت علیؓ سنت قرار دیتے ہیں پھر یہ سنت سنتِ علیؓ ہی نہیں بلکہ سنتِ رسول اکرم ﷺ ہے کیونکہ محدثین کرام کے ہاں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کو صحابی سنت قرار دے وہ قول فعل یقیناً مرفوع ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر ج اص ۲۳۵ پر ہے۔ ''وَقَوْلُ الصَّحَابِیِّ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا فِیْ حُكْمِ الْمَرْفُوْعِ عِنْدَ الْاَكْثَرِيْنَ'' یعنی صحابی کا یہ کہنا کہ سنت یوں ہے اکثر محدثین کے نزدیک مرفوع ہے لہٰذا یہ حدیث موقوف نہیں رہی بلکہ اصولاً مرفوع ہوگئی پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ زیادہ تر ہاتھ زیر ناف ہی باندھتے تھے جیسا کہ احناف کا عمل ہے باقی رہا ''عَلٰى صَدْرِهٖ'' والی روایت کا ضعف تو اس کیلئے یہی دلیل کافی ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی شیخینؒ نے روایت نہیں کیا بلکہ اکثر صحاح تک میں ان کا ذکر نہیں ہے ان میں سے کوئی مراسیل ابی داؤدؒ سے لی گئی ہے کوئی ابن خزیمہ سے اور کوئی مسندِ احمد سے جب کہ ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' والی روایت میں سے دو روایات خود ابوداؤد بروایت ابن داسہ میں موجود ہیں اور تین مصنفہ ابن ابی شیبہؒ میں جو حضرات شیخین کے استاذ محترم ہیں۔ ''فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى'' پھر ''عَلٰى صَدْرِهٖ'' والی حدیث ابن خزیمہ کی روایت کو حضرت سفیانؒ سے صرف مؤمل بن اسماعیلؒ روایت کرتے ہیں، ''کما قال ابن القیم فی اعلام الموقعین''، جس کے متعلق محدثین کرام کے یہ فتوے ہیں۔

قَالَ الذَّهْبِیُّ صُدُوْقٌ كَثِيْرُ الْخَطَا — امام ذھبی نے فرمایا کہ سچا تو ہے لیکن کثیر الخطا ہے۔

قَالَ الْبُخَارِیُّ مُؤَمِّلُ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ — امام بخاریؒ نے فرمایا کہ مؤمل منکر الحدیث ہے۔

یعنی اس کی حدیثیں اوپری ہیں جو اسکے دوسرے معاصرین یا ہم استاذ شاگروں کے خلاف ہیں۔

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَثِيْرُ الْغَلَطِ — ابن سعدؒ نے کہا غلطیاں بہت کرتا ہے۔

قَالَ الدَّارُ قُطْنِیْ ثِقَةٌ كَثِيْرُ الْخَطَا — دار قطنی نے کہا ثقہ تو ہے لیکن کثیر الخطا ہے۔

قَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ فِیْ حَدِيْثِهٖ خَطَآءٌ كَثِيْرٌ — ابوزرعہؒ نے کہا اسکی حدیث میں غلطیاں بہت ہیں۔

[۱] مصنف ابن ابی شیبة ۳۹۱ ، مسند احمد ۱۱۰/۱ ، دار قطنی ص ۲۸۶/۱ ، سنن بیهقی ص ۳۱/۲

[۲] الجوهر النقی علی البیهقی ص ۳۱/۲

مسند احمد کی روایت کو سفیانؒ سے صرف یحیی بن سعیدؒ نقل کرتے ہیں جب کہ اس کی روایت اس زیادتی میں تمام اصحاب سفیانؒ کے خلاف ہے۔[۱]

محدثین کرام کے اس تبصرہ کے بعد آپ حضرات خود ہی فیصلہ کرلیں کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے جس پر اتنا شدومد سے زور دیا جاتا ہے مع ھذا "عَلٰی صَدْرِہٖ" کی زیادتی کو محدثین کرام نے غیر محفوظ کہا ہے کیونکہ اس کے راوی کا حافظہ ناقابلِ اعتماد ہے نیز یہ زیادتی تمام ثقات کے خلاف ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم تمام ثقات کو چھوڑ کر ایک متفرد منکر الحدیث کثیر الخطا اور کثیر الغلط شخص کی شاذ روایت پر اصرار اور عمل کریں پھر اس روایت میں اضطراب بھی ہے کیونکہ "عَلٰی صَدْرِہٖ" کے ساتھ ساتھ "عَلَی الصَّدْرِ، فَوْقَ السُّرَّۃِ" اور "تَحْتَ السُّرَّۃِ" کی روایات بھی ملتی ہیں جن کو اس کے مقابلہ میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ "تَحْتَ السُّرَّۃِ" والی روایت اس سقم سے کسی قدر خالی ہونے کی وجہ سے زیادہ قابل اعتماد اور موافق بالسنۃ ہے، لہٰذا ہاتھوں کو ناف کے نیچے ہی باندھنا جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور جو تعظیم وتکریم کے نقطۂ نظر سے بھی انسب للعمل ہے کیونکہ زیر ناف ہاتھ باندھنے میں جو احترامی اور تعظیمی شکل بن جاتی ہے وہ سینے پر ہاتھ باندھنے میں نہیں بنتی بلکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی صورت میں تعظیم کم اور خودی کا مظاہرہ زیادہ نظر آتا ہے جو خداوند عالم کے سامنے زیب نہیں دیتا جبکہ نمازی کی شکل بھی مکمل کارٹون جیسی بن جاتی ہے جو بڑی مضحکہ خیز ہوتی ہے، اگر ان احادیث کو زیر عمل لانا ہی ہے تو انہیں عورتوں کیلئے فرض کرنا چاہئے تھا تا کہ نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث ناقابلِ عمل نہ رہے درانحالیکہ یہ صورت عورتوں کی ضرورتِ ستر کے زیادہ مناسب بھی ہے کیونکہ اس صورت میں ان کے سینے ہاتھوں کے نیچے مستور ہوجائیں گے اور ستر کی زیادتی کو ان کیلئے نماز میں ملحوظ بھی رکھا گیا ہے جیسا کہ سجدہ والی حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

غیر مقلدین اس جگہ ایک قرآنی آیت بھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور وہ ہے "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ" کہ اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر، یہ لوگ اس کا معنی کرتے ہیں اور سینے پر ہاتھ باندھ یہ سراسر تحریف معنوی ہے یہ جس روایت کا سہارا لیتے ہیں ابن کثیر نے خود اس کی تضعیف کر کے قربانی والے معنی کو صحیح قرار دیا ہے آپ کے الفاظ ہیں۔

وَ کُلُّ هٰذِهِ الْاَقْوَالِ غَرِيْبَةٌ جِدًّا وَالصَّحِيْحُ اَلْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّحْرِ ذِبْحُ الْمَنَاسِكِ	یعنی یہ سب اقوال سخت غریب ہیں اور صحیح پہلا ہی قول ہے کہ وانحر سے مراد قربانی کا ذبح کرنا ہی ہے۔ (ابن کثیر)[۲]

[۱] حاشیہ اثار السنن ص٦٦

[۲] ابن کثیر ص ٥٥٩/٤

ثناء پڑھنا

(٤)

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔ "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ" [١] اور اپنے رب کی حمد وثنا کی تسبیح پڑھ جب تو قیام کرے، یعنی نماز میں تکبیر کے بعد جب قیام ہو تو تسبیح پڑھے یہ آیت نماز ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے، چنانچہ ابن کثیر میں ہے۔ "قَالَ الضَّحَّاكُ اَیْ اِلَی الصَّلٰوةِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ" [٢] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تحریمہ کے بعد یہی دعا پڑھا کرتے تھے اور اسی کے پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

(٧٨٩) عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُمَيْرِ الثَّمَالِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَ لَا تُخَالِفُوْا اٰذَانَكُمْ ثُمَّ قُوْلُوْا اَللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ وَاِنْ لَّمْ تَزِيْدُوْا عَلَى التَّكْبِيْرِ اَجْزَاكُمْ (رواہ الطبرانی) [٣]

حضرت حکم بن عمیر ثمالیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تعلیم فرمایا کرتے تھے کہ جب تم نماز کیلئے کھڑے ہوا کرو تو پہلے رفع یدین کیا کرو لیکن وہ کانوں سے اوپر نہیں جانے چاہئیں پھر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ" پڑھا کرو اور اگر تم تکبیر سے زیادہ کچھ نہیں پڑھو گے تو بھی کافی ہو جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" صرف سنت ہے اگر کسی وجہ سے ترک بھی ہو جائے تو نماز جب بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

(٧٩٠) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ (رواه الطبرانی فی کتابه المفرد فی الدعاء، اسناده جید ومثله فی ابوداؤد) [٤]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" الخ یعنی اے اللہ! میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں مع تیری حمد کے اور تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں

[١] پ٢٧ع٤ [٢] تفسیر ابن کثیر ج٤ ص٢٤٥
[٣] نصب الرایة ص٣٢٣ [٤] مستدلات ص٨٥، ابو داؤد ص١١٣

(۷۹۱) وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ

(رواه ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجة و النسائی)[۱]

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ'' الخ پڑھا کرتے تھے۔

(۷۹۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ (رواه الطبرانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ'' پڑھتے تھے۔

(۷۹۳) وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

(رواه الدار قطنیؒ والطحاویؒ اسناده صحیح)[۲]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ'' پڑھا کرتے تھے۔

(۷۹۴) عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ

(رواه الدار قطنی)[۳]

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تھے تو ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ'' پڑھا کرتے تھے۔

نوٹ: ثنا کے علاوہ اس مقام پر کچھ اور ادعیہ اور اذکار بھی ہیں لیکن وہ اس دور سے تعلق رکھتی ہیں جب کہ ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ'' کا حکم نہیں آیا تھا۔ اس حکم کے آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ'' کو فرضوں کیلئے متعین کر دیا اور باقی ادعیہ کو نوافل وسنن کیلئے رہنے دیا۔

ثنا کو آہستہ پڑھنا

(۷۹۵) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَّعُمَرَ رضی اللہ عنہ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (رواه البخاری)[۴]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع فرماتے تھے۔

[۱] ابوداؤد ص ۱/۱۲۹، ترمذی ص ۱/۲۳، ابن ماجة ص ۵۸، نسائی ص ۱/۱۴۳

[۲] نصب الراية ص ۳۲۲ طحاوی ص ۱۳۶ [۳] زجاجة ص ۲۳۷

اس کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، اَعُوْذُبِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ کو آہستہ پڑھا کرتے تھے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے جہر کرتے تھے۔

(۷۹۶) وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ قَالَ اَرْبَعٌ یُخْفِیْهِنَّ الْاِمَامُ التَّعَوُّذُ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَ اٰمِیْنَ (کتاب الآثار) وَفِیْ رِوَایَةٍ خَمْسٌ یُخْفِیْهِنَّ الْاِمَامُ وَزَادَ فِیْهِ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ [1]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ چار چیزیں امام چھپا کر پڑھے (۱) التعوذ (۲) بسم الله الرحمن الرحیم (۳) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ (٤) امین عبدالرزاق کی روایت میں چار کی بجائے پانچ کا عدد ہے اور اس میں اللهم ربنا لك الحمد زائد ہے۔

(۷۹۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ سَكْتَةٌ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ (رواه النسائی) [2]

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کچھ دیر سکتہ فرماتے تھے۔

اسی سکتے میں آنحضرت ﷺ ثنا پڑھتے تھے ورنہ مطلقاً خاموشی سے تو سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے لہٰذا ثنا آہستہ پڑھنی چاہئے۔

قیام میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنا

(۷۹۸) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ وَهُوَ فِیْ صَلٰوتِهٖ مَالَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اِنْصَرَفَ عَنْهُ (رواه احمد و ابوداؤد وغیره) [3]

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل بندے کیطرف متوجہ رہتے ہیں جبتک کہ وہ اپنی نماز میں کسی اور طرف دھیان نہ کرے پس اگر وہی دھیان بدل لے تو اللہ تعالیٰ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اس روایت میں اللہ تعالیٰ کی توجہ سے رحمت الٰہی کی توجہ مراد ہے کیونکہ لیس کمثله شئ (القرآن الحکیم) اس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔

(۷۹۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ اجْعَلْ بَصَرَكَ حَیْثُ تَسْجُدُ [4]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انس! اپنی نگاہیں سجدے کی جگہ پر رکھا کر۔

[1] نصب الرایة ص ۳۲۵ [2] نسائی شریف ص ۱٤۲
[3] ابوداؤد شریف ص ۱۳۱ [4] مشکوٰۃ شریف ص ۹۱

تعوذ یعنی اعوذ پڑھنا

ثنا کے بعد اعوذ باللہ پڑھے کیونکہ اب قرات قرآن شروع ہونے لگی ہے اور اس کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ [1]

یعنی جب تو قرآن مجید پڑھنے لگے تو ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھ لیا کر۔

جیسا کہ حدیث شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو پڑھنا منقول ہے۔

(۸۰۰) عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

(رواه ابوداؤد فی مراسیله بحواله تلخیص الحبیر) [2]

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے تھے۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔

وضاحت: قرأت قرآن چونکہ امام اور منفرد نے کرنی ہے اس لئے اعوذ باللہ بھی وہی پڑھیں گے مقتدی نے نہ قرأت کرنی ہے اور نہ ہی وہ تعوذ وتسمیہ پڑھے گا۔

بسملہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا پڑھنا

اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ پڑھے کیونکہ آگے قرآن کی قرأت شروع ہو رہی ہے اور اس کیلئے اعوذ کے ساتھ ساتھ بسم اللہ کا پڑھنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اور خود قرآن کریم میں ہر سورت سے پہلے بسم اللہ موجود ہے۔

(۸۰۱) عَنْ نَعِيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَاَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انتهى رواه ابن خزيمه وابن حبانؒ وحاكمؒ فی المستدرك وقال صحيح على شرط الشيخينؒ

نعیم مجمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز ادا کی تو آپؓ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی یعنی میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے پھر امّ القرآن یعنی فاتحہ پڑھی پھر جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمہاری بنسبت سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

[1] پ ۱۴ ع ۱۹
[2] تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۳۰

(۸۰۲) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فی صلوته [1]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھا کرتے تھے۔

(۸۰۳) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قرا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ الْفَاتِحَةِ فِیْ الصَّلٰوةِ وَ عَدَّهَا اٰیَةً

(رواہ ابن خزیمة فی صحیحه) [2]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران نماز سورہ فاتحہ میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھی اور اسے ایک آیت شمار کیا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے اعوذ اور بسم اللہ دونوں پڑھنے چاہئیں لیکن دونوں کو آہستہ ہی پڑھا جائیگا اگرچہ قرأت جہراً ہی کرنی ہو جیسا کہ ان روایات سے ثابت ہے۔

اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ پڑھے

(۸۰٤) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبَابَکْرٍؓ وَّعُمَرَؓ یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (رواہ البخاری) [3]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نماز کو ''الحمد للہ رب العالمین'' سے شروع فرماتے تھے۔

یعنی الحمد سے جہر شروع کرتے تھے اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو آہستہ ہی پڑھتے تھے۔

(۸۰۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَائَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَلَمْ یَسْکُتْ (رواہ مسلمؒ) [4]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت سے کھڑے ہوتے تو قرأت الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔ اور (شروع میں) سکتہ نہیں کیا کرتے تھے۔

ولم یسکت سے مراد ''سبحانك اللهم'' کی نفی کرنا اور استفتاح بقرأت الحمد للہ سے بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا مراد ہے۔

[1] نصب الرایة ص ۳۲٤ [2] نصب الرایة ص ۳۲۵

[3] بخاری شریف ص ۱۰۳

[4] مشکوة شریف ص ۷۸

(۸۰۶) وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْفِىْ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (اخرجه ابومحمد البخاری فی مسنده)[۱]

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

(۸۰۷) وَعَنِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ سَمِعَنِىْ اَبِىْ وَاَنَا فِى الصَّلٰوةِ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ اَىْ بُنَىَّ مُحْدَثٌ اِيَّاكَ وَالْحَدَثَ فِى الْاِسْلَامِ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَبْغَضَ اِلَيْهِ الْحَدَثُ فِى الْاِسْلَامِ يَعْنِىْ عَنْهُ وَقَالَ قَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِىْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقُوْلُهَا فَلَا تَقُلْهَا اِذَا صَلَّيْتَ فَقُلِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(رواہ الترمذیؒ وحسنه و ابن ماجۃؒ والنسائی)[۲]

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھے نماز میں بسم اللہ پڑھتے سنا تو فرمایا بیٹا یہ (بلند آواز سے پڑھنا) تو بدعت ہے خبردار بدعت سے بچ کر رہا کرو ابن عبداللہؓ کہتے ہیں میں نے اصحاب رسول اکرم ﷺ میں سے کسی کو انسے زیادہ بدعت سے متنفر نہیں دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ بیشک میں نے نبی کریم ﷺ کیساتھ نماز پڑھی اور حضرات ابوبکر صدیقؓ وعمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کیساتھ بھی پڑھی لیکن انمیں سے کسی کو بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا پس تو بھی جب نماز ادا کرے تو اسے بلند آواز سے نہ پڑھا کر ہاں الحمد للہ رب العلمین کہا کر یعنی وہاں سے جہر شروع کیا کر۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کو بلند آواز سے پڑھنا نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے نزدیک بھی بدعت تھا کیونکہ خود نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدینؓ تینوں بھی بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اس حدیث شریف پر قائلین جہر یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ اس حدیث کا راوی قیس بن عبایہ جس کی کنیت ابونعامہ ہے وہ متفرد ہے یعنی روایت کرنے میں وہ اکیلا ہے اور کسی نے اس کی تائید نہیں کی تو ہم رفع اعتراض کیلیے نصب الرایۃ میں سے اس کے متابع پیش کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اعتراض صرف تعصب پر مبنی ہے حقیقت اور انصاف سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(۸۰۸) عَنْ اَبِىْ نُعَامَةَ عَنْ اِبْنَىْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍؓ قَالُوْا كَانَ اَبُوْنَا اِذَا سَمِعَ اَحَدًا مِّنَّا

حضرت ابونعامہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالی عنہ کے دو بیٹوں سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہمارا

[۱] جامع المسانید ص ۳۹۲

[۲] ترمذی شریف ص ۳۳ ، معارف السنن ص ۳۷۰

يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَقُوْلُ اَىْ بُنَىَّ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ رض وَّعُمَرَ رض فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(رواه الامام احمد فى مسنده)[1]

باپ ہم میں سے کسی کو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھتے سنتا تو کہتا بیٹے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بھی پڑھی لیکن کسی کو بھی اونچی بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا۔

(۸۰۹) وَ رَوَاهُ الطَّبْرَانِىُّ فِىْ مُعْجَمِهٖ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ رض عَنِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رض عَنْ اَبِيْهِ مِثْلَهٗ وَهُوَ رَوَاهُ عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ طَرِيْفِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنْ اَبِيْهِ مِثْلَهٗ

اور طبرانی نے اپنی معجم میں عبداللہ بن بریدہ رض عن ابن عبداللہ بن مغفل رض عن ابیہ سے بالکل اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور طبرانی ہی نے ابوسفیان طریف بن شہاب عن یزید بن عبداللہ بن مغفل رض عن ابیہ سے بالکل اسی طرح روایت کیا ہے۔

تو قیس بن عبادہ متفرد نہ ہوا کیونکہ اس کے دو متابع عبداللہ بن بریدہ اور ابوسفیان طریف طبرانی میں موجود ہیں پھر بعض لوگ یہ اعتراض بھی کیا کرتے ہیں کہ ابن عبداللہ مجہول ہے تو ہم حوالہ بالا سے اسکی جہالت بھی رفع کر دیتے ہیں۔

(۸۱۰) عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ طَرِيْفِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رض عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ اِمَامٍ فَجَهَرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ قُلْتُ مَاهٰذَا غُيِّبَ عَنَّا هٰذِهِ الَّتِىْ اَرَاكَ تَجْهَرُ بِهَا فَاِنِّىْ قَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِىْ بَكْرٍ رض وَّعُمَرَ رض فَلَمْ يَجْهَرُوْا بِهَا انتهى

(رواه الطبرانى فى معجمه)[2]

ابوسفیان طریف بن شہاب یزید بن عبداللہ اور وہ عبداللہ بن مغفل رض سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" بلند آواز سے پڑھی جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوا تو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے ہم سے وہ چیز پوشیدہ رہی جسے تجھ کو میں ظاہر کرتے دیکھ رہا ہوں بیشک میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرات ابوبکر رض و عمر رض کے ساتھ بھی پڑھی لیکن انہوں نے بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھا۔

تو اس روایت میں ابن عبداللہ کا نام یزید ظاہر کر دیا گیا لہٰذا جہالت والا اعتراض بھی اٹھ گیا نیز اس روایت سے ایک اور

[1] نصب الراية ص ۳۳۲
[2] بحوالہ سابقہ

اعتراض بھی اٹھ گیا جسے کوئی پیش کرسکتا تھا کہ ان روایات میں تو سرے سے بسم اللہ پڑھنے کی نفی ہے یعنی جہراً یا سراً بسم اللہ کو پڑھنا مطلقاً بدعت قرار دیا گیا ہے تو اس روایت نے بالکل تصریح کردی ہے کہ عبداللہ بن مغفلؓ مطلقاً بسم اللہ پڑھنے کو بدعت نہیں فرما رہے بلکہ اس کے جہر کرنے کو بدعت کہہ رہے ہیں اسی لئے فرمایا ''فَلَمْ یَجْھَرُوْا بِھَا'' کہ انہوں نے تو اسے جہراً نہیں پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ سراً تو پڑھتے تھے اسی لئے سراً پڑھنا بدعت نہیں مسنون ہے اسکی مزید تائید حضرت انسؓ سے سنئے۔

(۸۱۱) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْھُمْ یَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفِیْ لَفْظٍ لِمُسْلِمٍ فَکَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَائَۃَ بِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ اَوَّلِ قِرَائَۃٍ وَلَا فِیْ اٰخِرِھَا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے اور حضرات ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و عثمان غنیؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں لیکن انمیں سے کسی سے بھی نہیں سنا کہ وہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' (بلند آواز سے) پڑھتا ہو اور مسلم شریف کے لفظ میں ہے کہ وہ قرأت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کیا کرتے تھے اور بسم اللہ کو ذکر نہیں کیا کرتے تھے نہ قرأت کے شروع میں اور نہ اسکے اخیر میں۔

(۸۱۲) وَ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَاَحْمَدُ وَابْنُ حَبَّانَ وَالدَّارُ قُطْنِیْ وَقَالُوْا فِیْہِ وَکَانُوْا لَا یَجْھَرُوْنَ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَزَادَ ابْنُ حَبَّانَ وَ یَجْھَرُوْنَ بِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَفِیْ لَفْظٍ لِابْنِ حَبَّانَ وَالنَّسَائِیِّ لَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْھُمْ یَجْھَرُ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفِیْ لَفْظٍ لِلطَّبْرَانِیِّ وَاَبِیْ نُعَیْمٍ وَابْنِ خُزَیْمَۃَ وَالطَّحَاوِیِّ فَکَانُوْا یُسِرُّوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اور نسائی احمد، ابن حبان اور دار قطنی نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ وہ بسم اللہ کا جہر نہیں کیا کرتے تھے (بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے) اور ابن حبان نے اس لفظ کا اضافہ کیا ہے کہ وہ الحمد للہ رب العالمین سے جہر کیا کرتے تھے یعنی بلند آواز سے قرأت الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے اور ابن حبان اور نسائی کے لفظ ہیں کہ میں نے انمیں سے کسی کو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے نہیں سنا۔ اور طبرانی ابونعیم ابن خزیمہ اور طحاوی کے الفاظ ہیں کہ وہ بسم اللہ کو سراً (آہستہ) پڑھا کرتے تھے۔

ورجال ھذہ اللروایات کلھم ثقات وخرج لھم فی الصحیحن ؎

؎ نصب الرایۃ ص۳۲۹ ، مسلم شریف ص ۱۷۲

یہ روایت اپنے معنی میں بالکل صاف ہے اس میں جتنے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں سب سِرّ پر دلالت کرتے ہیں پہلی دو روایتوں کے الفاظ میں اگر کوئی ابہام تھا بھی تو آخری پانچ روایتوں کے الفاظ نے نہ صرف یہ کہ انہیں دور کیا بلکہ بطور نص صریح ظاہر کردیا کہ وہ لوگ بسم اللہ سراً پڑھتے تھے۔اب اس کی مزید تائید ملاحظہ فرمائیں:

(٨١٣) وَعَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ كَانُوْا يُسِرُّوْنَ التَّعَوُّذَ وَالْبَسْمَلَةَ فِىْ الصَّلٰوةِ

(رواه سعيد بن منصور فى سننه و اسناده صحيح)[١]

حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے کہ وہ یعنی نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ نماز میں اعوذباللہ اور بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے۔

(٨١٤) وَعَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَلِىٌّ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ لَايَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَابِالتَّعَوُّذِ وَلَابِالتَّامِيْنِ

(رواه الطبرانى فى الكبير)[٢]

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اعوذ باللہ کو اور نہ ہی آمین کو۔

(٨١٥) وَعَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِىْ الْجَهْرِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ ذَالِكَ فِعْلُ الْاَعْرَابِ (رواه الطحاوى)[٣]

حضرت عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے بسم اللہ جہراً پڑھنے کے متعلق روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ یہ بدّوؤں کا فعل ہے۔

(٨١٦) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يُخْفِىْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاسْتِعَاذَةَ وَ رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ (رواه ابن ابى شيبة)[٤]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ وہ بسم اللہ ، اعوذ باللہ اور ربنا لك الحمد کو آہستہ کہتے تھے۔

(٨١٧) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِىِّ قَالَ اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَاٰمِيْنَ

(رواه محمد بن الحسن فى كتاب الآثار)[٥]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ چار چیزوں کو امام چھپا کر پڑھے بسم اللہ ، اعوذ باللہ اور سبحانك اللهم اور آمين

١ آثار السنن ص٧٣

٢ اعلاء السنن ص١٥٣

٣ طحاوی شریف ص١٤٠

٤ نصب الراية ص ٣٢٥

٥ بحوالہ سابقہ

تصویر کا دوسرا رخ

بسم اللہ بالجہر کے متعلق حدیث ابن عباسؓ اور اسی جیسی دوسری روایات متناً یا سنداً ضعیف ہیں اور ان کے ضعف کی ظاہرو باہر دلیل یہ ہے کہ ان کو حضرات شیخینؒ (امام بخاریؒ و امام مسلمؒ) نے نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ شافعی ہونے کے ناطے سے ان کو ان احادیث کی انتہائی ضرورت تھی درانحالیکہ شوافع کے نزدیک بسم اللہ سورۃ الحمد للہ کی پہلی آیت بھی ہے تو ان کے لئے ضرورت دو چند تھی مگر چونکہ وہ احادیث معیاری نہ تھیں اور ان کی تخریج ان کی شرائط کے خلاف تھی اس لئے وہ ان سے استدلال کرنے سے محروم رہے، اس لحاظ سے حضرات شیخینؒ کی اخلاقی اور اصولی عظمت کو سلام کرنا پڑتا ہے کہ وہ اگرچہ جہری قرأت کے کتنے ہی محتاج کیوں نہ تھے لیکن انہوں نے گری پڑی روایات کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تاکہ ان کی ثقاہت پہ حرف نہ آسکے نیز احادیثِ جہر میں نسخ کا احتمال بھی ہے بلکہ امر واقعہ بھی ہے جیسے اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

(۸۱۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هَزَأَ مِنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ وَقَالُوْا مُحَمَّدٌ يَذْكُرُ إِلٰهَ الْيَمَامَةِ وَكَانَ مُسَيْلَمَةُ يَتَسَمّٰى الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَجْهَرُوْا بِهِمَا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھتے تو مشرکین آپ کو مذاق کرتے کہ محمدؐ یمامہ کے معبود کا ذکر کرتا ہے کیونکہ مسیلمہ نے اپنا نام رحمٰن رحیم دھر رکھا تھا پھر جب یہ آیت "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ" نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دے دیا کہ ان دونوں اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو بلند آواز سے نہ پڑھا کرو۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والوسط ورجالہ موثقون مجمع الزوائد)[1]

یہ حدیث شریف اس باب میں صریح ہے کہ اگر پہلے جہر ہوتا بھی تھا تو بعد میں منسوخ ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اگر کبھی جہر کیا بھی تو وہ برائے تعلیم تھا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ آپ ﷺ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھتے ہیں۔

غیر مقلدوں کے شیخین کی بسم اللہ بالسّر کی تائید اور تصدیق

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

وَكَانَ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَيُخْفِيْهَا اَكْثَرَ مِمَّا يَجْهَرُ وَلَا رَيْبَ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسم اللہ کبھی اونچی آواز سے پڑھتے تھے لیکن زیادہ تر آہستہ ہی پڑھتے تھے اور

[1] اعلاء السنن ص ۱۵۴

فہرست

جلد دوئم از صلوات الرسول

از صفحہ ۲۷۷ سے صفحہ ۵۰۰

فہرست

جلد دوئم از

صلوات الرسول

از صفحہ ۴۷۷ تا صفحہ ۵۰۰

تمت

باسمہ سبحانہ

روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی ۞ اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

قَالَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم

صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ (الحدیث)

صَلٰوات الرَّسُوْل

یعنی

رسُول اللّٰہ کی نمازیں

جس میں حضراتِ احناف کثر اللّٰہ سوادہم کی نماز، فرائض، واجبات، سنن، نوافل اور باب الطہارۃ کو کلامِ الٰہی، حدیثِ نبوی اور اجماع و اقوالِ صحابہ کے استناد کے ساتھ باحوالہ پیش کیا گیا ہے

تصنیف

مولوی فَضلُ الرّحمٰن، (دھرم کوٹی)

خطیب جامع مسجد قاسمی ... خانقاہ شریف ... ضلع بہاولپور

يَجْهَرُ بِهَا وَاِنَّمَا فِیْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ اَبَدًا حَضَرًا وَّسَفَرًا وَيُخْفِیْ ذَالِكَ عَلٰى خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَعَلٰى جُمْهُوْرِ الصَّحَابَةِ وَاَهْلِ بَلَدِهٖ فِی الْاَعْصَارِ الْفَاضِلَةِ هٰذَا مِنْ مَحَلِّ الْمَحَالِ حَتّٰى يَحْتَاجَ اِلَى التَّشَبُّثِ فِيْهِ بِاَلْفَاظٍ مُّجْمَلَةٍ وَاَحَادِيْثَ وَّاهِيَةٍ فَصَحِيْحُ تِلْكَ الْاَحَادِيْثِ غَيْرُ صَرِيْحٍ وَّصَرِيْحُهَا غَيْرُ صَحِيْحٍ (زاد المعاد)[1]

اسمیں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سفر وحضر میں جہر کا التزام نہیں کرتے تھے کہ خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین اور قرونِ فاضلہ کے اہل مدینہ پر یہ امر مخفی رہے یہ امر محالات میں سے سب سے بڑا محال ہے یہاں تک کہ مجمل الفاظ اور کمزور حدیثوں سے تمسک کی نوبت آئے حالانکہ ان حدیثوں میں جو صحیح ہیں ان میں تصریح نہیں اور جن میں تصریح ہے وہ صحیح نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

لٰكِنْ لَمْ يَثْبُتْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَجْهَرُ بِهَا وَلَيْسَ فِی الصِّحَاحِ وَلَا السُّنَنِ حَدِيْثٌ صَرِيْحٌ بِالْجَهْرِ وَالْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ بِالْجَهْرِ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ بَلْ مَوْضُوْعَةٌ (مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ طبع جدید)[2]

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسم اللہ کا جہر پڑھنا ثابت نہیں ہے اور نہ کتب صحاح وسنن میں کوئی ایسی حدیث ہے جس میں اونچی پڑھنے کی صراحت ہو اور جن حدیثوں میں صراحتِ جہر ہے وہ سب ضعیف ہیں بلکہ موضوع ہیں۔

فما ذا بعد الحق الا الضلال

بسم اللہ کی حیثیت قرآن کریم میں

اس پر تمام ائمہ بلکہ ساری امت کا اجماع ہے کہ بسم اللہ سورۂ نمل کی ایک آیت ہے حتی کہ اس کی جزئیت کا منکر کافر ہے اور اس پر بھی تقریباً اتفاق ہے کہ یہ سورۂ انفال اور سورۂ براۃ کے مابین آیت نہیں لیکن اس کے ماسوا تمام سورتوں کے شروع میں بالعموم سورۂ فاتحہ کے شروع میں بالخصوص یہ آیت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں شدید اختلاف ہے پس عندالاحناف سورتوں کے مابین یہ قرآن کریم کی مستقل آیت تو ہے لیکن کسی سورت کا جزء نہیں، امام مالکؒ کے نزدیک سورتوں کی درمیانی بسم اللہ قرآن کریم کی آیت نہیں نہ سورۂ

[1] زاد المعاد ص ٥٢

[2] فتاوى ابن تيمية ص ٢٢/٢٧٣

فاتحہ میں اور نہ ہی اس کے غیر میں مگر امام شافعیؒ کے نزدیک یہ سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت ہے اور باقی تمام سورتوں کا بھی ابتدائی جزء ہے اسی بنا پر ان کے نزدیک جہری نمازوں میں اس کا جہر کرنا بھی مستحب ہے فاتحہ کا جزء نہ ہونے پر یہ حدیث شریف دلیل قاطع ہے۔

(۸۱۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَعْرِفُ خَاتِمَةَ السُّوْرَةِ حَتّٰى نَزَلَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَاِذَا نَزَلَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَرَفَ اَنَّ السُّوْرَةَ قَدْ خَتَمَتْ وَاسْتَقْبَلَتْ وَابْتَدَاتْ سُوْرَةٌ اُخْرٰةٌ

(رواہ البزاز باسنادین رجال احدھما رجال صحیح)[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورتوں کے آخر کو نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ "بسم اللہ" نازل ہوگئی پس جب "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نازل ہوئی تو آپ ﷺ پہچان گئے کہ سورت ختم ہوگئی یا دوسری سورت شروع ہوگئی۔

اس سے عدم جزئیت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اشکال بین السورتین تھا یعنی پہلی کا ختم اور دوسری کا شروع مشتبہ تھا جس کے حل کیلئے بسم اللہ نازل ہوئی مگر فاتحہ سے پہلے تو کوئی سورت ہی نہیں یہاں اشکال اس کے آخر اور سورۂ بقرہ کے شروع میں ہوسکتا ہے نہ کہ فاتحہ کے شروع میں لہٰذا بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت کسی طرح نہیں سکتی۔

آمین کہنا

آمین کا معنی ہے "اِسْتَجِبْ اَللّٰهُمَّ" یعنی اے اللہ! میری دعا قبول فرما جب امام "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کہے تو امام و مقتدی دونوں کو اور منفرد یہاں تک پہنچے تو اس کو بھی آمین کہنا سنت ہے بوجہ اس فرمان رسول اکرم ﷺ کے۔

(۸۲۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَاِنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَقُوْلُ آمِيْنَ وَاِنَّ الْاِمَامَ يَقُوْلُ آمِيْنَ فَمَنْ وَّافَقَ تَامِيْنُهٗ تَامِيْنَ الْمَلَآئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

(رواہ النسائی فی سننہ والشیخان بتغییر)[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کہے پس تم آمین کہا کرو اس لئے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے اس کے تمام گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

[1] اعلاء السنن ص ۱۶۲

[2] نصب الرایۃ ص ۳۶۷ ، نسائی شریف ص ۱۴۷

اس حدیث شریف سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ مقتدی فاتحہ نہیں پڑھیں گے کیونکہ اگر مقتدیوں کیلئے بھی فاتحہ ضروری ہوتی تو انکی آمین کو امام کی ''وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' پر معلق نہ کیا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا کہ جب تم ''وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' کہو تو آمین بھی کہا کرو، دوسرا یہ معلوم ہوا کہ آمین امام اور مقتدی دونوں کی سنت ہے بلکہ ایک اور حدیث شریف کے مطابق اس سنیت میں منفرد بھی داخل ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے ''اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ آمِیْنَ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ آمِیْنَ'' یعنی جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں آمین کہے تو ''اَحَدُکُمْ'' سے منفرد کیلئے بھی آمین کی سنیت ثابت ہوتی ہے، تیسری یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام آمین کو آہستہ کہے گا جبھی تو یہ بتلانے کی ضرورت پیش آئی کہ امام بھی آمین کہتا ہے ورنہ تو سن کر ہی معلوم ہو جاتا کہ امام آمین کہہ رہا ہے۔

آمین کا آہستہ کہنا سنت ہے

آمین ایک دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے اس لئے ہم احناف کے نزدیک آمین کو آہستہ کہنا سنت ہے آمین کا دعا ہونا تو ایک اپنے معنی سے ثابت ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں ''اِسْتَجِبْ اَللّٰھُمَّ'' اور دوسرا قرآن پاک کے ایک واقعہ سے بھی اس کا دعا ہونا ثابت ہے واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے فرعون کی تباہی اور بربادی کیلئے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جواب میں اللہ شانہ وتعالیٰ نے فرمایا ''قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا'' [1] (القرآن) کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوگئی، حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ یہ دوسرے بزرگ حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ السلام تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر آمین کہی تھی جس سے ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے۔ ادھر صحیح بخاری شریف ص ۱۰۷ میں ہے ''قَالَ عَطَآءٌ آمِیْن دُعَاءٌ'' کہ عطا نے فرمایا کہ آمین ایک دعا ہے تو جب یہ ثابت ہوگیا کہ آمین دعا ہے تو قرآن پاک سے دعا کو حکم معلوم کریں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ'' [2] (القرآن الکریم) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستگی سے دعا مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، یعنی مسجد کو گونجا دینے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

اسی طرح اللہ جل شانہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے احوال میں فرمایا ہے ''ذِکْرُ رَحْمَۃِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا'' [3] (القرآن الکریم) کہ اس کے بندے حضرت زکریا علی نبینا وعلیہ السلام پر رحمت ربانی کا ذکر ہے جب اس نے آہستہ آواز سے اپنے رب کو پکارا تھا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ دعا آہستہ مانگنا نبیوں کی سنت ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونچی دعا کے مقابلہ میں آہستہ آواز سے دعا کرنا ستر درجے افضل ہے۔

[1] پ ۱۱ ع ۱۴ [2] پ ۸ ع ۱۴
[3] پ ۱۶ ع ۴

(۸۲۱) وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ دَعْوَةِ السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ سَبْعُوْنَ ضِعْفًا وَ لَقَدْ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يَجْتَهِدُوْنَ فِي الدُّعَاءِ مَا يَسْمَعُ لَهُمْ صَوْتٌ اِنْ كَانَ هَمْسًا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَبِّهِمْ (مجمع الزوائد)[1]

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مخفی اور اونچی دعا کے درمیان ستر درجے ہیں مسلمان دعا میں خوب کوشش کیا کرتے تھے مگر ان کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی وہ ان کے اور اللہ کے درمیان ایک راز کی طرح ہوا کرتی تھی۔

اس لئے حضرات احناف نماز میں آمین آہستہ کہتے ہیں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ یہ روایت دیکھئے۔

(۸۲۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ آمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ رواه الترمذی[2] وَفِيْ رِوَايَةٍ اَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ (رواه احمد والطبرانی والدار قطنی وغیرہ)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ پڑھا تو آمین کہی اور اسکے ساتھ آواز پست رکھی اور ایک دوسری روایت میں ہے "اَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ" یعنی آپ نے اس کے ساتھ آواز کو چھپایا۔

اس روایت کے الفاظ خفض واخفا دونوں رسول اللہ ﷺ کی آمین کی آہستگی پر دلیل صریح ہیں لیکن حضرت وائل بن حجرؓ کی وہ حدیث جو بطریق شعبہؒ کے مروی ہے اس میں محدثین نے کلام کیا ہے اس لئے ہم اس کی تائید بطریق سفیان نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہم شعبہؒ کو نہیں بلکہ ان کے شاگردوں کو ہوا ہے۔

(۸۲۳) اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ آمِيْنَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ (رواه ابن ابی شیبة)[3]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا جب آپ نے "وَ لَا الضَّالِّيْنَ" پڑھا تو اس کے ساتھ آمین کہی اور آواز کو لمبا کیا۔

واضح ہو کہ مد کا معنی آواز کو لمبا کرنا اور پھیلانا تو ہے اونچا اور جہر کرنا نہیں اس کا مآل بھی یہی ہوا کہ آپ نے آمین کو بالمد لمبا کر کے زیر لب پڑھا نہ کہ آواز کو اونچا کر کے جہراً پڑھا اس طرح ایک استاد کے دو شاگردوں کی مرویات میں تضاد ختم ہو کر توافق پیدا ہو

[2] ترمذی شریف ص ۳٤

جاتا ہے لہذا اسی معنی کو ترجیح ہونی چاہئے اور اگر ایسا ہو تو سفیان بھی شعبہ کے ہمنوا ہو جائیں گے تو گویا وہ بات بن جائے گی جس کا اظہار کسی شاعر نے یوں کیا ہے کہ۔ ے

نہ من تنہا در ایں مے خانہ مستم — جنید و شبلی و عطار ہم مست

پھر تو سفیان وشعبہ کی متفقۃ المعنی روایت کے مطابق ہمیں بھی آمین آہستہ کہنی چاہئے بالخصوص جب اجلہ صحابہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر اور علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنھم بھی آہستہ کہتے ہوں تو پھر ہمیں بھی آہستہ کہنے میں ان کی موافقت کرنی چاہئے نہ کہ مخالفت کیونکہ اگر بعض دوسرے صحابہؓ سے بالجہر کہنا بھی ثابت ہو جائے تو وہ بہت سارے مل کر بھی ان حضرات کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ امام طحاوی کہتے ہیں۔

(۸۲٤) عَنْ اَبِیْ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُمَرُؓ وَ عَلِیٌّؓ لَایَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِیْنِ (رواه الطحاوی)[۱]

جناب ابوسعیدؒ حضرت ابووائل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ واعوذ باللہ اور آمین میں جہر نہیں کیا کرتے تھے یعنی یہ تینوں آہستہ کہا کرتے تھے۔

(۸۲۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْبَقَّالِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍؓ قَالَ كَانَ عَلِیٌّؓ وَعَبْدُاللّٰهِ لَایَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِیْنَ (رواه الطبرانی فی الكبیر)[۲]

جناب ابوسعیدؒ حضرت ابووائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم اجمعین بسم الله، اعوذ بالله اور امین میں جہر نہیں کیا کرتے تھے۔

(۸۲٦) وَ رَوٰی اَبُوْ مَعْمَرٍ عَنْ عُمَرَؓ اَنَّهٗ قَالَ یُخْفِیْ الْاِمَامُ اَرْبَعًا اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَآمِیْنَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (نقله العلامة عینی فی شرح الهداية)[۳]

ابومعمر رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چار چیزوں کو امام چھپا کر کرے گا اعوذ بالله، بسم الله، امین اور ربنا لك الحمد۔

(۸۲۷) وَ رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِؒ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ

امام محمدؒ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے حماد بن ابوسلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ جناب ابراہیم

[۱] طحاوی شریف ص ۱٤۰ [۲] ستة ضرورية ص ۸٤

[۳] ستة ضرورية ص ۸٦

اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ اَلتَّعَوُّذُ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَاٰمِيْنَ (كتاب الآثار)

نخعیؒ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام چھپا کر کرے گا اعوذ باللہ ، بسم اللہ ، سبحانك اللهم ، آمین ۔

(۸۲۸) وَفِىْ رِوَايَةٍ خَمْسٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ وَزَادَ فِيْهِمْ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ (رواه عبدالرزاق فی مصنفه)[۱]

اور عبدالرزاق کی روایت میں چار کی بجائے پانچ کا عدد ہے اور انہوں نے اس میں "اللهم ربنا لك الحمد" اضافہ کیا ہے۔

(۸۲۹) وَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّ السَّمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍؓ وَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍؓ اَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ عَنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَحَفِظَ سَمُرَةُ وَاَنْكَرَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍؓ فَكَتَبَا فِىْ ذَالِكَ اِلٰى اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍؓ وَكَانَ فِىْ كِتَابِهٖ اِلَيْهِمَا اَوْ فِىْ رَدِّهٖ اِلَيْهِمَا اَنَّ سَمُرَةَؓ قَدْ حَفِظَ (رواه ابوداؤد واٰخرون)[۲]

جناب حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ سمرہ بن جندبؓ اور عمران بن حصینؓ نے مذاکرہ کیا تو سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد کئے ہیں ایک سکتہ جب تکبیر تحریمہ کہتے تھے اور دوسرا سکتہ جب غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہہ کر فارغ ہوتے تھے پس سمرہؓ کو یاد تھا لیکن عمران بن حصینؓ نے انکار کر دیا تو دونوں نے اس بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ کو لکھا پس ابی بن کعبؓ نے اپنے خط میں یا اپنے جواب میں انہیں لکھا کہ سمرہ کی یاداشت صحیح ہے۔

اس حدیث شریف میں "ولا الضالین" کے بعد جس سکتے کا ذکر ہے ظاہر کہ اس میں آپ ﷺ بالکل خاموش نہ رہتے تھے کیونکہ قرأت کے دوران اس طرح خاموش رہنے سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے لازماً آپ آہستہ آمین کہتے تھے اور آمین بھی بالمد ہوگی جیسے دوسری روایت میں ہے "وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ" اور اس (آمین) کے ساتھ آپ ﷺ نے آواز کو لمبا کیا اس لئے اتنا سکتہ ہو جاتا تھا جسے یہ حضرات محسوس کرتے تھے باقی رہی وہ روایات کہ جن میں "رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ" کے الفاظ آتے ہیں تو وہ تعلیم پر محمول ہیں کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو آمین سکھانے کیلئے اور یہ بتلانے کیلئے کہ میں یہاں خاموش نہیں رہتا بلکہ آمین کہتا ہوں اس لئے کبھی کبھی بلند آواز سے آمین کہہ دیتے تھے ورنہ یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اجلہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی سنت مستمرہ کو چھوڑ کر قصداً آمین بالسر کو اپنا لیتے اور اپنی زندگی کا معمول بنا لیتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ

[۱] نصب الراية ص ۳۲۵
[۲] ابوداؤد شريف ص ۱۱۳

اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ اَلتَّعَوُّذُ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَاٰمِيْنَ (کتاب الآثار)

نخعیؒ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام چھپا کر کرے گا اعوذ باللہ ، بسم اللہ ، سبحانك اللهم ، آمین۔

(۸۲۸) وَفِىْ رِوَايَةٍ خَمْسٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ وَزَادَ فِيْهِمْ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ (رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ)[1]

اور عبدالرزاق کی روایت میں چار کی بجائے پانچ کا عدد ہے اور انہوں نے اس میں "اللھم ربنا لك الحمد" اضافہ کیا ہے۔

(۸۲۹) وَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّ السَّمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍؓ وَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍؓ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ عَنْ قِرَائَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَحَفِظَ سَمُرَةُ وَاَنْكَرَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍؓ فَكَتَبَا فِىْ ذَالِكَ اِلٰى اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍؓ وَكَانَ فِىْ كِتَابِهٖ اِلَيْهِمَا اَوْ فِىْ رَدِّهٖ اِلَيْهِمَا اَنَّ سَمُرَةَؓ قَدْ حَفِظَ (رواہ ابوداؤد وآخرون)[2]

جناب حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ سمرہ بن جندبؓ اور عمران بن حصینؓ نے مذاکرہ کیا تو سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد کئے ہیں ایک سکتہ جب تکبیر تحریمہ کہتے تھے اور دوسرا سکتہ جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہہ کر فارغ ہوتے تھے پس سمرہؓ کو یاد تھا لیکن عمران بن حصینؓ نے انکار کر دیا تو دونوں نے اس بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ کو لکھا پس ابی بن کعبؓ نے اپنے خط میں یا اپنے جواب میں انہیں لکھا کہ سمرہ کی یادداشت صحیح ہے۔

اس حدیث شریف میں "ولا الضالین" کے بعد جس سکتے کا ذکر ہے ظاہر کہ اس میں آپ ﷺ بالکل خاموش نہ رہتے تھے کیونکہ قرأت کے دوران اس طرح خاموش رہنے سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے لازماً آپ آہستہ آمین کہتے تھے اور آمین بھی بالمد ہوگی جیسے دوسری روایت میں ہے "وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ" اور اس (آمین) کے ساتھ آپ ﷺ نے آواز کو لمبا کیا اس لئے اتنا سکتہ ہو جاتا تھا جسے یہ حضرات محسوس کرتے تھے باقی رہی وہ روایات کہ جن میں "رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ" کے الفاظ آتے ہیں تو وہ تعلیم پر محمول ہیں کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو آمین سکھانے کیلئے اور یہ بتلانے کیلئے کہ میں یہاں خاموش نہیں رہتا بلکہ آمین کہتا ہوں اس لئے کبھی کبھی بلند آواز سے آمین کہہ دیتے تھے ورنہ یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اجلہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی سنت مستمرہ کو چھوڑ کر قصداً آمین بالسر کو اپنا لیتے اور اپنی زندگی کا معمول بنا لیتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ

[1] نصب الرایۃ ص ۳۲۵
[2] ابوداؤد شریف ص ۱۱۳

اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ اَلتَّعَوُّذُ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَاٰمِيْنَ (كتاب الآثار)

نخعیؒ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام چھپا کر کرے گا اعوذ باللہ، بسم اللہ، سبحانك اللهم، آمین۔

(۸۲۸) وَفِیْ رِوَایَةٍ خَمْسٌ یُخْفِیْهِنَّ الْاِمَامُ وَزَادَ فِیْهِمْ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ (رواه عبدالرزاق فی مصنفه)[1]

اور عبدالرزاق کی روایت میں چار کی بجائے پانچ کا عدد ہے اور انہوں نے اس میں "اللهم ربنا لك الحمد" اضافہ کیا ہے۔

(۸۲۹) وَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّ السَّمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍؓ وَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ تَذَاکَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍؓ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَکْتَتَیْنِ سَکْتَةً اِذَا کَبَّرَ وَسَکْتَةً اِذَا فَرَغَ عَنْ قِرَائَةِ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَحَفِظَ سَمُرَةُ وَاَنْکَرَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍؓ فَکَتَبَا فِیْ ذَالِكَ اِلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍؓ وَکَانَ فِیْ کِتَابِهٖ اِلَیْهِمَا اَوْ فِیْ رَدِّهٖ اِلَیْهِمَا اَنَّ سَمُرَةَؓ قَدْ حَفِظَ (رواہ ابوداؤد وآخرون)[2]

جناب حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ سمرہ بن جندبؓ اور عمران بن حصینؓ نے مذاکرہ کیا تو سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد کئے ہیں ایک سکتہ جب تکبیر تحریمہ کہتے تھے اور دوسرا سکتہ جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہہ کر فارغ ہوتے تھے پس سمرہؓ کو یاد تھا لیکن عمران بن حصینؓ نے انکار کر دیا تو دونوں نے اس بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ کو لکھا پس ابی بن کعبؓ نے اپنے خط میں یا اپنے جواب میں انہیں لکھا کہ سمرہ کی یادداشت صحیح ہے۔

اس حدیث شریف میں "ولا الضالین" کے بعد جس سکتے کا ذکر ہے ظاہر کہ اس میں آپ ﷺ بالکل خاموش نہ رہتے تھے کیونکہ قرأت کے دوران اس طرح خاموش رہنے سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے لازماً آپ آہستہ آمین کہتے تھے اور آمین بھی بالمد ہوگی جیسے دوسری روایت میں ہے "وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ" اور اس (آمین) کے ساتھ آپ ﷺ نے آواز کو لمبا کیا اس لئے اتنا سکتہ ہو جاتا تھا جسے یہ حضرات محسوس کرتے تھے باقی رہی وہ روایات کہ جن میں "رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ" کے الفاظ آتے ہیں تو وہ تعلیم پر محمول ہیں کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو آمین سکھانے کیلئے اور یہ بتلانے کیلئے کہ میں یہاں خاموش نہیں رہتا بلکہ آمین کہتا ہوں اس لئے کبھی کبھی بلند آواز سے آمین کہہ دیتے تھے ورنہ یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اجلہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی سنت مستمرہ کو چھوڑ کر قصداً آمین بالسر کو اپنا لیتے اور اپنی زندگی کا معمول بنا لیتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ

[1] نصب الراية ص ۳۲۵
[2] ابوداؤد شریف ص ۱۱۳

حضرات جہر نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ آمین آہستہ کہتے تھے۔ البتہ یہ امر شک وشبہ سے بالا ہے کہ آمین بالجہر کہنا بھی جائز ہے لیکن حضرات صحابہ کرامؓ کی سنت مستمرہ نہیں بلکہ بظاہر سنتِ متروکہ ہے جیسا کہ حدیث ابو ہریرہؓ سے معلوم ہوتا ہے جس میں ''فَیَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ'' کی موضوع زیادتی ہے اگر وہ حدیث صحیح ہے تو اس سے صحابہ کرامؓ کا ترک جہر ہی معلوم ہوتا ہے دیکھئے:

(۸۳۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عِيْسَى ثَنَا بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمٍّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّامِيْنَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَ أَهْلُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ (رواه ابن ماجة)[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا (بلند آواز سے کہنا ترک کر دیا) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم جب ''غیر المغضوب علیهم و لا الضالین'' کہتے تھے تو آمین بھی کہا کرتے تھے اتنی آوز سے کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے اور اس سے مسجد گونج جاتی تھی۔

یہ ''تَرَكَ النَّاسُ'' کے فاعل کون لوگ ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے تھے ظاہر ہے کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ ہی تھے لیکن اونچی آمین کہنے کو چھوڑ چکے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا آمین کہنا صرف تعلیم کیلئے تھا نہ کہ سنتِ جاریہ کے طور پر پھر اس حدیث شریف میں کئی قسم کے سقم ہیں ایک تو یہ کہ اس کے اوّل و آخر میں تضاد ہے کیونکہ پہلے تو یہ کہا کہ (آمین کی آواز) صف اوّل والے سنتے تھے اور آخر میں کہہ دیا کہ اس سے مسجد گونج جاتی تھی اگر واقعی مسجد گونج جاتی تھی تو اسے صرف صف اوّل والے ہی کیوں سنتے تھے؟ وہ تمام اہل مسجد کو سنائی دینی چاہئے تھی اور اگر وہ صرف پہلی صف والوں کو ہی سنائی دیتی تھی وہ بھی امام کے قریبی لوگوں کو جیسا کہ ابوداؤد شریف میں صراحت ہے تو پھر اس سے مسجد کا گونج جانا غلط ہے اور یار لوگوں کی ایجاد ہے، دوسرے یہ کہ اس میں اضطراب ہے کیونکہ یہی روایت انہی راویوں کے ساتھ جو ابوداؤد شریف میں ہیں اس میں ''فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ'' کی زیادتی نہیں ہے، اسی طرح یہی روایت اسی طریق سے مسندِ ابی یعلی میں بھی ''فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ'' کی زیادتی کے بغیر ہے تو معلوم ہوا کہ ابن ماجہؒ ان الفاظ کی زیادتی کی روایت میں متفرد ہیں جس کا متابع بھی کوئی نہیں ہے تو ایسی روایت کیسے قابلِ عمل ہو سکتی ہے؟ خصوصاً جب کہ اس کی سند میں بشر بن رافع جیسا بدنام راوی بھی موجود ہے۔ جس پر محدثین کرامؒ نے سخت ترین تنقید کی ہے، امام بخاریؒ کہتے ہیں ''لَا يُتَابَعُ فِيْ حَدِيْثِهٖ'' اسکی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے، امام احمدؒ نے فرمایا کہ ضعیف ہے، ابن معین نے کہا ''حَدَّثَ بِمَنَاكِيْرَ'' اسنے منکر اوپری احادیث بیان کی ہیں، امام نسائی لکھتے ہیں ''لَيْسَ بِالْقَوِيِّ'' وہ قوی نہیں ہے، ابن حبان

[1] ابن ماجة ص ٦٢

کا قول ہے کہ ''یَرْوِیْ اَشْیَآءَ مَوْضُوْعَۃً کَاَنَّھَا الْمُعْتَمَدُ لَہٗ'' کہ یہ موضوع چیزوں کو اس طرح نقل کر دیتا ہے گویا وہ اس کے نزدیک قابلِ اعتماد ہیں حتی کہ ابن عبد البرؒ نے تو انصاف میں یہاں تک لکھ دیا ہے ''اِتَّفَقُوْا عَلٰی اِنْکَارِ حَدِیْثِہٖ وَطَرْحِ مَا رَوَاہُ وَتَرْکِ الْاِحْتِجَاجِ بِہٖ لَا یَخْتَلِفُ عُلَمَآءُ الْحَدِیْثِ فِیْ ذَالِکَ''[1] یعنی محدثین کرامؒ نے اس کی حدیث کے انکار پر اور اس کی روایت کے پھینک دینے پر اور ان سے کوئی احتجاج نہ کرنے پر اتفاق کر لیا ہے محدثین کرامؒ کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے پھر اس میں عم ابو ہریرہؓ ایک مجہول روای ہے۔ جس کا تعین قطعاً نہیں ہو سکا محدثین اس کا حدود اربعہ بیان کرنے سے قاصر ہیں اس لئے یہ روایت حجت نہیں بن سکتی، تو صاحب! یہ ہے اس روایت کا مقام جس کے شور سے غیر مقلدین حضرات کی مجلسیں گونجتی ہیں اور جس کی آڑ میں احناف پر بے دریغ گولہ باری کر کے ان کی نمازوں کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے۔

تنبیہ: آمین بالجہر کی جملہ روایات تقریباً وہ ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ یعنی امام کے بالجہر آمین کہنے کا ذکر ہے حالانکہ ہمارا متنازعہ فیہ مسئلہ امام کی آمین نہیں بلکہ مقتدیوں کا زور سے آمین کہنا ہے۔ جس کو ہمارے مخالفین حضور اکرم ﷺ کے مقتدیوں سے کبھی ثابت نہیں کر سکتے یعنی ایسی کوئی روایت دنیا میں یقیناً موجود نہیں جس میں حضور اکرم ﷺ کی امامت اور صحابہ کرامؓ کی اقتدا کا ذکر ہو اور حضور اکرم ﷺ کے پیچھے صحابہ کرامؓ نے زور سے آمین کہی ہو اگر فریق مخالف کو اس کا دعویٰ ہے تو وہ ایک ہی روایت ایسی پیش کر کے حنفیہ کا منہ ہمیشہ کیلئے بند کر دے لیکن ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

تو صاحب یہ کیا اندھیر ہے کہ مدعیٰ تو ہے مقتدیوں کی جہری آمین اور دلیل ہے امام کا جہراً آمین کہنا اس سے زیادہ دلیل غیر تام کی اور کوئی مثال نہیں دی جا سکتی یہ تو ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ والا معاملہ ہے ویسے تو غیر مقلدین قیاس کے سخت منکر ہیں یہاں مقتدیوں کو امام پر بے تکلف قیاس کر لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے صاحب اس طرح بات نہیں بنے گی رسول اللہ ﷺ کے مقتدیوں سے آمین بالجہر ثابت کریں یا پھر اپنا شور و شر ختم کریں۔

آمین بالجہر کی احادیث گویا دورِ صحابہ میں بھی معلوم نہ تھیں لے دے کر ایک ابن زبیرؓ کے مقتدیوں کا عمل ملتا ہے جو اکثر تابعینؒ تھے کہ ان کی آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی تھی مگر اس اثر کو امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔ جس کیلئے کوئی قابلِ اعتماد سند ان کو نہیں ملی، پھر جس چیز کو صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں کیا جا سکا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ تابعینؒ نے یہ کہاں سے لے لی؟ یہی اس کے ضعف کی دلیل کافی ہے۔ آمین بالجہر کی روایات میں یہ بات ضرور ملحوظ رہے کہ وہ سنداً کمزور ہیں، حدیث ابو ہریرہؓ پر تو پہلے سے بحث

[1] حاشیہ آثار السنن ص ۹۵

ہو چکی ہے رہی بات حدیث وائلؓ تو ان سے آمین بالسر کی روایت اس سے بھی زیادہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے پھر انہوں نے تامین بالجہر کی خود ہی یہ بہترین توجیہ کر کے جہر و خفا کے تضاد کو ختم کر دیا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بالجہر آمین ہمیں سکھلانے کیلئے کہی تھی، یہ روایت ابو بشر دولابی کی کتاب الاسماء والکنی کے ص ۷۷ پر موجود ہے تو معلوم ہوا کہ اصل سنت ان کے نزدیک بھی بالسر ہے ہم لوگ بھی جب بچوں کو نماز سکھاتے ہیں تو ثنا، تسمیہ، تعوذ وغیرہ سب بالجہر کہلواتے ہیں اس لئے دونوں قسم کی روایات میں سے کوئی بھی احناف کے مذہب کے خلاف نہیں ہے، ہم نماز میں قرآن وسنت اور تعامل خلفاء وصحابہ کرامؓ کے مطابق آمین آہستہ کہتے ہیں اور بوقتِ تعلیم بالجہر پر بھی عمل کر لیتے ہیں۔ واللہ الموفق للصواب

وضاحت: آمین بالجہر کے موقف کی کمزوری کیلئے یہی بات کافی ہے کہ امام بخاریؒ نے باب الجہر بالتامین للماموم بڑے زور وشور سے قائم کیا جیسے حنفیوں کو فتح ہی کر لیں گے لیکن اس کے ماتحت آمین بالجہر کی ایک بھی حدیث پیش نہ کر سکے لہٰذا ہم باادب یہ سوال کر سکتے ہیں کہ جب امام کے پاس بالجہر کی کوئی حدیث موجود نہ تھی تو انہوں نے دھڑ لے سے یہ باب قائم ہی کیوں کیا اور اگر حدیث تھی تو اسے روایت کیوں نہیں کیا؟ ہے کوئی جو اس کا جواب دے " وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا " صاحب صلوات الرسول نے حضرت علیؓ اور حضرت ام حصینؓ کے آمینِ رسول کو سننے کا ذکر کیا ہے بلکہ خود ان کے آمین کہنے بلکہ چلا کر پکارنے کی کوئی حدیث پیش نہ کر سکے، پیش کہاں سے کریں ایسی کوئی حدیث صفحہ ہستی پر موجود نہیں جسمیں رسول اللہ ﷺ کے مقتدیوں کا زور سے آمین کہنا مذکور ہو موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کے استاذ حضرت عطاء کی یہ روایت تو پیش کی کہ "اَدْرَكْتُ مِائَتَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ" لیکن یہ نہیں بتلایا کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں "قَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ" کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا کو بحکم خداوندی آہستہ کرنا چاہئے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً" اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ سے دعا کرو لہٰذا آمین بھی از روئے قرآن آہستہ ہونی چاہئے۔

نوٹ: فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے لیکن اس کا ذکر واجبات میں ہو چکا ہے۔

ہر انتقال کے وقت تکبیر کہنا

یعنی رکوع جاتے ہوئے، سجدہ کو جاتے ہوئے، سجدہ سے اٹھتے ہوئے پھر دوسرے سجدہ کو جاتے ہوئے، دوسرے سجدہ سے اٹھتے ہوئے اور تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے ہوئے تکبیر کہے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۸۳۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر (اللہ

يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِىْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَالِكَ فِى الصَّلٰوةِ كُلِّهَا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ اِثْنَتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ

(رواه الشيخان كذا فى بلوغ المرام، اعلاء السنن)[1]

اکبر) کہتے پھر رکوع کہتے وقت تکبیر کہتے پھر جب رکوع سے کمر اٹھاتے تو "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" کہتے پھر کھڑے ہوکر "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہتے پھر سجدہ میں گرتے ہوئے تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے پھر دوسرے سجدہ کو جاتے ہوئے تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے پھر اپنی ساری نماز میں ایسے ہی کرتے پھر جب دوسری رکعت کے قعدے کے بعد کھڑے ہونے کیلئے اٹھتے تب بھی تکبیر فرمایا کرتے تھے۔

نوٹ: نماز کی حرکت وانتقال کے وقت کوئی نہ کوئی ذکر وتسبیح مسنون ہے سو اگر رفع یدین اور سجدہ استراحت بھی مسنون ہوتے تو ان کا بھی کوئی ذکر ثابت ہوتا جب ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ افعال مسنون نہیں جو غیر مقلدین تکبیر انتقال کو رفع یدین کی طرف لے گئے ہیں وہ "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ" کے مصداق ہیں کیونکہ اگر یہ رفع یدین کا ذکر ہے تو پھر رکوع کیلئے جھکنے اور اٹھنے کیلئے کوئی ذکر باقی نہیں رہتا جو ایک اجماعی چیز ہے۔

ترکِ رفع یدین

رفع یدین کا مطلب ہے رکوع اور قومہ کے وقت ہاتھوں کو اوپر اُٹھانا اور ترک کا مطلب ہے کہ انہیں نہ اٹھانا، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ترک رفع یدین مستحب اور پسندیدہ ہے جب کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک رفع یدین مستحب ہے امام مالکؒ اس کے استحباب کے بھی قائل نہیں لیکن ہمارے ہاں کے غیر مقلدین کے ہاں واجب ہے جیسا کہ رسالہ رفع یدین مصنفہ علامہ قادر بخش اہلحدیث کے ص ۱۰۵ کی اس عبارت سے ثابت ہے اور فرمایا کہ "صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ" یعنی میری نماز جیسی ہی سب پر واجب ہے یعنی رفع یدین واجب ہے علماء اسی سے وجوب کے قائل ہیں۔ كَمَا قَالَهُ الْاَوْزَاعِىُّ وَبَعْضُ اَهْلِ الظَّاهِرِ

اکابر علماءِ غیر مقلدین کے ہاں بھی وہ تشدد نہیں تھا جو آج کل دیکھنے میں آرہا ہے مولانا نذیر حسین دہلوی جو ہندستان میں اس غیر مقلدیت کے بانی ہیں وہ فتاوی نذیریہ میں لکھتے ہیں کہ رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت کی بات ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے دونوں باتیں ثابت ہیں دلائل دونوں طرف ہیں۔[2]

[1] بخاری شریف ص۱۰۹ ، اعلاء السنن ص۳ [2] فتاوی نذیریہ ص ۱/۱۴۱

نواب صدیق حسن خان بھوپالی مجدد غیر مقلدیت اپنی کتاب روضۃ الندیہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین نماز کے ان افعال میں سے ہے جن کو آنحضرت ﷺ نے کبھی کیا ہے اور کبھی نہیں کیا اور سب سنت ہیں دونوں باتوں کی دلیل ہے حق میرے نزدیک یہی ہے کہ دونوں سنت ہیں اور اسی کتاب میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کا یہی قول بھی نقل کرتے ہیں ''وَلَا یُلَامُ تَارِکُہٗ وَاِنْ تَرَکَ مُدَّۃَ عُمُرِہٖ'' [۱] یعنی رفع یدین کے چھوڑنے والے کو ملامت نہیں کی جا سکتی خواہ عمر بھر رفع یدین ترک کر دے۔

ائمہ کرام کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف صرف مستحب اور غیر مستحب میں ہے بلکہ علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں تو رفع اور ترک دونوں کو سنت لکھا ہے اسی طرح آمین بالجہر اور بالسر دونوں کو مسنون قرار دیا ہے دیکھئے اس صورت میں تو اختلاف بالکل ختم ہو جاتا ہے کہ کبھی کر لیا اور کبھی نہ کیا اسے میاں نذیر حسین دہلوی نے بھی تسلیم کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ''علماء حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا وغیرہ تعصب سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔ [۲] ایک اور غیر مقلد عالم مولانا عبد الجبار غزنوی فرماتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے والے پر کوئی ملامت نہیں اگرچہ عمر بھر نہ کرے۔ [۳] لیکن اگر اختلاف مستحب اور غیر مستحب کا ملحوظ بھی رکھا جائے تو بھی دونوں فریقوں کے پاس احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ موجود ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ فرضیت نماز کے ابتدائی دور میں جبکہ نماز میں سلام وکلام اور چھوٹی موٹی حرکات ممنوع نہ تھیں آنحضرت ﷺ کبھی کبھی کسی خاص کیفیت اور اندرونی تاثر کے ماتحت رفع یدین کر لیا کرتے تھے پھر جب ''قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ'' (القرآن) یعنی اللہ کے سامنے فرمانبردار اور پرسکون ہو کر قیام کیا کرو کا حکم آ گیا تو آنحضرت ﷺ نے بھی تحریمہ کے ماسوا ہر انتقال کے رفع کو ترک کر دیا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے اسکی طرف واضح اشارہ کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

''وَلَا یَبْعُدُ اَنْ یَّکُوْنَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ ظَنَّ اَنَّ السُّنَّۃَ الْمُقَرَّرَۃَ اٰخِرًا ھُوَ تَرْکُہٗ لَمَّا تَلَقَّنَ مِنْ اَنَّ مَبْنَی الصَّلٰوۃِ عَلٰی سُکُوْنِ الْاَطْرَافِ (قالہ الشاہ اسماعیل شہید) [۴]

یعنی یہ بعید نہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ خیال کیا ہو کہ جو سنت مقرر ہوئی وہ ترک رفع یدین ہے جب وہ سمجھ گئے کہ نماز کی بنا اعضاء وجوارح کے سکون پر ہے۔

پس جن لوگوں نے آپ کو کبھی رفع یدین کرتے دیکھا تھا انہوں نے اسے ہی آپ کی سنت مستمرہ سمجھ کر اس کی روایت شروع کر دی جب کہ ان کو ترک کا پتہ نہیں چلا تھا اور جن دوسرے صحابہ کو آپ ﷺ کے ترک رفع یدین کا علم ہوا انہوں نے رفع یدین چھوڑ دیا اور

[۱] روضة الندية ص ۱۵۰ [۲] فتاویٰ علماء اہل حدیث ص ۱۶۱/۳

[۳] ایضاً ص ۱۵۱-۱۵۲ ج ۳ [۴] حجة الله البالغه ص ۱۰/۲

ترک رفع کے راوی بن گئے جیسے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ امیر المومنین حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے بقول حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (کمافی البدائع) پھر تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں علقمہ بن قیسؒ، اسود بن یزیدؒ عامر شعبی، ابواسحاق سبیعیؒ، سفیان ثوریؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، خیثمہؒ، مغیرہؒ اور وکیع بن جراحؒ عاصم بن کلیبؒ، امام ابوحنیفہؒ اور روایت کے راوی امام مالکؒ اور امام زفرؒ اور دیگر فقہاء اور محدثین کوفہؒ ایسی صورت میں بھی کسی بھی فریق کو مبتدع، آثم یا سنت رسول اللہ ﷺ کا تارک نہیں کہا جاسکتا۔ مگر افسوس ہے کہ غیر مقلدین اس بارے میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی حرمت کو بھی ہاتھ ڈال لیتے ہیں اور ترکِ رفع کی وجہ سے انہیں بھی رگیدنے سے باز نہیں آتے اور ان کے مقلد تمام حنفی مسلمانوں کو تارکِ سنت بلکہ مشرک تک کے الفاظ سے پکارتے ہیں حالانکہ امام ابوحنیفہؒ اس بارے میں متفرد نہیں بلکہ امام مالکؒ کا مشہور قول اور انکا مع انکے اصحاب کے بشمول اہل مدینہ کا یہی مسلک ہے چنانچہ مدوّنۃ الکبریٰ میں ہے۔

قَالَ مَالِكٌ لَا اَعْرِفُ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِیْ شَیْئٍ مِّنْ تَكْبِيْرِ الصَّلٰوةِ لَافِیْ خَفْضٍ وَّلَا فِیْ رَفْعٍ اِلَّا فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ قَالَ ابْنُ قَاسِمٍ كَانَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ مَالِكٍ ضَعِيْفًا اِلَّا فِیْ تَكْبِيْرِ الْاِحْرَامِ [1]

یعنی امام مالکؒ نے فرمایا کہ میں تکبیرات نماز میں کسی رفع یدین کو نہیں جانتا نہ جھکنے میں اور نہ اٹھنے میں سوائے تکبیر تحریمہ کے امام مالکؒ کے تلمیذ صاحب مدوّنہ ابوالقاسمؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ماسوا تکبیر تحریمہ کے رفع یدین ایک امر ضعیف ہے۔

لیکن اس کے باوجود ان حضرات کا سارا زور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو صلواتیں سنانے ہی میں صرف ہوتا ہے امام مالکؒ سے شاید ڈر آتا ہے یا ممکن ہے کہ حیا مانع ہو۔ واللہ اعلم

ضروری وضاحت: اس سلسلہ میں یہ بات لازماً ملحوظ رہنی چاہئے کہ ہم ثبوت رفع یدین کے منکر نہیں رفع یدین کی جتنی بھی احادیث پیش کی جائیں خواہ وہ ایک لاکھ ہوں ان سے یہی ثابت ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین وقتاً فوقتاً کیا ہے جن سے ہمیں انکار نہیں ہمیں تو انکار اس کے دوام اور استقرار سے ہے جس کے ہمارے پاس ٹھوس دلائل ہیں مگر فریق مخالف کے پاس آخر تک رفع کے قرار رہنے کی کوئی مضبوط اور واضح دلیل نہیں بیہقی کی جس زیادتی کو وہ نقل کرتے ہیں وہ بالکل موضوع ہے یعنی "فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ" اور بیہقی میں یہ زیادتی ہے بھی نہیں، مفصل کلام آگے آرہا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اگر ترکِ رفع یدین کا مسلک اختیار کیا ہے تو اس مسئلہ میں وہ بڑی حد تک معذور بھی ہیں کیونکہ انکے نزدیک رفع یدین کی کوئی بھی حدیث صحیح اور ثابت نہیں تھی جبکہ وہ ترکِ رفع کی حدیثوں کو اصح اور اثبت گردانتے تھے اسکی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

[1] اوجز المسالک ص ۱/۲۰۳

مناظرہ مابین اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ

یہ بات ان کے اس مناظرے سے ظاہر ہے جو ان کے اور محدث شام امام اوزاعی کے مابین مکہ مکرمہ کے دارالحناطین میں ہوا تھا جسے امام سرخسیؒ نے مبسوط ج اص ۱۴ میں، ابن ہمامؒ نے فتح القدیر ج اص ۲۱۹ میں، حارثیؒ نے جامع المسانید ج اص ۳۵۱ میں اور موفق المکی نے مناقب میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ مکہ مکرمہ کے دارالحناطین میں جمع ہوئے تو امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عراقیو! تمہیں کیا ہوگیا کہ تم رکوع اور قومہ کے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟ تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اسلئے کہ اسکے بارے میں کوئی حدیثِ صحیح ثابت نہیں ہوسکی تو امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ کیسے ثابت نہیں ہوسکی حالانکہ:

(۸۳۲) قَدْ حَدَّثَنِی الزُّهْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ (ابن عمرؓ) عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَعِنْدَ الرُّکُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ

یعنی میرے پاس حدیث بیان کی زہریؒ نے سالم سے سالم نے اپنے باپ ابن عمرؓ سے ابن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ رفع یدین کیا کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت۔

(۸۳۳) فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَؒ فَحَدَّثَنَا حَمَّادٌؒ عَنْ اِبْرَاهِیْمَؒ عَنْ عَلْقَمَةَؒ وَالْاَسْوَدِؒ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ لَایَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَلَا یَعُوْدُ لِشَیْءٍ مِّنْ ذَالِكَ فَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّؒ اُحَدِّثُكَ عَنِ الزُّهْرِیِّؒ عَنْ سَالِمٍؒ عَنْ اَبِیْهِ وَتَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ حَمَّادٌؒ عَنْ اِبْرَاهِیْمَؒ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْحَنِیْفَةَؒ کَانَ حَمَّادٌؒ اَفْقَهَ مِنَ الزُّهْرِیِّؒ وَکَانَ اِبْرَاهِیْمُؒ اَفْقَهَ مِنْ سَالِمٍؒ وَعَلْقَمَةُؒ لَیْسَ بِدُوْنِ ابْنِ عُمَرَؓ وَاِنْ کَانَ لِابْنِ عُمَرَ صُحْبَةٌ وَلَهٗ فَضْلٌ

تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اور ہمارے پاس حدیث بیان کی حمادؒ نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے حدیث بیان کی علقمہؒ اور اسودؒ سے ان دونوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ ہرگز رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے مگر تحریمہ کے وقت اور دوبارہ کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے تو امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ میں تیرے سامنے حدیث بیان کر رہا ہوں زہریؒ اور سالمؒ اور حضرت ابن عمرؓ سے اور تو میرے آگے ابراہیم اور حمادؒ سے بیان کرتا ہے گویا امام اوزاعیؒ کو اپنے روات کی ثقاہت واہمیت اور علو اسناد پر ناز تھا اسپر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا حمادؒ زہریؒ سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالمؒ سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمرؓ سے کم نہیں اگرچہ ابن عمرؓ کو شرف صحابیت حاصل ہے اور انکی فضیلت مسلم ہے

فَالْاَسْوَدُ لَهٗ فَضْلٌ كَبِيْرٌ وَعَبْدُاللّٰهِ هُوَ عَبْدُاللّٰهِ فَسَكَتَ الْاَوْزَاعِیُّ
(معارف السنن)[1]

اور اسودؒ بھی بہت زیادہ فضیلت کے مالک ہیں رہے عبداللہ بن مسعودؓ وہ تو پھر عبداللہ بن مسعودؓ ہیں جن کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا یہ سن کر امام اوزاعیؒ خاموش ہو گئے۔

تو گویا محدثِ وقت فقیہ عصر امام اوزاعیؒ تو امام ابوحنیفہؒ کے استدلال اور اس کے وزن کو تسلیم کرتے ہوئے خاموش ہو گئے لیکن یہ گروہ بے قید ابوحنیفہ کو بدعتی اور تارک سنت کہنے سے باز نہیں آتا، اگر امام اوزاعیؒ کے پاس امام ابوحنیفہؒ کے استدلال کا کوئی توڑ ہوتا وہ اس کو ضرور استعمال کرتے اور یوں بے بسی سے خاموش نہ ہو جاتے مگر یہ ہیں کہ چیختے ہی چلے جاتے ہیں اصل میں چھوٹا ظرف چھلک جانے پہ مجبور ہو جاتا ہے لیکن وہ چھلک کر بھی اپنے ہی کنارے جلاتا ہے کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور چاند کا تھوکا تو منہ پہ ہی آتا ہے بقول کسے، ؎

منہ پر ہی گرا جس نے بھی مہتاب پہ تھوکا

بعد میں اصحاب صحاح کو اگر رفع یدین کی کچھ صحیح حدیثیں مل بھی گئیں پھر بھی وہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ان سے زیادہ سے زیادہ ابتدائی دور کیلئے ثبوت ہے جس کے ہم قائل ہیں مگر ہم اس کے دوام وبقا کے سخت منکر ہیں ہمارے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

ترک ونسخ کے دلائل

(۸۳٤) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیَ اَرَاكُمْ رَافِعِیْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ
(رواہ مسلمؒ)[2]

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکل کر ہمارے پاس آئے تو فرمایا کہ کیا وجہ ہے میں تمہیں ایسے رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہوتی ہیں، خبردار! نماز میں سکون سے رہا کرو۔

لیجئے اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو ڈانٹا ہے اور ان کے دلوں میں رفع یدین سے نفرت پیدا کرنے کیلئے اسے سرکش گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی ہے اب یہ لوگ اگر شوق سے اس حدیث کا مصداق بننا چاہتے ہیں تو ہماری بلا سے مگر ہم اس کی جرأت نہیں کرسکتے، یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور قولی بھی، اس کے راوی بھی امام بخاریؒ کے خلیفہ حضرت امام مسلمؒ ہیں اسلئے اس کی صحت شک وشبہ سے بالاتر ہے اس کے متعلق یہ کہنا بالکل فضول اور بے محل ہے کہ اسمیں تو سلام کے اشارے

[1] معارف السنن ص ۲/۵۰۰
[2] مسلم شریف ج ۱ ص ۱۸۱

سے روکا گیا ہے کیونکہ وہ موقع خروج عن الصلوٰۃ کا ہوتا ہے اور یہاں فی الصلوٰۃ کی لفظی صراحت موجود ہے جس کا مطلب ہے کہ نماز کے اندر رفع یدین نہ کرو، پھر حدیث قولی ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی دوسرا احتمال نہیں ہوسکتا جب کہ ہمارے فریق مخالف کے پاس ایک بھی قولی حدیث موجود نہیں، یہ بات مسلکِ احناف کی ترجیح کیلئے کس قدر وزنی ہے کہ مدعیوں کے پاس تو دعویٰ کا قولی ثبوت بھی موجود نہیں لیکن مدعٰی علیہم جو ثبوت کے ذمہ دار نہیں ہوتے ان کے پاس اپنے ترک و انکار کیلئے قولی مرفوع ثبوت موجود ہیں تو پھر کس برتے سے احناف کے منہ آتے ہیں بقول کسے: ؎

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(۸۳۵) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِى التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ (رواه الطحاوی)[۱]

جناب مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے تکبیر اولیٰ کے سوا نماز میں کہیں بھی ہاتھ نہیں اٹھائے۔

وضاحت: حضرت عبداللہ بن عمرؓ رفع یدین کے بھی راوی ہیں مگر وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد جب وہ اپنے شاگردوں کو نماز پڑھاتے تو اس میں رفع یدین نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ عمل منسوخ ہو چکا تھا ورنہ عبداللہ بن عمرؓ جیسے متبع رسول اللہ ﷺ سے سنت کی خلاف ورزی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

(۸۳۶) قَالَ الْاِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِیُّ حَدَّثَنَا فُدَيْكُ بْنُ سُلَيْمَانَ اَبُوْعِيْسٰى قَالَ سَاَلْتُ الْاَوْزَاعِیَّ قُلْتُ يَا اَبَاعَمْرٍو مَاتَقُوْلُ فِىْ رَفْعِ الْاَيْدِىْ مَعَ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ وَهُوَ قَائِمٌ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ ذَالِكَ الْاَمْرُ الْاَوَّلُ (مترجم جزء رفع يدين)[۲]

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ہمارے پاس حدیث بیان کی فدیک بن سلیمانؒ نے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے سوال کیا کہ اے ابوعمر! نماز میں قیام کی حالت میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ یہ پہلے پہل کا معاملہ ہے۔

اوائل الامر میں رکوع اور قومے کی تکبیروں کے ساتھ بھی رفع یدین ہوتا تھا جو بعد میں ترک کردیا گیا اس روایت کے راوی خود امام بخاریؒ ہیں اس لئے یہ دلیل بہت وزنی ہے جس سے ہمارا موقف یعنی نسخ رفع یدین بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ فللّٰہ الحمد

اسکی تائید ابن عباسؓ کی موقوف حدیث میں دیکھئے۔

[۱] طحاوی شریف ص ۱/۱۵۵

[۲] مترجم جزء رفع یدین ص ۸۲

(۸۳۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَاتَرْفَعُوْا الْاَيْدِیْ اِلَّا فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاِذَا رَاَی الْبَيْتَ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَفِیْ عَرَفَاتٍ وَفِیْ جَمْعٍ وَعِنْدَ الْجِمَارِ (رواه ابن ابی شيبة)[۱]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سات جگہوں کے علاوہ کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ جب نماز کیلئے کھڑے ہوں یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت، جب بیت اللہ پر نظر پڑے، قیام صفا کے وقت، قیام مروہ کے وقت، قیام عرفات کے وقت، قیامِ مزدلفہ کے وقت، رمی جمار کے وقت۔

یہ بھی قولی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہوتا ہے اور کہیں نہیں، یہ حدیث امام بخاریؒ کے شیخ واستاذ حضرت ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنّف میں روایت کی ہے جس میں مجال کلام نہیں یہ حدیث ان مقامات سبع کے سوا ہر رفع یدین کی ناسخ ہے اگر چہ یہ مقامات سبع مختلف احادیث میں وارد ہوئے ہیں تو ان کی مجموعی مقدار کے علاوہ سب رفع منسوخ ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قول مرفوع سے بھی ترکِ رفع کا واضح ثبوت ملتا ہے اگر چہ اس کی سند میں کلام ہوسکتا ہے مگر ہم اسے صرف مزید وضاحت کیلئے پیش کررہے ہیں۔

(۸۳۸) اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زُبَيْرٍ رَاٰی رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِی الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَ عِنْدَ رَفْعِ رَاْسِهٖ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ لَهٗ لَاتَفْعَلْ فَاِنَّ هٰذَا شَیْءٌ فَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَكَهٗ[۲]

یعنی عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک آدمی کو رکوع اور قومے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ ایسے نہ کیا کر اس لئے کہ یہ ایسا کام ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تو تھا لیکن پھر ترک کردیا تھا۔

"فَعَلَهٗ ثُمَّ تَرَكَ" کے الفاظ قابلِ غور وبصیرت ہیں اس قول میں اس وقت اور بھی زیادہ زور پیدا ہوجاتا ہے جب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ پہلے خود رفع یدین کے راوی اور داعی تھے اب آخر کار انہوں نے نہ صرف رفع یدین چھوڑ دیا تھا بلکہ دوسروں سے بھی چھڑایا کرتے تھے۔

امام مسلمؒ اور ابن ابی شیبہؒ کی ان مضبوط احادیث کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ ترک ونسخ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ڈھٹائی اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔

(۸۳۹) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعْنَا وَتَرَكَ فَتَرَكْنَا (حاشية بخاری شريف)[۳]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے بھی کیا پھر آپؐ نے چھوڑ دیا تو ہم نے بھی چھوڑ دیا۔

[۱] مصنف ابن ابی شيبة ص۲۳۷

[۲] زجاجة ص۲۳۰، حاشية بخاری شريف ص۱۰۲، تفسير ابن عباس ص۲۱۲

[۳] البدائع الصنائع ج۱ ص۲۱۸

ترکِ رفع کی احادیث اور ایک قرآنی دلیل

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ☆ القرآن ۱

یقیناً کامیاب ہو گئے وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔

(۸۴۰) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَىْ لَايَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِىْ صَلٰوتِهِمْ ۲

خاشعون کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ اپنی نمازوں میں رفع یدین نہیں کرتے۔

تو ہمارے پاس ترک رفع کی ایک قرآنی دلیل بھی ہے جب کہ ہمارے مخالفین کے پاس کسی بھی نزاعی مسئلے میں قرآن پاک کی کوئی دلیل نہیں۔ حق تو یہ ہے کہ قرآن پاک کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی حدیثی دلیل دینے کی کوئی ضرورت نہیں تاہم ہمارے پاس احادیثِ رسول اللہ ﷺ کا انبار بھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

احادیثِ ابن مسعودؓ

(۸۴۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَايَعُوْدُ

(رواہ الامام الاعظم فی مسندہ)۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف افتتاح صلوۃ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد کہیں بھی نہیں کرتے تھے۔

یہ ایک مرفوع حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا فعل ترکِ رفع بیان کیا گیا ہے تو جب شروع میں آپ ﷺ کا رفع کرنا ثابت ہے تو یہ حدیث یقیناً آپ ﷺ کے اخیر زمانے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جب آپ ﷺ نے رفع یدین خود بھی چھوڑ دیا تھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی چھڑا دیا تھا۔

(۸۴۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ اَلَا اُصَلِّىْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِىْ اَوَّلِ مَرَّةٍ

(رواہ الترمذی وقال حدیث ابن مسعودؓ حدیث حسن) ۴ واخرجہ محمدؒ فی موطاہ والطحاویؒ وابو داؤدؒ والنسائیؒ والدار قطنیؒ والبیہقیؒ وابن ابی شیبۃؒ وصححہ ابن القطانؒ والدارقطنیؒ واحمد بن حنبلؒ وقال حافظ ابن حجر الشافعیؒ وھذہ الحدیث حسنہ الترمذیؒ التلخیص الحبیر علی شرح المہذب ۵

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھ کر دکھائی تو رفع یدین صرف پہلی مرتبہ میں کیا یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت۔

---

۱ پ۱۸ ع۱ ۲ معارف السنن ص۴۸۷ ج۲ ۳ مسند امام اعظم ص ۳۵۲/۱
۴ ترمذی ص۳۵ ۵ التلخیص الحبیر ص۲۷۲/۳ ، معارف السنن ص ۴۸۷/۲

باوجودیکہ امام ترمذیؒ نے اس کی تحسین کی ہے اور ابوداؤد اس پر خاموش رہے ہیں لیکن ترمذیؒ نے ابن مبارک کا یہ قول بھی نقل کردیا ہے کہ حدیث ابن مسعودؓ ثابت نہیں، ابن مبارک کی یہ جرح جرحِ مجمل ہے جو قابلِ قبول نہیں ہوتی کیونکہ ابن مبارک اسی حدیث کو ''لَمْ یَثْبُتْ'' کہہ سکتے ہیں جس کی نسائی کے طریق میں انہوں نے خود روایت کی ہے اور وہاں تضعیف یا عدمِ ثبوت کا حکم نہیں لگایا گیا۔ دیکھئے:

(٨٤٣) اَخْبَرَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُبَارَكٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَیْبٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ یُعِدْ (رواه النسائیؒ)[1]

امام نسائیؒ اپنے استاد سوید بن نصرؒ سے عبداللہ بن مبارکؒ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی نماز نہ بتلاؤں؟ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ کھڑے ہوئے یعنی نماز شروع کی تو آپ نے پہلی مرتبہ تو رفع یدین کیا پھر اعادہ نہیں کیا۔

دیکھئے یہ روایت عبداللہ بن مبارکؒ ہی نے حضرت ابن مسعودؓ تک پہنچائی لیکن اس میں کوئی تضعیف نہیں نہ ابن مبارکؒ کی طرف سے اور نہ امام نسائیؒ کی طرف سے لہٰذا حدیث بالکل صحیح ہے تو ابن مبارکؒ نے اسے دوسرے طریق میں ''لَمْ یَثْبُتْ'' کیوں کہہ دیا؟ تو بات یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی اس معنی میں دو حدیثیں ہیں ایک مرفوع اور دوسری موقوف، ابن مبارکؒ کا اعتراض مرفوع پر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف عبداللہ بن مسعودؓ کا نسبت کرنا درست نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی اور تحریمہ کے علاوہ کہیں رفع نہیں کیا لیکن جہاں تک ابن مسعودؓ کے اپنے فعل کا تعلق ہے اس پر ابن مبارکؒ کا کوئی اعتراض نہیں ہے اور ہو بھی تو جو دوسرے بیسیوں راویوں اور ناقدوں کے نزدیک صحیح ہو وہ ایک عبداللہ بن مبارکؒ کے نزدیک نہ بھی صحیح ہو تو کوئی حرج نہیں، آخر اس روایت پر کوئی کیا اعتراض کرسکتا ہے جسے امام ابوحنیفہؒ نے اپنی اس سند کے ساتھ امام اوزاعیؒ کے سامنے پیش کیا تھا جسے امام ابوحنیفہؒ کی سندات میں سلسلۃ الذہب کی حیثیت حاصل ہے اور وہ یہ ہے۔ ''اِمَامُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'' اس سند پر تو امام اوزاعیؒ کو خاموش ہو جانے ہی میں عافیت نظر آئی، پھر اس حدیث کو ابن عدی، دارقطنی اور بیہقی رحمھم اللہ نے حمادؒ ہی کے طریق سے روایت کیا ہے اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نام بھی نہیں ملاحظہ فرمائیں:

[1] نسائی شریف ص١٥٨

(۸۴۴) اَخْرَجَ ابْنُ عَدِيٍّ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيْقِ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ اِسْتِفْتَاحِ الصَّلٰوةِ[1]

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی اور حضرات شیخین ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی لیکن وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے سوائے شروع نماز کے۔

چلو یک نہ شد دو بلکہ سہ شد تمہیں تو صرف رسول اللہ ﷺ کے ترکِ رفع میں شبہ تھا اس روایت نے تو حضراتِ شیخینؓ کے ترک رفع کو بھی ثابت کر دیا نمازیں بخشوانے گئے تھے الٹے روزے بھی گلے پڑ گئے تو کیا اب یہ بہتر نہیں ہے کہ رفع یدین کو متروکہ سنت قرار دے کر اس پہ عمل چھوڑ دیا جائے جیسے رسول اللہ ﷺ نے چھوڑ دیا تھا اور جیسے حضرات شیخینؓ چھوڑ چکے تھے۔ واللہ الموفق

اس روایت میں ایک عاصم بن کلیبؒ ہی ایسا راوی ہے جس پر شاید کوئی جرح کرے لیکن امام مسلمؒ نے اس سے روایت کر کے اس کی توثیق کر دی ہے لہٰذا یہ روایت ایسی درخشاں روایت ہے جس کا کوئی جواب فریق مخالف کے پاس نہیں ہے۔

حدیثِ ابن مسعودؓ کی توثیق کیلئے مشہور غیر مقلد محقق علامہ احمد شاکر مصری کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

يَقُوْلُ اَحْمَدُ شَاكِرٌ هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ وَّغَيْرُهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَمَاقَالُوْا فِىْ تَعْلِيْلِهٖ لَيْسَ بِعِلَّةٍ

(ترمذی محقق)[2]

احمد شاکر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن حزم وغیرہ حفاظ نے صحیح کہا ہے اس کی تعلیل میں جو کچھ لوگوں نے کہا ہے وہ کوئی علت نہیں ہے۔

(۸۴۵) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْحُمَيْدِ السَّاعِدِيُّ اَنَا كُنْتُ اَحْفَظُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ اَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ

جناب محمد بن عمرو بن عطاءؒ کہتے ہیں کہ وہ اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا ذکر چل نکلا حضرت ابوحمید الساعدیؓ فرمانے لگے کہ میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی نماز کو محفوظ رکھنے والا ہوں میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھایا اور جب رکوع کیا تو اپنے گھٹنے کو مضبوطی سے پکڑ لیا پھر

[1] اوجز المسالک ص۲۰۵
[2] ترمذی محقق ص۲/۴۱

رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَّكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَاقَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ فَإِذَا جَلَسَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَإِذَا جَلَسَ فِى الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْاُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدِهٖ (رواه البخاری)[1]

اپنی کمر کو لمبا کیا پھر جب اپنے سر کو اٹھائے تو سیدھا بیٹھ جائے یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پہ آجائے اور جب سجدہ کرے تو اپنے ہاتھ زمین پر اس طرح رکھے کہ نہ تو بچھے ہوئے ہوں اور نہ او پر سکیڑے ہوئے ہوں اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے پھر جب دو رکعتوں پر بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دائیں کو کھڑا رکھے پھر جب آخری رکعت میں بیٹھے تو بائیں کو آگے نکال لے اور دائیں کو کھڑا کرلے اور اپنی مقعد پر بیٹھ جائے۔

دیکھئے اس حدیث پاک میں حضرت ابوحمید الساعدیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے اہم ارکان بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں رکوع کے رفع یدین کو بیان نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ ان کے نزدیک واجب تو بہر حال نہیں تھا جس پر غیر مقلدوں کو اصرار ہے ورنہ وہ اس کا ذکر قطعاً نہ چھوڑتے اس طرح یہ حدیث حضرت ابوحمیدؓ ہی کی اس حدیث کا جواب قاطع ہے جو انہوں نے دس صحابہ کرامؓ کے سامنے بیان کرکے ان کی تصدیق حاصل کی تھی یہ تلک بتلک ہوگیا۔

احادیثِ ابن عازبؓ

(۸۴۶) وَعَنِ ابْنِ أَبِىْ لَيْلٰىؒ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْبَرَآءَؓ فِىْ هٰذَا الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُ قَوْمًا مِّنْهُمْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَؓ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ (رواه الدار قطنیؒ فی سننه)

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلطَّحَاوِىِّؒ مِنْ طَرِيْقِ سُفْيَانَؒ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ

(رواه الدار قطنی وابوداؤد شریفؒ واشار الیه الترمذیؒ)[2]

جناب ابن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے اسی مجلس میں حضرت براء بن عازبؓ سے سنا آپ ایک قوم کی قوم کے سامنے حدیث بیان کر رہے تھے جن میں کعب بن عجرۃؓ بھی تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز شروع کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے یہ دارقطنی کی روایت ہے اور سفیان کے طریق سے طحاویؒ کی ایک روایت میں "ثُمَّ لَا يَعُوْدُ" کے الفاظ بھی ہیں کہ پھر نہیں لوٹا کرتے تھے یعنی دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

[1] رواہ البخاریؒ ص ۱۱۴ ج ۱

[2] ابوداؤد شریف ص ۱۰۹، معارف السنن ص ۴۸۹ ج ۲

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت براء بن عازبؓ نے یہ حدیث کہیں چھپ چھپا کر کسی ایک آدمی کو بیان نہیں کی بلکہ ''ھٰذَا الْمَسْجِدِ'' سے مراد کوفہ کی جامع مسجد ہے جس میں ایک قوم کی قوم آپؐ سے سماعت کرنے والی تھی مگر کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا حالانکہ ان میں ایک اچھی خاصی تعداد صحابہ کرامؓ کی تھی جن کی ایک نمایاں شخصیت حضرت کعب بن عجرہؓ کی تصریح خود حدیث میں موجود ہے ان کے علاوہ سینکڑوں صحابہ کرامؓ وہاں موجود ہوں گے کیونکہ کوفہ میں تقریباً ایک ہزار پچاس ۱۰۵۰ صحابہ کرامؓ رہائش پذیر تھے اور وہ نماز کیلئے جامع مسجد میں آتے تھے لہٰذا سب نہیں تو ان میں سے اکثر وہاں موجود ہوں گے ان سب نے یہ سن کر ان کی خاموش توثیق کردی، اس لحاظ سے یہ حدیث مشہور ترین حدیث بن جاتی ہے جس کی اہمیت و وزن اس حدیث سے کہیں زیادہ ہو جاتا ہے جس کی تصدیق کرنے والے دس صحابہؓ تھے یعنی ابو حمید الساعدیؓ کی حدیث باقی رہا یہ اعتراض کہ ''ثُمَّ لَایَعُوْدُ'' کی زیادتی نقل کرنے میں سفیان متفرد ہیں تو یہ بھی بالکل بے اصل ہے کیونکہ سفیان کی متابعت کرنے والے چھ حضرات موجود ہیں (۱-۲) ہشیم اور شریک کامل ابن عدی میں (۳) اسرائیل بن یوسف خلافیات بیہقی میں جیسا کہ الجوہر النقی اور مبانی الاخبار میں ہے (۴) ابن ابی لیلی جزء البخاری میں، (۵) اور حمزہ الزیات اوسط طبرانی میں (۶) اور اسماعیل بن زکریا دارقطنی میں [1]

اب اتنی بھرپور متابعت کے باوجود اسے متفرد کہہ کر مطعون کرنا اور مرغے کی ایک ہی ٹانگ ہے پکارے جانا مسلکی تعصب تو ہے تحقیق و انصاف نہیں۔

ابن ابی لیلی کی وجہ سے بھی بعض لوگوں نے اس کی تضعیف کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یاد رہے کہ ابن ابی لیلیؒ دو ہیں ایک صغیر اور دوسرا کبیر، ابن ابی لیلی صغیر تو ضعیف ہے لیکن کبیر نہیں، اور اس روایت میں کبیر ہے لہٰذا روایت بالکل صحیح ہے چنانچہ ابوداؤدؒ نے کبیر والی روایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا جب کہ اس میں ''ثُمَّ لَایَعُوْدُ'' کی زیادتی بھی ہے تو معلوم ہوا کہ ابوداؤدؒ کے نزدیک ''ثُمَّ لَایَعُوْدُ'' کی زیادتی کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۸۴۷) قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْبَكْرِ الرُّوْبَانِیُّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْعَثِ حَدَّثَنَا زَیَادُ الْبُكَائِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عِیْسٰی عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْجَبَ الصَّلٰوةَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی

امام ابوبکر رویانی فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو اشعث نے زیاد بکائی سے اور انہوں نے محمد بن عبد الرحمٰن سے اور انہوں نے عیسیٰ سے اور انہوں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے اور وہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ ﷺ نے نماز

[1] معارف السنن ص ۴۸۹ ج ۲

حَاذَتَا بِاُذُنَيْهِ مَرَّةً وَّاحِدَةً لَايَزِيْدُ عَلٰى ذَالِكَ (مسند الرؤیانی)[1]

شروع فرمائی تو اپنے ہاتھ دونوں کانوں تک اٹھائے یہ صرف ایک مرتبہ کیا اس پر کوئی زیادتی نہیں کی۔

(۸۴۸) رَوَى الْاِمَامُ اَبُوْ نُعَيْمِ الْاَصْفَهَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْقَاسِمِ بْنُ بَابَوَيْهِ النِّيْسَابُوْرِيُّ نَا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْجِبَالِ الرَّازِيّ ثَنَا عَلِيٌّ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ رَوْحِ بْنِ اَبِي الْجُرَشِيُّ الْمُصَيْصِيُّ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ رَوْحِ بْنِ اَبِي الْجُرَشِيِّ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ الشَّعْبِيُّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيْ مَنْكِبَيْهِ لَايَعُوْدُ يَرْفَعُهُمَا حَتّٰى يُسَلِّمَ عَنْ صَلَاتِهٖ (مسند امام او حنیفة لابی نعیم)[2]

امام ابونعیم اصفہانی روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالقاسم بن بابویہ نیشاپوری نے اور انہوں نے بکر بن محمد بن عبد اللہ رازی سے اور انہوں نے علی سے اور وہ علی بن محمد بن روح بن ابن ابی الجرشی سے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے باپ کو سنا اور انہوں نے اپنے باپ روح بن ابی الجرشی کو سنا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام شعبیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت براء بن عازبؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے تھے کہ آپکے کندھوں کے برابر جاتے تھے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ اپنی نماز سے سلام پھیر دیتے تھے۔

حدیثِ جابرؓ

(۸۴۹) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ (رواہ مسلم وابوداؤد واحمدؒ و الطحاویؒ و البخاریؒ فی جزء رفع الیدین)[3]

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکل کر ہمارے پاس آئے تو فرمایا کہ کیا وجہ ہے میں تمہیں ایسے رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہوتی ہیں خبردار! نماز میں سکون سے رہا کرو۔

امام مسلمؒ نے اس حدیث کی تخریج کر کے جہاں حنفیوں پر بڑا احسان کیا ہے وہاں اسے باب رفع الیدین کی بجائے باب الامر بالسکون فی الصلوۃ میں نقل کر کے ایک گونہ بے انصافی بھی کی ہے کیونکہ ایسی صورت میں مسلم شریف کے حافظ اور سپیشلسٹ کے

[1] مسند الرؤیانی ص ۱۴۳/۱
[2] مسند الامام ابی نعیم الاصفہانی ص ۱۵۶
[3] مسلم شریف ص ۱۸۱/۱ ، نصب الرایۃ ص ۳۹۳

بغیر غیر متعلقہ باب سے اس کو کوئی نہیں نکال سکتا باقی رہا امام بخاریؒ کا یہ اعتراض کہ اس حدیث میں اشارۂ سلام سے منع کیا گیا ہے رفع یدین سے نہیں تو یہ بات بالکل بے محل ہے کیونکہ حدیث شریف کے اندر داخلی شہادتیں موجود ہیں جو اسے رفع یدین کے متعلق ثابت کرتی ہیں امام بخاریؒ ہی کے طریق میں ''وَنَحۡنُ نَرۡفَعُ اَیۡدِیۡنَا فِی الصَّلٰوۃِ'' کے الفاظ ہیں کہ ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے اور ایک طریق میں یہ الفاظ ہیں ''وَاِذَ النَّاسُ رَافِعِیۡ اَیۡدِیۡھِمۡ فِی الصَّلٰوۃِ'' کہ لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو موقع سلام خروج عن الصلوۃ کا موقع تو ہے فی الصلوۃ کا موقع نہیں لہٰذا یہ حدیث رکوع اور قومے کے وقت رفع یدین کے بارے میں ہی ہے البتہ جس حدیث شریف کی طرف امام بخاریؒ اشارہ کر رہے ہیں وہ بھی امام مسلمؒ نے روایت کی ہے لیکن حضرت جابرؓ سے نیچے اس کا راوی دوسرا ہے یہ حدیث عبداللہ بن القبطیہ کی روایت ہے اور وہ ابن طرفہ کی اور اس حدیث میں لوگوں کو سنن و نوافل میں آپ نے رفع یدین کرتے دیکھا تو انہیں ڈانٹ کر منع کر دیا اور اس حدیث میں جب آپ نے نماز باجماعت سے سلام پھیرا تو لوگوں کو سلام کا اشارہ کرتے دیکھا تو اس سے روک دیا اور فرمایا کہ لفظ سلام زبان سے کہہ دینا کافی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں مستقل حدیثیں ہیں جن میں آپ نے رفع یدین فی الصلوۃ سے بھی منع فرمایا ہے اور رفع یدین عند الخروج عن الصلوۃ سے بھی یعنی اشارۂ سلام کے وقت، بالفرض اگر یہ ممانعت عند السلام ہی ہو تو اس میں اور بھی زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے کہ جب نماز سے نکلتے وقت رفع یدین کی حرکت اتنی شنیع سمجھی گئی کہ اسے گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی گئی تو جو حرکت عین نماز میں رکوع اور قومے کے وقت ہو تو وہ پھر شنیع ترین ہوگی کیونکہ نماز کے اندر تو خشوع و خضوع بدرجۂ اولیٰ مطلوب ہے اس حدیث شریف میں ایک اور وجۂ ترجیح ہے کہ یہ ایک قولی حدیث ہے جس میں رفع یدین کی صریح ممانعت ہے ہمارے پاس اس کے علاوہ پانچ اور قولی احادیث ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۸۵۰) عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍؓ وَّ ابۡنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ تُرۡفَعُ الۡاَیۡدِیۡ فِیۡ سَبۡعِ مَوَاطِنَ اِفۡتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَاسۡتِقۡبَالِ الۡبَیۡتِ وَالصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃِ وَالۡمَوۡقِفَیۡنِ وَعِنۡدَ الۡحَجَرِ (رواہ الطبرانی)[۱]

حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ہاتھ صرف سات جگہوں میں اٹھائے جاتے ہیں، شروع نماز میں، بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت، صفا پر چڑھتے وقت، مروہ پہ قیام کے وقت، عرفات اور مزدلفہ کے قیام کے وقت، حجر اسود کے پاس۔

(۸۵۱) وَعَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسُّجُوۡدُ عَلٰی سَبۡعَۃِ اَعۡضَآءٍ اَلۡیَدَیۡنِ وَالۡقَدَمَیۡنِ الرُّکۡبَتَیۡنِ وَالۡجَبۡھَۃِ

اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سجدہ سات جوڑوں پہ ہوتا ہے، دونوں ہاتھ، دونوں قدم، دونوں گھٹنے، اور پیشانی، اور رفع یدین اس

[۱] نصب الرایۃ ص ۳۹۰ ج ۱

وَرَفْعُ الْاَیْدِیْ اِذَا رَاَی الْبَیْتَ وَعَلَی الصَّفَا وَ الْمَرْوَۃِ وَبِعَرَفَۃَ وَالْجِمَارِ وَاِذَا قُمْتَ لِلصَّلٰوۃِ (رواہ النسائی فی سننہ الکبری)۱

وقت کہ جب بیت اللہ کی زیارت کرے اور صفا پر اور مروہ پر اور میدان عرفات میں اور رمی جمار کے وقت اور جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو (تکبیر تحریمہ کیوقت)

(۸۵۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتُرْفَعُ الْاَیْدِیْ اِلَّا فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ حِیْنَ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوۃَ وَحِیْنَ یَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَیَنْظُرُ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ وَحِیْنَ یَقُوْمُ عَلَی الصَّفَا وَحِیْنَ یَقُوْمُ عَلَی الْمَرْوَۃِ وَحِیْنَ یَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِیَّۃَ عَرَفَۃَ وَبِجَمْعٍ الْمَقَامَیْنِ وَحِیْنَ یَرَی الْجَمْرَۃَ (رواہ الطبرانی)۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات پر، جب نماز شروع کرے، اور جب مسجد حرام میں داخل ہو اور جب صفا پر قیام کرے، اور جب مروہ پر قیام کرے، اور لوگوں کے ہمراہ مقامات عرفات ومزدلفہ کی جمع کے وقت اور جب جمرات کو دیکھے۔

(۸۵۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَارْفَعِ الْاَیْدِیْ اِذَا قُمْتَ لِلصَّلٰوۃِ (رواہ الطبرانی)۳

اور حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رفع یدین اس وقت کر جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو۔

(۸۵۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ ۔ الحدیث (رواہ ابن ابیہ شیبۃ)۴

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ سات جگہوں میں اٹھائے جاتے ہیں نماز شروع کرتے وقت الی اخر الحدیث۔

سابقہ چھ احادیث قولی ہیں جبکہ ہمارے فریق مخالف کے پاس رفع یدین کی ایک بھی قولی حدیث نہیں یہ مزیت اللہ جل شانہ نے احناف کو ہی عطا کی ہے کہ ان کا موقف قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی متعدد قولی احادیث مبارکہ سے بھی اب میں اس باب کی فعلی احادیث پیش کرتا ہوں۔

(۸۵۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے

۱ نصب الرایۃ ص ۳۹۰/۱ ۲ بحوالہ سابقہ
۳ بحوالہ سابقہ ۴ نصب الرایۃ ص ۳۹۱/۱

رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (رواه الحميدی و ابوعوانة)[1]

تو کندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ ہی دونوں سجدوں کے درمیان۔

(۸۵۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ لِلصَّلٰوةِ (المودنة الكبری)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب نماز کیلئے تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔

ابن عمرؓ کی ترکِ رفع کی یہ دونوں حدیثیں اس لئے بہت اہم ہیں کہ قائلینِ رفع رفع کیلئے ابن عمرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں اب یا تو تعارض کی وجہ سے دونوں کو ساقط کر دیں یا پھر اثبات والی کو مقدم اور ترک والی کو مؤخر قرار دے کر مثبت کو منسوخ اور نافی کو ناسخ سمجھیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ ابن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد خود بھی رفع چھوڑ دیا تھا جیسا کہ مجاہد کی روایت سے پہلے گزر چکا ہے۔ طحاوی شریف ص ۱۵۵

(۸۵۷) وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى الَّتِي يَفْتَتِحُ بِهَا الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ (رواه الدار قطنی فی العلل)[3]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے جس کے ساتھ نماز شروع فرماتے تھے پھر انہیں نماز کے کسی حصے میں نہیں اٹھاتے تھے۔

اب میں ترک و نسخ کی ایک ایسی حدیث نقل کرتا ہوں جس سے دو اور دو چار کی طرح رفع یدین عند الرکوع کا منسوخ اور متروک ہونا ثابت ہو جائیگا اور منکرین کیلئے قیل وقال کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہیگی اور احناف کیلئے زیادتی ایمان کا سبب ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

(۸۵۸) وَقَدْ رَوَى الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ أَسَدٍ الْخُشَنِيُّ الْقَيْرَوَانِيُّ الْمَالِكِيُّ الْمُتَوَفّٰى ۳۶۱ھ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ لِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ سَوَادَةَ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ نَرْفَعُ أَيْدِيَنَا فِيْ بَدْءِ

[1] مسند حمیدی ص۲۲ ج۲ ابوعوانہ ص۹۰ ج۲

[2] المدونة الکبری ص ۷۱/۱

[3] حاشیہ درایة علی الهدایة ص۱۱۳

الصَّلٰوةِ وَفِیْ دَاخِلِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ تَرَكَ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِیْ دَاخِلِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَثَبَتَ عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِیْ بَدْءِ الصَّلٰوةِ

اخبار الفقہاء والمحدثین للامام الخشنی

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ ہم مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے نماز کے شرع میں اور نماز کے اندر بھی رکوع کے وقت پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نماز کا اندرونی رفع یدین رکوع والا ترک کردیا اور نماز کے شروع کے رفع یدین کو برقرار رکھا۔

حدیث مذکورہ کی تصحیح اور اس کے رجال کی توثیق وتعدیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

(٨٥٩) حديث ابن عمرؓ مرفوعا فى ترك رفع اليدين عند الركوع الا فى بدء الصلٰوة وقد روى الامام الحافظ المحدث الفقيه ابو عبدالله محمّد بن الحارث بن اسد الخشنى القيروانىّ المالكىّ المتوفّى ٣٦١ھ قال حدثنى عثمان بن محمّد قال قال لى عبيدالله بن يحيٰى حدثنى عثمان بن سوادة بن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن اسلم عن عبدالله بن عمرؓ قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة نرفع ايدينا فى بدء الصلٰوة و فى داخل الصلٰوة عند الركوع فلما هاجر النبى صلى الله عليه وسلم الى المدينة ترك رفع اليدين فى داخل الصلٰوة عند الركوع وثبت على رفع اليدين فى بدء الصلوة (رواه الامام الخشنى فى باب عثمان بن سوادة)[1]

قال ابوشعيب هذا حديث صحيح ورجاله ثقات كلهم فانظر تحت الخط تراجم الرجال والله اعلم

(١) **الامام الخشنىؒ** : **قال الامام الحافظ المحدّث ابن الفرضىّ م ٤٠٢ھ**: محمّد بن الحارث بن اسد الخشنىّ من اهل القيروان يكنّى اباعبدالله وكان حافظا للفقه عالما بالفتيا

[1] اخبار الفقهاء والمحدثين للامام الخشنى ص٢١٤ رقم الترجمة ٣٧٨ باب عثمان بن سوادة

حسن القياس ولى الشورٰى وكان شاعرا بليغا والف كتبا كثيرة توفى سنہ ۳٦١ھ
(تاريخ علماء الاندلس لابن الفرضى ص۳۸۳ ص۳۸٤ طبع بيروت)

وقال الامام الحافظ الذهبىؒ سنہ۳٤۸ھ: ابن الحارث الحافظ الامام ابو عبداللّٰه محمّد بن الحارث بن اسد الخشنىؒ القيروانىؒ صاحب تواليف وكان من اعيان الشعرآء وقال ايضا ابو عبداللّٰه الحافظ نزيل قرطبة صنف كتاب الاختلاف والافتراق فى مذهب مالك وكتاب الفتياء وكتاب تاريخ الاندلس وكتاب تاريخ افريقة وكتاب النسب توفى سنہ۳٦١ھ اوسنہ۳۷١ھ
(سير اعلام النبلاء للذهبى ج١٢ ص۲۹٤ العبر فى خبر من غبرالذهبى ج١ ص۳۵۹ طبع بيروت)

وقال الامام الحافظ المحدث عبدالرحمن بن مهدىؒ: الحفظ هو الاتقان
(الكفايه فى علم الرواية للخطيب ص١٦۵)

(۲) **عثمان بن محمّدؒ** :**قال الامام الحافظ الخشنىؒ سنہ۳٦١ھ** عثمان بن محمّد بن احمد بن مدرك من اهل قرطبة قال (الامام الحافظ المحدث امام الجرح والتعديل) خالد بن سعدؒ (م سنہ۳۵۲ھ) عثمان بن محمّد ممن عنى بطلب العلم ودرس المسائل وعقد الوثائق مع فضله وكان مفتى اهل موضعه توفى سنہ۳۲۰ھ
(اخبار الفقهاء والمحدثين للامام الخشنى ص۲١٦ رقم ۳۸١)

وقال الامام الحافظ المحدث ابن الفرضىؒ سنہ٤۰۲ھ عثمان بن محمّد (بن) احمد بن مدرك من اهل قبرة وكان معتنيا بالعلم حافظا للمسائل عاقد الشروط مفتى اهل موضعه وتوفى رحمه اللّٰه تعالٰى ذكره خالد
(تاريخ علماء الاندلس ص۲٤۳)

(۳) **الامام عبيداللّٰه بن يحيى الليثىؒ** : **قال الامام الحافظ الخشنىؒ:** عبيداللّٰه بن يحيى الليثىؒ من اهل قرطبة يكنّٰى ابا مروان و رحل حاجًا و تاجرا وكان عاقلا وقورا وافرا لحرمة عظيم الجاه تام المروة عزيز النفس عزيز المعروف نهاضا بالاثقال مشاورا فى الاحكام ولد سنة سنہ۲١۰ھ وتوفى سنہ۲۹۸ھ وقال محمّد وسمع من ابى مروان جمع عظيم من اهل قرطبة ومن غيرهم وقال خالد بن سعدؒ سمعت محمّد بن ابراهيم بن حيونؒ يثنيه على عبيداللّٰه بن يحيى ويوثقه وقد روى عنه احمد بن خالدؒ وحدثنى عنه باحاديث عن

ابیه یحییؒ و روی عنه جماعة من مشائخناؒ (اخبار الفقها، والمحدثین ص۱۷۰ ص۱۷۱ ص۱۷۲

وقال الامام الحافظ المحدث ابن الفرضیؒ: عبیدالله بن یحیی بن یحیی اللیثیؒ من اهل قرطبة یکنی ابا مروان و روی عن ابیه علی ولم یسم الاندلس وغیره ورحل حاجّا تاجرا ودخل بغداد فسمع بها مجالس من ابی هاشم الرفاعی محمّد بن یزید و شهد بمصر مجلس محمّد بن عبدالرحیم فسمع منه المشاهد وکان رجلا عاقلا کریما عظیم المال والجاه مقدّما فی المشاورة فی الاحکام المنفرد بریاسة البلد غیر مدافع سمع منه الناس روی عن احمد بن خالد وابن الیمن وغیرهما من الشیوخ توفی ۲۹۸ھ

(تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ص۴۰۶ ص۲۰۷ رقم ۷۶۴)

وقال الامام الحافظ الذهبیؒ ۷۴۵ھ: عبیدالله بن یحیی بن یحیی بن کثیر بن وسلاس الفقیه الامام لمعمر ابو مروان اللیثیؒ مولدهم الاندلس القرطبی مسند قرطبة وکان کبیر القدور وافر الجلالة وقال ابن الفرضی وکان کریما عاقلا عظیم الجاه والمال مقدما فی الشوری منفردا بریاسة البلد غیر مدافع وقال ابن بشکوالؒ کان متمولا سمحا جوادا کثیرا الصدقات والاحسان کامل المروة وقال ایضا فقیه قرطبة ومسند الاندلس ابو مروان عبیدالله بن الامام یحیی بن یحیی اللیثی وکان حرمته عظیمة و روی عن والده الموطا وحمل عنه بشر کثیر

(سیر اعلام لنبلاء للذهبی ج۱۱ ص۷۲ رقم ۲۳۷۲ والعبر فی خبر من عبر للذهبی ج۱ ص۲۷۱)

وقال الامام الحافظ ابن ناصر الدینؒ ۸۴۰ھ فی ترجمة یحیی بن یحیی اللیثیؒ وحدث عنی جماعة اخرهم خاتمة اصحابنا ابنه عبیدالله بن یحیی وقد اکد علیه فی روایة الموطا

(اتحاف السالک لابن ناصر الدین ص۱۳۷ ص۱۳۸)

(۴) **الامام عثمان بن سوادةؒ** **قال الامام الحافظ الخشنیؒ**: عثمان بن سوادة من اهل قرطبة قال عثمان بن محمدؒ قال عبیدالله بن یحیی کان عثمان بن سوادةؒ ثقة مقبولا عندالقضاة والحکام و کان من اهل الخیر والفضل و اخبرنی عن عبید الله انه کان من اهل الزهد والعبادة وکثرة التلاوة وکانت له رحلة لقی فیها زهیر بن عباد وغیره وکان یحدث بحدیث رواه مسندا فی رفع الیدین

(اخبار الفقهاء والمحدثین للخشنی ص۲۱۴ طبع بیروت)

وقال الامام الحافظ المحدث ابن الفرضیؒ: عثمان بن سوادة من اهل قرطبة قال عثمان بن محمدؒ قال عبیدالله بن یحیی کان عثمان بن سوادةؒ ثقة مقبولا عندالقضاة والحکام وکان من اهل الزهد والعبادة وکثرة التلاوة وکانت له رحلة لقی فیها زهیر بن عباد وغیره وقد حدث عنه عبیدالله بن یحیی من کتاب ابن حارث

(تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ص۲٤۲ رقم ۸۹۰)

(۵) **الامام الحافظ حفص بن میسرةؒ ۱۸۱ھ : قال الاما م الذهبیؒ:** المحدث الامام الثقة ابو عمر حفص بن میسرة الصفائی یروی عن زید بن اسلم وغیره وثقه ابن معینؒ و احمدؒ وابوزرعةؒ وابو حاتمؒ وغیره وکان ثقة صاحب حدیث

(سیر اعلام ج۷ ص۵۰۱ ص۵۰۲ للذهبی رقم الترجمة ۱۲۱۵ والعبر فی خبر من عبر للذهبی ج۱ ص۱٤۲ طبع بیروت تقریب لابن حجر ج ص۱۳۲ ج۱)

(٦) **الامام الحافظ زید بن اسلم المدنیؒ : قال الامام الذهبیؒ:** زید بن اسلم (ع) الامام الحجة القدوة ابو عبدالله العودی العمری المدنی الفقیه حدث عن والده مولی عمرؓ و عبدالله بن عمرؓ وغیره ۱۳٦ھ

(سیر الام النبلاء للذهبی ج٦ ص۱۲٤ ص۱۲۵)

فلهذا احدیثِ ابن عمرؓ بالتحقیق والیقین صحیح وحجت ہے۔ واللہ اعلم

الفہ تلمیذ خاص محقق العصر رئیس المناظرین ابو معاویہ محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ استاد وخادم شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد ابو شعیب محمد عبدالغفار فاروقی عفا اللہ عنہ رمضان المبارک ۱٤۲٤

(۸٦۰) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍؓ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيْ بِهِمَا أُذُنَيْهِ (رواه احمد فی مسنده)[1]

حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز شروع فرماتے تو کانوں تک رفع یدین کرتے۔ اس حدیث میں صرف رفع یدین عندالافتتاح کا ذکر ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

(۸٦۱) وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ زُبَيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ

حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع

[1] مسند احمد ج۳

رَفَعَ يَدَيْهِ فِىْ اَوَّلِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِىْ شَیْئٍ حَتّٰى يَفْرُغَ (اخرجه البيهقى فى الخلافيات)۱

فرماتے تھے تو شروع نماز میں رفع یدین کرتے پھر فارغ ہونے تک کسی موقعے میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

احادیث مرفوعہ کے بعد اب اس سلسلے کی احادیث موقوفہ اور آثار صحابہ نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا اثر

(۸٦۲) وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ اَوَّلِ التَّكْبِيْرَةِ ثُمَّ لَايَعُوْدُ (رواه ابو بكر بن ابى شيبةؒ فى مصنفه والطحاوى)۲

جناب اسودؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا آپ رضی اللہ تعالیٰ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

یہ شیخین کے استاد ابن ابی شیبہؒ کی روایت ہے اور حضرت امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا فعل ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے بعد کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کا اثر

(۸٦۳) عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَايَرْفَعُ بَعْدُ (رواه الطحاوى ورواه ابن ابى شيبةؒ والبيهقى قال ابن حجر رواته ثقات)۳

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نماز میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا اثر

(۸٦٤) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَايَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ شَیْئٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا فِى الْاِفْتِتَاحِ (رواه الطحاوى وابن ابى شيبةؒ)٤

جناب ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے کسی بھی حصہ میں رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے سوائے شروع کے یعنی تکبیر تحریمہ کے۔

۱ نصب الراية ص ٤٠٤

۲ مصنف ابن ابى شيبة ص۱/۲۳۷ ، طحاوى ص۱/۱۳۳ ، معارف السنن ص٤٩٤ قال ابن حجر رواته ثقات الدراية ص۱/۱۵۲ وقال المحدث الماردينى صحيح على شرط مسلم الجوهر النقى ص۲/۷۵ مصرى ، قال ابن حجر رواته ثقات الدراية ص٥/١٥٤

۳ بحواله سابقه ، مصنف ابن ابى شيبة ص۱/۲۳٦ ، طحاوى ص۱/۱۳۲

٤ بحواله سابقه ، مصنف ابن ابى شيبة ص۲/۲۳٦ ، طحاوى ص۱/۱۳۳

حضرت ابن عمرؓ کا اثر

(۸٦٥) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَؓ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِى التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ (رواه الطحاوی وابن ابی شیبةؒ و البیهقی)[1]

جناب مجاہدؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے سوائے تکبیر اولیٰ کے۔

حضرت ابن عباسؓ کا اثر

(۸٦٦) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَاتُرْفَعِ الْاَيْدِىْ اِلَّا فِىْ سَبْعِ مَوَاطِنَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاِذَا رَاَى الْبَيْتَ وَعَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ وَفِىْ جَمْعٍ وَفِىْ عَرَفَاتٍ وَّ عِنْدَ الْجِمَارِ (رواه ابن ابی شیبةؒ موقوفا والطبرانی من طریق النسائی مرفوعا)[2]

جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رفع یدین تو صرف سات جگہوں میں ہے جب نماز کے لئے کھڑا ہو اور جب بیت اللہ کو دیکھے اور صفا پر اور مروہ پر اور مزدلفہ اور عرفات میں اور رمی جمار کے وقت۔

اس روایت میں رفع یدین کے سات مقامات ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے ایک نماز کی تکبیر اولیٰ ہے اس کے ماسوا نماز میں کوئی مقام نہیں جہاں رفع یدین کیا جائے۔ یہ روایت بطریق نسائی مرفوع ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا اثر

(۸٦۷) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَيُكَبِّرُ فِىْ كُلِّ خَفْضٍ وَّ رَفْعٍ وَيَقُوْلُ اِنِّىْ لَاَشْبَهُكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (حکاه الحافظ ابو عمرو فی الاستذکار والبدر العینی فی مبانی الاخبار)[3]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اور انتقال کے وقت (جھکتے اور اٹھتے) تکبیر کہا کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ تمہارے مقابلے میں میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ ہے۔

[1] طحاوی ص۱۳۳/۱ ، معارف السنن ص٤٩٤ ج۲

[2] مصنفہ ابن ابی شیبةؒ ص۲۳٦

[3] معارف السنن ص٤٩٥

اس روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنی اس نماز کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے زیادہ مشابہ قرار دیا ہے جس میں انہوں نے تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت رسالتمآب ﷺ اور شیخینؓ کا عمل

(۸۶۸) وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرَؓ فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ اِسْتِفْتَاحِ الصَّلٰوةِ

(رواه الدار قطنیؒ والبيهقیؒ وابن عدیؒ)[1]

جناب علقمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کیساتھ بھی تو وہ رفع یدین صرف نماز کے شروع میں کیا کرتے تھے۔

لیجئے اس مرفوع حدیث میں نہ صرف حضرات شیخینؓ بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تینوں حضرات تکبیر تحریمہ کے سوا کسی بھی جگہ پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

حضرات عشرہ مبشرہؓ کا عمل

(۸۶۹) رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ اَلْعَشَرَةُ الَّذِيْنَ شَهِدَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ مَاكَانُوْا يَرْفَعُوْنَ اِلَّا فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ (البدائع والعينی)[2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جن دس صحابہ کرام کیلئے حضور اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے وہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا عمل

(۸۷۰) وَعَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِیّؒ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِیَّؓ وَ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَا يَرْفَعَانِ اَيْدِيَهُمَا اَوَّلَ مَا يُكَبِّرَانِ ثُمَّ لَايَعُوْدَانِ (اخرجه البيهقیؒ)[3]

جناب عطیہ عوفیؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابن عمرؓ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

[1] نصب الراية ص۳۹۶

[2] اوجز المسالك ص۲۰۳ [3] اوجز المسالك ص۲۰۶

کیونکہ ان کے نزدیک یہ عمل منسوخ ہو چکا تھا ورنہ عبداللہ بن عمر جیسے متبع رسول ﷺ سے سنت کی خلاف ورزی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

(۸۷۱) قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ حَدَّثَنَا فُدَيْكُ بْنُ سُلَيْمَانَ اَبُوْ عِيْسٰى قَالَ سَاَلْتُ الْاَوْزَاعِيَّ قُلْتُ يَا اَبَا عَمْرٍو مَاتَقُوْلُ فِيْ رَفْعِ الْاَيْدِيْ مَعَ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ ذَالِكَ الْاَمْرُ الْاَوَّلُ

(مترجم جزء رفع یدین)[1]

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ہمارے پاس حدیث بیان کی فدیک بن سلیمانؒ نے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے سوال کیا کہ اے ابوعمرو! نماز میں قیام کی حالت میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ یہ پہلے پہل کا معاملہ ہے۔

اوائل الامر میں رکوع اور قومے کی تکبیروں کے ساتھ بھی رفع یدین ہوتا تھا جو بعد میں ترک کر دیا گیا اس روایت کے راوی خود امام بخاریؒ ہیں اس لئے یہ دلیل بہت وزنی ہے جس سے ہمارا موقف یعنی نسخ رفع یدین بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ فللہ الحمد

مرفوع احادیث کے علاوہ دو خلفائے راشدینؓ عشرہ مبشرہؓ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ ابوسعید خدریؓ عباد بن زبیرؓ اور خود حضور اکرم ﷺ کا عمل آپ کے سامنے ہے جو سب کے سب رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے اب اس کے بعد کسی اور کے قول و فعل کی حاجت نہیں رہتی لہٰذا ہمیں بھی سنتِ رسول اکرم ﷺ اور ان عظیم صحابہ کرام کے عمل کے مطابق تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرنا چاہئے ورنہ ہمارا عمل بھی رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق سرکش گھوڑوں کی دموں جیسا ہو گا جو بالکل بے مقصد اور بے جا ہلتی ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ وعلمہ اتم واحکم

جن احادیث مبارکہ میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے ہمیں ان سے انکار نہیں لیکن وہ شروع زمانہ کی بات ہے جب کہ نماز میں سلام و کلام اور دیگر چھوٹی موٹی حرکات جائز تھیں، بعد میں ترکِ رفع یدین اختیار کر لیا گیا جیسا کہ گذشتہ احادیث مبارکہ سے آپ کو معلوم ہو چکا ورنہ صحابہ کرام سے یہ بات انتہائی مستبعد ہے کہ ایک عمل کی مسنونیت ان کو معلوم بھی ہو وہ پھر بھی اس کے خلاف کریں وہ سنتِ رسول اللہ ﷺ کے دیوانے اور اسوۂ نبوت کے پروانے تھے اگر وہ رفع یدین کو آپ ﷺ کی سنت جاریہ مستمرہ سمجھتے تو وہ اس کو کبھی بھی ترک نہ کرتے جب انہوں نے ترک کر دیا تو معلوم ہوا کہ رفع یدین ان کے نزدیک متروک اور منسوخ ہے لہٰذا ہمیں بھی ان کی اتباع میں ترک کر دینا چاہئے۔

[1] مترجم جزء رفع الیدین للبخاری ص ۸۲

احادیثِ رفع پر تنقید وتبصرہ

اب میں تتمیماً للفائدہ اجمالی طور پر رفع یدین کی احادیث پر تنقید وتبصرہ پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ان کے جو عدمِ ثبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ بے جا تعلّی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے رفع یدین کے باب میں احادیث تو بہت نقل کی جاتی ہیں لیکن ان میں سے صرف چھ احادیث لائق بحث اور قابلِ ذکر ہیں جنہیں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ، حضرت مالک بن حویرثؓ، حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت ابوحمید الساعدیؓ اور حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہے۔ ان سب پر بھی اگر فرداً فرداً بحث کی جائے تو یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا اس لئے ہم صرف ایک منتخب اور مایہ ناز حدیث کو بیان کرتے ہیں جسے تمام اصحاب صحاح نے تخریج کیا ہے اور جسے ابن المدینیؒ نے ''حجۃ اللہ علی الخلق'' قرار دیا ہے اور وہ وہی حدیث ابن عمرؓ ہے جس کو امام اوزاعیؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے سامنے پیش کیا تھا مگر وہ اس کی فوقیت کو ثابت نہیں کر سکے تھے اسی سے آپ کو اندازہ ہو جائیگا کہ باقی پانچ حدیثیں جو اس سے فروتر ہیں وہ کتنی حیثیت کی مالک ہیں۔

حدیثِ ابن عمرؓ

اس حدیث میں چھ طرح کا اضطراب ہے۔

(۱) مدونۃ الکبریٰ کی روایت میں صرف رفع عند التحریمہ کا ذکر ہے۔

(۲) موطا امام مالکؒ بروایت یحییٰ مصمودیؒ میں تحریمہ کے ساتھ ساتھ بعد الرکوع کے رفع کا بھی ذکر ہے لیکن عند الرکوع کا ذکر نہیں۔

(۳) امام محمد ابن وھبؒ اور ابن قاسم کی روایت میں عند التحریمہ، عند الرکوع و بعد الرکوع تینوں کے رفع کا ذکر ہے۔

(۴) بخاری شریف بطریق نافعؒ میں ان تینوں کے ساتھ ساتھ رفع بعد الرکعتین کا بھی ذکر ہے۔

(۵) جزء البخاری بطریق نافعؒ میں ان چاروں کے ساتھ ساتھ رفع للسجود کا بھی ذکر ہے۔

(۶) مشکل الآثار طحاوی میں عند کل خفض و رفع کا ذکر ہے یعنی ہر انتقال کا رفع مذکور ہے۔[۱] گویا تحریمہ کے وقت رکوع کو جاتے وقت رکوع سے اٹھتے وقت سجدہ کو جاتے وقت اور سجدہ سے اٹھتے وقت پھر دوسرے سجدہ کو جاتے وقت اور دوسرے سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے قعدہ سے اٹھتے وقت اور چوتھی رکعت کیلئے اٹھتے وقت۔

اب جس حدیث میں اتنا وسیع اور مختلف النوع اضطراب ہو بھلا وہ کیسے قابلِ قبول ہو سکتی ہے بالخصوص جب کہ مسند حمیدی اور صحیح ابوعوانہ میں حضرت ابن عمرؓ ہی کی روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین نہ کرنے کا تضاد بھی ثابت ہو تو اس واضح تناقض

۱۔ معارف السنن ص ۴۷۳ ج ۲

کے بعد تو یہ حدیث قابلِ ذکر ہی نہیں رہتی قابلِ عمل تو کیا ہوگی تاہم اگر پھر بھی اسے معمول بنانا ہی ہے تو اس کے تمام منطوق اور کل اجزاء پر عمل ہونا چاہئے نہ یہ کہ اس کے جتنے اجزاء و حصص دل پسند اور دل پذیر ہوئے ان پر تو عمل کر لیا اور جو کسی وجہ سے خلافِ طبع ہوئے انکا انکار کر دیا دوسرے لفظوں میں ''میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو'' کا مظاہرہ کر دیا جیسے رفع یدین کے قائل عندالرکوع اور رفع عندالقومہ کو تو واجب سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں لیکن رفع عندالسجود اور عندالرفع کو ناجائز سمجھتے ہیں حالانکہ سجدہ کو جاتے اور اس سے اٹھتے وقت کا رفع بحدیث صحیح ثابت ہے جیسا کہ ابن عمرؓ ہی کی روایت میں ہے۔

(۸۷۲) اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ عِنْدَالتَّکْبِیْرِ لِلرُّکُوْعِ وَعِنْدَ التَّکْبِیْرِ حِیْنَ یَھْوِیْ سَاجِدًا (مجمع الزوائد اسناده صحیح) [1]

اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں سجدہ کو جاتے ہوئے رفع یدین ثابت ہے اور امام نسائی نے اپنی روایت کے ساتھ نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن حجر نے اس تصحیح کی توثیق کی ہے اور جزء البخاری میں خود امام بخاریؒ نے بھی اس کی روایت کی ہے اسی طرح رفع ''لِلرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ وَالرَّابِعَۃِ'' بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے مگر یہ لوگ ان تینوں رفعات کو ناجائز گردانتے ہیں لہٰذا تارکینِ رفع کی طرف سے یہ سوال بالکل بجا اور برمحل ہے کہ ''رفع للسجود'' اور ''رفع للرکعۃ الثانیۃ والثالثۃ'' کا نسخ یا ترک ثابت کیجئے مگر یہ لوگ قیامت کو تو آواز دے سکتے ہیں مگر ان رفعات کا نسخ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے جب صورت یہ ہے تو پھر تارکین رفع کو بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ عندالرکوع اور عندالقومہ رفع نہ کریں نہ دلیل نسخ تمہارے پاس ہے اور نہ ہی ان کے پاس پھر یہ کیا منہ زوری ہے کہ اگر حنفیہ مذکورہ مقامات پر رفع نہ کریں تو ان سے دلیل نسخ کا مطالبہ کیا جائے اور تم عندالسجود و عندالجلسہ وعندالقیام للرکعۃ الثانیۃ والرابعۃ کرو تو تم سے کوئی پوچھنے والا نہ ہو ''ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ'' [2] اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

مگر اس بحث سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ احناف اور غیر مقلدین کی پوزیشن برابر ہے کیونکہ احناف کے پاس الحمدللہ ترکِ رفع کی دلیلیں موجود ہیں جیسا کہ آپ گذشتہ صفحات میں مطالعہ کر چکے ہیں پھر اس حدیث کے رفع و وقف کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ابن عمرؓ سے نچلے دو راوی سالمؒ اور نافعؒ اس کے رفع و وقف میں اختلاف رکھتے ہیں جناب نافعؒ اسے حضرت ابن عمرؓ پر موقوف رکھتے ہیں مگر سالمؒ رسول اللہ ﷺ پر مرفوع کر دیتے ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ خود حضرت ابن عمرؓ نے اس مایہ ناز حدیث پر عمل کرنا ترک کر دیا تھا اور وہ ترکِ رفع کے قائل ہو گئے تھے چنانچہ دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

[1] مجمع الزوائد ص ۱۰۱/۲

[2] پ ۲۰ ع ۱

(۸۷۳) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلاَّ فِى التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ

(رواہ الطحاوی و رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقیؒ فی المعرفۃ) [1]

جناب مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں تکبیر اولیٰ کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اس روایت پر بعض لوگوں نے یہ بیجا اعتراض کیا ہے کہ اسمیں مجاہد متفرد ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ متفرد نہیں بلکہ عبدالعزیزؒ اسکے متابع موجود ہیں [2] جسکی روایت موطا امام مالکؒ میں دیکھی جاسکتی ہے تو جس روایت کا راوی خود ہی اسے نا قابلِ عمل قرار دے رہا ہو دوسرے لوگوں سے اس پر عمل کا مطالبہ کیسے کیا جاسکتا ہے جبکہ ایک اصولی چیز ہے کہ روایت قابلِ عمل ہونے کیلیے راوی کا عمل اسکے خلاف نہیں ہونا چاہیے، پھر اس حدیث کے آخر میں بیہقی کے طریق میں ایک ایسی زیادتی موجود ہے جو بالکل موضوع اور کذب صریح ہے اور وہ ہے "فَمَازَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى لَقِىَ اللّٰهَ" یہ زیادتی عبدالرحمٰن بن قریش اور عصمہ بن محمد انصاری نے نقل کی ہے عبدالرحمٰن بن قریش کے متعلق سلیمان کہتے ہیں وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا اور عصمہ بن محمد کے متعلق یحیی بن معین نے فرمایا "كَذَّابٌ يَضَعُ الْحَدِيْثَ" بڑا کذاب ہے حدیثیں گھڑ گھڑ سناتا ہے۔ دار قطنی نے بھی اسے متروک کہا ہے یعنی اسکی حدیث نا قابلِ قبول ہے۔ [3]

اب جو حدیث مضطرب بھی ہو رفع و ترک میں بھی مختلف فیہ ہو اور اس کے راوی نے اس کے خلاف عمل اختیار کرلیا ہو اور اس میں کذاب و وضاع لوگوں نے تحریفیں بھی کر دی ہوں وہ "حجۃ اللہ علی الخلق" کیسے بن سکتی ہے خصوصاً جب کہ وہ اپنے راوی کیلیے بھی حجت نہ بن سکے رہیں باقی پانچ احادیث سوان کے متعلق اگر میں اتنا ہی عرض کردوں کہ ؎

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

تو میرے خیال میں کافی ہوگا۔

غیر مقلدین اور صاحب صلوۃ الرسول کے مغالطے اور کذب بیانیاں

غیر مقلدین عوام احناف کو متاثر کرنے کیلیے بہت سے جھوٹ بولتے ہیں جن میں ایک رفع یدین کی چارسو روایتوں کا افسانہ ہے جسے شیخ مجدالدین فیروز آبادی نے اپنی کتاب سفر السعادۃ میں بڑے شدومد سے بیان کیا ہے اور عشرہ مبشرہ کو اسپر گواہ بنایا ہے نیز یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تاوفات یہ تینوں رفع یدین کرتے رہے ہیں شیخ مجدالدین سامنے ہوتے تو ہم

[1] طحاوی ص ۱۳۳ ، مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۲۳۷ ، آثار السنن ص ۱۰۸

[2] حاشیہ آثار السنن ص ۱۰۹ [3] معارف السنن ص ۴۷۷/۲

ان کو پوچھتے بھئی وہ چارسو روایتیں جو باب رفع یدین میں متواتر جیسی ہیں ہمیں بھی تو دکھائیں ہم زیادہ نہیں تو ہر دو روایتوں کے بدلہ ایک سو روپیہ دینے کو تیار ہو جائیں گے مگر وہ تو نہیں اب انکے وکیل اور ریزہ چیں غیر مقلد بھی یہ انعام حاصل کریں اور رکوع وقومہ کی چارسو روایات دکھا کر ہم سے مبلغ چالیس ہزار روپیہ وصول کریں تو کون خوش قسمت ہے جو یہ انعام حاصل کرتا ہے صاحب صلوۃ الرسول کیلئے یہ بڑا نادر موقع ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں دوسرے محتاط غیر مقلدین نے علی سبیل التنزل پچاس صحابہؓ کی روایتوں کا دعوی کیا ہے جو ان کے خیال میں رکوع وقومہ کے متعلق ہیں حالانکہ یہ پچاس روایتیں تکبیر تحریمہ کے متعلق ہیں نہ کہ رکوع وقومہ کے، چنانچہ علامہ شوکانی نے باوجود غیر مقلدیت کے اس صداقت کا اعتراف کیا ہے دیکھئے وہ لکھتے ہیں۔

وَجَمَعَ الْعِرَاقِیُّ عَدَدَ مَنْ رَوَی رَفْعَ الْیَدَیْنِ فِیْ اِبْتِدَاءِ الصَّلٰوۃِ فَبَلَغُوْا خَمْسِیْنَ صَحَابِیًّا مِّنْهُمْ الْعَشَرَۃُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ (نیل الاوطار)[1]

''کہ علامہ عراقی نے ان صحابہ کرامؓ کی تعداد جمع کی جن سے ابتداءِ صلوۃ کا رفع یدین منقول ہے تو وہ پچاس صحابی ہوئے ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں''۔

تو میرے مہربانو! پچاس صحابہ نے تکبیر تحریمہ کا رفع یدین روایت کیا ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں نہ کہ رکوع وقومہ کا جو مختلف فیہ ہے غیر مقلدین نے اس فرق کا اظہار نہ کر کے کتنی بڑی فریب دہی اور مغالطہ سے کام لیا ہے صاحب صلوۃ الرسول نے عشرہ مبشرہ کو دعوی کی دلیل کے طور پر حضرت ابن عمرؓ کی روایت کی وہ حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں ''فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهٗ'' کی موضوع زیادتی ہے حنفیوں سے بخاری ومسلم کی روایتوں کا مطالبہ کرنے والے ناخداترس بے مہار لوگوں کی یہ حالت کتنی قابلِ رحم ہے کہ وہ غرق ہونے والے کی طرح تنکوں کا سہارا تلاش کرتے ہیں اور تنکے بھی وہ جن کو موضوعیت کی آگ لگی ہوئی ہے کیونکہ اس حدیث میں ''فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهٗ'' کی زیادتی بالکل موضوع ہے۔

اس کے راویوں عبدالرحمٰن بن قریش اور عصمہ بن محمد کے متعلق محدثین نے جو ریمارکس دئے ہیں وہ میں پہلے نقل کر چکا ہوں اب دیکھئے غیر مقلدین کا ایک مشہور عالم ومحقق اس حدیث کے بارے میں کیا خوب فیصلہ کرتا ہے۔ ''وَحَدِیْثُ الْبَیْهَقِیِّ مَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ ضَعِیْفٌ جِدًّا'' (التعلیقات السلفیة ص ۱۰٤) ازمولانا عطاءاللہ حنیف صاحب علی نسائی۔

لیجئے یہ تو ''شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا'' ہے اب تو غیر مقلدین کو یہ حدیث پیش کرتے ہوئے کچھ شرمانا اور خوف خدا کرنا چاہئے دراصل صحیح احادیث میں یہ الفاظ تکبیراتِ صلوۃ کے متعلق ہیں نہ کہ رفع یدین کے متعلق چنانچہ موطا امام مالکؒ میں اس باب کی پہلی حدیث میں یہ الفاظ تکبیرات کے متعلق منقول ہیں دیکھئے:

[1] نیل الاوطار ص ۱۹۱/۲

(۸۷۴) كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِى الصَّلٰوةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ صَلٰوتُهُ حَتّٰى لَقِىَ اللّٰهَ (مؤطا امام مالک)[1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہر رفع و خفض کے وقت تکبیر کہتے تھے لقائے مولیٰ تک آپ اسی طرح نماز پڑھتے رہے۔

یعنی ہر انتقال کے وقت تکبیر کہہ کے۔ غور فرمائیں کہاں کی بات تھی غیر مقلدین نے کہاں لگا دی آدمی خوف خدا سے جب عاری ہو جائے تو اس سے اس طرح کی حماقتیں سرزد ہوتی ہیں صاحب صلوۃ الرسول نے حنفیوں کو مرعوب کرنے کیلئے حضرت امام محمدؒ کے نعرۂ حق میں تلبیس کی، ملاحظہ فرمائیں۔

امام محمدؒ کا نعرۂ حق

حضرت امام محمدؒ کا نعرۂ حق ہمارے سر آنکھوں پر لیکن جو صاحب صلوۃ الرسول نے نقل کیا ہے وہ امام محمدؒ کا نعرہ نہیں ہے وہ تو اپنے استاد امام مالکؒ کی روایت نقل کرتے ہیں جواب دینے کیلئے اور جہاں انہوں نے نعرۂ حق لگایا ہے اسے پیش کرنے کی موصوف کو توفیق نہیں ہوئی آیئے وہ نعرۂ حق میں بیان دکھاتا ہوں۔

اب جگر تھام کے سنئے میری باری آئی

فَاَمَّا رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِى الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ يَرْفَعُ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْاُذُنَيْنِ فِىْ اِبْتِدَاءِ الصَّلٰوةِ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِىْ شَىْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ ذَالِكَ وَهٰذَا كُلُّهٗ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَؒ وَفِىْ ذَالِكَ اٰثَارٌ كَثِيْرَةٌ (رواه الامام محمد فى موطاه)[2]

یعنی جہاں تک نماز میں رفع یدین کا تعلق ہے تو نمازی ابتداءِ نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے پھر کسی بھی جگہ رفع یدین نہ کرے اور یہ سب امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور اس بارے میں بے شمار آثار موجود ہیں۔

اس کے بعد امام محمدؒ ترکِ رفع یدین کے آثار نقل کرتے ہیں۔

امام محمدؒ کا پہلا نعرۂ حق

(۸۷۵) عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِىٍّؓ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ (رواه الامام محمد فى موطاه)[3]

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نماز میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

[1] موطا امام مالک ص ٦١
[2] موطا امام محمد ص ٩١ [3] موطا امام محمد ص ٩٢

امام محمدؒ کا دوسرا نعرہ

(۸۷۶) عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِبْنِ حَكِيْمٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَآءَ اُذُنَيْهِ فِىْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةِ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَرْفَعْهُمَا فِيْمَا سِوَا ذَالِكَ (رواه الامام محمد فی موطاه)ل

یعنی عبدالعزیز بن حکیم کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا آپ شروع نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ کانوں تک رفع یدین کرتے تھے اس کے ماسوا آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام محمدؒ کا تیسرا نعرہ

(۸۷۷) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ

جناب ابراھیم نخعیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صرف نماز کے افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے۔

مرکب نسخہ کے اجزاء میں کانٹ چھانٹ

صاحب موصوف لکھتے ہیں پھر اس بات پر کس قدر افسوس ہے کہ صرف پہلی بار کا رفع یدین مذکورہ احادیث سے لے لیا گیا ہے اور باقی تین جگہوں کا چھوڑ دیا گیا ہے کیا یہ بے انصافی نہیں ہے؟ دین میں دخل نہیں ہے؟ حضرت محمد ﷺ کے مرکب نسخہ سے ایک جزء لے لیا اور تین اجزاء کو ترک کر دیا.......... اس ہستی پاک سید ولدِ آدم کے نسخہ میں کانٹ چھانٹ آب حیات کے چار جرعوں میں سے ایک نوش کر کے اور باقی تینوں کا جواز محل نظر ٹھہرانا دنیائے ضمیر میں اس روش کا کیا مقام ہے؟ دنیائے ضمیر میں اس روش کا مقام یہ ہے کہ اس مرکب نسخے کے اجزاء صرف چار نہیں بلکہ آٹھ دس تھے جن میں سے غیر مقلدین نے چار لے لئے اور باقی چھ ترک کر دئے ان کی دیکھا دیکھی حنفیوں کو بھی جرأت ہوئی انہوں نے دو اور یعنی رکوع اور قومے والے اجزاء بھی ترک کر دیے باقی صرف ایک تکبیرِ تحریمہ والا رہ گیا جس میں کسی کو اختلاف نہیں دراصل رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ آب حیات کے نو جرعے تھے جن میں سے تمہیں صرف چار پسند آئے اور باقی پانچ کو تم نے نظر انداز کر دیا اب جو جواب ان پانچ کے متعلق تم دو گے وہی جواب ان سات کے متعلق ہماری طرف سے سمجھ لیجئے ہاں ان پانچ کا ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔

سجدہ سے اٹھتے وقت رفع یدین

(۸۷۸) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِؓ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِىْ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو رفع

ل موطا امام محمد ص ۹۴

الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِكَ كُلَّهُ يَعْنِىْ رَفَعَ يَدَيْهِ (رواه النسائی)۱

یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو اسی طرح کرتے اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو ایسے ہی کرتے یعنی رفع یدین کرتے۔

سجدہ کو جاتے وقت رفع یدین

(۸۷۹) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِى الصَّلٰوةِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ حِيْنَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ وَ حِيْنَ يَرْكَعُ وَحِيْنَ يَسْجُدُ (رواه ابن ماجة)۲

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کندھوں کے برابر رفع یدین کرتے دیکھا ہے جب آپ نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور جب سجدہ کرتے۔

دوسرے سجدہ سے اٹھتے وقت رفع یدین

(۸۸۰) عَنْ اَبِىْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ كَبَّرَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا صَنَعَ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ (رواه النسائی)۳

حضرت ابوحمید الساعدیؓ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے حتی کہ انہیں کندھوں کے برابر لے جاتے جیسا کہ شروع نماز میں کیا کرتے تھے۔

ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین

(۸۸۱) عَنْ عُمَيْرِ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ فِى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ (رواه ابن ماجة)٤

عمیر بن حبیبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے فرض نماز میں۔

۱ نسائی شریف ص ۱/۱۷۲

۲ ابن ماجة ص۶۲

۳ نسائی شریف ص۷۶ ٤ ابن ماجة ص ۶۲

تو صاحب یہ اجزاء بھی تو اسی مرکب نسخے کے ہیں جسے رحمت عالم ﷺ نے شفا امت کیلئے تجویز کیا ہے آپ اس میں کانٹ چھانٹ کیوں کرتے ہیں یہ تو آب حیات کے جرعے ہیں ان سے آپ محروم کیوں رہتے ہیں اگر آپ فرمائیں کہ یہ منسوخ ہے تو ہم عرض کریں گے کہ رکوع اور قومہ والا بھی منسوخ ہے ان کیلئے نسخ کے الفاظ آپ دکھادیں گے تو ہم بھی دکھادیں گے مگر ایسا تو نہ کریں کہ ''دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت'' امید ہے کہ دنیائے ضمیر میں روش کا مقام آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔

رفع یدین کے ثبوت کا پر لطف طریقہ

رفع یدین ایک ایسا عمل ہے جس کیلئے رسول اللہ ﷺ کا کوئی ادنیٰ سا بھی حکم نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی فضیلت آپ سے مروی ہے اب اس کو ثابت کرنے کیلئے اسے مسواک پر قیاس کرنا پڑے گا اگر چہ یہ کارِ شیطان ہے دیکھئے موصوف لکھتے ہیں۔

لڑو جھگڑو نہیں حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۸۸۲) تَفضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ یُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلٰوةِ الَّتِیْ لَایُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِیْنَ ضِعْفًا (رواہ البیہقی)[۱]

اس نماز کی بزرگی جس کے واسطے (وضو میں) مسواک کی گئی ہے اس نماز کے اوپر جس کے (وضو میں) مسواک نہیں کی گئی ستر درجے زیادہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مسواک والی نماز غیر مسواک والی نماز سے ستر گنا زیادہ فضیلت والی اور ثواب رکھتی ہے اب ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص اپنی نماز ستر درجے والی بنانے کیلئے وضو میں مسواک بھی کرتا ہے تو کیا آپ اسے مسواک کرنے سے منع کریں گے لڑیں جھگڑیں گے؟ کہ یہ شخص اپنی نماز کو فضیلت اور درجے والی کیوں بناتا ہے؟ آپ یقیناً اسکے مسواک کرنے پر معترض نہیں ہوں گے اسی طرح یہ بات بھی خوب سمجھ لیں کہ جو شخص نماز میں رفع یدین کرتا ہے اسکی نماز کی فضیلت اور ثواب بڑھ جاتا ہے۔(صلوۃ الرسول ص ۲۳۷) حضرت امام ابو حنیفہؒ اگر کسی غیر منصوص امر میں کسی قدرِ مشترک کی وجہ سے ایک چیز کو دوسری پر قیاس کرلیں تو وہ مجرم اور گردن زنی بلکہ جہنمی لیکن اگر صاحب صلوۃ الرسول رفع یدین کو مسواک پر قیاس کر کے اس کی سنیت یا وجوب کو ثابت کریں تو شاباشی کے لائق اور تحسین وآفریں کے مستحق کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ مقیس اور مقیس علیہ میں کیا قدرِ مشترک ہے؟ میرے صاحب ہم وضو میں مسواک کرنے سے اسلئے نہیں روکیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور اس کی بے شمار فضیلتیں بیان کی ہیں ذرا آپ بھی رفع یدین کا حکم دکھادیں یا اس کی فضیلت میں وارد شدہ احادیث ہمیں سنادیں مگر نہ حکم ہے اور نہ ہی فضیلت

[۱] صلوات الرسول ص ۲۳۷

دیکھیں کیا دکھاتے ہیں یہی کریں گے کہ رفع یدین کا مسئلہ پوچھنے والے کو مسواک کی فضیلت سنا دیں گے، یہ ہے تقلید کے منکروں کا نمونہ اجتہاد

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

فائدہ: دورِ صحابہؓ وتابعینؒ میں رفع یدین پورے عالم اسلام میں متروک تھی چنانچہ مدینہ منورہ کے متعلق امام دار الہجرۃ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں:

لَا اَعْرِفُ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ تَكْبِيْرِ الصَّلٰوةِ لَا فِیْ خَفْضٍ وَّلَا فِیْ رَفْعٍ اِلَّا فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ (المدونة الكبرى)[1]

یعنی میں نماز کی تکبیروں میں کسی رفع یدین کو نہیں پہچانتا نہ جھکتے وقت نہ اٹھتے وقت سوائے تکبیر تحریمہ کے۔

یہ تو قبۃ الاسلام مدینہ منورہ کا حال ہے کہ وہاں رفع یدین کو کوئی جانتا پہچانتا نہیں اب دیکھیے قبلۂ اسلام مکہ مکرمہ کا حال۔

نضر بن کثیر سعدی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن طاؤس یمنی ۱۳۲ھ حج کیلئے مکہ مکرمہ میں آئے تو یہاں انہوں نے مسجد خیف میں رفع یدین کے ساتھ نماز ادا کی "فَاَنْكَرْتُ ذَالِكَ" یعنی مجھے انکی یہ حرکت اوپری لگی تو میں نے وھیب بن خالد کو بتلایا انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے پوچھا "تَصْنَعُ شَيْئًا لَّمْ اَرَ اَحَدًا يَصْنَعُهٗ"[2] آپ ایک ایسا عمل کر رہے ہیں جو میں نے کسی کو نہیں کرتے دیکھا اسی طرح میمون مکی نے عبداللہ بن زبیر کی رفع یدین والی نماز پر انکار کیا کہ "صَلّٰى صَلٰوةً لَّمْ اَرَ اَحَدًا يُّصَلِّيْهَا"[3] کہ میں نے کسی کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

یہ دونوں شہر اسلام کا ملجا و ماوی ہیں لیکن ان میں پہلی صدی ہجری میں رفع یدین کو پہچاننے والا کوئی نہ تھا تیسرا مرکزی شہر کوفہ تھا جس میں اجماعی طور پر ترک رفع یدین محدثین کو بھی مسلم ہے دیکھیے (التعلیق الممجد ص ۹۱) تو جب دور اول کے ان مراکز اسلام میں رفع یدین عام طور پر نہیں ہے تو بعد میں اگر اسکا معمولی رواج ہو بھی گیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ جو چیز اکثر صحابہؓ اور عام تابعینؒ کے پاس نہیں وہ سنت کبھی نہیں ہوسکتی البتہ ان کے ترک کی وجہ سے اس کا ترک کرنا سنت ہوگا۔

[1] المدونة الكبرى ص ۱/۷۱

[2] ابو داؤد ص ۱/۱۰۸

[3] ابو داؤد ص ۱/۱۰۸

رکوع اور سجدہ کی مسنون کیفیات

رکوع اور سجدہ کی تکبیریں

(۸۸۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَبِّرُوْا كُلَّمَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ وَرَفَعْتُمْ قَالَ وَكَانَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

(اخرجه الحافظ محمد بن المظفر فی مسنده)[1]

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے جب تم رکوع اور سجدہ کرو اور سر اٹھاؤ تو تکبیریں کہو راوی کہتے ہیں کہ آپ ہمیں التحیات کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جیسے ہمیں قرآن کریم کی سورت سکھایا کرتے تھے۔

(۸۸٤) وَعَنْ اَبِىْ سَلَمَةَؒ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّىْ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّىْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواه البخاری)[2]

حضرت ابوسلمہؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے تو جب کبھی جھکتے یا اٹھتے یعنی رکوع سجدہ کرتے یا سجدہ سے اٹھتے تو ''اللہ اکبر'' کہا کرتے اور جب فارغ ہوتے تو فرماتے کہ میری نماز تم سب کی نماز سے زیادہ آپ کی نماز کے مشابہ ہے۔

رکوع میں سر اور کمر برابر رکھنا

(۸۸۵) عَنْ اَبِىْ حُمَيْدِ نِ السَّاعِدِيِّؓ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اِعْتَدَلَ فَلَمْ يَنْصِبْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُقْنِعْهُ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ

(رواه النسائی)[3]

حضرت ابو سعید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع فرماتے تو بالکل ہموار ہو جاتے نہ تو سر مبارک کو جھکا لیتے اور نہ اسے اونچا رکھتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ لیتے۔

(۸۸٦) عَنْ اَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رکوع

[1] جامع المسانید ص۳۲٦

[2] بخاری شریف ص۱۰۸ [3] نسائی شریف ص۱۵۹

لَوْصُبَّ عَلٰى ظَهْرِهٖ مَآءٌ لَاسْتَقَرَّ (رواہ الطبرانیؒ فی الکبیر)[1]

فرماتے تو اگر آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر پانی گرایا جاتا تو ٹھہر جاتا۔

یعنی پیٹھ کو اس قدر ہموار اور سیدھا رکھتے تھے کہ پانی بھی اس پر ٹھہر سکتا تھا۔

رکوع میں گھٹنوں پہ ہاتھ رکھنا اور انگلیوں کو کھلا رکھنا

(۸۸۷) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ رَكَعَ فَجَافٰی يَدَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ مِنْ وَّرَآءِ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ (رواہ احمدؒ وابوداؤدؒ والنسائیؒ)[2]

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آپ نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو جدا رکھا اور انہیں اپنے دونوں گھٹنوں پہ ٹکایا اور اپنی انگلیوں کو اپنے گھٹنوں کے اوپر کھول کر رکھا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی نماز پڑھتے دیکھا۔

(۸۸۸) عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّؒ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ اِنَّمَا السُّنَّةُ الْاَخْذُ بِالرُّكَبِ (رواہ النسائی)[3]

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سنت تو گھٹنوں کو پکڑ لینا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ دینا کافی نہیں بلکہ انگلیوں کو کھول کر گھٹنوں کو اچھی طرح سے پکڑ لینا چاہئے جب کہ ہاتھ بھی پہلوؤں سے جدا رہیں۔

رکوع اور قومہ کی تفصیل

(۸۸۹) وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فَاِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ وَمَكِّنْ رُكُوْعَكَ فَاِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ فَاَقِمْ صُلْبَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ اِلٰى مَفَاصِلِهَا (رواہ احمدؒ)[4]

حضرت رفاعہ بن رافعؓ حضور اکرم ﷺ سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پہ رکھ لے اور اپنی کمر کو لمبی کر کے پھیلا لے اور اپنے رکوع کو جم کے کر پھر جب تو سر اٹھائے تو اپنی پیٹھ کو سیدھی کھڑی کر یہاں تک کہ سارا نظام اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ آئے۔

[1] آثار السنن ص ۱۱۳
[2] ابوداؤد شریف ص ۱۲۶، نسائی شریف ۱۵۵
[3] نسائی شریف ص ۱۵۹
[4] آثار السنن ص ۱۱۴

تسبیحاتِ رکوع وسجود

(۸۹۰) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَکَعَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ" وَذَالِکَ اَدْنَاہُ وَاِذَا سَجَدَ فَلْیَقُلْ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَذَالِکَ اَدْنَاہُ (رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ والترمذیؒ)[۱]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اسے تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہنا چاہئے یعنی میرا عظمت والا رب پاک ہے اور یہ مقدار کم از کم ہے اور جب کوئی سجدہ کرے تو اسے تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہنا چاہئے اور یہ کم از کم مقدار ہے۔

یعنی تین سے کم میں سنت ادا نہیں ہوتی البتہ تین سے زیادہ جتنی دفعہ بھی کہے "نور علی نور" ہے لیکن فرضوں میں چونکہ تخفیف ملحوظ ہے اس لئے تین سے زیادہ نہ کہنا مناسب ہے۔

(۸۹۱) وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ الْعَامِرِ الْجُھَنِیِّؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ" قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِجْعَلُوْھَا فِیْ رُکُوْعِکُمْ" فَلَمَّا نَزَلَتْ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی" قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِجْعَلُوْھَا فِیْ سُجُوْدِکُمْ" (رواہ ابوداؤدؒ وابن ماجۃ)

حضرت عقبہ بن عامر جھنیؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن کریم کی آیت "فسبح باسم ربک العظیم"[۲] نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے رکوع میں کرلو یعنی یہ تسبیح رکوع میں پڑھا کرو پھر جب "سبح اسم ربک الاعلی"[۳] نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے سجدہ میں مقرر کرلو یعنی یہ تسبیح سجدہ میں پڑھا کرو۔

نوٹ: رکوع سجدے کی مسنون دعائیں صرف یہی ہیں ان کے علاوہ جو دعائیں حدیث میں آتی ہیں مذکورہ آیات سے پہلے کی ہیں لہٰذا وہ مسنون نہیں البتہ نوافل میں ان کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

امام ومنفرد تسمیع وتحمید دونوں کہیں

(۸۹۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوکر اللہ اکبر

[۱] نصب الرایۃ ص۳۱۵ ، ابوداؤد ص۱۲۹
[۲] پ۲۷ ع۱۵ [۳] پ۳۰ ع۱۲

يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" (رواہ الشیخان)۱؎

کہتے پھر رکوع جاتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر جب رکوع سے اپنی پیٹھ سیدھی کرتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے (جس نے اللہ کی تعریف کی اسنے اسکی سن لی) پھر سیدھے کھڑے ہوکر ربنا لک الحمد کہتے اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔

مقتدی صرف تحمید کہے

(۸۹۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ (رواہ الشیخان)۲؎

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امام "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ دے تو تم "اللھم ربنا لک الحمد" کہا کرو جسکے قول نے موافقت کی ملائکہ کے قول سے اسکے وہ تمام گناہ بخش دئے جائینگے جو اسنے پہلے کئے۔

سجدہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا (القرآن)

یعنی اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۔القرآن

رات کیوقت اس کیلئے سجدہ کرو اور اسکی تسبیح پڑھتے رہو ساری رات۔

عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَا تَسْجُدُ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً (رواہ مسلمؒ)۳؎

(حضرت ثوبانؓ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) تو سجدوں کی کثرت کر اسلئے کہ تو جو بھی سجدہ کریگا اسکے بدلے اللہ تعالیٰ تیرا ایک درجہ بلند کرینگے اور تیرا ایک گناہ معاف کرینگے۔

(۸۹۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَآءَ (رواہ مسلمؒ)۴؎

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب کے ہاں سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے تو تم سجدے میں کثرت سے دعا کیا کرو۔

گویا سجدہ قربِ خدا کے حصول کا سبب اور ذریعہ ہے۔

۱؎ بخاری شریف ۱۰۹ ۲؎ بخاری شریف ص ۱۰۹
۳؎ مسلم ص ۱/۱۹۳ ۴؎ مسلم ص ۱/۱۹۱

سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے گھٹنا ٹیکنا پھر ہاتھوں کا زمین پر رکھنا

(۸۹۵) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ (رواه الاربعة)[۱]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے (ہاتھوں سے پہلے) زمین پر رکھتے تھے اور جب اٹھتے تو ہاتھ پہلے اٹھاتے گھٹنوں سے۔

وَقَالَ صَاحِبُ الْمِشْكٰوةِ قَالَ الْخَطَّابِىُّ حَدِيْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَثْبَتُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَقِيْلَ هٰذَا مَنْسُوْخٌ (مشكوٰة)[۲]

یعنی خطابی نے کہا کہ حضرت وائل بن حجرؓ والی حدیث حدیثِ ابو ہریرہؓ سے مضبوط ہے اور یہ بھی کہا کہ حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث منسوخ ہے۔

جس میں ہاتھوں کو پہلے ٹکانے کی بات ہے لہذا مسلکِ احناف ہی راجح ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پہ رکھے جائیں۔

سجدہ میں سات جوڑ زمین پہ ٹکنے چاہئیں

(۸۹۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتُ الثِّيَابَ وَالشُّعُوْرَ (رواه الشيخانؒ)[۳]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات جوڑوں پہ سجدہ کروں (۱) پیشانی پر اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا (۲-۳) دونوں ہاتھ (۴-۵) اور دونوں گھٹنوں پر (۶-۷) دونوں قدموں کے پنجوں پر اور یہ کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ تھامیں۔

ناک کی طرف اشارہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سجدے کا اصل فرض تو پیشانی سے ادا ہوگا لیکن بطور سنت ناک کو ساتھ لگا لینا چاہئے۔

(۸۹۷) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ اَنْفَهٗ عَلَى الْاَرْضِ مَعَ جَبْهَتِهٖ (رواه ابويعلى الموصلى فى مسنده)[۴]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشانی کے ساتھ اپنی ناک مبارک بھی زمین پہ رکھا کرتے تھے۔

[۱] مشكوٰة ص ۸٤ — [۲] مشكوٰة ص ۸٤
[۳] بخارى شريف ص ۱۱۲ — [۴] آثار السنن ص ۱۱۷

اس سے معلوم ہوا کہ پیشانی کا رکھنا فرض ہے اور ناک کا لگانا سنت ہے لیکن بوقت ضرورت کسی ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے۔

سجدہ میں ہاتھ زمین پر نہ بچھانا

(۸۹۸) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِى السُّجُوْدِ وَلَايَبْسُطُ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ (رواه الجماعة)[۱]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سجدوں میں معتدل رہو اور تم میں سے کوئی اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے۔

یعنی انہیں زمین سے اٹھا کر رکھے معتدل رہنے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو زیادہ اونچا ہو اور نہ ہی زیادہ زمین سے چپک جائے بلکہ درمیانی حالت میں رہے۔

سجدہ میں ہاتھ کانوں کے برابر اور سر ہتھیلیوں کے درمیان ہو

(۸۹۹) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ اُذُنَيْهِ (رواه اسحاق بن راهوية و عبدالرزاق والنسائیؒ والطحاویؒ)[۲] وَعَنْهُ مَرْفُوْعًا فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ (رواه مسلمؒ)[۳]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غور سے دیکھا جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر رکھے۔ انہی سے مرفوع حدیث ہے کہ آپ ﷺ سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرتے تھے۔

سجدہ میں ہاتھ پہلوؤں سے جدا رکھے

(۹۰۰) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ (رواه الشيخانؒ)[۴]

حضرت عبداللہ بن بحینہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے (سجدہ کرتے) تو اپنے ہاتھوں کو کھلے رکھتے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔

(۹۰۱) وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ قَالَ

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

[۱] نصب الراية ص۳۸۲ ، مشكوٰة ص ۸۳

[۲] نسائی ص۱۶۶ ، آثار السنن ص۱۱۸

[۳] آثار السنن ص۱۱۸ [۴] مشکوٰۃ شریف ص۸۳

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ (رواہ مسلم)[1]

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں رکھ لے اور اپنی کہنیوں کو اٹھالے۔

(۹۰۲) عَنْ مَيْمُوْنَةَ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ جَافٰى يَدَيْهِ فَلَوْ اَنَّ بُهْمَةً اَرَادَتْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ (رواہ ابن ماجۃ)[2]

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو جدا رکھتے (پہلوؤں اور زمین سے) حتی کہ اگر بکری کا بچہ نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

وضاحت: ہاتھوں کو پہلوؤں اور زمین سے جدا رکھنا ہے لیکن کہنیوں کو اتنا دور نہیں لیجانا کہ وہ قبلہ کی بالکل مخالف سمتوں کو سیدھی ہو جائیں جس سے ساتھ والے نمازی کو تکلیف ہو۔

(۹۰۳) وَعَنْ اٰدَمَ بْنِ عَلِيِّ الْبِكْرِيِّ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ؓ قَالَ إِذَا سَجَدْتَ فَلَاتَفْرُشْ ذِرَاعَيْكَ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَادَّعِمْ عَلٰى رَاحَتَيْكَ وَاَبْدِ ضَبْعَيْكَ فَاِنَّ بِذَالِكَ يَسْجُدُ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْكَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِيْ بِذَالِكَ (اخرجه الحافظ طلحة بن محمد فى مسنده)[3]

جناب آدم بن علی بکریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مجھے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو اپنی کلائیوں کو زمین پر درندے کی طرح نہ بچھا اور اپنی ہتھیلیوں پہ سہارا لے اور اپنے بازوؤں کو جدا رکھ اس طریق پر تیرا ہر جوڑ سجدہ کریگا بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اسی کا حکم دیا ہے۔

رکوع سجدہ میں پشت کو بالکل سیدھا رکھا جائے

(۹۰۴) عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثٍ يَامَعْشَرَ النَّاسِ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّايُقِيْمُ صُلْبَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ (رواہ ابن ماجۃ)[4]

حضرت علی بن شیبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو! کی جماعت جو شخص رکوع سجدہ میں اپنی پشت کو سیدھا نہ رکھے اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔

وضاحت: بعض کج فہم لوگ اقامت صلب پر مکمل عمل کرنے کے لئے گردن کو لمبا کر کے اور پشت کو کھینچ کر زمین پر لیٹنے کے قریب

[1] مشکوٰۃ شریف ص۸۳ [2] ابن ماجۃ ص۶۳
[3] جامع المسانید ص۴۱۱ [4] ابن ماجۃ ص۶۳

ہوجاتے ہیں اس سے اقامت صلب تو بالمبالغہ ہوجاتا ہے لیکن یہ رفع العجیز ہ کے حکم کے بالکل مخالف ہے جو اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ اپنی سرینوں کو اوپر اٹھا کر رکھو اس صورت میں سرین آگے کو جھک جاتی ہے اور وجود کا بوجھ گردن پہ جا پڑتا ہے جو بالکل قلب موضوع ہے صلب کو سیدھی بھی کرو اور اوپر کو کھڑی بھی رکھو اس صورت میں سجدے کے اندر نمازی کی شکل وہی بن جاتی جو تحریمہ کے وقت بن جاتی ہے۔

سجدے میں مرد اپنی سرینوں کو اوپر اٹھائے

(۹۰۵) عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ وَصَفَ لَنَا الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍؓ السُّجُوْدَ فَسَجَدَ فَادَّعَمَ عَلٰی کَفَّیْهِ وَرَفَعَ عَجِیْزَتَهٗ وَقَالَ هٰکَذَا کَانَ یَفْعَلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

(رواہ ابو داؤد فی سننه)[1]

جناب اسحاقؒ سے روایت ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ نے ہمارے سامنے سجدے کی کیفیت بیان کی پس آپؓ نے سجدہ کیا تو اپنی ہتھیلیوں کے اوپر ٹیک لگائی اور اپنی سرینوں کو اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

عورت اپنی سرینوں کو اوپر نہ اٹھائے

(۹۰۶) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی اِمْرَاَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ الْاَرْضَ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ فِیْ ذَالِكَ لَیْسَتْ کَالرَّجُلِ

(اخرجه ابوداؤد فی مراسیله و رواه البیهقی)[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کو زمین کے ساتھ چپکا لیا کرو کیونکہ اس معاملے میں عورت مرد کی طرح نہیں ہے۔

(۹۰۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذِهَا کَاَسْتَرِ مَایَکُوْنُ لَهَا

(اخرجه البیهقی)[3]

امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو زمین کے ساتھ چپکا لیا کرے جس صورت میں کہ وہ زیادہ چھپ سکے۔

[1] ابو داؤد شریف ص ۱۳۰

[2] مراسیل ابی داؤد ص۳ ، بیہقی ص۲/۲۲۳ ، عمدة الرعایة ص۱۸۲

[3] بیہقی ص۲/۲۲۳ ، کنز العمال ص۴/۱۱۷

نوٹ: امام بیہقیؒ نے اگرچہ اسکی تضعیف کی ہے لیکن حدیث خواہ ضعیف ہی ہو غیر مقلدوں کے اس قیاس سے بہتر ہے کہ مرد و عورت کے سجدے میں کوئی فرق نہیں۔

(۹۰۸) وَعَنْ عَلِيٍّ ؓ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا (رواه ابن ابی شيبة و رواه البيهقی)[1]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو سرین پر بیٹھ کر کرے اور اپنی رانوں کو ساتھ ملالے۔

(۹۰۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْمَرْاَةِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ (رواه ابن ابی شيبة)[2]

حضرت ابن عباسؓ سے عورت کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سمٹ جائے اور سرین پر بیٹھ جائے۔

(۹۱۰) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ ؒ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَلْزِقْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَلَا تَرْفَعْ عَجِيْزَتَهَا وَلَا تُجَافِيْ كَمَا يُجَافِى الرَّجُلُ (رواه ابن ابی شيبة)[3]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملالے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور نہ ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھے جیسے مرد کرتا ہے۔

یہ اور اس قسم کی دوسری روایت ہیں جن کے پیش نظر فقہاءِ احنافؒ نے عورت کو دب کر، سمٹ کر، بچھ کر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے مگر چونکہ یہ احادیث عام متداول کتابوں میں نہیں ہیں اس لئے اپنی نارسائی کی وجہ سے نام نہاد اہل حدیث نے عورت و مرد کے فرقِ سجدہ کا انکار کر دیا ہے اور فقہاء کا مذاق اڑایا ہے کہ انہوں نے عورت کے متعلق یہ کیفیات خود وضع کر لی ہیں۔ حاشا وکلا

اسی سے آپ اندازہ لگالیں کہ ذخیرۂ احادیث پر فقہاء کی نظر کتنی وسیع اور ہمہ گیر ہوتی ہے کہ غیر متداول کتابوں کی احادیث بھی ان کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتیں۔

سجدہ میں جانے اور اس سے اٹھنے کی کیفیت

(۹۱۱) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ؓ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَاعْتَمَدَ عَلٰى فَخِذِهٖ (رواه ابو داؤد)[4]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ سجدہ فرماتے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے۔ انہی کی روایت میں ہے کہ آپ اپنی رانوں پہ زور دے کر اٹھتے تھے۔

یعنی زمین پہ سہارا لینے کی بجائے رانوں پہ سہارا لیکر اٹھتے تھے۔

[1] مصنف ابی شیبة ص ۲۷۰
[2] مصنف ابی شیبة ص ۲۷۰
[3] مصنفہ ابن ابی شیبة ص ۲۷۰
[4] ابو داؤد شریف ص ۱۲۲

جلسۂ استراحت

اس سے مراد پہلی یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد تھوڑا سا بیٹھ کر پھر کھڑے ہونا ہے اس کا تذکرہ بلاشبہ بعض احادیث میں ملتا ہے لیکن یہ ہمارے نزدیک کبرسنی اور بڑھاپے پر محمول ہے یعنی عام حالات میں آپ یہ جلسہ نہیں کرتے تھے البتہ جب بڑھاپے کا ضعف ہوگیا تو پھر آپ نے کرنا شروع کردیا اس لئے اب بھی اگر کوئی بوڑھا یا کمزور ایسے کرلے تو کوئی حرج نہیں لیکن جوان اور تندرست کو ایسا کرنا صحیح نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام سجدے کے بعد بلاتوقف سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے جیسے یہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

(۹۱۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَّمَ الْاَعْرَابِیَّ فَقَالَ فِیْهِ ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا (رواه البخاری فی کتاب الایمان والنذور)[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دیہاتی کو تعلیم دی جس میں ہے کہ پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو مطمئن ہوجائے پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہوجائے۔

دیکھئے اس میں تھوڑا سا بیٹھنے کا کوئی ذکر نہیں اور یہ حدیث قوی ہے۔

(۹۱۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْهَضُ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ (رواه الترمذی)[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر زور دے کر کھڑے ہوتے تھے۔

(۹۱۴) وَعَنِ الشَّعْبِیِّ رحمہ اللہ قَالَ کَانَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ وَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهَضُوْنَ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ اَقْدَامِهِمْ (رواه ابن ابی شیبةؒ)[۳]

جناب شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرات عمرؓ و علیؓ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں کے پنجوں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(۹۱۵) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ کَانَ یَنْهَضُ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ وَلَمْ یَجْلِسْ (رواه ابن ابی شیبةؒ وروی مثله عن علیؓ وابن عمرؓ و ابن زبیرؓ وعمرؓ)[۴]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں اپنے پنجوں پر زور دے کر کھڑے ہوجاتے تھے لیکن بیٹھتے نہیں تھے۔

[۱] بخاری شریف ص ۹۷۶/۲ [۲] ترمذی شریف ص ۳۸
[۳] مصنف ابن ابی شیبہؒ ص ۳۹٤ [٤] ابن ابی شیبہؒ ص ۳۹٤ ، نصب الرایة ص ۳۸۹

یعنی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے مصنفؒ نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی ایسے ہی روایت کی ہے کہ وہ سب جلسہ استراحت نہیں کیا کرتے تھے۔

(۹۱۶) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَبَّاسٍ قَالَ اَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا رَفَعَ اَحَدُھُمْ رَاْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ الثَّانِیَۃِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَ الثَّالِثَۃِ نَھَضَ کَمَا ھُوَ لَمْ یَجْلِسْ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[1]

جناب نعمان بن ابی عباسؒ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھا ان میں سے ہر کوئی جب اپنا سر پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے اٹھاتا تھا تو بیٹھے بغیر سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی روایت ہے کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کیا کرتے تھے جیسے مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

امام ترمذیؒ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ جمہور صحابہ کرامؓ اور جمہور علماءِ امت کا اسی پر عمل ہے کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کیا کرتے تھے اس کے برعکس کرنے والوں کو امام ترمذیؒ نے قابلِ ذکر ہی نہیں سمجھا۔ اسی لئے فرمایا ''عَلَیْہِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ یَخْتَارُوْنَ اَنْ یَّنْھَضَ الرَّجُلُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ'' اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ وہ پسند کرتے ہیں کہ آدمی اپنے قدموں کے پنجوں پر کھڑا ہو جائے'' (یعنی جلسہ استراحت کرنا پسند نہیں کرتے) مولانا عبدالحیؒ نے السعایہ ج۲ ص ۲۱۱ پر علامہ ابن تیمیہؒ کا قول نقل کیا ہے ''اِنَّ الصَّحَابَۃَ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ جَلْسَۃِ الْاِسْتِرَاحَۃِ'' یعنی صحابہ کرامؓ نے جلسہ استراحت کے ترک پر اجماع کیا ہے تو جب ترکِ جلسہ استراحت اجماع صحابہ سے ثابت ہے تو پھر آج اسے سنت سمجھنا بالکل غلط ہے جس پر صحابہ کا اجماع ہے۔

صحیح بخاری شریف کی روایت جس میں جلسہ استراحت کا ذکر ہے اس کے راوی ایوب المولود ۵۶ھ المتوفی ۱۳۱ھ خود فرماتے ہیں کہ ''لَمْ اَرَھُمْ یَفْعَلُوْنَ'' میں نے کسی کو جلسہ استراحت کرتے نہیں دیکھا، تو جب خیر القرون میں ایک بوڑھے کے سوا اس کا کرنے والا کوئی نہیں تھا تو اسے سنت کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہاں بوڑھوں، مریضوں اور معذوروں کیلئے جواز پھر بھی باقی ہے۔

دوسری رکعت میں ثنا اور تعوذ نہیں ہے

(۹۱۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا نَھَضَ لِلرَّکْعَۃِ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو قرأت کو ''الحمد للہ

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۳۹۵

الثَّانِيَةِ اِسْتَفْتَحَ الْقِرَائَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ لَمْ يَسْكُتْ (رواہ مسلم)[1]

رب العالمین“ سے شروع کرتے تھے اور خاموش نہیں رہتے تھے۔

قعدہ کی کیفیت

(۹۱۸) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِىْ لِلتَّشَهُّدِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى (اخرجه الترمذی)[2]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں پس جب آپ ﷺ بیٹھے یعنی التحیات کیلئے تو آپ ﷺ نے اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لیا۔

(۹۱۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ يُّنْصَبَ الْقَدَمُ الْيُمْنٰى وَاِسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى (رواہ النسائی فی سننہ و مثلہ فی البخاری)[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ دائیں قدم کو کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھنا ہے اور بائیں پر بیٹھنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کی مسنون بیٹھک دائیں پاؤں کا نصب اور بائیں کا وضع ہے لیکن عورتوں کی سنت تورک ہے جیسے آگے آرہا ہے۔

(۹۲۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ اَخْبَرَ اَنَّهُ كَانَ يَرٰى عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَتَرَبَّعُ فِى الصَّلٰوةِ اِذَا جَلَسَ فَفَعَلْتُهُ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ فَنَهَانِىْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھتے تھے کہ وہ نماز میں چارزانو بیٹھتے ہیں کہتے ہیں کہ میں اسوقت نو عمر تھا میں نے بھی ویسے ہی بیٹھنا شروع کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ نماز کی سنت تو یہ ہے کہ تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کر لے اور بائیں

[1] مسلم شریف ص ۲۱۹/۱

[2] ترمذی شریف ص ۳۹

[3] نسائی شریف ص ۱۳۳/۱ ، بخاری شریف ص ۱۱۴/۱

اَلْيُمْنٰى فَقُلْتُ اِنَّكَ تَفْعَلُ ذَاكَ فَقَالَ اِنَّ رِجْلَاىَ لَا يَحْمِلَانِىْ (رواہ البخاری)[1]

پاؤں کو پھیلا لے میں نے کہا کہ آپ خود ایسے کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کبھی تورک ہوا ہے تو مجبوراً ہوا ہے نہ کہ سنت کے طور پر۔

(۹۲۱) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِى الصَّلٰوةِ (رواہ البیہقی)[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں اقعاء (کتے کی طرح بیٹھنے) اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

لیجئے اس حدیث میں بصراحت تورک یعنی سرین پر بیٹھنے کو منع فرمایا ہے۔ اس لئے نماز کے دونوں قعدوں میں پاؤں کو لٹا کر اس کے اوپر بیٹھنا اور دائیں کو کھڑا رکھنا ہی مسنون ہے۔

(۹۲۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِى الصَّلٰوةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَ قَبَضَ اَصَابِعَهَا كُلَّهَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الَّتِىْ تَلِى الْاِبْهَامَ وَ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى (رواہ مسلمؒ)[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی کو اپنی دائیں ران پر رکھ لیتے اور اپنی تمام انگلیوں کو بند کر لیتے اور اپنی اس انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے جو انگوٹھے کے ساتھ والی ہے اور بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھ لیتے تھے۔

عورتوں کا قعدہ

(۹۲۳) رَوٰى اِمَامُنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَؒ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهُ سُئِلَ كَيْفَ كُنَّ النِّسَآءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ اُمِرْنَ اَنْ يَحْتَفِزْنَ اَىْ يَضْمُمْنَ اَعْضَائَهُنَّ بِاَنْ يَتَوَرَّكْنَ فِىْ جُلُوْسِهِنَّ (مسند امام اعظم مع شرح ملا علی قاریؒ)[4]

ہمارے امام ابوحنیفہؒ نے نافع کے واسطہ سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں نماز کیسے پڑھتی تھیں آپ نے فرمایا کہ پہلے تو وہ چار زانو بیٹھا کرتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ سرین کے اوپر بیٹھیں یعنی اپنے اعضاء کو سمیٹ لیں بایں طور کہ اپنے بیٹھنے میں تورک کریں۔

[1] بخاری شریف ص۱/۱۱۴ [2] بیہقی ص۲/۱۲۰

[3] نصب الرایۃ ص۴۱۹ ، مسلم شریف ص۲۱۶ [4] مسند امام اعظم ص۹۹

یعنی اپنی ران کو دوسری ران پر ٹکا کر بائیں سرین پر بیٹھیں اور دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال لیں جیسے اگلی حدیث شریف میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

(۹۲٤) عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْاَةُ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلٰی فَخِذِهَا الْاُخْرٰی (رواہ البیہقی کذا فی کنز العمال)[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ عورت جب بیٹھے تو اپنی ران کو دوسری ران پر ٹکالے۔

نوٹ: اس حدیث شریف میں ران کو ران پر ٹکانے کا ذکر ہے اور اس سے پہلی حدیث شریف میں عورت کو تورک کرنے کا حکم ہے یعنی سرین پر بیٹھنے کا تو اس سے معلوم ہوا کہ تورک کرنے اور پاؤں کو ایک طرف نکال لینے کی جتنی حدیثیں ہیں وہ سب عورتوں کے متعلق ہیں پس تورک بے شک سنت ہے لیکن عورتوں کیلئے جہاں تک مردوں کا تعلق ہے تو ان کیلئے نصب سنت ہے جیسا کہ گزر چکا۔

(۹۲۵) وَعَنْ عَلِيٍّ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ اَیْ تَتَضَامُّ اِذَا جَلَسَتْ وَاِذَا سَجَدَتْ فَلَاتَخْوِیْ كَمَا يَخْوِی الرَّجُلُ (صراح علی الصحاح للجوہری)[2]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عورت جب نماز پڑھے تو سرین پر بیٹھے یعنی جلسہ میں سمٹ کر بیٹھے اور جب سجدہ کرے تو وہ مردوں کی طرح کھلے بندوں نہ کرے (سمٹ سمٹا کر کرے)

ہمارے خیال میں ابوحمید الساعدیؓ کی تورک والی حدیث اور اس جیسی تمام احادیث عورتوں کیلئے اب بھی قابلِ عمل ہیں ورنہ انہیں عذر پر محمول کیا جائیگا۔

تشہد یعنی التحیات للہ پڑھنا

قعدہ اور تشہد دونوں واجبات میں سے ہیں یہاں انکی مسنون کیفیات بیان کرنا مقصود ہیں تشہد کے مختلف الفاظ مختلف صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں لیکن محدثین کرام کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور اثبت تشہد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والا ہے جسے حضرات احناف نے اپنا معمول بنایا ہے جیسے امام ترمذی فرماتے ہیں۔

هُوَ اَصَحُّ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی التَّشَهُّدِ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ

یعنی تشہد کے باب میں وہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ

[1] کنز العمال ص ۱۷/٤

[2] صراح علی الصحاح للجوہری ص ۱/۳۹۸

اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ التَّابِعِیْنَ ١

اور بعد کے تابعین کرامؒ میں سے اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

تشہدِ ابن مسعودؓ

(۹۲۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدْنَا فِیْ الرَّکْعَتَیْنِ اَنْ نَّقُوْلَ "اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ (رواه البخاری و مسلم و الترمذی)٢

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی کہ جب ہم دو رکعتوں پہ بیٹھیں تو یہ پڑھیں التحیات للہ الخ یعنی سب قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں اے نبی صلی اللہ علیک وسلم آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں پر بھی سلام ہو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

یہ حدیث شریف اس قدر اہم اور مہتم بالشان ہے کہ جس استاد نے بھی اپنے شاگردوں کو سنائی اس کا ہاتھ پکڑ کر خوب متوجہ کر کے سنائی اسی لئے اس کو مسلسل باخذ الید کہتے ہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کی اس سند سے ثابت ہوتا ہے۔ جسے امام محمدؒ نے نقل کیا ہے۔

(۹۲۷) قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَؒ اَخَذَ حَمَّادُ بْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَؒ بِیَدِیْ وَعَلَّمَنِیَ التَّشَهُّدَ وَقَالَ حَمَّادُؒ اَخَذَ اِبْرَاهِیْمُؒ بِیَدِیْ وَعَلَّمَنِیَ التَّشَهُّدَ وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُؒ اَخَذَ عَلْقَمَةُؒ بِیَدِیْ وَعَلَّمَنِیَ التَّشَهُّدَ وَقَالَ عَلْقَمَةُؒ اَخَذَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍؓ بِیَدِیْ وَعَلَّمَنِیَ التَّشَهُّدَ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِؓ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ وَعَلَّمَنِیْ

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا حماد بن ابی سلیمانؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا اور حمادؒ نے کہا کہ ابراہیمؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا اور ابراہیمؒ نے کہا کہ علقمہؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا علقمہؒ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا جیسے قرآن

١ معارف السنن ص۸۸ ج۳

٢ بخاری شریف ص ۱۱۵، مسلم شریف ص۱۷۳، ترمذی شریف ص۳۸

التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِيَ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَكَانَ يَاْخُذُ عَلَيْنَا بِالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَاللَّامِ
(رواه الامام محمدؒ فی کتاب الاثار)[1]

کی سورت سکھایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک حرف مثلاً واو، الف اور لام پر گرفت کیا کرتے تھے۔

تشہد کا شانِ عروج

آیاتِ قرآنیہ کا شان نزول بیان کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اوپر سے نیچے کی طرف آئی ہیں لیکن تشہد کا شانِ عروج بیان ہوگا کیونکہ اس کے ابتدائی جملے نیچے سے اوپر کی طرف گئے ہیں جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مرقات میں ابن عبدالملک سے نقل کیا ہے۔

(۹۲۸) رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عُرِجَ بِهٖ اَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ (اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ) فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ" اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (مرقات)[2]

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب معراج ہوئی تو آپ نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی ثنا کی "التحیات لله والصلوات والطیبات" یعنی سب قولی اور فعلی اور مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کیساتھ جواب دیا "السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته" یعنی اے نبی! آپ پر اللہ کا سلام اور اسکی رحمت و برکت ہو تو نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس سلام اور رحمت و برکت میں شامل کرنے کے لئے عرض کیا "السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین" یعنی ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلام ہو یہ سن کر حضرت جبریل علیہ السلام پکار اٹھے "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله" کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

تشہد کی تفہیم

نمازی تشہد کی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے چند قول قرار کرتا ہے جن میں سے تین ذاتِ الٰہی کے متعلق ہیں اور دو حضرت رسالت پناہ کے متعلق، ذاتِ الٰہی کے متعلق تو یہ اقرار ہے کہ عبادت کی جتنی بھی قسمیں ہیں وہ میں صرف اور صرف اللہ ہی کے

[1] کتاب الاثار بحوالہ معارف السنن ص ۸۴/۳
[2] مرقات ص ۵۵۱/۱ ، معارف السنن ص ۸۵/۳

لئے خاص رکھوں گا خواہ وہ عبادت زبان سے تعلق رکھتی ہو جیسے کسی کی کلام کو متبرک اور مقدس جان کر اس کی تلاوت کرنا یا کسی کے نام کو بابرکت اور مؤثر جان کر اس کا ورد و وظیفہ کرنا جیسے ہم کلام الٰہی کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کا زبان سے ورد کرتے ہیں یا فعلی عبادت ہو جیسے ہم جسم کی حرکات و کیفیات سے نماز ادا کرتے ہیں ہاتھ باندھ کر قیام کرتے ہیں جھک کر اور زمین بوس ہو کر رکوع سجدہ کرتے ہیں یا التحیات کی مخصوص صورت میں بیٹھتے ہیں، یا کھانے پینے کو ترک کر کے رضائے الٰہی کیلئے روزہ رکھتے ہیں یا دو چادریں اوڑھ کر زیارتِ بیت اللہ اور قیامِ عرفات کے لئے حج کا احرام باندھتے ہیں اور وہاں جا کر بیت اللہ کے اردگرد تحصیلِ ثواب کیلئے چکر لگاتے ہیں حجرِ اسود کو چومتے ہیں اور مقامِ ابراہیم کو مقدس جان کر وہاں نماز پڑھتے ہیں آبِ زم زم کو روحانی اور جسمانی بیماریوں کیلئے آبِ شفا سمجھ کر پیتے ہیں میدانِ عرفات میں مخصوص وقت کے اندر قیام و دعا کو فرض جان کر وہاں قیام و دعا کرتے ہیں مقامِ منیٰ میں حکم الٰہی اور سنتِ ابراہیمی سمجھ کر جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور دور دراز سے جانور اسی کی نذر کر کے لیجاتے ہیں یا جیسے تقربِ الٰہی کیلئے اپنے مال میں سے مخصوص حصہ بطور زکوٰۃ کے دیتے ہیں اور نفلی ثواب کیلئے بنام خدا صدقات و خیرات کرتے ہیں ان میں سے کوئی بھی کام کوئی بھی کیفیت اور کوئی بھی چیز ہم غیر اللہ کیلئے نہیں کریں گے یعنی بزرگوں کے کلام و نام کا وظیفہ نہیں بنائیں گے اور جس طرح سال بسال بیت اللہ کی زیارت اور طواف کیلئے سفر کرتے ہیں اسی طرح ہر سال عرس کے نام سے بزرگوں کی قبروں پر اجتماع اور ان کا طواف نہیں کریں گے، حجرِ اسود کی طرح عقیدت مندی سے قبروں یا آستانوں کو نہیں چومیں گے کسی بزرگ کی جگہ کو متبرک یا زیادہ ثواب والی سمجھ کر وہاں نماز نہیں پڑھیں گے، کسی مقام کے پانی کو آبِ زمزم کی طرح آبِ شفا سمجھ کر نہیں پئیں گے اور نہ ہی ساتھ لے کر جائیں گے، کسی قبر یا کسی بزرگ کی نذر کر کے جانور وہاں نہیں لیجائیں گے اور نہ ہی وہاں سے خرید کر وہاں ذبح کریں گے نہ کسی کو خوش کرنے کیلئے اس کے واسطے روزہ رکھیں گے اور نہ ہی کسی غیر اللہ کی نذر و نیاز دیں گے اور نہ اس سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کی توقع کریں گے۔ وغیر ذالك من الامور المبتدعة الشركية اعاذنا الله منه

ذات رسالت کے متعلق یہ اقرار ہے کہ وہ باوجود خاتم الانبیاء اور محبوب خدا ہونے کے اس کے خالص بندے اور افضل ترین انسان ہیں اور باوجود اس کے بندہ ہونے کے وہ اس کی ختم رسالت کے امین اور اس کی نبوت کے حامل ہیں، یعنی ان کے بندہ ہونے سے انکی نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا اور نہ ہی ان کے رسول ہونے سے ان کا انسانی برادری سے خارج ہو جانا لازم آتا ہے یہ مطلب ہے ''التحيات لله والصلوات والطيبات اشهد ان لا اله الا الله'' اور ''اشهد ان محمدا عبده ورسوله'' کا۔

السلام علیک ایھا النبی میں وجہ خطاب

حضرت ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں لکھتے ہیں کہ ''السلام عليك ايها النبی'' میں خطاب کی انشا ہماری طرف سے نہیں

ہے بلکہ یہ اس خطاب کی حکایت اور نقل ہے جو ذاتِ پروردگار نے واقعہ معراج میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا تھا شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ''خطاب حاضر را بود آنحضرت ﷺ دریں مقام نہ حاضر است'' یعنی خطاب تو حاضر کو ہوتا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ اس مقام پر حاضر نہیں ہیں جواب ''چوں ورود کلمہ دراصل در شب معراج بود دیگر تغیرش نہ دادند و بر ہماں اصل گذاشتند'' یعنی اس کلمہ کا ورود چونکہ شبِ معراج میں ہوا تھا اس لئے اس میں کوئی تغیر تبدل نہیں کیا اسی طرح برقرار رکھا گیا۔ [1]

چونکہ نماز معراج المومنین ہے اس لئے معراج رسول کے اس خطاب کو بعینہ اس میں محفوظ کر دیا گیا ہے تا کہ معراجِ رسالت کی یاد معراج امت میں باقی رہے لہٰذا کوئی شخص اس سے کوئی وہم نہ کرے کہ چونکہ ہم سے کلام بصیغۂ خطاب کہلایا گیا ہے لہٰذا حضور اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، اس مغالطہ کی جڑ کاٹنے کیلئے حدیثِ تشہد کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صیغۂ خطاب کو صیغۂ غائب میں بدل دینا چاہا تھا اور آپ نے برملا فرما دیا تھا کہ السلام علیک تو اس وقت تھا کہ جب آنحضرت ﷺ حسی اور دنیوی طور پر باحیات تھے مگر آپ کی ظاہری وفات کے بعد ''السلام علیہ'' یا ''السلام علی النبی'' ہونا چاہئے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

(۹۲۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ...... الخ وَهُوَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلٰى يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ (رواہ البخاری) [2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ (نبی کریم ﷺ نے ہمیں تشہد کی تعلیم دی) ہم ''السلام علیک ایھا النبی'' اسوقت کہتے تھے جب آنحضرت ﷺ بجسدہٖ شریف ہمارے درمیان موجود تھے پھر جب آپکی وفات ہوگئی تو ہم ''السلام علی'' کہنے لگے یعنی ''السلام علی النبی''

جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں تو کہتے تھے اے نبی! آپ پر سلام ہو، اور بعد از وفات کہنے لگے نبی کریم ﷺ پر سلام ہو۔ اس کی مزید تفصیل حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کی ہے۔

(۹۳۰) عَنْ عَطَاءٍ اَنَّ الصَّحَابَةَؓ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ وَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' فَلَمَّا مَاتَ قَالُوْا ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' (رواہ عبدالرزاق فی مصنفه واسناده صحيح بحواله فتح الباری) [3]

جناب عطاءؒ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ و تابندہ تھے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ''السلام علیك ایھا النبی'' کہا کرتے تھے پھر جب آپ وفات پا گئے تو وہ ''السلام علی النبی'' کہنے لگے۔

[1] مکاتیب و رسائل شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ص ۱۸۹ طبع مجتبائی بحوالہ نماز مسنون ص ۳۸۴

[2] بخاری شریف ص ۹۲۶/۲ [3] معارف السنن ص ۸۷/۳

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی حساس طبیعتوں نے اس خطرے کو جو آج پیش آرہا ہے چودہ سو سال پہلے بھانپ لیا تھا کہ کوئی کج طبع اور غلط اندیش اس صیغۂ خطاب کو آنحضرت ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی دلیل نہ بنالے چنانچہ انہوں نے وفات حسرت آیات کے بعد اس صیغہ کو حاضر سے غائب کی طرف بدل دیا مگر افسوس ان کی یہ پیش بینی آج کل کے غلط اندیش ملاؤں کی آنکھ نہ کھول سکی وہ اس کے باوجود بھی مصر ہیں، کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور بنفسِ نفیس ہدیۂ صلوٰۃ وسلام کی بھیک مانگنے کیلئے در بدر آتے ہیں اور کو بہ کو پھرتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی ۔

دشمن اس کا آسمان کیوں ہو
ہوئے تم دوست جس کے

مع ہذا اکابر علماءِ دیوبند کا عقیدہ ہے کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کو حاضر ناظر سمجھے بغیر ان کے تصور اور معہودِ ذہنی کو خطاب کر کے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" بطور انشاء کہے اس کیلئے جائز ہے بلکہ زیادتی اجر و ثواب کا باعث ہے۔ لیکن اس تصور کو جمائے نہیں بلکہ جب سلام کے صیغے ختم ہوں تو تصور بھی ختم کر دے، نماز میں مستقل اور دوامی تصور صرف اور صرف خداوندِ عالم کا ہونا چاہئے۔

اشارۂ تشہد

زبان سے الفاظِ شہادت ادا کرتے وقت انگشتِ شہادت کو اوپر اٹھا کر عملی اور حسی طور پر بھی توحیدِ خداوندی کی شہادت دینا مسنون ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے۔

(۹۳۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهُ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ اليسرى ركبته (رواہ مسلم)[1]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کیلئے بیٹھتے یعنی التحیات کیلئے تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھ لیتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر پھر اپنی انگشتِ شہادت کے ساتھ اشارہ فرماتے اور اپنے انگوٹھے کو درمیانی انگلی کے اوپر رکھ لیتے اور بائیں ہتھیلی کے ساتھ اپنے گھٹنے کو پکڑ لیتے۔

(۹۳۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَضَ اِثْنَتَيْنِ وَ حَلَّقَ حَلْقَةً وَ

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دو انگلیوں کو سمیٹ لیا اور ایک حلقہ بنالیا اور میں نے

[1] مسلم شریف ص ۱۱۶

[2] معارف السنن ص ۹۸ ج ۳ و ترمذی شریف ص ۳۹

رَاٰیْتُهٗ یَقُوْلُ "هٰکَذَا" وَحَلَّقَ بِشْرُ الْاِبْهَامَ وَ الْوُسْطٰی وَاَشَارَ السَّبَّابَةَ (اخرجه النسائی وابوداؤد)

آپ کو دیکھا آپ فرما رہے تھے (اسطرح) اور حلقہ بنایا آپ نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کیطرف اشارہ کررہے تھے اور آپ نے انگشتِ شہادت کیساتھ اشارہ کیا۔

(۹۳۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوةِ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی رُکْبَتِهٖ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الَّتِیْ تَلِیَ الْاِبْهَامَ یَدْعُوْ بِهَا وَیَدُهُ الْیُسْرٰی عَلٰی رُکْبَتِهٖ بَاسِطَهَا عَلَیْهِ (رواه الترمذی)[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو گھٹنے پر رکھ لیتے اور اپنی وہ انگلی جو انگوٹھے سے متصل ہے اٹھاتے اور اس سے دعا کرتے اور بایاں ہاتھ اپنے گھٹنے پر پھیلا کر رکھتے۔

(۹۳۴) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حَلَّقَ الْاِبْهَامَ وَ الْوُسْطٰی وَرَفَعَ الَّتِیْ تَلِیْهَا یَدْعُوْ بِهَا فِی التَّشَهُّدِ (رواه ابن ماجة)[2]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنایا اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اٹھا کر تشہد میں دعا مانگتے تھے۔

ان روایات میں انگلی کی کیفیت اور اشارہ کی صورت مختلف طور پر بیان ہوئی ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ انگلیوں کو کیف ما اتفق رکھ کر اشارہ فرماتے تھے۔ پس انگلیوں کی وضع تو متعین نہیں البتہ اشارہ مسلم طور پر مسنون ہے، ہمارے نزدیک پسندیدہ امر یہ ہے کہ تمام انگلیوں کو سمیٹ کر مٹھی بنالے جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ابن عمرؓ میں مذکور ہے "وقبض اصابعه کلها" اپنی تمام انگلیوں کو اکٹھی کرے اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی سے ملالے پھر انگشتِ شہادت کو اٹھا کر اشارۂ توحید کرے نفی کے وقت انگلی کو اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے۔ واللہ اعلم

اشارۂ تشہد میں انگلی کو گھمانا خلافِ سنت ہے

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ انگلی کو اٹھا کر ہلاتے اور گھماتے رہتے ہیں یہ خلافِ سنت ہے دیکھئے!

(۹۳۵) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُشِیْرُ بِاِصْبَعِهٖ اِذَا دَعَا لَا یُحَرِّکُهَا (رواه ابوداؤد و النسائی)[3]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگلی سے اشارہ تو کیا کرتے تھے مگر اس کو ہلاتے نہیں تھے۔

---

[1] ترمذی شریف ص۳۹ ، معارف السنن ص۹۸/۳
[2] ابن ماجة ص۶۷
[3] ابوداؤد ص۱۳۲ ، نسائی ص۱۸۷/۱

وقتِ اشارہ

وقتِ اشارہ میں امام صاحبؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف ہے لیکن کسی بھی فریق کے پاس اپنے موقف کی تائید میں کوئی صریح حدیث نہیں ہے جب کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں ”غَیْرَ اَنِّیْ لَمْ اَقِفْ فِیْهِ عَلٰی خَبَرٍ مَّرْفُوْعٍ لِاَحَدٍ مِّنَ الْفَرِیْقَیْنِ“ معارف السنن ص ۱۰۶ ج ۲ یہ ایک ذوقی اور قیاسی چیز ہے حنفیہ نفی کے وقت اٹھانے اور اثبات کے وقت رکھنے کو اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ اس طرح قول و فعل دونوں مطابق ہو جاتے ہیں۔

تشہد کو آہستہ پڑھے

(۹۳۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ یُّخْفِیَ التَّشَهُّدَ (اخرجه ابوداؤد والترمزی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سنت یہ ہے کہ تشہد کو آہستہ پڑھے۔

پہلے تشہد میں صرف التحیات پر اکتفا کرے

(۹۳۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِیْ وَسْطِ الصَّلٰوةِ وَ فِیْ اٰخِرِهَا فَاِذَا كَانَ فِیْ وَسْطِ الصَّلٰوةِ نَهَضَ اِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَهُّدِ وَ اِذَا كَانَ فِیْ اٰخِرِ الصَّلٰوةِ دَعَا لِنَفْسِهٖ بِمَا شَآءَ (رواه احمد فی مسنده)[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نماز کے درمیان اور آخر میں (پڑھنے کے لئے) تشہد سکھایا پس جب آپ نماز کے درمیان میں ہوتے تو تشہد سے فارغ ہو کر اٹھ جاتے اور جب نماز کے آخر میں ہوتے تو اپنے لئے جو چاہتے دعا مانگتے۔

(۹۳۸) وَ عَنْهُ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ فِی الرَّكْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ كَاَنَّهٗ عَلَی الرَّضْفِ حَتّٰی یَقُوْمَ (اخرجه الثلاثة والترمذیؒ وقال حسن)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت پہلی دو رکعتوں کے (تشہد میں) ایسے ہوتے جیسے گرم پتھر پہ بیٹھتے ہوں یہاں تک کہ اٹھ کھڑے ہوتے۔

درود شریف نماز میں

نماز میں درود شریف کا پڑھنا مسنون اور قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔

[1] مسند احمد ص ۴۵۹

(۹۳۹) عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْ فِيْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَّلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ إِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَمْجِيْدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدَ الثَّنَاءِ (رواه الترمذی)[1]

حضرت فضالہ بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنی نماز میں دعا کرتے سنا جب کہ اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی تھی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی ہے پھر آپ نے اس کو بلایا اور اسے اور دوسرے لوگوں کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر ثنا کے بعد دعا کرے۔

(۹۴۰) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى (اَلْمُرَادُ بِهِ التَّشَهُّدُ) ثُمَّ بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهْ (رواه الترمذی وصححه)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ انکے ساتھ تھے جب میں بیٹھا تو اللہ تعالیٰ پر ثنا پڑھنے لگا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا پھر اپنی ذات کیلئے دعا مانگنا شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آخری التحیات کے بعد دعا سے پہلے درود شریف بھی پڑھنا چاہئے لیکن درود شریف کون سا ہو اس کے متعلق بھی آنحضرت ﷺ کا فرمان ملاحظہ فرمائیں۔

درودِ ابراہیمیؑ

(۹۴۱) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِيْ لَكَ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے کہ مجھے کعب بن عجرہؓ ملے اور کہنے لگے کہ کیا میں تمہیں ایک ایسا

[1] ترمذی ص ۳۸

هٰدِيَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ بَلٰى فَاَهْدِهَا لِيْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(رواہ البخاری فی غیر کتاب الصلوۃ ومسلم)[1]

ہدیہ نہ دوں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے؟ میں نے کہا کہ ضرور بضرور مجھے عطا کیجئے تو کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ اہل بیت پر ہم صلوۃ یعنی درود شریف کیسے پڑھا کریں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ پر سلام کا طریقہ تو بتلا دیا ہے آپ نے فرمایا کہ کہو ''اللھم صل علی الخ''، یعنی اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمدؐ پر اور آپکی آل پر جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر اور انکی آل پر بیشک تو قابلِ تعریف بزرگی والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمدؐ پر اور انکی آل پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر اور انکی آل پر بیشک تو قابلِ تعریف بزرگی والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز کیلئے درود و سلام خدا اور رسول کے ارشاد فرمودہ ہیں چنانچہ درود شریف سے پہلے صحابہ کرامؓ کو تشہد سکھایا جا چکا تھا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے الفاظ آگئے تھے اسی کے متعلق صحابی رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ خدا نے ہمیں سلام تو سکھا دیا ہے درود آپ سکھا دیں پس آپ ﷺ نے درود ابراہیمی کی تلقین فرمائی اس سے بالکل ظاہر ہے کہ خدا اور رسول کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ سلام ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' ہے اور سب سے بہترین درود ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ'' ہے اور یہ دونوں آیاتِ قرآنی ''يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا''[2] کی تعمیلی صورت ہیں یعنی اے ایمان والو! آنحضرت ﷺ پر صلوۃ پڑھو اور خوب اچھی طرح سلام بھیجو...... اس لئے جو شخص حکمِ قرآنی کی تعمیل میں صلوۃ و سلام پڑھنا چاہے تو اسکے التحیات پڑھ لینے سے حکمِ صلوۃ و سلام پر عمل ہو جاتا ہے کیونکہ التحیات میں سلام اور اسکے بعد درودِ ابراہیمی میں صلوۃ آجاتا ہے، تو گویا نمازی آدمی ''صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا'' کے دونوں احکام کا مکمل عامل ہے۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی مرفوع حدیث ہے۔

(۹۴۲) كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِيْ صَلٰوتِنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ (رواہ ابن خزیمۃ و ابن حبان)[3]

کہ جب ہم نماز میں آپ پر درود پڑھنا چاہیں تو کیسے پڑھیں آپ نے فرمایا کہ تم جب مجھ پر درود پڑھنا چاہو تو یوں کہا کرو ''اللھم صل علی محمد الخ''،

تو آپ ﷺ نے نماز میں درودِ ابراہیمی کی تعلیم فرمائی۔

[1] بخاری ص ۱/۴۷۷، مسلم ص ۱/۱۷۵
[2] پ ۲۲ ع ۴
[3] نصب الرایۃ ص ۱/۴۴۶

درود شریف نماز سے باہر

خارجِ نماز اگر کسی مجلس میں نبی کریم ﷺ کے نامِ نامی اور اسمِ گرامی کا تذکرہ ہو تو کہنے سننے والوں پر کم از کم ایک دفعہ درود شریف پڑھنا واجب ہے، اور ایک سے زیادہ مرتبہ اگر آپ کا نام مذکور ہو تو ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا مستحب ہے لیکن اگر ساری زندگی آپ کا نام لینے یا سننے کا اتفاق نہ ہو تو بھی ایک دفعہ درود شریف پڑھنا فرض ہے تا کہ صلوۃ وسلام کے متعلق حکمِ قرآنی کی من جملہ تعمیل ہو جائے، بایں ہمہ اگر حکمِ قرآنی نہ بھی ہوتا تو بھی اپنے بے شمار فضائل اور بے انتہاء برکات کی وجہ سے درود شریف کا یہ حق تھا کہ اسے حرز جان اور وظیفۂ زبان بنایا جاتا، وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے کہ جس کا اکثر وقت درود شریف پڑھنے میں صرف ہوتا ہے کیونکہ اگر فرائض وواجبات کے بعد صرف درود شریف ہی کسی کی زندگی کا وظیفہ بن جائے تو اس کی دنیا وآخرت کی تمام مرادیں پوری کرنے کیلئے یہی کافی ہے جیسے اس حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

(۹۴۳) عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِىْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ النِّصْفَ فَقَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِىْ كُلَّهَا فَقَالَ اِذًا يُكْفٰى هَمُّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ

(رواه الترمذی)[1]

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں آپ فرما دیجئے کہ اپنی دعا میں کتنا حصہ آپ پر صلوۃ کیلئے وقف کرلوں؟ آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہو میں نے عرض کی کہ چوتھائی کردوں، آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہو کردو، لیکن زیادہ کردو تو تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا تو پھر آدھا وقت اس کیلئے وقف کردوں آپ نے فرمایا جتنا چاہو کردو، لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کردو تو تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ پھر دو تہائی آپ پر صلوۃ کیلئے وقف کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہو کرلو لیکن اگر اور زیادہ کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ پھر سارا وقت آپ کے صلوۃ کیلئے وقف کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا کرو گے تو تمہاری تمام فکریں دور اور ضرورتیں (خزانۂ غائب سے) پوری کردی جائیں گی اور تیرے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

[1] معارف الحدیث ص ۵/۳۷۱

گویا درود شریف میں ہمہ وقت رطب اللسان رہنے والا شخص اگر اپنی حاجات اور مہمات کیلئے دعا بھی نہ کر سکے تو وہ علام الغیوب اور واقفِ ماتخفی الصدور از خود اس کی تمام حاجات پوری کریگا اور اسے گناہوں سے بالکل پاک صاف کر دے گا۔ سبحان اللہ! درود شریف سو اکسیروں کی ایک اکسیر اور ہزاروں کیمیاؤں کی ایک کیمیا ہے جسے ایک دفعہ پڑھ لینے سے آدمی خدا کی دس صلوٰتوں کا مستحق اور زندگی بھر کے گناہوں کی بخشش کا حقدار ہو جاتا ہے جیسے ان روایات میں ہے۔

درود شریف کے فضائل

(٩٤٤) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی عَلَیَّ وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرًا (رواہ مسلمؒ)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص، مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود شریف پڑھتے ہیں۔

(٩٤٥) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی عَلَیَّ وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَ رُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (رواہ النسائیؒ)[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تبارک وتعالیٰ اسپر دس مرتبہ درود شریف بھیجتے ہیں یعنی دس رحمتیں نازل کرتے ہیں اسکے دس گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اسکے دس درجے بھی بلند کر دیے جاتے ہیں۔

درود وسلام بصیغۂ غائب ہونے چاہئیں

دنیا کے جس حصے سے بھی درود وسلام پڑھے جائیں وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچادئے جاتے ہیں حضور اکرم ﷺ کو درودوں اور سلاموں کی بھیک مانگنے کیلئے دربدر جانا نہیں پڑتا بلکہ تحفہ ہائے صلوۃ وسلام نہایت احترام اور غایتِ اکرام کے ساتھ لیجا کر روضۂ اقدس میں پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

(٩٤٦) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاتَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَلَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تُبَلِّغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ (رواہ النسائی)[3]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کو قبروں نہ بناؤ اور میری قبر کو عید (میلہ) نہ بنا لینا اور میرے اوپر درود پڑھتے رہا کرو اس لئے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود لازماً مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

[1] مسلم شریف ص١٦٦
[2] نسائی شریف ص١٩٨
[3] زجاجة ص٢٧٨

گھروں کو قبریں بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مردے قبروں میں معطل پڑے رہتے ہیں اور کوئی عمل نہیں کر سکتے اسی طرح تم لوگ اپنے گھروں کو اعمال اور عبادات سے خالی نہ رکھو اور خود بے عمل رہ کے مردے نہ بنو، اور روضہ اقدس کو میلہ نہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سال کے بعد لوگ عید کیلئے خوش بخوش جاتے ہیں اور ہنستے کھیلتے عید گاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں اسی طرح تم میری قبر پر بھی سال بسال خوشیاں منانے اور میلہ لگانے کیلئے جمع نہ ہوا کرنا جیسے آج کل بزرگوں کے مزاروں پر سالانہ عرسوں کا رواج پڑ گیا ہے جہاں سال کے بعد لوگ جمع ہو کر میلہ لگاتے اور کھیل تماشے کرتے ہیں حتی کہ یوں اللہ کے ولیوں کی توہین کرتے اور ان کی ایذائے روحانی کیلئے وہاں کنجریوں کے ناچ کرواتے ہیں بھلا بزرگوں کی یاد میں کھیل تماشوں، گتکوں، ڈھول ڈھمکوں اور کنجریوں کا کیا کام ہے؟ کیا وہ اپنے عمل و کردار سے یہی چیزیں سکھا کر گئے ہیں جنہیں دہرا کر آپ انکی یاد مناتے ہو، حاشا کلا

بزرگ اور انکی تعلیمات ان خرافات سے بالکل مبرّا اور سو فیصد بے زار ہیں ان بیہودگیوں سے بزرگ تو خوش نہیں ہوتے البتہ ایسا کرنے والوں کے ہم زاد اور شیطان ضرور خوش ہو جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو اپنی قبر اطہر کے متعلق بھی یہی خطرہ تھا اسی لئے آپ نے لوگوں کو منع بھی کیا اور خدائے تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگیں کہ مولا کریم! میری قبر پر میلے نہ لگوانا اور نہ اسے بتوں کی طرح پجوانا، واللہ! اگر آپ ﷺ کی اس قسم کی دعائیں نہ ہوتیں تو بدعتی لوگ آپ ﷺ کے روضۂ اقدس پر بھی میلے اور عرس شروع کروا دیتے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی طرح آپ ﷺ کی بھی پوجا ہونے لگ جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا روحانی تصرف اور آپ ﷺ کی دعاؤں کا اعجاز ہے کہ سرزمین عرب پر ایسے لوگ برسرِ اقتدار آ ہی نہیں سکتے جو آپ ﷺ کے گنبدِ خضراء یا حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے مقدس مزاروں پر عرسوں اور میلوں کے نام سے وہ تمام خرافات کرنے لگیں جو ہندو پاک کے مزاروں اور درگاہوں پہ کی جاتی ہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ حرمین شرفین کی خدمت کیلئے چن چن کر ایسے لوگوں کو آگے لاتے ہیں جو شرک و بدعت کی جڑوں تک کو اکھاڑ پھینکتے ہیں اور اس کے ایہام کے دروازوں تک کو بند کر دیتے ہیں، ہاں ہاں جو لوگ خدا اور رسول کو ناپسند ہوں وہ اللہ پاک کے گھر اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اقدس کے پاسبان کیسے ہو سکتے ہیں؟ زادھما اللہ شرفا و تعظیما ’’اور تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود و سلام مجھ تک پہنچ جائے گا‘‘ اسکا مطلب ہے کہ مجھے حاضر و ناظر سمجھ کر خطاب کے صیغوں کے ساتھ گلے پھاڑ پھاڑ کر ’’اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ‘‘ چلانے کی ضرورت نہیں۔ میری سنت کے مطابق اور میرے صحابہؓ کی سیرت کے موافق غائب کے صیغوں سے اپنی مدھم اور پر خشوع آواز سے بیٹھے بٹھائے جو بھی درود و سلام پڑھو گے وہ خدائے تعالیٰ کے آٹو میٹک نظام کے ماتحت مجھے گنبدِ خضرا میں وصول ہو جائیگا گویا تمہارے درود و سلام میرے پاس آئینگے میں انکے پاس نہیں آؤں گا۔ دوسرے لفظوں میں تم اور تمہارے درود و سلام میرے محتاج ہیں میں ان کا محتاج نہیں ہوں۔ حضرت مظہرؒ نے بہت خوب کہا ہے۔

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست	محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدحِ آفریں مصطفیٰ بس	محمد حامد حمد خدا بس

درود رسانی کے اس نظام خداوندی کی کیفیت اگلی حدیث میں پڑھئے۔

(۹۴۷) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِى الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِىْ مِنْ اُمَّتِىْ السَّلَامَ (رواہ النسائی والدارمی)[1]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے کچھ سیاح فرشتے موجود ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

(۹۴۸) وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِىْ مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَا يُصَلِّىْ عَلَىَّ اَحَدٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَبْلَغَنِىْ بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ (رواہ البزار کذا فی الترغیب والطبرانی کذا فی معارف الحدیث وذکر تحریجہ السخاوی فی القول البدیع)[2]

حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی صلاحیت عطا کی ہے پس روزِ قیامت تک جو شخص مجھ درود پڑھے گا وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لیکر اس کا ہدیۂ درود مجھ تک پہنچا دیتا ہے کہ اس فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے درود رسانی کا ایک باقاعدہ محکمہ بنا رکھا ہے جس کے ماتحت فرشتوں کی ایک جماعت ہمیشہ سیر وسیاحت میں رہتی اور درود وسلام کی تلاش کرتی ہے جب کہیں سے انہیں درود وسلام مل جاتا ہے تو وہ فی الفور بارگاہِ نبوت میں پہنچا دیتے ہیں نیز یہ انتظام بھی ہے ایک انتہائی ہائی پاور مائیک کی طرح ایک عجیب وغریب صفتوں والا فرشتہ آپ ﷺ کی قبرِ اطہر پر کھڑا کھڑا دنیا بھر سے صلوٰۃ وسلام وصول کرتا ہے اور خدمتِ اقدس میں پیش کرتا ہے۔ تو جب درود وسلام فرشتوں کی وساطت سے گنبدِ خضراء میں پہنچائے جاتے ہیں تو پھر حاضر اور ندا والے صیغے استعمال کرنا بالکل لغو اور بیکار ہیں البتہ جو شخص توفیق ایزدی سے روضۂ رسول اکرم ﷺ پر حاضر ہو اور گنبدِ خضراء کے سامنے کھڑا ہو اسے زیب دیتا ہے کہ وہ "اَلصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" کے نغمۂ شیریں سے اپنے قلب وگوش کو محظوظ اور جان وروح کو شاد کام کرے۔

"اللھم ارزقنا کلنا ھذہ السعادۃ آمین ثم آمین"

[1] مشکوٰۃ شریف ص۸۶ [2] تبلیغی نصاب ص۶۹۶

درود شریف قربِ محمدی کا ذریعہ اور حصولِ شفاعت کا وسیلہ ہے

(۹۴۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَۃِ اَكْثَرُھُمْ عَلَيَّ صَلٰوۃً (رواہ الترمذی)[۱]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہو۔

(۹۵۰) وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَۃِ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِيْ (رواہ احمدؒ)[۲]

حضرت رویفع بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص محمد ﷺ پر درود شریف بھیجے اور یہ دعا کرے اللھم انزلہ الخ تو اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

یعنی اے اللہ! قیامت کے دن حضور ﷺ کو اپنے سب سے زیادہ قریب جگہ عطا کر۔

واہ واہ کتنی مختصر دعا اور کتنا اونچا مقام کہ صرف ان الفاظ کے کہہ لینے سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت حاصل ہو جائیگی واقعی رحمۃ اللعالمین کا لقب آپ ﷺ ہی کو سزاوار ہے جو اس معمولی سے عمل پر اتنا بڑا صلہ دیتے ہیں۔

درود شریف کے بعد کی دعا

(۹۵۱) عَنْ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِؓ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَآءً اَدْعُوْ بِہٖ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (متفق علیہ)[۳]

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کوئی دعا سکھا دیں جسے میں نماز میں پڑھا کروں، آپ نے فرمایا کہ پڑھ اللھم انی الخ یعنی اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بیشمار ظلم کیا اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا پس تو اپنی مغفرت سے مجھے بخش دے اور میرے اوپر رحم فرما اسلئے کہ تو ہی بخشنے اور رحم کرنیوالا ہے۔

دوسری دعائیں

(۹۵۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ بَعْدَ التَّشَھُّدِ اَللّٰھُمَّ

حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ تشہد کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم انی

[۱] معارف الحدیث ص ۵/ ۳۷۰

[۲] بحوالہ سابقہ [۳] مشکوۃ شریف ص ۸۷

اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَاَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ فِتۡنَةِ الدَّجَّالِ وَاَعُوۡذُبِكَ مِنۡ فِتۡنَةِ الۡمَحۡيَا وَالۡمَمَاتِ

(رواہ مسلم)[۱]

اعوذ بک الخ یعنی اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور فتنۂ دجال سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۹۵۳) وَعَنۡ اِبۡنِ مَسۡعُوۡدٍ عَلَّمَنِیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِیۡ وَسۡطِ الصَّلٰوةِ وَاٰخِرِهَا فَاِذَا كَانَ وَسۡطَ الصَّلٰوةِ نَهَضَ اِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَهُّدِ وَاِذَا كَانَ اٰخِرَ الصَّلٰوةِ دَعَا لِنَفۡسِهٖ بِمَا شَآءَ[۲]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد سکھایا نماز کے بیچ میں اور اسکے آخر میں پس جب آپ نماز کے درمیان ہوتے تو تشہد سے فارغ ہوکر اٹھ جاتے (تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوجاتے) اور جب اسکے آخر میں ہوتے تو اپنی ذات کیلئے جو دعا چاہتے فرماتے۔

امام احمدؒ کی ایک اور روایت میں ہے پھر جونسا چاہے سوال کرے اور بخاری شریف کی روایت میں ہے پھر جونسی کلام چاہے اختیار کرے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی تعلیم فرمودہ دعاؤں کے علاوہ اپنی دل پسند دعائیں مانگنے کی بھی اجازت ہے لیکن اپنی پسند اگر اپنے الفاظ میں مانگی جائے تو ممکن ہے کہ وہ شانِ خداوندی کے خلاف ہو اسلئے ہمارے علماءِ کرام نے قرآنی الفاظ کی قید لگائی ہے کہ دعا تو جونسی چاہے مانگ سکتا ہے لیکن بہتر ہے کہ اسکے الفاظ بعینہ قرآن کے الفاظ ہوں یا کم از کم الفاظِ قرآنی کے مشابہ ہوں اسی بنا پر قرآنی دعا......

''رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِيۡمَ الصَّلٰوةِ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِیۡ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ☆ رَبَّنَا اغۡفِرۡلِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ''[۳] سب سے بہترین دعا ہے کہ قرآنی الفاظ بھی ہیں اور اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے اور اپنے ماں باپ کیلئے اور تمام مسلمانوں کیلئے بھی جامع دعا ہے۔ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ ''اے میرے پروردگار! مجھے نماز کا پابند بنادے اور میری اولاد کو بھی اے میرے پروردگار! میری دعا قبول فرمالے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور تمام مؤمنین کو بھی جس دن حساب قائم ہو۔

نوٹ: امام بخاریؒ نے اگرچہ کتاب الدعوات میں درودِ ابراہیمی کی تخریج کی ہے لیکن کتاب الصلوۃ میں تشہد کے بعد انہوں نے درود کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے تو غیر مقلدیت کو بھی اپنی نماز سے درود کو خارج کردینا چاہئے اور خارجِ نماز جتنا چاہیں پڑھیں۔

[۱] مشکوۃ شریف ص۸۷

[۲] نصب الرایة ص۴۲۸ ، بخاری ص۱۱۵ [۳] پ۱۲ ع۱۸

دونوں سلاموں کے ساتھ منہ کو دائیں اور بائیں پھیرنا

(۹۵۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ" حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَعَنْ يَّسَارِهٖ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْسَرِ (رواه اصحاب السنن وصححه الترمذیؒ)ل

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف بایں الفاظ سلام پھیرتے تھے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" یعنی تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت یہاں تک کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی نظر آجاتی پھر بائیں طرف سلام پھیرتے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" حتی کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی نظر آجاتی۔

(۹۵۵) عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍؓ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ حَتّٰى اَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ (رواه مسلمؒ)ع

حضرت عامر بن سعدؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تھا کہ آپ اپنے دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے رخسار کی سفیدی دیکھ لیتا تھا۔

(۹۵۶) اَبُوْحَنِيْفَةَؒ عَنْ عَاصِمٍؒ عَنْ عَبْدِالْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍؓ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيْرِ وَيُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ (مسند الامام)س

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ تکبیر اولیٰ کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے اور دائیں بائیں دونوں طرف سلام پھیرتے تھے۔

(۹۵۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمْنَا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" يُشِيْرُ اَحَدُنَا بِيَدِهٖ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ الخ (رواه مسلم)ع

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سلام پھیرتے تو کہا کرتے تھے "السلام علیکم السلام علیکم" ہم میں سے ہر کوئی اپنے دائیں اور بائیں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتا تھا۔

ل ترمذی شریف ص۳۹ ، نسائی شریف ص۱۹۵۔ ۱۹٤
ع مسلم شریف ص۲۱٦ — س مسند امام اعظم ص٤۷
ع مسلم شریف ص۱۸۱

نماز کی مفصل ترکیب

نماز کی بیرونی شرطیں پوری کر کے یعنی ستر ڈھانپ کر اور کپڑے اور جسم کو پاک کر کے باوضو ہو کر پاک صاف جگہ پر کھڑے ہو کر روبقبلہ ہو کر وقتی نماز کا دھیان کر کے نیت کرے اور کانوں تک ہاتھ اٹھائے جب کہ ہتھیلیاں قبلہ رخ اور انگلیاں کھلی ہوں تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہو جائے۔

تکبیر تحریمہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

پھر ہاتھوں کو زیرِ ناف اس طرح باندھے کہ بایاں ہاتھ نیچے ہو اور دایاں اوپر اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائیں ہاتھ کے گٹ پر حلقہ بن جائے اور باقی ماندہ تینوں دائیں انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر رکھ لے اور اپنی نظریں سجدے کی جگہ پر جمالے، یوں قیام کر کے پھر نماز کے اذکار اس طرح پڑھے۔

ثنا

سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَآاِلٰهَ غَیْرُكَ

تعوذ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بسملہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۂ فاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ☆ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ☆ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ☆ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ☆ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ☆

تامین

پھر آہستہ آمین کہے

سورت

پھر کوئی سورت یا کم از کم تین آیتیں قرآن پاک کی تلاوت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے

تکبیر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ لے اور سر کو قبلہ رخ اور پشت کو ہموار کر دے نظریں پاؤں پر جما کر یہ تسبیح پڑھے

رکوع کی تسبیح

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ

کم از کم تین مرتبہ پھر تسمیع کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور قومہ کرے

تسمیع

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

سیدھا کھڑا ہو کر تحمید کہے

تحمید

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا یوں سجدے میں جائے کہ جب نیچے کو جھکنا شروع کرے تو دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر گھٹنے زمین پر ٹیک دے اور انگلیاں سیدھی قبلہ رخ کر کے ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھ لے پھر ناک پھر پیشانی زمین پر جما دے اس طرح کہ کہنیاں پسلیوں سے اور پیٹ رانوں سے الگ رہے کہنیاں زمین سے بھی اونچی رہیں اور نظر ناک کی اطراف پر ہو پھر سجدہ کی تسبیح پڑھے۔

سجدہ کی تسبیح

سُبُحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

کم از کم تین مرتبہ

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے اور بائیں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر لٹا لے اور اس کے اوپر بیٹھ جائے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں کوشش کر کے قبلہ رخ رکھے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں کے قریب رانوں پر رکھ لے اس طرح اطمینان سے بیٹھ کر جلسہ کرے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا دوسرے سجدہ میں چلا جائے اور بدستور سابق تسبیحات پڑھے اور پھر اللہ اکبر کہتا ہوا دوسری رکعت کیلئے اس طرح اٹھے کہ ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے زور پر سیدھا کھڑا ہو جائے اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے اور پہلی رکعت کی طرح ہی دوسری رکعت پوری کرے پھر پیشانی کو دوسرے سجدے سے اٹھا کر ویسے بیٹھ جائے جیسے دونوں سجدوں کے درمیان بائیں پاؤں کو لٹا کر جلسہ کیلئے بیٹھا تھا اور نظر کو گود میں رکھے اور ہاتھوں کو رانوں پہ رکھ لے۔ اب قعدہ شروع ہے اس میں تشہد پڑھے۔

تشہد

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اشارۂ توحید

''لَا اِلٰهَ'' پر انگشتِ شہادت اٹھا کر توحید کا اشارہ کرے اور ''اِلَّا اللّٰهُ'' پر اسے رکھ دے یا درمیانی انگلی کو انگوٹھے سے ملا کر حلقہ بنا لے، اگر دو ہی رکعت پڑھنا ہوں تو تشہد کے بعد درود شریف پڑھے۔

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھے

دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

یا یہ دعا پڑھے

دوسری دعا

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ☆ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ☆

پھر دائیں طرف سلام کہے

تسلیم

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ

پھر بائیں طرف منہ پھیر کر سلام کہے اور دونوں سلاموں میں نظر دائیں بائیں کندھوں پہ رہے اور جانبین کے نمازیوں اور فرشتوں کو سلام کہنے کا دھیان کرے سلام پھیرتے ہی اپنے آپ کو نماز سے فارغ سمجھے، ہاں اگر تین یا چار رکعات پڑھنی ہوں تو تشہد کے بعد تیسری رکعت کیلئے بدستور اٹھ کھڑا ہو اور حسب سابق بسم اللہ سے قرأت شروع کرے، اگر نماز فرض ہے تو فاتحہ کے بعد کچھ نہ پڑھے اور رکوع میں چلا جائے اور اگر سنت یا نفل ہیں تو کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے، اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت پوری کرے قعدہ میں بیٹھے اور تشہد درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

نماز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تصویر

(۹۵۸) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّکْبِیْرِ وَالْقِرَائَۃِ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَکَانَ اِذَا رَکَعَ لَمْ یُشْخِصْ رَاْسَہٗ وَلَمْ یُصَوِّبْہُ وَلٰکِنْ بَیْنَ ذَالِکَ وَکَانَ اِذَا رَفَعَ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر اور الحمد للہ کی قرأت کے ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو نہ تو سر کو اونچا کرتے اور نہ ہی نیچا کرتے تھے بلکہ ان کے درمیان رکھتے تھے، اور جب آپ رکوع سے سر کو اٹھاتے تو سجدہ نہیں کرتے

لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ☆
پھر دائیں طرف سلام کہے

تسلیم

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

پھر بائیں طرف منہ پھیر کر سلام کہے اور دونوں سلاموں میں نظر دائیں بائیں کندھوں پہ رہے اور جانبین کے نمازیوں او
لام کہنے کا دھیان کرے سلام پھیرتے ہی اپنے آپ کو نماز سے فارغ سمجھے، ہاں اگر تین یا چار رکعات پڑھنی ہوں تو تش
رکعت کیلئے بدستور اٹھ کھڑا ہو اور حسبِ سابق بسم اللہ سے قرأت شروع کرے، اگر نماز فرض ہے تو فاتحہ کے بعد کچ
میں چلا جائے اور اگر سنت یا نفل ہیں تو کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے، اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت پوری کر
تشہد درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

نماز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تصویر

عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
هُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ	نماز کو تکبیر اور الحمد للہ کی قرأت کے ساتھ شروع فرما
رَاءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ	تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو نہ تو سر کو اونچا کر
عَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ	اور نہ ہی نیچا کرتے تھے بلکہ ان کے درمیان رکھتے
كِنْ بَيْنَ ذَالِكَ وَكَانَ اِذَا رَفَعَ	اور جب آپ رکوع سے سر کو اٹھاتے تو سجدہ نہیں کر

دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

یا یہ دعا پڑھے

دوسری دعا

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ☆ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ☆

پھر دائیں طرف سلام کہے

تسلیم

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

پھر بائیں طرف منہ پھیر کر سلام کہے اور دونوں سلاموں میں نظر دائیں بائیں کندھوں پہ رہے اور جانبین کے نمازیوں اور فرشتوں کو سلام کہنے کا دھیان کرے سلام پھیرتے ہی اپنے آپ کو نماز سے فارغ سمجھے، ہاں اگر تین یا چار رکعات پڑھنی ہوں تو تشہد کے بعد تیسری رکعت کیلئے بدستور اٹھ کھڑا ہو اور حسب سابق بسم اللہ سے قرأت شروع کرے، اگر نماز فرض ہے تو فاتحہ کے بعد کچھ نہ پڑھے اور رکوع میں چلا جائے اور اگر سنت یا نفل ہیں تو کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے، اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت پوری کرے قعدہ میں بیٹھے اور تشہد درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

نماز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تصویر

(٩٥٨) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذَالِكَ وَكَانَ اِذَا رَفَعَ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر اور الحمد للہ کی قرأت کے ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو نہ تو سر کو اونچا کرتے اور نہ ہی نیچا کرتے تھے بلکہ ان کے درمیان رکھتے تھے، اور جب آپ رکوع سے سر کو اٹھاتے تو سجدہ نہیں کرتے

رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِیَ قَائِمًا وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِیَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِیْ كُلِّ رَكْعَتَیْنِ اَلتَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَ يَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰى اَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ

(رواہ مسلمؒ)[ل]

تھے جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے، اور جب آپ سجدہ سے سرا ٹھاتے تو دوسرے سجدہ میں نہیں جاتے تھے جب تک اطمینان سے بیٹھ نہ جاتے اور ہر دو رکعت میں التحیات پڑھا کرتے تھے اور (جلسہ وقعدہ میں) بائیں پاؤں کو بچھا لیتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے، آپ ﷺ شیطانی بیٹھک سے منع کیا کرتے تھے اوراس سے بھی منع فرمایا کرتے تھے کہ آدمی درندوں کی طرح ہاتھوں کو بچھالیوے اور آپ نماز کو سلام کے ساتھ ختم فرمایا کرتے تھے۔

مردوعورت کی نماز میں فرق

دینِ اسلام میں مردوعورت کے احکام میں کئی فرق ہیں مثلاً

(۱) مرد کیلئے فرائض کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب اور عورت کیلئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

(۲) مرد کو شلوار وغیرہ سے ٹخنے ڈھانپنا مکروہ اور عورت کیلئے ٹخنے چھپانا ضروری ہے۔

(۳) نماز باجماعت میں مرد کیلئے اگلی صفیں افضل مگر عورت کیلئے اس کے برعکس بالکل پچھلی صفیں افضل۔

(۴) مرد کیلئے ستر عورت ناف سے گھٹنے تک مگر عورت کیلئے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے سوا سارا جسم ستر ہے۔

(الف) عورت کے احکام میں ستر اور پردہ کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے اس لئے جمعہ وجہاد جیسی عبادات اس پر فرض نہیں۔

(ب) احادیث میں اگر اختلاف ہو تو تطبیق قیاس سے بھی جائز ہے مگر ضعیف حدیث یا اقوالِ صحابہؓ قیاس سے بہتر ہیں۔

نمبر۱: حضرت وائل بن حجرؓ مسلم شریف ص ۱۷۳ ج ۱، حضرت مالک بن حویرث مسلم شریف ص ۱۷۳ ج ۱، حضرت انسؓ دار قطنی (زیلعی ص ۶۶ ج ۱) میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کانوں تک ہاتھوں کو اٹھاتے تھے حضرت ابن عمرؓ بخاری شریف ص ۱۰۴ ج ۱، حضرت ابو حمید الساعدیؓ ابوداؤد شریف ص ۱۰۷ ج ۱، پر فرماتے ہیں کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ ان روایات میں بظاہر تعارض ہے۔ غیر مقلدین نے بخاری شریف کی روایات کو لے لیا اور باقی احادیث کو چھوڑ دیا جس سے آنحضرت ﷺ کی کئی احادیثِ مبارکہ وہ بھی

[ل] مسلم شریف ص ۱۹۴

آخری زمانہ کی متروک العمل قرار پائیں مگر احناف امام بخاریؒ کی بجائے آنحضرت ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے خود تطبیق بیان فرمادی۔

(۹۵۹) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّیْتَ فَاجْعَلْ یَدَیْکَ حِذَآءَ اُذُنَیْکَ وَ الْمَرْأَۃُ تَجْعَلُ یَدَیْھَا حِذَآءَ ثَدْیَیْھَا (رواہ الطبرانی)[1]

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن حجر! جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر کرلیا کر اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے سینے کے برابر کرلیا کرے۔

حضرت ام درداءؓ تکبیر تحریمہ میں ہاتھ یوں اٹھاتیں،

(۹۶۰) تَرْفَعُ کَفَّیْھَا حِذَآءَ مَنْکِبَیْھَا حِیْنَ تَفْتَتِحُ الصَّلٰوۃَ (رواہ ابن ابی شیبۃ)

کہ وہ اپنی ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں جب نماز شروع کرتیں۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں،

(۹۶۱) اِنَّ لِلْمَرْأَۃِ ھَیْئَۃً لَیْسَتْ لِلرَّجُلِ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[2]

کہ عورت کی ایسی ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔

اس سے تمام احادیث بھی معمول بہا ہوگئیں اور قیاس کی بجائے حدیث شریف پر عمل ہوا۔ غیر مقلدین کے پاس اس مسئلہ میں صرف قیاس ہے کہ عورت کو مرد پر قیاس کرتے ہیں کوئی صریح حدیث ہرگز نہیں ہے۔ نیز اس سے شرعی کلیہ کہ عورت کیلئے فرضِ ستر کی اہمیت بھی زیادہ ہے وہ بھی معمول بھا رہا، غیر مقلدین نے کلیہ شرعیہ سے بھی منہ موڑا احادیثِ رسول اللہ ﷺ سے بھی تطبیق نہ لی اور اپنے قیاس کو مقدم کر کے کئی احادیث کو متروک العمل کر دیا۔

(۲) اسی طرح آنحضرت ﷺ کی نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں بظاہر احادیث مختلف ہیں، حضرت وائلؓ کی نہایت صحیح السند حدیث میں تحت السرۃ کا لفظ ابن ابی شیبہ میں موجود ہے بحوالہ اعلاء السنن ص ۱۴۱ ج ۲ ہاں ابن خزیمہ کی ایک ضعیف حدیث میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ غیر مقلدین کا ایک ہی اصول ہے احناف کی ضد کرنا، چونکہ احناف زیرِ ناف ہاتھ باندھتے ہیں اس لئے انہوں نے زیرِ ناف والی حدیث کو ترک کر دیا اور سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کو اپنی رائے سے سنت قرار دیا حالانکہ اس کو نہ آنحضرت ﷺ نے سنت قرار دیا ہے نہ کسی صحابیؓ نے، اس کے برعکس احناف نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ راشد کے ارشاد:

(۹۶۲) ''اَلسُّنَّۃُ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ تَحْتَ السُّرَّۃِ'' رواہ ابو داؤد کے مطابق زیرِ ناف ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیا ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث اگرچہ ضعیف تھی مگر اس کلیہ شرعیہ کہ عورت کیلئے ستر کا فریضہ نسبتاً اہم ہے سے مل کر اس کا ضعف

[1] کنز العمال ص ۲۱۷/۷

[2] مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۲۳۹/۱

ختم ہوگیا، ادھر دوسرا کلیہ کہ سنت تکمیل فرض کیلئے ہوتی ہے، چونکہ سینے پر ہاتھ باندھنے میں عورت کے فرض ستر کی تکمیل ہے اس لئے ان احادیث پر عورت نے عمل کیا اور مذاہب اربعہ کے علاوہ فرقۂ شاذہ غیر مقلدین میں بھی عورت کیلئے سینے پر ہاتھ باندھنے ہی پر اجماع ہے اس طرح تمام احادیثِ مبارکہ پر عمل ہوگیا۔

(۳) سجدہ کے بارے میں غیر مقلدین عورت کے سجدہ کو مرد کے سجدہ پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ خاص کوئی ایسی تصریح موجود نہیں ہے کہ عورت کا سجدہ مثل مرد کے سجدہ کے ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس طرح مرد کھل کر سجدہ کرتا ہے یہ عورت کے ستر کے بالکل منافی ہے لہٰذا اس کیلئے سجدے کی ایسی صورت ہونی چاہئے جو اس کے ستر کی اہمیت سے میل کھاتی ہو چنانچہ احناف نے ان احادیث کو معمول بنایا۔

(۹۶۳) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى امْرَاَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا اللَّحْمَ اِلَى الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ فِىْ ذَالِكَ لَيْسَتْ كَالرَّجُلِ

(رواه ابوداؤد فی مراسیله والمرسل عندنا حجة ورواه البیهقی ولم یجرح علیه)[1]

جناب یزید بن ابو حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کیا کرو تو اپنے جسم کو زمین کے ساتھ چپکا لیا کرو اس لئے کہ عورت اس مسئلہ میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

(۹۶۴) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا (رواه البیهقی و ابن ابی شیبة)[2]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو سرین پر بیٹھ کر کرے اور اپنی رانوں کو ساتھ ملالے۔

(۹۶۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا (رواه البیهقی)[3]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملالے۔

(۹۶۶) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَلْزِقْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَلَا تَرْفَعْ عَجِيْزَتَهَا وَلَا تُجَافِىْ كَمَا يُجَافِى الرَّجُلُ

(رواه ابن ابی شیبة)

حضرت ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملالے اور اپنی سرینوں کو بلند نہ کرے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد رکھتا ہے۔

(۹۶۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْاَةُ فِى الصَّلٰوةِ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلٰى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوع حدیث ہے کہ عورت جب نماز میں بیٹھے تو اپنی ران کو دوسری

[1] بیہقی ص ۲/۲۲۳
[2] بیہقی ص ۲/۲۲۲
[3] بیہقی ص ۲/۲۲۲

فَخِذِهَا الْاُخْرٰی فَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا عَلٰی فَخِذِهَا كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ (رواہ ابن عدیؒ والبیہقی کذا فی کنز العمال)[1]

ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی ران سے چپکا لے جس صورت میں کہ زیادہ مستور ہو سکے۔

ان احادیثِ مبارکہ میں صراحت ہے کہ عورت کا سجدہ مثل مرد کے نہیں اور سجدہ میں عورت کیلئے سترِ فرض اسی صورت میں ادا ہوتا ہے کہ وہ اکٹھی ہو کر سجدہ کرے حنفیہ کے طریقہ میں فرض اور سنت دونوں محفوظ ہیں لیکن غیر مقلدین نے ان احادیث کا بھی انکار کیا اور فرض ستر کو بھی برباد کیا یہ ایسی ہی جہالت ہے جیسے ایک مرد کے پاس ایک چادر ہو وہ اسے اپنا فرضِ ستر ڈھانپنے کی بجائے سر پر باندھ لے اور وہ حدیث سناتا رہے کہ آنحضرت ﷺ سر مبارک پر پگڑی باندھا کرتے تھے مگر فرضِ ستر کو برباد کرلے کون بیوقوف کہے گا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی احادیث پر عمل ہے ہر شخص یہ سمجھے گا کہ یہ دین کا مذاق اڑا رہا ہے۔

(۴) آنحضرت ﷺ نماز میں کس طرح بیٹھتے تھے؟ اس کی دو صورتیں احادیث مبارکہ میں آئی ہیں،

(۱) نصب یعنی دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا،

(۲) تورک دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر کولہے پر بیٹھنا۔

ان دونوں طریقوں میں سے کونسا فعل سنت ہے؟ حضرت ابن عمرؓ وضاحت فرماتے ہیں۔

(۹۶۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰی وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰی (رواہ البخاری والنسائی)[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نماز کی سنت یہ ہے تو دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو دوہرا کرلے۔

تو معلوم ہوا کہ نصب اصل سنت ہے اور تورک خلافِ سنت ہے جو کسی عذر پر محمول ہو سکتا ہے۔ ہم دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں اصل سنت نصب کو کہتے ہیں اور تورک کو عذر پر محمول کرتے ہیں بلا عذر اس کو خلافِ سنت جانتے ہیں جیسے احادیث ہیں کہ بیٹھ کر پیشاب کرنا اصل سنت ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت اصلیہ نہیں عذر پر محمول ہے۔ ہاں عورت کیلئے تورک ہی اصل سنت ہے جیسے سجدہ کی بحث میں حدیثِ ابن عمرؓ میں گزرا۔

(۹۶۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ مَرْفُوْعًا اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْاَةُ فِی الصَّلٰوةِ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلٰی فَخِذِهَا الْاُخْرٰی الحدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ عورت جب نماز کیلئے بیٹھے تو اپنی ران کو دوسری ران پر رکھ بیٹھے۔

[1] بیہقی ص۲۲۳/۲ ، کنز العمال ص۱۷/۴

[2] بخاری شریف ص۱۱٤ ، نسائی شریف ص۱۳۳/۱

اس صورت میں فرض ستر کی بھی تکمیل ہے اور اس کے سجدہ کی ہیئت کذائی سے بھی مطابقت ہے کیونکہ جب وہ اکٹھی ہو کر سجدہ کرے گی تو سجدہ سے اٹھ کر بھی اسی حالت میں بیٹھے گی یعنی پاؤں ایک طرف نکلے ہوئے اور کولہے پر بیٹھی ہوئی، اس لئے سجدہ والی تمام احادیث دلیل ہیں کہ عورت تورک کرے کیونکہ اس سے اس کے فرض ستر کی تکمیل ہوتی ہے اور تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔

اس تمام بحث سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مرد و عورت کی نماز بالکل ایک جیسی نہیں بلکہ ہاتھ اٹھانے ہاتھ باندھنے سجدہ کرنے اور جلسہ وقعدہ میں بیٹھنے کے لحاظ سے مرد و عورت میں بہت فرق ہے جب کہ مرد و عورت کا ستر بھی باہم مختلف ہے اسکے باوجود بھی یہ کہے جانا کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں صرف ضد بازی اور ڈھٹائی تو ہے حدیث رسول مقبول ﷺ کی تعمیل نہیں۔

از افادات حضرت الاستاذ **مولانا محمد امین صفدر** رحمۃ اللہ علیہ

مرد و عورت کی نماز میں فرق پر مولانا عبدالجبار غزنوی غیر مقلد کا فتویٰ

استفتاء: عورتوں کی نماز میں انضمام کرنا چاہئے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: ابوداؤد اپنے مراسیل اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں زید بن ابی حبیبؒ سے مرسلا روایت کیا ہے۔

(۹۷۰) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى امْرَاَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَى الْاَرْضِ وَاَنَّ الْمَرْاَةَ لَيْسَتْ فِىْ ذَالِكَ كَالرَّجُلِ

یعنی رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم جب سجدہ کرو تو اپنے جسم کو زمین کے ساتھ چپکا لیا کرو، کیونکہ عورت اس فعل میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

(۹۷۱) وَاَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِىْ مَرْفُوْعًا اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا

اور بیہقی نے مرفوعا روایت کیا ہے کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو زمین کے ساتھ ملا لیا کرے اس میں اس کیلئے زیادہ پردہ ہے۔

ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں،

وَلِهٰذَا شُرِعَ فِىْ حَقِّ الْاِنَاثِ مِنَ السَّتْرِ وَالْخَفَرِ مَا لَا يُشْرَعُ مِثْلُهٗ لِلذُّكُوْرِ فِى اللِّبَاسِ

یعنی عورتوں کیلئے ستر عورت اور تحفظ عصمت کے پیش نظر بعض وہ چیزیں مشروع کی گئی ہیں جو مرد کیلئے جائز نہیں

وَاِرْخَاءُ الذَّيْلِ شِبْرًا اَوْ اَكْثَرَ وَجَمْعُ نَفْسِهَا فِى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ دُوْنَ التَّجَافِىْ (زاد المعاد)

مثلاً اس کا امتیازی فرق ہے دامن کو کم از کم بالشت یا زیادہ پچھلی طرف لٹکا دینا اور تجافی کے خلاف سجدہ اور رکوع کی حالت میں سمٹ کر جھکنا۔

یہ کام عورتوں کیساتھ خاص ہیں۔ شرح وقایہ اور ہدایہ اور دیگر کتب حنفیہ میں لکھا ہے ''وَالْمَرْاَةُ تَخْفِضُ فِى السُّجُوْدِ وَتُلْحِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا'' اور عورت سجدہ میں سکڑ کر جائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملالے۔

ابن ابی زید مالکیؒ اپنے رسالہ میں جو امام مالکؒ کے مذہب کا معتبر متن ہے اسمیں لکھتے ہیں۔ ''وَالْمَرْاَةُ فِى هَيْئَةِ الصَّلٰوةِ مِثْلُهٗ غَيْرَ اَنَّهَا تَنْضَمُّ وَلَا تُفَرِّجُ فَخِذَيْهَا وَلَا عَضُدَيْهَا وَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً مُتَرَدِّيَةً فِىْ جِلْسَتِهَا وَ سُجُوْدِهَا وَكُلِّ اَمْرِهَا'' اور عورت نماز کی شکل میں مرد کی طرح ہی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ عورت سمٹ کر رہے اور اپنے بازو اور رانوں کو کشادہ نہ کرے بلکہ اپنے بیٹھنے اور سجدہ کرنے اور نماز کے سب کاموں میں ملی ہوئی اور زمین پر بچھی ہوئی اور گری ہوئی رہے۔

اور منہاج میں جو فقہ شافعیہ کا معتبر متن ہے امام نوویؒ لکھتے ہیں ''وَتَضُمُّ الْمَرْاَةُ وَالْخُنْثٰى'' یعنی عورت اور مخنث نماز میں سمٹ کر رہیں۔

شہاب الفین احمد مکی منہاج مذکورہ عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''فَيَضُمُّ كُلٌّ مِّنْهُمَا بَعْضَهٗ اِلٰى بَعْضٍ وَلَوْ فِىْ خَلْوَةٍ فِيْمَا يَظْهَرُ مِمَّا فِىْ تَفْرِيْقِهَا مِنَ التَّشَبُّهِ مِنَ الرِّجَالِ'' پس عورت اور مخنث ہر ایک نماز میں اپنے بعض جسم کو بعض سے ملائے اگرچہ خلوت میں ہو، ظاہر یہی ہے اس لئے کہ بعض جسم کو علیحدہ کرنے میں مردوں سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔

شرح اقناع جو حنابلہ کی معتبر کتاب ہے، اس میں لکھا ہے۔ ''اَلْمَرْاَةُ كَالرَّجُلِ فِىْ ذَالِكَ اِلَّا اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِى الرُّكُوْعِ وَ السُّجُوْدِ وَجَمِيْعِ اَحْوَالِ الصَّلٰوةِ وَتَجْلِسُ مُرَبَّعَةً اَوْ تَسْدِلُ رِجْلَيْهَا عَنْ يَّمِيْنِهَا وَهُوَ اَفْضَلُ لِاَنَّهَا غَالِبُ فِعْلِ عَائِشَةَ'' عورت نماز میں مرد کی طرح ہے مگر رکوع اور سجدوں میں اور نماز کے تمام احوال میں اپنے جسم کو اکٹھا کرکے رکھے گی اور بیٹھتے وقت چوکڑی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں طرف نکال لے اور ان کے اوپر بیٹھے اور یہ پچھلی صورت بہتر ہے اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اکثر طریقہ یہی تھا۔

غرضیکہ عورتوں کو انضمام وانخفاض (سکڑنا اور پست ہونا) نماز میں احادیث اور تعاملِ جمہور امت مذاہب اربعہ وغیرھم سے ثابت ہے منکر اس کا کتب حدیث اور تعاملِ اہل علم سے بے خبر ہے۔ واللہ اعلم

اس سے معلوم ہوا کہ اکابر غیر مقلدین کے نزدیک بھی عورت اور مرد کی نماز میں بعض جگہ فرق بالکل واضح اور اس کا انکار محض جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائیں۔

باب الجماعة

یعنی نماز با جماعت کا بیان

جماعت اور اس کی فضیلت

(۹۷۲) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَھَا جَمَاعَۃٌ (رواہ ابن ماجۃ)[۱]

حضرت ابو موسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو یا دو سے زیادہ شخص جماعت ہیں۔

(۹۷۳) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّشٰی اِلٰی صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ فِی الْجَمَاعَۃِ فَھِیَ کَحَجَّۃٍ وَ مَنْ مَّشٰی اِلٰی صَلٰوۃِ تَطَوُّعٍ فَھِیَ کَعُمْرَۃٍ تَامَّۃٍ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جو شخص فرض نماز کی جماعت کیلئے چلا وہ حج کی طرح ہے، اور جو شخص نفل نماز کیلئے چلا وہ مکمل عمرہ کی طرح ہے۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّشٰی اِلٰی صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ وَھُوَ مُتَطَھِّرٌ فَاَجْرُہٗ کَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ مَنْ مَّشٰی اِلٰی تَسْبِیْحِ الضُّحٰی فَاَجْرُہٗ کَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلٰوۃٌ عَلٰی اِثْرِ صَلٰوۃٍ لَا لَغْوَ بَیْنَھُمَا کِتَابٌ فِیْ الْعِلِّیِّیْنَ (رواہ الطبرانی)[۲]

اور آپ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فرض نماز کیلئے نکلا اور وہ باوضو ہے اس کا اجر محرم حاجی کی طرح ہے اور جو نمازِ چاشت کیلئے نکلا وہ عمرہ کرنیوالے کی طرح ہے اور نماز کے بعد نماز جس کے درمیان لغو کلام نہ ہو وہ تو علیین میں رکھی ہوئی کتاب ہے۔

(۹۷۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً (رواہ البخاری)[۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا کی نماز پر ستائیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔

[۱] مشکوۃ شریف ص ۹۷
[۲] معجم طبرانی ص ۱۷۶/۸
[۳] صحیح بخاری ص ۱۵۶/۱

(۹۷۵) عَنْ مَالِكِ بْنِ حُوَيْرِثٍؓ قَالَ اَتَى رَجُلَانِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَاَذِّنَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا (رواہ البخاری)[1]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو شخص آئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے آپ نے ان سے فرمایا جب تم سفر کیلئے نکلو تو اذان پڑھا کرو اور جماعت کرایا کرو اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرے۔

(۹۷۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً (رواہ الشیخان)[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز منفرد کی نماز پر ستائیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔

(۹۷۷) وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍؓ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ؟ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَيْتُمُوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيْلَتُهٗ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ وَاِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا زَادَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ (رواہ ابو داؤد)[3]

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہؐ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو دریافت فرمایا فلاں شخص آیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں، پھر دریافت فرمایا کہ فلاں شخص آیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ دو نمازیں (فجر وعشاء) منافقوں پر بہت بھاری ہیں، اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ انمیں کتنی فضیلت ہے تو تم انمیں ضرور حاضر ہوا کرو اگرچہ تمہیں گھسٹ گھسٹ کر آنا پڑے اور بیشک صفِ اوّل فرشتوں کی صف جیسی ہے اور اگر تم جان لو کہ اسکی کیا فضیلت ہے تو اس پر جھپٹ پڑو اور بیشک ایک آدمی کی نماز دوسرے آدمی کیساتھ بہتر اور پاکیزہ ہے اسکی اکیلی نماز سے اور آدمی کی دو آدمیوں کیساتھ نماز بہتر اور پاکیزہ ہے اسکی ایک آدمی کیساتھ والی نماز سے اور جتنے زیادہ ہوں خدا تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

[1] صحیح بخاری ص ۱/۱۵۳
[2] مشکوۃ شریف ص ۹۵
[3] ابو داؤد شریف ص ۸۳

یعنی نماز باجماعت کی کوشش کرنی چاہیے اگرچہ ایک مقتدی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو لیکن جتنی بڑی جماعت ہو خدا تعالیٰ کو اتنی ہی زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

(۹۷۸) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاۗءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَّتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمَدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا حَسَنَةً وَّيَرْفَعُ بِهَا دَرَجَةً وَّيَحُطُّ عَنْهَا بِهَا سَيِّئَةً وَّلَقَدْ رَاَيْنَا مَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ

(رواہ مسلم)[۱]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جسے پسند ہو کہ کل بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے بحیثیتِ مسلمان ملے تو اسے چاہیے کہ ان نمازوں کی ادائیگی کی پابندی ایسی جگہ کرے جہاں ان کیلئے اذان پڑھی جاتی ہو اسلئے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کیلئے کچھ سنن ہدیٰ تجویز کی ہیں اور بیشک وہ (نماز باجماعت) بھی سنن ہدیٰ میں سے ہے اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو جیسے یہ متخلف یا پھسڈی اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص بھی اچھی طرح طہارت کرے پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد کیطرف جائے تو جتنے قدم بھی چلے گا اسکے ہر ہر قدم کے بدلے اللہ تبارک وتعالیٰ ایک نیکی لکھ دینگے اور ایک درجہ بلند کرینگے اور ایک گناہ معاف کرینگے اور ہم نے اپنے آپکو دیکھا کہ اس جماعت سے کھلم کھلا منافق کے سوا کوئی بھی پیچھے نہیں رہتا تھا اور (معذور) آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے گھسٹتا ہوا لاکر صف میں کھڑا کردیا جاتا تھا۔

تکبیر اولیٰ میں شرکت کی فضیلت

(۹۷۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِىْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے چالیس دن اس طرح نماز

[۱] مشکوۃ شریف ص ۹۷

جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَائَتَانِ بَرَائَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَائَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ (رواہ الترمذی)[1]

باجماعت ادا کی کہ تکبیر اولیٰ میں شامل ہوتا رہا تو اس کیلئے دو برائتیں لکھی جاتی ہیں ایک برأت آگ سے اور ایک نفاق سے۔

ترکِ جماعت پر وعید

(۹۸۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ؟ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی (رواہ ابوداؤد)[2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مؤذن کی اذان سنی اور جماعت میں شرکت سے کوئی عذر بھی مانع نہیں تھا، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! عذر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خوف یا مرض، اسنے جو نماز بے جماعت ادا کی وہ قبول نہیں ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ غیر معذور کی بے جماعت نماز ناقابلِ قبول ہے۔

(۹۸۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرُ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ اٰمُرُ رَجُلًا فَيَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفُ اِلٰى رِجَالٍ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَايَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عِرْقًا سَمِيْنًا اَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ يَشْهَدُ الْعِشَآءَ (رواہ الشیخان)[3]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کرلیا ہے لکڑیاں جمع کرنیکا حکم دوں اور وہ جمع کرلی جائیں پھر نماز کا حکم دوں اور اس کیلئے اذان پڑھی جائے پھر کسی شخص کو حکم دوں جو لوگوں کو جماعت کرائے پھر ان لوگوں کیطرف جاؤں ایک اور روایت میں ہے جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے انکے گھروں کو آگ لگا دوں اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے انمیں سے اگر کوئی جان لے کہ وہ موٹی سی ہڈی ہی پالے گا یا اسے بکری کے اچھے سے کھرے مل جائیں گے تو وہ ضرور عشاء میں حاضر ہوجائے۔

[1] ترمذی شریف ص ۳۳
[2] ابوداؤد شریف ص ۸۱ [3] مشکوٰۃ شریف ص ۹۵

(۹۸۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا مَافِی الْبُیُوْتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الذُّرِّیَّةِ اَقَمْتُ صَلٰوةَ الْعِشَآءِ وَاَمَرْتُ فِتْیَانِیْ یُحْرِقُوْنَ مَافِی الْبُیُوْتِ بِالنَّارِ (رواہ احمد)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی نماز پڑھاتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ گھروں میں جو کچھ بھی ہے سب کو آگ لگا دیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جماعت چھوڑ دینا اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ اس پاداش میں تارکِ جماعت کے گھر بار کو جلا دینا چاہتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ مؤمنین پر رؤف و رحیم ہیں، اس کے باوجود وہ اس گناہگاری کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں کہ اچھا بھلا آدمی مسجد میں حاضری نہ دے اور جماعت کو چھوڑ دے، اگر آپ نے اپنے اس ارادہ پر عمل نہیں فرمایا تو صرف اس وجہ سے کہ گھروں میں پردہ نشین عورتیں اور معصوم بچے بھی ہوتے ہیں جن پر جماعت کی حاضری لازم نہیں ان بے گناہوں اور معصوموں کے خیال سے آپ ﷺ نے اپنے ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنایا ورنہ بے نمازوں اور تارکِ جماعت لوگوں کے گھر جل چکے ہوتے، اب ان لوگوں کو جو گھر میں یا دکان میں نماز پڑھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں اپنے گناہ کی سنگینی کا اندازہ ہو جانا چاہئے کہ رسول اکرم ﷺ کی نگاہ میں انکی کیا قدر و قیمت ہے معاذ اللہ جن کے گھروں کو رحمتِ عالم ﷺ ہی آگ لگانے پر آمادہ ہوں وہ آتشِ جہنم سے کیسے بچ سکتے ہیں، آگے ایسے منافقین کی بے حمیتی اور نماز کے متعلق ان کی بے اعتنائی کا ذکر ہے کہ انہوں نے نماز با جماعت کو اتنی بھی وقعت نہیں دی جتنی کوئی شخص موٹی سی گوشت کی ہڈی کو دیتا ہے یا بکری کے کھروں کی جو قدر و قیمت کسی شخص کی نظر میں ہو سکتی ہے اگر ان کی نگاہ میں جماعت کی اتنی بھی قدر ہوتی تو یہ جماعت سے کبھی غیر حاضر نہ ہوتے۔

(۹۸۳) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ وَّلَا بَدْوٍ وَّلَا تُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ فَعَلَیْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا یَاْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَةَ (رواہ احمدؒ و ابوداؤدؒ)[2]

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی تین آدمی جو کسی بستی یا بیابان میں رہتے ہوں مگر وہ نماز با جماعت نہیں پڑھتے تو لازمی طور پر شیطان ان پر قابو پا جاتا ہے پس تو جماعت کو لازم پکڑ لے اس لئے کہ بھیڑیا پیچھے رہی ہوئی اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے۔

تو گویا جماعت کے تارک اکیلے نماز پڑھنے والے کی مثال اس بھیڑ کی مثل ہے جو ریوڑ سے پیچھے رہ گئی ہو جسے بھیڑیا بہت

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۹۷
[2] مشکوٰۃ شریف ص ۹۶

آسانی سے پکڑلیتا ہے۔حفیظ جالندھری نے اس مضمون کو خوب ادا کیا ہے۔ ؎

نہیں رہتی جو بھیڑیں گلہ بانوں کی پناہوں میں
سحر کو ہڈیاں انکی ملا کرتی ہیں راہوں میں

(۹۸۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَ السِّبَاعِ وَاَنَا ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَهَلْ تَجِدُ لِىْ مِنْ رُخْصَةٍ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحَيَّ هَلَا وَلَمْ يُرَخِّصْ (رواہ ابوداؤد)[1]

حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نے خدمتِ نبوی ﷺ میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مدینہ میں کیڑے مکوڑے اور درندے بہت ہیں جبکہ میں ایک اندھا آدمی ہوں تو کیا میرے لئے (جماعت سے غیر حاضری کی) گنجائش ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا کہ تو حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح سنتا ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا کہ پھر تو ضرور بضرور اور جلدی آ اور کوئی رخصت نہ دی۔

جماعت کی حکمت اور اہمیت

غور فرمائیے ایک نابینا صحابیؓ ہے سانپ بچھو کا خطرہ ہے جماعت میں غیر حاضری کی اجازت چاہتا ہے لیکن اس کو اجازت نہیں دی جاتی پھر جو اچھے بھلے لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے وہ اپنی غیر حاضری کا کیا عذر پیش کریں گے جب کہ حقیقی معذور کو اس بارے میں معذور نہیں سمجھا گیا تو غیر معذور کی عذر تراشی کیسے چل سکے گی؟ دراصل نماز کا با جماعت یا انفرادا پڑھنا ہر شخص کا نجی اور ذاتی معاملہ نہیں بلکہ جماعتی معاملہ ہے کیونکہ اس کے اثرات جماعت پر مرتب ہوتے ہیں۔ جماعت سے اسلام کی اجتماعی شان نمایاں ہوتی ہے اور جتنی بڑی جماعت ہوگی اس کے اثرات اتنے ہی زیادہ اور ہمہ گیر ہوں گے۔ منافقین اور کفار پر اسکی ہیبت اور دبدبہ قائم ہوگا لہٰذا جو شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوتا وہ گویا ہیبتِ اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے اور مسلمانوں کی شان وشوکت کو گھٹانے کا سبب بنتا ہے اسی لئے کسی صورت میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی حتی کہ بیماری کی صورت میں اگر گھسٹتا اور لٹکتا کوئی شخص مسجد میں پہنچ سکتا ہے تو اس کو اس کا پابند کیا جائے گا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی مرض الوفات میں اسی کردار کا مظاہرہ فرمایا ہے لہٰذا ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

ترکِ جماعت کا عذر

(۹۸۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے موذن کی اذان سنی اور جماعت

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۹۷

النِّدَاءَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهِ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ؟ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی (رواہ ابوداؤد)[1]

میں شرکت سے کوئی عذر بھی مانع نہیں تھا، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عذر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خوف یا مرض، اسنے جو نماز بے جماعت ادا کی وہ قبول نہیں ہوگی۔

(۹۸۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِیْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّ رِيْحٍ ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّ مَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ (متفق علیہ)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آندھی اور سردی والی ایک رات میں میں نے اذان پڑھی پھر پکار کر کہا اپنے اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھ لو پھر فرمایا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ بارش اور سردی والی رات میں مؤذن کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ اعلان کردے کہ اپنے اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھ لو۔

(۹۸۷) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَ هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ (رواہ مسلم)[3]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کھانا حاضر ہو تو کوئی نماز نہیں اور نہ ہی جب اسے پیشاب پاخانہ کا شدید تقاضا ہو۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خوف، مرض، بارش اور شدید سردی اور سخت بھوک کے وقت جبکہ کھانا سامنے آجائے اور پاخانہ پیشاب کے شدید تقاضے کے وقت جماعت چھوڑ دینا جائز ہے۔

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

(۹۸۸) عَنْ مَرْثَدِ بْنِ اَبِیْ مَرْثَدِنِ الْغَنَوِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ تُقْبَلَ صَلٰوَاتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ

حضرت مرثد غنویؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول کی جائیں تو تمہاری امامت تمہارے علماء کو

[1] ابوداؤد ص۸۱ ، نصب الرایۃ ص۲/۲۳

[2] مشکوۃ شریف ص۹۵ [3] مشکوۃ شریف ص۹۶

عُلَمَائُكُمْ فَاِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ (رواہ الطبرانی فی معجمہ)[۱]

کرانی چاہئے کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب تعالیٰ کے درمیان نمائندے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ کسی قوم کا نمائندہ اگر عالم فاضل ہو تو وہ اپنی قوم کی نمائندگی بہترین طریقہ سے کرسکتا ہے اس لئے نماز میں نمائندگی کیلئے بھی عالم ہی مقدم ہے۔

(۹۸۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَاِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ رَبِّكُمْ (رواہ الدار قطنیؒ و البیہقیؒ)[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے امام اپنے بہترین لوگوں کو بناؤ اس لئے کہ وہ تمہارے اور رب تعالیٰ کے درمیان نمائندے ہیں۔

(۹۹۰) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَاُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَائَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِلْمًا وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ فِيْ سُلْطَانِهٖ وَلَا يَقْعُدُ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (رواہ مسلمؒ وغیرہ)[۳] وَفِيْ رِوَايَةٍ مَكَانَ سِلْمًا سِنًّا

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قوم کی امامت ان میں سے کتاب اللہ کا بڑا قاری کرائے اگر وہ قرأت میں برابر ہوں تو سنتِ رسول کا زیادہ عالم کرائے اور اگر وہ سنت کے علم میں برابر ہوں تو جسنے ہجرت پہلے کی وہ کرائے اور اگر وہ ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو اسلام لانے میں مقدم ہوں وہ کرائے اور ایک دوسری روایت میں سلما کی بجائے سنا کا لفظ ہے یعنی جسکی عمر زیادہ ہو وہ کرائے اور کسی شخص کی خلوت میں یا کسی کے گھر میں اسکی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے اور نہ ہی کسی کے گھر میں اسکی معزز جگہ پر بلا اجازت بیٹھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ امامت کیلئے سب سے زیادہ موزوں کتاب وسنت کا عالم ہے پھر قرآن کا قاری و عالم پھر حدیث وسنت کا عالم پھر پہلے ہجرت کرنے والا پھر پہلے اسلام لانے والا یا بڑی عمر والا، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے ہاں مہمان جا کر اس کے ہاں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جو اسے ناگوار ہوسکتا ہو بلکہ وہاں اس کی تعظیم کرنا اور اس کی مان کر چلنا ادب وشرافت کا تقاضا ہے۔

[۱] نصب الرایۃ ص ۲۶/۲ [۲] بحوالہ سابقہ

[۳] مشکوۃ شریف ص ۱۰۰ ، نصب الرایۃ ص ۲۵/۲

امامت کا زیادہ اہل کون ہے؟

امامت کیلئے اعلم کو مقدم کرنا چاہئے یا اقرأ کو مقدم کرنا چاہئے سلف صالحین دونوں طرف گئے ہیں ائمہ فقہ وحدیث میں جو مذہب حنفیہ کا ہے وہی مذہب سب کا ہے یعنی زیادہ قاری کی بجائے زیادہ عالم کو مقدم کیا جائے یہی مذہب امام شافعیؒ اور امام مالک ابن تیمیہؒ اور امام بخاری کا ہے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ النَّوَوِیُّ قَالَ اَصْحَابُنَا اَلْاَفْقَهُ مُقَدَّمٌ عَلَی الْاَقْرَأِ (فتح الباری)۱

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ عالم شریعت کو قاری پر مقدم کیا جائیگا۔

مالکیوں کا بھی یہی موقف ہے جیسا کہ الکافی ص ۲۱۰ میں اسکی تصریح ہے، ابن تیمیہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

فَاِذَا کَانَ الرَّجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الدِّیَانَةِ فَاَیُّهُمَا کَانَ اَعْلَمَ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَجَبَ تَقْدِیْمُهٗ عَلَی الْاٰخَرِ مُتَعَیِّنًا (فتاوی ابن تیمیة)۲

یعنی اگر دو آدمی دیندار ہوں اور ان میں سے ایک کتاب وسنت سے زیادہ واقف ہو تو اس کو مقدم کرنا متعین ہے۔

اور امام بخاری بھی اسی کا باب باندھتے ہیں "باب اهل العلم والفضل احق بالامامة" بخاری شریف اہل علم وفضل کے متعلق باب جو کہ امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔

ان سب کا موقف حدیث رسول اللہ ﷺ پر قائم ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

(۹۹۱) فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِتَقْدِیْمِ الْاَفْضَلِ بِعِلْمِ الْکِتَابِ (فتاوی ابن تیمیة)۳

یعنی نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جو کتاب کا زیادہ عالم ہو اس کو امامت میں مقدم کیا جائے۔

اور یہی تشریح مسلم شریف کی اقرأ والی حدیث کی خود ابن تیمیہؒ کر رہے ہیں (فتاوی ابن تیمیة)۳ تو گویا جہاں اقرأ کا لفظ آیا ہے اس سے بھی مراد علم ہی ہے۔ اور بخاری شریف کی ایک حدیث میں اعلم واقرأ کی بجائے "اَکْبَرُکُمْ" کا لفظ بھی آیا ہے یعنی جو عمر میں زیادہ وہ امامت کرائے (بخاری شریف مع فتح الباری)۴ اقرأ والی روایات مسلم شریف کی ہیں اور یہ روایت بخاری شریف کی ہے اور غیر مقلدوں کے نزدیک بھی بخاری مسلم پر راجح ہے لہٰذا حنفیہ کا مسلک کہ اعلم اقرا پر مقدم ہے امام بخاریؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور ابن تیمیہؒ کے بالکل موافق ہے اس پر اگر اعتراض ہے تو حنفیوں کو جہاں دس بیس سناتے ہیں وہاں ان اکابر کو حصہ رسدی کے مطابق دو چار سنا دیں یا حنفیوں سے بھی کف اللسان کریں۔ واللہ الموفق

۱ فتح الباری ص ۱۷۱/۲
۲ فتاوی ابن تیمیة ص ۳۴۱/۲۳
۳ فتاوی ابن تیمیة ص ۳۵۷/۲۳
۴ فتح الباری ص ۱۷۰/۲

داڑھی منڈانے یا کٹوانے والا بھی امامت کا اہل نہیں

کیونکہ داڑھی منڈانا اور مٹھی سے کم کرانا حرام ہے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۹۹۲) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی وَ خَالِفُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَلٰکِنْ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ اَعْفُوا اللِّحْیَةَ وَ اَقُصُّ الشَّارِبَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مونچھوں کو کٹاؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا لیکن مجھے تو میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھوں کو کٹاؤں۔

تو داڑھی کٹوانے والا یا منڈانے والا امام اس حکم صریح کی مخالفت کی وجہ سے فاسق و فاجر ہے، اور فاسق و فاجر کا امام بنانا جائز نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا اعادہ واجب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے جو دس خصالِ فطرت نقل کئے ہیں انمیں ایک یہ بھی ہے "قَصُّ الشَّارِبِ" اور "اِعْفَاءُ اللِّحْیَةِ" یعنی مونچھوں کا کٹانا اور داڑھی کا بڑھانا مقدار قبضہ تک یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے تو گویا داڑھی کٹانے اور منڈانے والے خلافِ فطرت کام کرتے ہیں۔

داڑھی چڑھانے والا بھی اس حکم میں داخل ہے

(۹۹۳) عَنْ رُوَیْفِعِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا رُوَیْفِعُ لَعَلَّ الْحَیَاةَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِیْ فَاَخْبِرِ النَّاسَ اَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْیَتَهٗ اَوْ تَقَلَّدَ وِتْرًا اَوِ اسْتَنْجٰی بِرَجِیْعِ دَآبَّةٍ اَوْ عَظْمٍ فَاِنَّ مُحَمَّدًا مِّنْهُ بَرِیْءٌ (رواہ ابوداؤد)[1]

حضرت رویفع بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے رویفع شاید کہ میرے بعد تیری زندگی لمبی ہو تو لوگوں کو بتلا دینا کہ جس نے اپنی داڑھی کو چڑھایا یا کوڑیوں اور تانت وغیرہ کا قلادہ باندھا یا جانوروں کے گوبر کے ساتھ یا ہڈی کے ساتھ استنجا کیا تو محمد ﷺ اس سے بری ہیں۔

وضاحت: کیونکہ مسلمان کے اس وقت داڑھی منڈانے کا کوئی تصور بھی نہیں تھا البتہ داڑھی چڑھانے کا امکان تھا، اسلئے اسکی مخالفت فرمائی ورنہ منڈانے کی بھی ممانعت فرماتے یہ تو انگریزی حکومت اور ان کے تہذیبی غلبے کی نحوست ہے کہ مسلمان انکے نزدیک معتبر بننے

[1] مشکوۃ ص ۴۳

کیلئے داڑھیاں منڈانے لگے اللہ تعالیٰ معاف کریں۔ جب داڑھی چڑھانے سے بھی حضور اکرم ﷺ مرتکب (ارتکاب کرنیوالے) سے بری ہوجاتے ہیں یعنی تعلق توڑ دیتے ہیں تو جو داڑھی منڈاتے ہیں ان سے حضور اکرم ﷺ کا تعلق کیسے قائم ہوسکتا ہے۔ حاشا وکلا

امام کی دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ فضیلت کا باعث ہے

(۹۹۴) عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَّقُوْمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ (رواہ مسلم)[۱]

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرتے تو ہم آپ کی دائیں جانب کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے تاکہ آپ چہرہ مبارک ہماری طرف کریں۔ یعنی نماز سے رخ پھیر کر۔

ہر نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھ لو

(۹۹۵) عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ وَ صَلُّوْا عَلٰى كُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ وَ جَاهِدُوْا مَعَ كُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ (رواہ الدار قطنی)[۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو اور ہر نیک وبد کی نماز پڑھ لیا کرو اور ہر نیک وبد کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرو۔

(۹۹۶) وَ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ أَمِيْرٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَّإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَّإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ (رواہ ابو داؤد)[۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم پر جہاد واجب ہے ہر نیک و بد امیر کے ساتھ اور نماز واجب ہے تم پر ہر نیک وبد مسلمان کے پیچھے خواہ وہ کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو اور ہر نیک و بد مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر واجب ہے اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔

[۱] مسلم شریف ص ۲۹۱/۱

[۲] دار قطنی ص ۵۷/۲

[۳] ابو داؤد ص ۲۵۳/۱

نابالغ کی امامت صحیح نہیں

(۹۹۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَايَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰی يَحْتَلِمَ وَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ (رواہ عبدالرزاق) ۱

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے اور تمہارے مؤذن تم میں سے بہترین لوگ ہونے چاہئیں۔

(۹۹۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ نَهَانَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُؓ اَنْ يَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ وَنَهَانَا اَنْ يَؤُمَّنَا اِلَّا الْمُحْتَلِمُ (کنز العمال) ۲

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہمیں امیر المؤمنین عمرؓ اس بات سے منع فرمایا کرتے تھے کہ امام قرآن پاک میں دیکھ کر کے پڑھے اور اس سے بھی کہ نابالغ امام جماعت کرائے۔

(۹۹۹) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ لَايَؤُمُّ الْغُلَامُ الَّذِيْ لَاتَجِبُ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ (رواہ الاثرم) ۳

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جس لڑکے پر ابھی حدود واجب نہ ہوں وہ امامت نہ کرائے۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کی امامت صحیح نہیں۔ باقی رہی عمرو بن سلمہؓ وغیرہ کی حدیث جس سے جواز معلوم ہوتا ہے سو اوّل تو وہ ابتدائے اسلام کے واقعات ہیں جب امامت کیلئے حافظوں اور قاریوں کی قلت تھی دوسرے ایک بچے کا عمل اکابر صحابہؓ کے مقابلہ میں مرجوح ہی قرار پائے گا راجح نہیں ہوسکتا نیز امام محمدؒ اور حسن بصریؒ نے اس روایت کو بالکل لاشئ کہا ہے اور اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ لوگوں نے کبار صحابہؓ کے مقابلے میں ایک چھ سالہ بچے کے عمل کو کیسے حجت بنالیا ہے جس کو فرائضِ وضو کا بھی پتہ نہیں۔ کما فی العرفان

عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی

بوجہ اس ارشادِ باری تعالیٰ کے

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (القرآن) ۴

کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

کیونکہ امامت بھی دینی و روحانی حکومت ہے جو مردوں کے بالمقابل عورتوں کو زیب نہیں دیتی، اس معنی میں حضرت ابن مسعودؓ کا اثر بھی موجود ہے۔

۱ زجاجۃ ص ۳۲۰ ۲ کنز العمال ص ۲۶۳/۸

۳ زجاجۃ ص ۳۲۰ ۴ پ ۵ ع ۳

نابالغ کی امامت صحیح نہیں

(۹۹۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَایَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى يَحْتَلِمَ وَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ (رواہ عبدالرزاق)[۱]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے اور تمہارے مؤذن تم میں سے بہترین لوگ ہونے چاہئیں۔

(۹۹۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَانَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُؓ اَنْ يَؤُمَّ النَّاسَ فِى الْمُصْحَفِ وَنَهَانَا اَنْ يَؤُمَّنَا اِلَّا الْمُحْتَلِمُ (کنز العمال)[۲]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہمیں امیر المؤمنین عمرؓ اس بات سے منع فرمایا کرتے تھے کہ امام قرآن پاک میں دیکھ کر کے پڑھے اور اس سے بھی کہ نابالغ امام جماعت کرائے۔

(۹۹۹) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ لَایَؤُمُّ الْغُلَامُ الَّذِىْ لَاتَجِبُ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ (رواہ الاثرم)[۳]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جس لڑکے پر ابھی حدود واجب نہ ہوں وہ امامت نہ کرائے۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کی امامت صحیح نہیں۔ باقی رہی عمرو بن سلمہؓ وغیرہ کی حدیث جس سے جواز معلوم ہوتا ہے سواوّل تو وہ ابتدائے اسلام کے واقعات ہیں جب امامت کیلئے حافظوں اور قاریوں کی قلت تھی دوسرے ایک بچے کا عمل اکابر صحابہؓ کے مقابلہ میں مرجوح ہی قرار پائے گا راجح نہیں ہوسکتا نیز امام محمدؒ اور حسن بصریؒ نے اس روایت کو بالکل لاشئ کہا ہے اور اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ لوگوں نے کبار صحابہؓ کے مقابلے میں ایک چھ سالہ بچے کے عمل کو کیسے حجت بنالیا ہے جس کو فرائضِ وضو کا بھی پتہ نہیں۔ کما فی العرفان

عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی

بوجہ اس ارشادِ باری تعالٰی کے

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (القرآن)[۴]

کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

کیونکہ امامت بھی دینی و روحانی حکومت ہے جو مردوں کے بالمقابل عورتوں کو زیب نہیں دیتی، اس معنی میں حضرت ابن مسعودؓ کا اثر بھی موجود ہے۔

[۱] زجاجۃ ص ۳۲۰
[۲] کنز العمال ص ۲۶۳/۸
[۳] زجاجۃ ص ۳۲۰
[۴] پ ۵ ع ۳

(۱۰۰۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت ہے کہ ان کو وہیں مؤخر رکھو جہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے مؤخر رکھا ہے۔

اور حضرت علیؓ سے بھی اسکا مؤید منقول ہے

(۱۰۰۱) عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ قَالَ لَاتَؤُمُّ الْمَرْاَةُ

رواه السحنون فی المدونه للامام امام مالکؒ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ عورت امامت نہ کرائے۔

عورت عورتوں کی امام بکراہت ہو سکتی ہے

عورت عورتوں کی امامت کرائے یہ جائز تو ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں، اس صورت میں امام عورت صفوں سے آگے نہیں بلکہ بیچ ہی میں کھڑی ہوگی صرف ذرا سا پاؤں آگے نکالے گی تاکہ امتیاز ہو جائے جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔

(۱۰۰۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَؤُمُّ النِّسَآءَ تَقُوْمُ مَعَهُنَّ فِيْ الصَّفِّ

(رواه ابن ابی شیبةؒ)[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ وہ عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں لیکن انکے ساتھ صف میں برابر کھڑی ہوتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس عمل سے عورتوں کی امامت کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی کی ایک دوسری مرفوع روایت سے اس کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔

(۱۰۰۳) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا خَيْرَ فِيْ جَمَاعَةِ النِّسَآءِ اِلَّا فِيْ الْمَسْجِدِ اَوْ فِيْ جَنَازَةِ قَتِيْلٍ

(رواه احمدؒ والطبرانیؒ فی الاوسط)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں مگر جب کہ مسجد میں ہو یا شہید کے جنازے میں۔

ان دونوں احادیثِ مبارکہ میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ابتداءً عورتوں کو جماعت کرایا کرتی تھیں پھر جب حضور اکرم ﷺ سے مذکورہ عدمِ خیریت کا ارشاد سنا تو جماعت کرانا ترک کر دیا نیز نفی خیر سے بھی معلوم ہوا کہ نفلی نماز میں اگر عورتیں اب بھی جماعت کرالیں تو ان کے شوق کی تسکین تو ہو جائیگی مگر جماعت کا ثواب نہیں ملے گا لہٰذا اس شغلِ بے ثواب یا گناہ بے لذت کی کوئی ضرورت نہیں۔

[۱] ابن ابی شیبة ص ۸۹/۲ ، نصب الرایة ص ۳۱/۲

[۲] اعلاء السنن ص ۲۲۲/۴

بدعتی شخص بھی امامت کا اہل نہیں

امامت ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو بدعتی کو اس لئے نہیں دیا جا سکتا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے بدعتی کی تعظیم کرنے والے کو اسلام کا ڈھانے والا قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

(١٠٠٤) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ (رواه البيهقیؒ فی شعب الايمان)[1]

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بدعتی شخص کی تعظیم کی اس نے اسلام ڈھانے میں اس کی مدد کی۔

وَرَوٰى مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَ اَبِیْ يُوْسُفَ اَنَّ الصَّلٰوةَ خَلْفَ اَهْلِ الْاَهْوَآءِ لَايَجُوْزُ (فتح القدير ص ١٤٦/١)

اور امام محمدؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ ہوا یعنی بدعتی لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت بھی لکھتے ہیں کہ بدعتی کی امامت مکروہ ہے اور مبتدع کی تعظیم حرام ہے جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے بے شک اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد دی ہے۔ عرفانِ شریعت ص ۷۷/۳

ملا علی قاریؒ نے غیاث المفتی کے حوالہ سے حضرت امام ابو یوسفؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ......

اَنَّهٗ لَايَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ الْمُتَكَلِّمِ وَاِنْ تَكَلَّمَ بِحَقٍّ لِاَنَّهٗ مُبْتَدِعٌ وَلَايَجُوْزُ خَلْفَ الْمُبْتَدِعِ[2]

کہ اہل کلام کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اگر چہ اس کی کلام حق ہو کیونکہ وہ بدعتی ہے اور بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

یہ فتویٰ تو بدعت کی حد تک ہے لیکن جس کی بدعت حدِ شرک تک پہنچی ہوئی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ فرقۂ بریلویہ جو غیر اللہ کیلئے مطلق علمِ غیب اختیارِ کلی اور حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضرت خیر البشر علیہ ﷺ کی بشریت کے منکر اور نورِ الٰہی سے جزئیت کے قائل ہیں۔

غیر مقلدین کے پیچھے نماز

اسی طرح غیر مقلدین کے پیچھے بھی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ صحابۂ کرامؓ کو معیارِ حق نہیں سمجھتے اجماعِ امت اور قیاس صحیح کے

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۱ [2] شرح فقہ اکبر ص ۵

دلیل شرعی ہونے کے منکر ہیں روضۂ شریف میں حضور اکرم ﷺ کی حیاۃ فی القبر کو نہیں مانتے روضۂ شریف کی زیارت کیلئے سفر کو گناہ کہتے ہیں شیخین کی ختنین پر فضیلت کے قائل نہیں تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہتے ہیں۔ یہ ان کے ساتھ ہمارے اصولی اختلافات ہیں اور ایسے فروعی اختلافات بھی ہیں جن کے ہوتے ہوئے ان کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوسکتی مثلاً مسح رجلین کو جائز سمجھتے ہیں شراب خون اور جانوروں کے پیشاب، منی کو پاک سمجھتے ہیں کتے خنزیر کے لعاب کو بھی پاک سمجھتے ہیں قلیل پانی میں نجاست گرے تو اسے ناپاک نہیں جانتے جب تک اوصافِ ثلاثہ تبدیل نہ ہوں ان چیزوں کے ہوتے ہوئے ہماری نماز ان کے پیچھے جائز نہیں ہوسکتی۔

احسن الفتاویٰ میں ہے۔ جواز کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

یہ تفصیل اس وقت ہے کہ امام صحیح العقیدہ ہو اگر اس کا عقیدہ فاسد ہے کہ مقلدین کو مشرک کہتا ہے اور سب وشتم کرتا ہے تو اسکی امامت بہر حال مکروہِ تحریمی ہے۔ احسن الفتاوی ص ۲۸۲ ج ۳

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے،

غیر مقلدین کی امامت کے تحت لکھتے ہیں کہ اس شخص کا امام بنانا اچھا نہیں جو غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اس کے پیچھے نماز حتی الوسع نہ پڑھیں دوسرے شخص حنفی عالم اور متقی کو امام بنائیں۔

امداد المفتیین میں ہے،

الجواب ایسے غیر مقلد کے پیچھے نماز حنفیوں کی مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے حنفیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہو مثلاً خون زخم کے سر سے نکل کر بہہ گیا اور اس نے وضو دوبارہ نہیں کیا اور رعایت مواضع خلاف کی نہ کرے اگر امام رعایتِ مواضع خلاف کی نہیں کرتا تو اسکے پیچھے نماز حنفیوں کی جائز اور صحیح نہیں بہر حال آج کل کے غیر مقلدوں کو امامِ حنفیہ ہرگز نہیں بنانا چاہئے۔ کذا فی الشامی ص ۳۱۷ واللہ اعلم

باب الامامۃ مطلب فی اقتداءِ الشافعی، فتاویٰ امدادیہ میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

(۱) غیر مقلد بہت طرح کے ہیں کہ انکے پیچھے نماز پڑھنا خلاف احتیاط یا مکروہ یا باطل ہے۔ (فتاویٰ امدادیہ ص ۱/۹۰)

(۲) ہمارا نزاع غیر مقلدوں سے فقط بوجہ اختلافِ فروعی وجزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ شافعیہ کی کبھی نہ بنتی لڑائی اور جدال ہی رہتا حالانکہ ہمیشہ صلح اور اتحاد رہا بلکہ نزاع ان لوگوں (غیر مقلدوں) سے اصول میں ہو گیا ہے کیونکہ سلفِ صالح خصوصاً امام اعظمؒ کو طعن تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور چار نکاح سے زائد کو جائز کہتے ہیں اور حضرت عمرؓ کو درباره تراویح بدعتی بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلے میں اپنا لقب موحد رکھتے ہیں اور

تقلید ائمہ کو مثل رسمِ جاہلانِ عرب کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ "وجدنا علیہ ابائنا معاذ اللہ استغفر اللہ" اور خدا تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں اور فقہاء کو مخالفِ سنت ٹھہراتے ہیں علی ھذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں پھر اس پر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اور اکثر باتوں سے منکر ہو جاتے ہیں۔ فتاوی امدادیہ ص ۱۵۰ ج ۳

شعائرِ اسلام کا بے ادب بھی امامت کا لائق نہیں

(۱۰۰۵) عَنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ اَنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَةِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِيْنَ فَرَغَ لَايُصَلِّیْ لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذَالِكَ اَنْ يُّصَلِّیَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

(کذا فی المشکوٰۃ)[1]

حضرت سائب بن خلادؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے امامت کرائی اور (دورانِ نماز) قبلہ رخ تھوک دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے پس جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکی قوم کو فرمایا کہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھایا کرے، پھر اسنے اسکے بعد نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو ان لوگوں نے اسے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے اسے باخبر کیا جس پہ اس نے کہا کہ بہت اچھا، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آنحضرت ﷺ نے اسے یہ بھی فرمایا تھا کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی۔

بالاہتمام نفلوں کی نماز مکروہ ہے

چونکہ نبی کریم ﷺ نے تراویح، نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء کے علاوہ کوئی نفلی نماز باجماعت نہیں پڑھائی اور نہ ہی حضراتِ صحابہؓ نے نفلوں کی جماعت کروائی ہے اس لئے نفلوں کی جماعت مکروہ ہے۔ فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ الْحَلَبِیُّ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّفْلَ بِالْجَمَاعَةِ عَلٰى سَبِيْلِ التَّدَاعِیْ مَكْرُوْهٌ عَلٰى مَاتَقَدَّمَ مَاعَدَا التَّرَاوِيْحِ وَ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ فَعُلِمَ اَنَّ كُلًّا مِّنَ الصَّلٰوةِ الرَّغَائِبِ لَيْلَةَ اَوَّلِ

علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تداعی کے ساتھ نفلوں کی جماعت مکروہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے سوائے نماز تراویح نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء کے پس معلوم ہوا کہ جب شب جمعہ کی نماز رغائب

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۳

اَلْجُمُعَةِ مِنْ رَجَبٍ وَصَلٰوةِ الْبَرَآئَةِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَصَلٰوةِ الْقَدْرِ لَيْلَةَ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ بِالْجَمَاعَةِ بِدْعَةٌ مَكْرُوْهَةٌ شرح منيه ص ٤١١ اَقُوْلُ وَكَذَا نَوَافِلُ الشَّبِيْنَةِ

پندرھویں شعبان کی نماز برائت اور ستائیسویں رمضان کی نماز قدر باجماعت پڑھنا ایک مکروہ قسم کی بدعت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ایسے ہی شبینہ کے نوافل کی جماعت یہ سب مکروہ اور قابلِ ترک ہیں۔

صف بندی

نماز باجماعت میں صف بندی سب سے زیادہ اہم ہے یہ امتِ مسلمہ کی وحدتِ تنظیم اور مساوات کا مظاہرہ ہے اور قوم میں فوجی ڈسپلن پیدا کرنے کی ایک صورت ہے کیونکہ جو قوم ایک امام کے اشارے اور آواز پر منظم اجتماعی حرکات وافعال کا مظاہرہ کرسکتی ہے اس سے بہتر ڈسپلن کی مثال کون پیش کرسکتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امام کی بیمثال اتباع وتقلید کسی مادی مفاد کے پیشِ نظر نہیں بلکہ صرف رضائے الٰہی کے حصول کیلئے کی جاتی ہے اس لحاظ سے اس کا تقدس اور عظمت تعریف وتوصیف سے بالاتر ہے اسی بنا پر نمازی صف شکنی یا کج قیامی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

(١٠٠٦) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ (متفق عليه)[1]

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھی کرلیا کرو کیونکہ صفوں کی درستگی اقامتِ صلوۃ میں شامل ہے۔

تو گویا جس جماعت کی صفیں درست نہیں یا جس کے افراد باہم مل کر کھڑے نہیں ہوئے انہوں نے کما حقہ نماز قائم نہیں کی۔

(١٠٠٧) وَعَنْهُ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ (رواه البخاریؒ)[2]

حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ اقامت ہوجانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرۂ انور کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنی صفیں درست کرلو اور خوب مل مل کر کھڑے ہووو، یاد رکھو میں تمہیں پسِ پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

[1] مشکوٰۃ شریف ص۹۸

[2] بخاری شریف ص ۱/۱۰۰

پس پشت سے دیکھنا یہ آنحضرت ﷺ کا حالت نماز کا معجزہ ہے اور یہ صحیح صف بندی اور مقتدیوں کی نماز کی نگرانی کیلئے ضروری بھی تھا اس لئے آپ اپنے مقتدیوں کو نماز میں مشغول ہونے کے باوجود بھی پیچھے سے دیکھ سکتے تھے اور ان کی ظاہری حرکات کا مشاہدہ کر سکتے تھے تاکہ اگر کسی کی نقل وحرکت سنتِ نماز کے خلاف ہو تو اسے تنبیہ کر سکیں۔

(۱۰۰۸) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ مَنَاکِبَنَا فِی الصَّلٰوۃِ یَقُوْلُ "اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ لِیَلِیَنِیْ مِنْکُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّھٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَاَنْتُمُ الْیَوْمَ اَشَدُّ اِخْتِلَافًا

(رواہ مسلمؒ) [1]

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہمارے کندھوں کو چھو کر فرمایا کرتے تھے سیدھے ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائینگے ضروری ہے کہ تم میں سے اہل عقل وفکر میرے قریب کھڑے ہوا کریں پھر جو ان سے دوسرے درجہ پر ہوں پھر جو ان سے دوسرے درجہ پر ہوں حضرت ابو مسعودؓ نے فرمایا کہ پس آج تمہارے اندر سخت اختلاف ہے۔

یعنی یہ اختلاف اسی وجہ سے ہے کہ تم صحیح صف بندی نہیں کرتے مل مل کر نہیں کھڑے ہوتے جس کی پاداش میں تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دیا گیا ہے۔ اس حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل علم وفضل اور اصحاب عقل وفکر امام کے قریب بلکہ پیچھے کھڑے ہونے چاہئیں تاکہ وہ نماز کی کیفیات کو صحیح طور پر اخذ اور ضبط کر سکیں اور بوقتِ ضرورت نیابت کا فریضہ بھی سرانجام دے سکیں نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بچے جو غیر اولی الاحلام والنہی ہیں وہ اگلی صف میں کھڑے نہیں ہو سکتے بلکہ وہ سب سے آخر میں کھڑے ہوں۔

(۱۰۰۹) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ وَقَارِبُوْا بَیْنَھُمَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّھَا الْخَذَفُ

(رواہ ابو داؤدؒ وصححہ ابن حبان) [2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو خوب ملاؤ اور انہیں قریب قریب رکھو اور گردنیں گردنوں کے برابر کر لیا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کے رخنوں میں اس طرح گھس جاتا ہے جیسے بکری کا لیلا۔

(۱۰۱۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ وَ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوں کو سیدھا رکھو اور کندھے کو کندھے کے مقابلے

[1] مسلم شریف ص ۱۸۰/۱

[2] ابو داؤد شریف ص ۹۷

حَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَ لَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَّصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ (رواہ ابو داؤد)	میں رکھو صفوں کے درمیانی رخنوں کو بند کرو اور شیطان کیلئے جگہ مت چھوڑو جو صف کو جوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جوڑتا ہے اور جو صف کو کاٹتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کاٹتے ہیں۔

اس سلسلہ کی تقریباً تمام احادیث آپ کے سامنے ہیں جن کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ کندھے اور گردنیں کندھوں اور گردنوں کے برابر ہوں مل کر کھڑے ہوں درمیان میں رخنے نہ ہوں صفیں بالکل سیدھی ہوں غیر مقلدین جو قدم سے قدم ملانے اور دوسرے کے پاؤں پر پاؤں چڑھانے لگتے ہیں اور کندھے سے کندھا جوڑنے اور گھٹنے سے گھٹنہ جوڑنے کا مسئلہ ان کا خود ایجاد کردہ اور ناقابلِ عمل ہے، لہٰذا اگر قریب ہو کر کھڑے ہو جائیں گردنوں اور کندھوں کو برابر کر لیا جائے صف بالکل سیدھی کر لی جائے تو منشاءِ رسول پورا ہو جاتا ہے۔

ٹانگیں چوڑی کرنا کوئی سنت نہیں

اہل ظاہر نے مل کر کھڑے ہونے کی ترکیب نکالی ہے کہ ٹانگیں چوڑی کر کے دوسرے کے پاؤں پر پاؤں چڑھا دیا جائے تاکہ ٹخنے سے ٹخنہ مل جائے۔ اس کیلئے انہوں نے غالباً حضرت نعمان بن بشیرؓ کے اثر کا سہارا لیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں دیکھتا تھا کہ آدمی اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے اور گھٹنے کو اس کے گھٹنے سے اور کندھے کو اس کے کندھے سے ملا دیتا تھا۔ لیکن جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل تعلق ہے اس میں ٹانگیں چوڑی کرنے اور پاؤں پہ پاؤں چڑھانے کی کوئی صراحت بلکہ اشارہ تک نہیں ملتا۔ یہ سب اصحابِ ظاہر کی کج فہمی ہے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے جو کچھ زیادہ سے زیادہ ثابت ہے وہ آپ کے یہ الفاظ ہیں۔ "رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ" یا "تَرَاصُّوْا" رُصُّوْا متعدی ہے جس کے معنی ہیں ملاؤ اور جوڑو لیکن اس کا مفعول نہ کعب ہے نہ رکبہ بلکہ صفوف ہے یعنی صفوں کو خوب ملاؤ "تَرَاصُّوْا" اسی کا لازمی ہے اور اس کے معنی ہیں مل اور جڑ کر کھڑے ہوو۔ اب ملنے اور جڑنے کا اگر یہ مطلب ہے کہ سارے جسم کو ملاؤ تو یہ بالکل ناممکن اور محال ہے کیونکہ ٹانگیں خواہ کتنی چوڑی کر لی جائیں ٹخنے سے ٹخنہ اور گھٹنے سے گھٹنا کبھی نہیں مل سکتا اسی طرح پہلو سے پہلو اور گردن سے گردن بھی لازماً جدا رہیں گے لامحالہ اس کا یہی مطلب ہوگا کہ جسم کا جو عضو بلا تکلف مل سکتا ہو اسے ملا لو جو نہ مل سکتا ہو اسے برابر کر لو۔ پس کندھے سے کندھا اور بازو سے بازو تو بلا تکلف مل جائیگا اور پاؤں کو پاؤں کے برابر اور ٹخنے کو ٹخنے کی سیدھ میں کر لیا جائے گا اس طرح آنحضرت ﷺ کے فرمان کا منشاء پورا ہو جائیگا چنانچہ آپ کے الفاظ "وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ" [1] حضرت انسؓ کی روایت میں "وَحَاذُوْا بِالْمَنَاكِبِ" [2] حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں اسی طرف مشیر ہیں کہ گردن کو گردن کے اور کندھے کو کندھے کے برابر کر لو یعنی گردنیں اور کندھے ایک سیدھ میں آجائیں اور یہ بھی مجاز

[1] ابوداؤد شریف ص ۹۷ [2] ایضاً

ہے ورنہ گردنوں میں حقیقی محاذات تو بالکل ناممکن ہیں کیونکہ کسی کا قد پانچ فٹ ہے تو اسکی گردن نیچی ہوگی اور کسی کا قد چھ فٹ ہے اس کی گردن اونچی ہوگی۔ حتی کہ پانچ فٹے کا سر چھ فٹے کی گردن کے برابر آ جائیگا تو اگر یہاں بھی اہل ظاہر کی طرح حقیقی معنی پر اصرار کیا جائے تو لازم ہوگا کہ ہم چھ فٹے کی ٹانگیں ایک فٹ تک کاٹ دیں تا کہ اس کا قد چھوٹا ہو کر اس کی گردن پانچ فٹے کی گردن کے برابر ہو جائے یا اس کے نیچے ایک فٹ گڑھا کھود کر اسے اس میں کھڑا کر دیا جائے اب سوچئے یہ کس قدر مضحکہ خیز محاذات ہے۔ اگر یوں نہیں تو پھر وہاں بھی پاؤں اور گھٹنے کے معاملہ میں ٹانگیں چوڑی کرنا اور پاؤں پہ پاؤں چڑھانا مراد نہیں بلکہ پاؤں کو پاؤں کے برابر ایک سیدھ میں اور بلا تکلف قریب کر لینا مراد ہے ہاں کندھے کو کندھے سے ضرور ملا لیا جائے گا باقی بکری کے لیلے کی صورت میں شیطان کے گھس آنے کا معاملہ تو مذکورہ بالا صورت میں بھی ناممکن ہے کیونکہ اگر ہم کندھے کو کندھے سے ملا کر بلا تکلف کھڑے ہوں تو دونوں مقتدیوں کے پاؤں کے درمیان زیادہ سے زیادہ چار انگلی کا فاصلہ رہ جائے گا اتنی جگہ میں بکری کا لیلا نہیں گھس سکتا البتہ ٹانگیں چوڑی کرنے کی صورت میں تو خود بکرا بھی گزر سکتا ہے۔ دراصل صف میں خلل اور رخنے کا مفہوم اسی وقت پیدا ہوگا جب دونوں شخصوں کے کندھوں کے درمیان فاصلہ ہوگا کیونکہ انسانی وجود کندھوں کے مقام پر بنسبت نچلے حصے کے چوڑا ہوتا ہے تو اگر ٹانگیں چوڑی کر کے ٹخنوں کو ملانے کی کوشش کی جائے تو کندھے لازماً جدا ہوں گے اور اگر کندھے ملائیں جائیں تو پاؤں میں معمولی سا فاصلہ رہ جانا ایک لازمی امر ہے تو جڑنے یا جدا رہنے میں کندھے ہی کا اعتبار ہوگا۔ پس اگر کندھے اور بازو ملے ہوئے ہیں تو حضور اکرم ﷺ کے ارشاد "رُصُّوا" اور "تَرَاصُّوا" کی تعمیل ہو جاتی ہے لہٰذا اختلافِ قلب یا شیطان کی دخل اندازی کی وعیدیں اسی صورت میں متوجہ ہوں گی جب کندھوں کے درمیان فاصلہ ہوگا ورنہ نہیں۔ اس مقام پر میں احناف کی خدمت میں بھی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بے توجہی اور لاپرواہی سے اس طرح کھڑے نہ ہوا کریں کہ ان کے کندھوں کے درمیاں فاصلہ رہ جائے کیونکہ یہ واقعی خلافِ سنت ہے اور داخلِ وعید ہے تو کندھوں کو کندھوں سے اور بازوؤں کو بازوؤں سے ضرور ملا لینا چاہئے اور پاؤں کو پاؤں کے قریب اور برابر کر لینا کافی ہے، ٹانگیں نہ چوڑی کرنے پر ایک صحابی کا اثر ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۰۱۱) كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ لَا يُفَرِّجُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ وَلَا يَمَسُّ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى وَلٰكِنْ بَيْنَ ذَالِكَ لَا تُقَارِبُ وَلَا يُبَاعِدُ

(رواه ابن قدامه)[۱]

حضرت ابن عمرؓ دونوں قدموں کے درمیان نہ زیادہ کشادگی کرتے تھے اور نہ ہی دونوں کو باہم ملاتے تھے بلکہ اس کے درمیان کی روش اختیار کرتے تھے نہ بہت قریب کرتے تھے اور نہ بہت دور۔

نیز ٹانگیں چوڑی کرنے والا اسی حالت میں بے تکلف رکوع میں نہیں جا سکتا وہ پہلے ٹانگوں کو سمیٹے گا پھر رکوع میں جائے گا تو

[۱] المغنى لابن قدامة ۱۱/۲

ٹانگوں کو سمیٹنے کا حکم کس حدیث میں ہے اسی طرح جب دوسری رکعت میں کھڑا ہوگا پھر ٹانگوں کو چوڑی کریگا اس کا بھی حکم کسی حدیث میں نہیں ہے۔

میں اپنے اس مضمون کی تائید میں ایک مشہور غیر مقلد کا فتویٰ بھی نقل کرتا ہوں تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ ٹانگیں چوڑی کرنے کی غیر فطری ہیئت کو معقول غیر مقلد علماء نے بھی ناپسند کیا ہے۔

غیر مقلد عالم مولانا محمد عبداللہ روپڑی کا فتویٰ

مولانا موصوف فتاویٰ اہل حدیث میں فرماتے ہیں اگر کوئی شخص جہالت کی وجہ سے (نماز میں) پاؤں کو ہٹاتا جائے اور دوسرا پاؤں کو پھیلاتا ہوا اسکے نزدیک کرتا جائے یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ نمازی کو حکم ہے کہ دوسرے نمازی کے کندھے سے اپنا کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملائے۔

اب جو شخص خواہ مخواہ اپنے پاؤں دوسرے کے نیچے کرتا جائے وہ شخص اپنی حد کو توڑ کر اس حکم کے خلاف کیوں کرتا ہے اور اپنی نماز میں بھی خلل کیوں ڈالتا ہے، پاؤں ملانا اسی حد تک ہے جو شرع نے اس کیلئے مقرر کی ہے نہ کہ دوسرے کے نیچے داخل ہو جائے۔ اور بعض جاہل پاؤں کو خوب چوڑے کرتے رہتے ہیں اور کندھوں کا خیال ہی نہیں کرتے۔ کندھوں کے انداز سے پاؤں بالکل چوڑے نہیں کرنے چاہئیں تا کہ پاؤں اور کندھے دونوں مل سکیں۔ ملخص از فتاویٰ اہلحدیث ص ۹۰ ج ۲ مطبوعہ لاہور

صفوں کی تکمیل

(۱۰۱۲) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُتَقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ يَلِيْهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ (رواہ ابو داؤدؒ)[۱]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا پہلی اگلی صفوں کو پوری کرو پھر جو اس سے متصل ہوں جو کمی ہو وہ پچھلی صفوں میں ہونی چاہیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب تک اگلی صف میں جگہ ہو پچھلی صف میں کھڑے ہونا مکروہ ہے اگلی صفوں کے پُر ہونے کے بعد پچھلی صف میں اگر کمی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۰۱۳) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ الخ (رواہ احمدؒ)[۲]

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے اگلی صف پر درود پڑھتے ہیں۔

[۱] ابوداؤد ص ۹۸
[۲] مشکوٰۃ شریف ص ۹۸

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ رحمت نازل کرتے ہیں اور فرشتے ان کے واسطے استغفار کرتے ہیں۔

دائیں طرف کا ثواب

(۱۰۱۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ (رواہ ابوداؤدؒ)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دائیں جانب والوں پر درود پڑھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ ثواب کا باعث ہے لیکن دائیں طرف جگہ لینے کیلئے لڑنا جھگڑنا نہیں چاہئے جو پہلے آجائیں وہ دائیں جانب بیٹھ جائیں اور جو پیچھے آئیں وہ بائیں جانب۔ اگر سارے نمازی دائیں جانب ہی بیٹھنے کی کوشش کریں گے تو امام ایک طرف رہ جائیگا حالانکہ اس سے بھی ممانعت ہے اور امام کو درمیان میں رکھنے کا حکم ہے۔

(۱۰۱۵) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَسِّطُوا الْاِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ" (رواہ ابوداؤدؒ)[2]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امام کو درمیان میں رکھو اور رخنوں کو بند کرو۔

جو لوگ پہلے آئیں وہ اگلی صف میں بیٹھیں اور جو بعد میں آئیں وہ پچھلی صف میں۔

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اگلی صف کی بائیں جانب اور پچھلی صف کی دائی طرف کا ثواب یکساں ہے کیونکہ اگلی صف کی بائیں طرف والوں کے پاس اگلی صف کی فضیلت ہے اور پچھلی صف کی دائیں طرف والوں کے پاس دائیں طرف کی فضیلت ہے۔

صف اوّل کی فضیلت

(۱۰۱۶) عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَعَلَى الثَّانِىْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ

حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں اور اسکے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں پہلی صف کیلئے صحابہؓ نے عرض کیا اور دوسری صف کیلئے بھی آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں اور اسکے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں پہلی صف کیلئے

[1] ابوداؤ ص ۹۸
[2] ابوداؤ ص ۹۹

اللّٰہِ! وَعَلَی الثَّانِیْ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَعَلَی الثَّانِیْ قَالَ وَعَلَی الثَّانِیْ (رواہ احمد فی مسندہ)[1]

صحابہؓ نے عرض کیا اور دوسری صف والوں کیلئے بھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں اور اسکے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں پہلی صف والوں کیلئے صحابہؓ نے عرض کیا اور دوسری صف والوں کیلئے بھی تب آپ نے فرمایا کہ چلو دوسری والوں کیلئے بھی۔

(۱۰۱۷)عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا اِلَّا اَنْ یَّسْتَھِمُوْا عَلَیْہِ لَاسْتَھَمُوْا (رواہ الترمذی)[2]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگ اس اجر وثواب کو جان لیں جو اذان دینے اور صفِ اوّل میں نماز پڑھنے پر ملتا ہے پھر قرعہ اندازی کے سوا کوئی اور صورت اس کے حاصل کرنے کی نہ پائیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔

صفوں کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونیکی ممانعت

(۱۰۱۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الصَّلٰوۃَ فَلَایَرْکَعْ دُوْنَ الصَّفِّ حَتّٰی یَاْخُذَ مَکَانَہٗ مِنَ الصَّفِّ (رواہ الطحاویؒ)[3]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے آئے تو صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع نہ کرے جب تک کہ صف میں اپنی جگہ نہ پالے۔

یعنی ایسا نہ کرے کہ رکوع میں شامل ہونے کیلئے دروازے کے پاس ہی نیت باندھ کر رکوع میں چلا جائے پھر بعد الرکوع اسی طرح چلتا ہوا صف میں شامل ہو کیونکہ اس طرح نماز میں عملِ کثیر ہو جاتا ہے جو ناقضِ صلوۃ ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ صفوں کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھے بلکہ صف میں شامل ہو کر نماز کی نیت باندھے ہاں اگر صف میں جگہ نہ ہو تو یا تو اگلی صف میں سے ایک شخص کو پکڑ کے پیچھے کر لے یا پیچھے سے دوسرے شخص کے آنے کا انتظار کرے اکیلا نہ پڑھے۔

صفوں کی ترتیب

مسنون یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر لڑکوں کی پھر عورتوں کی جیسے ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔

[1] مشکوۃ شریف ص ۶۸

[2] ترمذی شریف ص ۱/۲۱ [3] رواہ الطحاوی ص ۲۷۱

(۱۰۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا وَخَیْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا (رواه الجماعة والبخاری)[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں کی بہترین صف اگلی صف ہوتی ہے اور انکی بدترین صف پچھلی صف ہوتی ہے اور عورتوں کی بہترین صف انکی پچھلی صف ہے اور انکی بدترین صف اگلی ہے۔

(۱۰۲۰) وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ ۨالْاَشْعَرِیِّ اَنَّهٗ قَالَ یَوْمًا یَا مَعْشَرَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اِجْتَمِعُوْا وَاَجْمِعُوْا نِسَآئَكُمْ وَاَبْنَآئَكُمْ حَتّٰی اُرِیَكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعُوْا وَاَجْمَعُوْا اَبْنَآئَهُمْ وَ نِسَآئَهُمْ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَاَرَاهُمْ كَیْفَ یُتَوَضَّاُ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفَّ الرِّجَالَ فِیْ اَدْنَی الصَّفِّ وَصَفَّ الْوِلْدَانَ خَلْفَهُمْ وَصَفَّ النِّسَآءَ خَلْفَ الصِّبْیَانَ (رواه احمدؒ فی مسنده)[2]

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک دن فرمایا اے قبیلہ اشعر کے لوگو! اکٹھے ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرلو تاکہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھادوں پس وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو بھی جمع کر لیا پھر آپ نے وضو کیا اور ان کو دکھایا کہ وہ کیسے کرتے ہیں پھر آگے بڑھے اور اگلی صف مردوں کی بنائی ان کے پیچھے لڑکوں کی اور لڑکوں کے پیچھے عورتوں کی۔

(۱۰۲۱) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فَاَقَامَ الرِّجَالَ یَلُوْنَهٗ وَاَقَامَ الصِّبْیَانَ خَلْفَ ذَالِكَ وَاَقَامَ النِّسَآءَ خَلْفَ ذَالِكَ (رواه ابن ابی شیبة)

حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو مردوں کو اپنے متصل کھڑا کیا ان کے پیچھے بچوں کو اور ان کے پیچھے عورتوں کو۔

مقتدی ایک یا دو ہوں تو کیسے کھڑے ہوں؟

(۱۰۲۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰی قُمْتُ عَنْ یَسَارِ رَسُوْلِ

حضرت جابرؓ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو میں آگیا اور رسول اللہ صلی اللہ

[1] مشكوٰة شريف ص۹۸

[2] نصب الراية ص۲/۲۶ ، مشكوٰة شريف ص۹۹

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَاَدَارَنِیْ حَتّٰی اَقَامَنِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ثُمَّ جَآءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَآءَ فَقَامَ عَنْ یَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَیْدِیْنَا جَمِیْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰی اَقَامَنَا خَلْفَہٗ (رواہ مسلم)[1]

علیہ وآلہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کرلیا۔ پھر جبار بن صخرؓ آ گئے انہوں نے وضو کیا اور آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑے اور ہمیں دھکیل کر اپنے پیچھے کھڑے کرلیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی ایک ہو تو امام کی دائیں جانب کھڑا ہو پھر دو ہو جائیں تو امام کے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔

ایک مقتدی مرد اور دوسری عورت ہو تو کیسے کھڑے ہوں؟

(۱۰۲۳) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِہٖ وَبِاُمِّہٖ اَوْ خَالَتِہٖ قَالَ فَاَقَامَنِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَاَقَامَ الْمَرْاَۃَ خَلْفَنَا (رواہ مسلم)[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اور میری ماں کو یا میری خالہ کو نماز پڑھائی تو مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے۔

مسئلہ محاذات

اس سے معلوم ہوا کہ عورت خواہ اکیلی ہو وہ مردوں کی صف میں کھڑی نہیں ہو سکتی اسے لازماً پیچھے کھڑی ہونا پڑے گا، اگر ذرہ برابر بھی گنجائش ہوتی تو آنحضرت ﷺ جناب انسؓ کی والدہ کو اپنے پیچھے حضرت انسؓ کے برابر کھڑی کر لیتے مگر آپ نے حضرت انسؓ کو اپنے برابر کھڑا کرلیا مگر ان کی والدہ ام سلیمؓ کو پیچھے اکیلی کھڑی کیا تو ثابت ہوا کہ عورت مرد کی محاذات میں کسی صورت میں نہیں آ سکتی نیز اس کی تائید حضرت عمرؓ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جسے حارث بن معاویہؓ کی روایت سے امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔

(۱۰۲۴) عَنْ حَارِثِ بْنِ مُعَاوِیَۃَؓ اَنَّہٗ رَکِبَ اِلٰی عُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِ یَسْئَلُہٗ عَنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ قَالَ فَقَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَسَاَلَہٗ عُمَرُؓ مَا اَقْدَمَکَ قَالَ لِاَسْئَلَکَ عَنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ قَالَ وَمَا ھِیَ؟ قَالَ رُبَمَا کُنْتُ اَنَا وَالْمَرْاَۃُ فِیْ

حضرت حارث بن معاویہؓ نے حضرت عمرؓ سے تین باتیں پوچھنے کیلئے مدینہ منورہ کا سفر کیا جب وہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کیسے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا تاکہ آپ سے تین باتیں دریافت کروں۔ آپؓ نے پوچھا وہ تین باتیں کیا ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی کہ میں اور

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۹۹ [2] ایضاً

بِنَآءٍ ضَيِّقٍ فَتَحْضُرُ الصَّلٰوةُ فَاِنْ صَلَّيْتُ اَنَا وَهِيَ كَانَتْ بِحَذَائِيْ فَاِنْ صَلَّتْ خَلْفِيْ خَرَجَتْ مِنَ الْبِنَاءِ قَالَ تَسْتُرُ بَيْنَكَ بِثَوْبٍ ثُمَّ تُصَلِّيْ بِحَذَائِكَ اِنْ شِئْتَ (رواه الامام احمدؒ)[1]

میری بیوی بسا اوقات ایک تنگ سے کمرے میں ہوتے ہیں جب نماز کا وقت آتا ہے تو اگر میں اور وہ ملکر نماز باجماعت ادا کرنا چاہیں تو وہ میری محاذات میں آجاتی ہے اور اگر وہ میرے پیچھے پڑھے تو وہ کمرے سے باہر نکل جاتی ہے، آپؐ نے فرمایا اپنے اور اسکے مابین ایک پردہ تان لیا کر پھر چاہو تو وہ تمہارے برابر کھڑی ہو کر نماز پڑھ سکتی ہے۔

اس روایت سے مسئلہ محاذات میں اتنی شدت معلوم ہوئی ہے کہ اپنی بیوی کو بھی اپنے محاذ پر کھڑی نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کسی غیر عورت کو، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت اتنی اہم ہے کہ اگر صرف میاں بیوی ہی گھر میں ہوں تو بھی جماعت نہ چھوڑیں بلکہ دونوں ملکر جماعت کرالیں، اگر اسے پیچھے کھڑی کرنا ممکن ہے تو پیچھے کھڑی کردے ورنہ پردہ تان کر اپنے برابر کھڑی کرلے لیکن اگر مابین پردہ یا رکاوٹ نہ ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اس اثر سے ظاہر اور معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰۲۵) قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَؒ عَنْ حَمَّادٍؒ عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ قَالَ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَةُ اِلٰى جَانِبِ الرَّجُلِ وَكَانَا فِيْ صَلٰوةٍ وَّاحِدَةٍ فَسَدَتْ صَلٰوتُهٗ (اخرجه الامام محمدؒ فی الآثار)[2]

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے حمادؒ سے اور انہوں نے جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ جب عورت مرد کے پہلو میں نماز پڑھے اگر دونوں ایک ہی نماز میں ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

یعنی جب مرد و عورت ایک امام کے پیچھے ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں تو عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہو جائیگی۔

امام کیلئے مختصر نماز پڑھانا مستحب ہے

(۱۰۲۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ السَّقِيْمَ وَالضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيَفْعَلْ مَاشَآءَ (متفق علیه)[3]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اگر نماز پڑھائے تو اسے مختصر پڑھانی چاہئے اس لئے کہ ان میں مریض کمزور اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جتنی لمبی چاہے پڑھ لے۔

[1] اعلاء السنن ص ۲۳۲/۴
[2] اعلاء السنن ص ۲۳۸/۴ [3] بخاری شریف ص ۹۷

(۱۰۲۷) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ مَاصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ (متفق علیہ)[1]

حضرت قیس بن ابی حازمؓ سے روایت ہے کہ مجھے ابو مسعودؓ نے بتلایا کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں صرف فلاں امام کیوجہ سے صبح کی نماز دیر سے پڑھتا ہوں کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے تو آنحضرت ﷺ وعظ میں جس قدر اس دن غضبناک ہوئے اتنے میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے بعض بلاشبہ نفرت دلانیوالے ہیں لہٰذا تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہئے کہ مختصر پڑھائے کیونکہ انمیں کمزور بوڑھے اور ضروری تقاضوں والے ہوتے ہیں۔

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ امام نماز میں اختصار کو ملحوظ رکھے تو یہ سنتِ رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ فرض نماز بہت ہلکی پھلکی پڑھایا کرتے تھے۔ جیسے یہ روایت ہے......

(۱۰۲۸) عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاصَلَّيْتُ وَرَآءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةٍ وَلَا اَتَمَّ صَلٰوةٍ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ يَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِیِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَتَنَ اُمُّهٗ (متدق علیہ)[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہلکی پھلکی نماز کسی کے پیچھے نہیں پڑھی اور آپ جب بچے کے رونے کی آواز سنتے تھے تو نماز کو مختصر کر دیتے تھے مبادا اس کی ماں فتنے میں پڑ جائے۔

دیکھئے نبی رحمت ﷺ کی شریعت میں عورتوں اور بچوں کی تکلیف کا کس قدر احساس ہے اور بوڑھوں بیماروں کی کلفت کو کتنا محسوس کیا گیا ہے کہ ان کے راحت و آرام کو ملحوظ رکھتے ہوئے سب سے بڑی عبادت نماز کو بھی مختصر کر دیا جاتا تھا۔ یہ ہے اسلام میں جمہوریت اور عوام کی ضرورت کا احساس کہ جسکا مقابلہ دنیا کا کوئی مذہب اور تاریخ عالم کا کوئی ریفارمر نہیں کر سکتا۔ آج کل کے جمہوری توانین میں بھی اس حد تک پبلک ضروریات اور انکے جذبات کا پاس نہیں کیا جاتا لیکن حیرت ہے اہل ظاہر کی کوتاہ بینی اور کم اندیشی پر کہ وہ نبی رحمت ﷺ کی اس سنتِ محمودہ کے برخلاف لمبی نماز پڑھانے، زیادہ تسبیحات پڑھنے اور اوراد و وظائف بھی فرائض میں سرانجام دینے کو قابل فخر اور زیادہ ثواب سمجھتے ہیں اور عاملینِ سنت حضراتِ احناف کی مختصر مگر مسنون قرأت و تسبیحات والی نماز کو برا خیال کرتے ہیں اور اسکا مذاق اڑاتے ہیں جبکہ ہم مختصر کا یہ ہرگز مطلب نہیں لیتے کہ قرأت بھی مسنون نہ کی جائے یا تسبیحات بھی تین سے کم پڑھی

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱
[2] بحوالہ سابقہ

جائیں یا ارکانِ تعدیل کو ملحوظ نہ رکھا جائے ہاں رسول اللہ ﷺ کے ان واضح ارشادات کے پیش نظر ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ امام کو کم از کم مسنون قرأت اور تین تسبیحات پر اکتفاء کرنا چاہئے اور فرضوں میں قومے اور جلسے کی دعائیں نہیں پڑھنی چاہئیں تا کہ نماز مختلف الاحوال نمازیوں کیلئے وبال نہ بن جائے جیسے اس صحابی کیلئے بن گئی تھی جس کا تذکرہ حضرت ابو مسعودؓ نے کیا ہے اور جس کے ڈر سے اس نے نماز باجماعت ہی چھوڑ دی تھی، امام کو ''بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا'' پر عمل کرتے ہوئے یُسر کا پیغامبر بننا چاہئے نہ کہ عُسر کا خداوندِ تعالیٰ ہمیں مغزِ سنت کی سمجھ عطا فرمائیں اور اپنی انفرادی نمازوں کو زیادہ سے زیادہ لمبی اور پر خشوع پڑھنے کی توفیق بخشے جیسا کہ اس عنوان کی سب سے پہلی حدیث میں ہے۔ ''وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیَفْعَلْ مَاشَآءَ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَلْیُطَوِّلْ مَاشَآءَ'' بخاری شریف ص ۹۷ یعنی جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔

مقتدی کا فرض امام کی متابعت

(۱۰۲۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتُبَادِرُوْا الْاِمَامَ اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَاقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (متفق علیہ)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا امام سے سبقت نہ کیا کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہا کرو اور جب وہ ''ولا الضالین'' کہے تو تم ''آمین'' کہا کرو اور جب وہ ''سمع الله لمن حمده'' کہے تو تم ''اللهم ربنا لك الحمد کہا کرو۔

(۱۰۳۰) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَهٗ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ یَاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ اِمَامُکُمْ فَلَاتَسْبِقُوْنِیْ بِالرُّکُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِیَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ (رواہ مسلمؒ)[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو جب آپ نے نماز پوری فرمالی تو چہرۂ انور ہماری طرف کر کے فرمایا لوگو! میں تمہارا امام ہوں مجھ سے آگے نہ بڑھا کرو نہ رکوع میں نہ سجدے میں اور نہ ہی سلام میں یاد رکھو میں تمہیں آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی۔

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱

[2] بحوالہ سابقہ

امام سے سبقت کرنے والے کی عبرتناک سزا

(۱۰۳۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ (متفق علیه)[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل کر دے؟

معاذ اللہ کتنی خوفناک سزا ہے جس کے تصور سے بھی کپکی آتی ہے نمازیوں کو چاہیے کہ وہ اس سزا سے بچنے کیلئے اپنی حرکت امام کے بعد شروع کریں اور بعد ہی میں ختم کریں۔

جماعت میں شامل ہونے کیلئے سکون اور وقار سے آئے

(۱۰۳۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةَ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا (رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اسمیں شامل ہونے کیلئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے آؤ اور سکون کو ملحوظ رکھو پھر جتنی نماز مل جائے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پوری کر لو۔ (امام کی فراغت کے بعد)

مقتدی امام کو جہاں پائے وہیں شامل ہو جائے

(۱۰۳۳) عَنْ عَلِیٍّ وَّ مُعَاذٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الصَّلٰوةَ وَالْاِمَامُ عَلٰی حَالٍ فَلْیَصْنَعْ کَمَا یَصْنَعُ الْاِمَامُ (رواہ الترمذیؒ)[۳]

حضرات علی و معاذ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو جیسے امام کرتا ہے ویسے ہی وہ کرنے لگے۔

یعنی امام جس رکن میں بھی ہو اسی میں یہ شریک ہو جائے اپنی مسبوقہ نماز میں مشغول نہ ہو۔

مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے

جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اس کی وہ رکعت شمار کر لی جاتی ہے اور امام کی فاتحہ اس کیلئے کافی ہو جاتی ہے

امام سے سبقت کرنے والے کی عبرتناک سزا

(۱۰۳۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا يَخْشَى الَّذِیْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يُحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ (متفق علیہ)۱؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل کردے؟

معاذ اللہ کتنی خوفناک سزا ہے جس کے تصور سے بھی کپکپی آتی ہے نمازیوں کو چاہئے کہ وہ اس سزا سے بچنے کیلئے ارکان کو امام کے بعد شروع کریں اور بعد ہی میں ختم کریں۔

جماعت میں شامل ہونے کیلئے سکون اور وقار سے آئے

(۱۰۳۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا (رواہ مسلمؒ)۲؎

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اسمیں شامل ہونے کیلئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے آؤ اور سکون کو ملحوظ رکھو پھر جتنی نماز مل جائے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پوری کرلو۔ (امام کی فراغت کے بعد)

مقتدی امام کو جہاں پائے وہیں شامل ہو جائے

(۱۰۳۳) عَنْ عَلِیٍّ وَّ مُعَاذٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ وَالْاِمَامُ عَلٰى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ (رواہ الترمذیؒ)۳؎

حضرات علی و معاذ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو جیسے امام کرتا ہے ویسے ہی کرنے لگے۔

یعنی امام جس رکن میں بھی ہو اسی میں یہ شریک ہو جائے اپنی مسبوقہ نماز میں مشغول نہ ہو۔

مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے

جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اس کی وہ رکعت شمار کرلی جاتی ہے اور امام کی فاتحہ اس کیلئے کافی ہو جاتی ہے

جمہور کا یہی مذہب ہے ائمہ اربعہ کے سوا امام ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ ابو ثورؒ اور اسحاقؒ کا بھی یہی مذہب ہے مگر اب غیر مقلدین کہنے لگے ہیں کہ یہ رکعت نہیں ہوگی کیونکہ اس نے فاتحہ نہیں پڑھی اور حدیث پاک سے رکعت شمار ہو جانے کے دلائل یہ ہیں۔

(۱۰۳۴) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ ؓ اَنَّہٗ اِنْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَصِلَ الصَّفَّ فَقَالَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ (رواہ البخاری)۱

حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ تک اس وقت پہنچے جب آپ رکوع میں تھے تو انہوں نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری حرص نماز کو زیادہ کرے لیکن آئندہ ایسے نہ کرنا۔

یعنی صف میں شامل ہونے سے پہلے رکوع نہ کرنا تو گویا آنحضرت ﷺ نے ان کی رکعت کو شمار کر لیا حالانکہ اس نے فاتحہ نہیں پڑھی

(۱۰۳۵) عَنْ زَیْدِ بْنِ وَھْبٍ ؓ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ ؓ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ رَاکِعٌ فَرَکَعْنَا ثُمَّ مَضَیْنَا حَتّٰی اسْتَوَیْنَا بِالصَّفِّ فَلَمَّا فَرَغَ الْاِمَامُ قُمْتُ اَقْضِیْ فَقَالَ قَدْ اَدْرَکْتَہٗ (رواہ الطبرانی فی معجمہ کبیر)۲

حضرت زید بن وہبؓ سے روایت ہے کہ میں اور حضرت ابن مسعودؓ مسجد میں اسوقت داخل ہوئے کہ جب امام رکوع میں تھا تو ہم نے بھی رکوع کر دیا اور پھر صف میں شامل ہو گئے جب امام فارغ ہوا تو میں اس رکعت کی قضا کرنے کیلئے کھڑا ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ تو نے رکعت پالی۔

فائدہ: یہاں بھی شمار کر لی گئی ہے حالانکہ انہوں نے فاتحہ نہیں پڑھی۔

(۱۰۳۶) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَھَا قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ الْاِمَامُ صُلْبَہٗ (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان و ابوداؤد و الدار قطنی)۳

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز کا رکوع پالیا اس نے بے شک رکعت کو پالیا اس سے پہلے کہ امام اپنی پیٹھ سیدھی کر لے۔

(۱۰۳۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کیلئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدے

الصَّلٰوۃِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْہُ شَیْئًا مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً فَقَدْ اَدْرَکَھَا (رواہ ابوداؤد)

میں شامل ہو جایا کرو لیکن اس کو رکعت نہ سمجھا کرو اور جو رکوع کو پالے اس کی رکعت ہوگئی۔

(۱۰۳۸) مَالِکٌ اَنَّہٗ بَلَغَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ وَ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَا مَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ السَّجْدَۃَ (رواہ الامام مالکؒ فی موطأہ)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے رکوع کو پالیا اس نے سجدہ کو بھی پالیا یعنی اسکی رکعت ہوگئی۔

(۱۰۳۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا فَاتَتْکَ الرَّکْعَۃُ فَاتَتْکَ السَّجْدَۃُ (رواہ الامام مالکؒ فی موطأہ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب تجھ سے رکوع فوت ہوگیا تو سجدہ بھی فوت ہوگیا۔

فائدہ: یعنی رکعت نہیں ہوئی گویا رکعت کا مدار رکوع کے پانے پر ہے نہ فاتحہ پر اور نہ ہی سجدہ پر۔

علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری نور العین کے ص ۱۴۶ پر رقم طراز ہیں......

ثُمَّ ثَبَتَ بِحَدِیْثِ مَنْ اَدْرَکَ مَعَ الْاِمَامِ رَکْعَۃً قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ صُلْبَہٗ فَقَدْ اَدْرَکَھَا اِنَّ ھٰذَا الدَّاخِلَ مَعَ الْاِمَامِ الَّذِیْ لَمْ یَتَمَکَّنْ مِنْ قِرَائَۃِ الْفَاتِحَۃِ فَقَدْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ بِمُجَرَّدِ اِدْرَاکِہٖ لَہٗ رَاکِعًا فَعَرَفْتَ بِھٰذَا اَنَّ مِثْلَ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ مُخَصَّصَۃٌ مِنْ عُمُوْمِ اِیْجَابِ قِرَائَۃِ الْفَاتِحَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاِنَّ ظَاھِرَہٗ بَلْ صَرِیْحَہٗ اَنَّ الْمُؤْتَمَّ اِذَا وَصَلَ وَالْاِمَامُ رَاکِعٌ وَکَبَّرَ وَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ الْاِمَامُ صُلْبَہٗ فَقَدْ صَارَ مُدْرِکًا لِتِلْکَ الرَّکْعَۃِ وَاِنْ لَّمْ یَقْرَأْ حَرْفًا مِّنْ حُرُوْفِ الْفَاتِحَۃِ

اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ امام کے ساتھ داخل ہونے والا شخص جس نے فاتحہ نہیں پڑھی تھی اس کی رکعت رکوع میں ملنے کی وجہ سے صحیح ہوگئی آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ صریح یہی ہے کہ جب مقتدی صف میں اس حالت میں ملے کہ امام رکوع میں ہو اور امام کی کمر سیدھی کرنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جائے تو یقیناً اسکی رکعت ہو جائے گی اگرچہ اس نے سورۂ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا الخ (منقول از رسالہ رکوع شائع کردہ مرکزی جماعت غربائے اہل حدیث کراچی)

مدرکِ سجدہ مدرکِ رکعت نہیں

(۱۰۴۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَیْئًا مَّنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَهَا (رواہ ابوداؤد)[۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کیلئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدے میں شامل ہوجایا کرو لیکن اس کو رکعت نہ سمجھا کرو اور جو رکوع کو پالے اس کی رکعت ہوگئی۔

صیفہ اہل حدیث کراچی ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ سے ایک استفتاء اور اس کا جواب:

سوال: مجھے پانچوں وقت ایک ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی نصیب ہوتی ہے جن کا عقیدہ ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی اب میں پریشان ہوں کہ ان کے پیچھے میری نماز ہوتی ہے یا نہیں کیونکہ جب دیگر لوگ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کے منکر ہیں اسی طرح یہ بخاری شریف کی حدیث کے منکر ہیں جو کہ رکوع کی بابت ہے اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں مجھے اس الجھن سے نکالیں۔ فقط محمد تقی ملتان

الجواب: اگر واقعی وہ مولوی صاحب احادیثِ رکوع کے منکر ہیں تو ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے کسی ارشاد کی تکذیب یا انکار کرنا اسلام سے ہاتھ دھونا ہے تو صاحب ادراکِ رکوع کو نہ ماننا صرف نماز کے ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ نہیں اس کے نہ ماننے سے تو اسلام ہی ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور آدمی کافر ہوجاتا ہے جیسے کراچی کے اس غریب اہل حدیث نے فتویٰ دیا ہے مگر امیر لوگ غریب کے فتوے کو کیوں مانیں گے۔ اللہ ہدایت نصیب کرے۔

فسادِ نمازِ امام سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے

(۱۰۴۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام

[۱] ابوداؤد ص ۱/۱۲۹

مدرکِ سجدہ مدرکِ رکعت نہیں

(۱۰۴۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَیْئًا مَّنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَهَا (رواہ ابوداؤد)[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کیلئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدے میں شامل ہوجایا کرو لیکن اس کو رکعت نہ سمجھا کرو اور جو رکوع کو پالے اس کی رکعت ہوگئی۔

صحیفہ اہل حدیث کراچی ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ سے ایک استفتاء اور اس کا جواب:

سوال: مجھے پانچوں وقت ایک ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی نصیب ہوتی ہے جن کا عقیدہ ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی اب میں پریشان ہوں کہ ان کے پیچھے میری نماز ہوتی ہے یا نہیں کیونکہ جب دیگر لوگ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کے منکر ہیں اسی طرح یہ بخاری شریف کی حدیث کے منکر ہیں جو کہ رکوع کی بابت ہے اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں مجھے اس الجھن سے نکالیں۔ فقط محمد تقی ملتان

الجواب: اگر واقعی وہ مولوی صاحب احادیثِ رکوع کے منکر ہیں تو ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے کسی ارشاد کی تکذیب یا انکار کرنا اسلام سے ہاتھ دھونا ہے تو صاحب ادراکِ رکوع کو نہ ماننا صرف نماز کے ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ نہیں اس کے نہ ماننے سے تو اسلام ہی ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور آدمی کافر ہوجاتا ہے جیسے کراچی کے اس غریب اہل حدیث نے فتویٰ دیا ہے مگر امیر لوگ غریب کے فتوے کو کیوں مانیں گے۔ اللہ ہدایت نصیب کرے۔

فسادِ نمازِ امام سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے

(۱۰۴۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام

[1] ابوداؤد ص ۱۲۹/۱

اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ (رواه الترمذی)٢

ضامن ہے اور مؤذن امانت دار ہے اے اللہ! اماموں کو ہدایت عطا فرما اور مؤذنین کو بخش دے۔

تو جب امام ضامن ہے تو اس کی نماز کی صحت مقتدیوں کی نماز کی صحت کو لازم ہوگی اور اس کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کو مستلزم ہوگا۔ اسکی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اثر سے ملاحظہ فرمائیں۔

(١٠٤٢) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّيْ بِالْقَوْمِ جُنُبًا قَالَ يُعِيْدُ وَيُعِيْدُوْنَ (رواه الامام محمد فی آثار)١

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایسے امام کے متعلق فرمایا جو قوم کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھا رہا تھا کہ وہ خود بھی اعادہ کرے اور قوم بھی نماز کا اعادہ کرے۔

اس معنی میں مرفوع حدیث بھی موجود ہے لیکن ضعفِ سند کی وجہ سے پیش نہیں کی گئی دیکھئے اس میں صراحت ہے کہ امام کی جنابت کی وجہ سے نہ امام کی نماز ہوئی اور نہ ہی مقتدیوں کی دونوں کو نماز لوٹانا لازم ہوا۔

بالاھتمام نفلوں کی نماز مکروہ ہے

چونکہ نبی کریم ﷺ نے تراویح، نمازِ کسوف اور نمازِ استقاء کے علاوہ کوئی نفلی نماز باجماعت نہیں پڑھائی اور نہ ہی حضراتِ صحابہؓ نے نفلوں کی جماعت کروائی ہے۔ فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ الْحَلَبِيُّ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّفْلَ بِالْجَمَاعَةِ عَلٰى سَبِيْلِ التَّدَاعِيْ مَكْرُوْهٌ عَلٰى مَاتَقَدَّمَ مَاعَدَا التَّرَاوِيْحَ وَصَلٰوةَ الْكُسُوْفِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ فَعُلِمَ اَنَّ كُلًّا مِنَ الصَّلٰوةِ الرَّغَائِبِ لَيْلَةَ اَوَّلِ الْجُمُعَةِ مِنْ رَجَبَ وَصَلٰوةِ الْبَرَآئَةِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَصَلٰوةِ الْقَدْرِ لَيْلَةَ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ بِالْجَمَاعَةِ بِدْعَةٌ مَكْرُوْهَةٌ شرح منية ص ٤١١ اَقُوْلُ وَكَذَا نَوَافِلُ الشَّبِيْنَةِ

علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں کہ تداعی کے ساتھ نفلوں کی جماعت مکروہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے سوائے نماز تراویح نمازِ کسوف اور نمازِ استقاء کے پس معلوم ہوا کہ جب شب جمعہ کی نماز رغائب پندہویں شعبان کی نماز برائت اور ستائیسویں رمضان کی نماز قدر باجماعت پڑھنا ایک مکروہ قسم کی بدعت ہے۔

میں کہتا ہو کہ ایسے ہی شبینہ کے نوافل کی جماعت یہ سب مکروہ اور قابلِ ترک ہیں۔

٢ ترمذی شریف ص ١/ ٢٩

مسبوق اپنی نماز کیسے پوری کرے

جس شخص کی کچھ رکعتیں شروع جماعت سے فوت ہوجائیں اسے مسبوق کہتے ہیں اپنی چھوٹی ہوئی نماز میں وہ منفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور جتنی رکعات امام کے ساتھ پائے ان میں مقتدی سمجھا جاتا ہے۔ پھر امام کے ساتھ والی رکعات اس کی آخری نماز ہوتی ہے اور جو پہلی رہ گئیں ہیں وہ اس کی شروع نماز متصور ہوتی ہے جیسے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰۴۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ اِجْعَلْ اٰخِرَ صَلٰوتِكَ مَا اَدْرَكْتَ مِنْ صَلٰوتِكَ (رواه ابن ابی شیبۃؒ)۱

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ تجھے جتنی نماز امام کے ساتھ ملی ہے اسے اپنی آخری نماز سمجھ۔

(۱۰۴۴) وَعَنْهُ قَالَ مَا اَدْرَكْتَ مَعَ الْاِمَامِ فَهُوَ اٰخِرُ صَلٰوتِكَ (رواه ابن ابی شیبۃؒ)۲

آپؓ ہی سے روایت ہے کہ تجھے جتنی نماز امام کے ساتھ ملے وہ تیری آخری نماز ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ جتنی نماز چھوٹ گئی ہے امام کی فراغت کے بعد جب اس کو ادا کریگا تو بالکل منفرد کی طرح ثنا، تعوذ اور تسمیہ، سورۂ فاتحہ اور سورت سب کچھ پڑھے گا جیسے اس روایت میں صراحت ہے۔

(۱۰۴۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَدْرَكَ الْاِمَامَ لَمْ يَقْرَأْ فَاِذَا قَامَ يَقْضِىْ قِرَاءَتَهٗ (رواه ابن ابی شیبۃؒ)۳

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ جتنی نماز امام کے ساتھ پاتے اس میں قرأت نہ کرتے اور جتنی بعد میں قضا کرتے اس میں قرأت کرتے۔

(۱۰۴۶) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ دِيْنَارٍؒ يَقُوْلُ اِقْضِ مَافَاتَ كَمَا فَاتَكَ (رواه ابن ابی شیبۃؒ)۴

حضرت ابن عمرؓ ہی سے روایت ہے (نچلا راوی کہتا ہے) کہ میں نے عمرو بن دینارؒ سے سنا کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ اپنی فوت شدہ نماز کو ویسے پڑھ جیسے فوت ہوئی۔

یعنی اگر ثنا، فاتحہ اور سورت والی تھی تو ثنا، فاتحہ اور سورت کے ساتھ پڑھ اور اگر صرف سورت والی ہے تو اکیلی سورت پڑھ لے اس کی مزید تصریح اگلی حدیث پاک میں دیکھئے۔

(۱۰۴۷) عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَؒ فِىْ رَجُلٍ تَفُوْتُهٗ بَعْضُ الصَّلٰوةِ فَيَقُوْمُ يَقْضِىْ قَالَ يَجْعَلُ مَابَقِىَ

جس شخص کی کچھ نماز جماعت سے فوت ہوجائے اسکے بارے میں حضرت ابو قلابہؒ سے روایت ہے کہ جب وہ کھڑا

۱ مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۲ / ۳۲۴
۲ بحوالہ سابقہ ۳ بحوالہ سابقہ
۴ بحوالہ سابقہ

اَوَّلَ صَلٰوتِہٖ وَاِنْ عَلِمْتَ مَاالَّذِیْ قَرَاَهٗ الْاِمَامُ فَاقْرَاْهُ (رواہ ابن ابی شیبۃؒ)[1]

ہو کر ادا کرنے لگے تو اپنی بقایا نماز کو شروع نماز فرض کرے اور اگر تجھے معلوم ہو کہ امام نے کیا قرأت کی ہے تو تو بھی وہی قرأت کر۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر امام کے ساتھ ایک رکعت ملی ہو تو ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرنا ہے یا نہیں تو ابن مسعودؓ کی آئندہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے قعدہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کی دو رکعتیں ہو گئیں۔

(١٠٤٨) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ اَنَّ مَسْرُوْقَ بْنَ الْاَجْدَعِ وَجُنْدُبَ الْاَزْدِیَّ اِنْتَهَيَا اِلَى الْاِمَامِ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِی الْمَغْرِبِ فَقَامَا لِيَقْضِيَا فَاَمَّا مَسْرُوْقٌ فَجَلَسَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ وَاَمَّا جُنْدُبٌ فَقَامَ فِی الْاُوْلٰى وَ جَلَسَ فِی الثَّانِيَةِ فَلَمَّا فَرَغَا اَنْكَرَ كُلٌّ مِّنْهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ فَانْطَلَقَا اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ فَذَاكَرَا لَهُ الَّذِیْ صَنَعَاهُ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَدْ اَحْسَنَ وَاَنَا اَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ مَسْرُوْقٌ فَاِنَّهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ (اخرجه ابن خسرو فی مسنده)[2]

جناب ابراہیم فرماتے ہیں کہ مسروق بن اجدع اور جندب ازدی دونوں نماز کیلئے کسی امام کے پاس پہنچے تو وہ مغرب کی دو رکعت پڑھا چکا تھا (یہ تیسری رکعت میں شامل ہو گئے) پھر اپنی بقیہ نماز کو قضا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے مسروق نے تو دو رکعت پر قعدہ کیا اور جندبؓ نے نہ کیا بلکہ وہ ایک رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے پھر دوسری رکعت میں قعدہ کیا جب وہ دونوں فارغ ہوئے تو ہر ایک نے دوسرے پر نکیر کی پھر دونوں حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا عمل بیان کیا، آپؓ نے فرمایا کہ تم دونوں نے ٹھیک کیا ہے لیکن میں خود مسروق کی طرح کرتا ہوں کیونکہ مجھے وہی عمل پسند ہے۔

یعنی ایک امام والی اور ایک اپنی رکعت ملا کر جب دو ہو جائیں تو قعدہ کر لیتا ہوں مسبوق کے بارے میں ایک تشنگی اب بھی باقی ہے کہ وہ امام کے ساتھ آخری قعدہ کریگا اور اسی کے سلام کے ساتھ سلام پھیرے گا یا جب وہ سلام پھیرنے لگے تو یہ اٹھ کر کھڑا ہو جائے تو اس کیلئے حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ سن لیجئے۔

(١٠٤٩) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ فِیْ رَجُلٍ سَبَقَهُ الْاِمَامُ اَيَتَشَهَّدُ فِیْ مَا سَبَقَهُ الْاِمَامُ قَالَ

جناب ابراہیمؒ سے ایک شخص کے بارے میں روایت ہے کہ جس سے امام سبقت لے گیا ہے کہ وہ مسبوقہ نماز میں تشہد

[1] مصنف ابن ابی شیبة ص ٢/ ٣٢٤
[2] جامع المسانید ص ١/ ٤٢٣

نَعَمْ قَالَ فَيَرُدُّ السَّلَامَ اِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَالَ اِذَا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ رَدَّ السَّلَامَ

(رواہ الامام محمدؒ فی الاثار)١

پڑھے گا یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ سائل نے پھر پوچھا کہ وہ امام کے سلام کیساتھ سلام پھیرے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب خود اپنی نماز سے فارغ ہوگا تب سلام پھیرے گا۔

مسبوقیت کی حد

جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے وہ مسبوق نہیں ہے اسے مافات نماز قضا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن جو سجدہ میں شامل ہوا اسکی رکعت نہیں بنتی اب وہ مسبوق ہے اسے یہ رکعت بعد میں قضا کرنی پڑے گی جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۰۵۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَ لَا تَعُدُّوْهُ شَيْئًا مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ

(رواہ ابوداؤدؒ)٢

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کیلئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدے میں شامل ہو جایا کرو لیکن اس کو رکعت نہ سمجھا کرو اور جو رکوع کو پالے اس نے تو نماز ہی کو پالیا۔

(۱۰۵۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَائَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهٗ خَيْرٌ كَثِيْرٌ

(رواہ مالکؒ)٣

اور حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے رکوع کو پالیا بلا شبہ اس نے سجدہ پالیا یعنی رکعت پالی اور جو سورۂ فاتحہ کی قرأت کو نہ پا سکا اس سے تو خیر کثیر فوت ہوگئی۔

وضاحت: رکوع میں شامل ہونے والا اگر چہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھ سکا اور نہ ہی سن سکا پھر بھی مدرکِ رکعت بن گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس پر قرأت فاتحہ واجب نہیں تھی لیکن امام کی قرأت میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے وہ خیر کثیر سے محروم رہا مگر نماز ہوگئی تو یہی احناف کا مسلک ہے کہ امام کی فاتحہ مقتدیوں کی فاتحہ بن جاتی ہے لہٰذا انہیں فاتحہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

١ جامع المسانید ص٢/٤٢٤

٢ ابو داؤد ص١٢٩ ، مشکوٰۃ شریف ص١٠٢

٣ مشکوٰۃ شریف ص١٠٢

محلے کی مسجد میں دوسری جماعت مکروہ ہے

(۱۰۵۲) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ مِنْ نَّوَاحِیِ الْمَدِیْنَۃِ یُرِیْدُ الصَّلٰوۃَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا فَمَالَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَجَمَعَ اَھْلَہٗ فَصَلّٰی بِھِمْ

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وقال الہیثمی رجالہ ثقات)[1]

حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے اطراف سے واپس آکر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں پس آپ ﷺ اپنے خانۂ اطہر میں تشریف لے گئے اور اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے ان کو نماز پڑھائی۔

اگر مسجد میں دوسری جماعت مکروہ نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ مسجد میں دوسری جماعت کرا لیتے اور گھر میں جماعت کرا کر مسجد کے ثواب سے محروم نہ رہتے۔ ہاں آپ کے سامنے دو صحابیوں نے جو دوسری جماعت کرائی تھی وہ متنفل کی مفترض کے پیچھے اقتدا تھی جو ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جو امام و مقتدی دونوں مفترض ہوں اور انہوں نے مسجد میں دوسری جماعت کرائی ہو اس لئے اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

جماعت میں شرکت کیلئے آنیوالا ثواب سے محروم نہیں رہتا

(۱۰۵۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْئَہٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاھَا وَ حَضَرَھَا لَا یَنْقُصُ ذَالِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا

(رواہ ابو داؤد)[2]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا اور نماز کیلئے مسجد میں گیا پھر معلوم ہوا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں پس اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اتنا ہی اجر عطا کریں گے جتنا باجماعت ادا کرنے والے کو عطا ہوا اور اس کی وجہ سے ان کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔

تو اگر جماعت ہو چکنے کا احتمال ہو تو اتنی سی بات پہ مسجد میں جانے سے رکنا نہیں چاہئے کیونکہ وہاں جا کر اگر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تو بھی اس کی کوشش کی وجہ سے جماعت کا ثواب ضرور ملے گا۔ رہی منفردا نماز سو وہاں بھی پڑھ سکتا ہے۔

[1] آثار السنن ص ۱۳۵

[2] ابو داؤد شریف ص ۸۳

منفرد پڑھ لینے والے کو اگر جماعت مل جائے تو کیا کرے؟

(۱۰۵۴) عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَجُلَیْنِ صَلَّیَا الظُّهْرَ فِیْ بَیْتِهِمَا عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرَیَانِ اَنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ اَتَیَا الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ فَقَعَدَا فِیْ نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ وَهُمَا یَرَیَانِ اَنَّ الصَّلٰوةَ لَاتَحِلُّ لَهُمَا فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُمْ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِمَا فَجِیْءَ بِهِمَا وَفَرَائِصُهُمَا تَرْعَدُ مَخَافَةَ اَنْ یَّكُوْنَ قَدْ حَدَثَ فِیْ اَمْرِهِمَا شَیْءٌ فَسَاَلَهُمَا فَاَخْبَرَاهُ الْخَبَرَ فَقَالَ اِذَا فَعَلْتُمَا ذَالِكَ فَصَلِّیَا مَعَ النَّاسِ وَاجْعَلَا الْاُوْلٰی هِیَ الْفَرِیْضَةُ

(رواه امامنا ابو حنیفة فی مسنده)[1]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دو شخصوں نے ظہر کی نماز اپنے گھروں میں پڑھ لی انکا خیال تھا کہ لوگ مسجد میں نماز پڑھ چکے ہوں گے پھر وہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی نماز پڑھا رہے ہیں تو وہ مسجد کے کونے میں الگ بیٹھ گئے، انکا خیال تھا کہ اب ان کیلئے جماعت میں شریک ہونا ٹھیک نہیں جب نبی کریم ﷺ نے سلام پھیرا تو انہیں دیکھا اور اپنے پاس بلایا، وہ آتو گئے لیکن خوف سے انکی پھریں[2] پھڑک رہی تھیں کہ مبادہ انکے متعلق کوئی حکم نازل ہو گیا ہو، آپؐ نے ان سے پوچھا (کہ تم جماعت میں کیوں شریک نہیں ہوئے) تو انہوں نے بتلایا (کہ ہم گھروں میں نماز پڑھ آئے تھے) آپؐ نے فرمایا کہ جب تمہیں یہ صورت پیش آئے تو جماعت کیساتھ بھی نماز پڑھ لیا کرو (یہ تمہاری نفل نماز ہو جائیگی لیکن فرض پہلی ہی سمجھا کرو۔

(۱۰۵۵) عَنْ جَابِرِ بْنِ یَزِیْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهٗ فَصَلَّیْتُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِیْ مَسْجِدِ الْخَیْفِ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَهٗ اِنْحَرَفَ فَاِذَا هُوَ بِرَجُلَیْنِ فِیْ اٰخِرِ الْقَوْمِ لَمْ یُصَلِّیَا مَعَهٗ فَقَالَ عَلَیَّ بِهِمَا فَجِیْءَ بِهِمَا

حضرت جابر بن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کیساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوا تو میں نے آپ کیساتھ فجر کی نماز مسجدِ خیف میں پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دو آمیوں کو دیکھا جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی آپ نے فرمایا کہ ان کو بلا کر لاؤ جب وہ ڈرتے، کانپتے ہوئے

[1] زجاجة ص ۳۳۰ وقریبا منه ابو داؤد ص ۸۵ مشکوٰة شریف ص ۱۰۳ جماع المسانید ص ٤٤٠

[2] پھریں۔ کندھے کی کھال

تَرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالاَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِىْ رِحَالِنَا قَالَ فَلاَتَفْعَلاَ اِذَا صَلَّيْتُمَا فِىْ رِحَالِكُمْ ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَاِنَّهَا نَافِلَةٌ

(رواه الترمذی فی جامعه وهو فی عدد کتب اذکار مسنونة)[1]

آئے تو آپ نے پوچھا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی انہوں عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم نے اپنے پڑاؤ میں پڑھ لی تھی، آپ نے فرمایا کہ ایسے نہ کیا کرو جب ایسی صورت پیش آجائے تو جماعت کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کرو وہ تمہاری نفل ہو جائیگی۔ (گویا مفترض کے پیچھے متنفل کی نماز صحیح ہے)

ان احادیثِ مبارکہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ منفرداً نماز پڑھ لینے کے بعد اگر جماعت مل جائے تو بحیثیت متنفل اس میں بھی شامل ہو جانا چاہئے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ متنفل کو مفترض کی اقتدا صحیح ہے لیکن جماعت کی یہ شمولیت صرف ظہر اور عشاء میں ہو سکتی ہے فجر اور عصر میں نہیں کیونکہ ان کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں اور مغرب میں بھی نہیں کیونکہ نفل تین نہیں ہوتے جیسے اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

(١٠٥٦) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلَّيْتَ فِىْ اَهْلِكَ ثُمَّ اَدْرَكْتَ الصَّلٰوةَ فَصَلِّهَا اِلاَّ الْفَجْرَ وَالْمَغْرِبَ

(رواه الدار قطنیؒ)[2]

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے گھر میں نماز پڑھ لو پھر جماعت مل جائے تو اس کے ساتھ بھی پڑھ لیا کرو سوائے فجر اور مغرب کے۔

اس روایت میں اگرچہ عصر کا ذکر نہیں لیکن یہ پہلے مفصل ذکر ہو چکا ہے کہ عصر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں۔

کھڑے ہونے والے کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے

(١٠٥٧) عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا اَلاَ تُحَدِّثِيْنِىْ عَنْ مَرَضِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ! قُلْنَا لاَ، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ

جناب عبیداللہؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی مرض الوفات کی کیفیت نہیں بیان کریں گی؟ انہوں نے فرمایا کہ کیوں نہیں، جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے

[1] ترمذی شریف ص ١١٨

[2] زجاجة ص ٣٣٢ وفی معناه روی امام مالکؒ كما فی مشكوٰة ص ٣

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ ضَعُوْلِیْ مَآءً فِیْ
الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ
لِيَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی
النَّاسُ؟ فَقُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ ضَعُوْلِیْ مَآءً فِیْ
الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ
لِيَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی
النَّاسُ؟ فَقُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ ضَعُوْلِیْ مَآءً فِیْ
الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ
لِيَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی
النَّاسُ؟ فَقُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَتْ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِیْ
الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ
قَالَتْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍؓ اَنْ يُّصَلِّیَ
النَّاسَ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍؓ
رَجُلًا رَقِيْقًا فَقَالَ يَاعُمَرُؓ صَلِّ اَنْتَ فَقَالَ
عُمَرُؓ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ قَالَتْ فَصَلّٰی بِهِمْ
اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ
يُهَادٰی بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمُ الْعَبَّاسُؓ
لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَاَبُوْبَكْرٍؓ يُّصَلِّی بِالنَّاسِ

دریافت کہ کیا لوگوں نے نماز ادا کرلی ہے؟ ہم نے عرض کیا
نہیں یارسول اللہ! وہ نماز کیلئے آپکا انتظار کررہے ہیں، آپ
نے فرمایا اچھا میرے لئے لگن میں پانی رکھو تو آپ نے غسل
فرمایا اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی پھر
ذرا افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا لوگوں نے نماز ادا کرلی ہے؟ ہم
نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ نماز کیلئے آپ کا انتظار
کررہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا میرے لئے لگن میں پانی
رکھو تو آپ نے غسل فرمایا اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن آپ پر
بیہوشی طاری ہوگئی پھر ذرا افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا لوگوں
نے نماز ادا کرلی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! وہ
نماز کیلئے آپ کا انتظار کررہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا
میرے لئے لگن میں پانی رکھو تو آپ نے غسل فرمایا اور اٹھنے
کی کوشش کی لیکن آپ پر سہ بارہ بے ہوشی طاری ہوگئی پھر ذرا
افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا لوگوں نے نماز ادا کرلی ہے؟ ہم
نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! وہ نماز کیلئے آپکا انتظار کررہے
ہیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ لوگ مسجد میں بیٹھے
نماز عشاء کیلئے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کررہے تھے تو رسول
اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس
جب انکے پاس قاصد آیا چونکہ آپؓ بہت رقیق القلب تھے
اسلئے حضرت عمرؓ سے کہنے لگے آپ نماز پڑھادیں، حضرت عمرؓ
نے جواب دیا کہ اس فضیلت کے آپ ہی زیادہ حق دار
ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر حضرت ابوبکرؓ نے نماز
پڑھائی بعدازاں آپ نے اپنے جی میں افاقہ محسوس کیا تو نماز
کیلئے دو آمیوں کا سہارا لیکر تشریف لے گئے انمیں

فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ فَاَوْمَا اِلَيْهِ اَنْ لَّا يَتَاَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا اِجْلِسَانِىْ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِىْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّىْ وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ فَعَرَضْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثَ عَائِشَةَ فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِىْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِىٌّ انتھی

(متفق علیہ)[ل]

سے ایک حضرت عباسؓ ہیں پس جب حضرت ابوبکرؓ نے آپکو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے آپ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں اوران دونوں کوفرمایا کہ مجھے ان دونوں کے پہلوؤں میں بٹھا دو۔ انہوں نے آپکو حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بٹھا دیا تو حضرت ابوبکرؓ کھڑے کھڑے نبی کریم ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اورلوگ حضرت ابوبکرؓ کی جبکہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب عبیداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ حدیث مبارکہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے پیش کی تو انہوں ذرا بھی انکار نہیں کیا ہاں یہ فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے تیرے سامنے اس دوسرے آدمی کا نام لیا تھا جو حضرت عباسؓ کیساتھ تھے میں نے کہا نہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ علیؓ تھے۔

اس حدیثِ پاک سے جہاں اقتدا القائم بالقاعد صحیح ثابت ہوتی ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کی نظر میں جماعت کی اہمیت اور جماعت کے ثواب کی انتہائی حرص بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ بیمار ہیں اور بیماری بھی مرض الموت ہے لیکن ذرا سا بھی افاقہ پاتے ہیں تو دو آدمیوں کے سہارے لٹکتے ہوئے مسجد میں جاکر جماعت میں شریک ہوتے ہیں لیکن ہم لوگ اچھے بھلے صحت مند بغیر کسی عذر کے گھروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں اور مسجد و جماعت دونوں کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ فَوَا اَسَفَاہ

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کی خلافتِ اولیٰ کے حقدار صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے نہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورنہ حضرت ابوبکرؓ کی بجائے آپ مصلائے امامت حجرت علیؓ کے سپرد فرماتے۔

وضو والے کی نماز تیمّم والے کے پیچھے

(۱۰۵۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اِحْتَلَمْتُ فِىْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِىْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَشْفَقْتُ اِنْ اَغْتَسِلُ فَاَهْلِكُ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِاَصْحَابِىْ الصُّبْحَ فَذَكَرُوْا ذَالِكَ

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ مجھے غزوہ ذات السلاسل کی ایک ٹھنڈی رات میں احتلام ہوگیا مجھے خطرہ ہوا کہ اگر میں غسل کروں تو میں ہلاک ہو جاؤں گا لہٰذا میں نے تیمّم کر کے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی پھر

ل مسلم شریف ص۱۷۸، بخاری شریف ص۹۹، نصب الرایۃ ص۴۱

فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ فَاَوْمَآ اِلَيْهِ اَنْ لَّا يَتَاَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا اَجْلِسَانِىْ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِىْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّىْ وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلٰوةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ فَعَرَضْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثَ عَائِشَةَ فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِىْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِىٌّ. انتہی

(متفق علیه)[1]

سے ایک حضرت عباسؓ ہیں پس جب حضرت ابوبکرؓ نے آپکو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے آپ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں اوران دونوں کو فرمایا کہ مجھے ان دونوں کے پہلوؤں میں بٹھا دو۔ انہوں نے آپکو حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بٹھا دیا تو حضرت ابوبکر کھڑے کھڑے نبی کریم ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی جبکہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب عبیداللہ فرماتے ہیں کہ میں یہ حدیث مبارکہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے پیش کی تو انہوں ذرا بھی انکار نہیں کیا ہاں یہ فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے تیرے سامنے اس دوسرے آدمی کا نام لیا تھا جو حضرت عباسؓ کیساتھ تھے میں نے کہا نہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ علیؓ تھے۔

اس حدیث پاک سے جہاں اقتدا القائم بالقاعد صحیح ثابت ہوتی ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کی نظر میں جماعت کی اہمیت اور جماعت کے ثواب کی انتہائی حرص بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ بیمار ہیں اور بیماری بھی مرض الموت ہے لیکن ذرا سا بھی افاقہ پاتے ہیں تو دو آدمیوں کے سہارے لٹکتے ہوئے مسجد میں جا کر جماعت میں شریک ہوتے ہیں لیکن ہم لوگ اچھے بھلے صحت مند بغیر کسی عذر کے گھروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں اور مسجد و جماعت دونوں کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ فوا اسفاہ

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کی خلافتِ اولیٰ کے حقدار صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے نہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورنہ حضرت ابوبکرؓ کی بجائے آپ مصلائے امامت حجرت علیؓ کے سپرد فرماتے۔ حضرت

وضو والے کی نماز تیمّم والے کے پیچھے

(۱۰۵۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اِحْتَلَمْتُ فِىْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِىْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَشْفَقْتُ اِنْ اَغْتَسِلُ فَاَهْلِكُ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِاَصْحَابِىْ الصُّبْحَ فَذَكَرُوْا ذَالِكَ

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ مجھے غزوہ ذات السلاسل کی ایک ٹھنڈی رات میں احتلام ہو گیا مجھے خطرہ ہوا کہ اگر میں غسل کروں تو میں ہلاک ہو جاؤں گا لہٰذا میں نے تیمّم کر کے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی پھر

[1] مسلم شریف ص۱۷۸، بخاری شریف ص۹۹، نصب الرایة ص۴۱

لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَمْرُو! صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الْاِغْتِسَالِ وَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ (وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا) فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا (رواہ ابوداؤد والبخاری تعلیقا)[1]

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ عمرو! تو نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھادی حالانکہ تو جنبی تھا۔ میں نے آپ کو وہ عذر بیان کیا جسنے مجھے غسل سے باز رکھا تھا اور میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے ''وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ'' الخ[2] یعنی اپنے آپ کو قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے اس پر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔

معلوم ہوا کہ تیمم والے کے پیچھے وضو والے کی اقتدا درست ہے جبھی تو رسول اللہ ﷺ نے صرف ہنس کر اس کو ٹال دیا ورنہ اگر نماز صحیح نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ لازماً اعادہ کا حکم فرماتے۔

مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے جائز نہیں

(۱۰۵۹) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ (رواہ الشیخان)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام تو اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس تم اس سے مختلف نماز نہ پڑھو۔

چونکہ متنفل کی نماز مفترض کے پیچھے بالاتفاق جائز ہے اس لئے اس سے یہی اختلافِ نیت مراد ہوسکتا ہے جس میں مقتدی فرض پڑھ رہا ہو اور امام نفل یعنی مقتدی حالۃً امام سے اعلیٰ ہو اور اعلیٰ ادنیٰ کی اقتدا نہیں کرسکتا اسی طرح تندرست آدمی کے لئے معذور امام کی اقتدا جائز نہیں کیونکہ امام ضامن ہے اور مقتدی مضمون تو امام اپنے سے اعلیٰ مقتدی کا ضامن کیسے بن سکتا ہے لہٰذا سلسل بول اور بواسیر کا مریض بھی تندرستوں کا امام نہیں بن سکتا، رہا حضرت معاذ کا معاملہ وہ فرض نماز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھ کر جاتے تھے اور اپنی بستی میں جا کر اپنے لوگوں کی بھی امامت کراتے تھے جو مفترض ہوتے تھے اور آپ متنفل تو یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے علم میں آئے بغیر ہوتا رہا اور جب آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

[1] بخاری شریف ص ۴۵ ابوداؤد شریف ص ۴۸
[2] پ ۵ ع ۲

(۱۰۶۰) یَا مُعَاذُ لَا تَکُنْ فَتَّانًا اِمَّا اَنْ تُصَلِّیَ مَعِیَ وَاِمَّا اَنْ تُخَفِّفَ عَلٰی قَوْمِكَ (رواه احمدؒ فی مسنده)[۱]

یعنی اے معاذ لوگوں کو فتنے میں نہ ڈال یا تو میرے ساتھ ہی نماز پڑھ لیا کر (اور قوم کو نہ پڑھایا کر) یا پھر اپنی قوم کو ہلکی پھلکی نماز پڑھایا کر (اور یہاں نہ پڑھا کر)

ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے نفل کی نیت سے پڑھتے ہوں اور فرض اپنی قوم میں جا کر، واللہ اعلم

نماز کے بعد رخ پھیرنا اور مقتدیوں کی طرف منہ کرنا

(۱۰۶۱) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ (رواه البخاریؒ)[۲]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھ لیتے تو چہرۂ انور ہماری طرف پھیر لیا کرتے تھے۔

(۱۰۶۲) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اَکْثَرَ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ (رواه مسلمؒ)[۳]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اکثر دائیں طرف سے پھرا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دائیں طرف پھرنا مستحب ہے مگر اس کو واجب نہ سمجھ لے باقی جن روایات میں بائیں طرف پھرنے کا ذکر ہے ان سے صرف جواز ثابت ہوگا کیونکہ وہ آپ ﷺ کا اکثری عمل نہیں۔

امام اور مقتدی کا سنتوں کیلئے جگہ بدلنا

جس جگہ پر کوئی عبادت یا ذکر و اذکار کیا جائے وہ جگہ عبادت کی گواہ بن جاتی ہے اور گواہ جتنے بھی زیادہ ہوں تو بہتر ہے بہر حال فرضوں کے بعد جگہ بدل لی جائے تو بہت مناسب ہے حضور اکرم ﷺ سے اس امر کی تائید منقول ہے۔

(۱۰۶۳) عَنِ الْاَزْرَقِ ابْنِ قَیْسٍؒ قَالَ صَلّٰی بِنَا اِمَامٌ لَّنَا یُکْنٰی اَبَا رِمْثَةَ قَالَ صَلَّیْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اَوْ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍؓ وَ

جناب ازرق بن قیسؒ سے روایت ہے کہ ہمارے امام نے ہمیں نماز پڑھائی جنہیں ابو رمثہ کہا جاتا تھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ نماز یا اس جیسی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی اور حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی پہلی

[۱] مسند احمد ص ۷۴/۵
[۲] بخاری شریف ص ۱۱۷ [۳] مسلم شریف ص ۲۴۷

عُمَرُ يَقُوْمَانِ فِى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيْرَةَ مِنَ الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَيَسَارِهٖ حَتّٰى رَاَيْنَا بَيَاضَ خَدِّهٖ ثُمَّ انْفَصَلَ كَانْفِصَالِ اَبِىْ رِمْثَةَ يَعْنِىْ نَفْسَهٗ فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِىْ اَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ يَشْفَعُ فَوَثَبَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِمَنْكِبِهٖ فَهَزَّهٗ ثُمَّ قَالَ اِجْلِسْ فَاِنَّهٗ لَنْ يَّهْلِكَ اَهْلُ الْكِتَابِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلٰوتِهِمْ فَصْلٌ فَرَفَعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ فَقَالَ اَصَابَ اللّٰهُ لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ (رواہ ابوداؤد)[1]	صف میں حضور اکرم ﷺ کے دائیں جانب کھڑے تھے ایک آدمی جو تکبیر اولیٰ میں شریک تھا، جب حضور ﷺ نماز پڑھ چکے اور دائیں بائیں سلام پھیر دیا حتی کہ ہم نے آپ کے دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھ لی اور آپ اسطرح مڑے جیسے ابورمثہ یعنی میں مڑا ہوں تو وہ آدمی جس نے تکبیر اولیٰ پائی تھی نفلیں پڑھنے کیلئے کھڑا ہوگیا اور حضرت عمرؓ نے جلدی سے لپک کر اسکے کندھے پکڑے اور اسے جھنجوڑ ڈالا اور فرمایا بیٹھ جا اسلئے کہ اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انکی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہوا کرتا تھا رسول اللہ ﷺ نے نظر مبارک اٹھائی اور فرمایا اے ابن خطاب! اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں صحیح بات تک پہنچایا ہے۔

امام کے جگہ بدلنے کے متعلق یہ روایت ملاحظہ فرمائیں......

(١٠٦٤) عَنِ الْعَطَاءِ الْخُرَاسَانِىِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّى الْاِمَامُ فِىْ مَوْضَعِ الَّذِىْ صَلّٰى فِيْهِ حَتّٰى يَتَحَوَّلَ (رواہ ابوداؤد)[2]	حضرت عطا خراسانی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام نماز نہ پڑھے اس جگہ پر کہ جس پر اس نے نماز پڑھائی ہے یہاں تک کہ وہ جگہ بدل لے۔

وضاحت: جگہ کی تبدیلی ایک تو حقیقتاً ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پڑھے دوسرے مجازاً کہ اگر اس جگہ سنت پڑھی ہوں تو سنتوں میں ذرا فصل کرے یعنی تھوڑی دیر بیٹھا ذکر واذکار کرتا رہے اور تسبیحات پڑھتا رہے پھر سنت پڑھ لے یا پہلے اگر چار رکعت پڑھی ہوں تو اب دو رکعت پڑھے پہلے اگر کھڑے ہو کر پڑھی ہو تو اب بیٹھ کر پڑھے یہ ساری صورتیں فصل میں داخل ہیں۔

[1] ابوداؤد ص ١/ ١٦٠
[2] ابوداؤد ص ١/ ١٠٦

مقتدی کا امام کو لقمہ دینا

(۱۰۶۵) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةً فَقَرَاَ فِیْهَا فَلُبِسَ عَلَیْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِاُبَیٍّ اَصَلَّیْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنْ تَفْتَحَ عَلَیَّ (رواہ ابو داؤد والطبرانی)[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی اس میں آپ کو قرات میں متشابہ لگ گیا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا کہ پھر تمہیں کس نے روکا (یعنی لقمہ دینے سے)

اس سے معلوم ہوا کہ امام کو اگر قرأت یا رکعت وغیرہ کی غلطی لگ جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام کو لقمہ دے کر غلطی کی اصلاح کردیں اسکی مزید صراحت دیکھئے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے ایک آیت چھوٹ گئی حضرت ابیؓ نے نماز میں لقمہ دے دیا حضور اکرم ﷺ نے نماز کے بعد استفسار فرمایا کہ کس نے بتایا ہے حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ میں نے بتایا تھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی گمان تھا کہ تم ہی نے بتایا ہوگا۔ مسند احمد بحوالہ تبلیغی نصاب فضائل اعمال ص ۱۰۱

(۱۰۶۶) عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ یَزِیْدَ الْمَالِكِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَحْیٰی وَرُبَّمَا قَالَ قَالَ شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الصَّلٰوةِ فَتَرَكَ شَیْئًا لَمْ یَقْرَاْهُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ تَرَكْتَ اٰیَةَ كَذَا كَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا اَذْكَرْتَنِیْهَا قَالَ سُلَیْمَانُ فِیْ حَدِیْثِهٖ "قَالَ كُنْتُ اَرَاهَا نُسِخَتْ" (رواہ ابو داؤد)[2]

حضرت ابن یزید مالکیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یحیی کہتے ہیں کبھی تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا جب آپ نماز میں قرأت فرما رہے تھے تو آپ نے کچھ الفاظ چھوڑ دیے جن کی قرأت نہیں کی تو آپ سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تو نے مجھے یاد کیوں نہیں دلایا۔ سلیمانؒ اپنی حدیث میں یہ بھی اضافہ کرتے ہیں کہ اس نے عرض کیا کہ میں سمجھا کہ منسوخ ہوگئی ہے۔

[1] ابو داؤد ص ۳۱
[2] ابو داؤد ص ۱/۱۳۱

سلام کے بعد مسنون ذکر و تسبیح

(۱۰۶۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ إِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (رواہ الجماعۃ الا البخاریؒ)[۱]

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے اور دعا پڑھتے اللھم انت السلام الخ یعنی اے اللہ! تو مجسم سلامتی ہے تیری طرف سے سلامتی ملتی ہے اے عزت وعظمت کے مالک تو بابرکت ہے۔

(۱۰۶۸) وَعَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ صَلٰوتِهٖ إِذَا سَلَّمَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (رواہ الشیخان)[۲]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تو کہا کرتے تھے لا الہ الا اللہ الخ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں درانحالیکہ وہ وحدہ لاشریک ہے اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ جو تو عطا کرے کوئی اسے روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے وہ کوئی دینے والا نہیں اور کسی بڑے آدمی کو اسکی بڑائی تیری عذاب سے بچا نہیں سکتی۔

(۱۰۶۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ (متفق علیہ)[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا پورا ہونا تکبیر سے پہچان لیتا تھا۔

یعنی نبی کریم ﷺ سلام پھیر کر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہا کرتے تھے جسے سن کر مجھے پتہ چل جاتا تھا کہ اب نماز ختم ہوگئی لیکن آپ کا جہراً تکبیر کہنا صرف تعلیم کیلئے تھا اسی وجہ سے کسی بڑے امام یا عالم نے اسے مسنون نہیں کہا، واضح ہو کہ حضرت ابن عباسؓ اس وقت بچے تھے۔

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۸۸

[۲] مشکوٰۃ شریف ص۸۲، زجاجۃ ص۲۸۱

[۳] مشکوٰۃ شریف ۸۲، آثار السنن ص۱۲۵

(۱۰۷۰) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً (رواہ مسلم)[۱]

حضرت کعب بن عجرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز کے بعد کچھ تسبیحات ہیں ان کا کرنے والا نامراد نہیں رہ سکتا ہر فرض کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس دفعہ اللہ اکبر کہنا۔

یہی وہ تسبیحاتِ فاطمہؓ ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے اپنی شہزادی خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو سکھائی تھیں اور انہیں غلام سے بہتر فرمایا تھا۔

(۱۰۷۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَبَّحَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَحَمَّدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامُ الْمِائَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (رواہ مسلم)[۲]

حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس دفعہ سبحان اللہ تینتیس دفعہ الحمد لله اور تینتیس دفعہ الله اکبر کہا اور یہ ننانوے دفعہ ہوگیا اور لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد وهو على كل شئ قدير" الخ کہہ کر سو پورا کیا تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(۱۰۷۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ سَعِيْدٍ هَلْ حَفِظْتَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا يَّقُوْلُهٗ بَعْدَ مَا سَلَّمَ قَالَ نَعَمْ كَانَ يَقُوْلُ "سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (رواہ ابو یعلیٰ)[۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ سلام کے بعد جو کچھ پڑھا کرتے تھے وہ آپ کو یاد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں پڑھا کرتے تھے سبحان ربک الخ یعنی تیرا رب جو عزت کا مالک ہے ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ بیان کرتے ہیں اور تمام رسولوں پر سلام ہو اور سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۸۲
[۲] مسلم شریف ص۲۱۹ [۳] آثار السنن ص۱۲۶

(١٠٧٣) وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ اِلَى الصَّلٰوةِ الْاُخْرٰى (رواه الطبرانی فی الکبیر)[۱]

حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو وہ دوسری نماز تک اللہ رب العزت کی ذمہ داری میں ہے۔

(١٠٧٤) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ (رواه النسائیؒ)[۲]

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اسے دخولِ جنت سے موت کے سوا کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

نماز کے بعد دعا

(١٠٧٥) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ الَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ (رواه الترمذی)[۳]

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کونسی دعا زیادہ قابلِ قبول ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ دعا جو رات کے آخری حصہ میں کی گئی ہو اور وہ بھی جو فرضوں کے بعد کی جائے

تو معلوم ہوا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت ﷺ کی قولی سنت ہے لیکن تین دفعہ دعا مانگنے کا قولاً یا فعلاً کہیں ذکر نہیں ملتا اس لئے نماز کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھانا اور تین ہی دفعہ ہاتھ منہ پر پھیرنا محض بدعت ہے جس کو ترک کر کے ایک دعا پر اکتفا کرنا چاہیے تاکہ سنت کی مطابقت سے دعا قبول ہو اور بدعت کی نحوست سے مردود نہ ہو جائے۔ اعاذنا اللہ من ذالک

تین دفعہ کے بارے میں جس روایت کا سہارا لیا جاتا ہے اس کا بعد از نماز سے کوئی تعلق نہیں وہ زیارت القبور سے متعلق ہے وہ بھی جب وہاں کا قیام از حد طویل ہو اور وقفے وقفے سے بار بار دعا کی جائے یہی حدیث حضرت عائشہؓ بروایتِ مسلم شریف کا مفاد ہے۔ واللہ اعلم

[۱] آثار السنن ص١٢٦
[۲] بحوالہ سابقہ
[۳] ترمذی شریف ص١٨٨/٢ ، مشکوٰۃ شریف ص٨٩

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

(۱۰۷۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّهَا رَاَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ رَافِعًا یَدَیْهِ یَقُوْلُ "اَللّٰھُمَّ اَنَا بَشَرٌ فَلَا تُعَاقِبْنِیْ اَیُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُهٗ اَوْ شَتَمْتُهٗ فَلَا تُعَاقِبْنِیْ فِیْهِ" (رواہ البخاری فی ادب المفرد)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھا آپ کہہ رہے تھے "اللھم انا بشرالخ"، یعنی اے اللہ! میں بشر ہی تو ہوں پس مجھے سزا نہ دے جس مؤمن شخص کو میں نے تکلیف پہنچائی ہو یا گالی دی ہو اسکی وجہ سے مجھ سے گرفت نہ کرنا۔

(۱۰۷۷) وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْهِ اَنْ یَّرُدَّھُمَا صِفْرًا (رواہ ابوداؤدؒ وابن ماجۃ)[2]

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب حیادار ہے کریم ذات ہے جب کوئی بندہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو اسے شرم آتی ہے کہ اسے خالی پھیر دے۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اکابر اہل حدیث کے ہاں بھی جائز اور مستحب ہے۔ دیکھئے حافظ عبداللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی ہے وہ شرعاً درست ہے۔ فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۱۹۰

میاں نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے اور زیادہ مخطی ہے جو اسکو بدعت کہتا ہے۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۸۶۶

امام نوویؒ نے شرح مہذب ج ۳ ص ۴۸۸ پر لکھا ہے......

قَدْ ذَکَرْنَا اِسْتِحْبَابَ الذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ لِلْاِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ وَالْمُنْفَرِدِ وَھُوَ مُسْتَحَبٌّ عَقْبَ کُلِّ الصَّلٰوَاتِ بِلَا خِلَافٍ

ہم نے امام اور مقتدی اور منفرد کیلئے دعا و ذکر کا مستحب ہونا ذکر کیا ہے اور وہ بالاتفاق تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے۔

امام بخاریؒ نے نماز کے بعد دعا کے بارے میں مستقل باب صحیح بخاری ص ۹۳۷ ج ۲ پر باندھا ہے۔ "باب الدعاء بعد الصلوٰۃ"، یعنی نماز کے بعد دعا کا باب ابن حجر شافعیؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ کا اس باب میں مقصد ان لوگوں کا رد ہے جو نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۸۹
[2] ابوداؤد شریف ص ۲۰۹

(۱۰۷۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْهِ بَعْدَ مَاسَلَّمَ وَ هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَقَالَ "اَللّٰهُمَّ خَلِّصِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَعَیَّاشَ بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَضَعَفَةَ الْمُسْلِمِیْنَ الَّذِیْنَ لَایَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَایَهْتَدُوْنَ سَبِیْلاً مِّنْ اَیْدِی الْکُفَّارِ (رواہ ابن ابی حاتم بحوالہ الاذکار المسنونۃ)[1]

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھائے آپ قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے تھے اے اللہ! ولید بن ولید، عیاش بن ابی ربیعہ، سلمہ بن ھشام اور مسلمانوں میں سے ان لوگوں کو رہا فرما جو نہ تو کسی حیلہ کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی کفار کے ہاتھوں سے (رہائی کا) راستہ پاتے ہیں۔

(۱۰۷۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِیِّ وَکَانَ مُسْتَجَابًا اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّاسِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایَجْتَمِعُ مَلَاءٌ فَیَدْعُوْ بَعْضُهُمْ وَیُؤَمِّنُ سَائِرُهُمْ اِلَّا اَجَابَهُمُ اللّٰهُ الحدیث رواہ الطبرانی وَقَالَ الْهَیْثَمِیُّ بَعْدَ ذِکْرِهٖ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ غَیْرَ ابْنِ لَهِیْعَةَ وَهُوَ حَسَنُ الْحَدِیْثِ مجمع الزوائد[2]

حضرت ابو ہریرۃؓ حضرت حبیب بن مسلمہ فہری سے جو مستجاب الدعوات تھے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب بھی کچھ لوگ جمع ہو کر دعا مانگیں ایک دعائیہ الفاظ کہیں اور باقی لوگ آمین آمین کہتے جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرما لیتے ہیں ہیثمی فرماتے ہیں کہ اسکے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے ابن لھیعہ کے اور حدیث حسن درجے کی ہے۔

(۱۰۸۰) عَنِ الْاَسْوَدِ الْعَامِرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ اِنْحَرَفَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَدَعَا (رواہ ابن ابی شیبۃ و الطبرانی فی معجمہ و البخاری فی جز رفع یدین، فتاوی نذیریۃ، تحفۃ الاحوذی)[3]

جناب اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو رخ موڑ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔

[1] الاذکار المسنونۃ ص۹۹

[2] مجمع الزوائد ۱۷۰/۱

[3] معارف السنن ص۲۳ ج۳ ، معجم طبرانی ص۳۰۲/۲
جز، رفع الیدین للبخاری ص۲۳ ، تحفۃ الاحوذی ص۲۴۶/۱

(۱۰۸۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ بَسَطَ کَفَّیْهِ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ یَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِلٰهِیْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَ یَعْقُوْبَ وَاِلٰهَ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ اَسْئَلُكَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلًی وَتَنَالَنِیْ بِرَحْمَةٍ وَتَنْفِیْ عَنِّی الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْکِنٌ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ لَّا یَرُدَّ یَدَیْهِ خَائِبَتَیْنِ (عمل الیوم واللیله وابن سنی)[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی بندہ ہر نماز کے بعد ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور یہ دعا کرے اللھم الٰھی الخ یعنی اے اللہ! اے میرے معبود! اے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علٰی نبینا وعلیھم السلام کے معبود! اے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا کو قبول کرلے کیونکہ میں بے قرار ہوں اور میرے دین کو محفوظ کردے کیونکہ میں مبتلا ہوں اور رحمت سے مجھے تھام لے کیونکہ میں گنہگار ہوں اور میرے فقر کو دور کردے کیونکہ میں مسکین ہوں تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہوگا کہ اسکے ہاتھوں کو نامراد نہ پھیرے۔

(۱۰۸۲) عَنْ عَبْدِالْعَزِیْزِ بْنِ اَبِیْ رُوَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَلْقَمَةُ وَاِسْمَاعِیْلُ بْنُ اُمَیَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ رَفَعَ یَدَیْهِ وَضَمَّهُمَا وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ وَاَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ

(کتاب الزھد والرقاق لعبداللہ بن المبارک)[۲]

علقمہ بن مرثدؒ اور اسماعیل بن امیہؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو اوپر کی طرف اٹھاتے اور ان دونوں کو باہم ملاتے اور یہ دعا کرتے "رب اغفرلی الخ"، یعنی اے میرے رب! مجھے بخش دے جو میں نے پہلے کیا اور پیچھے کیا جو چھپا کر کیا اور جو اعلانیہ کیا اور مجھ سے کوتاہیاں ہوئیں اور جن میرے (جرائم) کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی بڑھانے والا ہے اور ہٹانے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیرا ہی ملک ہے اور تیری ہی تعریف ہے۔

(۱۰۸۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ یَحْیٰی قَالَ رَاَیْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ وَرَاٰی رَجُلًا رَافِعًا یَدَیْهِ یَدْعُوْ قَبْلَ اَنْ یَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا

جناب محمد بن یحیٰی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا جنکے سامنے ایک شخص نماز کے اندر ہاتھ اٹھا کر دعا کررہا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو

[۱] معارف السنن ص۲۳ ج۳
[۲] کتاب الزھد والرقاق ص۴۰۵

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ (رواہ الطبرانی رجالہ ثقات مجمع الزوائد)[۱]

آپؓ نے اسے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگا کرتے تھے۔

یعنی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کرتے تھے۔

(۱۰۸۴) عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً فَرِيْضَةً فَلَهٗ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ وَمَنْ خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فَلَهٗ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ (رواہ الطبرانی وفیہ عبدالحمید بن سلیمان وھو ضعیف)[۲]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص فرض نماز پڑھے اس کی ایک دعا قبول ہوتی ہے اور جو شخص قرآن پاک ختم کرے اس کی بھی ایک دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابوامامہؓ کی مرفوع حدیث ہے،

(۱۰۸۵) قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَبَعْدَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ (رواہ الترمذی وقال حسن)[۳]

عرض کیا گیا یارسول اللہ! کونسی دعا زیادہ قبول کی جاتی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔

امام نوویؒ جو مسلمہ عظیم محدث ہیں انہوں نے شرح مہذب ج ۳ ص ۴۸۸ پر لکھا ہے

اَلدُّعَاءُ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ وَالْمُنْفَرِدِ وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ عَقْبَ كُلِّ الصَّلَوَاتِ بِلَا خِلَافٍ

ہم نے امام اور مقتدی اور منفرد کیلئے دعا کا ذکر کیا ہے اور وہ بالاتفاق تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے۔

آج جو لوگ نماز کے بعد دعا کو بدعت کہتے ہیں ان میں سے کوئی بھی امام نوویؒ سے بڑا محدث نہیں اس لئے ان کے بالمقابل منکرین کی بات کا کوئی اعتبار نہیں پھر امام بخاریؒ نے بھی "الدعاء بعد الصلوۃ" کا باب باندھا ہے اس سے نماز کے بعد دعا مانگنے کا بھی کم از کم جواز معلوم ہوتا ہے۔ بخاری شریف باب الدعوات

[۱] مجمع الزوائد ص ۱۶۹/۱۰
[۲] التراویح اکثر من الف عام ص ۱۳۵
[۳] ترمذی شریف ص ۱۸۸/۲ ، مشکوۃ ص ۱۰۹

(۱۰۸۶) وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهُّدٌ فِیْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشُّعٌ وَّتَضَرُّعٌ وَّتَمَسْكُنٌ ثُمَّ تُقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا اِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُوْلُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ فَهُوَ كَذَا وَكَذَا وَفِیْ رِوَايَةٍ فَهُوَ خِدَاجٌ (رواہ الترمذیؒ)ل

حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہوتی ہے اور ہر دو رکعت پر التحیات بیٹھنا ہے اور خشوع وخضوع اور مسکینی کا اظہار کرنا ہے پھر اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھا۔ راوی کہتے ہیں اپنے رب کی طرف اس طرح اٹھا کہ ان کی ہتھیلیاں تیرے چہرے کی طرف ہوں اور تو یارب یارب کہہ رہا ہو اور جو ایسا نہ کرے وہ ایسا ویسا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی نماز ناقص ہے۔

(۱۰۸۷) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ ۣالْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰـهَ يَسْتَحْيِیْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا صَلّٰى فِیْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ سَاَلَ حَاجَتَهٗ اَنْ يَنْصَرِفَ حَتّٰى يَقْضِيَهَا (رواہ ابن النجار)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے حیا کرتے ہیں جو جماعت سے نماز پڑھے پھر اپنی حاجت کی دعا مانگے اور اس کو خالی ہاتھ پھیر دے حتی کہ اسکی حاجت کو پورا کردیتے ہیں۔

ان تمام روایات سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ومرغوب ہے۔

دعا کا ادب

دعا سے پہلے ضروری ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے پھر جو چاہے دعا کی جائے جیسا کہ ابوداؤد شریف کی اس روایت میں ہے۔

(۱۰۸۸) عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍؓ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَّدْعُوْ فِیْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهَ وَلَمْ يُصَلِّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی نماز میں دعا کرتے سنا اس نے نہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور نہ ہی نبی کریم ﷺ پر درود

ل مشکوٰۃ شریف ص ۷۷

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَّلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَمْجِيْدِ رَبِّهٖ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدُ مَا شَاءَ (رواہ ابو داؤد)[1]

شریف پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے جلد بازی کی ہے پھر اس کو بلایا اسے یا اس کے غیر کو فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تمجید کرے اور اس کی حمد وثنا سے شروع کرے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

(۱۰۸۹) وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍؓ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَّ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذَالِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اُدْعُ تُجَبْ (رواہ الترمذی)[2]

حضرت فضالہ بن عبیدؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی پھر دعا مانگنے لگا اللھم اغفرلی وارحمنی الخ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا او نمازی! تو نے عجلت سے کام لیا ہے جب تو نماز پڑھے اور بیٹھ جائے تو اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثنا کر جس کا وہ اہل ہے اور مجھ پر درود پڑھ اور پھر دعا کر، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر ایک اور شخص نے نماز پڑھی اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو فرمایا اے نمازی! دعا کر اب قبول کی جائیگی۔

(۱۰۹۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَكْرٍؓ وَّ عُمَرُؓ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَاْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهٗ سَلْ تُعْطَهٗ (رواہ الترمذی)[3]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم ﷺ حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے میں جب بیٹھا تو اللہ تعالیٰ کی پہلے حمد وثنا کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا پھر اپنی ذات کیلئے دعا کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مانگ مانگ تجھے عطا کیا جائے گا عطا کیا جائیگا۔

[1] ابو داؤد شریف ص۲۰۸
[2] مشکوۃ شریف ص۸۷
[3] ترمذی شریف ص۷۶

(۱۰۹۱) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ حَتّٰى تُصَلِّىَ عَلٰى نَبِيِّكَ (رواہ الترمذی)۱

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب تک تو نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے تیری دعا آسمانوں اور زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے وہ ذرا بھی اوپر نہیں جاسکتی۔

ان احادیث مبارکہ وآثار سے معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف دعا کی قبولیت کیلئے لازمی ہے اسی طرح آخر میں بھی درود ہو تو اس کی قبولیت یقینی ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی حمد وثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف کو تو ضرور قبول کریں گے لہٰذا جو دعا ثنا و درود کے درمیان لپٹی ہوئی ہے اس بھی ضرور قبول کیا جائے گا۔

دعا کے بعد منہ پہ ہاتھ پھیرنا

(۱۰۹۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِى الدُّعَآءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ (رواہ ابوداؤد)۲

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو جب آپ انہیں اپنے چہرے پر پھیر نہیں لیتے تھے اس وقت تک ان کو نیچے نہیں گراتے تھے۔

(۱۰۹۳) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ (رواہ ابوداؤد)۳

حضرت سائب بن یزیدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو دونوں ہاتھ چہرے مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

(۱۰۹۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسْتُرُوا الْجُدُرَ مَنْ نَظَرَ فِىْ كِتَابِ اَخِيْهِ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ فَاِنَّمَا يَنْظُرُ فِى النَّارِ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْئَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ (رواہ ابو داؤد)٤

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیواروں پہ پردے نہ ڈالا کرو جس شخص نے اپنے بھائی کے خط میں اسکی جازت کے بغیر نظر کی اس نے بلا شبہ آگ میں نظر کی۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے سیدھے ہاتھوں سے مانگا کرو الٹے ہاتھوں سے نہیں اور جب فارغ ہوا کرو تو انہیں اپنے چہروں پہ پھیر لیا کرو۔

۱ ترمذی شریف ص ۷۶

۲ ابوداؤد شریف ص ۲۰۹

۳ بحوالہ سابقہ

٤ بحوالہ سابقہ

چند مستجاب دعائیں جو اسمِ اعظم پر مشتمل ہیں

(۱۰۹۵) عَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ اِنِّىْ اَشْهَدُ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ اللّٰهَ بِالْاِسْمِ الَّذِىْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ (رواہ ابوداؤد)[1]

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہا تھا ”اللھم انی اسئلك“ الخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ جب بھی اس کے توسل سے مانگا جائے تو مل جاتا ہے اور جب بھی دعا کی جائے تو قبول ہو جاتی ہے۔

(۱۰۹۶) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَّ رَجُلٌ يُصَلِّىْ ثُمَّ دَعَا اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَىُّ يَا قَيُّوْمُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ دَعَا اللّٰهَ بِاِسْمِهِ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى (رواہ ابوداؤد)[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا پھر وہ دعا مانگنے لگا اللھم انی اسئلک الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس نے اللہ رب العزت کے اس اسم اعظم سے دعا مانگی ہے جس کے توسل سے جب بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول کر لیتے ہیں اور جب سوال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ عطا کر دیتے ہیں۔

(۱۰۹۷) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِىْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَفَاتِحَةُ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ (رواہ ابوداؤد)[3]

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیات میں ہے والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اور آل عمران کی پہلی آیت الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم

[1] ابوداؤد شریف ص ۲۰۹
[2] ابوداؤد شریف ص ۲۱۰
[3] بحوالہ سابقہ

سیّد الاستغفار

(۱۰۹۸) وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ يَقُوْلُ الْعَبْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَ مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُمْسِیَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ مَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

(رواه البخاریؒ)[1]

حضرت شداد بن اوسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یوں کہے اللھم انت ربی لا الہ الا انت الخ یعنی اے اللہ! تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدے کا پابند ہوں جتنی مجھ میں طاقت ہے اور جو کرتوتیں میں نے کی ہیں انکے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں مجھ پہ تیری جو نعمت ہے اسکا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے اسلئے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص انکو دن میں یقینِ قلب کیساتھ پڑھے اور اسی دن، رات سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہے اور جو شخص رات کو اسے یقینِ قلب کیساتھ پڑھ لے اور صبح ہونے سے پہلے مرجائے تو وہ بھی جنتی ہے۔

مختصر استغفار

(۱۰۹۹) عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ جَدِّهٖ زَيْدٍ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ غُفِرَ لَهٗ وَاِنْ كَانَ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ

(رواہ ابو داؤدؒ)[2]

حضرت بلال بن یسار اپنے دادا حضرت زیدؓ سے روایت کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے جس نے استغفر اللہ الخ پڑھا اسے بخش دیا جائے گا اگرچہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگا ہوا ہو۔

(۱۱۰۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے استغفار کو لازم کرلیا اللہ تعالیٰ

[1] بخاری شریف ص ۹۳۳
[2] ابو داؤد شریف ص ۲۱۰

جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (رواه ابوداؤد)[1]

اس کیلئے ہر تنگی میں راستہ پیدا کر دیتے ہیں اور ہر فکر وغم میں کشادگی پیدا کرتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرتے ہیں جیسی جگہ سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

فضیلتِ کلمۂ سوم

(۱۱۰۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! اِقْرَأْ اُمَّتَكَ مِنِّيَ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَآءِ وَاِنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (رواه الترمذی)[2]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میری ملاقات حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام سے ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اے محمد! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور انکو بتلانا کہ جنت کی مٹی بڑی زرخیز ہے اسکا پانی بھی میٹھا ہے لیکن وہ چٹیل میدان کیطرح پڑی ہے اسکی شجر کاری "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" ہے۔

یعنی جنت کی آبادکاری ان تسبیحات کے ذریعہ سے ہوتی ہے ہر شخص اپنی ہمت سے جتنی چاہے آباد کرے۔

(۱۱۰۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ (رواه الشيخان)[3]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے ہیں ترازو میں بھاری ہیں اور خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں وہ ہیں "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" یعنی میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اسکی حمد کیساتھ بیان کرتا ہوں عظمتوں والا خدا پاک ہے۔

فضیلتِ کلمۂ چہارم

(۱۱۰۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ

حضرت ابوہریرہؓ سے رایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک دن میں سو دفعہ

[1] رواه ابوداؤد شریف ص ۲۱۲
[2] رواه الترمذی ص ۱۸٤ ج ۲
[3] مسلم شریف ص ۳٤٤

اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فِیْ یَوْمٍ مِّاَۃَ مَرَّۃٍ کَانَتْ لَہٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَکُتِبَتْ لَہٗ مِاَۃُ حَسَنَۃٍ وَمُحِیَتْ عَنْہُ مِاَۃُ سَیِّئَۃٍ وَکَانَتْ لَہٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَہٗ ذَالِکَ حَتّٰی یُمْسِیَ وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِہٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَکْثَرَ مِنْ ذَالِکَ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فِیْ یَوْمٍ مِّاَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ خَطَایَاہُ وَلَوْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (رواہ مسلمؒ)[1]

''لا الہ الا اللہ الخ پڑھا اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو گناہ معاف کیے جائیں گے اور وہ اس کے لئے اس دن شام تک شیطان سے حفاظت ہے اور کوئی شخص بھی اس سے اچھا عمل پیش نہیں کر سکتا ماسوا اس کے کہ جس نے اس سے زیادہ کیا ہو۔ اور جس نے ''سبحان اللہ وبحمدہ'' دن میں سو دفعہ پڑھا اس کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(۱۱۰۴) وَعَنْ عِمْرَانَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ وَمَحَا عَنْہُ اَلْفَ اَلْفِ سَیِّئَۃٍ وَرَفَعَ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَۃٍ وَّبَنٰی لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (رواہ الترمذی)[2]

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بازار میں داخل ہو کر لا الہ الا اللہ الخ پڑھا اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف کر دیتے ہیں اور اس کے دس لاکھ درجے بلند فرما دیتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں۔

فضیلتِ لاحول

(۱۱۰۵) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَلِمَۃٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ اَوْ قَالَ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے جنت کے کلموں میں سے ایک کلمہ نہ بتلاؤں یا فرمایا کہ جنت کے خزانوں میں سے

[1] مسلم شریف ص ۳۴۴

[2] رواہ الترمذی شریف ص ۱۸۰ ج ۲

عَلٰی کَنْزٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ؟ فَقُلْتُ بَلٰی قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (رواہ مسلم)[۱]

ایک خزانہ نہ بتلاؤں؟ میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ضرور بتلائیں آپ نے فرمایا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" یعنی نہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر اللہ کے ساتھ۔

(۱۱۰۶) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ کَنْزِ الْجَنَّۃِ قَالَ مَکْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا مَنْجَاً مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ کَشَفَ اللّٰہُ عَنْہُ سَبْعِیْنَ بَابًا مِّنَ الضُّرِّ اَدْنَاھَا الْفَقْرُ (رواہ الترمذی)[۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لاحول ولاقوۃ کثرت سے پڑھا کرو اس لئے کہ وہ جنت کا خزانہ ہے۔ مکحول کہتے ہیں کہ جس نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا منجا من اللہ الا الیہ پڑھا اللہ تعالیٰ اس کیلئے تکلیف اور نقصان کے ستر دروازے بند کردیتے ہیں جن میں سے سب سے چھوٹا فقر اور ناداری ہے۔

فضیلتِ اسماءِ الٰہیہ

(۱۱۰۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مِاءَۃً اِلَّا وَاحِدَۃً مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ (رواہ الشیخان)[۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو جس شخص نے ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

(۱۱۰۸) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے انہیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَھَّارُ الْوَھَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَکَمُ الْعَدْلُ

[۱] رواہ مسلم شریف ۳۴۷
[۲] زجاجۃ ص ۵۱
[۳] بخاری شریف ص ۹۴۹ ، زجاجۃ ص ۲/ ۴۴

اَللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِی الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِ الْمُمِيْتُ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِی الْمُتَعَالِیْ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِیْ الْمَانِعُ الضَّآرُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِیْ الْبَدِيْعُ الْبَاقِیْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ (رواہ الترمذی والبیہقی فی الدعوات الکبیر)[1]

وضاحت: اللہ تعالیٰ کا اسمِ ذاتی تو صرف ایک اللہ ہی ہے باقی تمام نام صفاتی ہیں جن میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کو ظاہر کرتا ہے پھر اس عالم کا ہر انقلاب اور اس جہان کی ہر حرکت اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کی مظہر ہے تو کائناتِ ارضی میں جتنی تبدیلیاں آتی ہیں وہ اسماءِ الٰہیہ کے تصرفات اور تاثیرات ہیں پس جو شخص ان اسماء کو حرزِ جان بنالے اور روزمرہ ان کا وظیفہ کرے تو اس کے ہاتھوں پہ اللہ تعالیٰ اگر تصرفات اور خرق عادت ظاہر کر دیں تو کوئی بعید نہیں یہ بھی ان تصرفات میں سے ایک ہے کہ وہ جیتے جی جنت کا باشندہ ہے وہ اگرچہ فرش پہ بیٹھ کر اللہ کا نام جپتا ہے لیکن مالکِ عرش اسے اہل عرش میں سے شمار کرتا ہے۔ فَلِلّٰہِ دَرُّہٗ

مفسداتِ صلوٰۃ

(۱۱۰۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَاَحْدَثَ فَلْيَاْخُذْ بِاَنْفِهٖ وَلْيَنْصَرِفْ (رواہ ابوداؤدؒ وابن ماجۃؒ)[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کا نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وہ اپنی ناک پکڑ کر پیچھے نکل جائے۔

تاکہ دیکھنے والا سمجھے کہ اس کی نکسیر پھوٹی ہے ورنہ ان کے معترض ہونے اور ہنس پڑنے کا احتمال ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر عام معتاد طریقہ پر وضو ٹوٹے یا غیر معتاد طریق سے دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ معتاد طریق میں اتنا فرق ضرور ہے کہ ایسا شخص اپنی پہلی نماز پر بنا کر سکتا ہے لیکن غیر معتاد صورت میں مثلاً جنون یا احتلام وغیرہ میں بنا کی اجازت نہیں جیسا کہ اگلی روایت میں مذکور ہے۔

[1] ترمذی شریف ص۱۸۹، زجاجۃ ص۲/۴۵

[2] مشکوٰۃ شریف ص۹۲، نصب الرایۃ ص۲/۶۲

(۱۱۱۰) وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَهٗ قَیْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلَسٌ اَوْ مَذْیٌ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِیَبْنِ عَلٰی صَلٰوتِهٖ وَهُوَ فِیْ ذَالِكَ لَایَتَکَلَّمُ (رواہ ابن ماجة)[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جس شخص کو قے آجائے یا نکسیر پھوٹ پڑے یا ڈکار سے منہ میں کھٹا پانی آجائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہئے کہ لوٹ جائے اور دوبارہ وضو کرے اور پھر آکر اپنی اس نماز پر بنا کرے جبکہ اس کے دوران اس نے بات نہ کی ہو۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ از خود وضو ٹوٹ جانے سے نماز موقوف طور پر ٹوٹتی ہے یعنی جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور مذکورہ صورتوں میں اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اسے اجازت ہے کہ فوری طور پر نکل جائے اور قریب ترین جگہ پر وضو کرے اور بغیر کسی سے کلام کئے واپس آکر اپنی پہلی نماز پر بنا کرلے لیکن بعض دوسری احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنا کی بجائے از سر نو پڑھ لے مثلاً یہ حدیث شریف ہے......

(۱۱۱۱) عَنْ عَلِیِّ بْنِ طَلْقٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُعِدْ صَلٰوتَهٗ (رواہ الترمذیّ والنسائیّ)[۲]

حضرت علی بن طلقؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی نے نماز میں پھسکی ماری تو اسے چاہئے کہ پھر جائے اور وضو کرے اور اپنی نماز لوٹائے۔

ان دونوں قسم کی احادیث کی بہترین توجیہ یہی ہوسکتی ہے کہ دونوں کا محل الگ الگ قرار دیا جائے۔ بنا کا محل وہ نماز ہے جو باجماعت ہو اور از سر نو پڑھنے کا محل منفرد کی نماز ہے کیونکہ جماعت والی نماز میں اگر ہم بنا کو صحیح قرار نہ دیں تو جماعت کی فضیلت فوت ہو جائیگی لیکن منفرد کیلئے ایسے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں لہٰذا مقتدی یا امام تو بنا کرلیں گے مگر منفرد نہیں، یہ توجیہ صاحبِ ہدایہ نے بھی مرجوح طور پر ذکر کی ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں احادیثِ مبارکہ پر عمل ہو جاتا ہے جو بظاہر متضاد نظر آتی ہیں لیکن محل کے اختلاف سے ان کا تضاد رفع ہو جاتا ہے تو گویا منفرد کی نماز وضو ٹوٹنے سے بالکل ٹوٹ جاتی ہے اور بنا کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی لیکن مقتدی اور امام کی نماز مندرجہ صورت میں موقوف طور پر ٹوٹ جاتی ہے امام کسی کو خلیفہ بنا کر چلا جائے اور وضو کر کے واپس آئے تو بحیثیت لاحق مقتدی کے شریکِ جماعت ہو جائے بشرطیکہ اس نے اس دوران کوئی دوسرا فعل مخالفِ صلوٰۃ نہ کیا ہو پس وہ اپنی سابقہ نماز ہی پر بنا کرلے۔ اسی طرح مقتدی بھی واپس آکر پہلے اپنی اس دوران کی مسبوقہ نماز پڑھ لے پھر امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔

[۱] نصب الراية ص ۶۱ ج ۲

[۲] مشکوٰۃ شریف ص ۹۲، نصب الراية ص ۶۲/۲

کلام کرنا

(۱۱۱۲) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ بَيْنَنَا اَنَا اُصَلِّىْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِى الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَا ثُقْلَ اُمِّيَاهُ مَاشَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَىَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِىْ لٰكِنِّىْ سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِىْ هُوَ وَاُمِّىْ مَارَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِّنْهُ فَوَاللّٰهِ مَاقَهَرَنِىْ وَلَا ضَرَبَنِىْ وَلَا شَتَمَنِىْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَىْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ الخ (رواه مسلمؒ)[1]

حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اچانک جماعت میں سے ایک شخص کو چھینک آئی میں نے اسے (جوابا) یرحمک اللہ کہہ دیا تو لوگ مجھے آنکھیں مارنے لگے میں نے کہا مجھے میری ماں گم پائے تمہیں کیا ہوگیا مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ تو وہ اپنی رانوں پہ ہاتھ مارنے لگے، میں نے جب دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرا رہے ہیں تو میں چپ ہوگیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے کوئی معلم نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا نہیں دیکھا جس کی تعلیم کا ڈھنگ آپ سے اچھا ہو واللہ نہ آپ نے مجھے ڈانٹا اور نہ مارا اور نہ گالی دی پھر فرمایا کہ اس نماز میں لوگوں کے کلام جیسی کوئی چیز مناسب نہیں یہ تو بس تسبیح، تکبیر اور قرأتِ قرآن کا نام ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کلام منافیِ صلوٰۃ ہے اور قہقہہ بھی چونکہ کلام کے مشابہ ہے لہٰذا اس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔ باقی رہیں ذوالیدینؓ وغیرہ حضرات کی احادیث مبارکہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام ناقضِ صلوٰۃ نہیں، تو وہ اس وقت کی ہیں جب کہ ابھی کلام وغیرہ کی ممانعت نہیں تھی جیسا کہ امام زہریؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ ذوالیدینؓ کا قصہ جنگِ بدر سے پہلے کا ہے اور اس وقت بضرورت کلام کرنا جائز تھا جیسے حدیثِ ابن مسعودؓ سے ثابت ہے۔

(۱۱۱۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِىْ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا کرتے تھے اور آپ جواب ارشاد فرمایا کرتے

[1] مسلم شریف ص ۲۰۳، نصب الرایۃ ص ۶۶/۲

الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوةِ شُغْلًا (رواه الشيخان)[1]

تھے پھر جب ہم نجاشیؓ کے پاس سے آئے تو ہم نے سلام کیا پس آپ نے جواب نہیں دیا ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم سلام کیا کرتے تھے آپ جواب مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ نماز میں یہ مشغولی ہے۔ (جو ان باتوں کی اجازت نہیں دیتی)

(۱۱۱۴) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِی الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَزَلَتْ (وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ) فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ (رواه ابن حبان)[2] وَفِیْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَالتِّرْمَذِيِّ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا اِذَا تَكَلَّمَ الرَّجُلُ عَامِدًا فِی الصَّلٰوةِ اَوْ نَاسِيًا اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ (وَاَقُوْلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ) (ترمذی شریف)[3]

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے حتی کہ آیت (وقوموا لله قانتين) نازل ہوئی تو ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا۔ بخاری، مسلم اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ "اور ہمیں کلام سے منع کر دیا گیا"۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ زید بن ارقمؓ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے وہ کہتے ہیں کہ جب نمازی کلام کرے جان بوجھ کر یا بھول کر اس کو نماز لوٹانا پڑے گی یہی قول ہے سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ کا ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا)۔

(۱۱۱۵) عَنِ الشَّعْبِيِّ فِیْ رَجُلٍ قَالَ هَاهْ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ يُعِيْدُ (مصنف ابن ابی شيبة)[4]

جناب شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے نماز میں ہائے کیا وہ نماز کو لوٹائے۔

خوفِ خدا کی وجہ سے روئے تو نماز نہیں ٹوٹتی

(۱۱۱۶) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ

حضرت عبداللہ بن شخیرؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے

[1] مسلم شریف ص۲۰۴، نصب الراية ص۶۹
[2] نصب الراية ص۷۴،
[3] بخاری شریف ص۱/۱۶۰، ترمذی شریف ص۱/۸۵
[4] مصنف ابن ابی شيبة ۲/۵۳۲

يُصَلِّىْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ (رواه احمدؒ)[۱]

آپ کے پیٹ مبارک سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہانڈی کا جوش ہوتا ہے۔

(۱۱۱۷) قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَؓ وَاَنَا فِىْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَاُ اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّىْ وَحُزْنِىْ اِلَى اللّٰهِ (رواه البخارى)[۲]

عبداللہ بن شدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سنی جبکہ میں آخری صف میں تھا آپ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ پڑھ رہے تھے۔

عملِ کثیر

(۱۱۱۸) وَعَنْ مُعَيْقِيْبٍؓ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الرَّجُلِ يُسَوِّى التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ فَاعِلاً فَوَاحِدَةً (متفق عليه)[۳]

حضرت معیقیبؓ نبی کریم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں روایت کرتے ہیں جو سجدے کی جگہ سے مٹی کو ٹھیک کر رہا تھا فرمایا کہ اگر تو کرنا ہی چاہتا ہے تو صرف ایک دفعہ کرلے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ دفعہ کرنا منافی صلوۃ ہے اور زیادہ کی ابتدائی حدتین ہے تو تین دفعہ ایسی حرکت کرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی اسی کو عملِ کثیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عملِ کثیر کی ایک اور مثال

(۱۱۱۹) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ قَالَ اِذَا اَكَلَ اَوْ شَرِبَ فِى الصَّلٰوةِ اِسْتَقْبَلَ الصَّلٰوةَ (مصنف ابن ابى شيبةؒ)[۴]

جناب ابراہیم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ نماز میں جب کچھ کھاپی لیا تو نماز کو نئے سرے سے پڑھے۔

عملِ کثیر کے ذیل میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ایک بہت عمدہ مضمون لکھا ہے میں اس کا ایک حصہ نقل کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں.........

وَلَاشَكَّ اَنَّ الْفِعْلَ الْكَثِيْرَ الَّذِىْ يَتَبَدَّلُ بِهِ الْمَجْلِسُ وَالْقَوْلَ الْكَثِيْرَ الَّذِىْ يَسْتَكْثِرُ

یعنی اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ عملِ کثیر جس سے مجلس بدل جائے (ظاہراً یا معنیً) اور قول کثیر جو بہت زیادہ

[۱] مسند احمد ص۲۵/۴ [۲] بخارى شريف ص۹۹/۱
[۳] مشكوة شريف ص۹۰، زجاجة ص۲۹۰
[۴] مصنف ابن ابى شيبةؒ ۴۲۶/۲

جدًا نَاقِصٌ فَمِنَ الثَّانِیْ قَوْلُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا یَصْلُحُ فِیْهَا شَیْءٌ مِّنْ کَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّکْبِیْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ" وَتَعْلِیْلُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَرْکَ رَدِّ السَّلَامِ بِقَوْلِهٖ "إِنَّ فِی الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا" وَقَوْلُهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ الَّذِیْ یُسَوِّیْ التُّرَابَ حَیْثُ یَسْجُدُ "إِنْ کُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً" وَنَهْیُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَصْرِ وَهُوَ وَضْعُ الْیَدِ عَلَی الْخَاصِرَةِ "فَإِنَّهُ رَاحَةُ أَهْلِ النَّارِ" یَعْنِیْ هَیْئَةَ أَهْلِ الْبَلَاءِ الْمُتَحَیِّرِیْنَ الْمَدْهُوْشِیْنَ وَعَنِ الْاِلْتِفَاتِ "فَإِنَّهُ إِخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ" یَعْنِیْ یُنْقِصُ الصَّلٰوةَ وَ یُنَافِیْ کَمَالَهُ وَقَوْلُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ فِیْ فِیْهِ" أَقُوْلُ یُرِیْدُ أَنَّ التَّثَاؤُبَ مَظِنَّةٌ لِدُخُوْلِ ذُبَابٍ أَوْ نَحْوِهٖ مِمَّا یُشَوِّشُ خَاطِرَهُ وَیَصُدُّهُ عَمَّا هُوَ بِسَبِیْلِهٖ وَقَوْلُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا قَامَ أَحَدُکُمْ إِلَی الصَّلٰوةِ فَلَا یَمْسَحِ الْحَصٰی فَإِنَّ الرَّحْمَةَ

مقدار میں ہو یہ نماز میں نقص پیدا کرنیوالا ہے پس دوسری قسم میں سے ہے نبی کریم ﷺ کا قول "ان ھذہ الصلوۃ" یعنی اس نماز میں لوگوں کی کلام جیسی کلام مناسب نہیں اسکی حقیقت تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرأت قرآن ہے اور آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب ترک کرنیکی علت بیان کی ہے کہ نماز میں ایک مشغولیت ہے اور آپ کا قول اس شخص کے بارے میں جو مٹی درست کر رہا تھا سجدے کی جگہ میں کہ اگر تو کرنا ہی چاہتا ہے تو ایک مرتبہ کر لے اور کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے آنحضرت ﷺ کا منع کرنا کیونکہ وہ اہل جہنم کا ستانا ہے یعنی حیران و پریشان مصیبت زدہ کی ہیئت ہے اور ادھر ادھر متوجہ ہونے سے آپ کا منع کرنا کیونکہ وہ شیطان کی جھپٹ ہے جس سے وہ بندے کی نماز جھپٹ لیتا ہے یعنی نماز کو ناقص کر دیتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے اور آپ کا قول کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے اسے ضبط کرے اس لئے کہ شیطان اسکے منہ میں داخل ہو جاتا ہے میں کہتا ہوں کہ آپ کا مطلب ہے کہ جمائی میں مکھی وغیرہ کے داخل ہو جانے کا اندیشہ ہے جس سے وہ اس کو پریشان خاطر کرے گی اور جس کام میں یہ لگا ہوا ہے اس سے روکے گی اور آنحضرت ﷺ کا قول کہ اللہ تعالیٰ برابر بندے کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب وہ نماز پڑھ رہا ہو جب تک کہ وہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو جبھی کہ وہ ادھر ادھر

تُوَاجِهُهٗ" وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَايَزَالُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِيْ صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اَعْرَضَ عَنْهُ"

(رواہ احمد و ابو داؤد)

جھانکے تو اللہ تعالیٰ اپنی توجہ اس سے ہٹا لیتے ہیں اور ایسے ہی ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نماز کو قبول کرتا ہے الخ یعنی یہ سب چیزیں نماز میں نقص پیدا کرنے والی ہیں اور مجلس کی تبدیلی اگر نماز کی اصلاح کیلئے ہو تو جائز ہے ورنہ نماز ٹوٹ جائیگی۔

نماز کے مکروہات

(۱۱۲۰) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَزَالُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِیْ صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اِنْصَرَفَ عَنْهُ

(رواہ احمدؒ وابو داؤدؒ)[۱]

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ جب تک نماز میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک کہ وہ ادھر ادھر التفات نہ کرے پس جب وہ دوسری طرف ملتفت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے رخ پھیر لیتے ہیں۔

نوٹ: جب تک یہ التفات صرف چہرہ سے ہو تو مکروہ ہے اور جب سینہ بھی پھر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

سامنے منہ کر کے بیٹھنے والے کی طرف نماز پڑھنا

(۱۱۲۱) وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يَسْتَقْبِلَ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّیْ (رواہ البخاریؒ)[۲]

حضرت عثمانؓ اس کو مکروہ سمجھتے تھے کہ نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کر کے بیٹھا جائے۔

(۱۱۲۲) عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ رَاٰی رَجُلًا يُصَلِّیْ اِلٰی رَجُلٍ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُعِيْدَ الصَّلٰوةَ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دوسرے شخص کے منہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھا تو اسے فرمایا کہ اپنی نماز لوٹا۔

واضح ہو کہ یہ اعادہ کراہت کی وجہ سے کرایا گیا ہے۔

[۱] زجاجۃ ص ۲۹۲
[۲] بخاری شریف ص ۷۳/۱

کوکھ پہ ہاتھ رکھنا

(۱۱۲۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخِصَرِ فِی الصَّلٰوةِ (متفق علیه)۱

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا ہے۔

سات جگہوں میں نماز پڑھنا

(۱۱۲۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُصَلّٰی فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِی الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَ الْمَقْبَرَةِ وَ قَارِعَةِ الطَّرِیْقِ وَ فِیْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَ فَوْقَ ظَهْرِ بَیْتِ اللّٰهِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے روڑی پر، بوچڑ خانے میں، قبرستان میں، سڑک پر، حمام میں، اونٹوں کے باڑے میں، بیت اللہ کی چھت پر۔
(یعنی اس کی بےحرمتی کی وجہ سے)

سجدے کی جگہ سے نظر ہٹانا

(۱۱۲۵) وَعَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَنَسُ! اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَیْثُ تَسْجُدُ (رواه البیهقی فی سننه الکبیر) ۲ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِاَبِیْ دَاؤُدَ لَایُجَاوِزُ بَصَرُهٗ اِشَارَتَهٗ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے انس! اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھا کر۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ اس کی نظر اشارے کے مقام سے متجاوز نہیں ہونی چاہیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیام کی حالت میں نظر کا سجدے کی جگہ سے متجاوز کرنا اور قعود کی حالت میں اشارہ سے متجاوز ہونا مکروہ ہے۔

پھونک مار کر زمین کو صاف کرنا

(۱۱۲۶) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ قَالَتْ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَنَا یُقَالُ لَهٗ اَفْلَحُ اِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ یَا اَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ (رواه الترمذی)۳

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے ایک غلام کو دیکھا جسے افلح کہتے تھے کہ وہ سجدہ کیلئے زمین پہ پھونک مارتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اے افلح! اپنے چہرے کو خاک آلود کر۔

۱ مشکوٰۃ شریف ص ۹۰ ، زجاجۃ ص ۲۸۹
۲ مشکوٰۃ شریف ص ۹۱ ، زجاجۃ ص ۳۹۳ ۳ بحوالہ سابقہ

یعنی پھونکیں مار کر مٹی نہ اڑا بلکہ مٹی ہی میں سجدہ کر۔

جمائی لینا

(۱۱۲۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّثَاؤُبُ فِی الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا تَثَائَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ (رواہ الترمذیؒ)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز میں جمائی لینا شیطانی حرکت ہے پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حتی الامکان روکنے کی کوشش کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں جمائیاں لینا انگڑانا یا کھانستے چلے جانا مکروہ ہے نمازی کو چاہئے کہ ان چیزوں پر قابو پانے کی کوشش کرے۔

کپڑوں وغیرہ سے کھیلنا

(۱۱۲۸) عَنْ یَحْیَی بْنِ کَثِیْرٍ ؒ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ کَرِهَ لَکُمْ ثَلَاثًا اَللَّعْبُ فِی الصَّلٰوةِ وَالرَّفَثُ فِی الصِّیَامِ وَالضِّحْکُ فِی الْمَقَابِرِ

(رواہ القضاعی فی مسند الشھاب)[2]

حضرت یحیی بن ابی کثیرؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے تمہارے واسطے تین چیزوں کو مکروہ سمجھا ہے (۱) نماز میں کھیلنا (۲) روزے میں بیوی سے پیار کرنا (۳) قبرستان میں ہنسنا۔

تو نماز میں کھیلنا ہاتھوں سے ہو یا کنکریوں سے یا کپڑوں سے سب مکروہ ہے۔

کپڑوں اور بالوں کو تھامنا

(۱۱۲۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةٍ وَّاَنْ لَّا اَکُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا

(رواہ الائمة ستةؒ)[3]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور یہ کہ بالوں اور کپڑوں کو نہ تھاموں۔

۱ مشکوٰۃ شریف ص۹۱، زجاجة ص۳۹۳

۲ الدرایة علی الهدایة ص۱۳۹

۳ نصب الرایة ص۲/۹۵

تو معلوم ہوا کہ بالوں اور کپڑوں کا ہاتھوں سے تھامنا مکروہ ہے۔

سدل کرنا اور چہرہ ڈھانپنا

(۱۱۳۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلٰوةِ (رواہ ابوداؤد) [1] وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ وَاَنْ یُّغَطِّیَ الرَّجُلُ فَاهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع کیا ہے اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی اپنا منہ ڈھانپ لے۔

یعنی کپڑے کو بغیر لپیٹے سر پر ڈال لینا جس کے گر جانے یا لٹک جانے کا اندیشہ ہو مکروہ ہے اسی طرح منہ ڈھانپ لینا بھی مکروہ ہے کیونکہ اس سے نماز کی تجلیات وانوارات کے تاثرات سے محروم ہو جاتا ہے۔

تصویروں والے کمرے میں نماز پڑھنا

(۱۱۳۱) وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَدْخُلُ الْمَلَائِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَلَاصُوْرَةٌ

(رواہ الائمة السته فی کتبهم) [2]

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے ایسے گھر میں کہ جس میں کتا یا تصویر ہو داخل نہیں ہوتے۔

تو جس چیز کی موجودگی سے فرشتوں کی آمد ممنوع ہو جائے اس کے پاس یا اس پر نماز پڑھنا بھی کراہت سے خالی نہیں، نیز حضور اکرم ﷺ نے کراہت کی وجہ سے ایسے کپڑے اتار کر کسی کو دے دئے تھے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۱۳۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیْ خَمِیْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ وَقَالَ شَغَلَتْنِیْ اَعْلَامُ هٰذِهٖ فَاذْهَبُوْهَا اِلٰی اَبِیْ جَهْمٍ وَائْتُوْنِیْ بِاَنْجَبَانِیَّتِهٖ

(رواہ مسلم) [3]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے کمبل میں نماز پڑھائی جس میں نقش ونگار تھے اور فرمایا کہ اس کے نقش ونگار نے مجھے نماز سے غافل کر دیا اس لئے اسے ابوجہم کو دے دو اور اس کا سادہ کمبل مجھے لادو۔

[1] ابو داؤد ص ۹۴، نصب الرایة ص ۹۵/۲

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۵، نصب الرایة ص ۹۸ ج ۲

[3] مسلم شریف ص ۲۰۸

تصویر کی قباحت اس حدیث سے بھی ملاحظہ فرمائیں............

(۱۱۳۳) عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِؓ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنۡدَاللّٰہِ الۡمُصَوِّرُوۡنَ (رواہ البخاری)۱

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سخت ترین عذاب تصویر سازوں کو ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

تصویر کا معاملہ جس قدر خوفناک ہے آج کل ہم لوگ اتنے ہی زیادہ اس میں مبتلا ہیں گھر میں دکان میں دفتر میں بلکہ اب تو بزرگوں کی تصویریں مسجدوں میں بھی پہنچ چکی ہیں اللہ تعالیٰ تصویر کشی اور تصویر رکھنے کی گنہگاری سے ہم سب کو محفوظ رکھیں۔

انگلیاں چٹخانا

(۱۱۳٤) عَنۡ عَلِیٍّؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتُفَرۡقِعۡ اَصَابِعَكَ وَاَنۡتَ فِیۡ الصَّلٰوۃِ (رواہ ابن ماجۃؒ)۲

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز میں ہوتو انگلیاں نہ چٹخایا کر۔

صرف امام کا مقتدیوں سے اونچا یا نیچا کھڑا ہونا

(۱۱۳۵) عَنۡ هَمَّامٍ اَنَّ حُذَیۡفَةَؓ اَمَّ النَّاسَ بِالۡمَدَائِنِ عَلٰی دُكَّانٍ فَاَخَذَ اَبُوۡسَعِیۡدٍؓ بِقَمِیۡصِهٖ فَجَذَبَهٗ فَلَمَّا فَرَغَ مِنۡ صَلٰوتِهٖ قَالَ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا یَنۡهَوۡنَ عَنۡ ذَالِكَ اَوۡ قَالَ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّهٗ كَانَ یُنۡهٰی عَنۡ ذَالِكَ قَالَ بَلٰی قَدۡ ذَكَرۡتُ حِیۡنَ مَدَدۡتَنِیۡ (رواہ الحاکم)۳

حضرت ہمامؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ مدائن شہر میں لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے ایک تھلے پر کھڑے تھے تو حضرت ابوسعیدؓ نے انہیں قمیص سے پکڑ کر کھینچ لیا جب نماز سے وہ فارغ ہوئے تو فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ لوگوں کو اس سے روکا جاتا تھا۔ یا یہ فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ اس کام سے منع کیا گیا ہے تو انہوں فرمایا کہ جب آپ نے مجھے پکڑ کر کھینچا تو مجھے یاد آ گیا۔

۱ بخاری شریف ص۸۸۰/۲
۲ ابن ماجۃ ص۶۹
۳ مستدرک حاکم ص۲۱۰ ، ابوداؤد ص۸۸

کتے کی طرح بیٹھنا اور لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر دیکھنا اور ہاتھوں کو بچھانا

(۱۱۳۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَلَاثٍ نُقْرَةٍ كَنُقْرَةِ الدِّيْكِ وَ اِقْعَآءٍ كَاِقْعَآءِ الْكَلْبِ وَ اِلْتِفَاتٍ كَالْتِفَاتِ الثَّعْلَبِ

(رواه احمدؒ فی مسنده)[۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تین باتوں سے منع فرمایا ہے مرغے کی طرح ٹھونگ مارنے سے اور کتے کی طرح ہاتھ کھڑے کر کے بیٹھنے سے اور لومڑی کی طرح ایک دم گردن موڑ کر دیکھنے سے۔

(۱۱۳۷) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ قَالَ نَهَانِیْ خَلِيْلِیْ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ نَقْرِ الدِّيْكِ وَاَنْ اُقْعِیَ اِقْعَآءَ الْكَلْبِ وَاَنِ افْتَرَشَ اِفْتِرَاشَ الثَّعْلَبِ

(رواه احمد فی مسنده)[۲]

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل علیہ السلام نے تین باتوں سے منع فرمایا ہے مرغ کی طرح ٹھونگ مارنے سے اور کتے کی طرح بیٹھنے سے اور لومڑی کی طرح ہاتھوں کو بچھانے سے۔

سر پر سکھوں کی طرح جوڑا باندھنا

(۱۱۳۸) يَقُوْلُ اَبُوْ سَعِيْدٍ رَاَيْتُ اَبَا رَافِعٍ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَاٰى الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ وَهُوَ يُصَلِّیْ وَقَدْ عَقَصَ شَعْرَهٗ فَاَطْلَقَهٗ وَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّصَلِّیَ الرَّجُلُ وَهُوَ عَاقِصٌ شَعْرَهٗ

(رواه ابن ماجة فی سننه)[۳]

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابورافعؓ کو دیکھا جنہوں نے حضرت حسن بن علیؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جبکہ انہوں نے بالوں کا جوڑا باندھا ہوا تھا تو حضرت ابورافعؓ نے ان کے جوڑے کو کھول دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اس حالت میں نماز پڑھے کہ اس نے بالوں کا جوڑا باندھ رکھا ہو۔

دسترخوان پر کھانا لگ جانے کے بعد نماز پڑھنا اور جبکہ استنجاء کا تقاضا ہو

(۱۱۳۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَآءَ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا شام کا کھانا لگا دیا جائے اور نماز کی تکبیر

---

[۱] نصب الراية ص ۹۲/۲ [۲] بحوالہ سابقہ
[۳] نصب الراية ص ۹۳/۲

اَحَدِكُمْ وَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَاُوْا بِالْعَشَآءِ وَ لَايُعَجِّلَنَّ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ (رواه الشيخان)۱

بھی ہوجائے تو پہلے کھانا کھالو اور ہرگز جلدی نہ کرو جب تک کہ اس سے فارغ نہ ہوجاؤ۔

یہ کراہت اس وجہ سے ہے کہ نماز میں کھانے کا دھیان رہے گا اس سے بہتر ہے کہ نماز کی فکر میں پہلے کھانا کھالے تا کہ اس کا کھانا نماز بن جائے نہ کہ نماز کھانا ہوجائے۔

(۱۱۴۰) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَاوَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ (اخرجه مسلمؒ)۲

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کھانا حاضر ہونے اور پاخانہ پیشاب کے تقاضے کی صورت میں کوئی نماز نہیں ہے۔

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا

(۱۱۴۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَالُ اَقْوَامٍ يَّرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِىْ صَلٰوتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِىْ ذَالِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَالِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ (رواه البخاری)۳

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نمازوں میں اپنی نگاہیں آسمانوں کی طرف اٹھاتے ہیں وہ یا تو باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔ (یہاں بھی وہی سبب کہ نماز میں ان کا دھیان نہیں ہوگا)

ٹخنے ڈھک کر نماز پڑھنا

یعنی دھوتی یا کپڑے کا دامن اس قدر لمبا ہو کہ وہ زمین پہ پڑے یا اس سے ٹخنے ڈھک جائیں تو نماز سخت مکروہ ہوگی کیونکہ یہ وضع اہل جہنم کی ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے بالخصوص نماز میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے......

(۱۱۴۲) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَااَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِى النَّارِ (رواه البخاری)۴

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند کا جو حصہ ٹخنے سے نیچے ہوگا وہ جہنم میں جائے گا۔

۱ بخاری شریف ص۹۲ ، نصب الراية ص۲/۱۰۱
۲ مسلم شریف ص۲۰۸ ، نصب الراية ص۲/۱۰۱
۳ بخاری شریف ص۱/۱۰۴
۴ بخاری شریف ص۲/۸۶۱

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی بھی چیز ہو جو پہننی حرام ہو اسکو پہن کر نماز پڑھنا سخت ترین مکروہ ہوگا جیسے مرد کیلئے سونے کی انگوٹھی یا ریشم کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا۔

نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو بنا کرلے

نماز باجماعت ہو یا منفرداً دونوں صورتوں میں جب وضو ٹوٹ جائے تو اسے چاہئے کہ قریب ترین جگہ پر جا کر وضو کرلے اور واپس آکر پہلی نماز پر بنا کرلے یعنی نیت باندھ کر وہیں سے شروع کرلے جہاں چھوڑ کر گیا تھا لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ آتے جاتے کلام نہ کرے اور اس کے علاوہ کوئی اور مفسدِ صلوٰۃ بھی نہ پایا جائے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۱۱۴۳) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَہٗ قَیْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلَسٌ اَوْ مَذْیٌ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِیَبْنِ عَلٰی صَلٰوتِہٖ وَھُوَ فِیْ ذَالِكَ لَایَتَکَلَّمُ (رواہ ابن ماجۃؒ)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جس شخص کو قے آجائے یا نکسیر پھوٹ جائے یا ڈکار سے منہ میں کھٹا پانی آجائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہئے کہ لوٹ جائے اور دوبارہ وضو کرے اور پھر آکر اپنی اس نماز پر بنا کرے جبکہ اس کے دوران اس نے بات نہ کی ہو۔

(۱۱۴۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِی الصَّلٰوۃِ اَوْ ذَرَعَہُ الْقَیْءُ اَوْ وَجَدَ مَذْیًا فَاِنَّہٗ یَنْصَرِفُ فَلْیَتَوَضَّأْ ثُمَّ یَرْجِعُ فَیُتِمُّ مَا بَقِیَ عَلٰی مَا مَضٰی مَا لَمْ یَتَکَلَّمْ (رواہ عبدالرزاق واسنادہ صحیح)[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آدمی کی نکسیر پھوٹ پڑے یا اسے قے پیش آئے یا مذی محسوس کرے تو وہ لوٹ جائے اور جا کر وضو کرے پھر واپس آکر بقیہ نماز کی سابقہ نماز پر بنا کرے جب تک کہ وہ کلام نہ کرے۔

وضاحت: واضح ہو کہ یہ رعایت امام اور مقتدی اور منفرد تینوں کو حاصل ہے لیکن امام جب وضو کیلئے جائے گا تو کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر جائے گا جیسے اگلی روایت میں ہے۔

(۱۱۴۵) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَاَحْدَثَ فَلْیَاْخُذْ بِاَنْفِہٖ ثُمَّ لِیَنْصَرِفْ (رواہ ابوداؤدؒ وابن ماجۃؒ)[3]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کا نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وہ اپنی ناک پکڑ کر پیچھے نکل جائے۔

[1] ابن ماجۃ ص۸۶ [2] آثار السنن ص ۱۵۱
[3] نصب الرایۃ ص۲/۶۲ ، ابو داؤد ص۸۷

امام کا وضو ٹوٹ جائے تو کسی کو خلیفہ بنا کر جائے

(۱۱۴۶) وَعَنْ عَلِيٍّ مَّوْقُوْفًا اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ فَوَجَدَ فِىْ بَطْنِهٖ رُزًّا اَوْ رُعَافًا اَوْ قَيْئًا فَلْيَضَعْ ثَوْبَهٗ عَلٰى اَنْفِهٖ وَلْيَاْخُذْ بِيَدِ رَجُلٍ مِّنَ الْقَوْمِ فَلْيُقَدِّمْهُ

(رواه الدار قطنی فی سننه)[۱]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے موقوفاً روایت ہے کہ جب کوئی شخص قوم کی امامت کرائے پھر اپنے پیٹ میں کوئی گڑ بڑ پائے یا نکسیر آجائے یا قے آنے لگے تو اپنا کپڑا ناک پہ رکھ لے اور قوم میں سے کسی کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کر دے۔ (اور خود چلا جائے)

یہ جانے والا شخص واپس آکر امام تو نہیں بن سکتا ہے کیونکہ اب امامت تو اسکا خلیفہ کرا رہا ہے پس یہ مقتدی کی حیثیت سے نماز میں شریک ہوگا اور جب مقتدی ہے تو چھوٹی ہوئی نماز میں بھی مقتدی تصور ہوگا لہٰذا اس نماز کو بغیر قرأت کے جلدی جلدی پڑھ لے اور رکوع سجدہ بھی مختصر کر کے امام کیساتھ شامل ہو جائے۔ یہی حکم اس مقتدی کا ہے۔ جس کا وضو ٹوٹ جائے اور پھر وضو کر کے اس پر بنا کرے۔

(۱۱۴۷) عَنْ اَبِىْ رَزِيْنٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّ فَرَعُفَ فَالْتَفَتَ فَاَخَذَ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَدَّمَهٗ فَصَلّٰى وَخَرَجَ عَلِيٌّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

(رواه البیهقی فی سننه الکبری)[۲]

ابورزین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ کی نکسیر پھوٹ گئی اور آپ نے پیچھے دیکھا اور ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کر دیا جس نے نماز پڑھائی اور حضرت علیؓ چلے گئے۔

حضرت عمرؓ بھی جب نماز میں زخمی ہوئے تھے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو آگے کر دیا تھا جنہوں نے بقیہ نماز پڑھائی تھی "الفاروق" میں ہے کہ جب حسبِ معمول صفیں درست ہوگئیں تو حضرت عمرؓ امامت کیلئے آگے بڑھے جوں ہی نماز شروع کی تو فیروز نے نماز میں گھات لگائی ہوئی تھی تو دفعۃً نکل کر آپ پر چھ وار کر دیئے جن میں سے ایک ناف کے نیچے لگا تو حضرت عمرؓ نے فوراً حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے کر دیا اور خود زخم کی وجہ سے گر پڑے۔ الفاروق ص ۱۷۷

سبحان اللہ مرتے مرتے بھی نماز کی اصلاح کا خیال ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو خلیفہ بنا کر آپ گر گئے۔

سجدۂ سہو

نماز کے فرائض اور واجبات میں اگر کوئی کمی بیشی ہو جائے تو اسکی تلافی کیلئے نماز کے آخر میں دو سجدے کئے جاتے ہیں انہیں سجدہ ہائے سہو کہتے ہیں جیسے ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے۔

[۱] نصب الرایة ص ۶۲
[۲] سنن الکبری للبیهقی ص ۳/۱۱۴

(١١٤٨) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَزَادَ اَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِیْلَ لَهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَحَدَثَ فِی الصَّلٰوةِ شَیْءٌ! قَالَ وَمَا ذَالِكَ؟ قَالُوْا صَلَّیْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَثَنّٰی رِجْلَهٗ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِی الصَّلٰوةِ شَیْءٌ لَنَبَّهْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنِّیْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی كَمَا تَنْسَوْنَ وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْیُتِمَّ عَلَیْهِ ثُمَّ یُسَلِّمُ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ

(اخرجه الجماعة الا الترمذیؒ)[1]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور اسمیں کمی بیشی کردی جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! کیا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آگیا ہے؟ آپ نے استفسار فرمایا کیوں کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے ایسے ایسے نماز پڑھائی راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنا پاؤں موڑا اور قبلہ رو ہوگئے اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا اور چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہوتی تو میں تم کو ضرور بتلا دیتا لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں بھی بشر ہوں ویسے ہی بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو اور تم میں سے جب کسی کو نماز میں شک پڑ جائے تو وہ صحیح صورت کو سوچے اور اسی پر نماز پوری کرلے پھر سلام پھیرے اور دو سجدے کرے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کمی بیشی کی دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو ہوتا ہے لیکن یہ سجدہ قبل السلام ہو یا بعد السلام اور سجدہ ایک ہو یا دو اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کے فرمودات آئندہ سنئے۔

سجدۂ سہو بعد السلام ہونا چاہئے

(١١٤٩) عَنْ ثَوْبَانَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ

(اخرجه ابوداؤدؒ وابن ماجةؒ)[2]

حضرت ثوبانؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔

(١١٥٠) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَكَّ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسے اپنی

[1] ابو داؤد ص ١٤٠ ، نصب الرایة ص١٦٧ ، مشکوٰة شریف ص٩٢
[2] ابوداؤد شریف ص١٤٩ ، نصب الرایة ص ١٦٧

فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ (رواه احمدؒ فی سننه)[1]

نماز میں شک پڑ جائے تو وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔

(۱۱۵۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِیْلَ لَهٗ اَزِیْدَ فِی الصَّلٰوةِ؟ قَالَ وَمَا ذَاکَ؟ قَالُوْا صَلَّیْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ (اخرجه الائمة الستة)[2]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں تو آپ سے پوچھا گیا کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں کیا بات ہوئی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعات پڑھا دیں پس آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے۔

ان احادیث مبارکہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو بعد السلام ہونا چاہئے لیکن کیا ان سجدوں کے بعد تشہد اور سلام ہوگا یا نہیں تو اس بارے میں بھی آپ ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ سجدوں کے بعد تشہد پڑھا جائے اور تشہد کے بعد سلام پھیرا جائے ملاحظہ فرمائیں..........

(۱۱۵۲) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِهِمْ فَنَسِیَ فَسَجَدَ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ (رواه الترمذی وابوداؤدؒ وابن حزمؒ وابن جارودؒ والحاکمؒ والبیہقیؒ وغیرهم)[3]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی اور بھول گئے پس آپ نے دو سجدے کئے پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔

یہ روایات اس باب میں بالکل واضح ہیں کہ سجدہ سہو بعد السلام ہونا چاہئے پھر جن روایات میں قبل السلام وارد ہے ان کا کیا مطلب ہے؟

روایات قبل السلام اور بعد السلام میں تطبیق

میرے خیال میں قبل السلام اور بعد السلام کی دونوں روایات صحیح اور قابلِ عمل ہیں دراصل سلام تو سجدتین سے پہلے بھی ہے اور بعد میں بھی لہٰذا یہ ایک اضافی امر ہے اگر پہلے سلام کو دیکھیں تو سجدہ بعد السلام ہے اور اگر پچھلے سلام کو دیکھیں تو قبل السلام ہے پس قبل و بعد میں کوئی منافات نہیں لیکن احناف کے نزدیک سلام اوّل کے بعد زیادہ مناسب ہے تا کہ اگر سلام میں بھی کوتاہی ہو جائے تو اسکی تلافی بھی ممکن ہو بصورتِ دیگر جبکہ سلام بعد میں ہو تو مذکورہ صورت کی تلافی ناممکن ہے۔

[1] ابوداؤد شریف ص۱۴۹ ، نصب الرایة ص۱۶۷
[2] نصب الرایة ص۱۶۸ ، مشکوٰة شریف ص۹۲
[3] مشکوٰة شریف ص۹۳ وسکت عنه ابوداؤدؒ وابن حزمؒ رواه الترمذیؒ هذا حدیث حسن غریب وقال الحاکمؒ علی شرط الشیخینؒ

سجدۂ سہو کیلئے سلام ایک طرف پھیرنا

قطع صلوۃ کیلئے دوطرفہ سلام پھیرنا عام طور پر معہود و مسنون ہے لیکن اسی صورت میں ایک طرف سلام پھیرنا بھی آپ ﷺ اور صحابہؓ سے ثابت ہے حنفیہ نے سجدۂ سہو کیلئے یک طرفہ سلام کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ اس سلام سے قطعِ صلوٰۃ تو مقصود نہیں ہوتا صرف سجدہ سہو کیلئے آمادگی کا اظہار مقصود ہوتا ہے جو یک طرفہ سلام سے حاصل ہو جاتا ہے اور دوطرفہ سلام کی صورت میں قطعِ صلوٰۃ کا جو وہم مقتدیوں کولاحق ہوسکتا ہے اس سے بھی اس صورت میں بچا جاسکتا ہے باقی رہی اس بات کی دلیل کہ قطعِ صلوٰۃ کیلئے یک طرفہ سلام بھی ثابت ہے سوملاحظہ فرمائیں......

(١١٥٣) عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍؓ وَعُمَرَؓ كَانُوا يُسَلِّمُوْنَ تَسْلِيْمَةً وَّاحِدَةً (رواه ابن ابی شیبةؒ)[١]

حضرت حسن بصریؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سب ایک طرف سلام پھیرا کرتے تھے۔

(١١٥٤) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَرْزُبَانَؒ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰىؒ فَسَلَّمَ وَاحِدَةً ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّؓ فَسَلَّمَ وَاحِدَةً (رواه ابن ابی شیبةؒ)[٢]

سعید بن مرزبانؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰؒ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے ایک ہی طرف سلام پھیرا اور پھر فرمایا کہ میں نے حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بھی ایک ہی طرف سلام پھیرا تھا۔

(١١٥٥) عَنْ حُمَيْدٍؒ قَالَ كَانَ اَنَسٌؓ يُسَلِّمُ وَاحِدَةً (رواه ابن ابی شیبةؒ)[٣]

جناب حمیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ ایک ہی طرف سلام پھیرا کرتے تھے۔

ان تینوں روایات میں حضرت نبی کریم ﷺ اور تین خلفائے راشدینؓ اور حضرت انسؓ سے صرف ایک طرف سلام پھیرنا بصراحت منقول ہے اسی لئے حنفیہؒ نے سجدہ سہو کی صورت میں اس کو اختیار کیا ہے پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سجدہ سہو کیلئے ایک سلام کی صراحت بھی ثابت ہے۔ دیکھئے......

(١١٥٦) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ فِيْهِمَا تَسْلِيْمٌ (رواه ابن شیبةؒ)[٤]

جناب ابراہیمؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں (سجدہائے سہو) میں ایک سلام ہے۔

[١] مصنف ابن ابی شیبة ص ٣٠١/١

[٢] ایضاً [٣] ایضاً

[٤] مصنف ابن ابی شیبة ص ٣٠/٢

ہمارے موقف کی وضاحت کیلئے اتنا ہی کافی ہے جبکہ "سَلَّمَ" کا لفظ دونوں کی گنجائش رکھتا ہے اور اس بات کو غنیمت سمجھنا چاہئے کہ ان واضح تصریحات کے بعد احناف نے قطع صلوٰۃ کیلئے یک طرفہ سلام اختیار نہیں کر لیا جس کی انہیں با دلائل گنجائش تھی۔

سجدہ ہائے سہو کے بعد دوبارہ التحیات پڑھ کر سلام پھیرے

(۱۱۵۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدْرِ اَثَلَاثًا صَلّٰى اَمْ اَرْبَعًا فَلْيَنْظُرْ اَحْرٰى ذَالِكَ اِلَى الصَّوَابِ فَلْيُتِمَّ ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَىِ السَّهْوِ وَيَتَشَهَّدُ وَيُسَلِّمُ (رواه الطحاوی ورجاله ثقات)[1]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے اور بھول جائے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار تو وہ یقینی تعداد پر عمل کرتے ہوئے اسے پورا کرے پھر سلام پھیرے سہو کے دو سجدے کرے اور التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے۔

(۱۱۸۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كُنْتَ فِى الصَّلٰوةِ فَشَكَكْتَ فِىْ ثَلَاثٍ اَوْ اَرْبَعَ وَاَكْبَرُ ظَنِّكَ عَلٰى اَرْبَعَ تَشَهَّدْتَّ ثُمَّ سَجَدْتَّ سَجْدَتَيْنِ وَاَنْتَ جَالِسٌ قَبْلَ اَنْ تُسَلِّمَ ثُمَّ تَشَهَّدُ اَيْضًا ثُمَّ تُسَلِّمُ (رواه ابوداؤد والبیهقی والدار قطنی وغیره)[2]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز میں ہو اور تجھے شک پڑ جائے کہ رکعات تین ہیں یا چار اور تیرا غالب گمان چار کا ہو تو التحیات پڑھ اور دو سجدے کر حالانکہ تو سلام سے پہلے بیٹھا ہوا ہو پھر دوبارہ التحیات پڑھ پھر سلام پھیر دے۔

وجوبِ سجدہ کی صورتیں

یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ سجدہ سہو کمی بیشی کی دونوں صورتوں کیلئے واجب ہوتا ہے لیکن کبھی یہ کمی بیشی اور ترک و تاخیر یقینی ہوتی ہے اور کبھی مشکوک پھر متروک و مؤخر چیز کبھی فرض و واجب کے درجے میں ہو تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے لیکن سنت میں کمی بیشی موجب سجدہ سہو نہیں۔ فرض کی یقینی تاخیر یا واجب کے ترک میں سجدے کا ثبوت مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ سے ہوتا ہے۔

[1] طحاوی شریف ص ۲۵۲

[2] ابوداؤد ص ۱۵۴ ، بیہقی ص ۳۵۶

ترک ونقص کی یقینی صورت میں سجدے کی مثال

(۱۱۵۹) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فِىْ ثَلَاثِ رَكْعَاتٍ فَقَامَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ خِرْبَاقٌ فَذَكَرَ لَهٗ صَنِيْعَهٗ فَقَالَ اَصَدَقَ هٰذَا؟ فَقَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ (رواه مسلم)[۱]

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی تو تین رکعات پر سلام پھیر دیا پس ایک آدمی کھڑا ہوگیا جسے خرباق کہا جاتا تھا اسنے آپ کا فعل بیان کیا تو آپ نے استفسار فرمایا کیا یہ سچ کہتا ہے؟ تو لوگوں نے کہا جی ہاں تو آپ نے ایک رکعت اور پڑھائی پھر سلام پھیرا اور پھر دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا۔

(۱۱۶۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَؓ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهٗ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ (رواه البخاری)[۲]

حضرت عبداللہ بن بحینہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو پہلی دو رکعتوں پر قعدہ کئے بغیر کھڑے ہوگئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے، جب آپ نے نماز پوری کر لی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے تو آپ نے بیٹھے ہی بیٹھے تکبیر کہی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے۔

وضاحت: پہلی حدیث شریف میں ایک پوری رکعت ترک ہوگئی ہے جس میں فرائض وواجبات دونوں ہیں اور دوسری صورت میں درمیانہ قعدہ متروک ہوگیا ہے جو واجب ہے تو پہلی صورت میں آپ نے متروکہ رکعت پڑھ کر پھر سجدہ سہو کیا اور دوسری صورت میں سجدہ سہو پر اکتفا کیا تو معلوم ہوا کہ ترکِ فرض کی صورت میں سجدہ سہو اس وقت کفایت کرتا ہے جب کہ متروکہ فرض نماز کے اندر اندر ادا کرلیا جائے اور کلی طور پر متروک نہ ہو لیکن واجب میں صرف خواہ تاخیر ہو یا کلی طور پر متروک ہو جائے دونوں صورتوں میں سجدہ سہو سے تلافی ہوجاتی ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بھی کوئی شخص واجب کو سہواً چھوڑ کر کسی فرض کی طرف منتقل ہو جائے پھر یاد آئے تو فرض کو چھوڑ کر واجب کی طرف واپس آنا جائز نہیں بلکہ فرض ہی کو پورا کرلے اور ترکِ واجب کی تلافی کیلئے سجدہ سہو کرے البتہ اگر فرض کو ترک کیا ہو تو قبل السجدہ متروکہ فرض کی طرف لازماً واپس آنا چاہئے۔

[۱] مسلم ص۲۱٤ ، نصب الراية ص١٦٨

[۲] مشكوة شريف ص٩٣ نصب الراية ص١٦٦

اضافے کی یقینی صورت میں سجدہ کی مثال

(۱۱۶۱) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ خَمْسًا فَقِیْلَ اَزِیْدَ فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ وَمَا ذَاکَ؟ قَالُوْا صَلَّیْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ (اخرجہ الائمۃ الستۃ)[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کی پانچ رکعات پڑھادیں آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں تو آپ نے سلام پھیر چکنے کے بعد دو سجدے کئے۔

شک کی صورت میں سجدہ کی مثال

اگر نماز کی رکعات میں شک پیدا ہوجائے تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو زندگی میں پہلی دفعہ شک واقع ہوئی ہوگی یا اکثر واقع ہوتی رہتی ہوگی پہلی صورت میں تو نماز کو قطع کردے اور پھر سے نماز پڑھے جیسے ابن عمرؓ کے اس اثر سے ظاہر ہے۔

(۱۱۶۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ فِی الَّذِیْ لَایَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی اَثَلَاثًا اَمْ اَرْبَعًا قَالَ یُعِیْدُ حَتّٰی یَحْفَظَ وَ فِیْ لَفْظٍ اَمَّا اَنَا اِذَا لَمْ اَدْرِکَمْ صَلَّیْتُ فَاِنِّیْ اُعِیْدُ الصَّلٰوۃَ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں روایت ہے جسے پتہ نہیں کہ اسنے کتنی رکعات ادا کی ہیں تین یا چار۔ آپ نے فرمایا کہ وہ نماز کو لوٹائے یہاں تک کہ اسے رکعات یاد ہوجائیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں جب نہیں جانتا کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں تو نماز کو لوٹالیتا ہوں۔

اور اگر شک اکثر پیش آتی رہتی ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا کوئی غالب گمان ہوگا یا نہیں، غالب گمان ہو تو اسی پر عمل کرے جیسے ابن مسعودؓ کی اس مرفوع حدیث سے ثابت ہے۔

(۱۱۶۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ مَرْفُوْعًا وَاِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْیُتِمَّ عَلَیْہِ (اخرجہ البخاریؒ)[3]

حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم میں سے کسی کو شک پیش آجائے درست صورت کے متعلق سوچ بچار کرکے اسی کے مطابق اپنی نماز پوری کرلے۔

(۱۱۶۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلَمْ یَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰی اَمْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہوجائے اور

[1] نصب الرایۃ ص۱۶۸، مشکوٰۃ شریف ص۹۲
[2] ابن ابی شیبۃ ص۳۸۶، نصب الرایۃ ص۱۷۳
[3] بحوالہ سابقہ

اَرْبَعًا فَلْيَتَحَرَّ فَلْيَنْظُرْ اَفْضَلَ ظَنِّهٖ فَاِنْ كَانَ اَكْثَرُ ظَنِّهٖ اَنَّهَا ثَلَاثٌ قَامَ فَاَضَافَ اِلَيْهَا رَابِعَةً ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَاِنْ كَانَ اَفْضَلُ ظَنِّهٖ اَنَّهٗ صَلّٰى اَرْبَعًا تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ (اخرجه الامام محمدؒ فی الآثار)[1]

پتہ نہ چلے کہ تین پڑھی ہیں یا چار، تو وہ سوچ کر غالب گمان پر عمل کرے پس اگر غالب گمان ہو کہ تین پڑھی ہیں تو کھڑا ہو کر اس کے ساتھ چوتھی رکعت ملالے پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کر لے۔

(۱۱۶۵) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ فِيْمَنْ نَسِيَ فَرِيْضَةً فَلَا يَدْرِيْ اَرْبَعًا صَلّٰى اَمْ ثَلَاثًا قَالَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ نِسْيَانِهٖ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَاِنْ كَانَ يُكْثِرُ النِّسْيَانَ تَحَرّٰى لِلصَّوَابِ فَاِنْ كَانَ اَكْبَرُ ظَنِّهٖ اَنَّهٗ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَاِنْ كَانَ اَكْبَرُ ظَنِّهٖ اَنَّهٗ صَلّٰى ثَلَاثًا اَضَافَ اِلَيْهَا رَابِعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

(رواہ الامام محمد فی الآثار)[2]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ جو شخص فرضوں میں بھول جائے اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے چار پڑھی ہیں یا تین پس اگر یہ شک کا پہلا موقع ہو تو نماز کو لوٹالے اور اگر نسیان اکثر پیش آتا رہتا ہو تو سوچ بچار کر کے غالب گمان پر عمل کرے پس اگر گمان غالب ہو کہ اس نے نماز پوری پڑھ لی ہے تو سجدہ سہو کر لے اور گمان غالب ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں تو چوتھی رکعت ساتھ ملا کر پھر سجدہ سہو کرے۔

سلام پھیرنے کے بعد اگر شک پیش آئے تو اس کا اعتبار نہ کرے

(۱۱۶۶) عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ قَالَ اِذَا انْصَرَفْتَ عَنْ صَلَاتِكَ فَعَرَضَ لَكَ شَكٌّ فِيْ وُضُوْءٍ اَوْ صَلٰوةٍ اَوْ قِرَائَةٍ فَلَا تَلْتَفِتْ (رواہ الامام محمد فی الآثار)[3]

جناب ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب تو نماز سے فارغ ہو جائے پھر تجھے وضو میں یا نماز میں یا قرأت میں شک واقع ہو جائے تو اس پر توجہ نہ دے۔

سجدۂ تلاوت

قرآن پاک میں کچھ مقامات ایسے ہیں کہ جب تلاوت کرتا ہوا وہاں پہنچے تو پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ ایسے مقامات ہمارے نزدیک چودہ ہیں جیسا کہ عمرو بن عاصؓ کی اس حدیث میں ہے۔

[1] جامع المسانید [2] جامع المسانید ص۳۹۸
[3] جامع المسانید ص۳۹۹

(۱۱۶۷) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَهُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِی الْقُرْاٰنِ مِنْهَا ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِی الْمُفَصَّلِ وَفِی الْحَجِّ سَجْدَتَانِ (اخرجه ابو داؤد وابن ماجة)[1]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن پاک میں پندرہ سجدے پڑھائے ہیں جن میں سے تیرہ سجدے مفصل میں ہیں اور دو حج میں۔

اس روایت کے مطابق سورۂ حج کے دو سجدے ڈال کر پندرہ ہوتے ہیں لیکن احناف ؒ کے خیال میں حج کا دوسرا سجدہ حتمی اور لازمی نہیں ہے اس لئے کل تعداد چودہ ہوتی ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے سورۂ اعراف کے آخر اور رعد ونحل میں بنی اسرائیل اور مریم میں حج کا پہلا سجدہ اور فرقان، نمل، الم تنزیل اور صٓ حٰم السجدہ، نجم، انشقت اور اقرا ئیں۔

سجدہ تلاوت کی صورت

سجدے کی صورت یہ ہے کہ باوضو اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے اور اللہ اکبر کہہ کر اٹھ جائے سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں جیسے اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱۱۶۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ فَاِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهٗ (رواہ ابوداؤد)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے پس جب سجدہ کے (الفاظ پر) گزرتے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا کرتے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے پڑھنے والے پر واجب ہوتا ہے ایسے ہی سننے والوں پر بھی واجب ہوتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کیلئے بھی وضو شرط ہے

(۱۱۶۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طَهُوْرٍ (رواہ الترمذی)[3]

حضرت ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی۔

وضاحت: سجدہ بھی نماز کا جزء ہے لہٰذا اس کیلئے بھی وضو ضروری ہوگا۔

[1] نصب الرایة ص ۱۸۰، مشکوٰۃ شریف ص ۹۳
[2] ابو داؤد ص ۲۰۰
[3] ترمذی شریف ص ۱/۱۳

(۱۱۷۰) وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَایَسْجُدُ الرَّجُلُ (سَجْدَةَ التِّلَاوَةِ) اِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ (رواہ البیہقی)[1]

جناب نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ کوئی شخص بھی سجدہ تلاوت بغیر طہارت کے نہ کرے۔

(۱۱۷۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ لَایَسْجُدُ الرَّجُلُ وَلَایَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ اِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ (موطا امام محمد)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے رویت ہے آپ فرماتے تھے کہ آدمی نہ سجدہ کرے اور نہ قرآن پڑھے مگر طہارت کی حالت میں یعنی باوضو ہو کر۔

سجدۂ تلاوت اور شیطان کی حسرت

(۱۱۷۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّیْطَانُ یَبْکِیْ یَقُوْلُ یَاوَیْلَاهُ اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسَّجْدَةِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَیْتُ فَلِیَ النَّارُ (رواہ مسلم)[3]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ابن آدم سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا دور ہٹ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اس نے سجدہ کرلیا تو اسے جنت مل گئی اور میں نے انکار کیا تو جہنمی ہوگیا۔

نماز کے بعد مصافحہ کا التزام بدعت ہے

یہ طریقہ بدعت ہے نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ اور ان کے بعد ائمہ دین نے اور اسلاف امت میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔

تُکْرَهُ الْمُصَافَحَةُ وَاَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَا صَافَحُوْا بَعْدَ اَدَاءِ الصَّلٰوةِ وَلِاَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الرَّوَافِضِ نَقْلًا عَلَی الْمُلْتَقِطِ (رد المحتار)[4]

یہ مصافحہ مکروہ ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا اور اسلئے بھی کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔ (ردالمختار نے اسے ملتقط سے نقل کیا ہے)

ٹیپ ریکارڈ سے آیتِ سجدہ سنے تو سجدہ واجب نہیں

احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۶۵ میں ایک سوال کہ ٹی وی اور ریڈیو پر جو تلاوت آتی ہے یا ختم قرآن نشر کیا جاتا ہے اور دکھایا جاتا

[1] بیہقی ص ۲/۳۲۵
[2] موطا امام محمد ص ۱۷۳
[3] مشکوٰۃ ص ۹۳
[4] ردالمختار ص ۵/۲۷۰

ہے اس کے سامعین پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب: ٹیپ ریکارڈ کے سننے پر سجدہ واجب نہیں ہوتا اور اگر براہِ راست قاری کی آواز ہو تو واجب ہو جائیگا جیسے سپیکر میں سننے پر واجب ہوتا ہے۔

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے مسنون ہے

باہر سے آنے والے شخص کیلئے سنت ہے کہ وہ گھر والوں کو السلام علیکم کہنے کے بعد ہاتھوں سے مصافحہ کرے اور مصافحے کا معنی ہے ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں سے ملانا،

تاریخ اسلام کے سارے دور میں امتِ مسلمہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کا رواج چلتا رہا ہندستان میں انگریزوں کے دور سے پہلے مسلمان ایک ہاتھ کے مصافحہ سے نا آشنا تھے انگریزی دور میں غیر مقلدوں نے انگریزوں کی دیکھا دیکھی ایک ہاتھ کے مصافحے کو رواج دیا بخاری شریف اس بات کی گواہ ہے، امام بخاریؒ کے دور میں مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہوتا تھا چنانچہ امام بخاریؒ نے باب المصافحہ کے بعد الاخذ بالیدین کا باب باندھ کر اس کی تصدیق وتوثیق کردی ہے پھر اس کو مزید پختہ کرنے کیلئے حضرت عبداللہ بن مبارک اور مشہور محدث حضرت حماد بن زیدؒ کا معمول بھی نقل کر دیا ہے کہ ''صَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِالْيَدَيْنِ'' کہ حضرت حماد بن زید نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول سے بھی استشہاد کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تشہد کی تعلیم دی جبکہ ''كَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ'' تھا یعنی میری ہتھیلی رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہتھیلیوں میں تھی، کہتے ہیں کہ دیکھو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک ہتھیلی ہے ہم کہتے ہیں کہ دیکھو حضور اکرم ﷺ کی دونوں ہتھیلیاں لگی ہوئی ہیں۔

لطیفہ: کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ تو نہیں جو دونوں ہتھیلیاں لگائیں ہم کہتے ہیں کہ تم صحابی بھی نہیں جو ابن مسعودؓ کی طرح ایک ہتھیلی لگاؤ در اصل حضرت ابن مسعودؓ کی بھی دونوں ہتھیلیاں لگی ہوئی تھیں مگر جب دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کریں تو دونوں مصافحین کی بیچ میں تو ایک ہی ہتھیلی ہوگی اور دوسری باہر ہوگی نہ کہ بیچ میں، اس لئے حضرت ابن مسعودؓ نے بالکل صحیح کہا کہ میری ایک ہتھیلی رسول اللہ ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں میں تھی باقی ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے بھی دونوں تھے اس لئے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت نہیں طریقہ اسلام بھی نہیں یہ سنتِ انگریز ہے جو خود انکے کاشتہ پودوں اور ملکہ وکٹوریہ کی روحانی اولاد نے اپنالی ہے مسلمانانِ اہل سنت کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور سنتِ رسول سنتِ اصحابؓ اور سنتِ ائمہؒ فقہ وحدیث کے مطابق دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہئے۔ واللہ الموفق۔

باب الوتر

وتروں کی فضیلت اور وقت

(۱۱۷۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً هِيَ لَكُمْ خَيْرٌ مِّنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ وَهِيَ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ (رواه اسحاق بن راہویه فی مسنده)[۱]

حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز زائد کردی ہے جو تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے وہ ہے وتر اور وہ عشاء اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔

(۱۱۷۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ (رواه البخاری)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھے ہیں اور اکثر آپ کے وتر طلوعِ سحر کیساتھ ختم ہوتے تھے۔

(۱۱۷۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ الْوِتْرَ (رواه الشیخان)[۳]

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تم اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بنالیا کرو۔

یعنی ویسے تو ساری رات جس وقت چاہیں وتر پڑھ سکتے ہیں لیکن آخر رات سحر کے قریب جا کر پڑھنا آنحضرت ﷺ کا آخری معمول ہے لہٰذا یہی وقت وتروں کا وقتِ مستحب ہے جیسا کہ اگلی روایت اس بارے میں نصِ صریح ہے۔

(۱۱۷۶) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو خطرہ ہو کہ آخرِ رات نہیں اٹھ سکتا وہ شروع رات ہی میں (عشاء کے) بعد وتر پڑھے اور جسے آخرِ رات اٹھ

[۱] نصب الرایۃ ص ۱۰۹/۲
[۲] بخاری شریف ص ۱۳۶/۲
[۳] بخاری شریف ۱۳۶

يَقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ (رواہ مسلمؒ)۱؎

جانے کی امید ہو وہ آخر رات ہی میں وتر پڑھے اسلئے کہ آخر رات کی نماز پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ قبولیت ہوتی ہے یا فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے۔

وتروں کا وجوب

نمازِ وتر ہم احناف کے نزدیک واجب ہے جیسا کہ آئندہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱۱۷۷) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (رواہ ابوداؤدؒ وابن ماجۃؒ والنسائیؒ)۲؎

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وتر ہر مسلمان پر حق اور واجب ہے۔

(۱۱۷۸) وَعَنْ بُرَیْدَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا (رواہ ابوداؤدؒ)۳؎

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وتر حق ہے جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۱۷۹) وَعَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ اِنَّ الْوِتْرَ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلٰوتِکُمُ الْمَکْتُوْبَۃِ وَلٰکِنْ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْتَرَ ثُمَّ قَالَ یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ اَوْتِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ (اخرجہ الحاکمؒ فی المستدرک)٤؎

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وتر تمہاری فرض نمازوں جیسے حتمی نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر پڑھے اور فرمایا کہ اے اہل قرآن وتر پڑھا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

اس حدیث شریف میں ''اَوْتِرُوْا'' امر کا صیغہ ہے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

(۱۱۸۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (رواہ البزار)٥؎

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر ہر مسلمان پر واجب ہیں۔

(۱۱۸۱) وَعَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَاَنَا رَاقِدَۃٌ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز (تہجد) پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے بستر پر

۱؎ اعلاء السنن ص ۱۰/٦ ۲؎ نصب الرایۃ ص ۱۱۲/۲
۳؎ نصب الرایۃ ص ۱۰۲ ٤؎ اعلاء السنن ص ۸/٦
٥؎ زجاجۃ ص ۳۵٤

ثُمَّ فَتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِىْ فَاَوْتَرْتُ (رواه البخاری)۱

چوڑائی میں سوئی ہوتی تھی پھر جب آپ وتروں کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

ان روایات سے ایک طرف تو یہ ثابت ہوا کہ وتر نفل نہیں واجب ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے خود ان کیلئے واجب کا لفظ استعمال کیا ہے امر کے صیغے سے حکم دیا ہے۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ واجب کی اصطلاح امام ابوحنیفہؒ کی تراشیدہ نہیں بلکہ خود رسالتمآب ﷺ کی بیان فرمودہ ہے اور حضرت علیؓ نے اسے فرضوں کے بالمقابل علیحدہ بیان کر کے یہ بتلا دیا کہ اس کا درجہ فرض سے کم مگر نفل سے زیادہ ہے ثابت ہو گیا کہ وتر اگرچہ فرض نہیں لیکن سنن ونوافل سے اونچے درجے کی چیز ہے جسے یہاں حق کہا گیا ہے اور حق باطل کی ضد ہوتی ہے لہٰذا وتر کا ترک حرام اور باطل ہے۔

وتروں کی رکعات

احنافؒ کے نزدیک وتر دو قعدوں اور ایک سلام کے ساتھ تین رکعات ہیں جیسا کہ ان روایات سے بصراحت ثابت ہے۔

(۱۱۸۲) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِىْ اٰخِرِهِنَّ (رواه الحاكم فى المستدرک وقال صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه)۲

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے جن کے درمیان سلام نہیں پھیرا کرتے تھے بلکہ صرف آخر میں پھیرا کرتے تھے۔

(۱۱۸۳) وَعَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (رواه الترمذی)۳

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

(۱۱۸۴) وَعَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِؓ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِىْ رَمَضَانَ وَلَا فِىْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى

جناب ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کی نماز یعنی تہجد کتنی اور کیسی ہوتی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے پہلے چار

۱ بخاری شریف ص ۱۳۶
۲ نصب الرایة ص ۱۱۸/۲
۳ ترمذی شریف ص ۶۱، زجاجة ص ۱۳۵

عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ ! اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ

(رواہ الترمذی)[1]

رکعات پڑھتے جن کے حسن اور درازی کا کچھ نہ پوچھو پھر چار رکعات پڑھتے ان کے بھی حسن اور درازی کا کچھ نہ پوچھو پھر تین رکعات پڑھتے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا آپ وتروں سے پہلے سویا بھی کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ عائشہؓ میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔

ترمذی شریف کی یہ حدیث علی الاعلان بتلا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ وتر تین ہی پڑھا کرتے تھے قطع نظر اس سے کہ اس حدیث شریف میں تراویح کا بیان ہے یا تہجد کا۔ ہمارے خیال میں یہ تہجد ہی کا بیان ہے کیونکہ اس میں غیر رمضان کا ذکر بھی ہے اور تراویح غیر رمضان میں نہیں پڑھی جاتیں، جو نماز رمضان اور غیر رمضان میں یکساں پڑھی جاتی ہے وہ تہجد ہی ہے لہٰذا آنحضرت ﷺ نے چار رکعات تہجد پڑھی پھر چار رکعات تہجد پڑھی اس طرح آٹھ رکعات تہجد پڑھنے کے بعد تین رکعات نمازِ وتر پڑھی اور یہی آپ کی زندگی کا اکثر معمول ہے۔

(۱۱۸۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ فَقَرَأَ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذَالِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكْعَاتٍ كُلُّ ذَالِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ

(رواہ مسلمؒ)[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سوئے تو آپ بیدار ہوئے، مسواک کی، وضو فرمایا اور آپ "ان فی خلق السموات الخ" والی آیات پڑھ رہے تھے۔ یہ آیات آپ نے ختم سورت تک پڑھیں پھر کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی جن میں آپ نے قیام رکوع اور سجدہ بڑا طویل کیا پھر پلٹ کر سو گئے حتی کہ خراٹے لینے لگے پھر آپ نے اسی طرح تین دفعہ کر کے چھ رکعت پڑھیں ہر دفعہ مسواک کرتے وضو فرماتے اور یہ آیات پڑھتے اس کے بعد آپ نے تین وتر پڑھے۔

[1] بخاری شریف ص ۱/۱۵۴
[2] مسلم شریف ۲۶۱

صحیح مسلم کی یہ روایت بھی تین وتروں کے بارے میں نص صریح ہے۔

(۱۱۸۶) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی مِنَ الْوِتْرِ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ بِقُلْ یَااَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَیْنِ (رواہ اصحاب السنن الاربعة وابن حبان)[۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور ''سبح اسم ربك الاعلی'' اور دوسری رکعت میں ''قل یاایها الکافرون'' اور تیسری رکعت میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔

لیجے اس حدیث شریف میں وتروں کی رکعات کے ساتھ ساتھ ہر رکعت کی قرأت بھی معلوم ہوگئی۔ فللہ الحمد

(۱۱۸۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ یَقْرَأُ فِی الْاُوْلٰی بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ بِقُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَیْنِ (رواہ الطحاوی)[۲]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی پڑھتے دوسری میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری میں قل هو الله احد اور معوذتین تلاوت فرماتے۔

(۱۱۸۸) وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ بِقُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَلَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِی اٰخِرِهِنَّ وَیَقُوْلُ یَعْنِیْ بَعْدَ التَّسْلِیْمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا (رواہ النسائی واسنادہ صحیح حسن)[۳]

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتروں میں ''سبح اسم ربك الاعلی'' پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں ''قل یاایها الکافرون'' اور تیسری میں ''قل هو الله احد'' اور سلام ان کے آخر ہی میں پھیرا کرتے تھے اور سلام کے بعد تین مرتبہ ''سبحان الملك القدوس'' پڑھا کرتے تھے۔

(۱۱۸۹) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرَ فَقَرَأَ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وتروں کی نماز پڑھی تو آپ نے

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۱۱۲
[۲] طحاوی شریف ص۱۹۸، نصب الرایة ص۱۱۹
[۳] نسائی شریف ص۲۵۱

فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی بِسَبِّحِ اسْمِ رَبِّکَ الْاَعْلٰی الخ وَعَنْ عَلِیٍّ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ مثلہٗ (رواہ الطحاویؒ وفی آثار السنن ورواہ احمدؒ وعبد بن حمید والنسائی)؎۱

پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی الخ پڑھی اور دوسری اور تیسری رکعت میں مثل سابق کے قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھی یہی مضمون حضرت علیؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ سے منقول ہے۔

تو گویا تین وتر کی قرأت کو روایت کرنے والے کم از کم چھ صحابہؓ ہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابن ابزیؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ اس طرح یہ چھ کے چھ اصحابؓ وتروں کی تین رکعات پر متفق ہیں اور یہ ہمارے لئے کافی حجت ہے۔

(۱۱۹۰) قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مَابَیْنَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰی صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَکْعَةً ثَمَانَ رَکْعَاتٍ تَطَوُّعًا وَثَلَاثَ رَکْعَاتِ الْوِتْرِ وَ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ (رواہ الامام محمدؒ فی موطاہ)؎۲

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہؒ نے خبر دی کہ ان کے پاس ابوجعفرؒ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء اور نماز فجر کے درمیان تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے ان میں سے آٹھ نفل ہوا کرتے تھے اور تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر کی پڑھا کرتے تھے۔

(۱۱۹۱) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ قَالَ مَا اُحِبُّ اَنِّیْ تَرَکْتُ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ وَّاَنَّ لِیْ حُمُرَ النَّعَمِ (رواہ الامام محمدؒ)؎۳

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تین وتروں کو چھوڑوں اگرچہ ان کے بدلے مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔

یہ خلیفہ راشد فاروق اعظمؓ کا عمل اور انکی پسند ہے۔

وتروں کا وقت

(۱۱۹۲) رَوٰی جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ مَتٰی

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تم وتر کس

؎۱ نسائی شریف ص۲۵۱، نصب الرایة ص۱۱۸/۲
؎۲ مؤطا امام محمدؒ ص۱۴۹
؎۳ مؤطا امام محمدؒ ص۱۵۰

تُوتِرُ قَالَ اَوَّلَ اللَّيْلِ بَعْدَ الْعَتَمَةِ قَالَ فَاَنْتَ يَا عُمَرُ! قَالَ اٰخِرَ اللَّيْلِ قَالَ اَمَّا اَنْتَ يَا اَبَابَكْرٍ! فَاَخَذْتَ بِالثِّقَةِ (اَلْحَزْمُ وَالْاِحْتِيَاطُ) وَاَمَّا اَنْتَ يَا عُمَرُ! فَاَخَذْتَ بِالْقُوَّةِ (رواه احمدؒ فی مسنده)[1]

وقت پڑھتے ہو انہوں نے جواب دیا شروع رات عشاء کے بعد حضرت عمرؓ سے پوچھا تم کس وقت پڑھتے ہو انہوں نے کہا اخیر رات آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم نے احتیاط کا پہلو لیا ہے اور تو نے اے عمر! قوت کا مظاہرہ کیا ہے۔

(۱۱۹۳) وَلٰكِنْ رَوٰى اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ اَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ بِثَلَاثٍ اَلنَّوْمِ عَلَى الْوِتْرِ وَصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَىِ الضُّحٰى (رواه النسائیؒ)[2] فَمَنْ خَافَ فَوَاتَ الْوِتْرِ فَالْاَفْضَلُ لَهٗ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَمَنْ رَاٰى فَالتَّاْخِيْرُ فِىْ حَقِّهٖ اَفْضَلُ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیلؐ نے تین وصیتیں کی ہیں وتر پڑھ کر سونا ہر مہینے کے تین روزے رکھنا اور چاشت کی دو رکعات ادا کرنا۔ جس کو وتروں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اس کیلئے اول رات پڑھ لینا افضل ہے اور جسکو یہ اندیشہ نہ ہو اس کیلئے آخر رات پڑھنا افضل ہے۔

دو تشہد اور ایک سلام کی روایت

(۱۱۹٤) عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايُسَلِّمُ فِىْ رَكْعَتَىِ الْوِتْرِ (رواه النسائیؒ)[3]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتروں کی دو رکعات پر سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔

(۱۱۹٥) وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِىْ اٰخِرِهِنَّ (اخرجه الحاکمؒ)[4]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے جن کے صرف آخر ہی میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

(۱۱۹٦) وَعَنْ اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِى الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِىْ اٰخِرِهٖ وَ لَايُسَلِّمُ

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھا کرتے تھے اور آخر میں ہے کہ آپ وتروں کے آخر میں سلام

[1] مسند احمد ص ٤/٣٨٤
[2] سنن نسائی ص ٢٢٩/٣
[3] اعلاء السنن ص ٢٤٨/٦
[4] بحوالہ سابقہ

اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ وَیَقُوْلُ یَعْنِیْ بَعْدَ التَّسْلِیْمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا (رواہ النسائی)[1]

پھیرا کرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ سبحان الملک القدوس پڑھا کرتے تھے۔

(۱۱۹۷) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِتْرُ اللَّيْلِ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ (رواہ الدار قطنی والبیہقی)[2]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر تین ہیں جیسے نمازِ مغرب دن کے وتر ہیں۔

(۱۱۹۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ صَلٰوةِ النَّهَارِ فَاَوْتِرُوْا صَلٰوةَ اللَّيْلِ (رواہ النسائیؒ وقال العلامۃ العینی ھذا السند علی شرط الشیخین)[3]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازِ مغرب دن کے وتر ہیں پس تم رات کے وتر بھی پڑھا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وتر بھی دن کے وتروں کی طرح بیک سلام ہی پڑھے جاتے ہیں اور ان کی دو رکعت پر قعدہ تو کیا جاتا ہے مگر سلام صرف آخر میں پھیرا جاتا ہے اس کی مزید تائید اگلی مرفوع روایت میں دیکھئے۔

(۱۱۹۹) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ (رواہ احمدؒ)[4]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے جن کے درمیان (سلام کے ساتھ) تفریق نہیں کیا کرتے تھے۔

(۱۲۰۰) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا فَصْلَ فِی الْوِتْرِ (رواہ ابو محمد البخاریؒ فی مسندہ)[5]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وتروں میں کوئی تفریق نہیں۔

یعنی تینوں اکٹھے پڑھنا چاہئے تیسرے کو دو سے الگ نہیں کرنا چاہئے۔ تائید مزید موقوف روایت سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۲۰۱) عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَؓ قَالَ دَفَنَّا اَبَابَكْرٍؓ لَيْلًا فَقَالَ عُمَرُؓ اِنِّیْ لَمْ اُوْتِرْ فَقَامَ وَصَفَفْنَا وَرَائَهُ فَصَلّٰى بِنَا ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ (رواہ الطحاویؒ)[6]

حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکرؓ کو رات کے وقت دفن کیا تو حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ میں نے وتر نہیں پڑھے پھر وہ کھڑے ہوئے تو ہم نے ان کے پیچھے صف بنا لی تو آپ نے ہمیں تین رکعات پڑھائیں جنکے آخر ہی میں سلام پھیرا۔

---

[1] سنن نسائی ص ۱۹۱/۱
[2] زجاجۃ ص ۳۵۲
[3] بحوالہ سابقہ
[4] منتقی الاخبار ص ۷۶
[5] جامع المسانید ص ۴۰۲
[6] طحاوی شریف ص ۲۰۲

(۱۲۰۲) وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا اَنَسٌ الْوِتْرَ وَاَنَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَاُمُّ وَلَدِهٖ خَلْفَنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُّعَلِّمَنِيْ (رواه الطحاویؒ و اسناده صحيح)۱

حضرت ثابت سے روایت ہے کہ مجھے حضرت انسؓ نے وتر پڑھائے درآنحالیکہ میں ان کی دائیں طرف اور آپ کی ام ولد آپ کے پیچھے کھڑی تھی۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے مجھے سکھانے کا ارادہ کیا۔

ان کثیر روایات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جنہیں ایک سلام سے پڑھنا مسنون ہے۔

تین وتر پر اجماع

آخر میں وتر کے تین ہونے پر امت کا اجماع ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۲۰۳) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ (رواه ابن ابى شيبةؒ)۲

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن کے آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

(۱۲۰۴) وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَاَيْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ (رواه البخارى باب ماجاء فى الوتر)۳

جناب قاسمؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں جب سے شعور حاصل ہوا ہے ہم نے لوگوں کو تین وتر پڑھتے دیکھا ہے۔

ایک وتر کی نفی

(۱۲۰۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَجُلًا سَئَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى الحديث (اخرجه البخاریؒ)٤

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعات ہیں۔

ظاہر ہے کہ وتر بھی رات کی نماز ہے لہٰذا وہ بھی دو رکعت سے کم نہیں ہوگی۔

(۱۲۰۶) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْبُتَيْرَاۤءِ اَنْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتیرا

۱ طحاوی شریف ص۲۰۲
۲ مصنف ابن ابی شیبة ص۲/۲۹٤ ۳ بخاری شریف ص۱۵۳
٤ بخاری شریف ص۱۵۳ و ۱۵۵، اعلاء السنن ص۳۵/٦

(۱۲۰۲) وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا اَنَسٌؓ الْوِتْرَ وَاَنَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاُمُّ وَلَدِهٖ خَلْفَنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُّعَلِّمَنِیْ (رواہ الطحاویؒ واسنادہ صحیح)۱

حضرت ثابت سے روایت ہے کہ مجھے حضرت انسؓ نے وتر پڑھائے درآنحالیکہ میں ان کی دائیں طرف اور آپ کی ام ولد آپ کے پیچھے کھڑی تھی۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے مجھے سکھانے کا ارادہ کیا۔

ان کثیر روایات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جنہیں ایک سلام سے پڑھنا مسنون ہے۔

تین وتر پر اجماع

آخر میں وتر کے تین ہونے پر امت کا اجماع ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۲۰۳) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَايُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ (رواہ ابن ابی شیبۃؒ)۲

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن کے آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

(۱۲۰۴) وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَاَيْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ (رواہ البخاری باب ماجاء فی الوتر)۳

جناب قاسمؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں جب سے شعور حاصل ہوا ہے ہم نے لوگوں کو تین وتر پڑھتے دیکھا ہے۔

ایک وتر کی نفی

(۱۲۰۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَجُلًا سَئَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى الحدیث (اخرجہ البخاریؒ)٤

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعات ہیں۔

ظاہر ہے کہ وتر بھی رات کی نماز ہے لہٰذا وہ بھی دو رکعت سے کم نہیں ہوگی۔

(۱۲۰۶) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْبُتَيْرَاءِ اَنْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتیرا

۱ طحاوی شریف ص۲۰۲
۲ مصنف ابن ابی شیبۃ ص۲۹٤/۲ ۳ بخاری شریف ص۱۵۳
٤ بخاری شریف ص۱۵۳ و ۱۵۵ ، اعلاء السنن ص۳۵/٦

يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَاحِدَةً يُوْتِرُ بِهَا (رواه ابن عبدالبر فی کتابه التمهید)۱

نماز سے منع فرمایا ہے اور بہترا یہ ہے کہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھے۔

(۱۲۰۷) وَعَنِ الْكَرْخِيِّ قَالَ اَوْتَرَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ بِرَكْعَةٍ فَاَنْكَرَ عَلَيْهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا هٰذِهِ الْبُتَيْرَاءُ الَّتِیْ لَانَعْرِفُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه ابن ابی شیبة)۲

جناب کرخیؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک وتر پڑھا تو حضرت ابن مسعودؓ نے اس پر انکار کیا اور فرمایا کہ یہ کیسی تیری نماز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں متعارف نہیں تھی۔

(۱۲۰۸) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَااَجْزَئَتْ رَكْعَةٌ قَطُّ (رواه محمد بن الحسن فی موطاه)۳

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رکعت کسی صورت میں بھی کافی نہیں ہوسکتی۔

(۱۲۰۹) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ اَتَعْرِفُ وِتْرَ النَّهَارِ فَقُلْتُ نَعَمْ صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ قَالَ صَدَقْتَ وَاَحْسَنْتَ (رواه الطحاوی)۴

جناب عقبہ بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے وتروں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا تو دن کے وتر جانتا ہے؟ میں نے کہا ہاں نماز مغرب دن کے وتر ہیں آپ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور خوب کہا۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک وتر ایک نہیں تین ہیں پھر یہی نہیں بلکہ مدینہ منورہ کے فقہاءِ سبعہ کا اس پر اجماع ہے کہ وتر ایک نہیں تین ہیں اور سلام بھی ان کے آخر میں ہے۔ دیکھئے:

(۱۲۱۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْعَوَامِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالْجَبَّارِ الْمُرَادِيُّ ثَنَا خَالِدُ بْنُ نُزَارٍ الْاَيْلِيُّ ثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّاَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَخَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّعُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ فِیْ مَشْيَخَةٍ

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی مندرجہ بالا سند کیساتھ ابوالزناد سے روایت کیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے فقہاءِ سبعہ سعید ابن المسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبداللہ، اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں جنکے ساتھ دوسرے مشائخِ کوفہ اور اہلِ اصلاح متفق ہیں کہ جو بات میں نے انسے یاد کی وہ

۱ اعلاء السنن ص۶/۴۵ ۲ زجاجة ص۳۵۱
۳ موطا امام مالکؒ ص۱۵۶ ۴ نصب الرایة ص۲/۱۲۱

سِوَاهُمْ اَهلِ الْكُوْفَةِ وَصَلَاحٍ فَكَانَ مِمَّا وَعَيْتُ عَنْهُمْ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَايُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ (رواه الطحاویؒ فی شرح الاثار)۱

یہ ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کے آخر ہی میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

یہ روایات اس بارے میں بالکل واضح ہیں کہ وتر ایک نہیں تین ہیں جیسے احناف کا مسلک ہے۔

سات نو گیارہ اور تیرہ وتروں کی توجیہات

جن روایات میں سات، نو، گیارہ اور تیرہ وتروں کا ذکر ہے ان میں وتروں کے ساتھ تہجد کے چار چھ آٹھ اور دس نفلوں کو شمار کر کے تغلیباً سب کو وتر کہا گیا ہے جس کی دلیل یہ روایت ہے۔

(۱۲۱۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَيْسٍؒ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَؓ بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ؟ قَالَتْ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَّسِتٍّ وَّ ثَلَاثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ وَّ لَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَلَا اَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ (رواہ احمدؒ و ابوداؤدؒ)۲

حضرت عبداللہ بن ابی قیسؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعات کو وتر بنایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین اور دس اور تین (اس طرح) تیرہ سے زیادہ کو آپ وتر نہیں بنایا کرتے تھے اور نہ ہی سات سے کم کو۔

اس روایت میں تین کو باقی اعداد سے الگ کر کے بیان کرنا خود بتلا رہا ہے کہ وتر تو تین ہی ہیں باقی تہجد کے نوافل ہیں جو آپ نے مختلف واقعات میں مختلف مقدار میں پڑھے ہیں کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ دس تک پڑھنا ثابت ہے اور وتر بہر حال تین ہی پڑھے ہیں۔

ایک وتر کی توجیہ

جن روایت میں ایک وتر کا ذکر ہے ان سے مراد ایک رکعت سے پہلی نماز کو طاق اور وتر بنانا ہے یعنی جب وتر واجب نہیں ہوئے تھے اس وقت جو دو رکعات نوافل پہلے پڑھی جا چکی ہوتیں انہیں کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر تیسری رکعت سے ان کو وتر بنا لیتے تھے یا اس وقت ہوتا تھا جب کہ کوئی شخص آخر رات طلوعِ فجر کے قریب تہجد پڑھ رہا ہوتا اور دو رکعت پڑھ کر سلام سے پہلے اسے محسوس

۱ طحاوی شریف ص ۲۰۴، نصب الرایة ص ۱۲۲/۲
۲ آثار السنن ص ۱۶۲

سِوَاهُمْ اَهلِ الْكُوفَةِ وَصَلاحٍ فَكَانَ مِمَّا وَعَيْتُ عَنْهُمْ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلاثٌ لَايُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ (رواہ الطحاویؒ فی شرح الآثار)[1]

یہ ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کے آخر ہی میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

یہ روایات اس بارے میں بالکل واضح ہیں کہ وتر ایک نہیں تین ہیں جیسے احناف کا مسلک ہے۔

سات نو گیارہ اور تیرہ وتروں کی توجیہات

جن روایات میں سات، نو، گیارہ اور تیرہ وتروں کا ذکر ہے ان میں وتروں کے ساتھ تہجد کے چار چھ آٹھ اور دس نفلوں کو شمار کر کے تغلیباً سب کو وتر کہا گیا ہے جس کی دلیل یہ روایت ہے۔

(۱۲۱۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍؒ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَؓ بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ؟ قَالَتْ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَّسِتٍّ وَّ ثَلَاثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ وَّ لَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَلَا اَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ (رواہ احمدؒ و ابوداؤدؒ)[2]

حضرت عبداللہ بن ابی قیسؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعات کو وتر بنایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین اور دس اور تین (اس طرح) تیرہ سے زیادہ کو آپ وتر نہیں بنایا کرتے تھے اور نہ ہی سات سے کم کو۔

اس روایت میں تین کو باقی اعداد سے الگ کر کے بیان کرنا خود بتلا رہا ہے کہ وتر تو تین ہی ہیں باقی تہجد کے نوافل ہیں جو آپ نے مختلف واقعات میں مختلف مقدار میں پڑھے ہیں کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ دس تک پڑھنا ثابت ہے اور وتر بہر حال تین ہی پڑھے ہیں۔

ایک وتر کی توجیہ

جن روایت میں ایک وتر کا ذکر ہے ان سے مراد ایک رکعت سے پہلی نماز کو طاق اور وتر بنانا ہے یعنی جب وتر واجب نہیں ہوئے تھے اس وقت جو دو رکعات نوافل پہلے پڑھی جا چکی ہوتیں انہیں کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر تیسری رکعت سے ان کو وتر بنا لیتے تھے یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ کوئی شخص آخر رات طلوعِ فجر کے قریب تہجد پڑھ رہا ہوتا اور دو رکعت پڑھ کر سلام سے پہلے اسے محسوس

[1] طحاوی شریف ص ۲۰۴، نصب الرایۃ ص ۱۲۲/۲

[2] آثار السنن ص ۱۶۲

ہوتا کہ فجر طلوع ہو رہی ہے اور میرے وتر رہتے ہیں تو وہ فی الفور ایک رکعت ساتھ ملا لیتا تا کہ یہ رکعت پہلی دو رکعت کے ساتھ شامل ہو کر تین وتر بن جائیں۔ اس کی دلیل آئندہ حدیث شریف ہے۔

(۱۲۱۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّیْلِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی فَاِذَا خَشِیَ اَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی رَکْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰی (رواہ الجماعۃ)[۱]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلوٰۃ اللیل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعات ہیں لیکن جب تم میں سے کسی کو صبح ہو جانے کا خطرہ ہو تو وہ ایک رکعت اور پڑھ لے جو اس کی سابقہ پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی۔

پھر جب وتر واجب ہو گئے تو اس کے دو رکعتی نفل کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر وتر تصور کر لینے کا کوئی جواز باقی نہ رہا۔

تین وتر اور مغرب کی مشابہت سے منع کرنے کی وجہ

جن احادیث میں تین وتر پڑھنے اور مغرب کے ساتھ مشابہت دینے سے منع کیا گیا ہے ان کا مطلب ہے کہ ایسے تین وتر نہ پڑھو جن سے پہلے چند نفل نہ ہوں جیسا کہ مغرب سے پہلے نفل نہیں ہوتے اور شروع ہی میں تین فرض پڑھ لئے جاتے ہیں چنانچہ جن احادیث میں پانچ سات نو اور گیارہ وتر پڑھنے کا حکم ہے ان میں تین وتروں سے پہلے دو چار اور چھ اور آٹھ نفل ہی تو ہیں جن کے ساتھ تین وتر ملا کر ان کی مذکورہ تعداد بیان کر دی گئی ہے اور اسی چیز کو ''بتیرا'' بھی کہا گیا ہے کہ صرف ایک یا تین وتر جن سے پہلے نفل نہ پڑھے گئے ہوں لہٰذا صرف تین وتر پڑھ کر مغرب کے ساتھ مشابہت کرنے کی بجائے وتروں سے پہلے کم از کم دو نفل پڑھ لینے چاہئیں اور زیادہ کی توفیق ہو تو تہجد کے ساتھ آٹھ یا دس نفل پڑھ کر پھر تین وتر پڑھنا اور وتروں کے بعد بھی دو نفل پڑھنا مسنون ہے۔

دوسری رکعت پر قعدے کا ثبوت

(۱۲۱۳) عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ التَّحِیَّةُ (رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک طویل حدیث میں مرفوعاً رایت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت پر التحیات ہے یا آپ ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے۔

[۱] بخاری شریف ص ۱۵۳، مسلم شریف ص ۲۵۷، آثار السنن ص ۱۵۷
[۲] مسلم شریف ص ۱۹۴

(١٢١٤) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى (رواه البخاریؒ)١

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ اللیل کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔

(١٢١٥) وَعَنْ فَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصَّلٰوةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهَّدُ فِیْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ الحديث ٢

حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کر۔

(١٢١٦) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَعَدْتُمْ فِیْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَقُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ (اخرجه النسائیؒ واحمدؒ)٣

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر دو رکعت پر بیٹھو تو التحیات للہ پڑھا کرو۔

(١٢١٧) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اِلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَنْبِئِيْنِیْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّیْ تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِی الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمِدُهٗ وَ يَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّیْ التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَ يَحْمِدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا الخ (رواه مسلمؒ و احمدؒ وابوداؤدؒ والنسائیؒ)٤

حضرت سعد بن ہشامؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ اے ام المؤمنین! آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے وتروں کے متعلق بتلائیں آپؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے پس رات کے جس حصے میں اللہ تعالیٰ انہیں اٹھانا چاہتے اٹھا دیتے تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعت پڑھتے جن میں صرف آٹھ رکعت ہی پر بیٹھتے اسمیں آپ اللہ کا ذکر اور اسکی حمد کرتے اس سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے اور نویں رکعت پڑھتے پھر قعدہ کرتے اور اللہ کا ذکر حمد اور دعا کرتے پھر ہم کو سنا کر سلام پھیرتے۔

١ بخاری شریف ص١٥٣ ، اعلاء السنن ص٣٥/٦ — ٢ بحوالہ سابقہ
٣ نسائی شریف ص١٧٤ ، اعلاء السنن ص٣٤ — ٤ مشکوٰۃ شریف ص١١١

وضاحت: اس روایت میں جس آٹھویں رکعت کا ذکر ہے وہ وتروں کی دوسری رکعت ہے جس پر آپ قعدہ فرماتے لہٰذا وتروں کی دوسری رکعت پر اس مرفوع حدیث سے قعدہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے اور اسمیں جو ''لَا يَجْلِسُ فِيهَا'' ہے اس کا مطلب ہے ''لَا يُسَلِّمُ''، یعنی آٹھ رکعتوں میں سلام صرف آخری قعدے پر پھیرتے تھے۔

(۱۲۱۸) وَعَنْهُ اَيْضًا اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِىْ رَكْعَتَىِ الْوِتْرِ (رواه النسائیؒ واخرون واسناده صحیح)[1]

انہی سعد بن ہشامؒ سے روایت ہے کہ ان کے پاس حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتروں کی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔

یعنی دو رکعت پر قعدہ تو کرتے تھے مگر سلام پھیرے بغیر تیسری رکعت شروع کر دیتے تھے اب آخر میں وہ روایت دیکھئے جس میں تین وتروں کی دوسری رکعت میں بیٹھنے اور سلام نہ پھیرنے کا بصراحت ذکر ہے۔

(۱۲۱۹) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَرْسَلْتُ اُمِّىْ لَيْلَةً لِتَبِيْتَ عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْظُرَ كَيْفَ يُوْتِرُ فَصَلَّى مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يُّصَلِّىَ حَتّٰى اِذَا كَانَ اٰخِرُ اللَّيْلِ وَاَرَادَ الْوِتْرَ قَرَاَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فِى الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَقَرَاَ فِى الثَّانِيَةِ قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ قَعَدَ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يَفْصِلْ بَيْنَهُمَا بِالسَّلَامِ ثُمَّ قَرَاَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ كَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ فَدَعَا بِمَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدْعُوَ ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ (اخرجه حافظ ابن عبالبر فی الاستیعاب له ولم یتکلم بشیٔ)[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات اپنی امی کو بھیجا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں رات گزاریں اور دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں پس آپ نے جتنی خدا نے چاہی نماز ادا کی یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ آیا تو آپ نے وتروں کا ارادہ فرمایا تو پہلی رکعت میں آپ نے ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' پڑھی اور دوسری رکعت میں قل یاایہا الکافرون پھر آپ نے قعدہ کیا پھر کھڑے ہوئے اور ان دونوں کے درمیان سلام کیساتھ فصل نہیں کیا پھر آپ نے قل ھواللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب آپ فارغ ہوئے تو تکبیر کہی اور دعائے قنوت پڑھی پھر دعا کی جتنی اللہ نے چاہی پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا۔

قنوت کا موقع

دعائے قنوت وتروں کی تیسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے سارا سال پڑھنا واجب ہے جیسا کہ آئندہ روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

[1] نسائی شریف ص۲۴۸ [2] اعلاء السنن ص۶/۵۰

(۱۲۲۰) عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا قَبْلَ الرُّكُوْعِ

(اخرجه الامام محمد فی الآثار)[۱]

جناب ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتروں میں رکوع سے پہلے سارا سال قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(۱۲۲۱) وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (رواه ابن ماجةؒ والنسائیؒ)[۲]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تو دعائے قنوت قبل از رکوع پڑھا کرتے تھے۔

(۱۲۲۲) وَعَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَتِ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ قَبْلَهُ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَهُ عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُّقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ زُهَآءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا إِلٰى قَوْمٍ مُّشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولٰئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَّدْعُوْ عَلَيْهِمْ (رواه الشيخانؒ)[۳]

جناب عاصمؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے قنوت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں قنوت تو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہوا کرتی تھی اسنے کہا کہ وہ قبل الرکوع ہوا کرتی تھی یا بعد الرکوع؟ آپ نے فرمایا کہ قبل الرکوع، اس پر اسنے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے آپکے متعلق بتلایا ہے کہ آپ نے بعد الرکوع کہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسنے جھوٹ بولا ہے رسول اللہؐ نے بعد الرکوع تو صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے میرا خیال ہے کہ آپؐ نے کچھ لوگوں کو جنکو قاری کہا جاتا ہے اور جنکی تعداد ستر کے قریب تھی ایک مشرک قوم کی طرف بھیجا تھا جو انکے ماسوا تھے اور انکے اور رسول اللہؐ کے مابین ایک معاہدہ بھی موجود تھا تو رسول اللہؐ نے انکے خلاف ایک مہینہ بدعا کی تھی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دعائے قنوت وتروں کی تیسری رکعت میں قبل الرکوع ہوتی تھی اور سارا سال پڑھی جاتی تھی، بعد الرکوع والی قنوت ایک قسم کی بدعا تھی جو ایک مہینہ کے بعد ترک کر دی گئی۔

[۱] اعلاء السنن ص۲/۵۳
[۲] ابن ماجة ص۸٤ ، نصب الراية ص۱۲۳ج۲
[۳] مشكوٰة شريف ص۱۱۳ ، آثار السنن ص۱٦٦

(۱۲۲۳) وَعَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِى الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (رواه ابن ابی شیبة واسناده صحیح)۱

جناب علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتروں میں قبل الرکوع قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(۱۲۲۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَوْتَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ فَقَنَتَ فِيْهَا قَبْلَ الرُّكُوْعِ (اخرجه ابو نعیم فی الحلیة)۲

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین وتر پڑھے اور ان میں قبل الرکوع قنوت کی۔

(۱۲۲۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِى الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (رواه الخطیب البغدادی فی کتاب القنوت)۳

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتروں میں قبل الرکوع قنوت کی ہے۔

(۱۲۲۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ وَّيَجْعَلُ الْقُنُوْتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (رواه الطبرانی فی معجمه الوسط)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے اور ان میں قنوت قبل الرکوع کیا کرتے تھے۔

تکبیر قنوت اور اس کے ساتھ رفع یدین

(۱۲۲۷) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ فَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقُنُوْتِ كَبَّرَ ثُمَّ رَكَعَ (رواه ابن ابی شیبة)۴

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ جب قرأت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے قنوت پڑھتے پھر جب قنوت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع کرتے۔

(۱۲۲۸) رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَاتُرْفَعُ الْاَيْدِىْ اِلَّا فِىْ سَبْعِ مَوَاطِنَ تَكْبِيْرَةِ الْاِفْتِتَاحِ وَتَكْبِيْرَةِ الْقُنُوْتِ وَ

حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رفع یدین صرف سات جگہوں پر کی جائے تکبیر تحریمہ کے وقت وتروں کی قنوت کے وقت اور عیدین

۱ ابن ابی شیبة ص۳۰۲، آثار السنن ص۱۶۸
۲ نصب الرایة ص۲/۱۲۴ ۳ بحوالہ سابقہ
۴ مصنف ابن ابی شیبة ص۲/۳۰۶

تَكْبِيرَاتِ الْعِيْدَيْنِ وَذَكَرَ الْاَرْبَعَ فِی الْحَجِّ (قال الزيلعی غريب بهذ اللفظ)۱

کی تکبیراتِ زائدہ کے ساتھ اور باقی چار کا ذکر آپ ﷺ نے حج کے بیان میں کیا ہے۔

(۱۲۲۹) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّ الْقُنُوْتَ وَاجِبٌ فِی الْوِتْرِ فِیْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ وَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَرْكَعَ فَكَبِّرْ اَيْضًا (رواه محمد بن الحسن فی الآثار)۲

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ وتروں میں قبل الرکوع قنوت واجب ہے رمضان وغیر رمضان میں اور جب تو قنوت کا ارادہ کرے تو تکبیر کہہ اور جب رکوع کا ارادہ کرے تب بھی تکبیر کہہ۔

(۱۲۳۰) وَعَنْهُ قَالَ تُرْفَعُ الْاَيْدِیْ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَفِی التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ وَفِی الْعِيْدَيْنِ وَعِنْدَ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِجَمْعٍ وَّعَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ (رواه الطحاوی)۳

جناب ابراہیم نخعیؒ ہی سے روایت ہے کہ رفع یدین سات جگہوں میں کی جائے، نماز کے شروع میں اور وتروں میں دعائے قنوت کی تکبیر کیلئے اور دونوں عیدوں میں (تکبیراتِ زائدہ کیساتھ) اور حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت اور صفا مروہ کے قیام کیوقت اور مزدلفہ اور عرفات کے قیام کے وقت اور جمرتین کے پاس قیام کے وقت۔

(۱۲۳۱) وَعَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ فِیْ اٰخِرِ رَكْعَةٍ مِّنَ الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (رواه البخاری فی جزء رفع اليدين واسناده صحيح)٤

جناب اسودؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ وتروں کی آخری رکعت میں قل هو الله احد پڑھا کرتے تھے پھر رفع یدین کرتے اور قبل الرکوع قنوت پڑھتے۔

(۱۲۳۲) عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِی الْقُنُوْتِ (اخرجه البخاری فی جزء رفع اليدين)

ابو عثمانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ قنوت کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

یہ مختصر ہے اس کی تفصیل اگلی حدیث میں دیکھیے۔

(۱۲۳۳) عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ كُنَّا وَعُمَرُ يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ يَقْنُتُ بِنَا عِنْدَ الرُّكُوْعِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ

جناب ابو عثمان سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت عمرؓ امامت کروایا کرتے تھے پھر رکوع کے قریب ہمیں دعائے

۱ نصب الرایۃ ص۳۸۹
۲ آثار السنن ص۳۰۷ وبعضه فی ابن ابی شيبة ص۳۰۷
۳ طحاوی شریف ص۳۹۱
٤ آثار السنن ص۱۶۹

حَتّٰی یَبْدُوْ کَفَّاہُ وَیُخْرِجُ ضَبْعَیْهِ (رواہ البخاری فی الجز. فی رفع الیدین وللبیہقی فی المعرفة)	قنوت پڑھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے حتی کہ آپکی ہتھیلیاں ظاہر ہوجاتی تھیں اور اپنے بازوؤں کو نکال لیتے یا اپنی بغلوں کو کھول دیتے۔

واضح ہو کہ عندالرکوع یہ قنوت شروع کرنے سے پہلے اور تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے جو کہ قنوت کے اندر کا ہے کیونکہ وہی ہمارے مخالفین کے ہاں بعدالرکوع ہے نہ کہ پہلے۔

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رکوع سے پہلے قنوت کیلئے تکبیر بھی کہنی چاہئے اور ہاتھ اٹھانے چاہئیں لیکن دعائے قنوت ہاتھ اٹھا کر نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نماز کے اندر ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے..........

بصورتِ دعا ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھنے کی نفی

(۱۲۳۴) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْیَحْیَی الْاَسْلَمِیِّ قَالَ رَاَیْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ رَاٰی رَجُلًا رَافِعًا یَدَیْهِ یَدْعُوْ قَبْلَ اَنْ یَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ لَهٗ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ (رواہ ابن ابی شیبة)[1]	جناب محمد بن یحیی اسلمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا جنہوں نے ایک آدمی کو فراغت سے پہلے دعا مانگتے دیکھا جب وہ فارغ ہوا تو آپ نے اسے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہیں ہوجاتے تھے تو ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے تھے۔
(۱۲۳۵) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرْفَعُ یَدَهٗ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِی الْاِسْتِسْقَاءِ (رواہ النسائیؒ)[2]	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعا میں رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے سوائے استسقاء کی دعا کے۔

امام نسائیؒ نے اس پر باب باندھا ہے۔ " ترک رفع الیدین فی الدعاء فی الوتر " جس سے ہمارا موقف اور بھی نکھر کر ثابت ہوگیا کہ وتروں کی دعا میں رفع یدین کے ترک کا بیان، تو دعا میں رفع یدین منع ہوا مگر تکبیر قنوت کیساتھ مشروع اور یہی ہمارا موقف ہے۔

[1] معارف السنن ص۱۲۲
[2] نسائی شریف ص۲۵۲

(۱۲۳۶) عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ اَرَئَیْتُمْ قِیَامَکُمْ عِنْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ مِنَ السُّوْرَةِ هٰذَا الْقُنُوْتُ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَبِدْعَةٌ مَافَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ شَهْرٍ ثُمَّ تَرَکَهُ اَرَئَیْتُمْ رَفْعَکُمْ اَیْدِیَکُمْ فِی الصَّلٰوةِ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَبِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی هٰذَا قَطُّ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ مَنْكِبَيْهِ

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورواہ بشر بن بن حرب ضعفہ بعض ووثقہ بعض)[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ جو تم امام کی سورت سے فراغت کے بعد (قنوت کیلئے) قیام کرتے ہو یہ قنوت اللہ کی قسم بدعت ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مہینے سے زیادہ قطعاً نہیں کی مہینے کے بعد آپ نے ترک کر دیا تھا بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ جو نماز میں (دعا کے وقت) رفع یدین کرتے ہو اللہ کی قسم یہ بھی بدعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا اس کے بعد کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر دکھائے۔

یعنی رفع یدین للتکبیر تو آپ سے ثابت ہے لیکن رفع یدین فی الدعا بالکل بدعت ہے، جس طرح قنوتِ فجر وغیرہ میں آج کل غیر مقلد کرتے ہیں اور وتروں میں بھی کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے دو باتیں ثابت ہوئیں (۱) غیر وتر میں کوئی قنوت نہیں (۲) رفع الیدین فی الدعاء فی الصلوۃ بالکل بدعت ہے۔ اور ان دونوں باتوں کی غلطی کو ہم نے نہیں عاشقِ سنت رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واضح کیا ہے۔

دعائے قنوت

(۱۲۳۷) عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ عَلَّمَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنْ نَقْرَأَ فِی الْقُنُوْتِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُثْنِیْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ

جناب ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تعلیم دی کہ ہم قنوت میں پڑھا کریں اللھم انا نستعینک الخ یعنی اے اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ ہی سے بخشش چاہتے ہیں اور تیرے اوپر ایمان لاتے ہیں اور تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور الگ کر دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری

[1] مجمع الزوائد بحوالہ اعلاء السنن ص ۱/۵۷

(۱۲۳۶) عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ اَرَئَيْتُمْ قِيَامَكُمْ عِنْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ مِنَ السُّوْرَةِ هٰذَا الْقُنُوْتُ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَبِدْعَةٌ مَافَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ شَهْرٍ ثُمَّ تَرَكَهٗ اَرَئَيْتُمْ رَفْعَكُمْ اَيْدِيَكُمْ فِى الصَّلٰوةِ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَبِدْعَةٌ مَازَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا قَطُّ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ مَنْكِبَيْهِ

(رواه الطبرانى فى الكبير ورواه بشر بن بن حرب ضعفه بعض ووثقه بعض)[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ جو تم امام کی سورت سے فراغت کے بعد (قنوت کیلئے) قیام کرتے ہو یہ قنوت اللہ کی قسم بدعت ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مہینے سے زیادہ قطعاً نہیں کی مہینے کے بعد آپ نے ترک کر دیا تھا بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ جو نماز میں (دعا کے وقت) رفع یدین کرتے ہو اللہ کی قسم یہ بھی بدعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا اس کے بعد کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر دکھائے۔

یعنی رفع یدین للتکبیر تو آپ سے ثابت ہے لیکن رفع یدین فی الدعا بالکل بدعت ہے، جس طرح قنوتِ فجر وغیرہ میں آج کل غیر مقلد کرتے ہیں اور وتروں میں بھی کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے دو باتیں ثابت ہوئیں (۱) غیر وتر میں کوئی قنوت نہیں (۲) رفع الیدین فی الدعاء فی الصلوۃ بالکل بدعت ہے۔ اور ان دونوں باتوں کی غلطی کو ہم نے نہیں عاشقِ سنت رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واضح کیا ہے۔

دعائے قنوت

(۱۲۳۷) عَنْ اَبِىْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ عَلَّمَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ اَنْ نَّقْرَاَ فِى الْقُنُوْتِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُثْنِىْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّىْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ

جناب ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تعلیم دی کہ ہم قنوت میں پڑھا کریں اللھم انا نستعینک الخ یعنی اے اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ ہی سے بخشش چاہتے ہیں اور تیرے اوپر ایمان لاتے ہیں اور تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور الگ کر دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری

[1] مجمع الزوائد بحوالہ اعلاء السنن ص ۵۷/۱

تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدَيْنِ وَذَكَرَ الْاَرْبَعَ فِیْ الْحَجِّ (قال الزيلعی غريب بهذ اللفظ)[١]

کی تکبیراتِ زائدہ کے ساتھ اور باقی چار کا ذکر آپ ﷺ نے حج کے بیان میں کیا ہے۔

(١٢٢٩) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِیِّ اَنَّ الْقُنُوْتَ وَاجِبٌ فِیْ الْوِتْرِ فِیْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ وَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَرْكَعَ فَكَبِّرْ اَيْضًا (رواه محمد بن الحسن فی الآثار)[٢]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ وتروں میں قبل الرکوع قنوت واجب ہے رمضان وغیر رمضان میں اور جب تو قنوت کا ارادہ کرے تو تکبیر کہہ اور جب رکوع کا ارادہ کرے تب بھی تکبیر کہہ۔

(١٢٣٠) وَعَنْهُ قَالَ تُرْفَعُ الْاَيْدِیْ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَفِیْ التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِیْ الْوِتْرِ وَفِیْ الْعِيْدَيْنِ وَعِنْدَ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَبِجَمْعٍ وَّعَرَفَاتَ وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ (رواه الطحاویؒ)[٣]

جناب ابراہیم نخعیؒ ہی سے روایت ہے کہ رفع یدین سات جگہوں میں کی جائے، نماز کے شروع میں اور وتروں میں دعائے قنوت کی تکبیر کیلئے اور دونوں عیدوں میں (تکبیراتِ زائدہ کیساتھ) اور حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت اور صفا مروہ کے قیام کیوقت اور مزدلفہ اور عرفات کے قیام کے وقت اور جمرتین کے پاس قیام کے وقت۔

(١٢٣١) وَعَنِ الْاَسْوَدِؒ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ فِیْ اٰخِرِ رَكْعَةٍ مِّنَ الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (رواه البخاریؒ فی جزء رفع اليدين واسناده صحيح)[٤]

جناب اسودؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ وتروں کی آخری رکعت میں قل هو الله احد پڑھا کرتے تھے پھر رفع یدین کرتے اور قبل الرکوع قنوت پڑھتے۔

(١٢٣٢) عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَؒ قَالَ كَانَ عُمَرُؓ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِیْ الْقُنُوْتِ (اخرجه البخاری فی جزء رفع اليدين)

ابوعثمانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ قنوت کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

یہ مختصر ہے اس کی تفصیل اگلی حدیث میں دیکھئے۔

(١٢٣٣) عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ كُنَّا وَعُمَرُ يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ يَقْنُتُ بِنَا عِنْدَالرُّكُوْعِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ

جناب ابوعثمان سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت عمرؓ امامت کروایا کرتے تھے پھر رکوع کے قریب ہمیں دعائے

---

[١] نصب الراية ص٣٨٩
[٢] آثار السنن ص٣٠٧ وبعضه فی ابن ابی شيبة ص٣٠٧
[٣] طحاوی شريف ص٣٩١
[٤] آثار السنن ص١٦٩

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ.........

(١٢٣٩) صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ السُّوْرَةِ الثَّانِيَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ الخ

یعنی میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے دوسری سورت سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھی اللهم انا نستعينك و نستغفرك الخ

قنوتِ فجر بدعت ہے

(١٢٤٠) عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْجَعِیِّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ يَاَبَتِ صَلَّيْتَ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍؓ وَّ عُمَرَؓ وَ عُثْمَانَؓ فَهَلْ رَاَيْتَ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْنُتُ فَقَالَ يَا بُنَیَّ هِیَ مُحْدَثَةٌ (رواه ابن ابى شيبةؒ)[١]

حضرت ابو مالک اشجعیؒ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا ابا جان! آپ نے نبی کریم ﷺ اور حضراتِ ابوبکرؓ اور عمرؓ و عثمانؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں تو کیا آپ نے انمیں سے کسی کو (فجر میں) قنوت کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹے یہ بدعت ہے۔

اس روایت میں اگرچہ فجر کی تصریح نہیں لیکن امام ابن ابی شیبہ نے اسے "باب من كان لا يقنت فى الفجر" میں روایت کر کے اسے فجر کے لئے متعین کر دیا ہے لہذا قنوت فجر کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(١٢٤١) وَعَنْ مُّحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ هَلْ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا (رواه الشيخان)[٢]

جناب محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر میں قنوت کی ہے انہوں نے فرمایا ہاں رکوع کے بعد کچھ مدت کی تھی۔

(١٢٤٢) وَعَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَّدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَ (رواه مسلم)[٣]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک مہینہ تک قنوت کی جسمیں وہ عرب کے قبیلوں پر بددعا کرتے تھے اسکے بعد آپ نے ترک کر دی تھی۔

(١٢٤٣) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ لَمْ يَقْنُتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ الْفَجْرِ

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر میں قنوت کبھی نہیں کی سوائے

[١] مصنف ابن ابى شيبة ص ٣٠٨/٢
[٢] مسلم ص ٢٣٧ [٣] بحوالہ سابقہ

(۱۲۳۹) صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ السُّوْرَةِ الثَّانِيَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ الخ

یعنی میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے دوسری سورت سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھی اللهم انا نستعينك و نستغفرك الخ

قنوتِ فجر بدعت ہے

(۱۲۴۰) عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ يَااَبَتِ صَلَّيْتَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍؓ وَّ عُمَرَؓ وَ عُثْمَانَؓ فَهَلْ رَاَيْتَ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْنُتُ فَقَالَ يَا بُنَیَّ هِیَ مُحْدَثَةٌ (رواه ابن ابی شيبةؒ)[۱]

حضرت ابو مالک اشجعیؒ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا ابا جان! آپ نے نبی کریم ﷺ اور حضراتِ ابوبکرؓ اور عمرؓ و عثمانؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں تو کیا آپ نے انمیں سے کسی کو (فجر میں) قنوت کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹے یہ بدعت ہے۔

اس روایت میں اگرچہ فجر کی تصریح نہیں لیکن امام ابن ابی شیبہ نے اسے "باب من كان لا يقنت فی الفجر" میں روایت کر کے اسے فجر کے لئے متعین کر دیا ہے لہذا قنوت فجر کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(۱۲۴۱) وَعَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ هَلْ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا (رواه الشيخان)[۲]

جناب محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر میں قنوت کی ہے انہوں نے فرمایا ہاں رکوع کے بعد کچھ مدت کی تھی۔

(۱۲۴۲) وَعَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَّدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَ (رواه مسلم)[۳]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک مہینہ تک قنوت کی جسمیں وہ عرب کے قبیلوں پر بددعا کرتے تھے اسکے بعد آپ نے ترک کر دی تھی۔

(۱۲۴۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ لَمْ يَقْنُتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْفَجْرِ

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر میں قنوت کبھی نہیں کی سوائے

[۱] مصنف ابن ابی شيبة ص ۳۰۸/۲
[۲] مسلم ص ۲۳۷ [۳] بحوالہ سابقہ

قَنَتَ الَّا شَهْرًا وَّاحِدًا لِاَنَّهٗ حَارَبَ حَيًّا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَنَتَ يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ

(اخرجه الحافظ طلحة بن محمد)۱

ایک مہینہ کے جب کہ آپ کی ایک مشرک قبیلہ سے ٹھنی ہوئی تھی تو آپ ان پر بددعا کے لئے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(۱۲۴۴) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ لَمْ يَقْنُتْ اِلَّا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يَّدْعُوْ عَلٰى عُصَيَّةَ وَ ذَكْوَانَ ثُمَّ لَمْ يَقْنُتْ اِلٰى اَنْ مَّاتَ

(رواه ابو محمد البخاری فی مسنده)۲

حضرت ابوسعید خدریؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے صرف چالیس دن قنوت کی تھی جس میں آپ عصیہ اور ذکوان قبیلوں پر بددعا فرماتے تھے پھر آپ نے اس کے بعد موت تک قنوت نہیں فرمائی تھی۔

(۱۲۴۵) وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ لَا يَقْنُتُ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا الْوِتْرَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (روای الطحاوی و الطبرانی)۳

جناب اسود کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ وتروں کے سوا کسی بھی نماز میں قنوت نہیں کرتے تھے ان میں بھی رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(۱۲۴۶) وَ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَؓ الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ فَقُلْتُ اَلْكِبَرُ يَمْنَعُكَ فَقَالَ مَا اَحْفَظُهٗ مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ (رواه الطحاوی و الطبرانی)۴

حضرت ابومجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے قنوت نہ کی میں نے کہا کہ آپ کو تکبر مانع ہے، کہنے لگے میں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو قنوت کرتے نہیں دیکھا۔

(۱۲۴۷) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ اِمَامَكُمْ يَقُوْمُ فِیْ اٰخِرِ رَكْعَةٍ مِّنَ الْفَجْرِ لَا تَالِیَ لِلْقُرْاٰنِ وَ لَا رَاكِعٍ فَلَا يَفْعَلُ

(اخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی مسنده) ۵

حضرت ابن عمر سے روایت ہے آپ فرماتے تھے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارا امام فجر کی آخری رکعت میں کھڑا رہتا ہے نہ تو قران کی تلاوت کرتا ہے اور نہ ہی رکوع میں جاتا ہے وہ ایسے نہ کیا کرے یعنی قنوت نہ پڑھا کرے۔

(۱۲۴۸) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحَارِثِ السُّلَمِيِّؒ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍؓ الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ (رواه الطحاویؒ واسناده صحیح)۶

حضرت عمران بن حارث سلمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے قنوت نہیں کی۔

۱ جامع المسانید ص ۳۲۴
۲ جامع المسانید ص ۳۳۰
۳ طحاوی شریف ص ۱۷۳
۴ طحاوی شریف ص ۱۶۹
۵ جامع المسانید ص ۳۲۴
۶ طحاوی شریف ص ۱۷۳

(۱۲۴۹) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍؒ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِؓ يُصَلِّىْ بِنَا الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَلَا يَقْنُتُ (رواه الطحاویؒ) ۱

جناب عمرو بن دینارؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ہمیں مکہ میں صبح کی نماز پڑھایا کرتے تھے لیکن قنوت نہیں کرتے تھے۔

(۱۲۵۰) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقُنُوْتِ فِىْ الْفَجْرِ (رواه ابن ماجةؒ) ۲

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی قنوت سے منع فرمایا ہے۔

(۱۲۵۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ شَىْءٍ مِنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِى الْاِسْتِسْقَاءِ (رواه النسائی) ۳

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی کسی دعا میں رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے سوائے استقاء کے۔ (یعنی نماز میں)

اس سے معلوم ہوا کہ قنوت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ڈبل بدعت ہے اول تو فجر میں قنوت ہی بدعت ہے پھر ہاتھ اٹھا کر ڈبل بدعت ہے۔
حضرت نبی کریم ﷺ کے علاوہ ان تمام جید صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت ہے کہ نمازِ فجر میں کوئی قنوت نہیں اور اگر شروع میں تھی تو بعد میں منسوخ ہوگئی ہاں حادثات اور نوازل میں آپ نے بھی قنوت کی ہے اور صحابہ کرامؓ سے بھی منقول ہے لیکن وہ حادثے کی حد تک محدود ہوتی تھی آپ کا یا آپ کے صحابہ کرامؓ کا دائمی معمول نہ تھی۔

قنوت نازلہ

(۱۲۵۲) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِىْ سُلَيْمٍ رَعْلٌ وَّذَكْوَانُ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا فِىْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ فَذَالِكَ بَدْءُ الْقُنُوْتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ (اخرجه الشيخان) ٤

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر آدمیوں کو کسی کام کیلئے بھیجا تھا جنہیں قاری کہا جاتا تھا تو بنی سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ان کے مزاحم ہوئے اور انہوں نے ان (قاریوں) کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینہ تک نمازِ فجر میں بدعا کی تو یہ قنوت کی ابتداء ہے، حالانکہ اس سے پہلے ہم قنوت نہیں کرتے تھے۔

۱ طحاوی شریف ۱۷۳
۲ ابن ماجۃ ص۳٦۱
۳ نسائی شریف ص ۲۵۲
٤ بخاری شریف ص ۱۳٦/۱، مسلم شریف ص ۲۳۷/۱، اعلاء السنن ص ٥۹/٦

(١٢٥٣) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوْ عَلٰی اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوْ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَیَّاشَ بْنَ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِیْنَ كَسِنِیْ یُوْسُفَ یَجْهَرُ بِذَالِكَ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ (رواه البخاریؒ)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی پر بدعا یا کسی کیلئے دعا کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت کرتے بسا اوقات جب آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو ''ربنا لک الحمد'' کہہ کر یہ دعا پڑھتے ''اللھم انج الولید'' الخ یعنی اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ھشام اور عیاش بن ربیعہ کونجات عطا فرما اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کردے اور ان پر حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کے زمانہ جیسی قحط سالی نازل کر آپ یہ دعا باٰواز بلند کرتے حتی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت لیس لک من الامر شئ اتاردی۔ یعنی امرالٰہی میں آپ کا کوئی دخل نہیں۔ (کہ کسی کا نام لیکر بدعا کریں)

(١٢٥٤) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیَی بْنِ حَیَّانَ قَالَ مَكَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا یَّقْنُتُ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ الرُّكُوْعِ وَكَانَ یَقُوْلُ فِیْ قُنُوْتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ وَعَیَّاشَ بْنَ رَبِیْعَةَ وَالْعَاصَ بْنَ هِشَامٍ وَّالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَكَّةَ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا (رواه ابن ابی شیبةؒ)[2]

حضرت محمد بن یحیی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس دن فجر کی نماز میں رکوع کے بعد قنوت کرتے رہے اور آپ قنوت میں کہا کرتے تھے ''اللھم انج الولید'' الخ یعنی اے اللہ! ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، عاص بن ھشام اور مکہ کے ان مومنین کونجات عطا فرما جو نہ تو کسی حیلہ کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔

ان تمام روایات سے جو مترشح ہوتا ہے کہ قنوتِ نازلہ کوئی متعین دعا نہیں بلکہ موقع محل اور صورتِ حالات کے مطابق اس کے الفاظ ترتیب دے لئے جاتے ہیں۔ کبھی اس میں مسلمانوں کی فتح ونصرت اور نجات وخلاصی کی طلب ہوتی ہے اور کبھی کافروں اور بے ایمانوں کی شکست ونامرادی اور ان کے خسران ونقصان کی استدعا، اسی لئے مختلف اوقات کی دعائیں مختلف منقول ہوئی ہیں۔ الاشباہ

[1] مشكوٰة شریف ص۱۱۳، اعلاء السنن ص٦/٦٢
[2] مصنف ابن ابی شیبة ص٢/٣١٧

(١٢٥٣) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوْ عَلٰی اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوْ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ فَرُبَمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَیَّاشَ بْنَ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَکَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ یَجْهَرُ بِذَالِکَ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ (رواہ البخاری)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی پر بدعا یا کسی کیلئے دعا کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت کرتے بسا اوقات جب آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو ''ربنا لک الحمد'' کہہ کر یہ دعا پڑھتے ''اللھم انج الولید'' الخ یعنی اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ھشام اور عیاش بن ربیعہ کو نجات عطا فرما اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کردے اور ان پر حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کے زمانہ جیسی قحط سالی نازل کر آپ یہ دعا بآوازِ بلند کرتے حتی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت لیس لک من الامر شئ اتاردی۔ یعنی امرالٰہی میں آپ کا کوئی دخل نہیں۔ (کہ کسی کا نام لیکر بدعا کریں)

(١٢٥٤) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیٰی بْنِ حَیَّانَ قَالَ مَکَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا یَقْنُتُ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ الرُّکُوْعِ وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ قُنُوْتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ وَعَیَّاشَ بْنَ رَبِیْعَةَ وَالْعَاصَ بْنَ هِشَامٍ وَّالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَکَّةَ الَّذِیْنَ لَایَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَایَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا (رواہ ابن ابی شیبة)[2]

حضرت محمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس دن فجر کی نماز میں رکوع کے بعد قنوت کرتے رہے اور آپ قنوت میں کہا کرتے تھے ''اللھم انج الولید'' الخ یعنی اے اللہ! ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، عاص بن ھشام اور مکہ کے ان مومنین کو نجات عطا فرما جو نہ تو کسی حیلہ کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔

ان تمام روایات سے جو مترشح ہوتا ہے کہ قنوتِ نازلہ کوئی متعین دعا نہیں بلکہ موقع محل اور صورتِ حالات کے مطابق اس کے الفاظ ترتیب دے لئے جاتے ہیں۔ کبھی اس میں مسلمانوں کی فتح ونصرت اور نجات وخلاصی کی طلب ہوتی ہے اور کبھی کافروں اور بے ایمانوں کی شکست ونامرادی اور ان کے خسران ونقصان کی استدعا، اسی لئے مختلف اوقات کی دعائیں مختلف منقول ہوئی ہیں۔ الاشباہ

[1] مشکوۃ شریف ص١١٣، اعلاء السنن ص٦٢/٦
[2] مصنف ابن ابی شیبة ص٣١٧/٢

والنظائر اور شامی میں ایک دعا یہ بھی مندرج ہے جسے صاحب عماد الدین نے بتصرفِ قلیل یوں نقل کیا ہے۔

(۱۲۵۵) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَآئَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاْسَكَ الَّذِيْ لَاتَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ؁

یعنی اے اللہ! ہماری اور تمام مومن و مسلم مردوں عورتوں کی بخشش فرما اور انکے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرما اور انکے آپس کے معاملات درست فرمادے اور اپنے اور انکے دشمن کے مقابلہ میں مدد فرما اے اللہ! ان کافروں پر لعنت فرما جو تیرے راستے سے روکتے ہیں تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور تیرے دوستوں سے لڑائی کرتے ہیں اے اللہ! انکے کلمہ میں اختلاف ڈال دے اور انکے قدموں کو متزلزل کردے اور ان پہ ایسی گرفت نازل فرما جسے تو مجرم قوم سے نہیں روکتا۔

باب الجمعة

جمعہ کی وجہ تسمیہ

جمعہ اجتماع سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں جمع ہونا، جمع کرنا، تو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے ڈھانچے کیلئے مٹی جمع کی گئی تھی یا اس لئے کہ اس میں قیامت قائم ہوگی جس میں تمام مخلوقات اور اولادِ آدمؑ کو جمع کیا جائے گا یا اس لئے کہ اسمیں وہ نماز ہے جس میں قرب وجوار کے تمام مسلمانوں کا جمع ہونا لازم ہے ان وجوہات کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

(۱۲۵۶) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَيِّ شَيْءٍ سُمِّيَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَالَ لِاَنَّ فِيْهَا طُبِعَتْ طِيْنَةُ اَبِيْكَ آدَمَ وَفِيْهَا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَفِيْهَا الْبَطْشَةُ وَفِيْ اٰخِرِ ثَلَاثِ سَاعَاتٍ مِّنْهَا سَاعَةٌ مَّنْ دَعَا اللّٰهَ فِيْهَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ

(رواه احمد) [1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا اسلئے کہ اس میں تیرے باپ آدمؑ کی مٹی جمع کی گئی تھی اور اسی میں صعقہ ہوگا یعنی بیہوشی طاری کی جائیگی اور اسمیں لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائیگا اسی میں بطشہ یعنی حساب کتاب کی صورت میں گرفتِ خداوندی ہوگی اور اسکی آخری تین گھڑیوں میں ایک گھڑی ہے جسمیں جو دعا کیجائے وہ قبول ہوتی ہے۔

فضائلِ یوم الجمعہ

(۱۲۵۷) عَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ الْبَدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيِّدُ الْاَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَاَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَاَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ يَّوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْاَضْحٰى وَفِيْهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰهُ فِيْهِ اٰدَمَ عَلَيْهِ

حضرت ابولبابہ بدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنوں کا سردار اور خدا کے نزدیک سب دنوں سے معظم جمعہ کا دن ہے حتی کہ عند اللہ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ سے بھی زیادہ باعزت ہے۔ اس میں پانچ صفتیں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے اس میں حضرت آدمؑ کو پیدا کیا

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱

السَّلَامُ وَاَهْبَطَ اللّٰهُ فِيْهِ اٰدَمَ اِلَى الْاَرْضِ وَفِيْهِ تَوَفَّى اللّٰهُ اٰدَمَ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَّا يَسْئَلُ الْعَبْدُ شَيْئًا اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ مَالَمْ يَسْاَلُ حَرَامًا وَفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَّلَكٍ مُّقَرَّبٍ وَّلَاسَمَآءٍ وَّلَا اَرْضٍ وَّلَارِيَاحٍ وَّلَاجِبَالٍ وَّ لَابَحْرٍ اِلَّا هُنَّ يَشْفَقْنَ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ (رواہ احمدؒ وابن ماجةؒ) [1]

(۲) اسی میں حضرت آدمؑ کو زمین پہ اتارا گیا (۳) اور اسی میں حضرت آدمؑ کو وفات دی گئی (۴) اور اسی میں ایک ساعت (گھڑی) ایسی ہے جس میں بندہ جو کچھ مانگے اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا کرتے ہیں جب تک کہ وہ حرام کا سوال نہ کرے (۵) اور اسی میں قیامت قائم ہوگی ہر مقرب فرشتہ اور آسمان وزمین اور ہوائیں پہاڑ اور سمندر سب کے سب یوم جمعہ سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اسی دن میں قیامت قائم ہو کر ان تمام چیزوں کی تباہی کا سبب بن جائیگی۔

(۱۲۵۸) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ (رواہ احمدؒ و الترمذیؒ) [2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بھی مسلمان جمعہ کے دن یا شب جمعہ کو فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کو قبر کی آزمائش سے ضرور بچاتے ہیں۔

(۱۲۵۹) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيْسَ بِتَارِكٍ اَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ (رواہ الطبرانی فی الاوسط) [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ جمعہ کے دن کسی مسلمان کو بخشش کے بغیر نہیں چھوڑتے۔

قبولیت کی گھڑی

(۱۲۶۰) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ خَرَجْتُ اِلَى الطُّوْرِ فَلَقِيْتُ كَعْبَ الْاَحْبَارِؓ فَجَلَسْتُ مَعَهٗ فَحَدَّثَنِىْ عَنِ التَّوْرَاةِ وَحَدَّثْتُهٗ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيْمَا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں کوہِ طور کی طرف گیا تو حضرت کعب احبارؓ سے ملاقات ہوئی اور انکے پاس بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے مجھے تورات کی حدیثیں سنائیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کیں جو کچھ میں

[1] ابن ماجة ص ۷۷ [2] مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱ [3] آثار السنن ص ۲۲۷

حَدَّثْتُهُ اَنْ قُلْتُ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ اُھْبِطَ وَ فِیْہِ تِیْبَ عَلَیْہِ وَفِیْہِ مَاتَ وَ فِیْہِ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا وَ ھِیَ مُصِیْخَۃٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ مِنْ حِیْنَ تُصْبِحُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِّنَ السَّاعَۃِ اِلَّا الْجِنُّ وَالْاِنْسُ وَفِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یُصَادِفُھَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَھُوَ یُصَلِّیْ یَسْاَلُ اللّٰہَ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ قَالَ کَعْبٌؓ ذَالِکَ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ یَوْمٌ فَقُلْتُ بَلْ فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ فَقَرَاَ کَعْبٌؓ التَّوْرَاۃَ فَقَالَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَؓ لَقِیْتُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ سَلَامٍؓ فَحَدَّثْتُہٗ بِمَجْلِسِیْ مَعَ کَعْبِ الْاَحْبَارِؓ وَمَا حَدَّثْتُہٗ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ فَقُلْتُ لَہٗ قَالَ کَعْبٌؓ ذَالِکَ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ یَوْمٌ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنَ سَلَامٍؓ کَذَبَ کَعْبٌؓ فَقُلْتُ لَہٗ ثُمَّ قَرَاَ کَعْبٌؓ التَّوْرَاۃَ فَقَالَ بَلْ ھِیَ فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ فَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ سَلَامٍؓ صَدَقَ کَعْبٌؓ ثُمَّ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ سَلَامٍؓ قَدْ عَلِمْتَ اَیَّ سَاعَۃٍ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَؓ اَخْبِرْنِیْ بِھَا وَلَا تَضُنَّ عَلَیَّ فَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ

نے بیان کیا تھا انمیں سے یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن دنوں میں سورج طلوع ہوا ان میں سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدمؑ کی تخلیق ہوئی اسی میں زمین پر اتارے گئے اسی میں انکی توبہ قبول ہوئی اسی میں انہوں نے وفات پائی اور اسی میں قیامت قائم ہوگی اور کوئی بھی مویشی ایسا نہیں جو جمعہ کے دن طلوعِ فجر سے لیکر غروب آفتاب تک قیامت کے آجانیکا انتظار نہ کرتا ہو جنوں اور انسانوں کے علاوہ خوف قیامت کی وجہ سے، اور اسی میں ایک ایسی مبارک گھڑی ہے کہ جو بھی مسلمان بندہ اسمیں نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز ضرور عطا فرماتے ہیں حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ یہ ہر سال میں ایک دن ہوتا ہے؟ میں نے کہا نہیں بلکہ ہر جمعہ میں، تو حضرت کعبؓ نے تورات پڑھ کر دیکھی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ کہا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ملا تو ان سے حضرت کعبؓ کیساتھ اپنی مجلس کا ذکر کیا اور یومِ جمعہ کے بارے میں جو کچھ میں نے بیان کیا تھا اسکے بارے میں بھی تذکرہ کیا تو میں نے کہا کہ حضرت کعبؓ نے کہا تھا کہ یہ ہر سال میں ایک دن ہوتا ہے؟ اسپر حضرت عبداللہ بن سلامؓ بول پڑے کہ کعب نے یہ جھوٹ کہا ہے تو میں نے کہا کہ پھر کعبؓ نے تورات پڑھ کر دیکھی تو فرمایا کہ بالکل ہر جمعہ میں ہوتی ہے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کعبؓ نے سچ کہا پھر عبداللہ بن سلامؓ نے کہا تجھے معلوم ہے کہ وہ مبارک گھڑی کونسی ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ مجھے بتلا دیں اور اس بارے

سَلَامٍؓ هِیَ اٰخِرُ سَاعَۃٍ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَؓ وَکَیْفَ تَکُوْنُ اٰخِرَ سَاعَۃٍ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْھَافَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ سَلَامٍؓ لَمْ یَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ فَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی یُصَلِّیَ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَؓ فَقُلْتُ بَلٰی قَالَ فَھُوَ ذَالِکَ

(رواہ مالکؒ وابوداؤدؒ والترمذیؒ والنسائیؒ واحمدؒ قولہ صدق کعبؓ)[۱]

میں بخل سے کام نہ لیں تو عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ یہ یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اعتراض کیا کہ یہ جمعہ کی آخری ساعت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ بندہ نماز پڑھ رہا ہو (اور یہ وقت سخت مکروہ ہے) تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ کہنے لگے کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا جو شخص کسی مجلس میں نماز کے انتظار میں بیٹھے تو وہ نماز ہی میں ہے جب تک کہ نماز نہ پڑھ لے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس پر میں نے کہا کیوں نہیں بلاشبہ ایسے ہی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ پس وہ یہی ساعت ہے۔

(۱۲۶۱) وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ بْنِ مُوْسٰیؓ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ شَاْنِ سَاعَۃِ الْجُمُعَۃِ ھِیَ مَا بَیْنَ اَنْ یَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰی اَنْ تُقْضَی الصَّلٰوۃُ (رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت ابو بردہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ حضرت ابو موسیٰؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ جمعہ کی اس مبارک گھڑی کے متعلق فرماتے تھے کہ وہ خطبہ کیلئے امام کے بیٹھنے اور نماز سے فراغت کے مابین ہے۔

(۱۲۶۲) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلْتَمِسُوا السَّاعَۃَ الَّتِیْ تُرْجٰی فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰی غَیْبُوْبَۃِ الشَّمْسِ (رواہ الترمذیؒ)[۳]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبولیت کی گھڑی جس کی امید جمعہ کے دن ہے اسے عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک تلاش کرو۔

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کی ترغیب

(۱۲۶۳) عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سو

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۱۱۹ [۲] مشکوٰۃ شریف ص۱۱۸ [۳] مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۰

صَلّٰى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِائَةَ مَرَّةً جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ نُوْرٌ لَوْ قُسِّمَ ذَالِكَ النُّوْرُ بَيْنَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ لَوَسِعَهُمْ (حلية الاولياء)

دفعہ درود شریف پڑھے گا تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کے ہمراہ ایک نور ہوگا جسے اگر ساری خلقت پر تقسیم کردیا جائے تو کافی ہوجائے۔

(۱۲۶٤) عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ مَّرْفُوْعًا وَّفِيْهِ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ! كَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَاَرِمْتَ وَقَالَ يَقُوْلُوْنَ بُلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ (رواه ابوداؤدؒ والنسائی)

حضرت اوس بن اوسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا حضور ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے پیش کیا جائیگا جب کہ آپ تو بوسیدہ ہوچکے ہوں گے آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو حرام کردیا ہے۔

(۱۲٦٥) عَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهُ مَشْهُوْدَةٌ يَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَتّٰى يُرْزَقُ (رواه ابن ماجة)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پہ کثرت سے درود پڑھا کرو اسلئے کہ وہ مشہود ہے یعنی اس پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اسکی گواہی دیتے ہیں اور جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اسکے فارغ ہوتے ہی مجھ پر اسکا درود پیش کیا جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا موت کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق پاتا ہے۔

حیاتِ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہ السلام

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کہیں بھی درود شریف پڑھتا ہے تو اس کو وصول لنے کیلئے حضور اکرم ﷺ کو وہاں حاضر نہیں ہونا پڑتا بلکہ مقررہ فرشتے وہاں پہنچ جاتے ہیں اور اس درود کو وصول کرکے دربارِ رسالت میں پیش کردیتے ہیں۔

۱ حلیۃ الاولیاء ص۸/۴۷
۲ ابوداؤد ص۱/۱۵۰ ، نسائی ص۱/۲۰۳
۳ مشکوۃ شریف ص۱۲۱

اس معاملہ میں وہ ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے نہ ہی تاخیر والتوا سے کام لیتے ہیں درود پڑھنے والا ادھر درود سے فارغ ہوتا ہے ادھر وہ دربارِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ جاتا ہے یہ معاملہ حیاتِ ظاہری کے ساتھ بھی خاص نہیں بلکہ نصِ حدیث کی رو سے بعد الوفات روضۂ اطہر میں جاری رہتا ہے تو گویا اس حدیث شریف سے حیات الانبیاء بعد الممات بھی بصراحت ثابت ہوئی اور حیات بھی صرف روحانی نہیں کیونکہ وہ تو ہر میت کو مطلقاً حاصل ہوتی ہے بلکہ حیاتِ جسمانی بالکل دنیا جیسی اسی لئے نبیوں کے جسم محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ان جسموں پر درود شریف پیش کیا جاتا ہے اور تلذذ کیلئے انہیں مختلف قسم کے رزق مہیا کئے جاتے ہیں لیکن وہ اجسام اپنی اپنی قبور کے پابند ہیں وہ دنیا میں آنے اور یہاں تصرف کرنے میں آزاد و خود مختار نہیں ہیں ہاں خدا چاہے تو اشکال و انکار بھی نہیں کیونکہ اس کی قدرت سے ہر معجزہ ممکن ہے۔ واللہ اعلم

اب ایک اور حدیث شریف سے اسکی تائید ہوتی ہے۔

(۱۲۶۶) وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فيه فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بُلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ

(رواہ ابوداؤدؒ والنسائیؒ وابن ماجہؒ والدارمی والبیہقیؒ)[۱]

حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا افضل ترین دن یوم الجمعہ ہے اس میں حضرت آدمؑ کی پیدائش کی گئی اسی میں ان کی وفات ہوئی اسی میں نفخہ صور ہوگا اسی میں بے ہوشی طاری کی جائیگی۔ پس اس دن تم میرے اوپر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپکی توہڈیاں بوسیدہ ہوچکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسم زمین پر حرام کردئے ہیں۔

اس حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے جس حصے میں بھی درود شریف پڑھا جائے وہ لازماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا جاتا ہے اسے وصول کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دربدر کی ٹھوکریں نہیں کھانا پڑتیں کیونکہ جگہ جگہ آپ کو جانے میں آپ کی توہین وتذلیل ہے اور روضۂ اطہر میں پہنچادینے میں آپ کی عزت وتوقیر ہے اس لئے درود کے وقت قیام کرنے اور آپ کے تشریف لانے کا افسانہ بالکل غلط اور بے ہودہ ہے۔

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۰ ، زجاجۃ ص ۲۸۲

(۱۲٦٧) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِىْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (شفاء السقام حیاة الانبیاء للبیهقی)[۱]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نبی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

یعنی نبی اپنی قبروں میں معطل نہیں پڑے ہوئے بلکہ تلذذ کیلئے نماز میں مشغول رہتے ہیں۔

(۱۲٦٨) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَىَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَىَّ رُوْحِىْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (رواہ ابوداؤد و احمد)[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی بھی میرے اوپر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتے ہیں حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ردِ روح کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح جو مشاہدۂ ذات میں مستغرق ہوتی ہے وہ سلام کا جواب دینے کیلئے ادھر متوجہ ہو جاتی ہے گویا حضور اپنے امتیوں کے سلاموں کا جواب دیتے رہتے ہیں۔

(۱۲٦٩) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِى الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِىْ مِنْ اُمَّتِىَ السَّلَامَ (رواہ النسائی واحمد)[۳]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

گویا رسول اللہ ﷺ تک سلام پہنچانے کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کا ایک محکمہ مقرر کر رکھا ہے، انہیں جہاں کہیں کوئی شخص سلام پڑھتا ہوا نظر آتا ہے وہ فوراً اسے لیکر رسول اللہ ﷺ کے دربار میں پہنچ جاتے ہیں اور امتی کا سلام اس کے پڑھنے والے کی تعیین کے ساتھ پیش کرتے ہیں پس خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ رکھتے ہیں پورے حضورِ قلب کے ساتھ ہدیۂ صلوٰۃ پیش کرتے ہیں اور دربارِ رسالت سے اس کا جواب پاتے ہیں۔ فهنيئا لهم

جمعہ کے دن کا ایک اور بابرکت وظیفہ
یعنی سورۂ کہف کی تلاوت

(۱۲۷۰) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِىِّؓ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن

[۱] شفاء السقام ص۱۳٤ ، حیات الانبیاء للبیهقی
[۲] ابوداؤد ص۱/۲۷۹ ، مسند احمد ص۲/۵۲۷
[۳] نسائی شریف ص۱/۱٤۳ ، مسند احمد ص۱/۲٤۱

الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَضَآءَ لَهُ مِنَ النُّوْرِ مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ (رواه الحاكم)[۱]

سورۂ کہف کی تلاوت کی تو اس کیلئے دونوں جمعوں کے درمیان نور ہی نور ہوگا۔

(۱۲۷۱) عَنْ عَلِيٍّ مَّرْفُوْعًا مَّنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَهُوَ مَعْصُوْمٌ اِلٰى ثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ فِتْنَةٍ وَاِنْ خَرَجَ الدَّجَّالُ عُصِمَ مِنْهُ (مختاره للحافظ ضياء مقدسی)[۲]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے تو وہ آٹھ دنوں تک محفوظ کر دیا جائیگا ہر قسم کے فتنہ سے حتی کہ اگر دجال کا بھی خروج ہو جائے تو وہ اسکے شر سے بھی بچالیا جائیگا۔

(۱۲۷۲) عَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَشَرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ وَاَيْضًا عَنْهُ مَنْ قَرَاَ عَشَرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اٰخِرِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (رواه مسلم و احمد)[۳]

حضرت ابو درداءؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرلیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا اور آپ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ جس نے سورۂ کہف کی آخری دس آیات حفظ کرلیں وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہیگا۔

(۱۲۷۳) عَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (رواه الترمذی)[٤]

حضرت ابو درداءؓ نبی کریم ﷺ سے ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ کہف کی ابتدائی تین آیات تلاوت فرمائیں وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہیگا۔

گویا جس نے سورۂ کہف کو اپنا ہر جمعہ کا وظیفہ بنالیا وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

وجوبِ جمعہ

قول خداوندی ہے......

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ☆[۵]

اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کیلئے اذان ہو جائے تو ذکرِ الٰہی یعنی نماز یا خطبہ کیلئے دوڑ و اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو تمہیں معلوم ہو جائے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

[۱] مستدرك حاكم ص ۳٦٨/٢

[۲] مختاره للحافظ ضياء مقدسی بحواله ابن كثير ص ٧١/٣

[۳] مسلم شريف ص ٢٧١ — [٤] ترمذی شريف ص ٤٠١ — [۵] پ ٢٨ ع ١٢

ارشادِ رسولِ اکرم ﷺ ہے......

(۱۲۷۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تَشْغَلُوْا وَصِلُوْا الَّذِىْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهٗ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِى السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِىْ مَقَامِىْ هٰذَا فِىْ يَوْمِىْ هٰذَا فِىْ شَهْرِىْ هٰذَا مِنْ عَامِىْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ تَرَكَهَا فِىْ حَيَاتِىْ اَوْ بَعْدِىْ وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ اِسْتِخْفَافًا بِهَا اَوْ جُحُوْدًا بِهَا فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ وَلَا بَارَكَ لَهٗ فِىْ اَمْرِهٖ اَلَا وَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ اَلَا وَلَا حَجَّ لَهٗ اَلَا وَلَا صَوْمَ لَهٗ اَلَا وَلَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰى يَتُوْبَ فَمَنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (رواه ابن ماجة)[1]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرلو اور مشغول ہونے سے پہلے اعمالِ صالحہ میں جلدی کرلو اور اپنے اور رب تعالیٰ کے درمیان تعلق کو کثرتِ ذکر اور خفیہ اور اعلانیہ کثرتِ صدقہ سے استوار کرلو تو تمہیں رزق دیا جائیگا مدد کی جائیگی جبرِ نقصان کیا جائیگا، یہ بات اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر جمعہ فرض کیا ہے میرے اس مقام میں اس دن میں اس مہینے میں اس سال سے لیکر قیامت تک جو اسے چھوڑے میری زندگی میں یا میرے بعد خواہ امام عادل ہو یا ظالم، اسے معمولی سمجھ کر یا اسکا انکار کر کے تو اللہ تعالیٰ اسکے اہم کاموں کو مجتمع نہیں کریگا نہ اسکے معاملات میں برکت دیگا یاد رکھو اسکی کوئی نماز نہیں اور نہ ہی کوئی زکوٰۃ نہ کوئی حج خبردار! نہ ہی اسکا کوئی روزہ ہے اور نہ کوئی نیکی (یعنی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی) جب تک وہ توبہ نہ کرلے اور جو شخص بھی توبہ کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔

اس آیت و روایت سے فرضیتِ جمعہ تو برملا ثابت ہے لیکن جمعہ علی الاطلاق واجب نہیں ہوتا بلکہ صرف ان لوگوں پر واجب ہوتا ہے جو مسلمان بالغ مرد آزاد تندرست اور مقیم ہوں جیسا کہ اگلی روایات میں اسکی صراحت ہے۔

(۱۲۷۵) عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْجُمُعَةُ

حضرت طارق بن شہابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ ہر مسلمان پر حق

[1] ابن ماجة ص ۷۷

حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةٌ عَبْدٌ مَّمْلُوْكٌ اَوِامْـرَاَةٌ اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَرِیْضٌ (رواہ ابوداؤدؒ) ۱؎

واجب ہے جس کو جماعت کا ساتھ مہیا ہو مگر چار شخص اس سے مستثنیٰ ہیں (۱) غلام (۲) یا عورت (۳) یا بچہ (۴) یا مریض

(۱۲۷۶) وَعَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا عَلَى الْمَرِيْضِ اَوْ مُسَافِرٍ اَوْ امْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ (اخرجه الدار قطنی) ۲؎

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ واجب ہے سوائے مریض، مسافر اور عورت بچے اور مملوک کے۔

(۱۲۷۷) وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّؒ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا عَلٰى اِمْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ اَوْ مَرِيْضٍ (رواہ ابن ابی شیبةؒ) ۳؎

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ واجب ہے سوائے عورت بچے اور غلام اور مریض کے۔

(۱۲۷۸) وَعَنِ الْحَسَنِؒ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَآءِ الْجُمُعَةُ (رواہ ابن ابی شیبةؒ) ۴؎

جناب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عورتوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

(۱۲۷۹) وَعَنِ الْوَصَّافِیِّؒ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِؒ فَكَتَبَ اِلٰى عَبْدِالْحَمِيْدِ اُنْظُرْ مِنْ قَبْلِكَ مِنَ النِّسَآءِ فَلَا يَحْضُرْنَ جَمَاعَةً وَّلَا جَنَازَةً فَاِنَّهٗ لَا حَقَّ لَهُنَّ فِیْ جُمُعَةٍ وَّ لَا جَنَازَةٍ (رواہ ابن ابی شیبةؒ) ۵؎

جناب وصافی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تھا تو آپ نے عبدالحمید کو لکھا کہ عورتوں کا خیال رکھو کہ وہ جماعت اور جنازہ میں شامل نہ ہوں اس لئے جمعہ اور جنازے میں ان کا کوئی حق نہیں۔

۱؎ ابوداؤد ص۱۵۳، نصب الرایة ص۱۹۸
۲؎ نصب الرایة ص۱۹۹
۳؎ مصنف ابن ابی شیبة ص۱۰۹ ج۲
۴؎ بحوالہ سابقہ
۵؎ بحوالہ سابقہ

(۱۲۸۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ جَدَّتِهٖ قَالَتْ قَالَ لَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا صَلَّيْتُنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ الْاِمَامِ يُصَلِّيْنَ بِصَلٰوتِهٖ وَاِذَا صَلَّيْتُنَّ فِىْ بُيُوْتِكُمْ فَصَلِّيْنَ اَرْبَعًا (رواه ابن ابی شیبةؒ)[۱]

جناب عبداللہ بن معدانؒ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ہم سے فرمایا جب تم امام کیساتھ جمعہ پڑھو تو امام والی نماز پڑھا کرو (دو رکعت) اور جب تم اپنے گھروں میں پڑھو تو چار رکعت پڑھا کرو یعنی ظہر کی۔

(۱۲۸۱) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْمَرْاَةِ تَاْتِى الْجُمُعَةَ قَالَ تُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ تُجْزِئُ عَنْهَا وَلٰكِنَّهٗ لَيْسَ لَهَا اَنْ تَاْتِىَ الْجُمُعَةَ (رواه ابن ابی شیبةؒ)[۲]

جناب ابراہیم نخعیؒ اس عورت کے بارے میں کہتے ہیں جو جمعہ پڑھنے کیلئے آتی ہے کہ وہ دو رکعت پڑھ لے تو جمعہ سے کفایت کر جاتی ہے لیکن اس کیلئے مناسب نہیں جمعہ کیلئے آئے۔

(۱۲۸۲) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ جُمُعَةٌ

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ غلام پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۱۲۸۳) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ جُمُعَةٌ

حضرت حسن فرماتے ہیں غلام پر جمعہ نہیں ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نابالغ، غلام، عورت اور مریض و مسافر پر جمعہ واجب نہیں لیکن اگر یہ لوگ پڑھ لیں تو جمعہ ادا ہو جائیگا اور ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہے گی مگر عورتوں کا جمعہ نہ پڑھنا زیادہ مناسب ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خط اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فرمان اور جناب ابراہیم نخعیؒ کے خط سے ثابت ہے۔

شرائطِ وجوب وادائے جمعہ

عندالاحناف وجوب وادائے جمعہ کیلئے چھ خارجی شرطیں ہیں (۱) مصر جامع (۲) سلطان یا اس کا نائب (۳) اذنِ عام (۴) خطبہ (۵) جماعت (۶) وقت

مصر جامع کا مطلب ہے کہ وہ جگہ شہر یا کم از کم قصبہ ہو۔ دیہاتوں اور جنگلوں میں ادائیگی جمعہ نہ واجب ہے نہ صحیح جیسا کہ ان روایات سے ثابت ہے۔

(۱۲۸٤) قَالَ عَطَآءٌ اِذَا كُنْتَ فِىْ قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُوْدِىَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ اَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَآءَ اَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ (رواه البخاری)[۳]

جناب عطاؒ فرماتے ہیں کہ جب تو شہر میں ہو اور جمعہ کی اذان ہو جائے تو تجھ پر واجب ہے کہ تو اس میں حاضر ہووے خواہ تو نے اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔

[۱] مصنف ابن ابی شیبةؒ ص ۱۱۰ [۲] بحوالہ سابقہ
[۳] بخاری شریف ص ۱۲۳

(۱۲۸۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ (رواه عبد الرزاق فی مصنفه) ۱

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نمازِ جمعہ اور تکبیراتِ تشریق صرف بڑے شہر میں ادا ہوسکتی ہے۔

(۱۲۸۶) وَعَنْهُ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَلَا صَلٰوةَ فِطْرٍ وَلَا اَضْحٰى اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ مَدِيْنَةٍ عَظِيْمَةٍ (رواه ابن ابی شیبۃ) ۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی سے روایت ہے کہ جمعہ، تکبیراتِ تشریق، نمازِ عید الفطر اور نمازِ عید الاضحیٰ صرف بڑے شہروں میں صحیح ہوتی ہے۔

یہ روایات اگرچہ موقوف ہیں لیکن ظاہر ہے کہ ایسی بات صحابۂ کرامؓ اپنی طرف سے نہیں کرسکتے لازماً انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی اسی لئے یہ حکماً مرفوع ہیں۔ باقی رہیں وہ روایات کہ جن میں قریہ جات میں بھی نمازِ جمعہ کی اقامت کا ذکر ہے تو ان میں قریہ عظیمہ مراد ہے چنانچہ اس سلسلہ میں جواثی کا نام لیا جاتا ہے جو خود اچھا خاصا قصبہ تھا جیسا کہ ابو عبید بکری نے اپنی معجم میں لکھا ہے ''هِىَ مَدِيْنَةٌ فِى الْبَحْرِيْنِ لِعَبْدِ الْقَيْسِ''، یعنی یہ بحرین میں عبدالقیس کا ایک شہر ہے۔ اس کی آبادی چار ہزار سے اوپر تھی جیسا کہ علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے یہ کھجوروں کی بہت بڑی منڈی تھی جیسا کہ علامہ وزیر ابوبکر نے شرح دیوانِ امراء القیس میں لکھا ہے یہاں ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا بلکہ جواثی نام ہی قلعہ کا ہے جس کی وجہ سے شہر کا نام بھی یہی مشہور ہوگیا ہے جیسا کہ علامہ ابن اثیرؒ نے نہایہ میں تحریر کیا ہے ''هُوَ اِسْمُ حِصْنٍ بِالْبَحْرِيْنِ''، کہ جواثی بحرین میں ایک قلعے کا نام ہے۔ ایسے ہی علامہ جوہریؒ نے صحاح میں فتوح البلدان میں بلاذریؒ نے فائق میں علامہ زمخشریؒ نے اور الدر النثیر میں علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے ''كُلُّهُمْ قَالُوْا اِنَّ الْجُوَاثٰى اِسْمُ حِصْنٍ بِالْبَحْرِيْنِ''، یعنی سب نے یہی کہا ہے کہ جواثی بحرین میں ایک قلعے کا نام ہے۔ ۳

تو ایسا قریہ جس کی آبادی چار ہزار سے اوپر ہو وہ کھجوروں کی منڈی بھی ہو اس میں ایک مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعہ بھی ہو وہ شہر نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لئے جو مدینہ منورہ کے بعد جواثی ہی میں جمعہ کا ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ کا وجوب شہر یا قصبے ہی میں ہوتا ہے کیونکہ اس وقت مدینہ اور جواثی کے علاوہ کوئی شہر یا بڑا قصبہ اسلام کے قبضے میں نہیں تھا جہاں جمعہ قائم کیا جاتا۔ صرف دیہاتی اور قبائلی آبادیاں تھیں جن میں جمعہ قائم نہیں کیا گیا حتی کہ فتح مکہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں بھی جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ صرف مدینہ منورہ کے محلہ بنی سالم میں جمعہ ضرور پڑھا گیا لیکن وہ مدینہ منورہ کی فنا میں داخل اور اسکی اضافی بستی ہے اس لئے لفظِ قریہ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ ''لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (القرآن الکریم) ۴ ''کہ یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ وطائف) میں سے کسی بڑی شخصیت پر کیوں نہ اتارا گیا''

۱ نصب الرایة ص ۱۹۵/۲
۲ ابن ابی شیبة ص ۱۰۱/۲
۳ حاشیة آثار السنن ص ۲۳۱
۴ پ ۲۵ ع ۹

تو لفظِ قریہ سے صرف دیہات مراد لینا قطعاً صحیح نہیں دیہات میں جمعہ فرض نہ ہونے کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ دیہات میں جمعہ پڑھا نہیں گیا البتہ بعض دیہاتی صحابیؓ اپنے بھائیوں کو جمعہ کا موقع دینے کیلئے خود پیچھے رہ جاتے تھے اور ان کو جمعہ پڑھنے کیلئے شہر میں بھیج دیتے تھے اگلے جمعہ خود چلے جاتے اور انکو بستی میں چھوڑ دیتے تھے جیسا کہ شیخین کی اس روایت میں ہے۔

(۱۲۸۷) عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَّنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ الحديث (رواه الشيخان) ۱؎

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ لوگ اپنے مقامات اور مدینہ طیبہ کی مشرقی بستیوں سے باری باری آیا کرتے تھے۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر اگر جمعہ واجب علی العین تھا تو انہیں مدینہ جانے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ بستی ہی میں جمعہ قائم کر لینا کافی اور لازمی تھا ایسی صورت میں جو لوگ پیچھے رہ جاتے تھے وہ تارکِ واجب اور مستحقِ تعزیر ہوئے حالانکہ ان کو کوئی ملامت نہیں کی گئی نہ ان کو جمعہ کا تارک کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اہلِ دیہات ہونے کی وجہ سے ان پر جمعہ واجب نہیں تھا وہ لوگ جمعہ کا ثواب پانے کیلئے کبھی کبھی جمعہ پڑھنے کیلئے شہر آجاتے تھے اور دوسرے جمعہ اپنے بھائیوں کو بھیج دیتے تھے۔ اس طرح بعض معروف صحابہؓ جن کی رہائش شہر سے باہر تھی وہ کبھی جمعہ شہر میں آکر پڑھ لیتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ تو اگر بستیوں میں بھی جمعہ واجب ہوتا تو وہ اپنی اپنی بستی میں جمعہ ضرور قائم کر لیتے حالانکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ شہر میں آتے تو جمعہ پڑھ لیتے اور جب بستی میں ہوتے تو نہ پڑھتے جیسا کہ حضرت انسؓ کی اس روایت سے بصراحت ثابت ہے۔

(۱۲۸۸) عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ فِيْ قَصْرِهٖ اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ (رواه مسروقی فی مسنده الکبیر ورواه البخاریؒ تعلیقا واسناده صحیح) ۲؎

جناب حمید کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محل میں ہوتے ہوئے کبھی جمعہ پڑھ لیتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔

وَقَدْ ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت انسؓ کا یہ محل جسے زاویہ بھی کہا گیا ہے شہر بصرہ سے دو فرسخ تھا یعنی چھ میل پر کما فی مصنف ابن ابی شیبۃ، تو ظاہر ہے کہ حضرت انسؓ عدمِ وجوب کی وجہ سے اپنے قصر میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے ہاں کبھی کبھی جمعہ کی فضیلت اور ثواب حاصل کرنے کیلئے شہر بصرہ آجایا کرتے تھے، اسی طرح عام صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل تھا کہ ان میں سے جو چھ میل یا اس سے زائد فاصلے پر رہائش رکھتے تھے وہ کبھی تو جمعہ پڑھنے کیلئے شہر آجایا کرتے تھے اور کبھی نہیں آتے تھے جیسا کہ امام شافعیؒ کی روایت سے ظاہر ہے۔

۱؎ بخاری شریف ص ۱۲۳ ۲؎ بحوالہ سابقہ

تو لفظِ قریہ سے صرف دیہات مراد لینا قطعاً صحیح نہیں دیہات میں جمعہ فرض نہ ہونے کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ دیہات میں جمعہ پڑھا نہیں گیا البتہ بعض دیہاتی صحابیؓ اپنے بھائیوں کو جمعہ کا موقع دینے کیلئے خود پیچھے رہ جاتے تھے اور ان کو جمعہ پڑھنے کیلئے شہر میں بھیج دیتے تھے اگلے جمعہ خود چلے جاتے اور انکو بستی میں چھوڑ دیتے تھے جیسا کہ شیخین کی اس روایت میں ہے۔

(۱۲۸۷) عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَّنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ الحديث (رواه الشيخان)[۱]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ لوگ اپنے مقامات اور مدینہ طیبہ کی مشرقی بستیوں سے باری باری آیا کرتے تھے۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر اگر جمعہ واجب علی العین تھا تو انہیں مدینہ جانے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ بستی ہی میں جمعہ قائم کر لینا کافی اور لازمی تھا ایسی صورت میں جو لوگ پیچھے رہ جاتے تھے وہ تارکِ واجب اور مستحقِ تعزیر ہوئے حالانکہ ان کو کوئی ملامت نہیں کی گئی نہ ان کو جمعہ کا تارک کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اہلِ دیہات ہونے کی وجہ سے ان پر جمعہ واجب نہیں تھا وہ لوگ جمعہ کا ثواب پانے کیلئے کبھی جمعہ پڑھنے کیلئے شہر آجاتے تھے اور دوسرے جمعہ اپنے بھائیوں کو بھیج دیتے تھے۔ اس طرح بعض معروف صحابہؓ جن کی رہائش شہر سے باہر تھی وہ کبھی جمعہ شہر میں آکر پڑھ لیتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ تو اگر بستیوں میں بھی جمعہ واجب ہوتا تو وہ اپنی اپنی بستی میں جمعہ ضرور قائم کر لیتے حالانکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ شہر میں آتے تو جمعہ پڑھ لیتے اور جب بستی میں ہوتے تو نہ پڑھتے جیسا کہ حضرت انسؓ کی اس روایت سے بصراحت ثابت ہے۔

(۱۲۸۸) عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ فِيْ قَصْرِهٖ اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ (رواه مسروفی فی مسنده الكبير ورواه البخاریؒ تعليقا واسناده صحيح)[۲]

جناب حمید کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محل میں ہوتے ہوئے کبھی جمعہ پڑھ لیتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔

وَقَدْ ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت انسؓ کا یہ محل جسے زاویہ بھی کہا گیا ہے شہر بصرہ سے دو فرسخ تھا یعنی چھ میل پر کما فی مصنف ابن ابی شیبۃ، تو ظاہر ہے کہ حضرت انسؓ عدمِ وجوب کی وجہ سے اپنے قصر میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے ہاں کبھی کبھی جمعہ کی فضیلت اور ثواب حاصل کرنے کیلئے شہر بصرہ آجایا کرتے تھے، اسی طرح عام صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل تھا کہ ان میں سے جو چھ میل یا اس سے زائد فاصلے پر رہائش رکھتے تھے وہ کبھی تو جمعہ پڑھنے کیلئے شہر آجایا کرتے تھے اور کبھی نہیں آتے تھے جیسا کہ امام شافعیؒ کی روایت سے ظاہر ہے۔

[۱] بخاری شریف ص ۱۲۳ [۲] بحوالہ سابق

(۱۲۸۹) وَعَنِ الشَّافِعِيِّ قَالَ وَقَدْ كَانَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ يَكُوْنَانِ بِالسَّجَرَةِ عَلٰى اَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ اَمْيَالٍ يَشْهَدَانِ الْجُمُعَةَ وَيَدَعَانِهَا وَكَانَ يُرْوٰى اَنَّ اَحَدَهُمَا كَانَ يَكُوْنُ بِالْعَقِيْقِ يَتْرُكُ الْجُمُعَةَ وَيَشْهَدُهَا

(رواه البيهقي في المعرفة باسناده الى الشافعيؒ)[۱]

حضرت امام شافعیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ مقام سجرہ میں رہائش پذیر تھے جو چھ میل سے ذرا کم فاصلے پر تھا وہ کبھی تو جمعہ میں حاضر ہو جاتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے، اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک وادی عقیق میں ہوتا تھا وہ کبھی جمعہ چھوڑ دیتا تھا اور کبھی پڑھ لیتا تھا۔

ان روایات سے انتہائی واشگاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ صرف اہل شہر پر واجب ہے اہل دیہہ پر نہیں اور یہ بھی کہ ان کو اپنی بستیوں میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہاں وہ ثواب جمعہ حاصل کرنے کیلئے شہر آ کر جمعہ پڑھ سکتے ہیں وہ تب جبکہ رات ہونے سے پہلے پہلے واپس اپنے اپنے ٹھکانوں پر بآسانی پہنچ سکتے ہوں۔

(۱۲۹۰) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ الْقُرٰى جُمُعَةٌ اِنَّمَا الْجُمَعُ عَلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ مِثْلَ الْمَدَائِنِ (رواه ابن ابی شیبۃ واسناده مرسل)[۲]

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ دیہات والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے، جمعہ تو مدائن جیسے بڑے شہروں والوں پر واجب ہے۔

(۱۲۹۱) وَعَنْ اَبِیْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى ابْنِ اَظْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُثْمَانَ فَجَآءَ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ وَقَالَ اِنَّهٗ قَدِ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِیْ يَوْمِكُمْ هٰذَا عِيْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِ الْعَالِيَةِ اَنْ يَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْيَنْتَظِرْهَا وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ

(رواه المالكؒ والبخاریؒ فی كتاب الاضاحی)[۳]

جناب ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ ایک عید میں حاضر ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی پھر رخ پھیر کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ بیشک تمہارے لئے آج کے دن دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں۔ اہل عالیہ (نواحی شرقی بستیوں کے باشندے) اگر جمعہ کا انتظار کرنا چاہیں تو ضرور کریں اور جو لوٹ جانا چاہیں انہیں میری طرف سے اجازت ہے۔

یہ اجازت صرف اہل عالیہ کو ہے جن پر جمعہ فرض نہیں تھا انہیں جمعہ تک ٹھہر جانے اور چلے جانے میں اختیار دیا گیا تا کہ ان کی قربانی میں تاخیر نہ ہو جائے لیکن اہل شہر کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کیونکہ ان پر جمعہ واجب تھا تو یہ اختیار عید اور جمعہ کے اجتماع کی وجہ سے

[۱] آثار السنن ص ۲۳۰
[۲] ابن ابی شیبۃ ص ۱۰۱
[۳] مؤطا امام مالكؒ ص ۱۶۵

نہیں تھا کیونکہ وہ تو اہل شہر اور اہل دیہہ دونوں کیلئے برابر تھا بلکہ اہل دیہہ کیلئے جمعہ کے عدمِ وجوب کی وجہ سے تھا پھر جن اہل عالیہ وغیرہ کو دیہاتوں کو جانے کی رخصت دی گئی انہیں یہ نہیں فرمایا کہ تم وہاں جا کر جمعہ ادا کر لینا کیونکہ دیہات میں جمعہ کی ادائیگی جائز ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ دیہاتیوں پر نہ تو جمعہ واجب ہوتا ہے اور نہ ہی دیہات میں جمعہ اکی ادائیگی صحیح ہے۔ واللہ اعلم

عملِ رسول اللہ ﷺ سے دیہات میں جمعہ کا عدمِ وجوب

(۱۲۹۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِیْ حَجَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَتٰی عَرَفَۃَ فَوَجَدَ الْقُبَّۃَ قَدْ ضُرِبَتْ لَہٗ بِنَمِرَۃٍ فَنَزَلَ بِھَا حَتّٰی اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَہٗ فَاَتٰی بَطْنَ الْوَادِیْ فَخَطَبَ النَّاسَ اِلٰی اَنْ قَالَ ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ وَلَمْ یُصَلِّ بَیْنَھُمَا شَیْئًا

(رواہ مسلمؒ)[۱]

حضرت جابر بن عبداللہؓ حج نبوی کے سلسلہ کی ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں پس رسول اللہ ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ عرفات میں پہنچے تو وادیِ نمرہ میں اپنے لئے خیمہ لگا ہوا پایا پس آپ اسمیں فروکش ہوگئے۔ پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے حکم دیا کہ آپ کی سواری قصوا تیار کی جائے تو اس پر پالان ڈال دیا گیا پھر آپ بطنِ وادی میں آئے اور لوگوں کو خطبہ دیا حتی کہ راوی نے یہ بھی بیان کیا کہ پھر اذان کہی اور پھر تکبیر کہی پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر تکبیر کہی تو عصر کی نماز پڑھائی اور انکے درمیان آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی۔

وضاحت: یہ حجۃ الوداع میں جمعہ کے دن مقام عرفات کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کی بجائے عصر کی نماز پڑھائی وجوب کو چھوڑو اگر دیہات میں اقامت جمعہ کا جواز بھی ہوتا تو آپ اس عظیم الشان اجتماع کے ساتھ جمعہ کی فضیلت کو ہرگز نہ چھوڑتے مگر چونکہ جواز نہ تھا اس لئے آپ نے ظہر پڑھانے پر ہی اکتفا کی، تو معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ پڑھنے کی کوئی گنجائش نہیں ورنہ اب بھی عرفات میں جو مکہ مکرمہ سے نو دس میل کے فاصلے پر اس وقت ایک دیہات تھا جمعہ ضرور پڑھتے، رہی اس بات کی دلیل کہ یہ دن جمعہ کا تو دیکھیں کہ امام بیہقیؒ نے معرفۃ السنن والآثار میں لکھا ہے۔

(۱۲۹۳) قَدْ رَوَیْنَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَنَّہٗ یَوْمَ عَرَفَۃَ جَمَعَ بَیْنَ الظُّھْرِ وَ الْعَصْرِ

ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کیا آپ علیہ السلام نے عرفہ کے دن ظہر اور عصر

[۱] مسلم شریف ص ۳۹۷

ثُمَّ رَاحَ اِلَى الْمَوْقَفِ وَكَانَ ذَالِكَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ (رواہ البیہقیؒ) [1]

میں جمع کی پھر موقف کی طرف چلے اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

ابن قیم نے بھی ''زاد المعاد'' میں امیر یمانی نے ''رسالہ منسک الحج'' میں اسے جمعہ ہی کا دن تسلیم کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو جمع کیا نہ کہ جمعہ اور عصر کو تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ دیہات میں اقامت جمعہ کو جائز نہیں سمجھتے تھے ورنہ عرفات میں آپ کا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا بلکہ آپ ﷺ جمعہ اور عصر کو جمع فرمالیتے۔

سلطان یا حاکم وقت کی شرط

یہ شرط رسول کریم ﷺ کی اس حدیث شریف سے مستفاد ہے۔

(۱۲۹۴) مَنْ تَرَكَهَا وَلَهُ اِمَامٌ جَائِرٌ اَوْ عَادِلٌ اَلَا فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهُ وَلَا بَارَكَ لَهُ فِىْ اَمْرِهٖ اَلَا وَلَاصَلٰوةَ لَهُ (رواہ ابن ماجۃ) [2]

جس نے جمعہ چھوڑ دیا حالانکہ اس کیلئے ظالم یا عادل امام موجود ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دلجمعی اور استحکام نصیب نہ فرمائے اور نہ اسے کاروبار میں برکت دے خبردار! ایسے شخص کی نماز بھی قبول نہیں۔

ایک اور حدیث شریف سے بھی اس شرط کی توثیق ہوتی ہے۔

(۱۲۹۵) عَنْ اُمِّ عَبْدِاللّٰهِ الْاَوْسِيَةِ مَرْفُوْعًا اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ قَرْيَةٍ فِيْهَا اِمَامٌ الحدیث (رواہ البیہقیؒ فی سننہ) [3]

یعنی جمعہ ہر ایسی بستی میں واجب ہے جہاں امام رہتا ہو اس سے مصرِ جامع کی بھی تائید ہوتی ہے کیونکہ امام بستی میں نہیں ہوتا۔

حضرت علیؓ کا ایک قول بھی اس کا مؤید ہے۔

(۱۲۹۶) عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ لَا جَمَاعَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَعَ الْاِمَامِ (رواہ ابن ابی شیبۃ) [4]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن امام کے بغیر جماعت نہیں۔

(۱۲۹۷) عَنْ مَوْلٰى لِاٰلِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ اَنَّهُ سَاَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ الْقُرٰى الَّتِىْ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ مَاتَرٰى فِىْ

آل سعید کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ان بستیوں میں جمعہ کے متعلق پوچھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں انہوں نے

[1] حاشیہ آزار السنن ص ۲۳۷

[2] ابن ماجۃ ص ۷۷ ، تفسیر مظہری ص ۹/ ۲۸۹

[3] معارف السنن ص ۴/ ۳۱۹ ...

الْجُمُعَۃِ قَالَ نَعَمْ اِذَا کَانَ عَلَیْھِمْ اَمِیْرٌ فَلْیُجَمِّعْ

فرمایا کہ ہاں اگر ان پر کوئی امیر مقرر ہو تو وہ جمعہ پڑھائے۔

(۱۲۹۸) عَنْ عَطَاءٍ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا کَانَتْ قَرْیَۃٌ لَاصِقَۃٌ بَعْضُھَا بِبَعْضٍ جَمَّعُوْا۔ ل

جناب عطا نے فرمایا کہ جب بستی ایسی ہو کہ اس کے مکان آپس میں جڑے ہوئے ہوں تو وہ جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

(۱۲۹۹) وَقَالَ الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ سَاَلْتُ اللَّیْثَ بْنَ سَعْدٍ فَقَالَ کُلُّ مَدِیْنَۃٍ اَوْ قَرْیَۃٍ فِیْھَا جَمَاعَۃٌ وَعَلَیْھِمْ اَمِیْرٌ اُمِرُوْا بِالْجُمُعَۃِ فَلْیُجَمِّعْ لَھُمْ فَاِنَّ اَھْلَ الْاِسْکَنْدَرِیَّۃِ وَمَدَائِنِ الْمِصْرِ وَمَدَائِنِ سَوَاحِلِھَا کَانُوْا یُجَمِّعُوْنَ الْجُمُعَۃَ عَلٰی عَھْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ بِاَمْرِھِمَا فِیْھَا رِجَالٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت لیث بن سعدؒ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ایسے شہر یا بستی میں جہاں جماعت ہو اور ان پر ایک امیر مقرر ہو جنہیں حکم ہو اور امیر ان کو جمعہ پڑھائے اس لئے کہ اسکندریہ والے مصر کے شہروں والے اور ساحلی شہروں والے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں ان کے حکم سے جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

(۱۳۰۰) وَعَنْ جَعْفَرَ بْنِ مِرْقَانَ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِؒ اِلٰی عَدِیِّ بْنِ عَدِیٍّ الْکِنْدِیِّ اُنْظُرْ اِلٰی اَھْلِ قَرْیَۃٍ اَھْلِ قَرَارٍ لَیْسُوْا ھُمْ بِاَھْلِ عُمُوْدٍ یَنْتَقِلُوْنَ فَاَمِّرْ عَلَیْھِمْ اَمِیْرًا ثُمَّ مُرْہُ فَلْیُجَمِّعْ لَھُمْ (رواہ البیہقی فی سننہ) ل

جناب جعفر بن مرقان سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن عدی کندی کو لکھا کہ ہر بستی والوں کو دیکھو جو وہاں کے مستقل رہائشی ہوں بانسوں والے خانہ بدوش نہ ہوں جو منتقل ہوتے رہتے ہیں ان پر امیر مقرر کرو پھر اسے حکم دو کہ وہ ان کو جمعہ پڑھائے۔

فَلَا تَجُوْزُ اِقَامَتُھَا اِلَّا بِاَمْرِہٖ اَوْ مَنْ یُّنِیْبُ الْاَمِیْرُ بِاِقَامَتِھَا

تو جمعہ کی اقامت امیر کے حکم کے بغیر درست نہیں یا جو اس کی اقامت میں امیر کا نائب ہو۔

(۱۳۰۱) وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ لَا جُمُعَۃَ وَلَا تَشْرِیْقَ وَلَا صَلٰوۃَ فِطْرٍ وَّلَا اَضْحٰی اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ مَدِیْنَۃٍ عَظِیْمَۃٍ (ابن ابی شیبۃ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نہ جمعہ ہے اور نہ تکبیر تشریق اور نہ نماز عید الفطر ہے نہ ہی اضحیٰ مگر بڑے شہروں میں۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامتِ جمعہ کیلئے ایک قسم کی شہریت لازم ہے جہاں چھوٹا موٹا سرکاری عہدے دار ہو جیسے آج کل نمبردار یا ناظم یا اے سی یا تھانیدار وغیرہ۔ واللہ اعلم

اور آبادی بھی مجتمع ہو اور تین چار ہزار سے کم نہ ہو جیسے دوسری روایات سے معلوم ہو گیا ہے۔

ل سنن بیہقی ۱۷۸/۳ ۲ بحوالہ سابقہ

اذن عام کی شرط

یہ شرط آنحضرت ﷺ کے اس خط سے ماخوذ ہے جو آپ نے مکہ مکرمہ سے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو لکھا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں.........

(۱۳۰۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَذِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَمِّعَ فَكَتَبَ اِلٰى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ اَمَّا بَعْدُ فَانْظُرِ الْيَوْمَ الَّذِىْ يَجْهَرُ فِيْهِ الْيَهُوْدُ بِالزَّبُوْرِ فَاجْمَعُوْا نِسَآئَكُمْ وَاَبْنَآئَكُمْ فَاِذَا مَالَ النَّهَارُ عِنْدَ الزَّوَالِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَتَقَرَّبُوْا اِلَى اللّٰهِ بِرَكْعَتَيْنِ (رواه الدار قطنیؒ)[1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کیلئے اذن فرمایا تو حضرت مصعب بن عمیرؓ کو لکھا حمد وصلوٰۃ کے بعد، اس دن کو آپ غور سے دیکھیں جس دن یہودی زبور کو بلند آواز سے پڑھتے ہیں پس تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرو پھر جب جمعہ کے دن زوال کے وقت دن ڈھل جائے تو دو رکعت پڑھ کر اللہ کا تقرب حاصل کرلیا کرو۔

انہی دو شرطوں کے فقدان کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں جمعہ نہیں پڑھا گیا حالانکہ جمعہ وہاں فرض ہو چکا تھا چنانچہ علامہ سیوطیؒ اتقان میں لکھتے ہیں۔

اِنَّ اٰيَةَ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَالْجُمُعَةُ فُرِضَتْ بِمَكَّةَ وَذَكَرَ عِدَّةَ اَمْثِلَةٍ مِمَّا تَاَخَّرَ حُكْمُهٗ مِنْ نُزُوْلِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ نُزُوْلُهٗ مِنْ حُكْمِهٖ (اتقان فی تفسیر القران)[2]

یعنی جمعہ کی آیت مدنی ہے حالانکہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکا تھا اور آپ نے کئی ایسی مثالیں ذکر فرمائیں جن کا حکم نزول سے متاخر ہے اور وہ بھی کہ جنکا نزول حکم سے متاخر ہے۔

توجب جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکا تھا پھر مدینہ منورہ میں اسکی تعمیل کرانا اور خود مکہ میں اسکی تعمیل نہ کرنا صرف اسی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں سلطان اور اذنِ عام کی شرطیں مفقود تھیں لہٰذا وہاں جمعہ نہیں پڑھا گیا مگر مدینہ منورہ میں یہ شرطیں متحقق تھیں اس لئے وہاں قبل از ہجرت بھی جمعہ کا اہتمام کیا گیا جیسا کہ اسی مذکورہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

خطبہ کی شرط

یہ شرط آیتِ قرآنی سے بھی مستفاد ہے۔ ’’فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (القرآن)[3] یعنی ذکر الٰہی کی طرف دوڑو۔ اس آیتِ

[1] تفسیر مظہری ص ۲۸۹/۹
[2] معارف السنن ص ۳۰۴/۴
[3] پ ۲۸ ع ۱۲

مقدسہ میں ذکر سے مراد بالاتفاق خطبۂ جمعہ ہے پھر نبی کریم ﷺ کی مواظبت خطبہ بھی اس کے شرط ہونے دلیل ہے کیونکہ آپ نے کوئی جمعہ بھی بغیر خطبہ کے نہیں پڑھا۔

وقت کی شرط

یہ شرط آیتِ قرآنی "اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا" (القرآن) [1] سے ثابت ہے۔ یعنی نماز مومنین کیلئے وقتِ مقررہ کا فریضہ ہے۔

چونکہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے اس لئے جب تک ظہر کا وقت نہیں آئے گا جمعہ ادا نہیں ہوگا اور ظہر کا وقت بعد الزوال ہوتا ہے اس لئے جمعہ بھی بعد الزوال پڑھا جائیگا اور بخاری شریف میں ہے۔

(۱۳۰۳) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى الْجُمُعَةَ حِيْنَ يَمِيْلُ الشَّمْسُ (رواہ البخاری والترمذیؒ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

جماعت کی شرط

یہ شرط تو لفظِ جمعہ کے مادہ ہی سے سمجھ میں آجاتی ہے کیونکہ اگر جماعت نہ ہو تو جمعہ یا اجتماع کا معنی ہی متحقق نہیں ہوگا پھر نبی کریم ﷺ نے جمعہ ہمیشہ باجماعت ہی پڑھا ہے جس کی حکایتِ حال اس آیتِ قرآنی میں ہے "فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ (القرآن) [2] پھر جب نماز ادا کرلی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔

یہ جمعہ کی باجماعت ادائیگی کی طرف اشارہ ہے۔ ایک حدیث شریف میں جماعت کی صراحت بھی موجود ہے۔

(۱۳۰۴) عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِىْ جَمَاعَةٍ (رواہ ابوداؤدؒ) [3]

حضرت طارق بن شہابؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت پڑھنا حق واجب ہے۔

لیکن جماعت کیلئے چالیس پچاس آدمیوں کا ہونا عندالاحناف کوئی شرط نہیں صرف تین افراد سے بھی جماعت ہو جاتی ہے بشرطیکہ مصریت کی شرط وہاں موجود ہو۔

[1] پ۵ع۱۲

[2] پ۲۸ع۱۲

[3] ابوداؤد شریف ص ۱۵۳

شہر کے قریبی دیہاتی شہر میں جمعہ پڑھیں

شہر کے قرب و جوار میں بسنے والے لوگ جو شہر میں جمعہ پڑھ کر غروب آفتاب سے پہلے بآسانی اپنے اپنے ٹھکانوں پہ پہنچ سکتے ہوں ان پر شہر میں آکر جمعہ پڑھنا واجب علی الکفایہ ہے جیسا کہ آئندہ روایات میں ہے۔

(۱۳۰۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ اٰوَاہُ اللَّیْلُ اِلٰی اَهْلِهٖ (رواہ الترمذی) [1]

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہر اس شخص پر جمعہ واجب ہے جو رات تک اپنے گھر پہنچ سکے۔

(۱۳۰۶) وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ قُبَاءَ عَنْ اَبِیْهِ وَ کَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَنْ نَشْهَدَ الْجُمُعَةَ مِنْ قُبَاءَ (رواہ الترمذی) [2]

اہل قبا میں سے ایک شخص اپنے باپ سے جو کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے تھے سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم قبا سے آکر جمعہ میں حاضر ہوں۔

تو معلوم ہوا کہ جو شخص شہر میں جمعہ پڑھ کر رات تک واپس گھر میں پہنچ سکتا ہو اس پر شہر میں جمعہ پر حاضری ضروری ہے لیکن اس فاصلے کی میلوں میں تحدید نہیں کی جا سکتی کیونکہ راستے مختلف اور ذرائع سفر بھی متنوع ہیں۔

کَمَا قَالَ الْعَلَّامَةُ الشَّامِیُّ قَدْ عَلِمْتَ بِنَصِّ الْحَدِیْثِ وَالْاَثَرِ وَالرِّوَایَاتِ عَنْ اَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَاخْتِیَارِ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنْ اَهْلِ التَّرْجِیْحِ اَنَّهٗ لَا عِبْرَةَ بِبُلُوْغِ النِّدَآءِ وَلَا بِالْغَلْوَةِ وَالْاَمْیَالِ وَقَالَ فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَرَجَّحَ فِی الْبَحْرِ اِعْتِبَارَ عَوْدِهٖ بِلَا کُلْفَةٍ وَفِیْ قَاضِیْخَانَ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ اِذَا شَهِدَ الْجُمُعَةَ فَاِنْ اَمْکَنَهُ الْمَبِیْتُ بِاَهْلِهٖ لَزِمَ الْجُمُعَةُ وَاخْتَارَهٗ کَثِیْرٌ مِّنْ مَّشَائِخِنَا [3]

علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے کہ نص حدیث ہمارے ائمہ ثلاثہ کی روایات اور اہل ترجیح محققین کے اختیار سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان سنائی دینے کی حد کا اور میلوں کا کوئی اعتبار نہیں اور درمختار میں فرمایا ہے کہ بحرالرائق میں ترجیح اسکو دی ہے کہ وہ جمعہ پڑھ کر بغیر مشقت کے گھر تک پہنچ جائے اور قاضی خان میں امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص جمعہ میں حاضر ہو پس اگر وہ واپس آکر رات گھر میں گزار سکتا ہے تو جمعہ واجب ہے اسی کو ہمارے اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے۔

[1] ترمذی شریف ص۶۶ ، ھدایہ ص۱۶۹ [2] ترمذی شریف ص۶۶
[3] حاشیہ زجاجۃ المصابیح ص۱/۳۸۵

اور میں نے جو واجب علی الکفایہ کہا ہے وہ تناوب کی ان احادیث کی بنا پر کہا ہے جن میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ دیہاتوں سے باری باری آکر جمعہ ادا کرتے تھے اگر وجوب علی الاطلاق ہوتا تو سبھی کی حاضری ضروری ہوتی اور پسماندہ بھی لائق تعزیر اور گنہگار ٹھہرتے۔

ترکِ جمعہ کی وعید

(۱۳۰۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلاً یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحْرِقَ عَلٰی رِجَالٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُیُوْتَهُمْ (رواہ مسلم) ۱؎

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ سے غیر حاضر ہونے والوں کے متعلق فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں کسی آدمی کو حکم دوں جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کے گھروں کو جلادوں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں۔

(۱۳۰۸) وَعَنِ الْحَکَمِ بْنِ مِیْنَآءَ ؒ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ وَاَبَاهُرَیْرَةَؓ حَدَّثَاهُ اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلٰی اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَیَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَیَکُوْنَنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ (رواہ مسلمؒ) ۲؎

جناب حکم بن میناء کہتے ہیں کہ حضرات عبداللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ نے بیان فرمایا کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ برسر منبر فرماتے تھے کہ یا تو لوگ جمعہ ترک کرنے سے باز آجائیں یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادیں گے پھر وہ غافلین میں شمار ہوں گے۔

(۱۳۰۹) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِّنْ غَیْرِ ضُرُوْرَةٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ (رواہ ابن ماجة واخرون) ۳؎

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین جمعے بغیر کسی عذر کے چھوڑ دیے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگادیں گے۔

(۱۳۱۰) وَعَنْهُ فِیْ اٰخِرِ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فَمَنْ تَرَکَهَا فِیْ حَیَاتِیْ اَوْ بَعْدِیْ وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ

حضرت جابرؓ ہی سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جسنے اسے (جمعہ کو) میری زندگی

۱؎ آثار السنن ص ۲۲۷ ۲؎ مسلم شریف ص ۲۸٤
۳؎ ابن ماجة ص ۸۰

أَوْ جَائِرٌ اِسْتِخْفَافًا بِهَا أَوْ جُحُوْدًا لَّهَا فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ لَهٗ شَمْلَهٗ وَلَابَارَكَ اللّٰهُ لَهٗ فِیْ اَمْرِهٖ اَلَا وَ لَاصَلٰوةَ وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ وَلَاحَجَّ لَهٗ وَلَاصَوْمَ لَهٗ وَلَا بِرَّلَهٗ حَتّٰى يَتُوْبَ فَمَنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (رواه ابن ماجة والبيهقی فی السنن الكبرى والبزار والطبرانی)[1]

میں یا میرے بعد چھوڑ دیا اس کا امام عادل ہو یا ظالم اسے معمولی سمجھ کر چھوڑا یا انکار کر کے تو اللہ تعالیٰ اسکو جمعیت نصیب نہ کرے نہ اسکے کسی کام میں برکت دے، خبردار! نہ اسکی نماز قبول نہ زکوٰۃ نہ اسکا حج قبول ہے اور نہ ہی روزہ اور نہ کوئی اسکی نیکی قبول ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔

(۱۳۱۱) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ بِغَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِيْنَارٍ (رواه احمدؒ وابوداؤدؒ)[2]

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بغیر عذر کے جمعہ چھوڑ دیا اسے چاہئے کہ ایک دینار صدقہ کرے اگر اتنا نہ پاوے تو نصف دینار صدقہ کردے۔

فضائلِ نمازِ جمعہ

(۱۳۱۲) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِلَغْوٍ فَذَالِكَ حَظُّهٗ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَ بِدُعَآءٍ فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ اِنْ شَآءَ اَعْطَاهُ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَهٗ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِاِنْصَاتٍ وَّسُكُوْتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ اَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِیْ تَلِيْهَا وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَّذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (رواه ابوداؤدؒ)[3]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جمعہ میں تین شخص حاضر ہوتے ہیں ایک لغو اور بیہودگی کیلئے آیا تو اسکا وہی حصہ ہے اور ایک آدمی دعا کیلئے آیا اور اسنے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ اگر چاہے گا تو عطا کر دیگا اور اگر چاہے تو روک لیگا اور ایک آدمی خاموشی اور سکوت کے ساتھ آیا اور کسی مسلمان کی گردن نہیں پھلانگی اور کسی کو تکلیف بھی نہیں دی تو وہ پچھلے جمعہ تک کیلئے کفارہ ہے تین دن کی زیادتی کیساتھ (دس دن کا کفارہ) اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''من جاء بالحسنة فله عشر امثالها'' یعنی جو شخص نیکی لیکر آیا اللہ تعالیٰ اسے دس دگنا عطا فرمائینگے۔

[1] ابن ماجة ص ۷۷
[2] ابوداؤدشریف ۱۵۱
[3] ابوداؤد شریف ص ۱۵۸

(۱۳۱۳) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى (رواه البخاری)[۱]

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور حسب طاقت پاکیزگی حاصل کی پھر تیل لگایا یا خوشبو لگائی پھر جمعہ کیلئے گیا اور کسی دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھا اور مقدر کی نماز پڑھی پھر جب امام خطبہ کیلئے نکل آیا تو یہ خاموش رہا تو اس جمعہ اور آئندہ جمعہ کے درمیان کے جتنے گناہ ہوں گے بخش دیے جائیں گے۔

(۱۳۱۴) وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَّلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا أَجْرُ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا (رواه الترمذی)[۲]

حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسنے جمعہ کے دن غسل کیا اور غسل کرایا (بیوی کو) اور نماز کیلئے اوّل وقت آیا اور شروع خطبہ میں شریک ہوا اور امام کے قریب ہو کر بیٹھا اور کان لگا کر سنا اور خاموش رہا تو اس کیلئے ہر قدم کے بدلے جو چل کر آئے ایک سال کے روزے اور سال بھر کی تراویح کا ثواب ہے۔

(۱۳۱۵) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ (متفق علیه)[۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور بالترتیب پہلے آنیوالوں کے نام لکھتے ہیں اور سب سے پہلے آنیوالے کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جسنے اونٹ کی قربانی کی پھر جسنے گائے کی قربانی کی ہو پھر جسنے مینڈھے کی قربانی کی ہو پھر جسنے مرغی قربان کی ہو پھر جسنے انڈہ قربان کیا ہو پھر جب امام خطبہ دینے لگتا ہے تو وہ اپنے کاغذات لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننا شروع کر دیتے ہیں۔

۱ رواه البخاری ص۱۲۴
۲ ترمذی شریف ص۶۵ ، معارف السنن ص۳۶۸
۳ مسلم شریف ص۲۸۳

آدابِ جمعہ

(۱۳۱۶) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ (رواہ البزار واسنادہ صحیح)[۱]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

(۱۳۱۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْتِیَ الْجُمُعَةَ فَلْیَغْتَسِلْ (رواہ الشیخان)[۲]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کیلئے آنے کا ارادہ کرے تو اسے غسل کرلینا چاہیے۔

(۱۳۱۸) وَعَنْ سَلْمَانَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَّوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنَ الطُّهْرِ وَیَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِہٖ اَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ (رواہ البخاریؒ)[۳]

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور بقدرِ استطاعت پاکیزگی حاصل کرے اور اپنا تیل لگائے اور اپنے گھر کی خوشبو لگائے پھر نماز کیلئے آئے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ ڈالے پھر اپنی توفیق کے مطابق نماز پڑھے جب امام کلام کرے تو وہ خاموش ہوجائے تو اسکے موجودہ اور پچھلے جمعہ کے درمیان والے سارے گناہ بخش دئے جائینگے۔

(۱۳۱۹) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِیْبٍ اِنْ کَانَ عِنْدَہٗ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِیَابِہٖ ثُمَّ خَرَجَ وَعَلَیْہِ السَّکِیْنَةُ حَتّٰی یَاْتِیَ الْمَسْجِدَ فَیَرْکَعُ اِنْ بَدَا لَہٗ وَلَمْ یُؤْذِ لَہٗ اَحَدًا ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُہٗ

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جسنے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوشبو لگائی اگر اسکے پاس ہو اور اپنے بہترین کپڑے پہنے پھر نماز کیلئے باوقار طریقہ سے نکلا یہاں تک کہ مسجد میں آگیا پھر اگر جی میں آئے تو (تحیۃ المسجد) پڑھے اور اپنے لئے کسی کو تکلیف نہ دے پھر جب اس کا امام نکلے تو

[۱] آثار السنن ص ۲۴۰
[۲] بخاری شریف ص ۱۲۰، مسلم شریف ص ۲۷۹
[۳] بخاری شریف ص ۱۲۱

حَتّٰی نُصَلِّیْ کَانَتْ کَفَّارَۃً لَّہٗ لِمَا بَیْنَھُمَا وَ بَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی (رواہ احمد والطبرانی) ۱؎

خاموش ہوجائے یہاں تک کہ نماز پڑھ لے تو وہ اسکے موجودہ اور پچھلے جمعہ کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوجائیگا۔

(۱۳۲۰) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جُمُعَۃٍ مِّنَ الْجُمَعِ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ جَعَلَہُ اللّٰہُ لَکُمْ عِیْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَعَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ (رواہ الطبرانی) ۲؎

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی جمعہ میں فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! یہ ایسا دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لئے عید بنایا ہے پس تم غسل کیا کرو اور مسواک کو لازم پکڑلو۔

(۱۳۲۱) وَعَنْ نَّافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّقِیْمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّقْعَدِہٖ وَیَجْلِسَ فِیْہِ قِیْلَ لِنَافِعٍ فِی الْجُمُعَۃِ قَالَ فِی الْجُمُعَۃِ وَغَیْرِھَا (متفق علیہ) ۳؎

جناب نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو اسکی جگہ سے اٹھائے اور خود اس جگہ بیٹھ جائے، نافعؒ سے کہا گیا کہ یہ ممانعت صرف جمعہ کیلئے ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جمعہ اور غیر جمعہ دونوں کیلئے۔

(۱۳۲۲) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَلٰی اَحَدِکُمْ اِنْ وَجَدَ اَنْ یَّتَّخِذَ ثَوْبَیْنِ لِیَوْمِ الْجُمُعَۃِ سِوٰی ثَوْبَیْ مِھْنَتِہٖ (رواہ ابن ماجۃ) ۴؎

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گنجائش ہو تو تم میں سے کسی پر گناہ نہیں کہ وہ اپنے روزمرہ کے کپڑوں کے سوا دو کپڑے جمعہ کیلئے بھی بنالے۔

(۱۳۲۳) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فَجَعَلَ

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور وہ لوگوں کے اوپر سے

۱؎ مسندلات ص ۱۵۰ ۲؎ آثار السنن ص ۲۴۰
۳؎ بخاری شریف ص ۱۲۴ ، زجاجۃ ص ۳۲۸
۴؎ ابن ماجۃ ص ۷۸

بہ خطبا الناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلس فقد اذیت وانیت (رواہ ابن ماجة)۱

پھلانگنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جا تو نے کافی تکلیف دے لی اور بہت دیر کر لی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ غسل کا حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں جیسا کہ مسواک کرنے اور تیل لگانے اور اچھے کپڑے پہننے کا امر استحبابی ہے وجوبی نہیں ورنہ تو ترکِ مسواک ترکِ لباسِ جدید اور ترکِ خوشبو سے جمعہ ہی صحیح نہ ہوتا۔

جمعہ کیلئے زینت مستحب ہے

(۱۳۲۴) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنْ وَجَدْتُمْ اَنْ يَّتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰى ثَوْبَىْ مِهْنَتِهٖ (رواہ ابن ماجة)۲

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر کوئی حرج نہیں اگر میسر ہو تو دو کپڑے جمعہ کیلئے بھی بنا لے سوائے مزدوری کے کپڑوں کے۔

نمازِ جمعہ کیلئے عمامہ سنت ہے

(۱۳۲۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ وَفِىْ رِوَايَةٍ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءَ فَقَدْ اَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ (رواہ مسلم)۳

حضرت عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا جبکہ آپ کے سر مبارک پہ سیاہ عمامہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ نے عمامہ باندھ رکھا ہے جسکے دونوں پلو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رکھے ہیں۔

جمعہ کے دن سفر کرنے کا حکم

(۱۳۲۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَؓ فِىْ سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک لشکر دیکر بھیجا اتفاقاً وہ جمعہ کا دن تھا لشکری تو پہلے چلے گئے انہوں نے کہا کہ میں پیچھے

۱ ابن ماجة ص ۷۹ ۲ سنن ابی داؤد ص ۲۸۳/۱
۳ صحیح مسلم ص ۹۹۰/۲

يتخطّى النَّاسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْلِسْ فَقَدْ اٰذَيْتَ وَاٰنَيْتَ (رواہ ابن ماجۃ)[۱]

پھلانگنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جا تو نے کافی تکلیف دے لی اور بہت دیر کر لی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ غسل کا حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں جیسا کہ مسواک کرنے اور تیل لگانے اور اچھے کپڑے پہننے کا امر استحبابی ہے وجوبی نہیں ورنہ تو ترک مسواک ترک لباسِ جدید اور ترکِ خوشبو سے جمعہ ہی صحیح نہ ہوتا۔

جمعہ کیلئے زینت مستحب ہے

(۱۳۲۴) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنْ وَجَدْتُمْ اَنْ يَّتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهٖ (رواہ ابن ماجۃ)[۲]

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر کوئی حرج نہیں اگر میسر ہو تو دو کپڑے جمعہ کیلئے بھی بنا لے سوائے مزدوری کے کپڑوں کے۔

نمازِ جمعہ کیلئے عمامہ سنت ہے

(۱۳۲۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ قَدْ اَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ (رواہ مسلم)[۳]

حضرت عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا جبکہ آپ کے سر مبارک پہ سیاہ عمامہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ نے عمامہ باندھ رکھا ہے جسکے دونوں پلو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رکھے ہیں۔

جمعہ کے دن سفر کرنے کا حکم

(۱۳۲۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَؓ فِيْ سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک لشکر دیکر بھیجا اتفاقاً وہ جمعہ کا دن تھا لشکری تو پہلے چلے گئے انہوں نے کہا کہ میں پیچھے

[۱] ابن ماجۃ ص۷۹ [۲] سنن ابی داؤد ص ۱/۲۸۳
[۳] صحیح مسلم ص ۲/۹۹۰

اَصْحَابِیْ فَقَالَ اَتَخَلَّفُ فَاُصَلِّیَ مَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَلْحَقُھُمْ فَلَمَّا صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰہُ فَقَالَ لَہٗ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَغْدُوَ مَعَ اَصْحَابِکَ قَالَ اَرَدْتُّ اَنْ اُصَلِّیَ مَعَکَ ثُمَّ اَلْحَقُھُمْ فَقَالَ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ مَا اَدْرَکْتَ فَضْلَ غَدْوَتِھِمْ (رواہ الترمذی)[۱]

رہ جاتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کیساتھ جمعہ پڑھ لیتا ہوں پھر انسے جاملوں گا جب انہوں نے نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا اور پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نہیں گئے؟ انہوں عرض کیا کہ میں نے خیال کیا کہ آپ کیساتھ نماز جمعہ ادا کرلوں پھر ان سے جاملوں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو روئے زمین کی دولت بھی خرچ کرڈالے تو ان کے صبح سویرے چلے جانے کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا۔

تو گویا سفر جہاد کی فضیلت کسی دوسرے عمل میں نہیں مل سکتی ویسے زوال سے پہلے سفر کرسکتے ہیں زوال کے بعد نہیں۔

جمعہ کا وقت

جمعہ اور ظہر کا وقت تو ایک ہی ہے لیکن جمعہ میں بعد الزوال سردیوں میں تعجیل مستحب ہے اور گرمیوں میں تبرید جیسا کہ اگلی روایات میں ہے......

(۱۳۲۷) عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ اَکْوَعَ ؓ قَالَ کُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَیْءَ (رواہ الشیخانؒ)[۲]

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے جب زوال ہوجاتا تو پھر سائے کو تلاش کرتے ہوئے لوٹتے تھے۔

یعنی مشرقی سائڈ میں دیواروں کا سایہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا تھا کہ ہماری واپسی ہوجاتی تھی اور ہم دھوپ سے بچنے کیلئے کسی بڑی دیوار کا سایہ تلاش کرتے تھے۔

(۱۳۲۸) وَعَنْ مَالِکِ بْنِ اَبِیْ عَامِرٍ ؓ اَنَّہٗ قَالَ اَرٰی طُنْفُسَۃً لِعَقِیْلِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ تُطْرَحُ اِلٰی جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَاِذَا غَشِیَ

حضرت مالک بن ابی عامر ؓ سے روایت ہے کہ میں جمعہ کے دن حضرت عقیل ؓ بن ابی طالب کی ایک چٹائی دیکھا کرتا تھا جو مسجد کی دیوار کے ساتھ ڈال دی جاتی تھی پس

[۱] سنن ترمذی ص ۲/ ۲۰ [۲] مسلم شریف ص ۳۸۳

الطُّنْفُسَةَ كُلَّهَا ظِلُّ الْجِدَارِ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَصَلَّى الْجُمُعَةَ قَالَ ثُمَّ نَرْجِعُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنَقِيْلُ قَائِلَةَ الضُّحٰى (رواہ الامام مالک فی موطاہ ورواہ الامام محمد فی موطاہ) ل

جب دیوار کا سایہ ساری چٹائی کو ڈھانپ لیتا تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے اور جمعہ کی نماز پڑھاتے راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم نماز جمعہ کے بعد لوٹتے اور دوپہر کا قیلولہ کرتے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک جمعہ کا مستحب وقت بھی ظہر کی طرح ابراد ہی کا وقت ہے جب سورج کی شدید حرارت کچھ ٹھنڈی پڑ جاتی اس کے بعد جمعہ پڑھاتے تھے۔ مذکورہ چٹائی کے متعلق کہ مسجد کی مغربی دیورا کے ساتھ شمالاً جنوباً ڈالی جاتی یا شرقاً غرباً۔ اگر شمالاً جنوباً ہوتی تھی تو بھی اس کی چوڑائی چار فٹ سے کیا کم ہوگی تو اتنا لمبا سایہ دو بجے سے پہلے نہیں ہوسکتا اور اگر شرقاً غرباً ہو تو پھر بھی سائے کی مقدار سات آٹھ فٹ سے کم نہیں ہوسکتی کیونکہ اس سے کم چٹائی کی لمبائی ہی کیا ہوگی۔ ہماری اس تحدید کو اس حدیث شریف سے تقویت ملتی ہے جسے حماد بن سلمہ نے مالک بن ابی عامرؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباسؓ کی بھی ایک چٹائی مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ہوتی تھی جس پر ان کی مجلس لگتی تھی۔ اور اس چٹائی کا عرض دو یا تین ہاتھ لمبا تھا جیسا کہ مؤطا امام محمد کے حاشیہ میں ص ۱۳۷ پر ہے۔ پس تین ہاتھ ہو تو ساڑھے چار فٹ بن گئی اور مسجد نبوی کا ساڑھے چار فٹ سایہ اسکی نصف یا پون مثل کے برابر ہے کیونکہ اس کی چھت سروں سے ٹکراتی تھی للہذا اتنا سایہ ڈیڑھ بجے سے پہلے ہرگز نہیں ہوسکتا تو گویا چار فٹ سایہ ہوجانیکے بعد پہلی اذان پڑھی جاتی تھی جس کی تصریح حاشیہ کی روایت بالا میں موجود ہے پھر حضرت عمرؓ خطبہ کیلئے تشریف لاتے تھے تو اذان وخطبہ دونوں میں اگر آدھ گھنٹہ صرف ہوتا ہو تو گویا دو بجے جماعت کھڑی ہوجاتی ہوگی جو سوا دو بجے سے پہلے ختم نہیں ہوسکتی۔ یوں اڑھائی بجے کے قریب جا کر سنتوں سے فارغ ہوتے ہوں گے۔ اب مذکورہ وقت اگر جمعہ کا مستحب وقت نہ بھی مانا جائے تب بھی اس میں تو قطعاً شبہ نہیں کہ یہ اس کا بلا کراہت جوازی وقت ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے اس پر دوام فرمایا ہے اور کسی صحابیؓ نے اس پر انکار نہیں کیا۔ اب اگر حنفیہ چھ فٹ سایہ ہونے کے بعد تقریباً دو بجے اور گرمیوں میں ڈھائی بجے جمعہ پڑھیں تو اس کو بدعت یا قضا کہنے کا حوصلہ صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں جو حضرت عمرؓ اور ان کے مقتدی صحابہ کرامؓ پر بھی بدعتی ہونے اور قضا نماز پڑھنے کا فتویٰ لگا سکتے ہوں۔ (اعاذنا اللہ من ذالک) دراصل گرمیوں کی ظہر کی طرح جمعہ کا مستحب وقت بھی ابراد ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ جمعہ عموماً ٹھنڈے وقت ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ امام بخاریؒ کی یہ روایت اس پر شاہد عدل ہے۔

(۱۳۲۹) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی جب سردی زیادہ ہوتی تو نماز جلدی پڑھتے

ل آثار السنن ص ۲۴۵، مؤطا امام محمد ص ۱۳۷

بِالصَّلٰوةِ اَوِ اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِى الْجُمُعَةَ (رواه البخاری)[1]

اور جب گرمی زیادہ ہوتی تو اس کو ٹھنڈی کر کے پڑھتے یعنی جمعہ کو۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ گرمیوں میں جمعہ کی تعجیل کی بجائے تاخیر وابراد کو پسند فرماتے تھے اور یہی عمل حضرت عمرؓ کا روا رہا ہے اسی پر حضرات احناف کثر اللہ سوادھم کا عمل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

جمعہ کی دو اذانیں

(۱۳۳۰) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَؓ اَنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهٗ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرَؓ فَلَمَّا كَانَ فِىْ خِلَافَةِ عُثْمَانَؓ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُؓ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَآءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذَالِكَ (رواه البخاری)[2]

حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت ہوئی تھی جب امام منبر پہ پر بیٹھ جاتا لیکن جب خلافتِ عثمانؓ کا زمانہ آیا اور لوگ زیادہ ہوگئے تو حضرت عثمان غنیؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا جو آپ کے فرمان کے مطابق مقامِ زوراء پر کہی گئی اور بعدازاں یہ ایک مستقل سنت بن گئی۔

وضاحت: (۱) حضرت عثمان غنیؓ نے جس اذان کا اضافہ فرمایا وہ ہماری پہلی اذان ہے جو جمعہ کا وقت شروع ہوتے ہی پڑھی جاتی ہے دوسری اذان وہ ہے جو عند الخطبہ امام کے سامنے پڑھی جاتی ہے اور تیسری اذان سے مراد تکبیر واقامت ہے پہلی اذان عام اذانوں کی طرح مسجد سے باہر پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ مذکورہ اذان مقامِ زوراء پر پڑھی گئی اور دوسری اذان کا منبر کے مقابل خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے جیسے اس روایت سے ثابت ہے۔

(۱۳۳۱) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَؓ قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى بَابِ

حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ جاتے تو آپکے سامنے اذان پڑھی جاتی تھی اور حضرات شیخینؓ

[1] بخاری شریف ص ۱۲۴
[2] بحوالہ سابقہ

الْمَسْجِدِ وَاَبِیْ بَکْرٍؓ وَّعُمَرَؓ (رواہ ابوداؤد)۱؎ — کے سامنے بھی مسجد کے دروازے کے پاس۔

قَالَ النِّیْمَوِیُّ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ — امام نیمویؒ نے فرمایا کہ ''علی باب المسجد'' کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔

وضاحت: (۲) علامہ نیمویؒ نے علی باب المسجد کی زیادتی کو غیر محفوظ کہا ہے کیونکہ جب مؤذن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو کر اذان دیتا ہو تو وہ مسجد کے دروازے کے پاس نہیں ہو سکتی اس لئے امام زہریؒ کے شاگردوں یونس عقیلی ماجشون نے اس لفظ کو روایت نہیں کیا صرف محمد بن اسحاقؒ ایک روایت میں ان الفاظ کو لایا ہے جو متفرد ہونے کی صورت میں نا قابل اعتبار ہے لیکن اگر اسے غیر محفوظ نہ بھی کہا جائے تو بھی تطبیق ممکن ہے کہ اس باب سے مسجد کا اندرونی دروازہ مراد لیا جائے جو محراب کے بالمقابل منبر کے سامنے ہوگا اس کے پاس کھڑے ہو کر جب مؤذن اذان پڑھتا ہوگا تو وہ لازماً رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہی ہوگا۔ واللہ اعلم

(۱۳۳۲) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ بِلَالٌؓ يُؤَذِّنُ اِذَا جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِذَا نَزَلَ اَقَامَ ثُمَّ كَانَ كَذَالِكَ فِيْ زَمَنِ اَبِيْ بَكْرٍؓ وَّ عُمَرَؓ (رواہ النسائیؒ)۲؎

حضرت سائبؓ ہی سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ اس وقت اذان پڑھا کرتے تھے جب جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھ جاتے جب اترتے تو اقامت یعنی تکبیر پڑھ دیتے پھر یہی دستور حضرات شیخینؓ کے عہد میں بھی باقی رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اذان و اقامت ایک ہی مقام پر پڑھی گئی جب کہ مقامِ اقامت پر اتفاق ہے کہ خطیب و امام کے پیچھے ہونی چاہئے لہٰذا ثابت ہوا کہ اذان بھی خطیب کے روبرو منبر کے بالمقابل پڑھنا مسنون ہے۔

پہلی اذان بدعت نہیں ہے

پہلی اذان چونکہ خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ کی جاری کردہ ہے اس لئے بحکم ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (الحديث) رواہ احمدؒ والترمذیؒ وغیرہ ۳؎ اس کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے بلکہ ہم اسے مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر مکمل کاربند ہونے کے مامور ہیں لیکن اگر اس سے غیر مقلدین کی تسلی نہ ہو تو ہم ان کے اکابر کے فتاویٰ جات سے بھی اس کی سنیت ثابت کر دیتے ہیں۔

۱؎ ابوداؤد ص ۱۵۵ ۲؎ نسائی شریف ص ۲۰۷
۳؎ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کا فتویٰ

میرے نزدیک بروز جمعہ دو اذانیں سنت ہیں ایک وقتی اذان اور ایک زائد اذان جو بوقتِ خروجِ امام کہی جاتی ہے وقتی اذان کی نفی کسی روایت صحیحہ سے ثابت نہیں ہے اور وقتی اذان جیسے نماز ظہر کیلئے ہوتی ہے ویسے ہی وقتی اذان بروز جمعہ ہونی چاہئے لہٰذا بروز جمعہ دو اذانیں سنت ہیں۔(الاعتصام ج ۷ شمارہ نمبر ۵۰ ملخص از فتاوی علماء اہلحدیث جلد دوم ۱۷۷، ۱۷۸)

میاں نذیر حسین دہلوی کا فتویٰ

جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ ہوا اور آپ نے لوگوں کی کثرت دیکھی تو آپ نے خطبہ کی اذان سے پہلے ایک اور اذان صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں جاری کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اور جب یہ ہو تو اذانِ مذکورہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق خلفاءِ راشدین کی سنت میں داخل ہے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔(دستور الملتقی ص ۸۹) ل

غیر مقلدوں کے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

کہ شیعہ رافضی کا یہ کہنا کہ اذانِ عثمانی بدعت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ بدعت تھی تو امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے اسے ختم کیوں نہیں کر دیا اگر یہ اذان بدعت تھی تو کسی صحابیؓ نے اس پر انکار کیوں نہیں کیا اگر شیعہ رافضی یہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت اس لئے ہے کہ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے حضرت عثمان نے اس کو بلا دلیلِ شرعی جاری کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان رافضیوں اور شیعوں کو کہاں سے معلوم ہوا کہ اس کو حضرت عثمانؓ نے بلا دلیلِ شرعی جاری کیا اگر تمہیں اس کی دلیل شرعی معلوم نہیں تو کیا ضروری ہے کہ حضرت عثمانؓ کو بھی اس کی دلیلِ شرعی معلوم نہ ہو مزید فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا یہ وہ فعل ہے کہ جس کو ساری امت نے بالاتفاق قبول کیا چاروں مذاہب والوں کا اس پر عمل ہے جیسا کہ تمام امت نے حضرت عمرؓ کے تراویح والے عمل کو ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح پڑھنا بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور آج تک ساری امت اس طرح تراویح پڑھتی ہے۔آگے جا کر مزید فرماتے ہیں کہ "كُلُّهُمْ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى اِتِّبَاعِ عُمَرَؓ وَ عُثْمَانَؓ فِيْمَا سَنَّاهُ" منہاج السنہ ج ۳ ص ۲۰۴ یعنی ساری امت حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے مسنون اور جاری کردہ عمل کو بالاتفاق قابلِ اتباع سمجھتے ہیں۔مگر غیر مقلد اسے بدعت سمجھتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ امت سے خارج ہیں۔واللہ اعلم

ل فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۶

خطبہ کی مسنون کیفیت

(۱۳۳۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ كَمَا تَفْعَلُوْنَ الْاٰنَ (رواه الجماعة)[1]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے پھر ذرا بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہو جاتے جیسے آج کل تم کرتے ہو۔

(۱۳۳۴) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا (رواه البخاریؒ)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو خطبے دیا کرتے تھے جنکے درمیان بیٹھا بھی کرتے تھے۔

(۱۳۳۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰیؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْلُ الصَّلٰوةَ وَيَقْصِرُ الْخُطْبَةَ (رواه النسائیؒ)[3]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز لمبی پڑھایا کرتے تھے اور خطبہ چھوٹا پڑھتے تھے۔

(۱۳۳۶) عَنِ ابْنِ شِهَابٍؒ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْدَأُ فَيَجْلِسُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ جَلَسَ شَيْئًا يَسِيْرًا ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الثَّانِيَةَ حَتّٰى اِذَا قَضَاهَا اِسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى قَالَ ابْنُ شِهَابٍؒ وَكَانَ اِذَا قَامَ اَخَذَ عَصًا فَتَوَكَّاَ عَلَيْهَا وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ كَانَ اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُؓ وَعُمَرُؓ وَعُثْمَانُؓ يَفْعَلُوْنَ ذَالِكَ (رواه ابوداؤدؒ)[4]

حضرت ابن شہابؒ فرماتے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداً منبر پر بیٹھ جاتے پھر جب مؤذن خاموش ہوتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور پہلا خطبہ پڑھتے پھر تھوڑا بیٹھ کر دوبارہ کھڑے ہو جاتے اور دوسرا خطبہ پڑھتے حتی کہ جب پورا کر لیتے تو استغفار کرتے اور منبر سے اتر آتے پھر نماز پڑھاتے، ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھڑے ہوتے تو ایک عصا لے کر اس کے ساتھ ٹیک لگا لیتے تھے حالانکہ آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوتے تھے پھر حضراتِ ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

(۱۳۳۷) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے جنکے درمیان آپ بیٹھ جایا کرتے

[1] بخاری شریف ص۱۲۵ [2] بخاری شریف ص۱۲۷
[3] نسائی شریف ص۲۰۹ [4]

يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهٗ قَصْدًا (رواه مسلمؒ)[۱]

تھے ان میں قرآن کریم پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے آپکی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی اور خطبہ بھی درمیانہ۔

(۱۳۳۸) وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقَصْرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاقْصِرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا (رواه مسلمؒ)[۲]

حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ آدمی کی لمبی نماز اور چھوٹا خطبہ اس کی فقاہت اور سمجھ داری کی نشانی ہے۔ پس نماز لمبی پڑھا کرو اور خطبہ چھوٹا، بلاشبہ بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں۔

(۱۳۳۹) وَعَنِ الشَّعْبِيِّؒ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَيَحْمَدُ اللّٰهَ وَيُثْنِىْ عَلَيْهِ وَيَقْرَاُ سُوْرَةً ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطِبُ ثُمَّ يَنْزِلُ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ يَفْعَلَانِهٖ

(رواه ابن ابى شيبةؒ)[۳]

جناب شعبی رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے السلام علیکم کہتے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا کرتے اور کوئی سورت پڑھتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے اس کے اتر آتے حضراتِ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالی عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(۱۳٤۰) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ لَمَّا اسْتَوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ اِجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذَالِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ فَجَلَسَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍؓ (رواه ابوداؤد)[٤]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ حکم سنا تو مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا ابن مسعودؓ آگے آجاؤ۔

سبحان اللہ! تعمیل حکم کی یہ انتہائی مثال ہے کہ ایک سیکنڈ کی تاخیر بھی گوارا نہیں اور جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔

[۱] زجاجة ص ۳۹۰ [۲] مسلم شریف ص ۲۸۶

[۳] مصنف ابن ابی شیبة ص ۱۱٤/۲

(۱۳۴۱) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ اِسْتَقْبَلْنَا بِوُجُوْهِنَا (رواه الترمذیؒ) ل

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر براجمان ہوتے تو ہم لوگ آپ کی طرف منہ کرلیا کرتے تھے۔

خطبہ عربی میں ہونا چاہئے

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم خطبہ عربی زبان میں دیا کرتے تھے لیکن اسلام صرف عرب ہی میں تو نہیں آیا تھا یہ جب عرب سے نکل کر عجم میں پہنچا پھر مشرق ومغرب اور شمال و جنوب میں پھیلا حتی کہ ایران، افغانستان، پاکستان اور ہندوستان میں سے ہوتا ہوا انڈونیشیا اور جزائر، فلپائن میں جا وارد ہوا۔ اسی طرح مغرب میں مصر ولیبیا میں گزر کر مراکش اور سپین میں جاگزین ہوا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ برقرار رہی کہ پورے عالم اسلام میں کہیں بھی غیر عربی خطبہ نہیں پڑھا گیا۔ سامعین کی زبان کوئی بھی ہو لیکن خطبہ عربی ہی میں ہوتا تھا، تیرہ سو سال تک بالاتفاق اسی پر عمل ہوتا رہا مگر پچھلی چودہویں صدی میں مولوی عبدالوہاب ملتانی غیر مقلد کو یہ بدعت سوجھی کہ خطبہ مقامی زبان میں ہونا چاہئے چنانچہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے انہی نے خطبہ غیر عربی اور مقامی زبان میں پڑھا پھر دیکھا دیکھی تمام غیر مقلدین نے اس کو اپنا لیا اور موقف یہ اختیار کیا کہ خطبہ جمعہ سامعین کی اپنی زبان میں ہونا سنت ہے حالانکہ یہ کلیہ غلط ہے تاہم اگر اسے تسلیم کرلیا جائے تو پھر نماز میں سورۂ فاتحہ جو مقتدیوں کو سنانے ہی کیلئے پڑھی جاتی ہے اسے بھی مقامی زبان میں پڑھنا چاہئے کیونکہ اس کا سننا تو سامعین پر واجب ہے بحکم "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" ۲ اگر مقتدی عربی فاتحہ سمجھ ہی نہ سکیں تو ان کا واجب کیسے ادا ہوگا؟ میرے خیال میں اس صحیح قیاس کو غیر مقلدین بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں گے تو پھر انہیں خطبۂ جمعہ پر بھی رحم کھانا چاہئے چنانچہ بعض محتاط غیر مقلد علماء نے بھی عجمی خطبہ کی مخالفت کی ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولوی محمد علی اعظم گڑھی کا استفتاء

بخدمت مولانا عبداللہ صاحب امرتسری! آپ سابقین اہل حدیث سے اردو خطبہ کا جواز ثابت کریں آخر جماعت اہل حدیث تو ایک زمانہ سے چلی آرہی ہے لہٰذا آپ اس جماعت کے چند اشخاص کے نام تحریر فرمائیں اور ان سے اس مسئلہ کو ثابت فرمائیں۔

ل ترمذی شریف ص ۲۷   ۲ پ ۹ ع ۱۴

سابقین اہل حدیث سے خطبہ جمعہ غیر عربی میں پڑھنا ثابت نہیں تو ان کا قول قابل عمل کیوں نہیں کیا اتباع خلف وسلف کوئی چیز نہیں؟ خاکسار ۱۲۹۸ھ سے لے کر ۱۲۹۹ھ تک کامل ڈیڑھ برس جناب میاں نذیر حسین کی خدمت میں رہا آپ کے صاحبزادے مولوی شریف حسین ہمیشہ خطبہ عربی میں پڑھا کرتے تھے اور اس وقت کوئی جھگڑا یا اختلاف اس مسئلہ میں نہ تھا خدا جانے اس کا موجد کون ہے؟ دہلی کے بزرگان دین جناب شاہ ولی اللہ و مولانا عبدالعزیز، مولانا اسماعیل وغیرہم سے بھی غیر عربی میں پڑھنا ثابت نہیں۔ جب کہ مصفی میں تو شاہ صاحب نے صاف تحریر فرما دیا ہے کہ اس کا عربی میں پڑھنا ہمیشہ مروج ہے اور ایسا ہی جناب نواب صدیق حسن خاں نے بھی تحریر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں مولوی محمد علی موصوف کو تو پتہ نہیں تھا کہ اس کا موجد کون ہے مگر ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ اس بدعت کا موجد مولوی عبدالوہاب ملتانی ہے چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالستار صاحب امیر جماعت غربا اہل حدیث فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالوہاب مرحوم سے قبل اہل حدیث حضرات بھی احناف کی طرح خطبہ جمعہ عربی میں پڑھا کرتے تھے۔ مولانا نے خطبہ جمعہ سامعین کی زبان میں جاری کیا۔ تفسیر ستاری ص ۵۱٤ تو صاحب تمام عالمِ اسلام کے بالمقابل ملتانی بدعت اس قابل نہیں کہ اسے باقی رکھا جائے بدعت بہر حال بدعت ہے۔ اسے چھوڑ کر عربی خطبہ جمعہ کی متفقہ سنت کو دوبارہ زندہ کرنا چاہئے تا کہ سو شہیدوں کا ثواب اور بدعت سے نجات مل سکے۔

خطبہ کے وقت صلوٰۃ وکلام منع ہے

(۱۳٤۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَ الْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ (رواه الشيخان) ۱

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اپنے ساتھی کو اگر کہے چپ کر تو تو نے بیہودہ کام کیا ہے۔

یعنی خطبہ کے وقت کلام کرنا منع ہے اور یہ ممانعت اتنی شدید ہے کہ دوسروں کو چپ کرانے کیلئے بھی زبان استعمال نہیں کرنا چاہئے اشارے کنائے سے انہیں سمجھا کر چپ کرادے۔

(۱۳٤۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَاصَلٰوةَ وَلَا كَلَامَ (رواه ابن حجر فى الفتح نقلا عن الطبرانىؒ) ۲

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب امام نکل آئے تو اس وقت نہ نماز جائز ہے اور نہ کلام۔

۱ بخاری شریف ص ۱۲۸ ۲ معارف السنن ص ۲۸٦

(۱۳۴۴) وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِیْ مَالِكِ الْقُرَظِیِّؓ قَالَ اِنَّ جُلُوْسَ الْاِمَامِ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ وَكَلَامَهُ يَقْطَعُ الْكَلَامَ وَقَالَ اِنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ حِيْنَ يَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ حَتّٰى يَسْكُتَ الْمُؤَذِّنُ فَاِذَا قَامَ عُمَرُؓ عَلَى الْمِنْبَرِ لَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ حَتّٰى يَقْضِیَ خُطْبَتَهُ كِلْتَيْهِمَا ثُمَّ اِذَا نَزَلَ عُمَرُؓ عَنِ الْمِنْبَرِ وَقَضٰى خُطْبَتَهُ تَكَلَّمُوْا (رواه الطحاویؒ)[1]

حضرت ثعلبہ بن مالک قرظیؓ سے روایت ہے کہ امام کا منبر پہ بیٹھ جانا نماز کو قطع کر دیتا ہے اور اس کا کلام کلام کو اور فرمایا جب حضرت عمرؓ منبر پر بیٹھتے تو لوگ باتیں کرتے رہتے حتی کہ مؤذن خاموش ہو جاتا پھر جب حضرت عمرؓ کھڑے ہو جاتے تو کوئی بات نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں خطبے پورے کر لیتے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ منبر سے اتر آتے اور خطبہ پورا کر لیتے تو لوگ باتیں کرنے لگ جاتے۔

(۱۳۴۵) وَعَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَلُّوْنَ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ (رواه ابوسعيد المالينی)[2]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب امام خطبہ دے رہا ہو تو نماز نہ پڑھا کرو یعنی خواہ مؤکدہ سنتیں ہی رہ جائیں وہ بھی نہ پڑھو فرضوں کے بعد انکی قضا کرو۔

(۱۳۴۶) وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْهِؒ اَنَّهُ كَانَ اِذَا خَطَبَ الْاِمَامُ لَمْ يُسَبِّحْ وَلَمْ يَذْكُرْ (لَمْ يَدْعُ) (رواه ابن ابی شيبةؒ)[3]

جناب مسلم بن یسار اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام خطبہ دیتا تھا تو وہ تسبیح یا نفل نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی ذکر کرتے تھے اور دعا کرتے تھے

ان روایات سے بخوبی ثابت ہے کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد نہ تو کلام کرنا جائز ہے اور نہ ہی نماز پڑھنا حتی کہ ذکر کرنا بھی اسی وجہ سے معروف صحابہ کرامؓ خروج امام کے بعد سنتیں پڑھنے اور بات کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہؒ نے روایت کیا ہے......

(۱۳۴۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الصَّلٰوةَ وَ الْكَلَامَ بَعْدَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ وَاُخْرِجَ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ اِذَا قَعَدَ الْاِمَامُ

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ دونوں خروج امام کے بعد کلام اور نماز کو مکروہ سمجھتے تھے جناب عروہؒ سے روایت ہے کہ جب امام منبر

[1] طحاوی شریف ص ۲۵٤
[2] نصب الراية ص ۲۰٤
[3] مصنف ابن ابی شيبة ص ۱۲۲ ج ۲

عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَا صَلٰوةَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَجِيْءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ يَجْلِسُ وَلَا يُصَلِّيْ (رواہ ابن ابی شیبۃ)[1]

پر بیٹھ جائے تو کوئی نماز جائز نہیں اور امام زہریؒ سے ایسے شخص کے بارے میں روایت ہے کہ جو جمعہ کے دن خطبہ شروع ہونے کے بعد آئے کہ وہ بیٹھ جائے اور نماز نہ پڑھے۔

ان روایات کے پیش نظر امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد نماز پڑھنا منع ہے اور جب وہ خطبہ شروع کر دے تو کلام بھی ناجائز ہے پھر جن روایات میں مختصر نماز پڑھنے یا دو رکعت سنت ادا کرنے کا امر مذکور ہے انکی ایک توجیہ تو یہ ہے کہ ابھی آنحضرت ﷺ نے خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا صرف منبر پر بیٹھ چکے تھے جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت میں اس کی تصریح مذکور ہے۔

(۱۳۴۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ سُلَيْكُ الْغَطْفَانِيُّ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَعَدَ سُلَيْكٌ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَقَالَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْهُمَا (رواہ النسائی فی سننہ الکبیر و بوب علیہ باب الصلوۃ قبل الخطبۃ)[2]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ سلیک غطفانی ایسے وقت میں آیا جب کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہو چکے تھے تو وہ سنتیں پڑھنے سے پہلے بیٹھ گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے دو رکعت پڑھ لی ہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اٹھ اور دو رکعت پڑھ لے۔

اس روایت سے امام نسائیؒ نے بھی یہی سمجھا ہے کہ یہ سنتیں خطبہ شروع کرنے سے پہلے پڑھوائی گئی ہیں جس پر ان کی تبویب گواہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انکو سنتیں پڑھنے کا موقع دینے کیلئے خطبہ موقوف کر دیا تھا جب وہ سنتیں پڑھ چکے تھے تو اس کے بعد آپ نے خطبہ کی تکمیل فرمائی چنانچہ امام محمدؒ نے روایت کیا ہے۔

(۱۳۴۹) عَنْ مُعْتَمِرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ يَا فُلَانُ! اَصَلَّيْتَ؟ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ ثُمَّ انْتَظَرَهٗ حَتّٰى صَلّٰى قَالَ وَهٰذَا الْمُرْسَلُ هُوَ الصَّوَابُ (رواہ احمدؒ)[3]

جناب معتمر اپنے صحابی باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا جبکہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے آپ نے پوچھا اے فلاں! تو نے سنتیں پڑھ لی ہیں؟ یا تحیۃ المسجد پڑھ لی ہے، اسنے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اچھا کھڑا ہو جا اور پڑھ لے پھر آپ نے اسکا انتظار کیا حتی کہ اسنے سنتیں پڑھ لیں۔ یہ حدیث ہے تو مرسل مگر یہی صحیح ہے۔

[1] نصب الرایۃ ص ۲۰۲/۲

[2] زجاجۃ ص ۱۳۹ [3] نصب الرایۃ ص ۲۰۳/۲

اس کی مزید وضاحت اس حدیث شریف میں ہے۔

(۱۳۵۰) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ اَمَرَهٗ اَنْ يُّصَلِّىَ اَمْسَكَ عَنِ الْخُطْبَةِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْخُطْبَةِ (رواہ ابن ابی شیبۃ)۱

حضرت محمد بن قیسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسے دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا تو خود خطبہ سے رک گئے حتی کہ وہ اپنی سنتوں سے فارغ ہو گیا۔

اب معاملہ بالکل صاف ہو گیا کہ خطبہ کے وقت نماز کلام اور ذکر و تسبیح بالکل ناجائز ہے۔ اور کوئی ایسا واقعہ پیش آیا بھی ہے تو اس وقت خطبہ موقوف کر کے نماز و کلام کی گنجائش دی گئی ہے۔

اذانِ ثانی کی اجابت

یہ ممانعتِ کلام اجابت اذانِ ثانی کو بھی شامل ہے یعنی زبان سے اذان کا جواب بھی نہیں دے سکتے کیونکہ وہ بھی تو کلام ہی ہے اور بعدِ خروجِ امام ہے جس کو صراحتاً منع کیا گیا ہے اور فقہاءِ حنفیہ بھی اس کی کراہت کے قائل ہیں۔

درمختار میں ہے "اَنْ لَّا يُجِيْبَ بِلِسَانِهٖ اِتِّفَاقًا فِى الْاَذَانِ بَيْنَ يَدَىِ الْخَطِيْبِ" ۲ یعنی اس باب میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ خطیب کے سامنے زبان سے اذان کا جواب نہ دے اور شامی میں ہے "وَاِجَابَةُ الْاَذَانِ حِيْنَئِذٍ مَّكْرُوْهٌ" ۳ یعنی اس وقت اذان کا جواب دینا مکروہ ہے۔

ہاں دل میں جواب دے لے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ ذکرِ قلبی کی طرح ہے جس کا جواز حضرت حسن بصریؒ کے قول سے پیش خدمت ہے۔

(۱۳۵۱) عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ لَا يَرٰى بَاْسًا فِى الرَّجُلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْ يَّذْكُرَ اللّٰهَ فِىْ نَفْسِهٖ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ (رواہ ابن ابی شیبۃ)۴

جناب حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ آپ اس شخص پر کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے جو امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت دل میں ذکر کر لیتا تھا۔

باقی رہا امام بخاریؒ کا جوازِ اجابت کیلئے باب باندھنا تو اس سے صرف خطیب کیلئے اجابت کا ثبوت ہوتا ہے نہ کہ مقتدیوں کیلئے کیونکہ جو روایت پیش کی ہے اس میں مجیب امام ہے نہ کہ مقتدی۔ پھر جس طرح اجابتِ لسانی ناجائز اور اجابتِ قلبی جائز ہے اسی طرح شہادتین میں اسمِ مبارک محمد ﷺ آنے پر صرف صلوٰۃ قلبی تو جائز ہوگی یعنی دل میں صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم سوچ لے لیکن زبان سے کہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

۱ ابن ابی شیبۃ ص ۱۱۰ ۲ در مختار ص ۳۸
۳ فتاوی دارالعلوم ص ۲۶۹/۱ ۴ مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۱۲۲

سنن وارکانِ خطبہ

(۱۳۵۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ

(رواہ مسلم)۱

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دو خطبے ہوا کرتے تھے جن کے درمیان آپ جلوس فرماتے اور ان میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔

(۱۳۵۳) وَعَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَيَحْمَدُ اللّٰهَ وَيُثْنِيْ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ سُوْرَةً ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَنْزِلُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ يَفْعَلَانِهٖ

(رواہ ابن ابی شیبۃ)۲

جناب شعبیؒ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے السلام علیکم کہتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے اور کوئی سورت پڑھتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے اور (دوسرا) خطبہ دیتے اور حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

ان احادیث مبارکہ سے خطبہ کی سنتیں اور اس کے ارکان معلوم ہوئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف قرآن پاک کی تلاوت اور لوگوں کو وعظ و نصیحت اور ان کیلئے دعا ہونی چاہئے مگر خطبہ کا رکن رکین صرف ذکر اللہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں خطبہ کو ذکر اللہ کہا گیا ہے "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ" (القرآن الکریم)۳ یعنی اے ایمان والو! تمہیں جب نماز جمعہ کیلئے پکارا جائے تو ذکر اللہ یعنی خطبہ کیلئے دوڑ کر آیا کرو۔

اسی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر صرف الحمد للہ بھی کہہ لیا جائے تو خطبہ ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت عثمانؓ نے جب بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ جمعہ پڑھنا چاہا تو الحمد للہ ہی کہہ سکے تھے کہ ان پر خوف طاری ہو گیا اور وہ معذرت کر کے نماز کیلئے کھڑے ہو گئے ان پر کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے خطبہ نہیں پڑھا۔

قَالَ السُّیُوْطِیُّ هُوَ اَوَّلُ مَنِ ارْتَجَّ عَلَیْهِ فِی الْخُطْبَةِ فَقَالَ یَااَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ اَوَّلُ مَرْکَبٍ

یعنی علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ آپؓ پہلے شخص ہیں کہ جن پر خطبہ میں کپکپی طاری ہوئی اس بنا پر آپ نے فرمایا کہ لوگو

۱ مسلم شریف ص ۲۸۳ ، تفسیر مظہری ص ۹/۲۸۵
۲ ابن ابی شیبۃ ص ۲/۱۱۴

صَعْبٌ وَاِنَّ بَعْدَ الْيَوْمِ اَيَّامًا وَاِنْ اَعِشْ تَاْتِكُمْ الْخُطْبَةُ عَلٰى وَجْهِهَا وَمَا كُنَّا خَطِيْبًا وَ سَيُعَلِّمُنَا اللّٰهُ (اخرجه ابن سعد)[1]

پہلی دفعہ سواری بہت مشکل ہوتی ہے آج کے بعد بھی دن آئینگے اور اگر میں زندہ رہا تو تمہیں کما حقہ خطبہ دیا کرونگا اور ہم لوگ خطیب تو نہیں تھے اللہ تعالیٰ ہمیں سکھا دیگا۔

تو گویا صرف الحمد للہ ہی کو خطبہ باور کر لیا گیا، اور یہی ''فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ'' کا مفاد ہے کہ کسی بھی طرح اللہ کا ذکر کر دیا جائے تو خطبہ ہو جاتا ہے۔ رہے باقی افعال اور کیفیات مثلاً خطبہ کے وقت قیام کرنا اور ہر خطبہ کے درمیان بیٹھنا لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا اور ان کیلئے دعا کرنا اور اس میں قرأت قرآن کرنا اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا تو یہ سب چیزیں خطبہ کی سنتیں ہیں۔

خطباتِ ماثورہ

(١٣٥٤) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَشَهَّدَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا (رواه ابوداؤد)[2]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد پڑھتے (خطبہ دیتے) تو کہتے الخ یعنی سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش چاہتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کے شر سے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اسنے قیامت کے قریب حق کیساتھ بھیجا خوشخبری اور ڈر سنانیوالا بنا کر جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ ہدایت پا گیا اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے وہ اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں دے سکتا اور نہ اللہ کا ذرہ بھر نقصان کر سکتا ہے۔

(١٣٥٥) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَّمَنَا خُطْبَةَ الْحَاجَةِ

حضرت ابن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں خطبہ حاجت تعلیم فرمایا الحمد لله نحمده

[1] تاریخ الخلفا، ص ١٢٧
[2] ابوداؤد شریف ص ١٥٦

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ يَقْرَأُ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ☆ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ☆ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ☆ (رواه النسائی)[۱]

ونستعينه الخ یعنی سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش چاہتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں پھر تین آیات پڑھتے تھے۔ "یا ایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقاته" اور "یا ایها الناس اتقوا ربکم" اور "یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا"

نوٹ: بظاہر خطبہ خطبۂ نکاح معلوم ہوتا ہے لیکن امام نسائی نے اس کو کتاب الجمعہ میں خطبہ جمعہ کی جگہ ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اسے بطور خطبۂ جمعہ بھی پڑھ سکتے ہیں بلکہ یہ ہر حاجت اور ضرورت کے وقت پڑھا جاسکتا ہے۔

مدینہ منورہ میں پہلا خطبۂ جمعہ

(۱۳۵۶) خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَوَّلِ جُمُعَةٍ جَمَّعَهَا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ بَنِيْ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَاَسْتَهْدِيْهِ وَاُوْمِنُ بِهٖ وَلَا اَكْفُرُهٗ وَاُعَادِيْ مَنْ يَّكْفُرُهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَالنُّوْرِ وَالْمَوْعِظَةِ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَقِلَّةٍ مِّنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ وَانْقِطَاعٍ مِّنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ مِّنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِّنَ الْاَجَلِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى وَفَرَّطَ وَ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّ

[۱] نسائی شریف ص ۲۰۸/۱

خَيْرَ مَا اَوْصٰى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ اَنْ يَّحُضَّهٗ عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنْ يَّاْمُرَهٗ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَكُمُ اللّٰهُ مِنْ نَّفْسِهٖ وَلَا اَفْضَلَ مِنْ ذَالِكَ نَصِيْحَةً وَّلَا اَفْضَلَ مِنْ ذَالِكَ ذِكْرًا وَّاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ لِمَنْ عَمِلَ عَلٰى وَجَلٍ وَّمَخَافَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ عَوْنٌ وَّصِدْقٌ عَلٰى مَا يَبْغُوْنَ مِنَ الْاَمْرِ الْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّصْلِحُ الَّذِىْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ مِنْ اَمْرِهٖ فِى السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِىْ بِذَالِكَ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ يَكُنْ لَّهٗ ذِكْرًا فِىْ عَاجِلِ اَمْرِهٖ وَذُخْرًا فِىْ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِيْنَ تَفْتَقِرُ الْمَرْءُ اِلٰى مَا قَدَّمَ وَمَا كَانَ سِوٰى ذَالِكَ يَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهَا اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ وَالَّذِىْ صَدَقَ قَوْلَهٗ وَاَنْجَزَ وَعْدَهٗ لَا خُلْفَ لِذَالِكَ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ عَزَّ وَجَلَّ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ فَاللّٰهُ فِىْ عَاجِلِ اَمْرِكُمْ وَاٰجِلِهٖ فِى السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا وَّمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا وَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ يُوْقِىْ مَقْتَهٗ وَيُوْقِىْ عُقُوْبَتَهٗ وَيُوْقِىْ سُخْطَهٗ وَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ تُبَيِّضُ الْوُجُوْهَ وَيُرْضِى الرَّبَّ وَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ خُذُوْا حَظَّكُمْ وَلَا تُفَرِّطُوْا فِىْ جَنْبِ اللّٰهِ قَدْ عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ كِتَابَهٗ وَنَهَجَ لَكُمْ سَبِيْلَهٗ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَيَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ فَاَحْسِنُوْا كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ وَعَادُوْا اَعْدَاءَ اللّٰهِ وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَهُوَ اجْتَبَاكُمْ وَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ لِيُهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَىَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ وَاعْمَلُوْا لِمَا بَعْدَ الْيَوْمِ فَاِنَّهٗ مَنْ يُّصْلِحُ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللّٰهِ يَكْفِهِ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يَقْضِىْ عَلَى النَّاسِ وَلَا يَقْضُوْنَ عَلَيْهِ وَيَمْلِكُ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ (تاریخ المآل والامم للطبریؒ)[1]

(۱۳۵۷) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَّقُوْلُ صَبَّحَكُمْ مَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ بُعِثْتُ كَهَاتَيْنِ يَقْرِنُ بَيْنَ

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی غصہ تیز ہو جاتا حتی کہ ایسے لگتے جیسے کسی لشکر سے ڈرانیوالے ہوں جو کہہ رہے ہوں کہ تمہارے اوپر صبح کو حملہ ہوگا شام کو حملہ ہوگا اور فرماتے میں اور قیامت ان دو

[1] رحمۃ للعالمین ص ۹۲/۱

(۱۳۵۸) اِصْبَعَیْہِ السَّبَّابَۃَ وَالْوُسْطٰی وَیَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِہٖ مَنْ تَرَکَ مَالاً فَلِاَھْلِہٖ وَمَنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْ ضِیَاعًا فَاِلَیَّ وَعَلَیَّ

(رواہ الامام مسلمؒ)[1]

کی طرح مبعوث ہوئے ہیں اپنی دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطیٰ کو ملا کر دکھاتے اور فرماتے اما بعد! بلاشبہ سب سے بہترین بات کتاب اللہ ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور سب سے بدترین کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پھر فرماتے کہ میں مؤمنین کا زیادہ حقدار ہوں انکی اپنی ذاتوں سے جو شخص مال چھوڑ کر مرے وہ اسکے اہل وعیال کا ہے اور جو قرض چھوڑ جائے یا اہل وعیال کو فقیر چھوڑ جائے وہ میرے ذمہ ہے۔

جمعہ کی رکعات وقرأت

(۱۳۵۹) عَنْ عُبَیْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ مَّوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَاھُرَیْرَۃَؓ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ وَخَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ فَصَلّٰی بِنَا اَبُوْھُرَیْرَۃَؓ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَرَاَ سُوْرَۃَ الْجُمُعَۃِ وَفِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ اِذَا جَآئَکَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالَ عُبَیْدُاللّٰہِ فَاَدْرَکْتُ اَبَاھُرَیْرَۃَؓ فَقُلْتُ لَہٗ تَقْرَاُ بِسُوْرَتَیْنِ کَانَ عَلِیٌّؓ تَقْرَاُھُمَا بِکُوْفَۃَ فَقَالَ اَبَاھُرَیْرَۃَؓ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ بِھِمَا

(رواہ الترمذیؒ)[2]

حضرت عبیداللہ بن رافعؓ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ فرماتے ہیں کہ مروان حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر مکہ مکرمہ چلا گیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے ہمیں جمعہ پڑھایا اور پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں اذا جائك المنافقون پڑھی عبیداللہ کہتے ہیں کہ پھر میری ملاقات حضرت ابوہریرہؓ سے ہوئی تو میں نے کہا آپ بھی وہی دو سورتیں پڑھتے ہیں جو کوفہ میں حضرت علیؓ پڑھا کرتے تھے تو حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی یہی سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

(۱۳۶۰) وَقَالَ التِّرْمِذِیُّؒ وَرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقْرَاُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ[3]

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نمازِ جمعہ میں ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' اور ''ھل اتک حدیث الغاشیۃ'' وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔

[1] مسلم شریف ص ۲۸٤
[2] ترمذی شریف ص ٦٨
[3] معارف السنن ص ٤٠٩

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی مسنون قرأت سورۂ جمعہ اور ''اذا جائك المنافقون'' ہے یا پھر ''سبح اسم ربك الاعلی'' اور ''هل اتك حديث الغاشية'' ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کی فرض رکعات صرف دو ہیں کیونکہ دو ہی رکعات کی قرأت بیان ہوئی ہے اگلی روایت میں جمعہ کی دو رکعات کی صراحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۶۱) عَنْ عُمَرَؓ قَالَ صَلٰوةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ وَ صَلٰوةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ (رواه ابن ماجة والنسائی) ۱

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ سفر کی نماز دو رکعات ہے اور نمازِ جمعہ بھی دو رکعات ہے۔

(۱۳۶۲) وَعَنْ صَافِيَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ صَلَّيْتُ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ قَبْلَ خُرُوجِ الْاِمَامِ لِلْجُمُعَةِ ثُمَّ صَلَّتِ الْجُمُعَةَ مَعَ الْاِمَامِ رَكْعَتَيْنِ (رواه ابن سعد فی الطبقات) ۲

حضرت صافیہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب کو دیکھا کہ انہوں نے خروجِ امام سے پہلے چار رکعات (سنتیں) پڑھیں پھر امام کے ساتھ جمعہ کی دو رکعات ادا کیں۔

یہ صفیہ اُم المؤمنین حضرت صفیہؓ ہیں جنکے عمل سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی دو رکعات ہیں یہ بھی کہ جمعہ سے پہلے چار رکعات ہیں۔

ادراکِ نمازِ جمعہ

پہلے سلام سے پہلے پہلے نمازی جہاں بھی امام کے ساتھ شریک ہو جائے اس کا جمعہ صحیح ہو جائے گا جتنی نماز میں وہ مسبوق ہوا وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسے پوری کر لے ایک رکعت امام کے ساتھ پانے کے متعلق تو یہ حدیث دیکھیں جسے امام نسائیؒ نے روایت کیا ہے......

(۱۳۶۳) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ (نسائی شریف) ۳

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے نمازِ جمعہ کی ایک رکعت پائی اس نے بیشک جمعہ پالیا۔

ایک رکعت سے کم پانے یا تشہد ہی میں ملنے کے متعلق یہ روایت ملاحظہ فرمائیں جسے ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے۔ واللفظ للبخاری فی باب الجمعة ص ۱۲٤

(۱۳٦٤) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اُقِيْمَتِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب نماز کھڑی ہو

۱ نسائی شریف ص ۲۰۹
۲ نصب الرایۃ ص ۲/۲۰۷
۳ نسائی شریف ص ۱/۲۱۰

اَلصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا (بخاری شریف)[۱]

جائے تو دوڑتے ہوئے مت آؤ اور سکون کیساتھ چلتے ہوئے آؤ اور جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے اسے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پوری کرلو۔

یہ عام نماز کا حکم بھی ہے اور بالخصوص نمازِ جمعہ کا بھی کیونکہ امام بخاری نے اسے ''باب المشی الی الجمعۃ'' میں تخریج کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے ادراکِ جمعہ ہی مراد ہے یا بصورتِ تنزل ادراکِ جمعہ بھی مراد ہے۔

جمعہ کی سنتیں

(۱۳۶۵) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا اَرْبَعًا (رواه الطبرانیؒ فی معجمه الوسط)[۲]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ سے پہلے چار سنتیں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد بھی چار سنتیں پڑھا کرتے تھے۔

(۱۳۶۶) عَنْ قَتَادَةَؒ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ كَانَ يُصَلِّىْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَّبَعْدَهَا اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ (رواه عبدالرزاقؒ فی مصنفه)[۳]

جناب قتادہؒ سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعات پڑھا کرتے تھے۔

یہ احادیث مبارکہ اور روایات جمعہ سے پہلے چار مؤکد سنتوں کیلئے بالکل صریح ہیں باقی رہیں وہ روایات کہ جن میں آپ ﷺ نے سلیک غطفانی وغیرہ کو قبل الجمعہ دو رکعات پڑھنے کا حکم اور موقع دیا سو انہیں تحیۃ المسجد پر محمول کیا جاسکتا ہے اب رہیں جمعہ کے بعد کی مسنون رکعات ان کیلئے آئندہ حدیث مبارک ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۶۷) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوْا اَرْبَعًا فَاِنْ عَجَّلَ بِكَ شَىْءٌ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فِى الْمَسْجِدِ وَرَكْعَتَيْنِ اِذَا رَجَعْتَ (رواه الجماعة والبخاریؒ)[۴]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعہ کے بعد نماز پڑھنے لگو تو چار رکعات پڑھا کرو اگر تمہیں کوئی جلدی ہو تو دو رکعات مسجد میں پڑھ لو اور دو رکعات اس وقت پڑھ لیا کرو جب لوٹ کر آؤ۔

[۱] بخاری شریف ص ۱۲۴/۱ [۲] نصب الرایة ص ۳۰۶/۲ [۳] نصب الرایة ص ۲۰۷ [۴] نصب الرایة ص ۳۰۶

(١٣٦٨) وَعَنْ عَلِيٍّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهُ اَمَرَ اَنْ يُّصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا (رواه الترمذيّ) ١

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حکم فرمایا کہ جمعہ کے بعد دو رکعات ازاں بعد چار رکعات پڑھی جائیں۔

(١٣٦٩) وَعَنْ عَطَآءٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلّٰى بَعْدَهَا سِتَّ رَكْعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا (رواه ابن ابی شيبة) ٢

جناب عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے پہلے دو پھر چار۔

(١٣٧٠) عَنْ عَطَآءٍ اَنَّهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ انْصَرَفَ (رواه الطحاويّ) ٣

جناب عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو دو رکعات سنت ادا کیں پھر کھڑے ہوئے اور چار رکعات پڑھیں پھر چلے گئے۔

(١٣٧١) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُاللّٰهِ فَكَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا فَقَدِمَ بَعْدَهُ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ فَكَانَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعًا فَاَعْجَبَنَا فِعْلُ عَلِيٍّ فَاخْتَرْنَاهُ (رواه الطحاويّ) ٤

جناب عبدالرحمٰن سلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمارے پاس (امیر ہو کر) آئے تو وہ جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھا کرتے تھے پھر ان کے بعد حضرت علیؓ آئے تو وہ جمعہ کے بعد پہلے دو پھر چار رکعات پڑھا کرتے تھے ہمیں حضرت علیؓ کا فعل پسند آ گیا اور ہم نے اس کو اختیار کر لیا۔

(١٣٧٢) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتَّ رَكْعَاتٍ (رواه ابن ابی شيبة) ٥

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

یہ جلیل القدر اصحاب رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ کا معمول ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حضرات صاحبینؒ کا مسلک ہے لہٰذا چھ رکعات خلاف سنت نہیں ہو سکتی باقی رہی یہ بحث کہ حضور اکرم ﷺ کے

١ ترمذی شریف ص٦٩، معارف السنن ص٤١٤
٢ مصنف ابن ابی شیبة ص١٣٢ ٣ طحاوی شریف ص٢٣٢
٤ طحاوی شریف ص٢٣٣ ٥ مصنف ابن ابی شیبة ص١٣٢

(۱۳۶۸) وَعَنْ عَلِيٍّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّهٗ اَمَرَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا (رواہ الترمذیؒ) ۱

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حکم فرمایا کہ جمعہ کے بعد دو رکعات ازاں بعد چار رکعات پڑھی جائیں۔

(۱۳۶۹) وَعَنْ عَطَآءٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلّٰى بَعْدَهَا سِتَّ رَكْعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا (رواہ ابن ابی شیبۃؒ) ۲

جناب عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے پہلے دو پھر چار۔

(۱۳۷۰) عَنْ عَطَآءٍ اَنَّهٗ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ انْصَرَفَ (رواہ الطحاویؒ) ۳

جناب عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو دو رکعات سنت ادا کیں پھر کھڑے ہوئے اور چار رکعات پڑھیں پھر چلے گئے۔

(۱۳۷۱) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللّٰهِ فَكَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا فَقَدِمَ بَعْدَهٗ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فَكَانَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعًا فَاَعْجَبَنَا فِعْلُ عَلِيٍّ فَاخْتَرْنَاهُ (رواہ الطحاویؒ) ۴

جناب عبدالرحمٰن سلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمارے پاس (امیر ہوکر) آئے تو وہ جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھا کرتے تھے پھر ان کے بعد حضرت علیؓ آئے تو وہ جمعہ کے بعد پہلے دو پھر چار رکعات پڑھا کرتے تھے ہمیں حضرت علیؓ کا فعل پسند آگیا اور ہم نے اس کو اختیار کرلیا۔

(۱۳۷۲) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰى اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتَّ رَكْعَاتٍ (رواہ ابن ابی شیبۃ) ۵

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

یہ جلیل القدر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ کا معمول ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حضراتِ صاحبینؒ کا مسلک ہے لہٰذا چھ رکعات خلافِ سنت نہیں ہوسکتی باقی رہی یہ بحث کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

۱ ترمذی شریف ص۶۹، معارف السنن ص۴۱۴
۲ مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۳۲ ۳ طحاوی شریف ص۲۳۲
۴ طحاوی شریف ص۲۳۳
۵ مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۳۲

عمل سے تو چار ہی کا ثبوت ملتا ہے پھر انہوں چھ کیسے بنالیں تو کہا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عمل سے بھی انفراداً چھ ثابت ہوتی ہے جنہیں ان حضرات نے جمع کرلیا ہے چنانچہ چار کی بحث تو پہلے گزر چکی ہے اور دو کی روایت یہ لیجئے۔

(۱۳۷۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَکْعَتَیْنِ (رواه ابن ابی شیبة) ؎۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

(۱۳۷٤) وَعَنْ سَالِمٍ ؒ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِهٖ (رواه ابو داؤدؒ) ؎۲

جناب سالمؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے بعد گھر جاکر دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جمعہ کے بعد چار رکعات بالالتزام مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور دو کبھی مسجد میں جیسے پہلی روایت میں ہے اور کبھی گھر جاکر جیسے دوسری روایت میں ہے تو چھ رکعات انفراداً آپ ﷺ سے بھی ثابت ہوگئیں اس بنا پر ان حضرات اصحابؓ نے چھ رکعات کو نہ صرف اپنا معمول بنالیا بلکہ اپنے اصحاب اور تلامیذ کو بھی چھ ہی کا حکم فرمایا جیسا کہ حضرت علیؓ سے امام طحاویؒ نے نقل فرمایا۔

(۱۳۷۵) وَعَنْ عَلِیٍّ ؓ مَنْ کَانَ مُصَلِّیًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْیُصَلِّ سِتًّا (رواه الطحاویؒ) ؎۳

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے اسے چاہئے کہ چھ رکعات پڑھے۔

سفر کی نماز

سفر کے دوران چونکہ ایسی مشکلات کا پیش آجانا بہت ممکن ہے جن کے باوجود پوری نماز کا پڑھنا مسافر کیلئے انتہائی دشوار ہوتا ہے اسلئے رحمتِ عالم کی شریعتِ مطہرہ نے مسافر کو حکم دیا کہ وہ ہر چار رکعت والی نماز کی بجائے دو رکعت پڑھے لیکن ترک نہ کرے کیونکہ نماز مؤمن کیلئے کتابِ موقوت ہے جسے ٹلایا نہیں جاسکتا بلکہ جس کے بعد ایمان کا تصور ہی دھندلا جاتا ہے اسلئے آدھی ہی پڑھ کر حاضری لگوالے اگر چھوڑے نہیں پھر یہ دو رکعت پڑھنا صرف رخصت ہی نہیں کہ چاہے دو پڑھ لے چاہے چار بلکہ عزیمت ہے کہ مسافر اگر جان بوجھ کر چار پڑھے گا تو گنہگار ہوگا کیونکہ اسنے ناشکرے پن کیساتھ صدقۂ خداوندی کو ٹھکرایا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

؎۱ مصنف ابن ابی شیبة ص۱۳۲ ؎۲ ابوداؤد ص۱۶۱
؎۳ طحاوی شریف ص۲۳۳

(۱۳۷۶) عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ قَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ

(رواہ مسلمؒ)[۱]

جناب یعلی بن امیہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم الخ یعنی اگر تمہیں کافروں کی غارتگری کا خطرہ ہو تو نماز کو قصر کر کے پڑھ لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں اب جبکہ لوگ مامون ہیں کافروں کا کوئی خطرہ نہیں تو پھر کیوں قصر پڑھی جاتی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے بھی اس بات سے تعجب ہوا تھا جس سے تجھے تعجب ہوا ہے میں نے بھی رسول اللہؐ سے سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ خدائی صدقہ ہے جسے اسنے تمہارے اوپر کیا ہے اسلئے تم کو لازم ہے کہ تم اس صدقہ کو قبول کرو۔

(۱۳۷۶) وَعَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ فِىْ الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَ زِيْدَ فِىْ صَلٰوةِ الْحَضَرِ (رواہ الشیخانؒ)[۲]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سفر وحضر میں دو دو رکعات فرض ہوئیں تھیں پھر سفر کی نماز تو دو رکعات ہی رہنے دی گئی لیکن حضر کی نماز میں اضافہ کر کے چار بنا دی گئیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کا اصل وظیفہ ہے ہی دو رکعت اسلئے اسے چار پڑھنے کا کوئی اختیار نہیں اختیار اور رخصت تو مقیم کیلئے زیر بحث آسکتی تھی کیونکہ اسکا وظیفہ پہلے دو تھا جو بعد میں چار کر دیا گیا آیا اب وہ چار ہی پڑھے یا سابق کیطرح دو بھی پڑھ سکتا ہے مگر مسافر کیلئے تو پہلے بھی دو رکعات ہی فرض ہوئی تھیں اور اب بھی دو ہی ہیں لہٰذا اسے چار پڑھنے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ اسکی مزید تائید ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۷۸) عَنْ عُمَرَؓ قَالَ صَلٰوةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ وَ صَلٰوةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ وَالْفِطْرِ رَكْعَتَانِ وَالْاَضْحٰى رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواہ ابن ماجۃؒ والنسائیؒ وابن حبانؒ)[۳]

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت ہے اور جمعہ کی نماز بھی دو رکعت ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز بھی دو دو رکعت ہے یہ انکی پوری نماز بتلائی گئی بزبانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کوئی قصر نہیں۔

گویا اسے قصر کہنا صرف چار کے مقابلے کی وجہ سے ہے ورنہ اصلاً یہ دو ہی مکمل نماز ہیں۔

[۱] مسلم شریف ص ۲۴۱

[۲] مسلم شریف ص ۲۴۱، بخاری شریف ص ۱۴۸ [۳] نسائی شریف ص ۲۱۱

سفر میں سنتوں کا حکم

سفر میں سنتیں ترک تو کر سکتے ہیں مگر ممکن ہو تو پڑھ لینا اولیٰ ہے چنانچہ روایات میں ہے......

(۱۳۷۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَّالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَآءً ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ وَّلَا يُنْقَصُ فِي حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ وَّهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ (رواه الترمذیؒ)[۱]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز دو رکعت ادا کی اور اسکے بعد بھی دو رکعتیں ادا کیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں نماز پڑھی پس میں نے حضر میں آپ کے ساتھ ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور اسکے بعد دو رکعت پڑھیں اور آپ کیساتھ ظہر کی دو رکعتیں سفر میں پڑھیں اور اسکے بعد بھی دو رکعات پڑھیں اور عصر کی دو رکعات پڑھیں اور اسکے بعد آپ نے کچھ نہیں پڑھا اور مغرب سفر و حضر میں یکساں تین رکعات ہی ہیں وہ نہ حضر میں کم کی جاتی ہیں اور نہ سفر میں اور وہ تو دن کے وتر ہیں اور اسکے بعد دو رکعات پڑھیں۔

یہ حضرت عبداللہؓ نے اپنا اور حضور اکرم ﷺ کا سفر و حضر کا معمول بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ سفر میں سنن مؤکدہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

(۱۳۸۰) عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا فَمَا رَاَيْتُهُ تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ (رواہ ابوداؤدؒ)[۲]

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ میں اٹھارہ سفروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ رہا ہوں پس میں نے نہیں دیکھا کہ دن ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے آپ نے دو رکعات چھوڑی ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ سفر میں سنن مؤکدہ کے علاوہ گنجائش کے وقت نوافل بھی پڑھ لیتے تھے کیونکہ اس موقعہ پر دو رکعات تحیۃ الوضوء ہی ہوسکتی ہیں یا محض نفل۔

[۱] ترمذی شریف ص ۷۲
[۲] ابوداؤد شریف ص ۱۷۲

(١٣٨١) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ فُرِضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةُ فِى الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِى السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ فَكَمَا يَتَطَوَّعُ هٰهُنَا قَبْلَهَا وَمِنْ بَعْدِهَا فَكَذَالِكَ يُصَلِّىْ فِى السَّفَرِ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا (رواه الطحاوى) [1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نماز حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت فرض کی گئی ہے پس جیسے نماز سے پہلے اور اس کے بعد یہاں نفل پڑھتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی نماز سے پہلے اور پیچھے نفل پڑھا کرتے ہیں۔

یہ روایات سفر میں نوافل سنن کے جواز بلکہ مسنونیت پر صریحاً دلالت کرتی ہیں اس کے باوجود بعض لوگ سفر میں سنن ونوافل کے ناجائز ہونے پر ان احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں جن میں یہ مضمون ہے کہ میں آپ کے ساتھ تھا آپ سارے سفر میں دو دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے اس روایت کے سمجھنے میں یا لوگوں کو دھوکا لگا ہے اس میں دو رکعت کا تقابل سنن ونوافل سے نہیں بلکہ فرض کی چار رکعت سے ہے یعنی آپ فرض کے طور پر دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے کہیں بھی چار رکعت نہیں پڑھیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ صرف دو رکعات ہی فرض پڑھا کرتے تھے اور سنن ونوافل کا نام نہیں لیتے تھے کیونکہ یہ تو پہلی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ بوقتِ گنجائش سنن ونوافل بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

سفرِ شرعی

قصر کی اجازت کیلئے مطلق سفر کافی نہیں بلکہ محدود ومقرر سفر مراد ہے جو ہم احناف کے نزدیک اڑتالیس میل یا کم از کم پینتالیس میل ہونا چاہئے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تین دن رات کا سفر درپیش ہو اس کی دلیل یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

(١٣٨٢) عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِىْ رِبَاحٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ كَانَا يُصَلِّيَانِ رَكْعَتَيْنِ وَيُفْطِرَانِ فِىْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ فَمَا فَوْقَ ذَالِكَ (رواه البیہقیؒ وابن المنذرؒ) [2]

جناب عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما چار برد یا اس سے زیادہ مسافت میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

وضاحت: برد چار فرسخ کا ہوتا ہے جیسے امام بخاریؒ نے بھی تعلیقاً ذکر کیا ہے "وَهِىَ اَىْ اَرْبَعَةُ بُرُدٍ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا" [3] انتہی یعنی چار برد کے سولہ فرسخ ہوتے ہیں اور فرسخ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ "ذَكَرَ الْفَرَّآءُ اَنَّ الْفَرْسَخَ فَارِسِىٌّ مُّعَرَّبٌ وَهُوَ ثَلَاثَةُ اَمْيَالٍ" [4] کہ فراء نے فرمایا ہے کہ فرسخ فارسی لفظ کا معرب ہے اور وہ تین میل کا ہوتا ہے

[1] طحاوی شریف ص٢٧٨ [2] آثار السنن ص٢١٢
[3] بخاری شریف ص١٤٧ [4] آثار السنن ص٢١٢

ہیں جب برد چار فرسخ کا اور فرسخ تین میل کا ہو تو چار برد کے اڑتالیس میل بن جاتے ہیں گویا اڑتالیس میل کی تحدید ابتداءً امام ابو حنیفہؒ نے نہیں کی بلکہ اس تحدید کے بانی حضرات ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ ہیں۔

(۱۳۸۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ اَتُقْصَرُ الصَّلٰوةُ اِلٰى عَرْفَةَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اِلٰى عَسْفَانَ وَاِلٰى جَدَّةَ وَاِلَى الطَّائِفِ (اخرجه الشافعیؒ)[۱]

حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ عرفات تک نماز قصر کی جائی گی؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عسفان، جدہ اور طائف تک کے سفر میں۔

اب یہ بات عوام وخواص کو معلوم ہے کہ مذکورہ شہروں میں سے ہر شہر کم از کم پینتالیس میل کی مسافت پر ہے چنانچہ بروایت ابی سعید علی ما حکاہ البیہقی فی المعرفة امام شافعیؒ نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے کہ ''فَاَقْرَبُ هٰذَا مِنْ مَّكَّةَ سِتَّةٌ وَّاَرْبَعُوْنَ مِيْلًا بِالْاَمْيَالِ الْهَاشِمِيَّةِ'' ان میں سے قریب ترین مقام مکہ سے چھیالیس میل پر ہے۔

(۱۳۸۴) وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرؓ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ رَكِبَ اِلٰى رِيْمٍ فَقَصَرَ الصَّلٰوةَ فِيْ مَسِيْرَةِ ذَالِكَ (رواہ الامام مالکؒ)[۲]

جناب سالمؒ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مقامِ ریم سوار ہو کر گئے تو انہوں نے اس مسافت میں نمازِ قصر ادا کی۔

واضح ہو کہ یہ ریم بھی مدینہ منورہ سے تقریباً چار برد پر واقع ہے کما فی حاشیۃ الآثار، ان پینتالیس یا اڑتالیس میل ہی کو تین دن رات سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ آرام واطمینان کے ساتھ یومیہ سولہ میل ہی کا سفر ہو سکتا ہے مزید یہ کہ مسح خفین کے بارے میں مسافر کیلئے تین دن رات ہی کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(۱۳۸۵) عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِیؒ قَالَ اَتَيْتُ عَائِشَةَؓ اَسْاَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَاسْئَلْهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَّلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ (رواہ مسلمؒ)[۳]

شریح بن ھانیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس مسح علی الخفین کے بارے میں مسئلہ پوچھنے کیلئے آیا تو آپ نے فرمایا کہ ابن ابی طالب سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے چنانچہ ہم نے ان سے پوچھا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کیلئے تین دن رات اور مقیم کیلئے ایک دن ایک رات کی مدت مقرر کی ہے۔

[۱] آثار السنن ص ۲۱۳
[۲] موطا امام مالکؒ ص ۱۳۰ [۳] مسلم شریف ص ۱۳۵

جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے جو سراسر مبنی بر احادیث ہے نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت میں صراحتاً بھی تین رات کا ذکر موجود ہے۔

(۱۳۸۶) عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْوَالِبِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اِلٰى كَمْ تَقْصِرُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ اَتَعْرِفُ السُّوَيْدَآءَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ بِهَا قَالَ هِيَ ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ اِذَا خَرَجْنَا اِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلٰوةَ (رواہ الامام محمد فی الاثار)[۱]

علی بن ربیعہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ کتنی مسافت پر قصر کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ تو ''سویدا'' کو جانتا ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں البتہ سن رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تین رات کی درمیانی مسافت پر ہے جب ہم وہاں کا قصد کر کے چلتے ہیں تو نماز قصر کرتے ہیں۔

باقی رہی وہ احادیث مبارکہ جن میں یہ مضمون ہے کہ آنحضرت ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ پر جاتے تو قصر کر لیتے تھے اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کا کل سفر ہی تین میل یا تین فرسخ کا ہوتا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب آپ کسی لمبے سفر کا ارادہ کر کے نکلتے اور کسی نماز کا وقت ہو چکا ہوتا تو مدینہ منورہ ہی میں مکمل نماز پڑھ کر نکلتے اور اگر وقت نہ ہوا ہوتا تو ویسے ہی نکل کھڑے ہوتے اور اگلی نماز کا وقت ہونے تک تین میل یا تین فرسخ کا سفر کر جاتے پھر آپ وہ نماز قصر کر کے پڑھ لیتے۔ تو گویا تین میل پر جا کر نماز کا وقت ہوتا تھا جسے آپ قصر کر کے پڑھ لیتے تھے۔ یا یہ مطلب ہے کہ مدینہ منورہ کے نواح میں آپ قصر کو پسند نہ فرماتے کم از کم تین میل یا تین فرسخ دور جا کر آپ قصر پڑھتے۔ مگر ہمارے ظاہر پرست بھائیوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کا کل سفر ہی تین میل یا تین فرسخ ہوتا تھا وَشَتَّانَ بَيْنَهُمَا ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جا است

بخاری شریف کی یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

(۱۳۸۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَ الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ (رواہ البخاری)[۲]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نمازِ ظہر مدینہ کے اندر چار رکعت پڑھی اور عصر ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔

بخاری و مسلم کی اس متفق علیہ حدیث پر صاحب صلوٰۃ الرسول غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ذوالحلیفہ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر

[۱] مستدلات ص ۱۴۰
[۲] بخاری شریف ص ۱/۴۵

اور حضور مکہ کے سفر کا ارادہ سے چلے تھے پس ہمارا مدعا ثابت ہے اگر چہ یہ قصر تین میل کے فاصلے پر جا کر پڑھی گئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر تین میل کا نہیں تھا بلکہ تین سو میل کا سفر درپیش تھا۔

قصر کب شروع کرے؟

(۱۳۸۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَافَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ کُلُّهُمْ صَلّٰی مِنْ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَیْهَا رَکْعَتَیْنِ فِی الْمَسِیْرِ وَالْقِیَامِ بِمَکَّةَ (رواہ ابویعلیٰ والطبرانیؒ)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی یہ سب مدینہ منورہ سے نکلتے ہی دو رکعت شروع کر دیتے تھے اور مدینہ واپسی تک دو رکعت ہی پڑھتے رہتے تھے اور مکہ مکرمہ میں بھی دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے۔

(۱۳۸۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ کَانَ یَقْصُرُ الصَّلٰوةَ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنْ شِعَبِ الْمَدِیْنَةِ وَیَقْصُرُ اِذَا رَجَعَ حَتّٰی یَدْخُلَهَا (رواہ عبدالرزاق)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت کہ جب آپ مدینہ منورہ کی گھاٹی سے نکل جاتے تو قصر شروع کر دیتے اور جب تک لوٹ کر مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو جاتے قصر ہی کرتے رہتے۔

(۱۳۹۰) عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ الدُّئَلِیِّ اَنَّ عَلِیًّا خَرَجَ مِنَ الْبَصْرَةِ فَصَلَّی الظُّهْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ قَالَ اِنَّا لَوْ جَاوَزْنَا هٰذَا الْخُصَّ لَصَلَّیْنَا رَکْعَتَیْنِ (رواہ ابن ابی شیبةؒ)[3]

جناب ابو الاسود الدئلیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بصرہ سے نکلے تو آپ نے ظہر کی چار رکعات پڑھیں اور فرمایا کہ اگر ہم ان جھونپڑیوں سے نکل گئے ہوتے تو دو رکعت ادا کرتے۔

یعنی شہر کی مضافاتی کچی آبادی سے نکلنے سے پہلے آپ نے چار پڑھیں اور فرمایا کہ اگر ہم ان جھونپڑیوں سے بھی آگے نکل جاتے دو رکعت پڑھتے۔ معلوم ہوا کہ شہر اور اس کے فنا سے نکلنے کے بعد قصر کرنا جائز ہو جاتا ہے اور جب تک فنا کے اندر ہو تو جائز نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین میل پر جا کر قصر کی تھی اس کی وجہ یہی تھی کہ تین میل سے ورے نماز کا وقت ہوا ہی نہیں تھا اور اگر بالفرض مدینہ منورہ سے نکلتے ہی وقت ہو جاتا تو آپ بھی آبادی سے نکلتے ہی قصر کرتے جیسے پہلی روایت کے الفاظ ''مِنْ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ سے نکلتے ہی قصر شروع کر دیتے تھے۔

[1] آثار السنن ص ۲۱٤
[2] آثار السنن ص ۲۱٥ [3] آثار السنن ص ۲۱٤

مدتِ اقامت

جب کوئی شخص بیک وقت اڑتالیس میل یا اس سے بھی زائد سفر کا ارادہ کر کے نکل کھڑا ہو اور کسی دوسرے شہر یا دیہات میں جا کر کچھ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو اگر اس نے کم از کم پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کیا ہو تو اب قصر نہیں بلکہ پوری نماز پڑھے گا کیونکہ وہ ایک قسم کا مقیم بن گیا ہے اور اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو یا کوئی ارادہ نہ ہو تو بدستور قصر ہی پڑھتا رہے گا خواہ اس حالتِ غیر ارادی میں وہ سال بھر یا اس سے بھی زائد مدت ٹھہرا رہے اسکی دلیل یہ احادیث ہیں۔

(١٣٩١) عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَ اِذَا اَجْمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اَتَمَّ الصَّلٰوةَ (رواه ابن ابی شيبةؒ)[1]

جناب مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے تو نماز پوری پڑھتے۔

(١٣٩٢) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَاَتْمِمِ الصَّلٰوةَ وَاِنْ كُنْتَ لَاتَدْرِىْ مَتٰى تَظْعَنُ فَاقْصُرْ (رواه الامام محمد فی الاثار)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تو مسافر ہو اور اپنے دل میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے تو نماز پوری پڑھ اور اگر نہیں جانتا کہ کب سفر کر جائے گا تو قصر کرتا رہ۔

(١٣٩٣) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَّابْنِ عُمَرَؓ قَالَا اِذَا قَدِمْتَ بَلْدَةً وَاَنْتَ مُسَافِرٌ وَفِىْ نَفْسِكَ اَنْ تُقِيْمَ خَمْسَةَ عَشَرَ لَيْلَةً فَاَكْمِلِ الصَّلٰوةَ بِهَا وَاِنْ كُنْتَ لَاتَدْرِىْ مَتٰى تَظْعَنُ فَاقْصُرْهَا (رواه الطحاویؒ)[3]

حضرات ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب تو کسی شہر میں مسافر بن کر آئے اور تیرے دل میں پندرہ رات ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو وہاں نماز پوری پڑھا کر اور اگر تجھے علم نہیں کہ کب سفر ہو جائیگا تو قصر کر۔

ان احادیث مبارکہ سے دونوں باتیں بخوبی ثابت ہوتی ہیں کہ مدتِ اقامت پندرہ رات ہے اور یہ کہ بلا نیت خواہ کتنا ہی عرصہ ٹھہرا رہے وہ قصر ہی کرتا رہیگا۔ اسکی مزید تائید اگلی احادیثِ مبارکہ میں دیکھیں۔

[1] مصنف ابن ابی شيبة ص ٢/٤٥٥
[2] زجاجة ص ٣٧٣ [3] بحوالہ سابقہ

(۱۳۹۴) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَبُوْكَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ (رواه ابوداؤد) [1]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن رہے اور نماز قصر ہی پڑھتے رہے۔

(۱۳۹۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اِرْتَجَّ عَلَيْنَا الثَّلْجُ وَنَحْنُ بِاَذْرَبَائِيْجَانَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فِىْ غَزَاةٍ فَكُنَّا نُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ (رواه البيهقیؒ فی المعرفة باسناد صحيح) [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں چھ ماہ تک آذربائیجان میں رہے کہ ہمارے اوپر برف باری ہونے لگی تو ہم دو دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے۔

وضاحت: جو لشکر دار الحرب میں مصروفِ جہاد ہو اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ حالات کا رخ کیا ہوتا ہے اور اسے کب تک اس دیار میں رہنے کا موقع ملے گا اس لئے اسکی نیتِ اقامت درست نہیں، اسی طرح وہ شخص جو بلا نیت اقامت کافی عرصہ تک کہیں رہتا ہے تو ان دونوں کیلئے یہ احادیث مبارکہ بتلاتی ہیں کہ وہ بدستور قصر کرتے رہیں گے۔ باقی رہی حضرت ابن عباسؓ کی وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں انیس دن رہے یا اٹھارہ دن اور دوگانہ ہی پڑھتے رہے تو اسمیں دراصل اقامت بلانیت کا بیان ہے اس طرح تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر بھی ٹھہرتے تو دوگانہ ہی پڑھتے رہتے اس لئے اس سے انیس دن کی مدت اقامت پر استدلال نہیں ہو سکتا

مسافر کی نماز مقیم کے پیچھے

مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو مقیم جو حالتاً اعلیٰ ہے اسکی اتباع کی وجہ سے مسافر کا دو رکعتی وظیفہ چار کی طرف منتقل ہو جائے گا یعنی وہ بھی امام کی موافقت میں چار ہی پڑھیگا اس کی دلیل یہ حدیث شریف ہے۔

(۱۳۹۶) عَنْ مُوْسَى بْنِ سَلَمَةَؒ قَالَ كُنَّا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍؓ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ اِنَّا اِذَا كُنَّا مَعَكُمْ صَلَّيْنَا اَرْبَعًا وَاِذَا رَجَعْنَا اِلٰى رِحَالِنَا صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ قَالَ تِلْكَ سُنَّةُ اَبِى الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه احمدؒ) [3]

جناب موسیٰ بن سلمہؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے پاس مکہ میں تھے تو میں نے عرض کیا کہ ہم جب آپکے پاس نماز پڑھتے ہیں تو چار رکعت پڑھ لیتے ہیں اور جب اپنے کجاووں میں پڑھتے ہیں تو دو ہی پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہی حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

[1] ابوداؤد ص ۱۷٤
[2] زجاجة ص ۳۷۳ [3] آثار السنن ص ۲۱۷

(۱۳۹۷) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِىْ صَلٰوةِ الْمُقِيْمِ اَكْمَلَ (رواه الامام محمد فی الآثار) ۱

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ جب مسافر مقیم کی اقتداء کرے تو نماز پوری پڑھے۔

مقیم کی نماز مسافر کے پیچھے

جب کوئی مقیم مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو مقیم چونکہ حالتہً اپنے امام سے اعلیٰ ہے اس لئے جب امام دوگانہ پڑھے اور سلام پھیرے تو یہ سلام نہیں پھیرے گا بلکہ اٹھ کر کھڑا ہوجائے گا اور اپنی بقایا دو رکعت پڑھ کر مقیم والی نماز پوری کرلے گا۔ جیسا کہ ان احادیث مبارکہ میں ہے۔

(۱۳۹۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدْتُّ مَعَهُ الْفَتْحَ فَاَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لَيْلَةً لَايُصَلِّىْ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ مَكَّةَ صَلُّوْا اَرْبَعًا فَاِنَّا سَفَرٌ (رواه ابوداؤد والترمذی) ۲

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سفر پہ نکلا اور آپ کے ہمراہ فتحِ مکہ میں شریک ہوا تو آپ نے مکہ مکرمہ میں اٹھارہ رات قیام کیا جبکہ نماز دو دو رکعت ہی پڑھتے تھے اور یوں فرماتے کہ اے اہل مکہ! تم چار رکعت پڑھ لو ہم تو مسافر ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی تھی۔

(۱۳۹۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اِذَا قَدِمَ الْمَكَّةَ صَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ مَكَّةَ! اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ (رواه المالکؒ) ۳

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب مکہ میں تشریف لائے تو انہوں نے دوگانہ نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ اے اہل مکہ! تم اپنی نماز پوری کرلو کیونکہ ہم تو مسافر ہیں۔

ان دونوں واقعات میں جناب رسالتمآب ﷺ اور حضرت عمرؓ نے مکہ میں اور اس کے مضافات میں جو دو دو رکعت پڑھائی ہیں وہ بحیثیتِ مسافر کے ہیں کیونکہ یہ دونوں حضرات مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے اور مکہ میں انہوں نے نیتِ اقامت نہیں کی تھی۔ مگر یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہ آج کل اہلِ مکہ اور دیگر مقیم حضرات منیٰ اور عرفات میں جا کر دوگانہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اقامتِ اصلی یا نقلی کی وجہ سے وہ مسافر نہیں ہوتے جب کہ دوگانہ صرف مسافر کیلئے ہوتا ہے اور کسی صحیح یا صریح حدیث سے مقیم اصلی ونقلی کیلئے منیٰ وعرفات میں دوگانہ ثابت نہیں اور اس بات کی دلیل کہ یہ قصر حج کی وجہ سے نہیں سفر کی وجہ سے ہے انہی احادیث میں لفظ ''فانا قوم سفر'' یا ''فانا سفر'' ہے۔

۱ جامع المسانید ص ٤٠٥
۲ ابوداؤد شریف ص ۱۷۳
۳ موطا امام مالك ص۱۲۳

(۱۴۰۰) وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ ؓ اَنَّهُ قَالَ جَآءَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ؓ يَعُوْدُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ صَفْوَانَ ؓ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُمْنَا فَاَتْمَمْنَا (رواہ مالکؒ) ل

حضرت صفوان بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن عمر عبداللہ بن صفوان کی عیادت کیلئے آئے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم کھڑے ہو گئے اور اپنی نماز پوری کر لی۔

تو معلوم ہوا کہ مسافر امام کی فراغت کے بعد مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اپنی نماز پوری کر لے۔

سواری پر نماز کا حکم

بس میں سیٹوں پر بیٹھ کر نماز نہیں ہوتی کیونکہ فرضِ قیام رہ جاتا ہے اور قبلہ رخ نہیں ہوتا اور کبھی سیٹ پاک نہیں ہوتی، اسلئے ٹکٹ لینے سے پہلے ڈرائیور سے طے کر لیں کہ کہیں بس روک کر ہمیں نماز پڑھانی ہوگی یا ٹکٹ اتنے سفر کا لیا جائے جہاں اتر کر نماز پڑھ سکے ورنہ بس میں سوار نہ ہو ریل گاڑی میں بھی یہی قباحتیں ہیں لیکن اگر وہ قبلہ رخ چل رہی ہو یا وہ قبلہ کی طرف تو نہ ہو مگر اس سیٹ کا رخ قبلہ کی طرف ہو جس پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنی ہے یا جو آنے جانیکی گیلری ہے اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو، جگہ یعنی سیٹ پاک ہو یا مصلی بچھا لیا جائے اور کھڑا بھی ہو سکتا ہو وضو بھی کر لیا ہو تو ریل میں نماز جائز ہے لیکن اگر جاہلوں کی طرح تیمّم کر کے نماز شروع کر دے یا بیٹھ کر پڑھنے لگے اور ننگے پھٹے پر یا فرش پر نماز کی نیت کرے جس کا پاک ہونا مشکوک ہے یا جدھر گاڑی جا رہی ہے ادھر ہی منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ خواہ قبلہ کی مخالف سمت پر چل رہی ہو تو ان تمام صورتوں میں نماز نہیں ہوتی۔

الحاصل اگر باوضو ہو اور جگہ بھی پاک ہو قبلہ رخ بھی کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہو تو نماز جائز ہے ہوائی جہاز میں بھی یہی شرائط ہیں اگر طہارت، قیام اور قبلہ رخ کی شرائط پوری ہو سکتی ہوں تو فرض ادا کر لے تو نماز جائز ہو جائے گی ورنہ نہیں اگر یہ فرائض ادا نہ ہو سکتے ہوں تو نماز قضا کر دے اور جہاں اترے وہاں جا کر نماز کی قضا کر لے۔ فتاوی لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز اکثر علماء کے نزدیک جائز ہو جاتی ہے بشرطیکہ نماز کو اسکی تمام شرائطِ صحت کے ساتھ ادا کیا جائے اور دیگر شرائط میں نقص نہ رہ جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱/۳۸۶)

حضور اکرم ﷺ نفلی نماز سواری پر بیٹھے بیٹھے پڑھ لیتے تھے مگر فرضوں کیلئے نیچے اتر آتے تھے کیونکہ سواری پر قیام نہیں ہو سکتا اس سے یہی معلوم ہوا کہ اگر نماز سے باہر کے ارکان یا شرطیں سواری میں پورے ہو سکتے ہوں تو نماز پڑھ سکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم۔ فضل الرحمٰن

گاڑی یا ہوائی جہاز میں نماز پڑھ سکتے ہیں اگر گاڑی یا جہاز کا پھر جانا محسوس ہو نمازی بھی ادھر گھوم جائے۔ واللہ اعلم

ل مؤطا امام مالک ص ۱۳۳

کچھ تفصیل: فتاوی دار العلوم ج ۴ ص ۱۴۶ میں ہے "مصلی ریل را در نمازِ فرض قعود قطعا جائز نیست و در نمازِ نفل جائز است البتہ اگر زیِ الحقیقت ہجوم ایں قدر باشد کہ حرکتِ رکوع و سجود ممکن نیست و نیز بر صلوۃ از خارج ریل قادر نیست بلا استقبال و بلا قیام ادا کند وایں صورت نادر است"، یعنی ریل کے مسافر کیلئے فرض نماز میں بیٹھنا قطعا جائز نہیں ہے لیکن نفل نماز میں جائز ہے البتہ اگر بھیڑ اس قدر زیادہ ہو کر رکوع سجدے کی حرکتیں ممکن نہ ہوں اور گاڑی سے اتر کر بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو بلا استقبال و بلا قیام پڑھ لے مگر یہ صورت بہت ہی نادر ہے یعنی حتی الوسع قیام کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ ناممکن ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ فضل الرحمٰن

عمدۃ الفقہ میں ہے "اسی طرح ریل میں بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے اور جب نماز پڑھتے میں ریل گاڑی گھوم جائے اور قبلہ دوسری طرف ہو جائے تو یہ بھی اس طرف گھوم جائے اور قبلہ کی طرف منہ کر لے یہ ضروری ہے ورنہ نماز جائز نہ ہوگی البتہ اگر ریل گاڑی میں قبلہ کی سمت پر قادر نہ ہو مثلاً جگہ کی تنگی یا تختوں وغیرہ کے دوسرے رخ ہونے کی وجہ سے اور خالی جگہ میں سامان بھرا ہونے یا گیلا ہونے کی وجہ سے تو جس طرف قادر ہو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے اور کھڑا ہونے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور بیٹھنے کی جو بھی ہیئت حاصل ہو سکے اسی طرح بیٹھ کر پڑھ لے نماز نہ چھوڑے......ترکِ نماز کے لئے بہانہ تراشی نہ کرے اور جس قدر قادر ہو سکے اپنی کوشش ضرور کرے امکانی کوشش کئے بغیر بیٹھ کر پڑھے گا تو ترکِ قیام کی وجہ سے نماز نہیں ہوگی اسی طرح تحویل قبلہ کے وقت رخ قبلہ کی جانب نہیں کرے گا تو بھی نماز نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم

جمع بین الصلوٰتین

دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی دو صورتیں، ایک حقیقی اور دوسری صوری، پھر حقیقی کی بھی دو قسمیں ہیں جمع تقدیم اور جمع تاخیر جمع تقدیم یہ ہے کہ پچھلی نماز کو پہلی کے وقت میں اس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے جیسے عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھنا اور جمع تاخیر یہ کہ پہلی نماز کو پچھلی نماز کے وقت میں اس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے جیسا کہ مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھنا جمع حقیقی ہم احناف کے نزدیک صرف عرفات اور مزدلفہ ہی میں ہوتی ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

(۱۴۰۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا اِلَّا بِجَمْعٍ وَّعَرَفَاتٍ (رواه النسائیؒ) ؎

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہمیشہ اس کے وقت ہی میں پڑھا کرتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔

(۱۴۰۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ مَارَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً قَطُّ اِلَّا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا

؎ نسائی شریف ص ۴۴/۲

لِوَقْتِهَا اِلاَّ اَنَّهٗ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِعَرَفَةَ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِجَمْعٍ اَیْ مُزْدَلِفَةَ (رواه النسائی و عبد الرزاق)[1]

مگر اس کے وقت میں مگر ہاں آپ نے ظہر اور عصر کو عرفات میں اور مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(١٤٠٣) وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ فَارَوُنْدَا قَالَ سَاَلْنَا سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ الصَّلٰوةِ فِی السَّفَرِ فَقُلْنَا اَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يَجْمَعُ بَيْنَ شَیْئٍ مِنَ الصَّلٰوةِ فِی السَّفَرِ؟ فَقَالَ لَا اِلاَّ بِجَمْعٍ (رواه النسائی)[2]

کثیر بن فاروندا کہتے ہیں کہ ہم نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا کہ کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نمازوں کو جمع کر کے پڑھا کرتے تھے انہوں نے جواب دیا نہیں سوائے مزدلفہ کے۔

اس کے علاوہ سفر میں جمع کے متعلق جو احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں ان میں صرف جمع صوری کا بیان ہے نہ کہ حقیقی کا چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے اسفار میں سفری ضرورتوں کی وجہ سے نمازوں میں محض تقدیم وتاخیر سے کام لیا ہے یعنی ظہر کے وقت سواری پر سفر کر رہے ہوتے تو ظہر کو مستحب وقت میں پڑھنے کی بجائے آخری وقت میں جا کر پڑھتے تا کہ اس کے فوراً بعد عصر کا وقت شروع ہو تو پانچ منٹ ٹھہر کر عصر کو اس کے اوّل وقت میں پڑھ لیا جائے اس طرح دو نمازوں کیلئے ایک ہی دفعہ میں سواری سے اترنا اور وضو کرنا پڑتا ہے سفر کا دوہرا حرج نہیں ہوتا آئندہ احادیثِ مبارکہ اس پر شاہدِ عدل ہیں۔

(١٤٠٤) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَجَّلَهُ السَّيْرُ فِی السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰی يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْعِشَآءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ يَفْعَلُهٗ اِذَا عَجَّلَهُ السَّيْرُ يُقِيْمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰی يُقِيْمَ الْعِشَآءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے جب دورانِ سفر چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ اسے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے سالم کہتے ہیں اور حضرت ابن عمرؓ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے جب انکو جلدی ہوتی تو مغرب کی اقامت کہتے اور اسکی تین رکعات پڑھ لیتے اور پھر سلام پھیرتے اور تھوڑی دیر توقف کرتے یہاں تک کہ عشاء کی تکبیر کہتے اور دو رکعات پڑھ لیتے اور

[1] مصنف عبدالرزاق ص ٥٢١/٢

[2] نسائی شریف ص ٢٨٨/١

بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَّلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ (رواہ البخاری) ۱

سلام پھیر دیتے اور ان دونوں کے درمیان نفل کی ایک رکعت بھی نہ پڑھتے اور نہ عشاء کے بعد کوئی سجدہ کرتے یہاں تک کہ آدھی رات کو اٹھ کھڑے ہوتے۔

اس حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فعل نے رسول اللہ ﷺ کے عمل کی تشریح کر دی ہے کہ مغرب کو مؤخر فرماتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے تا کہ مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت شروع ہو جائے پھر جب عشاء کا وقت شروع ہو جاتا تو فوراً عشاء کی دو رکعات پڑھ لیتے تو یہ محض صوری جمع ہے نہ کہ حقیقی، اسکی مزید تفصیل اگلی حدیث میں دیکھیں۔

(۱۴۰۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ وَ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَ يُقَدِّمُ الْعِشَاءَ (رواہ الطحاوی واحمد والحاکم و اسنادہ حسن) ۲

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ظہر کو مؤخر فرماتے اور عصر کو مقدم اور مغرب کو مؤخر کرتے اور عشاء کو مقدم۔

(۱۴۰۶) عَنْ نَافِعٍ وَّعَبْدِاللّٰهِ بْنِ وَاقِدٍ اَنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ قَالَ "اَلصَّلٰوةُ"، قَالَ "سِرْ سِرْ"، حَتّٰى اِذَا كَانَ قَبْلَ غُيُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجَّلَ بِهٖ اَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِيْ صَنَعْتُ فَسَارَ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ مَسِيْرَةَ ثَلَاثَةٍ (رواہ ابوداؤدؒ والدار قطنی) ۳

جناب نافعؒ اور عبداللہ بن واقدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے مؤذن نے کہا کہ حضرت نماز آپ نے فرمایا "چلو چلو"، یہاں تک کہ جب شفق ڈوبنے لگی تو اترے اور مغرب کی نماز پڑھائی پھر اتنا انتظار کیا کہ شفق بالکل ختم ہو گئی پھر عشاء پڑھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی امر کی جلدی ہوتی تو وہ ایسا ہی کرتے تھے جیسا میں نے کیا آپ نے اس دن رات میں تین دن کی مسافت طے کی۔

اس روایت نے ہمارے مقصد و دعویٰ کو بالکل واضح اور ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نمازوں کو حقیقتاً ایک وقت میں جمع نہ فرماتے تھے بلکہ پہلی کو مؤخر اور پچھلی کو مقدم کر کے اپنے اپنے وقت کے آخر و اول میں پڑھ لیتے تھے اور دونوں نمازوں کے بیچ میں

۱ بخاری شریف ص ۱۴۹

۲ آثار السنن ص ۲۲۳ ۳ ابوداؤد ص ۱۷۱

فوراً اسا انتظار بھی اس لئے کرتے تھے کہ پچھلی نماز پہلی کے وقت میں نہ پڑھی جائے یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل ہے آپ دیکھیں امیر المؤمنین حضرت علیؓ کا عمل وہ عملِ رسول اللہ ﷺ کی اسی طرح تشریح و تعمیل کرتے ہیں۔

(۱۴۰۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِيٍّ كَانَ اِذَا سَافَرَ سَارَ بَعْدَ مَاتَغْرُبُ الشَّمْسُ حَتّٰى كَادَ اَنْ تُظْلِمَ ثُمَّ يَنْزِلُ فَيُصَلِّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْعُوْ بِعَشَآئِهٖ فَيَتَعَشّٰى ثُمَّ يُصَلِّى الْعِشَآءَ ثُمَّ يَرْتَحِلُ وَيَقُوْلُ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ (رواہ ابوداؤد) [1]

حضرت عبداللہ بن محمد بن علی اپنے باپ پھر اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب سفر کرتے تو غروب آفتاب کے بعد چلتے رہتے حتی کہ اندھیرا چھانے لگتا تو اتر آتے اور نمازِ مغرب ادا کرتے پھر اپنا شام کا کھانا طلب کرتے اور اس سے فارغ ہوکر پھر عشاء پڑھتے بعد ازاں چل پڑتے اور فرماتے رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

لیجئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازوں کو حقیقتاً جمع نہیں فرماتے تھے صرف مغرب کو مؤخر کرکے عشاء کے قریب اور عشاء کو مقدم کرکے مغرب سے متصل پڑھ لیتے تھے لیکن دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت کے اندر ہی اندر ادا ہوتی تھی اسی تحفظ وقت کیلئے دونوں کے بیچ میں کھانا تناول کیا جاتا تھا کہ مغرب عشاء کے وقت میں اور عشاء مغرب کے وقت میں داخل نہ ہوجائے۔

لہٰذا مدینہ منورہ میں جو جمع کی روایات ملتی ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایات......

(۱۴۰۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا سَفَرٍ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ فَسَاَلْتُ سَعِيْدًا لِمَ فَعَلَ ذَالِكَ فَقَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَقَالَ اَنْ لَّايُحَرِّجَ اَحَدًا مِّنْ اُمَّتِهٖ (رواہ مسلم) [2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف یا سفر کے ظہر اور عصر کو جمع فرمایا ابوزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ سوال ابن عباسؓ سے کیا تھا جیسے تم نے مجھ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے چاہا کہ اپنی امت کے کسی فرد کو حرج میں مبتلا نہ کریں۔

[1] آثار السنن ص ۲۲۵

[2] مسلم شریف ص ۱/۲۴۶

باب سے یہ حدیث شریف ہے۔

(۱۴۰۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِالْمَدِيْنَةِ فِىْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ (رواه مسلم)[۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے ظہر،عصر اور مغرب وعشاء کو جمع کیا۔

ان میں جمع حقیقی قطعاً نہیں ہوسکتی یقیناً جمع صوری ہوگی جو بیان جواز کیلئے رسول اللہ ﷺ نے کر کے دکھائی اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۴۱۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَسَبْعًا قُلْتُ يَا اَبَا الشَّعْثَآءِ اَظُنُّهٗ اَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَآءَ قَالَ وَاَنَا اَظُنُّ ذَالِكَ (رواه مسلم)[۲]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعتیں اکھٹی اور سات رکعت اکھٹی پڑھیں میں نے کہا کہ اے ابوالشعثاء! میرا خیال ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا ہے اور عصر کو مقدم اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کیا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

مذکورہ حدیث میں آٹھ رکعتوں سے ظہر اور عصر کے چار چار فرض مراد ہیں اسی طرح سات رکعتوں میں مغرب کے تین اور عشاء کے چار فرض مراد ہیں۔

(۱۴۱۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَسَبْعًا جَمِيْعًا اَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَآءَ (رواه النسائیؒ)[۳]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ظہر اور عصر کی آٹھ رکعتیں اکھٹی ادا کی ہیں اور مغرب و عشاء کی سات رکعات اکھٹی ادا کی ہیں۔

[۱] مسلم شریف ص ۲۴۶/۱
[۲] مسلم شریف ص ۲۴۶/۱
[۳] نسائی شریف ص ۹۸/۱

نماز اپنے اپنے وقت میں مقدم ومؤخر کر کے پڑھی گئی ہے۔ ان روایات میں حضرت ابن عباسؓ نے خود ہی تشریح وتوجیہ بیان فرمادی ہے کہ یہ صرف صورتاً جمع تھی ورنہ حقیقت میں تو ہر

(۱۴۱۲) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَجَعَلَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ يُصَلِّیْ الظُّهْرَ فِیْ اٰخِرِ وَقْتِهَا وَيُصَلِّی الْعَصْرَ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِهَا (رواه الطبرانیؒ فی الاوسط ورواه الہیثمی فی الزوائد) ۱

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ ہم غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں سفر پر چلے تو آپ نے ظہر اور عصر کو جمع کرنا شروع کیا ظہر اس کے آخر وقت میں پڑھ لیتے اور عصر اس کے شروع وقت میں۔

لیجئے اس حدیث شریف نے تو کسی قسم کا خفا اور پردہ نہیں رہنے دیا صاف مذکور ہے کہ ظہر آخری وقت میں پڑھی جاتی تھی اور عصر اپنے شروع وقت میں جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ باقی رہیں وہ روایات کہ جن سے فریقِ مخالف استدلال کرتا ہے تو ان میں ایک بھی ایسی نہیں کہ جس میں جمع حقیقی اور وقتی کی صراحت ہو کہ ایک ہی نماز کے وقت میں دوسری کو بھی پڑھ لیا گیا ہو نہیں صرف جمع کے لفظ نے مغالطے میں ڈال رکھا ہے جسے حقیقت کی بجائے صورت پر محمول کرلیں تو یہ الجھن اپنے آپ دور ہو جائے گی کیونکہ صحابہ کرامؓ کا تعامل بھی اسی کے مطابق ہے اور تمام نمازیں بھی اپنے اپنے اوقات میں بحال رہتی ہیں۔

مقیم کیلئے جمع

جب سفر میں بھی جمع صرف صورتاً تھی نہ کہ حقیقتاً تو حضر میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں حقیقتاً جمع کرلی جائے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے۔

(۱۴۱۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِغَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتٰى بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْكَبَائِرِ (رواه الحاکمؒ) ۲

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا تو وہ کبیرہ گناہوں کے ایک دروازے میں داخل ہو گیا۔

(۱۴۱۴) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَؓ الْعَدَوِیِّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ كَتَبَ اِلٰى عَامِلٍ لَّهٗ ثَلَاثٌ مِّنَ الْكَبَائِرِ

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے

۱ معارف السنن ص ۴۸۷
۲ تبلیغی نصاب ص ۳۴۵

اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ اِلاَّ مِنْ عُذْرٍ وَّالْفِرَارُ عَنِ الزَّحْفِ وَالنُّهْبٰى (رواه البيهقی والحاكم فی المستدرك)۱

ہیں بغیر عذر کے دونمازوں کو جمع کر کے پڑھنا لڑائی سے بھاگنا اور لوٹ کھسوٹ۔

واضح ہو کہ عذر سے مراد عذرِ شرعی ہے نہ کہ فٹ بال کھیلنا جیسے مولوی ثناء اللہ غیر مقلد نے اس کو عذر بنا کر جمع کو جائز قرار دیا ہے۔ فتاوی ثنائیہ ص ۱/ ۶۲۱

(۱۴۱۵) عَنْ اُبَيِّ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ جَآئَنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ لَا تَجْمَعُوْا بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ اِلاَّ مِنْ عُذْرٍ (رواه ابن ابی شيبة)۲

ابی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مراسلہ آیا کہ دونمازوں کے درمیان بغیر عذر کے جمع نہ کرو۔

یعنی عذر شرعی کے بغیر جیسے سفر مرض وغیرہ۔

(۱۴۱۶) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ مَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً اِلاَّ لِمِيْقَاتِهَا اِلاَّ صَلٰوتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا (رواه الشيخان)۳

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز ہمیشہ اپنے وقت میں پڑھتے دیکھا ہے سوائے دونمازوں مغرب اور عشاء کے میدانِ مزدلفہ میں اور اسی دن نمازِ فجر آپ نے قبل از وقت پڑھائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جمع حقیقی صرف دو مقامات پر جائز ہے جن میں سے ایک اس حدیث شریف میں بیان ہے اور دوسرا مقام عرفات ہے ان کے ماسوا اور کہیں بھی حقیقی جمع نہیں ہو سکتی اور رسول اللہ ﷺ نے نہیں کی۔ دوسری اہم بات اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس دن نمازِ فجر جو غلس یعنی اندھیرے میں پڑھی گئی تھی اسے حضرت ابن مسعودؓ قبل از وقت قرار دیتے ہیں یعنی قبل از وقتِ مستحب تو معلوم ہوا کہ فجر کا وقتِ مستحب غلس نہیں بلکہ اسفار ہے۔ یعنی اندھیرے میں پڑھنا نہیں بلکہ خوب روشن کر کے پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

جمع بین الصلوٰتین کی مسنون صورت

(۱۴۱۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتٰى

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (منیٰ) سے چلے تو عرفات میں آئے آپ کیلئے وہاں مقام

۱ بيهقی ص۱۶۹ ج۲ ، مستدرك حاكم بحواله حديث اہل حديث ص۲۵۵
۲ مصنف ابن ابی شيبة ص۲/ ۴۵۸ ۳ مشكوٰة شريف ص ۲۳۰

عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰى اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَآءِ فَرُحِلَتْ لَهُ حَتّٰى اِذَا انْتَهٰى اِلٰى بَطْنِ الْوَادِىْ خَطَبَ النَّاسَ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا (رواہ نسائی)[1]

نمرہ پر خیمہ لگا ہوا پایا آپ اس میں اتر پڑے جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے قصواء اچی طیار کرنے کا حکم دیا پس وہ طیار کردی گئی پھر آپ چل کر جب بطنِ وادی پہنچے تو لوگوں کو خطبہ دیا پھر بلالؓ نے اذان پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھائی اوران دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

(١٤١٨) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَؓ حَيْثُ اَفَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا اَتٰى جَمْعًا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْمَكَانِ مِثْلَ هٰذَا (رواہ نسائی)[2]

حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا جب آپ عرفات سے چلے پھر جب مزدلفہ پہنچے تو مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھا پھر جب اس سے فارغ ہوئے تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر ایسے ہی کیا تھا۔

ان دونوں مواقع کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے جمع حقیقی کرنا کسی مقام پر صحیح حدیث سے ثابت نہیں جبکہ غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر ظہر کے بعد فٹ بال کھیلنا ہو تو ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں اکھٹی کر کے پڑھ لو تا کہ کھیل میں حرج نہ ہو نماز میں حرج ہوتا ہے تو ہوتا رہے دراصل ان لوگوں نے دین کو بھی فٹ بال بنا رکھا ہے جدھر چاہتے ہیں اسے لڑھکا دیتے ہیں۔

[1] سنن نسائی ص ۲۹۰/۱ [2] بحوالہ سابقہ

باب العیدین

عید مسلمانوں کیلئے خوشی کی واحد دینی تقریب ہے جو سال میں دو دفعہ منائی جاتی ہے تیسری کوئی عید نہیں مگر آج کل بدعت پسند جاہل مسلمانوں نے یوم میلاد النبی کو بھی عید میلا د النبی کہنا اور دھوم دھام سے منانا شروع کر دیا ہے اسی طرح ایک اور دن بھی چوری والی عید منائی جاتی ہے اسے تحریفِ دین کے بغیر کیا نام دیا جاسکتا ہے یہ کارِ ثواب تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اگر ہر کسی کو اپنی پسند کی عید گھڑنے کا اختیار دیا جائے تو مسنون و ماثور عیدوں اور من گھڑت عیدوں میں کوئی امتیاز ہی باقی نہیں رہے گا اور دینِ محمدی مسخ ہو کر رہ جائیگا اس لئے علماءِ وقت پر لازم ہے کہ ایسی بدعات کی روک تھام کر کے دینِ اسلام کو تحریف اور تخریب جاہلاں سے بچائیں اور اپنے علم کو اس ضرورت کے وقت ظاہر کر کے آخرت میں آگ کی لگام سے بچیں اور گونگے شیطان کا مصداق نہ بنیں۔ احادیثِ مبارکہ میں صرف دو ہی عیدوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ روایت ہے......

(۱۴۱۹) قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ (رواه فی الترغیب والترہیب عن ابن ماجۃ)[۱]

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص دونوں عیدوں کی راتوں میں ثواب کی نیت سے نماز میں قیام کرے اسکا دل ایسے دن نہیں مریگا جبکہ دوسروں کے دل مر جائینگے۔

(۱۴۲۰) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ بُرْدَهُ الْاَحْمَرَ فِي الْعِيْدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ (رواه ابن خزيمة)[۲]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں عیدوں اور جمعہ کے دن اپنی سرخ چادر پہنا کرتے تھے۔

(۱۴۲۱) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ (رواه مسلم)[۳]

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے متعدد مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دونوں عیدوں کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی۔

(۱۴۲۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اہل مدینہ کے دو دن مقرر

[۱] خطبات الاحکام ص۱۰۳ [۲] آثار السنن ص ۲۵۱
[۳] مسلم شریف ص ۲۹۰

فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمْ يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ (رواہ ابوداؤد)[۱]

تھے جن میں وہ کھیل کود اور تفریح کرتے تھے آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ یہ دن کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ان دنوں میں کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے بہتر دن دیے ہیں اور وہ ہیں یوم قربانی وفطر۔

ان تمام احادیثِ مبارکہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خدا و رسول کے نزدیک بھی دو عیدیں ہی مسنون ومشروع ہیں باقی تمام لوگوں کی من گھڑت اور بدعت کا پلندہ ہیں خواہ وہ میلاد کے نام پر منائی جاتی ہو یا چوری کے بہانے سے لہٰذا انکا ترک لازم اور شرکت گناہ ہے۔

عید میلاد النبی کی ابتداء

ابن خلکانؒ نے لکھا ہے کہ شاہِ اربل الملک المظفر المولود ۵۴۹ھ مولد شریف بڑی دھوم دھام اور تزک واحتشام سے منایا کرتا تھا یہ جنگ صلیبی کا زمانہ تھا۔ ابن دحیہ المتوفی ۶۶۳ھ نے اس کیلئے ایک کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر تصنیف کی۔ گویا یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس بدعت کو مدلل کرنے کیلئے ایک دنیادار بادشاہ کے خوشامدی مولوی نے تحریر کی اس بدعت کا پسِ منظر یہ ہے کہ صلیبی لوگ سلطان نور الدین زنگیؒ اور غازی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے مجاہدانہ کارناموں اور اہل صلیب پر ان کی بے پناہ ترک تازیوں سے گھبرائے اور تنگ آئے ہوئے تھے جیسا کہ آپ ابن خلکانؒ کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں کہ یہ صلیبی جنگوں کا زمانہ تھا لہٰذا وہ مسلمانوں کو کارِ جہاد سے ہٹا کر کسی ایسے مشغلے میں مشغول کرنا چاہتے تھے جس سے انکی دینی حس بھی مطمئن ہو جائے اور وہ جہاد و قتال کی مصروفیات سے بھی ہاتھ اٹھالیں چنانچہ انہوں نے شاہِ اربل کو اپنا آلہ کار بنا کر ایک طرف تو اسے مجاہدین اسلام کی معاونت ورفاقت سے باز رکھا اور دوسری طرف اسے اس بدعتِ میلاد میں اس بری طرح پھنسایا کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے علی الرغم اسی کو وقت کا سب سے بڑا وظیفہ اور تمام دینیات کا خلاصہ سمجھنے لگا نہ صرف خود بلکہ پوری قوم کو بھی اسنے جبراً اس بے سروپا بدعت میں مصروف کر دیا لیکن راعی اور رعایا کے دونوں طبقے اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مطمئن تھے کہ ہم سرکارِ دوجہاں سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کا مقدس میلاد مناتے ہیں جسکے برابر کوئی نیکی نہیں ہوسکتی حالانکہ وہ اس میلاد کے پردے میں جہادِ فی سبیل اللہ سے جی چرا رہے تھے۔ تو یہ ہے اس خوش نما اور خوبصورت بدعت کی حقیقت جسے سنیت کا معیار قرار دے کر اسمیں شرکت نہ کرنے والوں کو وہابی بلکہ کافر بنایا جارہا ہے۔

[۱] ابوداؤد ص ۷۶۱

ہندوپاک میں جلوس میلاد النبی کی ابتداء تو ابھی کل کی بات ہے جو غالباً ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ شروع کیا گیا ہے۔اس کے بانی جناب شیخ عنایت اللہ قادری اب تک لاہور میں بقیدِ حیات ہیں ہاں ان کے دو رفیق مولوی عبدالمجید صاحب پٹی والے مدیر رسالہ ایمان اور موجودہ میئر لاہور میاں شجاع الرحمٰن کے والد انتقال کر گئے ہیں۔

یوم عید کے مستحبات وسنن

(١٤٢٣) عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ بُرْدَهُ الْاَحْمَرَ فِی الْعِيْدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ (رواه ابن خزيمة)١

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں عیدوں اور جمعہ کے دن اپنی سرخ چادر پہنا کرتے تھے۔

(١٤٢٤) عَنِ الْفَاكِهِ بْنِ سَعْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْمَ الْعَرَفَةِ (رواه ابن ماجةؒ)٢

حضرت فاکہہ بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر اور عیدِ قربان اور عرفہ کے دن غسل کرتے تھے۔

(١٤٢٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ اَنْ يُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوةِ وَكَانَ هُوَ يُؤَدِّيْهَا قَبْلَ ذَالِكَ بِيَوْمَيْنِ (رواه ابوداؤدؒ)٣

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ صدقۂ فطر لوگوں کے عید کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کردیا جائے جہاں تک آپکی ذات کا تعلق ہے تو آپ اسے ایک دو دن پہلے ہی ادا کردیا کرتے تھے۔

(١٤٢٦) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ (رواه البخاریؒ) ٤ وَفِی رِوَايَةٍ وَيَاْكُلُهُمْ وِتْرًا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند کھجوریں کھانے سے پہلے عید الفطر کی طرف نہیں نکلا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ انہیں طاق عدد کے لحاظ سے کھاتے تھے۔

(١٤٢٧) وَعَنْ بُرَيْدَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کیلئے نہیں نکلا کرتے تھے یہاں تک کہ کچھ کھا لیتے اور

١ آثار السنن ص٢٥١ ٢ ابن ماجة ص٩٤
٣ ابو داؤد ص٢٢٧ ٤ بخاری شریف ص١٣٠

يَطْعَمَ وَكَانَ لَايَأكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ حَتّٰى يَرْجِعَ فَيَأكُلُ مِنْ اُضْحِيَتِهٖ (رواه الدار قطنیؒ) ١

عید قربان کے دن لوٹنے سے پہلے کچھ نہیں کھاتے تھے واپس آ کر اپنی قربانی ہی کا گوشت کھاتے تھے۔

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عید کے دن نہا دھو کر اپنا اچھے سے اچھا لباس پہننا چاہئے اور عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کوئی چیز کھا، پی لینا مستحب ہے لیکن عید قربان کو کچھ بھی کھانا نہیں چاہئے عید پڑھنے کے بعد سب سے پہلے اپنی قربانی ہی کا گوشت کھانے یہی سنت رسول اللہ ﷺ ہے لیکن متعلقہ حدیث میں چونکہ کھانے کی نفی ہے پینے کی نہیں اس لئے میرے خیال میں اگر کوئی چیز پی لی جائے تو خلاف سنت نہیں ہوگا مثلاً چائے دودھ یا لسی پی کر چلا جانا۔ یہ صرف میرا ذوق ہے مجھے کسی کتاب میں اس کی تصریح نہیں ملی لیکن اگر کھانے اور پینے دونوں کو مؤخر کرے تو احوط ہے اور امت کا تعامل بھی اسی پر ہے۔ عید الفطر کو عید کیلئے نکلنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہئے بلکہ زیادہ بہتر ہے کہ ایک دو دن پہلے ہی نکال دیا جائے۔

نمازِ عید کے مستحبات

(١٤٢٨) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ اِلَى الْمُصَلّٰى (رواه الشیخانؒ) (الحدیث) ٢

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید کے لئے عیدگاہ جایا کرتے تھے۔

(١٤٢٩) عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا اَنَّهٗ كَانَ اِذَا غَدَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى يَجْهَرُ بِالتَّكْبِيْرِ حَتّٰى يَاْتِیَ الْمُصَلّٰى ثُمَّ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَاْتِیَ الْاِمَامُ (رواه الدارقطنیؒ والبیہقیؒ) ٣

حضرت ابن عمرؓ سے موقوفاً روایت ہے کہ آپؓ جب عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن نماز کیلئے نکلتے تو بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہوئے جاتے یہاں تک کہ عید گاہ پہنچ جاتے پھر تکبیریں کہتے رہتے حتی کہ امام آجاتا۔

تکبیراتِ تشریق

(١٤٣٠) عَنْ شَرِيْكٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اِسْحَاقَ كَيْفَ كَانَ يُكَبِّرُ عَلِیٌّ وَّعَبْدُاللّٰهِ قَالَ كَانَا

جناب شریکؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابو اسحاقؒ سے پوچھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کیسے

١ آثار السنن ص ٢٥١ ٢ بخاری شریف ص ١٣١
٣ نصب الرایة ص ٢٠٩

يقولان "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ" (رواه ابن ابی شیبة)۱

تکبیریں کہا کرتے تھے؟انہوں نے جواب دیا اللہ اکبر اللہ اکبر الخ

(۱۴۳۱) عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ يُكَبِّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ يَوْمِ النَّحْرِ يَقُوْلُ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ" (رواه ابن ابی شیبة)۲

جناب اسودؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روزِ عرفہ کی نمازِ فجر سے قربانی کے آخری دن عصر تک تکبیریں کہا کرتے تھے۔"اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاللّٰـهُ اَكْبَرُ اَللّٰـهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ"

(۱۴۳۲) وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَيُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ (رواه ابن ابی شیبة)۳

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ روزِ عرفہ کی فجر کے بعد سے آخری ایام تشریق کی عصر تک تکبیریں کہتے تھے اورعصر کے بعد بھی تکبیریں کہتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذوالحجہ کی نویں تاریخ کی فجر سے لیکر تیرھویں کی عصر تک تکبیراتِ تشریق پڑھنی چاہئے کیونکہ آخری یوم تشریق تیرہ تاریخ ہی ہے۔

(۱۴۳۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ (رواه البخاریؒ)۴

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن راستہ بدل کر آیا کرتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نمازِ عید عید گاہ میں جا کر پڑھنا مسنون ہے اور عید گاہ کو جاتے ہوئے عید الفطر میں آہستہ آواز سے اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے تکبیرات کہنی چاہئے نیز عید گاہ کو جانے اور واپس آنے کا راستہ بھی مختلف ہونا چاہئے تا کہ دونوں راستے اس کی تکبیر کے گواہ بن جائیں۔

(۱۴۳۴) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَصَابَ النَّاسَ مَطَرٌ فِىْ يَوْمِ عِيْدٍ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فِى الْمَسْجِدِ (رواه ابن ماجةؒ)۵

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ عہدِ رسالت میں عید کے دن لوگوں کو بارش کا سامنا ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے انہیں مسجد میں نمازِ عید پڑھادی۔

۱ ابن ابی شیبة ص۱۶۸ ۲ ابن ابی شیبة ص۱۶۵
۳ ابن ابی شیبة ص۱۶۴ ۴ بخاری شریف ص۱۳۴
۵ ابن ماجة ص۹۴

اس سے معلوم ہوا کہ عذر ہو تو مسجد میں بھی نمازِ عید پڑھ سکتے ہیں۔

(۱۴۳۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ ؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّىْ قَبْلَ الْعِيْدِ شَيْئًا فَاِذَا رَجَعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ (رواہ ابن ماجۃ) ۱

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے پھر جب لوٹتے تو گھر آکر دو نفل پڑھا کرتے تھے۔

تو گویا عید سے پہلے گھر اور عید گاہ میں اور عید کے بعد صرف عید گاہ میں نفل پڑھنا خلافِ سنت اور مکروہ ہے البتہ واپسی میں گھر آکر پڑھ سکتا ہے۔

قربانی کے دن تین ہیں

حضرت ابن مسعودؓ کی تکبیراتِ تشریق والی روایت میں ''اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ يَوْمِ النَّحْرِ'' کے جو الفاظ آئے ہیں اس سے بعض ظاہر پرستوں کو دھوکا لگ گیا ہے کہ ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ بھی قربانی کا دن ہے کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ نے ''آخِرُ يَوْمِ النَّحْرِ'' کہا ہے دراصل ''آخِرُ يَوْمِ النَّحْرِ'' سے ابن مسعودؓ کی مراد ''آخِرُ اَيَّامِ تَشْرِيْقِ'' ہے جب دیگر بیسیوں صحابہؓ سے ''آخِرُ اَيَّامِ تَشْرِيْقِ'' ہی منقول ہے صرف مصنف ابن ابی شیبۃ میں ۱۲ صحابہؓ و تابعین سے ''آخِرُ اَيَّامِ تَشْرِيْقِ'' کے الفاظ منقول ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت علیؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت مکحولؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت امام زہریؒ اور حضرت حسن بصریؒ۔ تو یہ صرف تعبیر کا فرق ہے ورنہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک بارھویں ذی الحجہ قربانی کی آخری تاریخ ہے مؤطا امام مالک میں اس کی تصریح منقول ہے آپ کے الفاظ ہیں۔

(۱۴۳۶) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ الْاَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى (رواہ الامام مالك فی موطاہ) ۲

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ قربانی عید کے دو دن بعد تک ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا بھی یہی مذہب ہے کہ قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں اور بارھویں تاریخیں ہیں، اور یہی بات محلی ابن حزم میں کہی گئی ہے، ابن حزم ظاہری نے قربانی کے ان تین دنوں کو چھ صحابہؓ سے نقل کیا ہے محلی میں امیر المومنین حضرت علیؓ سے ''اَلْاَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ'' کی تشریح بایں الفاظ منقول ہے۔

۱ ابن ماجۃ ص ۹۳، نصب الرایۃ ص ۲۱۱
۲ مؤطا امام مالك ص ۴۹۷

(۱۴۳۷) عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ قَالَ "اَلْاَیَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ یَوْمُ النَّحْرِ وَیَوْمَانِ بَعْدَهٗ اِذْبَحْ فِیْ اَیِّهَا شِئْتَ وَاَفْضَلُهَا اَوَّلُهَا (محلی بن حزم) [1]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایامِ معدودات یوم نحر یعنی دسویں تاریخ اور دو دن اسکے بعد والے ہیں ان میں سے جس میں چاہو ذبح کرو لیکن افضل سو پہلا دن ہی ہے۔

بخاری شریف میں ہے......

(۱۴۳۸) قَالَ اَبُوْ عُبَیْدٍ ثُمَّ شَهِدْتُهٗ مَعَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ فَصَلّٰی قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهَاكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا لُحُوْمَ نُسُكِكُمْ فَوْقَ ثَلَاثٍ (رواہ البخاریؒ) [2]

ابو عبید کہتے ہیں کہ پھر میں عید کے دن حضرت علیؓ کے ساتھ حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ سے پہلے عید پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

تو اگر چوتھے دن بھی قربانی ہے تو اس کے گوشت کا مصرف کیا ہے؟ کھایا تو وہ جا نہیں سکتا۔

(۱۴۳۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "كُلُوْا مِنَ الْاَضَاحِیْ ثَلَاثًا" (رواہ البخاری) [3]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن تک کھاؤ۔

تو اب سوال یہ ہے کہ چوتھے دن کی قربانی کا گوشت کیا کرنا ہے؟ اسے باہر پھینک دینا ہے یا کسی کو دینا ہے اس کا حکم تو حدیث میں نہیں ہے پھر اسے کیا کریں گے چوتھے دن کے مدعی بتائیں؟

نمازِ عید کا وقت

مکروہ وقت نکل جانے کے بعد سے زوال تک جب چاہیں عید پڑھ سکتے ہیں لیکن عید الاضحیٰ کو جلدی پڑھنا اور عید الفطر کو ذرا دیر سے پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے۔

(۱۴۴۰) عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُمَیْرٍؒ قَالَ خَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُسْرٍؓ صَاحِبُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّاسِ یَوْمَ عِیْدِ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰی فَاَنْكَرَ

جناب یزید بن خمیر کہتے ہیں کہ صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن بسرؓ عید الفطر یا عید قربان کے دن لوگوں کے ساتھ نکلے تو انہوں نے امام کے تاخیر کرنے پر فرمایا کہ

[1] محلی ابن حزم ص ۷/۳۲۰ [2] بخاری شریف ص ۲/۸۳۵
[3] بخاری شریف ص ۲/۸۳۵

انتظار الامام وَقَالَ اِنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهٖ وَذَالِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ (رواه ابوداؤد وابن ماجة)[۱]

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے تو اس وقت تک فارغ ہو جایا کرتے تھے اور یہ نفلوں کا وقت ہوتا تھا (یعنی چاشت کا)۔

(۱۴۴۱) وَعَنْ اَبِي الْحُوَيْرِثِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰى وَاَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ (رواه الامام الشافعیؒ)[۲]

حضرت ابوالحویرثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزمؓ کو لکھا جبکہ وہ نجران میں تھے کہ عید قربان جلدی پڑھا کرو اور عید الفطر دیر سے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرو۔

اگر زوال تک عید نہ پڑھ سکیں تو اگلے دن پڑھیں

(۱۴۴۲) عَنْ اَبِيْ عُمَيْرٍؓ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمُوْمَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ الْهِلَالَ خَفِيَ عَلَى النَّاسِ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحُوْا صِيَامًا فَتَشَهَّدُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ الْمَاضِيَةَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِالْفِطْرِ فَاَفْطَرُوْا تِلْكَ السَّاعَةَ وَ خَرَجَ لَهُمْ مِنَ الْغَدِ فَصَلّٰى بِهِمْ صَلٰوةَ الْعِيْدِ (رواه الطحاویؒ)[۳]

حضرت ابوعمیرؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے انصاری چچاؤں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں رمضان المبارک کی آخری رات کا چاند نظر نہ آیا تو لوگ صبح کو روزہ سے تھے پھر کچھ لوگوں نے سورج ڈھلنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شہادت دی کہ انہوں نے گذشتہ رات چاند دیکھ لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت افطار کا حکم دیا اور اگلی صبح عید گاہ کو نکلے اور نمازِ عید پڑھائی۔

نمازِ عید کا حکم

عید کی نماز واجب ہے کیونکہ حکم خداوندی ہے ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ'' (القران) پس اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ امر سے کم از کم وجوب ثابت ہوتا ہے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشہ مواظبت فرمائی ہے اور ایک دفعہ بھی اسے ترک نہیں کیا اور ایسا اہتمام واجب ہی کا ہوسکتا ہے۔

[۱] ابوداؤد ص۱۶۱ ، نصب الرایة ص۲۱۱
[۲] مشکوٰة شریف ص۱۲۷ [۳] طحاوی شریف ص ۲۶۵

عید کے وجوب اور صحت کی شرطیں

عید کے وجوب وصحت کی شرطیں وہی ہیں جو جمعہ کی ہیں یعنی جہاں جمعہ صحیح ہو جاتا ہے وہاں عید بھی صحیح ہو جائے گی اور جن لوگوں پر جمعہ واجب ہوتا ہے انہیں پہ عید بھی واجب ہوتی ہے۔ جس جگہ جمعہ پڑھنا صحیح ہے وہیں عید بھی پڑھنا صحیح ہے جیسا کہ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱۴۴۳) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَاتَشْرِيْقَ وَلَا جُمُعَةَ إِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ (رواه عبدالرزاق واخرون)[۱]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جمعہ، تکبیراتِ تشریق، (یا عید) صرف بڑے شہروں میں ہو سکتے ہیں۔

(۱۴۴۴) وَعَنْ عَلِيٍّ لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ وَلَا صَلٰوةَ فِطْرٍ وَلَا اَضْحٰى اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ مَدِيْنَةٍ عَظِيْمَةٍ (رواه ابن ابی شیبةؒ)[۲]

حضرت علیؓ ہی سے روایت ہے کہ جمعہ، تکبیراتِ تشریق، نمازِ عید الفطر اور اور اضحیٰ صرف بڑے شہروں میں ہی ہو سکتے ہیں۔

باقی رہیں حضرت انسؓ کی وہ روایات جنہیں امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے جن میں حضرت انسؓ کا یہ فعل مذکور ہے کہ وہ بستیوں میں نمازِ عید پڑھ لیا کرتے تھے تو وہ دونوں روایات ضعیف ہیں جیسا کہ حاشیہ آثار السنن میں ان کی تضعیف مفصل بیان کر دی گئی ہے۔

عورتوں پر عید کی حاضری واجب نہیں

چونکہ جمعہ وعید کی شرائطِ وجوب ایک جیسی ہی ہیں لہٰذا عورتوں پر نمازِ عید واجب نہیں ہو سکتی البتہ جمعہ کی طرح اگر وہ عید پڑھ لیں تو صحیح ہو جائیگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ نبوت میں عورتوں کو بھی عید گاہ میں آنے کی تاکید کی جاتی تھی کیونکہ اسلام کی آمد آمد تھی قرآن پاک نازل ہو رہا تھا حدیث رسول اللہ ﷺ وجود میں آ رہی تھی تعلیماتِ اسلام بھی تکمیل پذیر تھیں اس لئے عورتوں کو بھی اس سے فیض یاب اور بہرہ مند کرنے کیلئے انہیں مساجد میں بلایا جاتا تھا مگر بعد میں جب اسلام مکمل ہو گیا قرآن وحدیث کی تکمیل ہو گئی اور زمانہ نبوت بھی نکل گیا۔ عہدِ نبوی کے مقابلہ میں اب معاشرے میں بیشمار اخلاقی خرابیاں بھی پیدا ہو گئی تھیں جن کی وجہ سے عورتوں کا گھروں سے نکلنا اور مساجد میں جانا خطرہ سے خالی نہ تھا اس لئے زمانۂ صحابۂ کرامؓ ہی میں عورتوں کا مساجد اور عید گاہ میں جانا خلافِ مصلحت سمجھا گیا اور اصحابِ رسول اللہ ﷺ نے خود عورتوں کے مساجد میں جانے کو ناپسند کیا چہ جائیکہ عید گاہوں میں حالانکہ عورتوں کے بارے میں وہ حکم نبوت سے خوب واقف تھے لیکن پھر بھی وہ نماز جیسی اہم عبادت کیلئے بھی ان کے گھروں سے نکلنے کے روادار نہ تھے۔ چنانچہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔

[۱] آثار السنن ص۲۵٤

[۲] نصب الراية ص١٩٥ ، مصنف ابن ابی شيبة ص١٠١

(۱۴۴۵) عَنْ عَائِشَةَ لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی مَا اَحْدَثَتِ النِّسَآءُ بَعْدَهٗ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ (رواہ مسلمؒ)[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اگر عورتوں کے وہ طور طریقے دیکھ لیتے جو آپ کے بعد انہوں نے اختیار کیے ہیں تو آپ یقیناً انہیں مسجدوں سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں تھیں۔

اسی قبیل سے بلال بن عبداللہ بن عمرؓ کا وہ انکار ہے جسے امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

(۱۴۴۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْذَنُوا النِّسَآءَ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ فَقَالَ اِبْنُهٗ وَاللّٰهِ لَا نَاْذَنُ لَهُنَّ يَتَّخِذْنَهٗ دَغَلًا (رواہ الترمذیؒ)[۲]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وقت عورتوں کو مسجدوں میں جانیکی اجازت دے دیا کرو تو انکا بیٹا کہنے لگا واللہ! ہم انہیں کبھی اجازت نہیں دینگے یہ تو اسے بہانہ بنا لیں گی۔

تو گویا صحابہ کرامؓ کے زمانہ ہی میں اتنی تبدیلی آ گئی تھی کہ وہ عورتوں کے مسجد میں جانے سے مطمئن نہیں تھے۔ اور یہی صورت حضرت عمرؓ کو کھٹکتی تھی جس کی بنا پر انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ وہ سوانگ رچایا تھا جس کا ذکر اپنے موقع پر ہو چکا ہے۔

عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ

عورتیں انسانی برادری کا نصف حصہ ہیں ان کی جہالت اور لاعلمی کا مطلب ہے کہ آدھی انسانیت علم سے بے بہرہ ہے تو ان کی تعلیم و تربیت سے اغماض و اعراض کیسے برتا جا سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ تعلیم و تربیت کیلئے مردوں کے دوش بدوش مساجد و مدارس میں جائیں۔ اگر زمانہ ساز گار نہیں اور حالات اجازت نہیں دیتے تو ان کے والدین یا خاوندوں کو چاہئے کہ ان کی ضروری مذہبی تعلیم و تربیت کا گھر ہی پر انتظام کریں یا انہیں ایسے مدارس میں داخل کروایا جائے جہاں مکمل طور پر کارکنانِ اساتذہ اور طالبات سب زنانہ ہوں اور پردے کے اسلامی تقاضوں کا سخت خیال رکھا جاتا ہو یا پھر ان کے سرپرست یا خاوند ضروری دینی اور دنیوی مسائل سے آگاہ کرنے کیلئے اپنے اوقات میں سے گھنٹہ آدھا گھنٹہ نکال کر انکو درس دیں کوئی اچھی کتاب ہو ان کو سنا دیں یا کبھی کبھار کسی اچھے عالم کو بلا کر ان کے مناسب حال وعظ کرا دیا کریں فتنے کے اس دور میں بھی اگر عورتوں کے مسجد میں لیجانے اور مردوں کے دوش بدوش نماز پڑھانے پر اصرار کیا جائے تو پھر مخلوط تعلیم کے کالجوں کو بھی صحت و جواز کی سند دینی ہوگی جسے علماءِ دین اور مذہبی رہنما کسی صورت گوارا کرنے کیلئے تیار نہیں تو گویا عورتوں کو مسجدوں سے روکنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انکی تعلیم و تربیت کی راہ میں روڑے اٹکانا منظور ہے

[۱] مسلم شریف ص۱۸۳
[۲] معارف السنن ص۶۲

کہ دورِ حاضر کے گونا گوں فتنوں سے بچانے کیلئے انہیں ''وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی''
(الاحزاب) کا مصداق بنانا ہے تا کہ ان کا گوہرِ عصمت محفوظ رہے اور مردوں کا ایمان اس بے احتیاطی کی وجہ سے متزلزل نہ ہو۔

واللہ ولی التوفیق

عید کیلئے اذان و اقامت مسنون نہیں

(١٤٤٧) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَا لَمْ یَکُنْ یُّؤَذَّنُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا یَوْمَ الْاَضْحٰی (رواہ الشیخانؒ)[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ کیلئے اذان نہیں پڑھی جاتی تھی۔

(١٤٤٨) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنْ لَّا اَذَانَ لِصَلٰوةِ یَوْمِ الْفِطْرِ حِیْنَ یَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا یَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَآءَ وَلَا شَیْءَ الخ (رواہ مسلمؒ)[2]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ عید کے دن امام نکلے تو کوئی اذان و اذان نہیں اور نہ ہی اس کے نکلنے کے بعد اقامت ہے نہ صدا اور نہ ہی کچھ اور۔

پہلے عید پھر خطبہ

(١٤٤٩) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍؓ وَّ عُمَرُؓ یُصَلُّوْنَ الْعِیْدَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ (رواہ البخاریؒ)[3]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ ابوبکرؓ وعمرؓ نمازِ عید خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

(١٤٥٠) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ شَهِدْتُّ الْعِیْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍؓ وَّعُمَرَؓ وَ عُثْمَانَؓ فَکُلُّهُمْ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ (رواہ الشیخانؒ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ نمازِ عید پڑھی ہے وہ سب عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ جا کر پہلے عید پڑھی جائے پھر خطبہ دیا جائے۔

[1] بخاری شریف ص ١٣١

[2] مسلم شریف ص ٢٩٠ [3] بخاری شریف ص ١٣١

خطبہ میں کثرت سے تکبیر پڑھے

(١٤٥١) قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ بَيْنَ اَضْعَافِ الْخُطْبَةِ يُكْثِرُ التَّكْبِيْرَ فِىْ خُطْبَةِ الْعِيْدَيْنِ (ابن ماجة)١

راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے دوران تکبیریں کہا کرتے تھے بالخصوص عید کے خطبوں میں تو تکبیرات کی کثرت فرمایا کرتے تھے۔

نمازِ عید کی رکعات اور مسنون قرأت

(١٤٥٢) عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِى الْعِيْدَيْنِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" وَ"هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ" (رواہ احمدؒ و ابن ابی شيبة) ٢

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز میں "سبح اسم ربك الاعلٰی" اور "هل اتاك حديث الغاشية" پڑھا کرتے تھے۔

(١٤٥٣) وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ اَبَاوَاقِدِ اللَّيْثِیَّ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا بِـ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (رواہ مسلمؒ)٣

جناب عبیداللہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابوواقد لیثیؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عید الضحی اور عید الفطر میں کیا پڑھا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں "سورة ق" اور "اقتربت الساعة وانشق القمر" پڑھا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ عید کی رکعات دو ہوتی ہیں جن میں مذکورہ سورتوں کی قرأت مسنون ہے۔

عید میں قرأت بالجہر کرے

(١٤٥٤) عَنْ حَارِثِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ اَلْجَهْرُ فِىْ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ مِنَ السُّنَّةِ وَالْخُرُوْجُ فِى الْعِيْدَيْنِ اِلَى الْجُبَانَةِ مِنَ السُّنَّةِ (رواہ البخاریؒ)٤

حضرت حارث بن علیؓ کہتے ہیں کہ نمازِ عید میں جہری قرأت سنت ہے اور جبانہ کی طرف عید کیلئے نکلنا بھی سنت ہے۔

١ ابن ماجة ص٩٢ ٢ ابن ابی شيبة ١٧٦
٣ مسلم شريف ص٢٩١ ٤ بخاری شريف ٤٣٦/١

عید کی زائد تکبیرات

(۱۴۵۵) عَنْ اَبِیْ عَائِشَةَ جَلِیْسِ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ سَئَلَ اَبَا مُوْسَی الْاَشْعَرِیَّ وَحُذَیْفَةَ بْنَ الْیَمَانِ کَیْفَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی کَانَ یُکَبِّرُ اَرْبَعًا تَکْبِیْرَةً عَلَی الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَیْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰی کَذَالِکَ کُنْتُ اُکَبِّرُ فِی الصَّلٰوةِ حَیْثُ کُنْتُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ اَبُوْ عَائِشَةَ وَاَنَا حَاضِرٌ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ

(رواہ ابوداؤد واسنادہ حسن)

حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمنشین ابو عائشہؒ سے روایت ہے کہ سعید بن العاصؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ اور حذیفہ بن یمانؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدِ قربانی اور عید فطر میں کیسے تکبیریں کہا کرتے تھے ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ آپ چار تکبیریں کہا کرتے تھے جیسا کہ نمازِ جنازہ میں آپ کی عادت مبارکہ تھی تو حضرت حذیفہؓ نے اسکی تصدیق فرمائی اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ میں خود بھی ایسے ہی تکبیر کہا کرتا تھا جب بصرہ میں ان کا والی تھا ابو عائشہؒ کہتے ہیں کہ میں بھی سعید بن العاصؓ کے پاس اس وقت حاضر تھا۔

(۱۴۵۶) عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ قَالَا کَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ جَالِسًا وَعِنْدَهٗ حُذَیْفَةُ وَاَبُوْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیُّ فَسَاَلَهُمْ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ عَنِ التَّکْبِیْرَاتِ فِیْ صَلٰوةِ الْعِیْدِ فَقَالَ حُذَیْفَةُ سَلِ الْاَشْعَرِیَّ فَقَالَ الْاَشْعَرِیُّ سَلْ عَبْدَاللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَقْدَمُنَا وَاَعْلَمُنَا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یُکَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ یَقْرَاُ ثُمَّ یُکَبِّرُ فَیَرْکَعُ فَیَقُوْمُ فِی الثَّانِیَةِ فَیَقْرَاُ ثُمَّ یُکَبِّرُ اَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَائَةِ

(رواہ عبدالرزاق)[1]

جناب علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ بیٹھے ہوئے تھے اور انکے پاس حضراتِ حذیفہؓ و ابو موسیٰ اشعریؓ بھی تھے تو ان سے سعید بن العاصؓ نے نمازِ عید کی تکبیرات کے متعلق دریافت کیا تو حضرت حذیفہؓ نے کہا اشعریؓ سے پوچھو حضرت اشعریؓ نے فرمایا کہ ابن مسعودؓ سے پوچھو کیونکہ وہ ہمارے مقابلے قدیم الاسلام ہیں اور ہم سے زیادہ عالم ہیں اسپر ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ چار تکبیریں کہے پھر قرأت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں قیام کرے پھر قرأت کرے پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے۔

[1] آثار السنن ص ۲۵۷

(۱۴۵۷)وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّہٗ کَانَ فِیْ مَسْجِدِ الْکُوْفَۃِ وَمَعَہٗ حُذَیْفَۃُؓ وَ اَبُوْمُوْسٰی حَتّٰی خَرَجَ عَلَیْہِمُ الْوَلِیْدُ بْنُ عُقْبَۃَ وَھُوَ اَمِیْرُ الْکُوْفَۃِ فَقَالَ غَدًا عِیْدُکُمْ فَکَیْفَ اَصْنَعُ فَقَالُوْا اَخْبِرْہُ یَا اَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ فَاَمَرَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَۃٍ اَنْ یُّکَبِّرَ فِی الْاُوْلٰی خَمْسًا وَ فِی الْاٰخِیْرَۃِ اَرْبَعًا وَیُوَالِیَ بَیْنَ الْقِرَائَتَیْنِ فَیَخْطُبَ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ

(اخرجہ القاضی عمرو بن الحسن الاشنانی فی مسندہ)[۱]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ مسجد کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور انکے پاس حضرات حذیفہؓ وابوموسیٰ اشعریؓ بھی تھے کہ ولید بن عقبہ ان کی طرف آیا جو اس وقت کوفہ کا امیر تھا اسنے کہا کہ کل تمہاری عید ہے تو میں عید کیسے پڑھاؤں؟ انہوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن اسکو بتلاؤ تو حضرت ابن مسعودؓ نے اسے بتلایا کہ بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھے اور پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں کہے اور آخری میں چار اور دونوں رکعتوں کی قرات مسلسل کرے (پہلی کے آخر میں اور دوسری کے شروع میں) اور نماز کے بعد سواری کی حالت میں خطبہ دے۔

(۱۴۵۸)وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ حَارِثٍؒ قَالَ شَھِدْتُّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍؓ کَبَّرَ فِیْ صَلٰوۃِ الْعِیْدِ بِالْبَصْرَۃِ تِسْعَ تَکْبِیْرَاتٍ وَ وَالٰی بَیْنَ الْقِرَائَتَیْنِ قَالَ وَشَھِدْتُّ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ شُعْبَۃَؓ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِکَ (رواہ عبدالرزاق)[۲]

جناب عبداللہ بن حارثؒ کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں حضرت ابن عباسؓ نے بصرہ میں نمازِ عید میں نو تکبیریں کہیں اور دونوں قراتیں پے در پے کیں۔ وہی کہتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن شعبہؓ کو بھی ایسے ہی کرتے دیکھا تھا۔

تکبیرات زائدہ کی ترتیب اور موقع

(۱۴۵۹)عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ صَلٰوۃُ الْاَضْحٰی رَکْعَتَانِ وَ صَلٰوۃُ الْفِطْرِ وَصَلٰوۃُ الْمُسَافِرِ رَکْعَتَانِ وَصَلٰوۃُ الْجُمُعَۃِ رَکْعَتَانِ تَمَامٌ لَیْسَ بِقَصْرٍ عَلٰی لِسَانِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیُصَلِّی الْاِمَامُ بِالنَّاسِ رَکْعَتَیْنِ یُکَبِّرُ تَکْبِیْرَ الْاِحْرَامِ وَثَلَاثًا بَعْدَھَا ثُمَّ یَقْرَأُ الْفَاتِحَۃَ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ قربانی کی نماز دو رکعت ہیں اور فطر کی نماز بھی دو رکعت اور مسافر کی نماز بھی اور جمعہ کی نماز بھی دو رکعت ہے یہ پوری پوری نمازیں ہیں یہ قصر نہیں ہیں نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے ثابت ہیں پس امام لوگوں کو دو رکعات پڑھائے تکبیر احرام کہے اور تین تکبیریں اسکے بعد کہے پھر فاتحہ اور سورت پڑھے

[۱] جامع المسانید ص۳۶۹ [۲] آثار السنن ص۲۵۹

وسورۃ ثم یکبر و یرکع و یبدأ فی الثانیۃ بالقراءۃ ثم یکبر ثلاثا واخریٰ للرکوع ویرفع یدیہ فی الزوائد (الفقه الحنفی ودلائله)[1]	پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے دوسری رکعت قرأت سے شروع کرے قرأت کے بعد تین تکبیریں کہے اور ایک تکبیر رکوع کی کہے زائد تکبیروں میں رفع یدین کرے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے عظیم صحابیوں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کا بیان اور عمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ عید میں چھ تکبیرات زائد کہا کرتے تھے اور ہم بھی چھ ہی کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے عمل میں اگرچہ نو تکبیروں کا ذکر ہے لیکن اس میں تکبیر تحریمہ اور تکبیرِ رکوع کو شامل کرلیا گیا ہے اس لئے اس سے بھی احناف ہی کی تصدیق ہوتی ہے باقی رہی بارہ تکبیرات والی احادیثِ مبارکہ جنہیں اصحاب سنن نے روایت کیا تو وہ سنداً ان کے مقابلے میں ضعیف ہیں سوائے حدیثِ ابوہریرہؓ کے جسے امام مالکؒ نے روایت کیا ہے اس میں بھی اکیلے حضرت ابوہریرہؓ کا عمل ذکر کیا گیا ہے جو ان اجل صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ ان احادیثِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسری رکعت کی تکبیرات قرأت کے بعد ہیں نہ کہ پہلے جیسا کہ علقمہ واسود کی روایت میں حضرت ابن مسعودؓ سے تصریح موجود ہے اب آخر میں رسول اللہ ﷺ کی مرفوع حدیث نقل کیجاتی ہے تاکہ اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہ رہ جائے کہ تکبیرات زائدہ چھ ہی ہیں نہ کہ بارہ۔

(۱۴۶۰) عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عِیْدٍ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا وَّاَرْبَعًا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ حِیْنَ انْصَرَفَ فَقَالَ لَا تَنْسَوْا کَتَکْبِیْرِ الْجَنَائِزِ وَاَشَارَ بِاَصَابِعِهٖ وَقَبَضَ اِبْهَامَهٗ (رواہ الطحاویؒ)[2]	حضرت ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے عید کی نماز پڑھائی تو آپ نے چار تکبیرات کہیں اور پھر چار کہیں پھر جب رخ پھیرا تو روئے انور کیساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بھول نہ جانا جنازے کی تکبیروں کی طرح ہیں اور انگوٹھے کو بند کر کے باقی انگلیوں کیساتھ اشارہ فرما کر بھی انکی تعداد بتلائی۔

ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے اشتباہ کی کوئی وجہ نہیں۔

تکبیراتِ زائد کے ساتھ رفع یدین

(۱۴۶۱) عَنْ عُمَرَؓ اَنَّهٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی التَّکْبِیْرَاتِ (رواہ البیہقیؒ)	حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؓ (عید کی تکبیراتِ زائدہ) میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

[1] الفقه الحنفی و ادلته ص ۲۶۹/۱ [2] زجاجة ص ۴۰۱

وضاحت: اس حدیث کو حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں عید کے باب میں نقل کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کے نزدیک یہ حدیث تکبیراتِ زائدہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ وھو المقصود

(۱۴۶۲) رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَاتُرْفَعُ الْاَیْدِیُ اِلَّا فِیْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ تَکْبِیْرَةِ الْاِفْتِتَاحِ وَتَکْبِیْرَةِ الْقُنُوْتِ وَتَکْبِیْرَاتِ الْعِیْدَیْنِ وَذَکَرَ الْاَرْبَعَ فِی الْحَجِّ قُلْتُ غَرِیْبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ (نصب الرایة)[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاتھ صرف سات جگہوں میں اٹھائیں جائیں تکبیر تحریمہ کے وقت، تکبیر قنوت کے وقت اور عیدین کی زائد تکبیرات کے ساتھ اور چار مقام آپ نے حج کے بیان فرمائے۔

(۱۴۶۳) عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ قَالَ تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَفِی التَّکْبِیْرِ لِلْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ وَ فِی الْعِیْدَیْنِ وَعِنْدَ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِجَمْعٍ وَ عَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْمُقَامَیْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَیْنِ (رواہ الطحاویؒ)[2]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ رفع یدین سات جگہوں میں ہے (۱) نماز کے شروع میں (۲) اور قنوت وتر کی تکبیر میں (۳) اور دونوں عیدوں میں (زائد تکبیرات کے ساتھ) (۴) حجر اسود کو چومتے وقت (۵) مزدلفہ میں (۶) عرفات میں (۷) اور جمرتین کی رمی کے وقت۔

وضاحت: رفع یدین حنفیہ کے اصول کے بالکل مطابق ہے کہ جو تکبیر کم از کم واجب ہو اس کے ساتھ رفع یدین کیا جائے جیسے نماز کی ابتدائی تکبیر تحریمہ جو واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے مگر رکوع کی تکبیر چونکہ مسنون ہے اسلئے اسکے ساتھ رفع یدین بھی نہیں ہے۔

نمازِ عید ادا کرنے سے جمعہ ساقط نہیں ہوتا

اگر جمعہ کے دن عید آجائے تو عید پڑھ لینے سے جمعہ ساقط نہیں ہوتا کیونکہ عید زیادہ سے زیادہ واجب ہے جبکہ جمعہ فرض ہے تو واجب فرض کو کیسے ساقط کرسکتا ہے۔ فرض کو ساقط کرنے کیلئے اس سے زیادہ مضبوط دلیل کی ضرورت ہے جو ناپید ہے۔ حضرت عثمانؓ کی جس حدیث شریف میں نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کو جانے کی اجازت ہے وہ اہل دیہات کے ساتھ خاص ہے جن پر جمعہ واجب ہی نہیں تھا جیسا کہ امام بخاریؒ کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔

[1] نصب الرایة ص ۳۸۹

[2] طحاوی شریف ص ۳۹۱

(۱٤٦٤) عَنْ عُثْمَانَ ؓ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ یَا اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّ هٰذَا الْیَوْمَ قَدِ اجْتَمَعَ لَکُمْ فِیْهِ عِیْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ اَهْلِ الْعَوَالِیْ فَلْیَنْتَظِرْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ (رواہ البخاریؒ فی باب مایوکل لحوم الاضاحی)[1]

حضرت عثمان ؓ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا لوگو! آج کے دن تمہارے لئے دو عیدیں (جمعہ اور عید) جمع ہوگئی ہیں پس اہل عوالی میں سے جو شخص جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ بخوبی کرے اور جو لوٹ جانا چاہتا ہو اسکو میری طرف سے اجازت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عید پر جمعہ چھوڑ دینے کی اجازت صرف باہر سے آئے ہوئے دیہاتیوں کو ہے نہ کہ شہریوں کو کیونکہ ایسے موقعہ پر حضرت عثمان غنیؓ نے بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے عید کے بعد جمعہ ضرور پڑھا ہے اور اہل مدینہ کو پڑھایا بھی ہے لہٰذا اور کسی کو ترک کی گنجائش کہاں سے مل سکتی ہے۔

(۱٤٦٥) مُحَمَّدٌ عَنْ یَعْقُوْبَ ؒ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ ؒ عِیْدَانِ اِجْتَمَعَا فِیْ یَوْمٍ وَّاحِدٍ فَالْاَوَّلُ سُنَّةٌ وَالْاٰخَرُ فَرِیْضَةٌ وَلَا یُتْرَكُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا (جامع صغیر)[2]

امام محمدؒ بواسطہ امام ابو یوسفؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب دو عیدیں (جمعہ اور عید) جمع ہوں تو اوّل سنت ہے یعنی اسکا وجوب سنت سے ثابت ہے اور دوسری فرض ہے انمیں سے کسی کو بھی ترک نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب الام ص ۲۳۹ ج ۱ میں امام شافعیؒ کا فرمان بھی یہی ہے شرح زرقانی ص ۳٦٤ ج ۱ پر امام مالکؒ کا موقف بھی یہی ہے۔

(۱٤٦٦) قَالَ الْعَلَّامَةُ بَدْرُ الدِّیْنِ وَفِی الْمُحَلّٰی وَالْاَشْرَافِ صَلّٰی عُثْمَانُ الْعِیْدَ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدِ اجْتَمَعَ فِیْ یَوْمِکُمْ هٰذَا عِیْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِ الْعَالِیَةِ اَنْ یَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْیَنْتَظِرْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ وَاِنَّا مُجَمِّعُوْنَ، قَوْلُهٗ اِنَّا مُجَمِّعُوْنَ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ تَرْکَهَا لَا یَجُوْزُ

علامہ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ نے عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا تمہارے اس دن میں دو عیدیں (جمعہ اور عید) جمع ہوگئی ہیں پس اہل عوالی میں سے جو شخص جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ بخوشی کرے اور جو لوٹ جانا چاہتا ہو اسکو میری طرف سے اجازت ہے ہم تو جمعہ کی نماز ادا کرینگے حضرت عثمان ؓ کا قول انا مجمعون دلیل ہے کہ اہل شہر سے جمعہ عید کیوجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں۔

وَاِذَا اجْتَمَعَ عِیْدٌ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ صَلَّی الْعِیْدَ ثُمَّ الْجُمُعَةَ وَلَا بُدَّ وَلَا یَصِحُّ اَثَرٌ بِخِلَافِ ذَالِكَ

ابن حزم غیر مقلد لکھتا ہے اور جمعہ کے دن عید ہو جائے تو پہلے عید کی نماز پڑھے پھر جمعہ کی نماز بھی

[1] معارف السنن ص ٤٢٣
[2] جامع صغیر ص ۱۱۲

قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ اَلْجُمُعَةُ فَرْضٌ وَالْعِيْدُ تَطَوُّعٌ وَالتَّطَوُّعُ لَايُسْقِطُ الْفَرْضَ (المحلى لابن حزم)[1]

لازم ہے اور کوئی حدیث اس کے خلاف صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ جمعہ فرض اور عید نفل ہے نفل فرض کو ساقط نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم

عید کی مبارک باد دینا

(۱۴۶۷) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الْتَقَوْا يَوْمَ الْعِيْدِ يَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ (فتح الباری)[2]

جناب جبیر بن نفیرؒ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن ایک دوسرے کو ملتے تو فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے۔ بس یہی عید کی مبارکباد ہے۔

نماز تراویح

لفظ تراویح ترویحہ کی جمع ہے جسکے معنی ہیں آرام پہنچانا چونکہ صحابہ کرامؓ ہر چار رکعت کے بعد ذرا ستانے کیلئے کچھ وقفہ کیا کرتے تھے اسلئے اس نماز کا نام ہی تراویح پڑ گیا۔ اور تراویح چونکہ جمع ہے اسلئے اسکے کم از کم تین افراد ہونے چاہئیں اور تین ترویحے بارہ یا سولہ رکعات میں تو ہوسکتے ہیں آٹھ میں نہیں کیونکہ پہلا ترویحہ چار رکعت پر ہوگا تو دوسرا آٹھ رکعت پر اور تیسرا بارہ رکعت پر لہٰذا تراویح کا لفظ ہی بتلا رہا ہے کہ اسکی رکعات آٹھ سے بہر حال زیادہ ہیں ورنہ اس کا نام ترویحہ یا ترویحتین ہوتا پھر زیادہ کتنی ہیں یہ قرآن پاک کے ہر رکوع سے معلوم ہوجاتی ہیں کیونکہ اصحاب رسول اللہ ﷺ تراویح میں جتنی منزل پڑھ کر رکوع کیا کرتے تھے اسی کا نام رکوع پڑ گیا اور وہ تقریباً ہر پارہ میں بیس ہیں لہٰذا تراویح بھی بیس ہیں اور اگر تراویح آٹھ ہوتیں تو پھر ہر پارہ کے رکوع بھی آٹھ سے زیادہ ہرگز نہ ہوتے۔

تراویح کی رکعات

تعدادِ رکعات کے بارے میں سب سے زیادہ فیصلہ کن رسول اللہ ﷺ کا عمل ہوسکتا تھا۔ لیکن صورت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن تین راتوں میں تراویح پڑھائی ہیں انکی تعدادِ رکعات کسی صحیح حدیث میں منقول نہیں چنانچہ امام شافعیؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام سیوطیؒ اور علامہ سبکیؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔

[1] المحلی لابن حزم ص۹۳ ج۴

[2] فتح الباری ص۲۷۱ ج۲

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں......

وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ قِیَامَ رَمَضَانَ فِیْهِ عَدَدٌ مُّعَیَّنٌ مُوَقَّتٌ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَزِیْدُ وَلَایَنْقُصُ فَقَدْ اَخْطَأَ (الانتقاد الرجیح)[1]

جس نے گمان کیا کہ تراویح کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی معین اور مقرر تعداد ثابت ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی تو وہ خطا پر ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں......

لَیْسَ فِیْ ذَالِكَ ضِیْقٌ وَلَا حَدٌّ یُّنْتَهٰی اِلَیْهِ

اس میں کوئی تنگی یا حد بندی نہیں ہے۔

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں......

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ یُنْقَلْ كَمْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ تِلْكَ اللَّیَالِیْ هَلْ هُوَ عِشْرُوْنَ اَوْ اَقَلُّ (تحفة الاخیار)[2]

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کہیں منقول نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تینوں راتوں میں کتنی رکعات پڑھائی تھیں؟ وہ بیس تھیں یا کم۔

جیسے علامہ سیوطیؒ نے تصریح کی......

اِنَّ الْعُلَمَآءَ اخْتَلَفُوْا فِیْ عَدَدِهَا لَوْ ثَبَتَ ذَالِكَ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یُخْتَلَفْ فِیْهِ (مصابیح)[3]

یعنی علماء نے تعداد رکعات میں اختلاف کیا ہے اگر یہ چیز آنحضرت ﷺ کے عمل سے ثابت ہوجاتی تو کوئی اختلاف نہ کرسکتا۔

ان بڑے بڑے ائمہ کے اقوال سے یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قول وعمل سے تراویح کی تعداد ثابت نہیں ہے تاہم تین خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت ہے کہ تراویح کی رکعات بیس ہیں دیکھئے امام ترمذی فرماتے ہیں۔

وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰی مَا رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّؓ وَّعُمَرؓ وَغَیْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِیْنَ رَكْعَةً وَّهُوَقَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیِّؒ وَقَالَ الشَّافِعِیُّؒ وَهٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ یُصَلُّوْنَ عِشْرِیْنَ رَكْعَةً بَابُ مَاجَآءَ فِیْ قِیَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ (ترمذی)

یعنی اکثر اہل علم اسی پر ہیں جو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر اصحاب نبی ﷺ مروی ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور یہی قول ہے سفیان ثوری، ابن مبارک، اور امام شافعی رحمھم اللہ کا اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے وطن مکہ میں لوگوں کو تراویح کی بیس رکعات پڑھتے ہوئے پایا۔

اَقُوْلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ اَصْحَابِهٖ

[1] انقیاد الرجیع ص۶۳ ، فتح الرحمن ص۶۳

[2] تحفۃ الاخیار ص۱۱۶ [3] مصابیح ص۶۲

ابن حجرؒ شافعی فرماتے ہیں......

اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلٰی اَنَّ التَّرَاوِيْحَ عِشْرُوْنَ — یعنی صحابہ کا اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

رَكْعَةً (مرقاة)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایتِ شیخینؒ

شیخینؒ نے امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آٹھ رکعات کی جو روایت کی ہے اسے اضطراب کے باوجود اگر ہم صحیح بھی مان لیں تب بھی اسے تراویح سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے فتاوی عزیزیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ والی حدیث شریف تہجد سے متعلق ہے اس میں رکعات تہجد کی بیان ہوئی ہیں نہ کہ تراویح کی۔ چنانچہ امّ المؤمنین کا جواب ہی اس بات کی وضاحت ہے کہ ابو سلمہؒ نے سوال ہی رمضان شریف کی تہجد کے متعلق کیا تھا نہ کہ تراویح کے متعلق کیونکہ آپ فرماتی ہیں ''مَاكَانَ يَزِيْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَافِیْ غَيْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَ رَكْعَةً الخ''[2] یعنی آپ ﷺ رمضان وغیر مضان میں وتروں سمیت گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے'' تو اگر یہ سوال تراویح کے متعلق ہوتا تو غیر رمضان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ تراویح غیر رمضان میں پڑھی ہی نہیں جاتی۔ اصلی بات یہ ہے کہ سائل کو اشکال تھا کہ رمضان المبارک کی اہمیت وفضیلت کی وجہ سے شاید رسول اللہ ﷺ اس میں تہجد کی رکعات زیادہ پڑھتے ہوں گے۔ تو ام المؤمنین نے فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں آپ رمضان وغیر رمضان میں تہجد آٹھ رکعات اور وتر تین رکعات ہی پڑھا کرتے تھے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ اگر ابو سلمہؒ نے تراویح کا پوچھنا ہوتا تو وہ ام المؤمنین کی بجائے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ سے پوچھتے کیونکہ معاملہ مسجد کا ہے اور مسجد کے حاضر باش زیادہ تر مرد ہوتے ہیں نہ کہ عورتیں، ام المؤمنینؓ سے سوال تو ایسی ہی چیز کے متعلق ہوسکتا ہے جو گھر سے تعلق رکھتی ہو اور وہ نمازِ تہجد ہے جو آنحضرت ﷺ گھر میں مائی عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں ان کے سامنے ادا کیا کرتے تھے لہٰذا اس حدیث شریف کو قیام رمضان اور تراویح سے متعلق کرنا خلطِ مبحث کے علاوہ کچھ نہیں۔ اگر امام بخاریؒ کو بھی اس بارے میں کلی انشراح ہوتا تو وہ اسے کتاب التہجد میں ہرگز نہ ذکر کرتے صرف بابِ قیام رمضان میں اس کی تخریج کرتے۔ امام بخاریؒ کے علاوہ اکثر وبیشتر محدثین نے اسے باب التہجد میں ہی ذکر کیا ہے نہ کہ قیامِ رمضان میں چنانچہ دیکھئے مسلم ص۲۵۴ ج۱، ابوداؤد شریف ص۱۹۶ ج۱، ترمذی شریف ص۵۸ ج۱، نسائی شریف ص۱۵۴ ج۱ صحیح ابن خزیمہ ص۱۹۲ ج۲ مؤطا امام مالکؒ ص۴۲ وغیرہ ان کے علاوہ امام محمد بن نصر سے مروی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام غزالی بھی اسے تہجد ہی کے متعلق مانتے ہیں اور قرطبی نے تو اس کے اضطراب کی بھی تصریح کردی ہے ملاحظہ فرمائیں......

[1] فتح الرحمن ص۶۳ [2] بخاری شریف ص۲۶۹

قَالَ الْقُرْطُبِیُّ اَشْکَلَتْ رِوَایَاتُ عَائِشَۃَ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی کَتَبَ بَعْضُھُمْ حَدِیْثَھَا اِلَی الْاِضْطِرَابِ (فتح الباری وعمدۃ القاری)[1]

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات اکثر اہل علم کیلئے اشکال کا باعث ہیں حتی کہ ان میں سے بعض نے تو انکی حدیث کو مضطرب قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مضطرب اس لئے بھی ہے کہ کہیں چار رکعات کا ذکر ہے کہیں چھ کا اور کہیں آٹھ کا اور کہیں دس کا ماسوائے وتر کے۔ باقی رہی وہ روایات جو تراویح کے متعلق ہیں اور ان میں آٹھ رکعات کا ذکر بھی ہے جیسے حضرت جابرؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کی روایات سو ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں چنانچہ ان دونوں روایات کا حال محدثین عظام کی زبان سے سن لیجئے۔

روایاتِ حضرت جابرؓ

(۱۴۶۸) قَالَ الطَّبْرَانِیُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الطَّلْحِیُّ الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ حُمَیْدٍ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ عَنْ عِیْسَی بْنِ جَارِیَۃَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَاَوْتَرَ فَلَمَّا کَانَتِ الْقَابِلَۃُ اِجْتَمَعْنَا فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ یَّخْرُجَ فَلَمْ یَخْرُجْ فَلَمْ نَزَلْ فِیْہِ حَتّٰی اَصْبَحْنَا ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِجْتَمَعْنَا الْبَارِحَۃَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ تُصَلِّیَ بِنَا فَقَالَ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْکُمْ
(رواہ الطبرانیؒ فی الصغیر)[2]

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک میں آٹھ رکعات پڑھائیں اور وتر بھی پڑھائے پھر جب اگلی رات آئی تو ہم مسجد میں جمع ہو گئے اور منتظر رہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری ہو۔ لیکن آپ تشریف نہ لائے اور ہم صبح تک مسجد ہی میں رہے۔ پھر ہم نے گھر جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم گذشتہ شب مسجد میں جمع ہو کر امیدوار رہے کہ آپ حسب سابق ہمیں نماز پڑھائیں گے آپ نے فرمایا مجھے خطرہ ہو گیا تھا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔

یہ روایت اگرچہ تراویح کے متعلق ہے اور اس میں آٹھ رکعات کی صراحت ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ حضرت جابرؓ سے نیچے جو تین راوی ہیں (۱) محمد بن حمید رازی (۲) یعقوب بن عبداللہ (۳) عیسی بن جاریہ یہ تینوں ضعیف اور غیر معتبر ہیں چنانچہ محمد بن حمید کے متعلق اجلہ محدثین نے درج ذیل تبصرہ کیا ہے۔

[1] فتح الباری ص ۳/۲۱ ، عمدۃ القاری ص ۷/۱۸۷
[2] آثار السنن ص ۲۰۱

قَالَ یَعْقُوْبُ بْنُ شَیْبَۃَ مُحَمَّدُ بْنُ حُمَیْدٍ کَثِیْرُ الْمَنَاکِیْرِ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ فِیْ حَدِیْثِہٖ نَظْرٌ وَّقَالَ النَّسَائِیُّ لَیْسَ بِثِقَۃٍ وَّقَالَ الْجَوْزَجَانِیُّ رَدِیُّ الْمَذْھَبِ غَیْرُ ثِقَۃٍ قَالَ صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَارَاَیْتُ اَحَدًا اَجْرَاَ عَلَی اللّٰہِ مِنْہُ کَانَ یَاْخُذُ اَحَادِیْثَ النَّاسِ فَیُقَلِّبُ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ وَقَالَ اَیْضًا مَارَاَیْتُ اَحَدًا اَحْذَقَ بِالْکِذْبِ مِنْ رَّجُلَیْنِ سُلَیْمَانَ الشَّاذْکُوْنِیِّ وَمُحَمَّدَ بْنَ حُمَیْدٍ قَالَ النَّسَائِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ حُمَیْدٍ کَذَّابٌ (تہذیب التہذیب)[1]

یعقوب قمی کے متعلق دارقطنی کا یہ ریمارک ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ الدَّارُ قُطْنِیُّ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ

رہا عیسیٰ بن جاریہ سو اس کے مناقب تہذیب التہذیب میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

قَالَ الدَّاوٗدِیُّ عَنِ ابْنِ مُعِیْنٍ عِنْدَہٗ مَنَاکِیْرُ قَالَ الْاٰجُرِیُّ عِنْدَ اَبِیْ دَاوٗدَ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ ذَکَرَ السَّاجِیُّ وَالْعُقَیْلِیُّ مِنَ الضُّعَفَآءِ وَقَالَ ابْنُ عَدِیٍّ اَحَادِیْثُہٗ غَیْرُ مَحْفُوْظَۃٍ[2]

تو صاحب یہ ہیں آٹھ تراویح کے راوی جن کو برملا غیر ثقہ، کذاب، کثیر المناکیر خدا کے گستاخ اور جھوٹ کے چمپئن کہا گیا ہے۔

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

روایاتِ حضرت ابی بن کعبؓ

حضرت ابی بن کعبؓ اگرچہ عظیم ترین صحابی ہیں لیکن ان کی روایات بھی انہی غیر ثقہ اور کذاب راویوں کے ذریعہ سے اصحاب تصنیف تک پہنچی ہیں ان کے بالمقابل بیس تراویح کی روایات اگرچہ موقوف ہیں لیکن ثقہ اور صدوق راویوں نے انہیں روایت کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا ان پر اجماع ہو گیا ہے لہٰذا وہی امت کا معمول بننے کے قابل ہیں چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے زمانے میں اصحاب رسول اللہ ﷺ بالاتفاق بیس رکعات ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ مؤطا امام مالکؒ میں ہے۔

(۱۴٦۹) عَنْ یَزِیْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَنَّہٗ قَالَ کَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً (رواہ الامام مالکؒ)[3]

جناب یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانے میں رمضان المبارک میں تیئیس رکعات پڑھا کرتے تھے۔

[1] تہذیب التہذیب ص۹/۱۲۷
[2] حاشیۃ آثار ص۲۰۲
[3] موطأ امام مالک ص۱۷۴

یعنی بیس تراویح اور تین وتر جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ امام مالکؒ ہی نے اس سے ذرا پہلے حضرت عمرؓ ہی کے حکم سے گیارہ رکعات پڑھانے کی روایت نقل کی ہے تو اسے کیوں نظر انداز کر دیا گیا؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ہم نے نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ ہی نے حضرت عمرؓ کے درمیانے دور میں ترک کر دیا تھا اور آٹھ کی بجائے بیس پڑھنے لگ گئے تھے کیونکہ رمضان المبارک کے زیادہ سے زیادہ تیس دن ہونے کی وجہ سے قرآن پاک کو تیس راتوں میں ختم کرنا ضروری تھا اس صورت میں اگر روزانہ آٹھ رکعات پڑھتے تھے تو ہر رکعت میں اڑھائی رکوع کے برابر قرأت کرنی پڑتی تھی کیونکہ اس کے بغیر روزانہ ایک سپارہ پورا ہونا مشکل تھا، ابتداءً جب آٹھ رکعات پڑھے جانے کا حکم دیا گیا تو لوگوں کو اتنی لمبی قرأت کا تحمل مشکل تھا تو مقدار کم کر کے ایک رکوع مقرر کر دی گئی جس پر آج امت کا عمل ہے اس توجیہ کی طرف خود موطا امام مالکؒ ہی میں اشارہ موجود ہے۔

(۱۴۷۰) عَنِ الْاَعْرَجِ يَقُوْلُ مَا اَدْرَكْتُ النَّاسَ اِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُوْنَ الْكَفَرَةَ فِىْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِىْ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ فَاِذَا قَامَ بِهَا فِىْ اثْنَتَىْ عَشَرَةَ رَكْعَةً رَاَى النَّاسُ اَنَّهٗ قَدْ خُفِّفَ (رواه الامام مالكؒ فى موطاه)[1]

جناب اعرج کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو رمضان المبارک میں کافروں پر قنوتِ نازلہ پڑھتے دیکھا اور آپ ہی کا قول ہے قاری سورۂ بقرہ آٹھ رکعات میں پڑھتا تھا پھر جب بارہ رکعات میں پڑھنے لگا تو لوگوں نے بڑی تخفیف محسوس کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے رکعات کم اور قرات زیادہ تھی آخر میں رکعات زیادہ اور قرأت کم کر دی گئی چنانچہ امام بیہقیؒ نے ان دونوں روایتوں کو اسی طرح جمع کیا ہے۔

وَجَمَعَ الْبَيْهَقِىُّ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ بِاِحْدٰى عَشَرَةَ ثُمَّ قَامُوْا بِعِشْرِيْنَ وَاَوْتَرُوْا بِثَلَاثٍ (سنن كبرىٰ بيهقى مع الجوهر النقى)[2]

اور بیہقیؒ نے ان کو بایں طور جمع کیا ہے کہ پہلے گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے پھر بیس تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

یہ جمع بھی قیاسی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا عمل اسکی بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ آپ نے پہلی رات تہائی شب تک تراویح پڑھائی اور دوسری رات نصف شب تک اور تیسری شب سحر سے ذرا پہلے تک تو ہوسکتا ہے آپ نے پہلی رات آٹھ اور دوسری رات بارہ یا سولہ اور تیسری رات بیس رکعات پڑھائی ہوں اور اسی وجہ سے وقت میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا ہو مگر چونکہ آخری رات آپ نے بیس پڑھائی ہیں اس لئے صحابہ کرامؓ نے آپ کے آخری عمل ہی کو اپنا معمول بنا لیا کیونکہ آخری عمل اعمالِ سابقہ کیلئے ناسخ ہوتا ہے تو جب تہجد

[1] مؤطا امام مالکؒ ص ۱۷۴

[2] سنن کبریٰ بیہقی مع الجوہر النقی ص ۴۶۶/۳

اور تراویح ایک ہی نماز کے دونام ہیں اور تہجد کی رکعات مختلف وارد ہوئی ہیں تو غیر مقلدین تراویح کی آٹھ ہی رکعات پر کیسے اصرار کرسکتے ہیں پھر وہ کبھی چار اور کبھی چھ کبھی آٹھ اور کبھی دس پڑھا کریں اور اگر یہ حدیث حتمی طور پر تراویح ہی کے متعلق ہے پھر اس سے وتر بھی تین ہی ثابت ہوتے ہیں تو ہمارے حریف ایک وتر پڑھ کر کیوں بھاگ جاتے ہیں اور اگر اس میں تراویح ہی کا بیان ہے تو پھر تراویح گھر میں اپنی بیویوں کے سامنے منفرداً پڑھنی چاہئے نہ کہ مسجد میں باجماعت جیسے حضور اکرم ﷺ نے یہ نماز گھر میں مائی عائشہ صدیقہؓ کے سامنے پڑھی تھی اور اگر اس کے تراویح ہونے پر ہی اصرار ہے تو پھر تراویح آخر رات میں پڑھنی چاہئے نہ کہ شروع رات میں کیونکہ تہجد اور تراویح میں سوائے رمضان اور غیر رمضان کے مدعیانِ وحدت کے ہاں کوئی فرق نہیں ہے اور تہجد آخر رات ہی پڑھی جاتی ہے اب بیس رکعات تراویح ہی پر تمام صحابہ کرامؓ کا تعامل ملاحظہ فرمائیں جبکہ اس سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

قال الامام شعرانی شافعیؒ

وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَهَا فِىْ اَوَّلِ زَمَانِ عُمَرؓ بِثَلَاثَ عَشَرَ رَكْعَةً وَكَانَ الْقَارِىُ يَقْرَأُ بِالْمِئِيْنِ بَيْنَ الْاٰيَاتِ حَتّٰى كَانَ النَّاسُ يَعْتَمِدُوْنَ عَلَى الْعِصِىِّ مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ وَكَانَ اِمَامُهُمْ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍؓ وَتَمِيْمُ الدَّارِىُّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ثُمَّ اِنَّ عُمَرَؓ اَمَرَ اَمْرًا بِفِعْلِهَا ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ثَلَاثٌ مِّنْهَا وِتْرٌ وَاسْتَقَرَّ الْاَمْرُ عَلٰى ذَالِكَ فِى الْاَمْصَارِ (كشف الغمه)[1]

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں تراویح تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور قاری سو رکعات والی سورتیں پڑھتا تھا حتی کہ لوگ لمبے قیام کیوجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگا لیتے تھے ان دنوں تراویح کی امامت حضرت ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کرایا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے تیئیس رکعات پڑھنے کا حکم دیدیا جن میں سے بیس تراویح ہوتی تھیں اور تین رکعت وتر تھے پھر معاملہ اسی پر ٹک گیا۔

اس روایتِ مؤطا کی ایک اور توجیہ

علامہ ابن عبدالبرؒ مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے تمام راویوں نے اس روایت میں احدی وعشرین روایت کیا ہے یعنی اکیس رکعات مگر امام مالکؒ کی روایت میں وہم ہوگیا ہے کہ احدی عشر کہہ دیا گیا[2] اغلب یہ ہے کہ وہم امام مالکؒ کو نہیں ان کے استاد محمد بن یوسف کو ہوا ہے اور امام مالکؒ نے اسی موہوم روایت کو بلا جانچ پڑتال نقل کردیا وہم کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت کے پہلے راوی حضرت سائب بن یزیدؒ بیہقی کی روایت میں خود کہتے ہیں کہ ہم عمر بن خطابؓ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات پڑھا کرتے تھے۔ (رواه البیہقیؒ فی المعرفة)[3]

[1] کشف الغمه ج۱ ص۱۱۶

[2] حاشية موطأ امام مالك ص۹۸ [3] المعرفة للبیہقی ص۲/۴۹۶

اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں اور تہجد کی رکعات مختلف وارد ہوئی ہیں تو غیر مقلدین تراویح کی آٹھ ہی رکعات پر کیسے اصرار کر سکتے ہیں پھر وہ کبھی چار اور کبھی چھ کبھی آٹھ اور کبھی دس پڑھا کریں اور اگر یہ حدیث حتمی طور پر تراویح ہی کے متعلق ہے پھر اس سے وتر بھی تین ہی ثابت ہوتے ہیں تو ہمارے حریف ایک وتر پڑھ کر کیوں بھاگ جاتے ہیں اور اگر اس میں تراویح ہی کا بیان ہے تو پھر تراویح گھر میں اپنی بیویوں کے سامنے منفرداً پڑھنی چاہئے نہ کہ مسجد میں باجماعت جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز گھر میں مائی عائشہ صدیقہؓ کے سامنے پڑھی تھی اور اگر اس کے تراویح ہونے پر ہی اصرار ہے تو پھر تراویح آخر رات میں پڑھنی چاہئے نہ کہ شروع رات میں کیونکہ تہجد اور تراویح میں سوائے رمضان اور غیر رمضان کے مدعیانِ وحدت کے ہاں کوئی فرق نہیں ہے اور تہجد آخر رات ہی پڑھی جاتی ہے اب بیس رکعات تراویح ہی پر تمام صحابہ کرامؓ کا تعامل ملاحظہ فرمائیں جبکہ اس سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

قال الامام شعرانی شافعیؒ

وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَهَا فِىْ اَوَّلِ زَمَانِ عُمَرَؓ بِثَلَاثَ عَشَرَ رَكْعَةً وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِيْنِ بَيْنَ الْاٰيَاتِ حَتّٰى كَانَ النَّاسُ يَعْتَمِدُوْنَ عَلَى الْعَصِىِّ مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ وَكَانَ اِمَامُهُمْ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍؓ وَتَمِيْمُ الدَّارِىُّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ثُمَّ اِنَّ عُمَرَؓ اَمَرَ اَمْرًا بِفِعْلِهَا ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ثَلَاثٌ مِّنْهَا وِتْرٌ وَاسْتَقَرَّ الْاَمْرُ عَلٰى ذَالِكَ فِى الْاَمْصَارِ (كشف الغمه)[1]

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں تراویح تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور قاری سو رکعات والی سورتیں پڑھتا تھا حتی کہ لوگ لمبے قیام کیوجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگا لیتے تھے ان دنوں تراویح کی امامت حضرت ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کرایا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے تیئیس رکعات پڑھنے کا حکم دیدیا جن میں سے بیس تراویح ہوتی تھیں اور تین رکعت وتر تھے پھر معاملہ اسی پر ٹک گیا۔

اس روایتِ مؤطا کی ایک اور توجیہ

علامہ ابن عبدالبرؒ مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے تمام راویوں نے اس روایت میں احدی وعشرین روایت کیا ہے یعنی اکیس رکعات مگر امام مالکؒ کی روایت میں وہم ہو گیا ہے کہ احدی عشر کہہ دیا گیا[2] اغلب یہ ہے کہ وہم امام مالکؒ کو نہیں ان کے استاد محمد بن یوسف کو ہوا ہے اور امام مالکؒ نے اسی موہوم روایت کو بلا جانچ پڑتال نقل کر دیا وہم کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت کے پہلے راوی حضرت سائب بن یزیدؓ بیہقی کی روایت میں خود کہتے ہیں کہ ہم عمر بن خطابؓ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات پڑھا کرتے تھے۔ (رواه البیہقیؒ فی المعرفة)[3]

[1] كشف الغمه ج۱ ص۱۱٦
[2] حاشية موطأ امام مالك ص۹۸ [3] المعرفة للبيهقى ص۲/٤٩٦

اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کی مقرر کردہ تراویح کو نقل کرنے والے تمام رواۃ بھی بیس ہی کی روایت کرتے ہیں اس لئے اس کے وہم ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اگر ہم اس کو وہم نہ بھی کہیں تو بھی اس کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کے دو امام مقرر فرمائے تھے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت تمیم داریؓ یہ دونوں حضرات مل کر بیس تراویح اور وتر پڑھایا کرتے تھے حضرت ابی بن کعبؓ دس تراویح پڑھا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے اور حضرت تمیم داریؓ باقی دس تراویح اور ایک وتر پڑھا دیتے تھے دوسرے دن اس کے برعکس ہو جاتا تھا اس طرح ہر امام کے حصے میں ساڑھے گیارہ رکعات آتی ہیں انہیں کو احدی عشرۃ کہہ دیا گیا ہے یعنی گیارہ رکعات پڑھانے کیلئے ان کو امام مقرر کیا گیا تھا گویا کسر کو چھوڑ کر صرف صحیح کو ذکر کر دیا گیا لہٰذا یہ بھی بیس رکعات ہی کا بیان ہے نہ کہ آٹھ کا۔

بیس پر تعاملِ صحابہ کرامؓ

(۱۴۷۱) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَؓ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِیْ عَهْدِ عُمَرَؓ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ (رواه البيهقى فى المعارفة)[۱]

حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(۱۴۷۲) وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَؒ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (رواه الامام مالكؒ)[۲]

جناب یزید بن رومان سے روایت ہے کہ کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانے میں رمضان المبارک میں تییس رکعات پڑھا کرتے تھے۔

(۱۴۷۳) وَعَنْ اَبِی الْحَسْنَآءِ عَنْ عَلِیٍّؓ اَمَرَ رَجُلًا اَنْ يُّصَلِّیَ بِهِمْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (رواه ابن ابى شيبةؒ)[۳]

جناب ابوالحسناء کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ انہیں رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھایا کرے۔

(۱۴۷۴) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّؒ اَنَّ عَلِيًّاؓ دَعَا الْقُرَّآءَ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ رَجُلًا يُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّكَانَ يُوْتِرُ لَهُمْ (معرفة السنة للبيهقىؒ)[۴]

عبدالرحمٰن سلمیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھایا کرے اور حضرت خود ان کو وتر پڑھایا کرتے تھے۔

[۱] بیہقی ص۲/۴۹۶ [۲] موطا مالك ص۹۸
[۳] مصنف ابن ابى شيبة ص۳۹۳ [۴] معرفة السنة للبيهقى ص۲۷۷

(۱۴۷۵) عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (رواه ابن ابی شيبة)[۱]

جناب یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو مامور کیا جو انہیں بیس رکعات پڑھایا کرتا تھا۔

(۱۴۷۶) وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ لَنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (رواه علامة عينى فى شرح البخارى)[۲]

جناب زید بن وہبؒ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں مدینہ منورہ میں رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

(۱۴۷۷) وَعَنْ نَّافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (رواه ابن ابی شيبة)[۳]

حضرت نافع بن عمرؒ کہتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں رمضان المبارک بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

(۱۴۷۸) وَعَنْ حَسَنِ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ رَفِيْعٍ قَالَ كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (رواه ابن ابی شيبة)[۴]

جناب حسن بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے اور تین وتر بھی۔

(۱۴۷۹) وَعَنْ اَبِى الْبُخْتَرِيِّ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ فِيْ رَمَضَانَ وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (رواه ابن ابی شيبة)[۵]

جناب ابو بختریؒ سے روایت ہے کہ وہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحے پڑھایا کرتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

واضح ہو کہ ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے لہٰذا پانچ ترویحوں کی بیس رکعات بنتی ہیں۔

(۱۴۸۰) اَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيْعَةَ كَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (رواه ابن ابی شيبة)[۶]

علی بن ربیعہ رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان المبارک میں پانچ ترویحے پڑھایا کرتے تھے اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

[۱] مصنف ابن ابی شيبة ص۲/۳۹۳
[۲] فتح الرحمن ص۳۵
[۳، ۴، ۵، ۶] مصنف ابن ابی شيبة ص۲/۳۹۳

(۱٤٨١) وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رِبَاحٍ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ (رواه ابن ابی شيبة)[۱]

جناب عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو پایا اس حال میں کہ وہ تیئیس رکعات پڑھتے تھے وتروں کے ساتھ۔

(۱٤٨٢) عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكْلٍ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِیٍّ اَنَّهٗ كَانَ يَؤُمُّهُمْ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (رواه البيهقی وابن ابی شيبة)[۲]

حضرت شتیر بن شکل جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے اصحاب میں سے ہیں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(۱٤٨٣) عَنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِیْ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (رواه ابن ابی شيبة)[۳]

جناب حارثؒ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

(۱٤٨٤) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِیِّ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (قيام الليل مروزی)[٤]

جناب محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

ابن تیمیہؒ کا فیصلہ کہ تراویح بیس رکعت ہی سنت ہیں

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں......

فَاِنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ اُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ كَانَ يَقُوْمُ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً فِیْ قِيَامِ رَمَضَانَ وَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ فَرَاٰى كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ اَنَّ ذَالِكَ هُوَ السُّنَّةُ بِاَنَّهٗ اَقَامَهٗ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَلَمْ يُنْكِرْهُ مُنْكَرًا (فتاوٰی ابن تيمية)[٥]

پس یہ ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اسی لئے علماء کی ایک بڑی تعداد نے اسی کو سنت قرار دیا ہے اسلئے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ بیس تراویح اور تین وتر مہاجرین اور انصار کے درمیان پڑھائے مگر کسی نے بھی اسپر انکار نہیں کیا (کیونکہ اسوقت غیر مقلد کوئی نہیں تھا)

یہ تو غیر مقلدین کے معتمد اور مسلم محدث کا فیصلہ ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔

[۱] مصنف ابن ابی شیبة ص۲/۳۹۳
[۲] مصنف ابن ابی شیبة ص۲/۳۹۳ ، بیہقی ص۲/٤٩٦
[۳] مصنف ابن ابی شیبة ص۲/۳۹۳
[٤] قیام اللیل مروزی ص۹۱
[٥] فتاوی ابن تیمیة ص٢٤/١١٢

تاریخی شہادت

واضح ہو کہ ہم نے بیس تراویح پر تعاملِ صحابہ و تعاملِ تابعین کی چودہ روایات پیش کی ہیں لیکن ہمارے مخالفین کے پاس صحابہ وتابعین کے دور ہی میں نہیں بلکہ پورے تیرہ سو سال کے لمبے عرصے میں دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی مسجد میں آٹھ تراویح پڑھی جانے کی ایک بھی روایت موجود نہیں البتہ انگریزوں کے دور میں ان کی مشہور پالیسی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے مطابق امت میں اختلاف ڈالنے اور انہیں باہم دست و گریبان کرنے کیلئے مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد نے یہ شوشہ سب سے پہلے چھوڑا ہے اور بعد والے غیر مقلدین اس کی اندھی تقلید کر رہے ہیں یہ بھی عجیب لوگ ہیں کہ خیر القرون کے آئمہ فقہ و اجتہاد کی تقلید تو ان کو وارہ نہیں کھاتی مگر تیرہ صدیوں بعد کے بے ننگ و نام لوگوں کی تقلید کو یہ اپنے گلے کا ہار بنائے پھر رہے ہیں۔

یہ تمام روایات کہ جن میں جلیل القدر صحابہ اور عظیم المرتبت تابعین کا تعامل مذکور ہے ڈنکے کی چوٹ بیان کر رہی ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے خلفاءِ راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ اور تابعین بیس رکعات ہی تراویح پڑھا اور پڑھایا کرتے تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ ان فدایانِ سنت نے رسول اللہ ﷺ کو تو آٹھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور خود بیس پڑھنے لگ گئے ہوں بالخصوص حضرت ابی بن کعبؓ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی تراویح پڑھائیں اگر انہوں نے دورِ رسالت میں آٹھ تراویح ہی پڑھی اور دیکھی ہوتیں تو اب وہ بیس رکعات کے حکمِ فاروقی کو کبھی نہ مانتے حالانکہ حضرت عمرؓ نے بیس رکعات پڑھانے کیلئے انہی کو امام مقرر کیا تھا انہوں نے بلا کسی حیل و حجت کے اسکی تعمیل کی تو اس مجموعی تعاملِ صحابہ کرامؓ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی بیس ہی تراویح پڑھا کرتے تھے جس کو دیکھ کر ان حضرات نے بھی بیس ہی کو رواج دیا چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت میں آنحضرت ﷺ کا بیس ہی رکعات پڑھنا بصراحت مذکور ہے۔

(١٤٨٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ فِىْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّالْوِتْرَ ۔ رواه ابن ابى شيبة ورواه البيهقى [1] وَفِيْهِ يُصَلِّىْ فِىْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ یہ نماز تنہا پڑھا کرتے تھے۔

یہ روایت اگرچہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے تاہم آٹھ رکعات والی روایتوں سے کہیں زیادہ قوی ہے کیونکہ ابراہیم بن عثمان، محمد بن حمید رازی، یعقوب بن عبداللہ قمی اور عیسیٰ بن جاریہ جتنا یہ مجروح نہیں محدثین اسکی روایت کبھی لے لیتے ہیں اور کبھی رد کر دیتے ہیں۔

[1] مصنف ابن ابی شيبة ص ۳۹۴/۲ ، بيهقى ص ۴۹۶/۲

بیس تراویح پر اجماع

جیسے حضرت عمر بن خطابؓ نے بیس تراویح پڑھانا حضرت ابی بن کعبؓ کے ذمہ لگا دیا تھا اور انہوں نے یہ ذمہ داری ادا کرنا شروع کی تو کسی نے اس پر انکار نہیں کیا حتی کہ آٹھ رکعت کی راویہ حضرت مائی عائشہ صدیقہؓ مسجد نبوی میں بیس تراویح پڑھی جاتی دیکھتی بھی مگر وہ بھی اعتراض نہیں کرتیں پھر حضرت عثمانؓ نے بھی بیس تراویح کی سنتِ عمری کو برقرار رکھا اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا پھر حضرت علیؓ نے بیس تراویح کیلئے امام مقرر کئے اس پر بھی کسی غیر مقلد نے نکتۂ اعتراض نہیں اٹھایا تو جب تین خلفائے راشدین کے پورے ادوار میں اس پر کوئی اعتراض نہیں اور مکہ و مدینہ اور شام و کوفہ والوں نے اسی کو اپنا معمول بنالیا تو خلفائے راشدین کا بھی اور تابعینؒ کا بھی اس پر اجماع ثابت ہوگیا بعد ازاں چاروں آئمہ نے بھی تراویح بیس ہی مسنون قرار دیں اس سے زیادہ کا قول تو آتا ہے اس سے کم کا نہیں اور اسی کے مطابق تمام عالمِ اسلام میں بیس تراویح ہی پڑھی جاتی رہیں حتی کہ پورے بارہ سو سال میں عالمِ اسلام کے کسی شہر کی کسی مسجد میں آٹھ تراویح نہیں پڑھی گئیں تیرھویں صدی میں آکر غیر مقلدین کو یہ وحی آئی کہ تراویح بیس نہیں آٹھ سنت ہیں اور بیس پڑھنے والے بدعتی ہیں اللہ کی وحی تو بند ہو چکی ہے لیکن یہ وحی مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کیلئے اس انگریز کی طرف سے آئی ہے جس نے ان کو اہل حدیث کا نام دیا تا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے اور یہ لوگ انگریز کے خلاف جہاد کرنے کی بجائے آپس میں دست و گریبان ہو جائیں افسوس کہ اس کا یہ مقصود بڑی حد تک پورا ہو گیا۔ فوا اسفاہ

ائمہ اربعہ کے نزدیک بھی تراویح کی مسنون رکعات بیس ہیں

علامہ ابن شاہ مالکی لکھتے ہیں......

وَاخْتَلَفُوْا فِی الْمُخْتَارِ مِنْ عَدَدِ الرَّکْعَاتِ الَّتِیْ یَقُوْمُ بِهَا النَّاسُ فِیْ رَمَضَانَ فَاخْتَارَ مَالِكٌؒ فِیْ أَحَدِ قَوْلَیْهِ وَأَبُوْحَنِیْفَةَؒ وَالشَّافِعِیُّؒ وَأَحْمَدُؒ وَدَاوٗدُؒ الْقِیَامَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً سِوَی الْوِتْرِ وَابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍؒ یَسْتَحْسِنُ سِتًّا وَّثَلَاثِیْنَ رَکْعَةً وَّالْوِتْرَ ثَلَاثَ رَکْعَاتٍ

(بدایة المجتهد)[1]

رکعاتِ تراویح کے مختار عدد کے بارے میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے امام مالکؒ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک قول میں اور امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور داؤد ظاہریؒ نے وتر کے علاوہ بیس رکعتوں کو اختیار کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن قاسم نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ چھتیس رکعات اور تین وتروں کو بہتر سمجھتے تھے۔

[1] بدایة المجتهد ص ۱/۱۷۹

وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ فِیْھَا عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً وَبِھٰذَا قَالَ الثَّوْرِیُّ وَاَبُوْحَنِیْفَۃَ وَالشَّافِعِیُّ وَقَالَ مَالِکٌ سِتٌّ وَّ ثَلَاثُوْنَ وَتَعَلَّقَ بِفِعْلِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ (المغنی لابن قدامة)[1]

یعنی امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات مختار و پسندیدہ ہیں اور اسی کے قائل ہیں سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں انہوں نے اہل مدینہ کے تعامل کو لیا ہے۔

اور تعامل اہل مکہ بھی بیس کا ہی ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں......

وَھٰکَذَا اَدْرَکْتُ بِبَلَدِنَا مَکَّۃَ یُصَلُّوْنَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً (ترمذی شریف)[2]

یعنی میں نے اہل مکہ کو بیس تراویح پڑھتے دیکھا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کی تائید و حکمت

وَعَدَدُہٗ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً وَذَالِکَ لِاَنَّھُمْ رَاَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرَعَ لِلْمُحْسِنِیْنَ اِحْدٰی عَشَرَۃَ فِیْ جَمِیْعِ السَّنَۃِ لَایَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ حَظُّ الْمُسْلِمِ فِیْ رَمَضَانَ عِنْدَ ھٰذِہِ الْاِقْتِحَامِ فِیْ لُجَّۃِ التَّشَبُّہِ بِالْمَلَکُوْتِ مِنْ ضِعْفِھَا (حجة الله البالغة)[3]

اور اس کی تعداد بیس رکعت ہے اور یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے محسنین کیلئے سارا سال گیارہ رکعت تہجد مقرر فرمائی ہے تب انہوں نے فیصلہ کیا کہ مناسب نہیں کہ مسلمانوں کا حصہ رمضان المبارک میں سال بھر کے حصے سے دگنا نہ ہو جبکہ وہ ملکوت کیساتھ تشبہ کی موجوں میں غوطہ زنی کا ارادہ رکھتے ہوں۔

شاہ ولی اللہؒ کے اس اقتباس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ تراویح بیس رکعات ہیں وہاں یہ بھی پتہ چلا کہ گیارہ رکعت والی سب روایات نمازِ تہجد کے متعلق ہیں جن میں آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر ہیں لہٰذا ان روایات کو کھینچ اور گھسیٹ کر کے تراویح پہ لگانا چوری بھی ہے اور سینہ زوری بھی یہ اتباعِ سنت نہیں اتباعِ ہویٰ ہے کیونکہ عامۂ امت کے مجموعی موقف کے خلاف اپنا الگ موقف بنا لینا اور اسکی صحت پر اصرار کرنا ساری امت کو گمراہ اور غلط کہنے کے مترادف ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق امت کی اکثریت ضلالت پر جمع نہیں ہو سکتی بلکہ جس پر امت اجماع کر لے وہی حق ہے اور اس کا خلاف باطل۔

[1] المغنی لابن قدامة ص۲/۱۶۷

[2] ترمذی شریف ص۱/۹۹

[3] حجة الله البالغة ص۲/۱۸

تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں

کیونکہ تہجد کی اولاً فرضیت اور ثانیاً نفلیت از روئے قرآن ثابت ہے ''فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ'' ''رات کے وقت تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ آپ کیلئے زیادہ کی گئی ہے'' اور تراویح کی مشروعیت از روئے حدیث ہے۔ جیسا کہ اس حدیث شریف سے واضح ہے۔

(۱۴۸۶) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَقَالَ شَهْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ (ابن ماجة)[1]

تراویح اور تہجد اس لئے بھی الگ الگ نمازیں ہیں کہ تراویح تو شروع شب میں پڑھی جاتی ہے اور تہجد آخر شب میں اور اسلئے بھی کہ تہجد گھر میں پڑھی جاتی ہے اور تراویح مسجد میں اور اس لئے بھی کہ تہجد اکیلے پڑھی جاتی ہے اور تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہے اور اس لئے بھی کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں آٹھ رکعت پر مشتمل یکساں نمازیں ہوں تو رمضان المبارک میں کثرتِ عبادت کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے حالانکہ جب رمضان آتا تھا تو رسول اللہ ﷺ بستر کو لپیٹ دیتے تھے کمر کو باندھ لیتے تھے ساری رات شب بیداری کرتے تھے اور اہل خانہ کو بھی جگا دیتے تھے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۴۸۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِيْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ (بخاری شریف)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب آخری عشرہ شروع ہو جاتا تو اپنی چادر کس کے باندھ لیتے اور رات کو شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگا لیتے۔

یہ سارے اہتمام جبھی ہو سکتے ہیں کہ تراویح تہجد سے الگ نماز ہو اور شروع رات میں تراویح اور آخر رات میں تہجد پڑھی جائے۔

حضور اکرم ﷺ اور صحابہؓ کی رہنمائی میں تہجد کا ثبوت

(۱۴۸۸) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ وَجَآءَ رَجُلٌ فَقَامَ اَيْضًا حَتّٰى كُنَّا رَهْطًا فَلَمَّا اَحَسَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّا خَلْفَهٗ جَعَلَ يَتَجَوَّزُ فِيْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں نماز پڑھا کرتے تھے میں جو آیا تو آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور ایک دوسرا آدمی آیا وہ بھی آ کر کھڑا ہو گیا حتی کہ ہم ایک جماعت بن گئے جب نبی کریم ﷺ نے ہماری اقتدا کو محسوس کیا تو آپ نے نماز مختصر کر دی اور گھر

[1] ابن ماجة ص ۹۵

[2] بخاری شریف ص ۱/ ۲۷۱

الصَّلٰوةِ ثُمَّ دَخَلَ رَحْلَهٗ فَصَلّٰى صَلٰوةً لَا يُصَلِّيْهَا عِنْدَنَا قَالَ قُلْنَا لَهٗ حِيْنَ اَصْبَحْنَا اَفَطِنْتَ لَنَا اللَّيْلَةَ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ ذَالِكَ الَّذِيْ حَمَلَنِيْ عَلَى الَّذِيْ صَنَعْتُ (مسلم شریف)[1]

میں چلے گئے وہاں جاکر آپ نے ایسی نماز پڑھی جو ہمارے پاس نہیں پڑھا کرتے تھے کہتے ہیں کہ جب ہم نے صبح کو آپ سے پوچھا رات آپ نے ہمیں محسوس کرلیا تھا آپ نے فرمایا ہاں یہی بات تھی کہ جس نے مجھے گھر جانے پر مجبور کیا۔

وضاحت: یہ جو گھر جاکر آپ نے نماز پڑھی ہے یہی تہجد تھی کیونکہ تہجد آپ گھر میں پڑھا کرتے تھے۔

(۱۴۸۹) عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ قَالَ زَارَنَا طَلْقُ بْنُ عَلِيٍّ فِيْ يَوْمٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَاَمْسٰى عِنْدَنَا وَاَفْطَرَ ثُمَّ قَامَ بِنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَاَوْتَرَ بِنَا ثُمَّ انْحَدَرَ اِلٰى مَسْجِدِهٖ فَصَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ حَتّٰى اِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَدَّمَ رَجُلًا فَقَالَ اَوْتِرْ بِاَصْحَابِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ (ابوداؤد شریف)[2]

حضرت قیس بن طلقؓ سے روایت ہے کہ حضرت طلق بن علیؓ رمضان کے ایک دن ہمارے پاس مہمان ہوئے آپ شام تک ہمارے پاس رہے افطار بھی ہمارے پاس کیا اس رات آپ نے ہمیں تراویح بھی پڑھائیں اور وتر بھی پھر آپ اپنی مسجد کیطرف چلے گئے وہاں جاکر اپنے ساتھیوں کو نفلی نماز پڑھائی جب وتر باقی رہ گئے تو ایک آدمی کو آگے کردیا اور فرمایا کہ اپنے اصحاب کو وتر پڑھا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہوتے۔

وضاحت: یہ اپنی مسجد میں جاکر آپ نے تہجد پڑھائی ہے یعنی آپ تہجد کیلئے کھڑے ہوئے تو کچھ اور لوگ بھی از خود آپ کے پیچھے پڑھنے لگے۔

(۱۴۹۰) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ الْمُتَهَجِّدُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ وَالْاِمَامُ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ (رواه ابن ابی شیبة)[3]

جناب ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تہجد پڑھنے والے مسجد کی ایک سائڈ میں نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ امام عام لوگوں کو ماہِ رمضان میں تراویح پڑھا رہا ہوتا تھا۔

(۱۴۹۱) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ الْاِمَامُ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْمُتَهَجِّدُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ نَوَاحِي الْمَسْجِدِ لِاَنْفُسِهِمْ (مصنف ابن ابی شیبة)[4]

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ امام لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھا رہا ہوتا تھا جبکہ تہجد گزار اپنی نماز مسجد کے اطراف میں پڑھ رہے ہوتے تھے۔

[1] مسلم شریف ص ۳۵۲
[2] ابوداؤد شریف ص ۲۰۳/۱
[3] مصنف ابن ابی شیبة ص ۳۹۸/۲
[4] مصنف ابن ابی شیبة ص ۳۹۸

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضراتِ اصحاب کرامؓ اور تابعین عظام نماز تراویح کے علاوہ الگ الگ نمازِ تہجد بھی ادا کیا کرتے تھے پس غیر مقلدین کے دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں کہ رمضان میں الگ سے تہجد نہیں ہوتی اور یہ کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔

امام بخاریؒ سے نمازِ تہجد کا ثبوت رمضان المبارک میں

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ يَجْتَمِعُ اِلَيْهِ اَصْحَابُهُ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ وَيَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ عِشْرِيْنَ اٰيَةً وَكَذَالِكَ اِلٰى اَنْ يَّخْتِمَ الْقُرْاٰنَ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي السَّحَرِ مَابَيْنَ النِّصْفِ اِلَى الثُّلُثِ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَيَخْتِمُ عِنْدَ السَّحَرِ فِيْ كُلِّ ثَلَاثِ لَيَالٍ الهدى السارى مقدمة فتح البارى)[1]

یعنی رمضان المبارک کی پہلی رات میں امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ کے ہاں انکے شاگرد اور دوست جمع ہو جاتے تھے اور امام بخاریؒ انہیں نمازِ تراویح پڑھایا کرتے تھے اور ہر رکعت میں بیس آیات پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کیوقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک روزانہ پڑھتے اور سحر کیوقت ہر تین رات میں ایک قرآن پاک ختم کر دیتے تھے۔

دیکھئے امام بخاریؒ تراویح شروع رات میں باجماعت پڑھتے ہیں اور سحر کے وقت نمازِ تہجد منفرداً پڑھتے ہیں اور دونوں منزلیں بھی الگ الگ جاری رہتی ہیں تراویح میں ایک قرآن پاک ختم کرتے ہیں کیونکہ جماعت والے زیادہ کا تحمل نہیں کر سکتے تھے مگر تہجد میں دس قرآن پاک ختم کر لیتے تھے کیونکہ اس کا بوجھ صرف ان کی اپنی ذات پر تھا امام بخاریؒ کے اس عمل کے سامنے آجانے کے بعد آئمہ مجتہدین کے غیر مقلد اور بخاری کے مقلدوں کے پاس اپنے اس دعوے کی کیا دلیل رہ جاتی ہے کہ رمضان المبارک میں تہجد جائز ہی نہیں کیونکہ رمضان میں تراویح ہی تہجد کے قائم مقام ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی تراویح اور ختمِ قرآن

عام لوگوں کیلئے ماہِ رمضان میں ایک ہی ختمِ قرآن مسنون اور غنیمت ہے لیکن خاصانِ امت نے جہاں اپنے علم وعمل کے جھنڈے گاڑے ہیں وہاں عبادت وریاضت اور تقویٰ اور طہارت میں بھی ایسے بلند مقام ہیں کہ ہم لوگ ان کو صرف دور سے ستاروں کی طرح دیکھ سکتے ہیں لیکن ان کے مقامِ رفیع تک پہنچ نہیں سکتے حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی عبادت وریاضت میں ان شہسواروں میں سے تھے جن کا مقابلہ ہم جیسے دوں ہمت نہیں کر سکتے دیکھئے......

[1] الهدى السارى مقدمة فتح البارى ص ۴۸۱

عَنْ يَحْيَى بْنِ نَصْرٍ قَالَ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رُبَمَا خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ سِتِّيْنَ خَتْمَةً (تاريخ بغداد)[1]

یحیٰی بن نصر روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ رمضان المبارک میں اکثر و بیشتر ساٹھ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔

وَعَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ اِحْدٰى وَّ سِتِّيْنَ خَتْمَةً فِىْ كُلِّ يَوْمٍ خَتْمَةً وَفِىْ كُلِّ لَيْلَةٍ خَتْمَةً وَفِىْ كُلِّ التَّرَاوِيْحِ خَتْمَةً (شرح نقاية و مراقى الفلاح)[2]

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ وہ رمضان المبارک کے ہر دن میں ایک ختم کرتے تھے اور ہر رات میں بھی ایک ختم کر لیتے تھے اور پھر ساری تراویح میں بھی ایک ختم کرلیا کرتے تھے۔ اس طرح ان کے ماہ رمضان میں اکسٹھ قرآن پاک ختم ہوجاتے تھے۔

ہمارے اور انکے کرم فرما غیر مقلدین اجتہاد میں تو ان کا مقابلہ کرتے ہیں اس محیر العقول عبادت و ریاضت میں ان کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔ کیا ہے کوئی مردِ میداں۔ فاستبقوا الخیرات

بیس رکعت کے متعلق دوسرے علماءِ امت کے اقوال

ہر چند کہ تابعین اور تبع تابعینؒ کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زائد رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۂ رسول میں جو مہبط وحی اور انوارِ رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا رہیں تاہم انجام کار بیس پر ہی امت کا اتفاق ہوگیا اور حالت بدستور سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ گو بعض بزرگ چاروں درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحہ کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلا جماعت ادا کر کے تعداد رکعات چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعات کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماءِ حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہو تاہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد تمام علماءِ اہل سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر عموماً بیس ہی پر عمل پیرا رہے۔ ذیل میں ان علماء و صلحاءِ متاخرین کے اسماءِ گرامی درج کئے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحتاً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل ہیں۔

امام ابن عبد البرؒ

حافظ امام ابن عبد البرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تئیس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے اور امام مالکؒ کی روایت کہ جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہے وہم ہے۔ امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثینؒ نے اکیس رکعات بتائیں ہیں اور میں امام مالکؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث بیان کی ہو۔[3]

[1] تاریخ بغداد ص ۱۳/۳۵۷
[2] شرح نقاية و مراقى الفلاح
[3] المصابيح مترجم مبطوعه ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۵

عَنْ يَحْيَى بْنِ نَصْرٍ قَالَ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رُبَّمَا خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ سِتِّيْنَ خَتْمَةً (تاریخ بغداد)[۱]

یحییٰ بن نصر روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ رمضان المبارک میں اکثر و بیشتر ساٹھ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔

وَعَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ اِحْدٰى وَّ سِتِّيْنَ خَتْمَةً فِىْ كُلِّ يَوْمٍ خَتْمَةً وَفِىْ كُلِّ لَيْلَةٍ خَتْمَةً وَفِىْ كُلِّ التَّرَاوِيْحِ خَتْمَةً

(شرح نقاية و مراقی الفلاح)[۲]

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ وہ رمضان المبارک کے ہر دن میں ایک ختم کرتے تھے اور ہر رات میں بھی ایک ختم کرلیتے تھے اور پھر ساری تراویح میں بھی ایک ختم کرلیا کرتے تھے۔ اس طرح ان کے ماہِ رمضان میں اکسٹھ قرآن پاک ختم ہوجاتے تھے۔

ہمارے اور انکے کرم فرما غیر مقلدین اجتہاد میں تو ان کا مقابلہ کرتے ہیں اس محیر العقول عبادت و ریاضت میں ان کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔ کیا ہے کوئی مردِ میداں۔ فاستبقوا الخیرات

بیس رکعت کے متعلق دوسرے علماءِ امت کے اقوال

ہرچند کہ تابعین اور تبع تابعینؒ کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زائد رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۃ الرسول میں جو مہبط وحی اور انوارِ رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا رہیں تاہم انجام کار بیس پر ہی امت کا اتفاق ہوگیا اور حالت بدستور سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ گو بعض بزرگ چاروں درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحہ کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلا جماعت ادا کر کے تعداد رکعات چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعات کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماءِ حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہو تاہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد تمام علماءِ اہل سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر عموماً بیس ہی پر عمل پیرا رہے۔ ذیل میں ان علماء و صلحاءِ متاخرین کے اسماءِ گرامی درج کئے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحتاً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل ہیں۔

امام ابن عبدالبرؒ

حافظ امام ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تیئس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے اور امام مالکؒ کی روایت کہ جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہے وہم ہے۔ امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثینؒ نے اکیس رکعات بتائیں ہیں اور میں امام مالکؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث بیان کی ہو۔[۳]

[۱] تاریخ بغداد ص۱۳/۳۵۷
[۲] شرح نقاية و مراقی الفلاح
[۳] المصابیح مترجم مبطوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۵

عَنْ يَحْيٰى بْنِ نَصْرٍ قَالَ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رُبَمَا خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ سِتِّيْنَ خَتْمَةً (تاریخ بغداد)[۱]

وَعَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ اِحْدٰى وَّ سِتِّيْنَ خَتْمَةً فِىْ كُلِّ يَوْمٍ خَتْمَةً وَفِىْ كُلِّ لَيْلَةٍ خَتْمَةً وَفِىْ كُلِّ التَّرَاوِيْحِ خَتْمَةً

(شرح نقایة و مراقی الفلاح)[۲]

یحیی بن نصر روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ رمضان المبارک میں اکثر و بیشتر ساٹھ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ وہ رمضان المبارک کے ہر دن میں ایک ختم کرتے تھے اور ہر رات میں بھی ایک ختم کرلیتے تھے اور پھر ساری تراویح میں بھی ایک ختم کرلیا کرتے تھے۔ اس طرح ان کے ماہِ رمضان میں اکسٹھ قرآن پاک ختم ہوجاتے تھے۔

ہمارے اور انکے کرم فرما غیر مقلدین اجتہاد میں تو ان کا مقابلہ کرتے ہیں اس محیر العقول عبادت و ریاضت میں ان کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔ کیا ہے کوئی مردِ میداں۔ فاستبقوا الخیرات

بیس رکعت کے متعلق دوسرے علماءِ امت کے اقوال

ہر چند کہ تابعین اور تبع تابعینؒ کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زائد رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۂ رسول میں جو مہبط وحی اور انوارِ رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا رہیں تاہم انجام کار بیس پر ہی امت کا اتفاق ہوگیا اور حالت بدستور سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ گو بعض بزرگ چاروں درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحہ کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلا جماعت ادا کر کے تعداد رکعات چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعات کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماءِ حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہوتا ہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد تمام علماءِ اہل سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر عموماً بیس ہی پر عمل پیرا رہے ہے۔ ذیل میں ان علماء و صلحاءِ متاخرین کے اسماءِ گرامی درج کئے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحتاً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل ہیں۔

امام ابن عبدالبرؒ

حافظ امام ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تیئس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے اور امام مالکؒ کی روایت کہ جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہے وہم ہے۔ امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثینؒ نے اکیس رکعات بتائیں ہیں اور میں امام مالکؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث بیان کی ہو۔[۳]

[۱] تاریخ بغداد ص ۳۵۷/۱۳
[۲] شرح نقایة و مراقی الفلاح
[۳] المصابیح مترجم مبطوعه ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۵

ترجمہ امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبیؒ

حافظِ مغرب شیخ الاسلام امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبیؒ ۳۶۸ھ میں ہسپانیہ کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ اور اتقان میں اہل زمانہ کے استاد تھے۔ باجی کا قول ہے کہ اندلس (اسپین) میں کوئی عالم علمِ حدیث میں ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں کہ کتاب تمہید ہمارے دوست ابوعمرؒ (ابن عبدالبرؒ) کی تصنیف ہے فقہ، حدیث میں کوئی کتاب اس تصنیف کی ہم پایہ نہیں چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ علامہ ابن عبدالبرؒ تمام علوم میں بیش بہا تالیفات رکھتے تھے۔ انکی ایک شہرۂ آفاق کتاب ''کافی'' جو امام مالکؒ کے مذہب پر پندرہ جلدوں میں ہے۔ کتاب ''استیعاب'' میں صحابۂ کرامؓ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ یہ ایسی بلند پایہ تصنیف ہے کہ جسکی مثل کسی مصنف کی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ انکی ایسی دوسری بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں جنکے نام ''تذکرۃ الحفاظ'' میں درج ہیں۔ حدیث، فقہ اور معانی میں بصیرتِ تام رکھنے کے علاوہ علمِ نسب واخبار کے بھی بڑے ماہر تھے ثقہ حجت اور صاحبِ سنت واتباع تھے۔ پہلے ظاہری تھے۔ پھر مالکی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

حمیدی کا بیان ہے کہ ابوعمر فقیہ، حافظ اور قرأت وخلاف اور علوم حدیث ورجال کے بڑے فاضل اور قدیم السماع بزرگ تھے عمر کی پچانویں منزلیں طے کر کے ۴۶۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ بیہقیؒ کے ہمعصر اور عمر میں ان سے سولہ سال بڑے تھے۔

(تذکرة الحفاظ ذہبی ص ۱/۳۲۷)

امام محمد غزالیؒ

حکیم الامت غزالیؒ لکھتے ہیں......

اَلتَّرَاوِیحُ وَهِیَ عِشْرُوْنَ رَکْعَةً وَّکَیْفِیَّتُهَا مَشْهُوْرَةٌ وَهِیَ سُنَّةٌ مُّؤَکَّدَةٌ	تراویح بیس رکعت ہیں اور اس کے پڑھنے کا طریقہ مشہور ومعروف ہے تراویح سنتِ مؤکدہ ہیں۔

(احیاء العلوم ص ۱/۱۳۹)

قطبِ ربانی سید عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت محبوبِ سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز رقم فرماتے ہیں۔

صَلٰوةُ التَّرَاوِیحِ سُنَّةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ عِشْرُوْنَ رَکْعَةً	نمازِ تراویح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ بیس رکعات ہیں۔

(غنیة الطالبین ص ٥٦٧،٤٦٤)

امام ابن قدامہ حنبلیؒ

امام ابن قدامہ حنبلیؒ المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں......

وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ فِیْهَا عِشْرُوْنَ رَکْعَةً وَبِهٰذَا قَالَ الثَّوْرِیُّ ؒ وَاَبُوْحَنِیْفَةَ وَالشَّافِعِیُّ ؒ وَقَالَ مَالِكٌ ؒ سِتَّةٌ وَّثَلَاثُوْنَ وَزَعَمَ اَنَّهُ الْاَمْرُ الْقَدِیْمُ وَتَعَلَّقَ بِفِعْلِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَلَنَا اَنَّ عُمَرَ ؓ لَمَّا جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ ؓ کَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً

امام احمدؒ کے نزدیک بیس رکعت مختار ہیں سفیان ثوریؒ اور ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے اور امام مالکؒ چھتیس رکعت کے قائل ہیں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

(مغنی ابن قدامة مطبوعه مصر ص ۸۰۲/۱)

امام نوویؒ

امام محی الدین نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں......

اِعْلَمْ اَنَّ صَلٰوةَ التَّرَاوِیْحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِیْنَ وَهِیَ عِشْرُوْنَ رَکْعَةً

یاد رکھو کہ نمازِ تراویح سنت ہے تمام مسلمان اس مسئلہ پر باہم متفق ہیں اور یہ بیس رکعت ہیں۔

(کتاب الاذکار ص ۸۳)

شیخ ابن تیمیہؒ

شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں......

وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ ؓ کَانَ یَقُوْمُ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً فِیْ رَمَضَانَ وَیُوْتِرُ

یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے

بِثَلَاثٍ فَرَأٰی کَثِیْرٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ اَنَّ ذَالِکَ ھُوَ السُّنَّۃُ لِاَنَّہٗ قَامَ بَیْنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَلَمْ یُنْکِرْہُ مُنْکِرٌ

(فتاویٰ ابن تیمیۃ ص ۱/۱۸٦)

تھے اسی بنا پر اکثر علماء بیس رکعت ہی کو سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ حضرت ابیؓ مہاجرین و انصار کی جماعت میں بیس رکعت کا قیام فرماتے تھے اور ان حضرات میں سے کسی نے بھی ان پر انکار نہ کیا۔

علامہ سبکیؒ

علامہ سبکیؒ منہاج میں لکھتے ہیں کہ اس بات کا یقین کرلو کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ ﷺ ان راتوں میں کتنی رکعات پڑھا کرتے تھے اور ہمارا مذہب بیس رکعات پڑھنے کا ہے۔ (المصابیح مترجم ص ١٤ مطبوعه امر تسر)

علامہ عینیؒ

علامہ بدرالدین عینیؒ شارح بخاری بھی بیس رکعت کے قائل ہیں چنانچہ انہوں نے شرح بخاری میں اس کے بڑے بڑے دلائل قلم بند کئے ہیں اور اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں......

وَقَالَ ابْنُ عَبْدِالْبَرِّؒ وَھُوَ قَوْلُ جُمْھُوْرِ الْعُلَمَآءِ وَبِہٖ قَالَ الْکُوْفِیُّوْنَ وَالشَّافِعِیُّؒ وَاَکْثَرُ الْفُقَھَآءِ وَھُوَ الصَّحِیْحُ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ مِنْ غَیْرِ خِلَافٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِؓ

(عینی شرح بخاری)

حافظ ابن عبدالبرؒ نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء کا قول بیس رکعت کا ہے اور مجتہدینِ کوفہ اور امام ابوحنیفہؒ ان کے شاگرد سفیان ثوریؒ اور شافعیؒ اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی صحیح یہی ثابت ہوا ہے اور کوئی صحابیؓ اس مسلک کے خلاف نہیں گیا۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانیؒ

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں......

وَلَعَلَّھُمْ فِیْ وَقْتٍ اَجَازُوْا تَطْوِیْلَ الْقِیَامِ عَلٰی عَدَدِ الرَّکْعَاتِ فَجَعَلُوْھَا عِشْرِیْنَ وَقَدِ اسْتَقَرَّ الْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا

(امصابیح ص١٦)

اور شاید صحابہ کرامؓ نے قیام کی طوالت کو کسی وقت مختصر کر کے اور رکعتیں بڑھا کر بیس کر دیں اور پھر بیس پر ہی عمل مستحکم و استوار ہوگیا۔

امام عبدالوھاب شعرانیؒ

امام عبدالوہاب شعرانیؒ رقم فرماہیں......

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ اَنَّ صَلٰوةَ التَّرَاوِیْحِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً وَاِنَّهَا فِی الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ
(میزان شعرانیؒ ص۱۵۳)

اور اسی قبیل میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے اقوال ہیں کہ نمازِ تراویح ماہ رمضان میں بیس رکعت ہے اور اس کا باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔

علامہ شامیؒ

علامہ ابن عابدین شامیؒ الدر المختار کی شرح میں لکھتے ہیں......

اَلتَّرَاوِیْحُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ لِمُوَاظَبَةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ اِجْمَاعًا بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَهِیَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ وَعَلَیْهِ عَمَلُ النَّاسِ شَرْقًا وَّغَرْبًا (رد المختار ج۱ ص۵۱۱)

تراویح بالاجماع سنتِ مؤکدہ ہیں کیونکہ اسپر خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی ہے اسکا وقت نمازِ عشاء کے بعد ہے اور اسکی رکعتیں بیس ہیں یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر شرق و غرب کے مسلمانوں کا عمل ہے۔

بیس تراویح کے مسنون ہونے پر حرمین شرفین کی تاریخی شہادت

بانی اسلام حضور نبی کریم ﷺ قیام رمضان یعنی تراویح کی بہت ترغیب دیا کرتے تھے آپ فرماتے ہیں......

(۱۴۹۲) مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ
(مؤطیین مالکؒ و محمدؒ)

جو شخص رمضان المبارک میں قیام کرے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردئے جائیں گے۔

اس عظیم فضیلت کو سن کر لوگ نوافل ادا کیا کرتے تھے کوئی اکیلا اور کوئی جماعت کے ساتھ کوئی کم اور کوئی زیادہ لیکن خود حضور اکرم ﷺ نے مسجد میں صرف تین رات تراویح پڑھائی ہیں تیئسویں اور پچیسویں اور ستائیسویں رات کو، پہلی رات تہائی رات تک اور دوسری رات آدھی رات تک اور تیسری رات سحری کے وقت تک جیسا کہ اس حدیث پاک میں ہے......

(۱۴۹۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَلَمْ

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کیساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھے پورا مہینہ آپ

بِقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! لَوْ نَفَلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ قَالَ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ اَهْلَهٗ وَنِسَآئَهٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ تَفُوْتَ الْفَلَاحُ قَالَ قُلْتُ مَا الْفَلَاحُ قَالَ اَلسَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ (رواہ ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجة و النسائی وغیرہ)[1]

نے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو تیئسویں رات میں آپ نے نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی (پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کاش ہمیں آپ ان راتوں اور بھی نفلی نمازیں پڑھاتے تو آپ نے فرمایا کہ آدمی جب امام کیساتھ (فرض) نماز پڑھ کر لوٹ آئے تو وہ پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائیگا ابوذرؓ کہتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (چھبیسویں رات میں) جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں اور لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی ستائیسویں رات میں) اور وہ اتنی طویل نماز تھی کہ ہمیں خوف ہوا کہ ہماری فلاح فوت ہوجائیگی میں نے پوچھا کہ فلاح فوت ہونے کا کیا مطلب ہے تو فرمایا کہ سحری پھر بقیہ ایام میں آپ نے نماز نہیں پڑھائی۔

لیکن ان تین راتوں میں آپ نے کتنی رکعات پڑھائیں اس کا کوئی ذکر صحیح روایات میں نہیں ہے حتی کہ ابن تیمیہ کو کہنا پڑا۔

وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ فِيْهِ عَدَدٌ مُّعَيَّنٌ مُوَقَّتٌ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَزِيْدُ وَلَايَنْقُصُ فَقَدْ اَخْطَاَ (الانتقاد الرجیح)[2]

کہ جس نے یہ گمان کیا کہ تراویح کا عدد و رکعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعین و موقت ہے وہ بیشک غلطی پر ہے۔

لہٰذا باجماعت بے جماعت گھر میں مسجد میں آٹھ یا بارہ یا بیس اپنے ذوق اور اپنے تحمل کے مطابق پڑھتے رہے حتی کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ آگیا۔

[1] ابوداؤد ص ۲۱۱ و الترمذی ص ۹۹ و ابن ماجة ۹۵ و نسائی شریف ۲۳۸
[2] الانتقاد الرجیح ص ۶۳

بیس تراویح دورِ فاروقی میں

دورِ صدیقی چونکہ بہت مختصر ہے اور اس میں تراویح میں کوئی بڑی تبدیلی آئی بھی نہیں اس لئے ہم اس کا مستقل ذکر نہیں کرتے البتہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں عورتیں ازخود باجماعت تراویح ادا کرتی تھیں لیکن ان کا امام عورت نہیں بلکہ نوخیز حافظ وقاری ہوا کرتا تھا جیسا کہ بیہقیؒ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱۴۹۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَاْخُذُ الصِّبْيَانَ مِنَ الْكُتَّابِ لِيَقُوْمُوْا بِنَا فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَنَعْمِلُ لَهُمْ (القلية) (والخشكنانج) وَعِنْدَ الْمَرْوَزِىْ فَنَعْمَلُ لَهُمْ (القلية والخشكار) وَهُوَ خُبْزُ السَّمْرَآءِ (التراويح من الف عام ص ۲۴)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ہم معلمین سے لڑکے حاصل کیا کرتی تھیں تاکہ وہ ہمیں رمضان میں تراویح پڑھایا کریں پھر ان کیلئے ہم اونٹ کے گوشت کا شوربہ اور گندم کی روٹی بنایا کرتی تھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک سنانے والے کی خدمت کرنا سنتِ امّ المؤمنین اور سنتِ صحابہ کرامؓ ہے اگر یہ خدمت ان کی طلب کے بغیر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے۔ یہ دورِ صدیقی ہی کی بات ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں مردوں اور عورتوں کیلئے الگ الگ امام مقرر کردئے تھے اور سرکاری اہتمام سے باجماعت تراویح پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۴۹۵) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِالْقَارِىْ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فِىْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّى الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّى الرَّجُلُ فَيُصَلِّىْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُؓ اِنِّىْ اَرٰى لَوْجَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍؓ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ نِعْمَتِ

جناب عبدالرحمٰن ابن عبد جنکا لقب القاری ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کیساتھ رمضان المبارک میں مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ متفرق ٹولیوں میں پڑھ رہے تھے کوئی اکیلا پڑھ رہا تھا کسی کے پیچھے پانچ سات آدمی پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ میں انکو ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو یہ ایک مثالی کام ہوگا پھر انکو حضرت ابی بن کعبؓ پر جمع کردیا پھر میں اگلی رات نکلا تو لوگ اپنے قاری کے پیچھے تراویح پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ایک اچھی بدعت ہے

الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَ الَّتِیْ یَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ یَقُوْمُوْنَ یَعْنِیْ اٰخِرَ اللَّیْلِ وَكَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ (رواہ مالک)[1]

(لغتاً نہ کہ شرعاً) اور جس نماز سے یہ سو رہے تھے وہ اس سے افضل ہے جسکو یہ ادا کر رہے ہیں یعنی نماز تہجد جسکو اخیر رات میں پڑھا جاتا ہے اور یہ شروع میں پڑھ رہے ہیں۔

اس روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے تراویح کو ایک جماعت کی صورت میں مربوط کر دیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو امام نام مقرر کر دیا اس کے ساتھ ہی متفرق امامتیں ختم ہو گئیں پھر امام کی سہولت کیلئے اور امامت کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے انکے ساتھ ایک اور امام مقرر کر دیا گیا تا کہ آدھی تراویح ایک امام پڑھائے اور دوسری آدھی دوسرا امام پڑھائے اس کا ذکر حضرت سائب بن یزیدؓ کی حدیث میں ہے پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے ہی عورتوں کیلئے بھی ایک امام مقرر کر دیا جس کا نام سلیمان بن ابی حثمہ تھا ان دونوں چیزوں کا ذکر مروزی کی اس روایت میں ہے۔

(۱٤۹٦) عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ جَعَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ لِلنَّاسِ قَارِئَیْنِ فَكَانَ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍؓ یُصَلِّیْ بِالرِّجَالِ وَكَانَ ابْنُ اَبِیْ حَثْمَةَ یُصَلِّیْ بِالنِّسَآءِ (صلاۃ اللیل مروزی)[2]

ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کیلئے قاری مقرر فرمائے حضرت ابی بن کعبؓ مردوں کو نماز پڑھاتے تھے اور حضرت ابن ابی حثمہ عورتوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔

ایک ہی وقت میں دونوں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ تراویح پڑھایا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے یہ بھی کیا کہ جو قاری تیز پڑھانے والا تھا اسے تیس آیات فی رکعت پڑھانے کا حکم دیا اور جو درمیانی چال چلنے والا تھا اسے پچیس آیات کا پابند کیا اور جو دھیمی چال والا تھا اسے بیس آیات پڑھنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے تدریجی طور پر آیات کو گھٹایا اور رکعات کو بڑھایا پہلے پہلے انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو آٹھ رکعات پڑھانے کا حکم فرمایا جو سو آیات تک فی رکعت پڑھتے تھے اور لوگ فجر کے وقت ہی فارغ ہوتے تھے پھر ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا جن میں قرأت فی رکعت کم ہو گئی آخر کار انہیں وتروں سمیت تیئیس رکعات پڑھانے کا حکم فرمایا جس میں قرأت فی رکعت تک اور بھی کم ہو گئی اور نمازیوں کو بڑی تخفیف محسوس ہوئی کیونکہ اب صرف بیس، پچیس یا زیادہ سے زیادہ تیس آیات فی رکعت پڑھی جاتی تھی اس سلسلے میں ایک روایت چھتیس رکعت کی بھی ہے جس پر اہل مدینہ اب تک عمل کرتے چلے آرہے ہیں مگر وہ بیس کو شروع رات میں تراویح کے نام سے پڑھتے ہیں سولہ تہجد کے وقت آخر رات میں پڑھتے ہیں۔

[1] موطأ امام مالک ص ۹۷
[2] صلوۃ اللیل مروزی

حضرت عمرؓ کو رکعات میں اس ردوبدل اور مقدارِ قرأت کو گھٹانے کا کس نے اختیار دیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں یہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا جس کا اعلان آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں کیا ہے جو آگے آرہی ہے۔ اس پہلی تبدیلی کا ذکر حضرت موطأ امام مالک کی اس روایت میں ہے۔

(۱۴۹۷) عَنِ الْاَعْرَجِ يَقُوْلُ مَا اَدْرَكْتُ النَّاسَ اِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُوْنَ الْكَفَرَةَ فِیْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ فَاِذَا قَامَ بِهَا فِیْ اثْنَتَیْ عَشَرَةَ رَكْعَةً رَاَی النَّاسُ اَنَّهٗ قَدْ خُفِّفَ (رواه الامام مالكؒ فی موطأه)[1]

جناب اعرج کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو رمضان المبارک میں کافروں پر قنوتِ نازلہ پڑھتے دیکھا اور آپ ہی کا قول ہے قاری سورۂ بقرہ آٹھ رکعات میں پڑھتا تھا پھر جب بارہ رکعات میں پڑھنے لگا تو لوگوں نے بڑی تخفیف محسوس کی۔

دوسری تبدیلی کا ذکر حضرت نعمان بن یزیدؒ کی اس حدیث شریف میں ہے۔

(۱۴۹۸) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ ؒ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فِیْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً

یزید بن رومانؒ کہتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تیئیس رکعات پڑھا کرتے تھے۔

تو گویا پہلے رکعات کم اور مقدارِ قرأت زیادہ تھی اور آخر میں رکعات زیادہ اور قرأت کم ہوگئی چنانچہ امام بیہقیؒ نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے اور جمع بھی صرف قیاسی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا عمل اس کی بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ آپ نے پہلی رات تہائی شب تک تراویح پڑھائیں اور دوسری رات نصف شب تک اور تیسری رات سحری سے ذرا پہلے تک تو ہوسکتا ہے کہ آپ نے پہلی رات آٹھ اور دوسری رات بارہ تیسری رات بیس رکعت پڑھائی ہوں اور اسی وجہ سے وقت میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا مگر چونکہ آخری رات آپ نے بیس پڑھائی ہیں اسلئے صحابہ کرامؓ نے آپکے آخری عمل کو اپنا معمول بنالیا کیونکہ آخری عمل اعمالِ سابقہ کیلئے ناسخ ہوتا ہے اب بیس رکعت تراویح ہی پر تمام صحابہ کا تعامل اور اجماع قائم ہوگیا جبکہ کسی صحابی نے اس سے اختلاف یا اس سے انکار نہیں کیا حضرت عمرؓ نے حضور اکرم ﷺ کی اس سنت کا اعلان واظہار کیا ہے نہ کہ اسکی ایجاد چونکہ اس کی مثال پہلے لوگوں کے مشاہدے میں نہیں تھی اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کو بدعتِ حسنہ قرار دیا اور اگر یہ طریقہ آپ ہی نے ایجاد کیا ہوتا تب بھی آپ کا طریقہ خلیفۂ راشد ہونے کی وجہ سے طریقہ سنتِ رسول کہلاتا ہے جسے حضرت عرباض ساریہؓ نے روایت کیا ہے اس لمبی حدیث کے آخر میں ہے۔

[1] موطأ امام مالك ص ۹۹

(۱۴۹۹) فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (رواہ احمدؒ وابوداؤدؒ وغیرہ)[۱]

میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑلو اور اسے مضبوط پکڑو اور اسے دانتوں سے قابو کرلو۔

تو حضرت عمرؓ بلاشبہ خلیفۂ راشد مہدی ہیں جن کے جاری کردہ طریقہ اور سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

(۱۵۰۰) عَنْ حُذَيْفَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدْرِيْ مَابَقَائِيْ فِيْكُمْ اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ ؓ وَّعُمَرَ ؓ (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ وغیرہ)[۲]

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تمہارے اندر کتنے دن رہوں گا اس لئے تم ان دونوں کی اقتدا کرنا جو میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے۔

اور جب حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا اس وقت ہزاروں صحابہؓ بقید حیات تھے مگر کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا جس سے تمام صحاب کی رضامندی ظاہر ہوگئی تو گویا اس پر اجماعِ صحابہ منعقد ہوگیا اب یہ حکم صرف حضرت عمر کا نہ رہا بلکہ تمام اصحابِ رسول کا ہوگیا ب اگر کوئی چودہ سو سال بعد ان پر اعتراض کرتا ہے تو اسے اپنی اوقات دیکھنی چاہئے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ؟

قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسفؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا:

(۱۵۰۱) هَلْ كَانَ لِعُمَرَ ؓ عَهْدٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً فَقَالَ لَهٗ اَبُوْحَنِيْفَةَ ؒ لَمْ يَكُنْ عُمَرُ مُبْتَدِعًا (فیض الباری و مراقی الفلاح)[۳]

یعنی کہا کیا حضرت عمرؓ کے پاس نبی کریم ﷺ کا کوئی اشارہ یا کوئی حکم موجود تھا بیس رکعات مقرر کرنے کے متعلق تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ بدعتی نہیں تھے یعنی ضرور ان کے پاس کوئی دلیل ہوگی انہوں نے از خود یہ بدعت ایجاد نہیں کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے پاس کوئی دلیل ضرور تھی جس کے پیش نظر آپ نے بیس کا حکم دیا۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ میں تیرہ رکعت کا تذکرہ ہے اور حدیث عائشہ بلاوتر میں آٹھ کا ذکر ہے تو اگر ہم ان دونوں کو جمع کرلیں تو اکیس بنتی ہیں اور اگر وتروں کے بعد والے دو نفل بھی ڈال لیں تو وہی تیئیس رکعات بن جاتی ہیں جو حضرت عمرؓ نے جاری فرمائیں۔ واللہ اعلم

[۱] مشکوۃ ص ۳۰
[۲] ترمذی شریف ص ۲۰۷
[۳] فیض الباری ص ۲/ ۴۲۰ ، مراقی الفلاح ص ۸۱

بیس تراویح عہدِ عثمانی میں

(۱۵۰۲) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَمَّنَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ احْتَبَسَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ تَفَرَّغَ لِنَفْسِهٖ ثُمَّ اَمَّهُمْ اَبُوْحَلِیْمَةَ مُعَاذُ الْقَارِیْ فَکَانَ یَقْنُتُ (سنن بیہقی)

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہدِ عثمانی میں بیس دن تک تراویح پڑھائی اس کے بعد وہ رک گئے بعض لوگوں نے کہا کہ وہ اپنی عبادت میں مصروف ہوگئے اس کے بعد ابوحلیمہ معاذ القاری نے امامت کرائی اور وہ قنوت پڑھتے تھے۔

اس روایت میں عہدِ عثمانی میں تراویح باجماعت کا ذکر تو ہے اگر رکعات کا ذکر نہیں تو غالب خیال بھی یہی ہے کہ دورِ فاروقی والی بیس رکعات پر ہی عمل ہوتا رہا اگر اس میں تبدیلی رونما ہوتی تو اس کا ذکر ضرور ہوتا جب مذکور نہیں تو ظاہر ہے کہ سابقہ عمل بحال رہا۔ امام بیہقیؒ کی روایت میں اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وَعَلٰی عَهْدِ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ مِّثْلَهٗ "یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں اسی طرح بیس پڑھی جاتی تھیں"

دعاءِ ختم القرآن

ابن قدامہؒ نے ذکر کیا ہے......

قَالَ فَضْلُ بْنُ زِیَادٍ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِاللّٰهِ (امام احمدؒ) فَقُلْتُ اَخْتِمُ الْقُرْاٰنَ اَجْعَلُهٗ فِی الْوِتْرِ اَوْفِی التَّرَاوِیْحِ قَالَ اِجْعَلْهُ فِی التَّرَاوِیْحِ حَتّٰی یَکُوْنَ لَنَا دُعَائَیْنِ اثْنَیْنِ قُلْتُ کَیْفَ اَصْنَعُ؟ قَالَ اِذَا فَرَغْتَ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ فَارْفَعْ یَدَیْکَ قَبْلَ اَنْ تَرْکَعَ وَادْعُ بِنَا وَنَحْنُ فِی الصَّلٰوةِ وَاَطِلِ الْقِیَامَ قُلْتُ بِمَا اَدْعُوْ؟ قَالَ بِمَا شِئْتَ قَالَ

فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا میں نے کہا کہ میں قرآن پاک ختم کرونگا تو کیا وتروں میں ختم کروں یا تراویح میں؟ آپ نے فرمایا کہ تراویح میں کروتا کہ ہمارے لئے دو دعائیں ہوجائیں (ایک وتر میں اور ایک تراویح میں) میں نے کہا کہ پھر کیسے کروں؟ تو فرمایا کہ جب تو آخری آیاتِ قرآن سے فارغ ہوجائے تو اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھا رکوع کرنے سے پہلے اور ہمیں دعا کرا جبکہ ہم نماز میں ہونگے اور خوب لمبا قیام کر میں نے پوچھا دعا کونسی کروں

فَفَعَلْتُ بِمَا اَمَرَنِیْ وَهُوَ خَلْفِیْ یَدْعُوْ قَائِمًا وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ (مغنی ابن قدامة ص ۱۷۱/۲)

آپ نے فرمایا کہ جونسی چاہے تو انہوں نے جو حکم دیا میں نے ویسے ہی کیا وہ بھی میرے پیچھے کھڑے دعا کر رہے تھے انہوں نے دعا کیلئے ہاتھ بھی اٹھائے ہوئے تھے۔

اس خیر القرون میں اور دورِ تبع تابعین میں دعائے ختم القران تو ثابت ہے لیکن ہم احناف کے نزدیک دعا نماز میں رفع یدین کے ساتھ نہیں کرنی چاہئے اسی لئے ہم تو وتروں میں بھی ایسے نہیں کرتے اور ہم دعا میں رفع یدین حدیث ابنِ زبیرؓ کی وجہ سے نہیں کرتے۔

(۱۵۰۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیٰی اَسْلَمِیؒ قَالَ رَاَیْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زُبَیْرٍؓ رَاٰی رَجُلًا رَّافِعًا یَّدَیْهِ یَدْعُوْ قَبْلَ اَنْ یَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ لَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَّرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ (رواه ابن ابی شیبةؒ)[1]

محمد بن یحیی اسلمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے نماز میں ایک آدمی کو رفع یدین کے ساتھ دعا مانگتے دیکھا تو اس کو نماز سے فراغت کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فراغت سے قبل ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگا کرتے تھے۔

اس عذر کی وجہ سے ہم نماز میں بعد الصلوٰۃ خوب الحاح کے ساتھ اجتماعی دعا مانگتے ہیں۔

بیس تراویح دورِ علوی میں

سنن بیہقیؒ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے مردوں اور عورتوں کیلئے الگ الگ امام مقرر کئے تھے لیکن وتر آپ خود پڑھاتے تھے دیکھئے ذیل میں......

(۱۵۰٤) عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ دَعَا الْقُرَّآءَ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً قَالَ وَکَانَ

عطاء بن سائب ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ سے روایت ہے کہ وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے قراء حضرات کو بلایا پھر ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ وتر

[1] معارف السنن ص ۱۲۲

عَلِيٌّ يُوْتِرُ بِهِمْ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَرُوِيَ هٰذَا مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ عَنْ عَلِيٍّ

خود پڑھایا کرتے تھے بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک اور طریقہ سے بھی مروی ہے۔

(۱۵۰۵) قَالَ عُرْفَجَةُ الثَّقَفِيُّ اَمَرَنِيْ عَلِيٌّ فَكُنْتُ اِمَامَ النِّسَاءِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ (رواه البيهقى)[1]

عرفجہ ثقفی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علیؓ نے حکم فرمایا کہ میں عورتوں کی امامت کروں نمازِ تراویح میں۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ کے دور میں آپ کے حکم سے بیس رکعاتِ تراویح پڑھائی جاتی تھیں اسی طرح دورِ عثمانی میں بھی حضرت عمرؓ کی جاری کردہ بیس تراویح جاری رہیں اور خود حضرت عمرؓ تو بیس رکعات کے بانی ہیں اور خلیفۂ راشد ہونے کی وجہ سے ان کی سنت سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اب بیس تراویح میں تین خلفائے راشدین کا طریقہ اور عمل اور ان کی سنت ہے جس کی مخالفت سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے اور آٹھ تراویح کی حرمین شرفین میں کبھی بھی نماز نہیں ہوئی نہ دورِ صحابہؓ میں اور نہ دورِ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں نہ دورِ آئمہ فقہاء میں نہ دورِ آئمہ حدیث میں نہ ساری تاریخ اسلامی میں انگریزں کے دور سے پہلے پورے عالمِ اسلام میں کسی ایک مسجد کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جس میں آٹھ تراویح باجماعت ہوئی ہوں یہ تو خالص انگریزی بدعت ہے جو ملکہ وکٹوریہ کے دور میں اس کے چہیتے غیر مقلدوں نے شروع کر کے مسلمانوں میں فتنہ برپا کیا ہے تو حضرت علیؓ کے دور تک تراویح تیئیس پڑھی جاتی تھیں جن میں تین وتر شامل ہوتے تھے جیسا کہ مؤطا امام مالک کی روایتِ یزید بن رومان سے ثابت ہے۔

(۱۵۰۶) عَنْ يَزِيْدِ بْنِ رُوْمَانَ وَقَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (رواه مالك)[2]

یزید بن رومان کہتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں رمضان المبارک میں تیئیس رکعات پڑھا کرتے تھے۔

اسی طرح دورِ عثمانی اور دورِ مرتضوی میں۔

بیس رکعات دورِ علوی کے بعد عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے میں

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور پہلی صدی کے آخری سالوں میں تراویح تیئیس کی بجائے چھتیس پڑھی جانے لگیں جیسا کہ مروزیؒ کی اس روایت میں۔

[1] سنن البيهقى نقلا عن التراويح اكثر من الف عام ص٤٦

[2] موطأ مالك ص٩٧ تا ١٠٠ نقلا عن التراويح اكثر من الف عام ص٤٦

قَالَ اَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ ؒ وَدَاوٗدُ بْنُ قَيْسٍ عِنْدَ الْمَرْوَزِيِّ اَدْرَكْتُ الْمَدِيْنَةَ فِيْ زَمَانِ اَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ وَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِؒ يُصَلُّوْنَ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ رَكْعَةً وَّيُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَفِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ وَيُوْتِرُوْنَ بِخَمْسٍ [۱]

ابان بن عثمان اور داؤد ابن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں لوگوں کو چھتیس تراویح پڑھتے پایا اور وتر تین پڑھا کرتے تھے اور دوسری راویت میں ہے کہ وہ پانچ وتر پڑھا کرتے تھے۔

گویا تراویح بیس سے کم کبھی نہیں ہوئیں البتہ چھتیس تک زیادہ ضرور ہوئی ہیں۔

بیس تراویح تیسری صدی اور امام ترمذیؒ کے دور میں

امام ترمذیؒ کی وفات ۲۸۷ھ میں ہوئی تو گویا کہ یہ تیسری صدی کے آخر کی بات ہے امام ترمذیؒ اپنی سنن میں فرماتے ہیں۔

فَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يُّصَلِّيَ اِحْدٰى وَّاَرْبَعِيْنَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ ؓ وَّعُمَرَ ؓ وَغَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ؒ وَابْنِ الْمُبَارَكِ ؒ وَالشَّافِعِيِّ ؒ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ ؒ وَهٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (رواه الترمذی)[۲]

ان کے بعض کا خیال ہے کہ وہ اکتالیس رکعتیں پڑھے وتروں سمیت اور وہی قول ہے اہل مدینہ کا اور ان کا عمل بھی اسی پر ہے مدینہ منورہ میں اکثر اہل علم کا خیال ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیہ اصحاب نبی ﷺ سے مروی ہے کہ بیس رکعت پڑھی جائیں اور یہی قول ہے سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھتے ہی دیکھا ہے۔

(اَقُوْلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابِهٖ)

تو گویا بقولِ امام ترمذیؒ اہل مدینہ کا عمل اکتالیس پر ہے اور اہل مکہ کا عمل بیس تراویح پر، مگر غیر مقلدوں کی آٹھ تراویح کا کہیں بھی تذکرہ نہیں اور بقول امام ترمذیؒ کے کہ یہ گروہ اہل علم میں سے نہیں بلکہ اہل جہل میں سے ہے۔

[۱] التراویح اثر من الف عام
[۲] ترمذی شریف ص ۱/۹۹

كَمَا اَنِّيْ قُلْتُ فِيْ حَاشِيَةِ التِّرْمَذِيِّ وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْجَهْلِ عَلٰى مَالَمْ يَرَوْا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ اَحَدٍ عَنْ غَيْرِهِمْ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى اَنَّهَا ثَمَانُ رَكْعَاتٍ بِدُوْنِ الْوِتْرِ وَالْوِتْرُ عِنْدَهُمْ رَكْعَةٌ وَّاحِدَةٌ فَيَكُوْنُ مَجْمُوْعُهَا تِسْعُ رَكْعَاتٍ وَلَعُمْرِيْ اِنَّ هٰذَا الشَّيْئُ عُجَابٌ ۔ فضل الرحمٰن

اکثر اہل جہل کا خیال ہے کہ وہ آٹھ رکعات ہیں بغیر وتر کے جو نہ تو کسی صحابیِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اور نہ ہی کسی اہل علم کا مذہب ہے اور وتر ان کے نزدیک ایک رکعت ہے کہ جس کا مجموعہ نو رکعات بنتی ہیں یہ بڑی عجیب چیز ہے۔

بیس تراویح چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی میں

ان تینوں صدیوں میں حجاز پر فاطمی شیعوں کی منحوس حکومت رہی جس میں سب کچھ الٹ پلٹ ہوگیا ہے امن وامان ختم ہوگیا اہل سنت کی روایات موقوف ہوگئیں اس لئے ان صدیوں میں تراویح کی کوئی تاریخ نہیں جبکہ شیعہ حضرات تراویح کی سنیت کو ہی نہیں مانتے تو انہوں نے اس کا اہتمام کہاں کرنا تھا؟

بیس تراویح آٹھویں صدی اور نویں صدی میں

ابوزرعہؒ ایک حدیث شریف کی تشریح کرتے ہیں۔

اور جب میرے والد مسجدِ نبوی کے امام بنے تو انہوں نے قدیم سنت کو زندہ کیا تو وہ تراویح شروع رات میں عادت کے مطابق بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے پھر آخر رات میں مسجد کے اندر سولہ رکعات پڑھاتے تو رمضان المبارک میں باجماعت دو قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے انکے بعد اسی پر مدینہ منورہ میں مداومت ہوگئی۔

یعنی بیس تراویح مدینہ منورہ میں بھی رائج ہوگئیں مگر آٹھ رکعت کا جاننے والا کوئی نہیں تھا اور دس ہجری تک مدینہ منورہ میں تراویح کا اسی طرح سے چلن رہا یعنی بیس ہوتی رہیں۔ (شرح التثریب ج۱ص۹۸) نقلا عن التراویح اکثر من الف عام ص ۷۶

بیس تراویح دسویں صدی میں

سید سمہودی اہل مدینہ کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اِخْتَصَّ اَهْلُهَا فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ بِسِتٍّ وَّ ثَلَاثِیْنَ رَکْعَةً عَلَی الْمَشْهُوْرِ عِنْدَ الشَّافِعِیَّةِ
کہ اہل مدینہ قیامِ رمضان میں چھتیس رکعات پڑھتے ہیں یہ انکی خصوصیت ہے جیسا کہ شوافع میں مشہور ہے۔

اور یہ عمل غیر اہل مدینہ میں نہیں ہے کیونکہ وہ ہجرت گاہِ رسول اللہ ﷺ کے باشندے ہیں اور یہ سمہودیؒ ۹۱۱ھ میں فوت ہوئے تو گویا یہ دسویں صدی کے اوائل کی بات ہے آخر میں لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں اس تعدادِ رکعات کا قیام آج تک باقی ہے لیکن بیس رکعات شروع رات میں بعد العشاء پڑھتے ہیں اور سولہ رکعات آخرِ رات میں بطورِ تہجد کے تو گویا دسویں صدی میں اصل تراویح تو بیس رکعات ہیں سولہ رکعات بطور تہجد کے پڑھتے ہیں۔

بیس تراویح گیارھویں صدی میں

شیخ عبدالغنی نابلسیؒ نے بارھویں صدی میں اپنا جو سفر نامہ لکھا ہے اس میں مدینہ منورہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ تراویح انتالیس رکعات پڑھی جاتی ہیں (اسی طریق پر جیسے سابق میں گزرا بیس رکعات بعد العشاء اور سولہ رکعات آخر رات میں) یہ وہ صورت ہے جس کا انہوں نے بچشمِ خود مشاہدہ کیا اور یہی صورت آج تک چلی آتی ہے۔

بیس تراویح بارھویں صدی میں

شیخ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں کہ ہم شیخ سید سمہودیؒ کے پاس تھے اور ان کا لڑکا مسجد نبوی میں امام تھا شیخ سمہودی کا لڑکا اس وقت شوافع کا امام تھا وہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کی عادت یہ ہے کہ وہ نماز تراویح سے فارغ ہونے کے بعد حرم شریف سے چلے جاتے ہیں اور اس کے دروازے مقفل ہو جاتے ہیں جب رات کے تین چار گھنٹے گزر جاتے ہیں تو اکثر لوگ واپس آجاتے ہیں حرم کے دروازے کھولتے ہیں شمعیں روشن کرتے ہیں اور سولہ رکعات ادا کرتے ہیں جسے وہ ستہ عشریہ کہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارھویں بارھویں صدی میں تراویح میں کوئی تبدیلی نہیں آئی سابق کی طرح بیس رکعات شروع رات میں بعد العشاء پڑھ لیتے تھے اور سولہ رکعات وقتِ تہجد میں جن کا مجموعہ وہی چھتیس رکعات بغیر وتر کے بن جاتا ہے۔

البتہ اس وقت امام صرف حنفی اور شافعی ہوا کرتے تھے لیکن خطباء تین مذاہب کے تھے یعنی حنفی شافعی اور مالکی جیسا کہ شوال ۱۳۸۶ھ کے مجلّہ عرب میں اور اسنے بھی یہ شیخ عبدالغنی نابلسی کے سفر نامے سے نقل کیا ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ حرم شریف کے امام اس وقت پندرہ تھے حنفی اور شافعی اکیس خطیب تھے بارہ حنفی اور آٹھ شافعی اور ایک خطیب مالکی تھا یہ آئمہ کرام باری باری نماز پڑھایا کرتے تھے۔

بارھویں صدی میں مدینہ منورہ اور مسجد نبوی میں ختم قرآن کا منظر

نابلسی کے سفرنامے کے مطابق ہر رمضان المبارک میں تراویح کے اندر ایک ختم قرآن پاک ہوتا ہے۔ شافعی ستائیسویں شب کو ختم کرتا ہے اور حنفی انتیسویں شب کو اور خود نابلسی حنفی المذہب تھے وہ کہتے ہیں شافعی امام نے تراویح ختم کی جن کا نام سید عمر بن سید سمھودی ہے وہ شافعی المذہب ہے لیکن سب اہل مذاہب نے اس کے پیچھے تراویح اور فرض نماز بھی پڑھی پھر تمام مؤذن ریاض الجنۃ میں جمع ہو گئے اور انھوں نے قصیدے پڑھنے شروع کیے جو مدح رسول ﷺ پر مشتمل تھے ان میں روضے کا، ممبر رسول کا اور حجرہ شریفہ کا تذکرہ تھا وداع رمضان کا ذکر بھی تھا لوگ اس کو سن کر زار و قطار رو رہے تھے اور بڑا ہی ہیبت وجلال کا ماحول تھا کثرت سے شمعیں روشن کی گئی تھیں اور وہ روضہ شریفہ میں قطار در قطار رکھی گئیں تھیں۔ قندیلیں لٹکی ہوئی تھیں اور مشک وعنبر اور عود مہک رہے تھے گلاب کے عرق کی بارش ہو رہی تھی ہر جماعت کے سامنے پھول کلیوں کا ایک طبق رکھا ہوا تھا حتی کہ شیخ حرم نے امام صاحب کو سنہری خلعت فاخرہ عطا فرمائی اور لوگ ان کو مبارکبادیاں دینے لگے وہ محراب النبی میں بیٹھے تھے یوں ہمیں لیلۃ القدر میں ختم قرآن کا ثواب حاصل ہوا، نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ایک یمنی مجذوب صحن حرم کے کنویں کا پانی لوگوں کو مفت پلاتا پھر رہا تھا اور وہ شفا شفا کہتا جاتا تھا اس کے بعد لوگ گھروں کو چلے گئے اور شمعیں بجھا دی گئیں۔

بیس تراویح تیرھویں صدی میں

تیرھویں صدی شروع ہوئی تو تراویح بارھویں صدی والی سابقہ حالت پر برقرار تھی۔ یعنی چھتیس رکعت پڑھی جاتی تھیں بیس رکعت بعد العشاء اور سولہ رکعت بوقت تہجد اس زمانے میں مکہ مدینہ میں ترکوں کے ماتحت اشراف کی ضمنی اور ذیلی حکومت تھی پھر ترکی خلافت ختم ہوئی اور اشراف مستقل حکمران ہو گئے۔ یہ حکومت ختم تو ہوئی مگر تراویح میں کوئی تبدیلی نہیں آئی وہی بیس رکعت بعد العشاء اور سولہ رکعت بوقت تہجد چلتی رہیں۔

۲۰ تراویح چودھویں صدی میں

چودھویں صدی کے نصف تک یہی صورت برقرار رہی مسجد نبوی میں چھتیس رکعات تراویح ونفل سحری اور تین رکعت وتر پڑھے جاتے رہے۔ یہ آخرات والے نفل ستہ عشرہ کے نام سے مشہور تھے اور ان کا الگ نام ہی بتلاتا ہے کہ اصل تراویح تو بیس رکعت ہی ہیں جو اول رات میں بعد العشاء پڑھی جاتی ہیں البتہ اس زمانے میں سرکاری اور غیر سرکاری ائمہ کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی لیکن ان

مستقل امام تھے ان کی صورت یہ تھی۔

(۱) حاکم کیطرف سے امام۔

(۲) قاضی اور معلمین کی طرف سے امام۔

(۳) عوام کی طرف سے امام۔

(۴) مفتی شہر کی طرف سے امام۔

(۵) فوج کے کمانڈر کی طرف سے امام۔

(۶) مختلف قبائل کی طرف سے امام۔

ان ائمہ نے اپنی اپنی جماعت کے لئے مختلف جگہیں مقرر کر رکھیں تھیں اور ایک ہی وقت میں متعدد جماعتیں ہوتی رہتی تھیں۔ خاص بات یہ ہے کہ امام شیخ الروضہ ہر شب میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتا تھا اور یہ بہت تیز پڑھا کرتا تھا کہ یعلمون تعلمون کے علاوہ کچھ سمجھ نہیں آتا تھا عموما ایک رکعت میں ایک سپارہ پڑھ لیتا تھا۔

اس زمانے میں طلباءِ حفظِ قرآن کا بھی ایک امام ہوتا تھا۔ جب کسی بچے کا قرآن ختم ہو جاتا تو وہ رمضان المبارک کا منتظر رہتا جب رمضان المبارک شروع ہو جاتا تو وہ بچہ اور اس کے والدین عزیز و اقارب مسجد میں آتے اور وہ بچہ انہیں تراویح کی جماعت کراتا اور اس میں ختم قرآن کرتا اس سے دوسرے بچوں میں حفظ قرآن کا شوق بڑھتا کیونکہ اس کے عزیز و اقارب اکابر و اصاغر اسے تحفے پیش کرتے اسکا اکرام کرتے تو دوسرے بچے بھی زیادہ محنت کر کے جلد از جلد قرآن ختم کرنا چاہتے تھے تو گویا حفظ قرآن کے شوق کو بڑھانے کے لئے یہ ایک اچھی تحریک تھی۔

۲۰ تراویح عہد سعودی میں

مدینہ منورہ میں سعودی عمل دخل ۱۳۴۴ھ ہوا گویا چودھویں صدی کے نصف ثانی میں۔ اس وقت تراویح متفرق جماعتوں اور متفرق اماموں کی صورت میں پڑھی جاتی تھیں لیکن ان کی تعداد وہی ۲۰ جمع ۱۶ تھی لیکن بیس تراویح بعد العشاء اور سولہ نفل بوقت تہجد پھر سعودی حکومت نے مختلف جماعات کو ختم کر کے ان کو ایک جماعت کا پابند بنا دیا فرضوں میں بھی اور تراویح میں بھی گویا حضرت عمرؓ کا دور لوٹ آیا انھوں نے بھی مختلف جماعتوں کو ختم کر کے حضرت ابی بن کعبؓ کی جماعت پر سب کو جمع کر دیا تھا۔ اور جماعتوں کا اختلاف ختم کر دیا تھا لیکن اس دور میں بھی تعداد رکعات وہی بیس کی بیس رہی البتہ جب آخری عشرہ آتا تو اخیر رات میں دس رکعتیں زیادہ کر دی

تھیں اس کو قیام کا نام دیتے تھے اور اس کے ساتھ تین وتر پڑھتے تھے اس طرح دونوں کا مجموعہ وہی چھتیس رکعات ہو جاتا تھا کیونکہ کوئی تراویح کے بعد بھی وتر پڑھ لیتے تھے اور دوسرے بعض قیام کے بعد پڑھتے تھے اس طرح تئیس پہلے اور تیرہ بعد میں ملکر چھتیس ہو جاتی تھیں یہ صورتحال مسجد نبوی اور مسجد حرام میں یکساں طور پر تھی بلکہ تمام عالم اسلام میں عشاء کے بعد بیس تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں اور تینوں ائمہ کے ہاں اسکی تعداد یہی بیس ہی ہے اور جہاں تک مالکی مذہب کا تعلق ہے تو ان کے ہاں بھی اگر چہ ۳۶ رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن وہ سولہ نفلوں کو جب الگ کر کے پڑھتے ہیں تو اصل تراویح کی تعداد ان کے ہاں بھی بیس ہی رہ جاتی ہے۔ اس طرح سوائے غیر مقلدوں کے ساری امت کا بیس تراویح پر اتفاق ہو جاتا ہے جس کی دلیل یزید بن رومان کی روایت ہے اس طرح مسجد نبوی میں دو ختم ہوتے ہیں۔ ایک تراویح بعد العشاء میں اور ایک نوافل جو قیام کے نام سے آخر رات میں پڑھے جاتے ہیں آج کل اگر چہ ائمہ کرام متعدد ہیں لیکن وہ باری باری آ کر امامت کراتے ہیں جماعت ایک ہوتی ہے اس طرح جماعتوں کا انتشار ختم ہو کر وحدت پیدا ہو گئی جو مستحسن ہے۔ یہ ساری تفصیل کتاب ''التراویح اکثر من الف عام'' سے لی گئی ہے۔

غیر مقلدین کی بدعت

اس تاریخی تفصیل سے آپ کو بخوبی علم ہو گیا ہو گا کہ تاریخ اسلام کے چودہ سو سال لمبے دور میں تراویح بیس یا بیس سے زائد تو پڑھی گئی لیکن آٹھ تراویح کہیں نہیں پڑھی گئی اب اگر آٹھ تراویح والے غیر مقلدوں کو صحیح مانیں تو تمام اہل سنت والجماعت احناف و موالک وشوافع اور حنابلہ کو غلط کہنا پڑتا ہے اور اگر تمام اہل سنت والجماعت کو صحیح کہیں یقیناً وہی صحیح ہیں تو آٹھ تراویح کے مدعی غیر مقلدوں کو غلط کہنا پڑے گا اور ان کو غلط کہے بغیر کوئی چارہ نہیں انکے پاس آٹھ تراویح کے سنت ہونے کی کوئی دلیل نہیں سوائے حدیث عائشہ صدیقہؓ کے وہ بھی تراویح نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کی تہجد کی نماز ہے جو وہ ازواجِ مطہرات کے سامنے گھر میں منفرداً پڑھا کرتے تھے اور سارا سال اس پر کاربند رہتے تھے۔ نہ کہ صرف رمضان المبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ سمجھ عطا فرمائیں کہ یہ لوگ امت میں انتشار پیدا کرنے سے باز آ جائیں اور وحدتِ امت کے ساتھ خود بھی جڑ جائیں۔

آٹھ تراویح کی ایجاد

خلیفۂ راشد حضرت فاروق اعظمؓ نے ۱۴ھ میں لوگوں کو نمازِ تراویح باجماعت پر جمع کیا۔ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲۴، تمام محدثین اور فقہاء کا اجماع ہے کہ استقرار بیس تراویح باجماعت پر ہی ہوا اس کے بعد ۱۲۹۰ھ تک دنیا بھر میں کوئی ایسی مسجد نہیں تھی کہ

بس میں بیس تراویح سے کم جماعت ہوتی ہو ۱۲۹۰ھ میں ہندوستان میں ایک غیر مقلد عالم محمد حسین بٹالوی نے آٹھ رکعت تراویح کے مسنون ہونے کا فتویٰ دیا اور امت کو ایک نئے انتشار سے روشناس کرایا مگر اس اختلاف کی پرورش ہندوستان میں انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ہوتی رہی مرکزِ اسلام حرمین شریفین میں آج تک بیس تراویح با جماعت ادا کی جارہی ہیں آئمہ حرمین کی پشت پر خلافتِ راشدہ سے آج تک کا عملی توارث موجود ہے اس لئے ان کا یہ عمل کیسے غلط ہوسکتا ہے خلافتِ راشدہ سے لیکر آج تک ۱۴۲۶ھ تک کسی ایک رمضان میں کسی ایک رات میں کہیں بھی آٹھ رکعات تراویح کی جماعت نہیں ہوئی۔ (تجلیاتِ صفدر ج ۱ ص ۲۴۸)

تراویح کی جماعت میں حضرت عمرؓ و عثمانؓ کی شرکت

غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بیس تراویح پڑھوائی تو ہیں مگر خود نہیں پڑھیں اگلی احادیث اس کا جواب ہیں کہ حضرت عمرؓ خود بھی شریک جماعت ہوتے تھے۔

(۱۵۰۷) اِنَّ عُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ كَانَا يَقُوْمَانِ فِیْ رَمَضَانَ مَعَ النَّاسِ (مدونة الكبرى)[۱]

بلا شبہ حضرات عمرؓ و عثمانؓ رمضان المبارک میں لوگوں کے ساتھ خود بھی قیام کرتے تھے۔

(۱۵۰۸) حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِؓ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فِیْ رَمَضَانَ فَبَيْنَا اَنَا اُصَلِّیْ اِذْ سَمِعْتُ تَكْبِيْرَ عُمَرَؓ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ قَدِمَ مُعْتَمِرًا فَدَخَلَ فَصَلّٰى خَلْفِیْ (رواه ابن ابی شيبة)[۲]

حضرت عبداللہ بن السائبؓ سے روایت ہے کہ میں رمضان المبارک میں لوگوں کو نماز (تراویح) پڑھایا کرتا تھا ایک دن میں نماز پڑھا رہا تھا کہ میں نے مسجد کے دروازے پر حضرت عمرؓ کی تکبیر سنی آپ عمرہ کرنے کیلئے چلے تھے پس آپ مسجد میں داخل ہوئے اور آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی۔

تشریح: جو لوگ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کی جماعت قائم تو کی مگر خود نہیں پڑھا کرتے تھے انہیں یہ روایت دیکھ کر ذرا شرمانا چاہئے کہ کتنی صراحت کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے میرے پیچھے نمازِ تراویح ادا کی۔

[۱] مدونة الكبرى ص ۱۹۴/۱

[۲] مصنف ابن ابی شيبة ص ۳۹۷

قرآن پاک دیکھ کر پڑھنے کی ممانعت اور نابالغ کی امامت کا عدمِ جواز

(۱۵۰۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَانَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ اَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِی الْمُصْحَفِ وَنَهَانَا اَنْ يَّؤُمَّنَا اِلَّا الْمُحْتَلِمُ (کنز العمال)[۱]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمرؓ نے قرآن پاک میں دیکھ کر ہمیں امامت کرانے سے منع کیا ہے اور اس سے بھی منع کیا کہ ہماری امامت کوئی نابالغ کرے۔

(۱۵۱۰) عَنْ عَامِرٍ قَالَ لَا يُؤَمُّ فِی الْمُصْحَفِ (رواہ ابن ابی شيبة)[۲]

جناب عامر فرماتے ہیں کہ قرآن میں دیکھ کر امامت نہ کی جائے۔

(۱۵۱۱) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يَّؤُمَّ الرَّجُلُ فِی الْمُصْحَفِ كِرَاهَةَ اَنْ يَّتَشَبَّهُوْا بِاَهْلِ الْكِتَابِ (رواہ ابن ابی شيبة)[۳]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ آپ قرآن پاک میں دیکھ کر امامت کرانے کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ یہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت ہے۔

(۱۵۱۲) عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَّؤُمَّ الرَّجُلُ فِی الْمُصْحَفِ (رواہ ابن ابی شيبة)[۴]

جناب مجاہدؒ سے روایت ہے کہ آپ مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی قرآن پاک میں دیکھ کر امامت کرائے۔

واضح ہو کہ مکروہ کا لفظ جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک تو یہ عمل کثیر ہونے کی بنا پر مفسدِ صلوٰۃ ہے یہ اسلئے بھی منع ہے کہ اس سے حفظِ قرآن کی رغبت ختم ہوتی ہے کیونکہ ہر کوئی کہے گا کہ جب دیکھ کر پڑھنے سے گزارہ ہو جاتا ہے تو حفظِ قرآن کی مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

ہر ترویحے کے بعد کچھ دیر بیٹھنے کا ثبوت

(۱۵۱۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُرَوِّحُنَا بَيْنَ التَّرْوِيْحَتَيْنِ قَدْرَ مَا يَذْهَبُ الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ اِلٰى سِلْعٍ (رواہ البیہقی)[۵]

حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہمیں ہر دو ترویحوں کے بعد اتنا ستانے کا موقع دیتے تھے کہ جتنے میں کوئی شخص سلع پہاڑی تک پہنچ جائے۔

[۱] کنز العمال ص ۲۶۳/۸
[۲،۳،۴] مصنف ابن ابی شیبة ص ۳۳۹/۲ [۵] بیہقی ص ۴۹۷/۲

(۱۵۱۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِى اللَّيْلِ ثُمَّ يَتَرَوَّحُ فَاَطَالَ (رواہ البیہقی)[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو چار رکعت پڑھ کر کچھ دیر آرام کیا کرتے تھے اور یہ وقفہ لمبا ہوتا تھا۔

تراویح کی تسبیح

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ترویحتین میں یہ تسبیح پڑھی جائے۔

(۱۵۱۵) سُبْحَانَ ذِی الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ (کنز العمال بحوالہ دیلمی عن معاذ)[2]

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ بین الترویحتین یہ تسبیح پڑھی جائے۔

(۱۵۱۶) سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ جُلِّلَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ بِالْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ (کنز العمال بحوالہ ابن سنی وابن عساکر والخرائضی عن البراء)[3]

وضاحت: احادیث میں تسبیح تراویح کے مختلف اور کم اور بیش الفاظ ملتے ہیں اس لئے فقہاء کرام نے ان سب کو جمع کر کے ہماری مروجہ تسبیح بنادی۔

سُبْحَانَ ذِی الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَ الْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَايَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ

(شامی)[4]

پاک ہے بادشاہی اور ساری کائنات کا مالک، پاک ہے عزت، عظمت، ہیبت، قدرت، کبریائی اور تسلط و غلبے کا صاحب، پاک ہے وہ بادشاہ جو ہمیشہ زندہ رہے گا جس پر کبھی موت نہیں آئیگی پاک اور منزہ ہے ہمارا، فرشتوں اور روح کا پروردگار، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں اور تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور اے خدا! ہم تیری جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔

[1] بیہقی ص ۴۹۷/۲

[2] کنز العمال ص ۴۲۴/۱

[3] کنز العمال ص ۴۱۲/۱

[4] شامی ص ۵۲۲/۱

فضائل تراویح

(۱۵۱۷) عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِىْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةٍ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ
(رواه النسائی بحواله زجاجة)[1]

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو قیام رمضان کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر اس کے کہ ان کو حتمی امر فرمائیں تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو ایمان کی حالت میں ثواب کی خاطر رمضان کی راتوں میں قیام کرے اور تراویح پڑھے تو اسکے تمام گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۱۵۱۸) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَقَامَهٗ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ
(رواه ابن ماجة والبيہقیؒ)[2]

حضرت عبدالرحمٰنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے اوپر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لئے اسکی راتوں کا قیام سنت کیا ہے پس جو شخص ایمان کی حالت میں محض ثواب حاصل کرنے کیلئے اسکے روزے رکھے اور تراویح پڑھے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح اسکی ماں نے اسے آج ہی جنا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ روزے فرض خداوندی ہیں اور تراویح رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مؤکدہ ہے جو شخص ان دونوں کی پابندی کرے اس کے گناہ کلی طور پر معاف ہو جاتے ہیں۔

تراویح کی جماعت

(۱۵۱۹) عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِىْ مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

جناب ثعلبہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کی ایک رات رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ نے

[1] زجاجة ص۱/۳۶۲

[2] زجاجة ص۱/۳۶۲

وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِىْ رَمَضَانَ فَرَاٰى نَاسًا فِىْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَآءِ؟ قَالَ قَائِلٌ هٰؤُلَآءِ النَّاسُ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْاٰنُ وَاُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ يَقْرَاُهُمْ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ قَالَ قَدْ اَحْسَنُوْا وَقَدْ اَصَابُوْا وَلَمْ يَكْرَهْ لَهُمْ ذَالِكَ (رواہ البیہقیؒ)[1]

لوگوں کو مسجد کی ایک سائڈ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے استفسار فرمایا کہ یہ لوگ کیا کرر ہے ہیں؟ ایک شخص نے بتلایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو حافظِ قرآن نہیں اور ابی بن کعبؓ قرأت کرتے ہیں اور یہ لوگ انکی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے انکی تحسین کی اور فرمایا کہ خوب کیا اور درست کیا اور انکے اس فعل کو ناپسند نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ خود حافظِ قرآن ہوں ان کو تو قرآن پاک سنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور جو لوگ حافظ نہ ہوں ان کو حفاظِ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھنی اور قرآن پاک سننا چاہئے۔

[1] آثار السنن ص ۲۰۰

باب النوافل

فرائض وتعبیہ میں انسان سے کئی قسم کی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں انکی اندرونی سنن ومستحبات کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے بھی اور انمیں سے بعض کی بالکلیہ عدم ادائیگی کی وجہ سے بھی تو اس نقصان کی تلافی کیلئے اللہ تعالیٰ نے نوافل کو مشروع کیا ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

(۱۵۲۰) عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قُبَيْصَةَ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِىْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَجَلَسْتُ اِلٰى اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ فَقُلْتُ اِنِّىْ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يَّرْزُقَنِىْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَحَدِّثْنِىْ بِحَدِيْثٍ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّنْفَعَنِىْ بِهٖ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَايُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ شَيْئًا قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِىْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَاانْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذَالِكَ

(رواہ الترمذی)[1]

حضرت حریث بن قبیصہ ؓ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو میں نے دعا کی یا اللہ! مجھے کوئی نیک ہمنشین عطا کر پھر میں حضرت ابو ہریرہ ؓ کی مجلس میں جا بیٹھا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے اچھا ہمنشین عطا فرما تو آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نفع دیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بلاشبہ بندے کے اعمال میں قیامت کے دن سب سے پہلے حساب کتاب اسکی نماز کا ہوگا اور اگر وہ درست ثابت ہوئی تو وہ کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر وہ خراب ہوئی تو ناکام و نامراد ہوگا پس اگر فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دیکھو میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں اگر ہوں تو ان سے فرائض کی کمی پوری کردیجائیگی پھر اسکے باقی اعمال بھی اسی طور پر ہوں گے۔

اس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں......

(۱) سب سے پہلے حساب کتاب نماز کا ہوگا جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔

[1] معارف السنن ص ۵۲/۴

روزِ محشر کہ جانگداز بود ☆ اوّلیں پرسش نماز بود

(۲) آدمی کے مجموعی اعمال کا اندازہ اسکی نماز کی اچھائی برائی یا کمی بیشی سے کیا جا سکتا ہے تو گویا نماز انسان کے پرکھنے کا ایک معیار ہے۔

(۳) چونکہ نوافل کے ذریعہ فرائض کی تکمیل کی جائیگی، اس لئے آدمی کو نوافل کا بھی خاطر خواہ ذخیرہ رکھنا چاہئے۔

سنن مؤکدہ

(۱۵۲۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ثَابَرَ عَلٰى ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (رواه الترمذى) [1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سنت کی بارہ رکعات پر مداومت کرلی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے چار رکعات قبل الظہر اور دو رکعت بعد الظہر اور دو رکعت بعد المغرب اور دو رکعت بعد العشاء اور دو رکعت قبل الفجر۔

(۱۵۲۲) وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِىْ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ ثِنْتَىْ عَشَرَةَ رَكْعَةً بُنِىَ لَهٗ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ (رواه الترمذى) [2]

حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دن رات میں بارہ رکعات پڑھیں اس کیلئے جنت میں مکان بنایا جائیگا چار رکعات قبل الظہر اور دو رکعت بعد الظہر اور دو بعد المغرب اور دو رکعت بعد العشاء اور دو رکعت قبل الفجر۔

سنن فجر کی تاکید اور فضیلت

(۱۵۲۳) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَدَعُوْ رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ وَلَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ (رواه احمدؒ و ابوداؤدؒ) [3]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم فجر کی دو رکعت ہرگز نہ چھوڑو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند جائیں۔

[1] معارف السنن ص ۵۵/٤
[2] بحوالہ سابقہ
[3] آثار السنن ص ۱۸۰

(۱۵۲٤) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدُّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (رواہ الشیخانؒ) ۱؎

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں کے علاوہ کسی نفل نماز کا اتنا اہتمام نہیں کرتے تھے کہ جتنا ان کا۔

(۱۵۲۵) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ (رواہ البخاریؒ) ۲؎

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار اور فجر سے پہلے دو سنت نہیں چھوڑا کرتے تھے۔

(۱۵۲٦) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا (رواہ مسلمؒ) ۳؎

حضرت عائشہ صدیقہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فجر کی دو سنتیں دنیا اور اس کے تمام مال و منال سے بہتر ہیں۔

جماعت کھڑی ہونے کے باوجود سننِ فجر کی ادا

(۱۵۲۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنْ بَيْتِهٖ فَاُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيْقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ (رواہ الطحاوی) ٤؎

جناب محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے گھر سے نکلے تو نمازِ صبح کی اقامت ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستے ہی میں پہلے دو رکعات پڑھیں بعد ازاں مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔

(۱۵۲۸) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ اَنَّهٗ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوْفًا فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلٰوةِ (رواہ الطحاوی) ٥؎

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوا کرتے جبکہ لوگ فجر کی نماز میں صفیں باندھے کھڑے ہوتے ایسے میں آپ مسجد کی سائڈ میں دو رکعات پڑھ لیتے تھے پھر لوگوں کیساتھ نماز میں داخل ہو جاتے تھے۔

(۱۵۲۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ جَآءَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالْاِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَصَلّٰى

حضرت عبداللہ بن ابی موسی اشعریؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا

۱؎ آثار السنن ص ۱۷۳ ۲؎ بحوالہ سابقہ ۳؎ بحوالہ سابقہ
٤؎ آثار السنن ص ۱۸۳ ٥؎ بحوالہ سابقہ

(۱۵۲۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (رواه الشيخان)[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں کے علاوہ کسی نفل نماز کا اتنا اہتمام نہیں کرتے تھے کہ جتنا ان کا۔

(۱۵۲۵) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ (رواه البخاری)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار اور فجر سے پہلے دو سنت نہیں چھوڑا کرتے تھے۔

(۱۵۲۶) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا (رواه مسلم)[۳]

حضرت عائشہ صدیقہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فجر کی دو سنتیں دنیا اور اس کے تمام مال ومنال سے بہتر ہیں۔

جماعت کھڑی ہونے کے باوجود سنن فجر کی ادا

(۱۵۲۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنْ بَيْتِهٖ فَاُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيْقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ (رواه الطحاوی)[۴]

جناب محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے گھر سے نکلے تو نماز صبح کی اقامت ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستے ہی میں پہلے دو رکعات پڑھیں بعد ازاں مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔

(۱۵۲۸) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّهٗ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوْفًا فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلٰوةِ (رواه الطحاوی)[۵]

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوا کرتے جبکہ لوگ فجر کی نماز میں صفیں باندھے کھڑے ہوتے ایسے میں آپ مسجد کی سائڈ میں دو رکعات پڑھ لیتے تھے پھر لوگوں کیساتھ نماز میں داخل ہو جاتے تھے۔

(۱۵۲۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ جَاءَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالْاِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَصَلّٰى

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ اشعریؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا

۱ آثار السنن ص ۱۷۳ ۲ بحوالہ سابقہ ۳ بحوالہ سابقہ
۴ آثار السنن ص ۱۸۳ ۵ بحوالہ سابقہ

(۱۵۲۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (رواه الشيخان)۱

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں کے علاوہ کسی نفل نماز کا اتنا اہتمام نہیں کرتے تھے کہ جتنا ان کا۔

(۱۵۲۵) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ (رواه البخاری)۲

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار اور فجر سے پہلے دو سنت نہیں چھوڑا کرتے تھے۔

(۱۵۲۶) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا (رواه مسلم)۳

حضرت عائشہ صدیقہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فجر کی دو سنتیں دنیا اور اس کے تمام مال ومنال سے بہتر ہیں۔

جماعت کھڑی ہونے کے باوجود سننِ فجر کی ادا

(۱۵۲۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنْ بَيْتِهٖ فَاُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِى الطَّرِيْقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ (رواه الطحاوی)۴

جناب محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے گھر سے نکلے تو نمازِ صبح کی اقامت ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستے ہی میں پہلے دو رکعات پڑھیں بعد ازاں مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔

(۱۵۲۸) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ اَنَّهٗ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوْفًا فِىْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ فِىْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِى الصَّلٰوةِ (رواه الطحاوی)۵

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوا کرتے جبکہ لوگ فجر کی نماز میں صفیں باندھے کھڑے ہوتے ایسے میں آپ مسجد کی سائڈ میں دو رکعات پڑھ لیتے تھے پھر لوگوں کیساتھ نماز میں داخل ہو جاتے تھے۔

(۱۵۲۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ جَآءَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالْاِمَامُ يُصَلِّى الصُّبْحَ فَصَلّٰى

حضرت عبداللہ بن ابی موسی اشعریؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا

۱ آثار السنن ص ۱۷۳ ۲ بحوالہ سابقہ ۳ بحوالہ سابقہ
۴ آثار السنن ص ۱۸۳ ۵ بحوالہ سابقہ

رَكْعَتَيْنِ اِلٰى سَارِيَةٍ وَّلَمْ يَكُنْ صَلّٰى رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ (رواہ الطحاوی و الطبرانی فی معجمه الکبیر)[1]

تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعات سنت ادا کر لی جو آپ پہلے ادا نہیں کر سکے تھے۔

(۱۵۳۰) عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِی الصَّلٰوةِ لِلْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْاِمَامُ يُصَلِّیْ فَاَمَّا ابْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ وَاَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ فَقَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهٗ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ (رواہ الطحاوی)[2]

جناب ابو مجلزؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ فجر کی نماز کیلئے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ دو رکعت سنت پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی جگہ بیٹھے رہے حتی کہ جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر دو رکعت پڑھیں۔

اس حدیث پاک سے دو باتیں معلوم ہوئیں ابن عمرؓ کے فعل سے معلوم ہوا کہ سنتِ فجر اگر رہ جائیں تو نماز کے فوراً بعد نہیں بلکہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے اور ابن عباسؓ کے فعل سے پتہ چلا کہ اگر رکعت مل جانے کی امید ہو تو سنت پڑھ کر پھر جماعت میں شامل ہو جیسے ہم احناف کا عمل ہے۔ فللہ الحمد

لہٰذا ان روایات سے مزید یہ معلوم ہوا کہ اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو انہیں مسجد سے باہر یا مسجد کے اندر کسی الگ جگہ پر ضرور پڑھ لینا چاہئے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کے طرزِ عمل سے ثابت ہے البتہ اگر کوئی الگ جگہ نہ ہو جہاں سنتیں پڑھ سکیں تو پھر جماعت میں شریک ہونے کیلئے ان کو ملتوی کر دے جہاں فرضوں کی جماعت کھڑی ہو وہاں سنتوں اور نفلوں میں مشغول ہونا ناجائز ہے بلکہ اگر پہلے سے سنت پڑھ رہا ہو پھر وہیں فرضوں کی اقامت شروع ہو جائے تو اسے سنتوں کو توڑ کر جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے کیونکہ فرض نماز کے ہوتے ہوئے کسی اور نماز میں مشغول ہونا ممنوع ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۵۳۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ (رواہ محمد بن مظفر فی مسندہ)[3]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت یعنی تکبیر ہو جائے تو پھر فرضوں کے سوا کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔

[1] طحاوی شریف ص ۲۵۷/۱ ، معجم کبیر طبرانی ص ۲۷۷/۹

[2] طحاوی شریف ص ۲۵۷/۱

[3] جامع المسانید ص ۴۴۳

سننِ فجر کی قضا

(۱۵۳۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ (رواه الترمذی)[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی دوسنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکل آنے کے بعد پڑھ لے۔

(۱۵۳۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ (رواه البخاریؒ)[۲]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نمازِ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہوجائے اور نمازِ عصر کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج غروب ہوجائے۔

حضرت عمرو بن عنبسہؓ کی ایک مرفوع حدیث ہے۔

(۱۵۳٤) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ تُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَغْرُبَ (رواه مسلم و احمد)[۳]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز ادا کر پھر طلوعِ شمس تک نماز سے رکا رہ، عصر کی نماز ادا کر پھر غروب شمس تک نماز سے رکا رہ۔

امام ترمذیؒ نے فجر اور عصر کے بعد نماز کے ممنوع ہونے پر بیس صحابہؓ کے نام پیش کئے ہیں جنہوں نے ان اوقات میں نماز کی ممانعت کی احادیث پیش کی ہیں۔

(۱۵۳۵) وعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوتَیْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ (رواه البخاریؒ)[٤]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں سے منع کیا ہے فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے اور عصر کے بعد حتی کہ سورج غروب ہوجائے۔

[۱] آثار السنن ص۱۸۹ [۲] بخاری شریف ص۸۳
[۳] مسلم شریف ص۲۷۶ [٤] بخاری شریف ص۸۳

(۱۵۳۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلَ مَعَهُمْ ثُمَّ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ فَلَمَّا أَضْحٰى قَامَ فَقَضَاهُمَا

(رواه ابن ابی شیبة)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ایک قوم کے پاس آئے جو نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں پس آپ جماعت میں شامل ہو گئے فارغ ہو کر اسی جگہ بیٹھ گئے حتی کہ جب چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر انکی قضا کی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی سنتیں رہ گئی ہوں تو طلوعِ آفتاب سے پہلے نہیں پڑھی جا سکتیں بلکہ جب تک سورج ... ہوجائے تب تک نہ پڑھی جائیں۔ باقی رہی وہ حدیث کہ جس میں ہے کہ ایک شخص کو بعد الفجر سنتیں پڑھتے دیکھ کر آنحضرت ﷺ ... سکوت فرمایا تو وہ بھی اس کے معارض نہیں کیونکہ ایک دوسری روایت میں آپ نے صراحتاً منع فرما دیا ہے جسے امام ترمذیؒ نے اس ... روایت کیا ہے۔

(۱۵۳۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَدِّهِ قَيْسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِي أُصَلِّيْ فَقَالَ مَهْلًا يَا قَيْسُ! أَصَلَاتَانِ مَعًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ لَمْ أَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا إِذًا

(رواه الترمذی)[1]

حضرت قیسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو اقامت پڑھی گئی میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی پھر جب آپ واپس ہونے لگے تو مجھے نماز پڑھتے دیکھا اور فرمایا کہ اے قیس! رک جا کیا بیک وقت دو نمازیں پڑھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اس پر آپ نے فرمایا بہر حال اس وقت نہیں۔

فجر کے فرضوں اور سنتوں کی اکٹھی قضا

(۱۵۳۸) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ عَرَّسْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ آخر رات میں پڑاؤ کیا تو ہم میں سے کوئی بھی بیدار نہ ہو سکا یہاں تک کہ سورج نکل

[1] ترمذی شریف ص ۵۷ ، معارف السنن ص ۸۹/۴

وَسَلَّمَ لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهٖ فَاِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِالْمَآءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ (رواہ مسلم)[1]

آیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی سواری کی نکیل پکڑ لے کیونکہ یہ ایسا مقام ہے جہاں شیطان ہمارے ساتھ لگا رہا ہے ہم نے ایسے ہی کیا پھر آپ نے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا اور دو رکعت سنت ادا کی پھر تکبیر ہوئی اور آپ نے صبح کی نماز پڑھائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی وجہ سے سنتیں اور فرض دونوں قضا ہو جائیں تو سورج نکلنے کے بعد اذان اور اقامت کے ساتھ بالترتیب دونوں کو پڑھ لیا جائے۔ اگلی روایت سے اس کی تائید ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۵۳۹) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ فَمَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّرِيْقِ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوْا صَلٰوتَنَا فَكَانَ اَوَّلُ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِیْ ظَهْرِهٖ قَالَ فَقُمْنَا فَزِعِيْنَ ثُمَّ قَالَ ارْكَبُوْا فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيْضَاةٍ كَانَتْ مَعِیَ فِيْهَا شَیْءٌ مِنْ مَّآءٍ ثُمَّ قَالَ لِاَبِیْ قَتَادَةَ اِحْفَظْ عَلَيْنَا مِيْضَاتَكَ فَسَيَكُوْنُ لَنَا نَبَأٌ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ فَصَنَعَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ (آثار السنن)[2]

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں (یہ بھی مذکور) ہے پھر رسول اللہ ﷺ راستے سے ایک طرف ہٹ کر لیٹ گئے پھر فرمایا کہ ہماری نماز کا خیال رکھنا تو جو شخص سب سے پہلے بیدار ہوا وہ خود رسول اللہ ﷺ تھے جبکہ سورج آپکی پشت کیطرف تھا، راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم بھی گھبرائے ہوئے اٹھے تو آپ نے فرمایا کہ جلدی کرو سوار ہو جاؤ ہم سوار ہو کر چل پڑے یہاں تک کہ جب سورج کافی بلند ہو گیا تو آپ اتر آئے اور وضو کا برتن منگوایا جو میرے پاس تھا اور اسمیں تھوڑا سا پانی تھا راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اس سے واجبی سا وضو کیا اور کچھ پانی بچ رہا پھر آپ نے فرمایا ابو قتادہ! اپنے وضو کا برتن محفوظ رکھنا عنقریب کسی بات کا ظہور ہوگا۔ پھر حضرت بلالؓ نے اذان دی اور رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت سنت ادا کی پھر صبح کی نماز پڑھائی پھر ویسے کیا جیسے آپ کیا کرتے تھے۔

[1] آثار السنن ص ۱۹۰ [2] بحوالہ سابقہ

فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان لیٹنا مسنون نہیں

(۱۵۴۰) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِی السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فَمَا رَاَیْتُهُ اضْطَجَعَ بَعْدَ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ (رواه ابن ابی شیبة)[۱]

جناب مجاہد کہتے ہیں کہ میں سفر وحضر میں حضرت ابن عمرؓ کی صحبت میں رہا لیکن فجر کی سنتوں کے بعد انہیں لیٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(۱۵۴۱) وَعَنْ سَعِیْدِبْنِ الْمُسَیَّبِؒ قَالَ رَاٰی عُمَرُ رَجُلًا اضْطَجَعَ بَعْدَ الرَّکْعَتَیْنِ فَقَالَ احْصُبُوْهُ اَوْ اَلَا حَصَبْتُمُوْهُ (رواه ابن ابی شیبة)[۲]

اور حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو فجر کی دو سنتیں پڑھ کر لیٹ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو کنکریاں مارو یا فرمایا کہ تم اسے کنکریاں کیوں نہیں مارتے۔

(۱۵۴۲) وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ مَابَالُ الرَّجُلِ اِذَا صَلَّی الرَّکْعَتَیْنِ یَتَمَعَّکُ کَمَا تَتَمَعَّکُ الدَّآبَّةُ وَالْحِمَارُ اِذَا سَلَّمَ قَعَدَ فَصَلّٰی (رواه ابن ابی شیبة)[۳]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اس آدمی کا کیا حال ہے جو دو رکعت سنت پڑھ کر چوپائے اور گدھے کی طرح لیٹنے لگ جاتا ہے جب سنت کا سلام پھیرے، بیٹھا رہے پھر فرض نماز پڑھے۔

(۱۵۴۳) وَعَنْ اَبِی الصِّدِّیْقِ النَّاجِیِّؒ قَالَ رَاٰی ابْنُ عُمَرَؓ قَوْمًا اِضْطَجَعُوْا بَعْدَ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِمْ فَنَهَاهُمْ فَقَالَا نُرِیْدُ بِذَالِکَ السُّنَّةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَاَخْبِرْ اَنَّهَا بِدْعَةٌ (رواه ابن شیبة)[۴]

جناب ابو صدیق الناجیؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فجر کی سنتوں کے بعد کچھ لوگوں کو لیٹے ہوئے دیکھا آپ نے انکے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور انہیں منع کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اسطرح سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ انکے پاس واپس جاؤ اور انکو بتلاؤ کہ یہ بدعت ہے۔

عاشقِ سنت حضرت ابن عمرؓ کے اس تبصرے کے بعد ہمیں مزید کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے جو احیاناً لیٹنا منقول ہے وہ تھکاوٹ کی وجہ سے تھا نہ کہ سنت کے طور پر۔

[۱] مصنف ابن ابی شیبة ص ۲۴۸/۲
[۲] مصنف ابن ابی شیبة ص۲۴۸
[۳] مصنف ابن ابی شیبة ص۲۴۸ ج ۲ [۴] مصنف ابن ابی شیبة ص ۲۴۹ ج۲

ظہر کی پہلی اور پچھلی سنتوں کی تاکید اور فضیلت

(۱۵۴۴) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ (رواه البخاری)[۱]

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ چار رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت فجر سے پہلے کبھی ترک نہیں کیا کرتے تھے۔

(۱۵۴۵) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ (رواه الترمذی)[۲]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

(۱۵۴۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَائِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّصْعَدَ لِىْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ (رواه الترمذی)[۳]

حضرت عبداللہ بن سائبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کیا کرتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ یہ ایسی گھڑی ہے کہ جس میں آسمانوں کے دروازے کھلتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ اسمیں میرا بھی کوئی نیک عمل اوپر جائے۔

(۱۵۴۷) وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ (رواه الترمذیؒ و ابوداؤدؒ و احمدؒ)[۴]

حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے ظہر کی پہلی اور پچھلی چار رکعات پر پابندی کرلی اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کردیں گے۔

سننِ ظہر کی قضا

(۱۵۴۸) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا (رواه الترمذیؒ)[۵]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعت نہیں پڑھ سکتے تو انہیں ظہر کے بعد پڑھ لیا کرتے تھے۔

[۱] معارف السنن ص۱۰۲ [۲] معارف السنن ص۱۰۴
[۳] زجاجة ص۳۳۳ [۴] زجاجة ص۳۳۳ [۵] معارف السنن ص۱۰۶

(۱۵۴۹) وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَاتَتْهُ الْاَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ يُصَلِّيْهِنَّ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ (رواہ فی مبسوط شیخ الاسلام)[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی ظہر کی پہلی چار رکعت فوت ہو جاتیں تو آپ انہیں دوسنتوں کے بعد پڑھ لیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنتیں اس قدر موکدہ ہیں کہ ان کی قضا بھی مسنون ہے اور بہتر ہے کہ ان کی قضا آخر میں دوسنتوں کے بعد اور نفلوں سے پہلے کی جائے۔

جمعہ کہ پہلی چار سنت

(۱۵۵۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَعُ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا لَا يَفْصِلُ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُنَّ (رواہ ابن ماجہ والطبرانی)[۲]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے یعنی دوسری رکعت پہ سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔

جمعہ کی پچھلی چار یا چھ سنت

(۱۵۵۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوْا اَرْبَعًا (رواہ مسلمؒ)[۳]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعہ کے بعد سنت پڑھو تو چار پڑھا کرو۔

(۱۵۵۲) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ عَلَّمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ النَّاسَ اَنْ يُّصَلُّوْا بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا فَلَمَّا جَآءَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍؓ عَلَّمَهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا سِتًّا (رواہ الطحاوی وسعید بن منصور)[۴]

جناب ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے لوگوں کو تعلیم دی کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھا کریں پھر حضرت علیؓ آئے تو انہوں نے سکھایا کہ چھ رکعت پڑھا کریں۔

(۱۵۵۳) وَعَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ سِتًّا (رواہ الطحاوی)[۵]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد سنت پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ چھ پڑھا کرے۔

[۱] معارف السنن ص۱۰۷ [۲] زجاجۃ ص۳۳۳ [۳] بحوالہ سابقہ [۴] زجاجۃ ص۳۳۳ [۵] زجاجۃ ص۳۳٤

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد مؤکدہ سنتیں مختلف روایات کی بنا پر چھ ہیں۔ اگر مسجد میں پڑھی جائیں تو پہلے چار پھر دو ہونی چاہئیں تا کہ جمعہ کے بعد اس کے مشابہ نماز نہ ہو جائے جس سے آنحضرت ﷺ نے منع کیا ہے اور اگر گھر جا کر یا جگہ بدل کر پڑھیں تو پھر پہلے دو اور پھر چار ہونی چاہئیں۔ سننِ جمعہ کا مفصل بیان باب الجمعۃ میں ہو چکا ہے۔ وہاں دیکھا جائے۔

مغرب کے بعد کی دو سنت

(۱۵۵٤) عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ (رواه الترمذى)[۱]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کے بعد آپ کے گھر دو رکعت ادا کی۔

(۱۵۵۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْلُ الْقِرَائَةَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ (رواه ابوداؤدؒ)[۲]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد دو سنت میں قرأت اتنی طویل کرتے تھے کہ تمام اہل مسجد بکھر جاتے تھے یعنی سب نمازی گھروں کو چلے جاتے تھے۔

(۱۵۵٦) وَعَنْ مَّكْحُوْلٍ يَبْلُغُ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ رُفِعَتْ صَلٰوتُهٗ فِى الْعِلِّيِّيْنَ مُرْسَلًا وَعَنْ حُذَيْفَةَؓ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَكَانَ يَقُوْلُ عَجِّلُوا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَاِنَّهُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوْبَةِ (رواهما رزين وروى البيهقى الزيادة عنه نحوها فى شعب الايمان)[۳]

جناب مکحولؒ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد بولنے سے پہلے دو رکعت پڑھیں اور ایک روایت میں ہے کہ چار رکعت پڑھیں اس کی نماز علیین میں اٹھالی جائیگی اور اس کے ہم مثل حضرت حذیفہؓ سے بھی روایت ہے اور انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ مغرب کے بعد دو رکعت جلدی پڑھو اس لئے کہ فرضوں کے ساتھ ہی اٹھالی جاتی ہے۔

[۱] معارف السنن ص ۱۱۰
[۲] زجاجة ص ۳۳٦
[۳] زجاجة ص ۳۳٦

عشاء کے بعد کی دو سنتیں

(۱۵۵۷) عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِىْ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِىَ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ (رواه الترمذی)[۱]

حضرت امّ حبیبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن رات میں بارہ رکعت سنت پڑھیں اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنایا جائیگا چار رکعت ظہر سے پہلے دو رکعت اس کے بعد دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت صبح کی نمازِ فجر سے پہلے۔

(۱۵۵۸) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِىْ بَيْتِىْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّىْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّىْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِىْ فَيُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ (رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے پھر باہر جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر داخل ہوتے اور دو رکعت ادا کرتے اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے۔

ان روایات میں عشاء کے بعد دو رکعت پڑھنے کا استمرار کیساتھ ذکر ہے جس سے ان کا مؤکدہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ باقی جن روایات میں عشاء کے بعد چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے سو ان میں دو مؤکدہ کیساتھ دو غیر مؤکدہ نفلوں کو ذکر کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

سننِ غیر مؤکدہ

ظہر مغرب اور عشاء کے بعد دو دو سنت غیر مؤکدہ یا نفل

(۱۵۵۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ عَلٰى اِثْرِ كُلِّ صَلٰوةٍ رَكْعَتَيْنِ اِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ (رواه اسحاق بن راہویہ فی مسنده ورواه الدار قطنی فی العلل)[۳]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور عصر کے علاوہ ہر نماز کے بعد دو رکعت (نفل) پڑھا کرتے تھے۔

[۱] معارف السنن ص ٥٦/٤
[۲] نصب الراية ص١٤٦ [۳] نصب الراية ص ١٤٠

اس ظہر کی دو مؤکدہ سنتوں کے بعد والے دو نفل مغرب کے بعد کی دو مؤکدہ سنتوں کے علاوہ دو نفل اور عشاء کی دو مؤکدہ سنتوں کے بعد والے دو نفل ثابت ہوئے۔

عصر کی پہلی چار رکعت

(۱۵۶۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَءً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا (رواہ الترمذیؒ وابوداؤدؒ)[۱]

حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائیں جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھیں۔

عشاء سے پہلے چار رکعت

(۱۵۶۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُغَفَّلِؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوةٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ (رواہ البخاریؒ)[۲]

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان ایک نماز ہے پھر تیسری دفعہ فرمایا کہ جو چاہے۔

(۱۵۶۲) وَاَخْرَجَ ابْنُ حَجَرٍؒ عَنِ الْبَرَآءِؓ رَفَعَهٗ مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الْعِشَآءِ اَرْبَعًا کَانَ کَاَنَّمَا تَهَجَّدَ مِنْ لَیْلَتِهٖ وَاَخْرَجَهُ الْبَیْهَقِیُّؒ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَةَؓ مَوْقُوْفًا وَاَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ وَالنَّسَائِیُّ مَوْقُوْفًا عَلٰی کَعْبٍ (الدرایة)[۳]

علامہ ابن حجرؒ نے حضرت براء بن عازبؓ کے حوالہ سے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھیں گویا اس نے رات کو تہجد پڑھی بیہقیؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور دار قطنی نے حضرت کعبؓ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

(۱۵۶۳) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍؒ کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ (مختصر قیام اللیل)[۴]

جناب سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام عشاء سے پہلے چار رکعات کو محبوب سمجھا کرتے تھے۔

وتروں کے بعد دو نفل

(۱۵٦٤) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بَعْدَ الْوِتْرِ رَکْعَتَیْنِ (رواہ الترمذی)[۵]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کے بعد دو نفل پڑھا کرتے تھے۔

[۱] معارف السنن ص۱۰۸ [۲] بخاری شریف ص ۱/۱۷ [۳] الدرایة ص۱/۱۹۸ [۴] مختصر قیام اللیل ص۵۸ [۵] معارف السنن ص۲/۲۵۸

بعد العشاء
عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہ علیہ السلام کان یصلی قبل العشاء اربعا ثم یصلی بعدھا اربعا ثم یضطجع الخ مراقی الفلاح ص ۲۱۲ و منحۃ الخالق برھامش البحر الرائق ج ۲ ص ۵۰ بحوالہ الاختیار
بعد العشاء: ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشاء قط فدخل علیّ الا صلی اربع رکعات او ستۃ رکعات — ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۱ [illegible]

اس ظہر کی دو مؤکدہ سنتوں کے بعد والے دو نفل مغرب کے بعد کی دو مؤکدہ سنتوں کے علاوہ دو نفل اور عشاء کی دو مؤکدہ سنتوں کے بعد والے دو نفل ثابت ہوئے۔

عصر کی پہلی چار رکعت

(۱۵۶۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَءً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا (رواہ الترمذیؒ وابوداؤدؒ)[۱]

حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائیں جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھیں۔

عشاء سے پہلے چار رکعت

(۱۵۶۱) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الْمُغَفَّلِؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ لِمَنْ شَآءَ (رواہ البخاریؒ)[۲]

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان ایک نماز ہے پھر تیسری دفعہ فرمایا کہ جو چاہے۔

(۱۵۶۲) وَاَخْرَجَ ابْنُ حَجَرٍؒ عَنِ الْبَرَآءِؓ رَفَعَہٗ مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الْعِشَآءِ اَرْبَعًا کَانَ کَاَنَّمَا تَھَجَّدَ مِنْ لَیْلَتِہٖ وَاَخْرَجَہُ الْبَیْہَقِیُّؒ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَۃَؓ مَوْقُوْفًا وَاَخْرَجَہُ الدَّارُ قُطْنِیُّ وَالنَّسَائِیُّ مَوْقُوْفًا عَلٰی کَعْبٍ (الدرایۃ)[۳]

علامہ ابن حجرؒ نے حضرت براء بن عازبؓ کے حوالہ سے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھیں گویا اس نے رات کو تہجد پڑھی بیہقیؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور دار قطنی نے حضرت کعبؓ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

(۱۵۶۳) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍؒ کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَۃِ (مختصر قیام اللیل)[۴]

جناب سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام عشاء سے پہلے چار رکعات کو محبوب سمجھا کرتے تھے۔

وتروں کے بعد دو نفل

(۱۵۶۴) عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بَعْدَ الْوِتْرِ رَکْعَتَیْنِ (رواہ الترمذی)[۵]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کے بعد دو نفل پڑھا کرتے تھے۔

[۱] معارف السنن ص۱۰۸ [۲] بخاری شریف ص۱/۱۷
[۳] الدرایۃ ص۱/۱۹۸ [۴] مختصر قیام اللیل ص۵۸ [۵] معارف السنن ص۲/۲۵۸

(قبل العشاء) ۴ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہ علیہ السلام کان یصلی قبل العشاء اربعا ثم یصلی بعدھا اربعا ثم یضطجع الخ مراقی الفلاح ص ۲۱۲ ، منحۃ الخالق برھامش البحر الرائق ج ۲ ص ۵۰ بحوالہ الاختیار

(بعد العشاء) ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشاء قط فدخل علیّ الا صلی اربع رکعات او ستۃ رکعات ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۱ و مسند احمد ج ۱ ص ...

(۱۰۶۵) عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَّثِقَلٌ فَاِذَا اَوْتَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَاِلَّا كَانَتْ لَهٗ (رواہ الدارمی والطحاوی ودار قطنی)[۱]

حضرت ثوبانؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بیشک یہ شب کہ اسمیں بیداری بڑی مشکل اور گراں ہے پس جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو اسے چاہیئے کہ دو رکعت نفل بھی پڑھ لے پھر اگر رات کو اٹھ گیا تو فبہا ورنہ یہ شب بیداری کے قائم مقام ہو جائینگے۔

یہ اس صورت میں ہے جبکہ عشاء کے فوراً بعد وتر پڑھ لیں تو ان کے بعد دو نفل مسنون ہیں پھر اگر تہجد کیلئے نہ بھی اٹھ سکے تو ان دونفلوں کی وجہ سے اسے ثوابِ تہجد مل جائیگا۔ لیکن ایسے شخص کیلئے نفل بیٹھ کر پڑھنا مسنون نہیں اور نہ ہی بعد از وتر نفل ممنوع ہیں۔

(۱۰۶۶) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَاُ فِيْهِمَا ''اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ'' وَ''قُلْ يَآاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ'' (رواہ احمدؒ و الطحاویؒ)[۲]

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتروں کے بعد بیٹھ کو دو نفل پڑھا کرتے تھے جن میں ''اذا زلزلت الارض'' اور ''قل یاایھا الکافرون'' تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ وتروں کے بعد بھی دو رکعت مسنون ہیں اور یہ بھی کہ انہیں بیٹھ کر پڑھنا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان میں ''اذا زلزلت الارض'' اور ''قل یاایھا الکافرون'' تلاوت کرنا مسنون ہے۔

وضاحت: یہ اس صورت میں ہے جب کہ وتر صبح کو تہجد کے بعد طلوعِ فجر سے پہلے پڑھے جائیں چونکہ تہجد پڑھنے والا شخص تھک جاتا ہے اس لئے اس کیلئے یہ نفل بیٹھ کر پڑھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ ان شاء اللہ اسے ثواب بھی پورا ملے گا۔

نمازِ تہجد

تہجد کے معنی ہیں رات کو سو کر اٹھنا اور بیدار ہونا۔ اس سے مراد ہے رات کو نیند سے بیدار ہو کر نفل پڑھنا۔ یہ نوافل ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ اور تمام صحابہ کرامؓ پر بحکم ''قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا'' فرض تھے پھر ایک سال بعد بحکم ''فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' امت کیلئے انکی فرضیت منسوخ کر دی گئی۔ اور سنت باقی رہ گئی جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۵ [۲] معارف السنن ص ۲۵۸

(۱۵۶۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ قُلْتُ حَدِّثِيْنِيْ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَأُ يَآ اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ اَوَّلَ هٰذِهِ السُّوْرَةِ نَزَلَتْ فَقَامَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ اَقْدَامُهُمْ وَحُبِسَ خَاتِمَتُهَا فِى السَّمَآءِ اثْنٰى عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ نَزَلَ اٰخِرُهَا فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ (رواہ ابوداؤدؒ)[۱]

راوی کہتے ہیں کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا گیا کہ آپ قیام اللیل یعنی تہجد کے متعلق کوئی حدیث بیان کریں آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے یا ایھا المزمل نہیں پڑھی؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اس سورت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو اصحابِ رسول اس حد تک قیام کرتے تھے کہ انکے قدم سوج جاتے تھے اور سورت کا آخری حصہ بارہ ماہ تک آسمان ہی میں رکا رہا پھر اسکا آخر نازل ہوا تو نمازِ تہجد فرض ہونے کے بعد نفل ہوگئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ تہجد بحکم خداوندی فرض اور حکمِ خداہی کے تحت سنت ہوئی بخلاف نمازِ تراویح کے جسے رسول اللہ نے ازخود سنت قرار دیا۔ یہ دونوں نمازیں الگ الگ نمازیں ہیں اور ان کی رکعات کی تعداد بھی جدا جدا ہے۔ نمازِ تراویح بیس رکعات سنتِ متواترہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور نمازِ تہجد دو سے لیکر بارہ تک مسنون ہے جتنی مقدور ہو پڑھ لے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا اکثری عمل آٹھ رکعات تھا اس لئے معمول اسی کو بنانا چاہئے۔

نمازِ تہجد کی فضیلت

(۱۵۶۸) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ (رواہ الترمذیؒ)[۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماہِ رمضان کے علاوہ افضل ترین روزہ اللہ کے نزدیک ماہِ محرم کا ہے اور فرضوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نمازِ تہجد کی ہے۔

(۱۵۶۹) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلَاةٌ فِىْ جَوْفِ اللَّيْلِ (رواہ احمدؒ)[۳]

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ فرضوں کے بعد سب سے زیادہ پر فضیلت نماز وہ ہے جو آدھی رات میں پڑھی جائے۔

[۱] ابوداؤد شریف ص ۱۹۰
[۲] معارف السنن ص ۴/۱۲۸ [۳] زجاجة ص ۳۴۶

(۱۵۷۰)وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ لَّکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ مُکَفِّرَۃٌ لِلسَّیِّئَاتِ وَمِنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ (رواہ الترمذیؒ)[۱]

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کاالتزام کرلو کیونکہ یہ تم سے پہلے صالح لوگوں کا شعار ہے اورتمہارے رب کی قربت کا ذریعہ ہے اور برائیوں کودور ہٹانے والی اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

(۱۵۷۱)وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَاَیْقَظَ اِمْرَاَتَہٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْھِھَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَاَۃً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَھَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْھِہِ الْمَآءَ (رواہ ابوداؤدؒ والنسائیؒ)[۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جورات کو کھڑا ہوا اور نماز پڑھنے لگا پھر اسنے اپنی بیوی کو جگایا اسنے بھی نماز پڑھی اور اگر اسنے (اٹھنے سے) انکار کیا تو اسنے اسکے منہ پر چھینٹے مارے اور اس عورت پر بھی اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں جورات کو اٹھی اور نماز پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا اور اسنے بھی نماز پڑھی لیکن اگر اسنے اٹھنے سے انکار کیا تو اسکے منہ پر چھینٹے مارے۔

(۱۵۷۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَافِیَۃِ رَاْسِ اَحَدِکُمْ اِذْ ھُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ یَضْرِبُ عِنْدَ کُلِّ عُقْدَۃٍ عَلَیْکَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَیْقَظَ فَذَکَرَ اللّٰہَ انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاِنْ صَلّٰی انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَ اِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلَانٌ (رواہ البخاریؒ)[۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب سوتا ہے تو شیطان اسکی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ لگاتے وقت کہتا ہے کہ رات بڑی لمبی ہے مزے سے سوتا رہ۔ پھر اگر وہ اٹھ کر اللہ کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ وضو بھی کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو ہشاش بشاش پاک نفس ہوتا ہے ورنہ سستی کا مارا ہوا منحوس الطبع اٹھتا ہے۔

(۱۵۷۳)عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہُ

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رات کو یہاں تک قیام فرمایا کہ آپکے قدم مبارک سوج

[۱] زجاجۃ ص۳۴۶

[۲] زجاجۃ ص۳۴۷ [۳] بخاری شریف ص۱۵۳

(۱۵۷۰) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ مُكَفِّرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ (رواه الترمذیؒ)[1]

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کا التزام کرلو کیونکہ یہ تم سے پہلے صالح لوگوں کا شعار ہے اور تمہارے رب کی قربت کا ذریعہ ہے اور برائیوں کو دور ہٹانے والی اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

(۱۵۷۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ اِمْرَاَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰى فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَآءَ (رواه ابوداؤدؒ والنسائیؒ)[2]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو رات کو کھڑا ہوا اور نماز پڑھنے لگا پھر اسنے اپنی بیوی کو جگایا اسنے بھی نماز پڑھی اور اگر اسنے (اٹھنے سے) انکار کیا تو اسنے اسکے منہ پر چھینٹے مارے اور اس عورت پر بھی اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں جو رات کو اٹھی اور نماز پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا اور اسنے بھی نماز پڑھی لیکن اگر اسنے اٹھنے سے انکار کیا تو اسکے منہ پر چھینٹے مارے۔

(۱۵۷۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذْ هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانُ (رواه البخاریؒ)[3]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب سوتا ہے تو شیطان اسکی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ لگاتے وقت کہتا ہے کہ رات بڑی لمبی ہے مزے سے سوتا رہ۔ پھر اگر وہ اٹھ کر اللہ کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ وضو بھی کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو ہشاش بشاش پاک نفس ہوتا ہے ورنہ سستی کا مارا ہوا منحوس الطبع اٹھتا ہے۔

(۱۵۷۳) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رات کو یہاں تک قیام فرمایا کہ آپکے قدم مبارک سوج

[1] زجاجة ص۳۴۶
[2] زجاجة ص۳۴۷ [3] بخاری شریف ص۱۵۳

(۱۵۷۰) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ مُكَفِّرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمِنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ (رواہ الترمذیؒ)[۱]

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کا التزام کرلو کیونکہ یہ تم سے پہلے صالح لوگوں کا شعار ہے اور تمہارے رب کی قربت کا ذریعہ ہے اور برائیوں کو دور ہٹانے والی اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

(۱۵۷۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ اِمْرَاَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰى فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَآءَ (رواہ ابوداؤدؒ والنسائیؒ)[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو رات کو کھڑا ہوا اور نماز پڑھنے لگا پھر اسنے اپنی بیوی کو جگایا اسنے بھی نماز پڑھی اور اگر اسنے (اٹھنے سے) انکار کیا تو اسنے اسکے منہ پر چھینٹے مارے اور اس عورت پر بھی اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں جو رات کو اٹھی اور نماز پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا اور اسنے بھی نماز پڑھی لیکن اگر اسنے اٹھنے سے انکار کیا تو اسکے منہ پر چھینٹے مارے۔

(۱۵۷۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذْ هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَ اِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ (رواہ البخاریؒ)[۳]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب سوتا ہے تو شیطان اسکی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ لگاتے وقت کہتا ہے کہ رات بڑی لمبی ہے مزے سے سوتا رہ۔ پھر اگر وہ اٹھ کر اللہ کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ وضو بھی کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو ہشاش بشاش پاک نفس ہوتا ہے ورنہ سستی کا مارا ہوا منحوس الطبع اٹھتا ہے۔

(۱۵۷۳) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رات کو یہاں تک قیام فرمایا کہ آپکے قدم مبارک سوج

[۱] زجاجۃ ص۳۴۶
[۲] زجاجۃ ص۳۴۷ [۳] بخاری شریف ص۱۵۳

فَقِيْلَ لَهُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا (متفق عليه)[۱]

گئے آپ سے عرض کیا گیا آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں حالانکہ آپکے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دئے گئے ہیں آپ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اس حدیث پاک سے ہم جیسے سیاہ کار سرتا پا گناہ گار بندوں کو سبق لینا چاہئے کہ وہ جو عصمت وعفت کی جان تھا خدا کی رحمت ومغفرت کا مجسمہ تھا جس کی بخشش ونجات کا اعلان قرآن میں کر دیا گیا تھا وہ تو جذبہ شکر گزاری سے رات بھر قیام کرتا اور نماز تہجد میں خدا کو منانے کی کوشش کرتا ہو مگر ہم برائیوں کے مجسمے ہونے کے باوجود ساری ساری رات خواب غفلت کے مزے لوٹیں اور ہمیں خداوند عالم کو سجدہ شکر کرنے کی توفیق نہ ہو تو پھر ہماری بدنصیبی قابل ماتم نہیں تو پھر اور کیا ہے خداوندا بہ برکت نبی رحمت رسول شفاعت ہمیں بھی جوف اللیل کی برکتوں اور رحمتوں سے حظِ وافر نصیب فرما اور نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت نصیب کر۔ آمین یا رب العالمین

تہجد کی رکعات

(۱۵۷٤) عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَؓ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً سِوٰى رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ (رواه البخاری)[۲]

جناب مسروقؒ سے روایت ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کے متعلق استفسار کیا آپ نے فرمایا سات نو اور گیارہ رکعت سوائے فجر کی دو سنتوں کے۔

وضاحت: ان سات میں چار نفل اور تین وتر۔ نو میں چھ نفل اور تین وتر۔ اور گیارہ میں آٹھ نفل اور تین وتر ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا اکثری عمل آٹھ رکعت کا ہی ہے۔ چنانچہ صحاح کی مشہور حدیث عائشہ میں آٹھ ہی کا ذکر ہے روایت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۵۷۵) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍؒ عَنْ اَبِىْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَؓ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِىْ رَمَضَانَ وَلَا فِىْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى

جناب سعید کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے صاحب زادے ابوسلمہؓ نے بتایا کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا تھا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کی نماز (تہجد) کیسے ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا آنحضرت ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ چار رکعت

[۱] زجاجة ص۳٤۷
[۲] بخاری ص۱۵۳

عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ (رواه البخاری)[1]

پڑھتے جن کے حسن اور طول کا کچھ نہ پوچھو پھر آپ چار رکعت پڑھتے انکے بھی حسن اور طول کی بات نہ کرو پھر آپ تین رکعت پڑھتے (یعنی وتر) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ وتروں سے پہلے سوتے بھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ میری آنکھیں تو سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

اس حدیث پاک میں دو سلاموں کیساتھ آٹھ رکعات تہجد کا مذکور ہے جنھیں آنحضرت ﷺ انتہائی خشوع خضوع کے ساتھ ادا فرماتے اور قیام بھی بڑا طویل کرتے کیونکہ آپ رکعات کی بجائے کثرت تلاوت کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ یہ اتفاق ہی ہے کہ اس موقعہ پر آپ نے چار چار رکعات کی نیت باندھی ورنہ عام طور پر آپ دو دو رکعت پڑھنا زیادہ پسند فرماتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے فرمان "صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى" سے ظاہر ہے یعنی رات کی نماز دو دو رکعات ہونی چاہیے۔ یہ ملفوظ مبارک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے بخاری شریف میں موجود ہے۔

(۱۵۷۶) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ (رواه البخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ جن میں وتر اور فجر کی دو رکعات بھی شامل ہیں۔

یعنی رکعات تہجد کے نفل پھر تین وتر اور آخر میں فجر کی دو سنت۔

رسول اللہ ﷺ کی تہجد کی کیفیت

(۱۵۷۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَيَسْجُدُ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک کے درمیان گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ آپ چار رکعت پڑھتے جنکے طول اور حسن کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔ پھر آپ چار رکعت پڑھتے ان کے طول اور حسن کے متعلق بھی بات نہ کرو۔ پھر آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے تو انکا سجدہ اس قدر طویل فرماتے

[1] بخاری شریف ص ۱۵۴

السَّجْدَةِ مِنْ ذَالِكَ قَدْرَ مَايَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ تَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِىْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهِ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ فَيَخْرُجُ (متفق علیه)[۱]

جتنا کہ تم میں سے کوئی اپنا سر اٹھانے سے قبل پچاس آیتیں تلاوت کرے پھر جب فجر کی اذان سے مؤذن خاموش ہوجاتا اور آپکے سامنے فجر خوب ظاہر ہوجاتی تو آپ کھڑے ہوجاتے اور دو ہلکی پھلکی رکعت ادا کرتے پھر اگر میں بیدار ہوتی تو میرے ساتھ بات چیت کرتے ورنہ آپ دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن جماعت کی اطلاع دینے کیلئے آجاتا اور آپ نکل کھڑے ہوتے۔

(۱۵۷۸) عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ اِنَّ رَجُلاً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ وَاَنَا فِىْ سَفَرٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَرْقُبَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ حَتّٰى اَرٰى فِعْلَتَهٗ فَلَمَّا صَلّٰى صَلٰوةَ الْعِشَآءِ وَهِىَ الْعَتَمَةُ اضْطَجَعَ هَوِيًّا مِّنَ اللَّيْلِ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَنَظَرَ فِى الْاُفُقِ فَقَالَ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً حَتّٰى بَلَغَ اِلٰى اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ثُمَّ اَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاسْتَلَّ مِنْهُ سِوَاكًا ثُمَّ اَفْرَغَ فِىْ قَدَحٍ مِّنْ اِدَاوَةٍ عِنْدَهٗ مَآءً فَاسْتَنَّ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى حَتّٰى قُلْتُ قَدْرَ مَانَامَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى قُلْتُ قَدْرَ مَاصَلّٰى ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ كَمَا فَعَلَ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَقَالَ مِثْلَ

حمید بن عبدالرحمٰنؒ ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے اپنے دل میں طے کیا جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ کہ واللہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو ضرور تاڑوں گا۔ تاکہ آپکا عمل دیکھ سکوں پس جب آپ نے عشاء پڑھ لی اور وہ عتمہ ہی ہے تو آپ رات کے ایک حصہ تک لیٹے رہے پھر بیدار ہوئے اور آپنے افق کی طرف دیکھا اور یہ آیت پڑھی ''ربنا ماخلقت هذا باطلا'' یہاں تک کہ آپ ''انك لاتخلف الميعاد'' تک پہنچ گئے پھر آپ اپنے بستر کی طرف جھکے اور اسپر سے مسواک اٹھائی پھر ایک مشکیزے میں سے جو آپکے پاس تھا ایک پیالے میں پانی انڈیلا اور مسواک فرمائی پھر آپنے کھڑے ہوکر نماز ادا کی یہاں تک کہ میرا خیال ہے کہ جتنی دیر آپ سوئے تھے اتنی ہی دیر نماز پڑھی پھر آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ میرا خیال ہے کہ جتنی دیر آپنے نماز پڑھی اتنی ہی دیر سوئے پھر

[۱] زجاجة ص ۳۳۷

ما قال ففعل رسول الله صلى الله عليه و سلم ثلاث مرات قبل الفجر (رواه النسائیؒ)۱

(۱۵۷۹) وعن حذيفةؓ انه رای النبیﷺ صلی الله عليه وسلم يصلی من الليل وكان يقول الله اكبر ثلاثا ذو الملكوت والجبروت والكبرياء والعظمة ثم استفتح فقرا البقرة ثم ركع وكان ركوعه نحوا من قيامه وكان يقول فی ركوعه سبحان ربی العظيم ثم رفع راسه من الركوع فكان قيامه نحوا من ركوعه يقول لربی الحمد ثم سجد فكان سجوده نحوا من قيامه فكان يقول فی سجوده سبحان ربی الاعلی ثم رفع راسه من السجود وكان يقعد فی ما بين سجدتين نحوا من سجوده وكان يقول رب اغفرلی فصلی اربع ركعات قرا فيهن البقرة وال عمران والنساء والمائدة او الانعام شك شعبة (رواه ابوداؤدؒ)۲

(۱۵۸۰) عن ابی ذرؓ قال قام رسول الله صلی الله عليه وسلم حتی اصبح باية و الاية "ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم" (رواه النسائیؒ وابن ماجة)۳

بیدار ہو گئے اور ویسے ہی کیا جیسے پہلی دفعہ کیا تھا آپنے فجر سے پہلے تین دفعہ ایسے کیا۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے تین دفعہ ''اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ'' کہا پھر نماز شروع فرمائی اور سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی پھر رکوع کیا آپکا رکوع آپکے قیام کے برابر تھا اور آپ رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' پڑھ رہے تھے پھر آپنے رکوع سے سر اٹھایا تو آپکا قیام آپکے رکوع جتنا تھا آپ ''لربّی الحمد'' پڑھ رہے تھے پھر آپنے سجدہ کیا تو آپکا سجدہ بھی آپکے قیام کے برابر تھا اور آپ سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' پڑھ رہے تھے پھر آپنے سجدہ سے سر اٹھایا اور آپ دونوں سجدوں کے درمیان سجدہ ہی کی مقدار بیٹھا کرتے تھے اور آپ ''رب اغفرلی رب اغفرلی'' پڑھ رہے تھے اس طرح آپنے چار رکعت پڑھیں اور ان میں سورۂ بقرہ آل عمران، نساء اور مائدہ پڑھیں یا مائدہ کی جگہ انعام پڑھی حضرت شعبہ کو اس بارے میں شک ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد میں کھڑے ہوئے تو ایک ہی آیت میں صبح کر دی ان تعذبھم الخ یعنی اے خدا! اگر تو انکو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انکو بخشش دے تو غالب حکمت والا ہے۔

۱ زجاجة ص۳۳۸

۲ زجاجة ص۳۴۱

۳ زجاجة ص۳۴۲

(۱۵۸۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قُلْنَا مَاهَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَاَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه البخاریؒ)[1]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کیساتھ نماز پڑھی تو آپ قیام میں دیر تک کھڑے ہی رہے یہاں تک کہ مجھے برا سا خیال آنے لگا ہم نے کہا وہ کیا خیال تھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کو کھڑا رہنے دوں۔

(۱۵۸۲) وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَ بِتُّ عِنْدَهٗ وَهُوَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَؓ فَقَامَ حَتّٰى اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفُهٗ اِسْتَيْقَظَ وَقَامَ اِلٰى شَنٍّ فِيْهِ مَآءٌ فَتَوَضَّاَ وَتَوَضَّاْتُ مَعَهٗ ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ فِىْ جَنْبِهٖ عَلٰى يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِىْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِىْ كَاَنَّهٗ يَمَسُّ اُذُنِىْ كَاَنَّهٗ يُوْقِظُنِىْ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قُلْتُ قَرَاَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى حَتّٰى صَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ ثُمَّ نَامَ فَاَتَاهُ بِلَالٌؓ فَقَالَ "الصَّلٰوةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بِالنَّاسِ

(رواہ ابو داؤدؒ)[2]

جناب کریب حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ کی تہجد کیسے ہوتی تھی تو آپ نے فرمایا میں نے آپ کے پاس رات گزاری جبکہ آپ میمونہؓ کے حجرے میں تھے آپ سو گئے پھر جب ایک تہائی یا نصف رات گزر گئی تو بیدار ہوئے اور مشکیزے کے پاس چلے گئے جس میں پانی تھا پس آپ نے وضو فرمایا اور میں نے بھی آپ کے ساتھ وضو کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور میں آپکے پہلو میں بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھے دائیں طرف کرلیا پھر اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا گویا کہ آپ میرا کان مروڑ کر مجھے ہوشیار کر رہے ہیں پس آپ نے دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھیں میرا خیال ہے کہ آپ نے ان میں کی ہر رکعت میں فاتحہ پڑھی تھی پھر آپ نے سلام پھیرا اور دوبارہ نماز شروع کر دی یہاں تک کہ آپ نے وتروں سمیت گیارہ رکعات پڑھیں پھر آپ سو گئے حتی کہ بلالؓ آئے اور عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ نماز! تو آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت (سنت) ادا کیں پھر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

[1] بخاری شریف ص۱۵۲ [2] ابوداؤد ص۱۹۳

رسالتمآب علیہ وسلم صلی اللہ کا تہجد سے شغف

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ تہجد سے غیر معمولی شغف تھا حتی کہ رات کا کافی حصہ آپ تہجد میں گزارتے تھے بار بار اٹھتے اور بار بار وضو کر کے مسواک کر کے نماز میں مشغول ہو جاتے گویا کہ آپ ''اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ'' کی سچی تصویر تھے آپ ہی ''اَلَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا'' کا صحیح مصداق تھے۔ آپ ہی ''تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ'' کی مکمل تفسیر تھے اور کیوں نہ ہوتے جبکہ امتیوں کیلئے نمازِ تہجد ایک نفلی عبادت ہے لیکن ان کے پیغمبر کیلئے یہ فرض کا درجہ رکھتی تھی کیونکہ ''فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ'' کے مخاطب آپ ہی ہیں آپ ہی کا قول وفعل پوری امت کیلئے اسوۂ حسنہ ہے جس کی پیروی امتیوں کی نجات اور جس سے روگردانی میں انکی ہلاکت ہے آپ تہجد میں اتنا مبالغہ کرتے تھے۔ حالانکہ آپ معصوم ومغفور ہیں آپ کو اس قدر عبادت وریاضت کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن ہم لوگ سراپا احتیاج مجسم ضرورت اور گناہوں کا پلندہ ہیں بھلا ہمیں کس قدر تہجد کا اہتمام اور عبادت وریاضت کی کتنی سعی بلیغ کرنی چاہئے یہ ہر امتی کے سوچنے کی بات ہے دراصل نمازِ تہجد ہی مسلمان کے دینی مرتبہ کا معیار ہے عند اللہ اسکی مقبولیت ومحبوبیت کی کسوٹی ہے اس دولتِ بے بہا سے جس کو جس قدر حصہ نصیب ہوا اس کا دینی واخروی مقام ومرتبہ اسی کی بقدر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اس کا پابند ہو جانے کی توفیق ارزانی کرے۔

تہجد اور وقتِ تہجد کے اذکار

(۱۵۸۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتَھَجَّدُ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَائُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو یوں کہتے اللھم لک الحمد الخ یعنی اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لئے ہیں تو زمین وآسمان کا منتظم ہے اور انکا بھی جو انمیں رہتے ہیں اور تیرے ہی لئے تعریف ہے تو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور انکا بھی جو انمیں ہیں اور تیرے ہی لئے تعریفیں ہیں تو ہی حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت حق ہے اور آگ حق ہے اور نبی حق ہے اور محمد حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ! میں تیرے لئے مسلمان ہو گیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرے اوپر میں نے توکل کیا اور تیری طرف

خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ (متفق عليه)[۱]

میں نے رجوع کیا اور تیری مدد سے میں نے جھگڑا کیا اور تیری طرف میں اپنا مقدمہ لے آیا پس تو مجھے بخش دے جو گناہ میں نے آگے بھیج دئے اور جو پیچھے رہے اور جو میں نے چھپائے اور ظاہر کئے اور جنکو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی مقدم و مؤخر ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہی کوئی معبود تیرے علاوہ ہے۔

(۱۵۸٤) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (رواه مسلمؒ)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو کھڑے ہو کر نماز شروع کرتے تو یوں کہتے اللھم رب جبریل الخ یعنی اے اللہ! اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے رب آسمانوں اور زمینوں کو پھیلانے والے غیب اور شہادت کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کریگا جن معاملات میں وہ اختلاف کرتے تھے جن چیزوں کے حق ہونے میں اختلاف ہے تو اپنے اذن کیساتھ مجھے انکی رہنمائی کردے کیونکہ تو ہی صراط مستقیم کی جسے چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔

(۱۵۸۵) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ (رواه الترمذیؒ وابوداؤدؒ)[۳]

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام کرتے تو تکبیر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے "سبحانك اللهم" الخ یعنی اے اللہ! ہم تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں تیری حمد کیساتھ اور تیرا نام بڑی برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں پھر آپ یوں کہتے "اللّٰہ اکبر کبیرا" پھر کہتے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو سمیع و علیم ہے شیطان مردود سے اسکے خطرات سے اسکے پھونک مارنے سے اسکے وسوسہ ڈالنے سے۔

[۱] زجاجة ص۳٤۳
[۲] زجاجة ص۳٤۳
[۳] زجاجة ص۳٤٤

(۱۵۸۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِىْ وَاَسْاَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِىْ عِلْمًا وَّ لَاتُزِغْ قَلْبِىْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِىْ وَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (رواہ ابوداؤد)[1]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو یوں کہتے لا الہ الخ یعنی اے اللہ! صرف تو ہی معبود ہے اے اللہ! میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں تیری حمد کیساتھ میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! تو میرے علم میں اضافہ کر اور میرے دل کو ٹیڑھا نہ کرا سکے بعد کہ تو نے مجھے ہدایت دیدی اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو ہی داتا ہے۔

(۱۵۸۷) عَنْ شَرِيْقِ الْهَوْزَنِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَاَلْتُهَا بِمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ سَاَلْتَنِىْ عَنْ شَيْءٍ مَّا سَاَلَنِىْ عَنْهُ اَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ اِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ عَشْرًا وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ عَشْرًا وَهَلَّلَ اللّٰهَ عَشْرًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضَيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَشْرًا ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ (رواہ ابوداؤدؒ)[2]

جناب شریق ہوزنی کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھتے تو پہلا کام کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا تو نے مجھ سے ایسی چیز پوچھی ہے جسے تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا آپ جب رات کو اٹھتے تو دس دفعہ تکبیر کہتے اور دس دفعہ کہتے ''سبحان اللہ وبحمدہ'' اور دس دفعہ ''سبحان الملک القدوس'' کہتے اور دس دفعہ ''استغفر اللہ'' کہتے اور دس ہی دفعہ ''لا الہ الا اللہ'' کہتے پھر یہ دعا بھی دس دفعہ ''اللھم انی اعوذ'' الخ پڑھتے یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا کی تنگی سے اور روزِ قیامت کی تنگی سے پھر نماز شروع فرماتے۔

(۱۵۸۸) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو یہ پڑھتا ہوا اٹھا لا الہ الا اللہ الخ پھر اس نے ''رب اغفرلی'' کہا یا کوئی دعا کی تو اسکی دعا قبول کر لی

[1] زجاجۃ ص ۳۴۴
[2] زجاجۃ ص ۳۴۴

لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ اَوْ قَالَ ثُمَّ دَعَا اُسْتُجِیْبَ لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّاَ وَصَلّٰی قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ (رواه البخاری)[۱]

جائے گی پھر اگر اس نے وضو کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز بھی مقبول ہوگی۔

رات کے نوافل بھی دن کو قضا کیئے جا سکتے ہیں

(۱۵۸۹) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ مَنْ فَاتَ مِنْ حِزْبِهٖ شَیْءٌ مِّنَ اللَّیْلِ فَقَرَاَهٗ مِنْ حِیْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ اِلٰی صَلٰوةِ الظُّهْرِ فَكَاَنَّهٗ لَمْ یَفُتْهُ شَیْءٌ (رواه الامام محمدؒ فی موطأه)[۲]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کا رات کا وظیفہ فوت ہوگیا اور اس نے زوال سے ظہر تک کے درمیان پڑھ لیا تو گویا اس کی کوئی چیز قضا نہیں ہوئی ہے۔

نمازِ اشراق و چاشت اور ان کی فضیلت

طلوع کے بعد جب آفتاب نیزہ بھر بلند ہو جائے اس وقت سے لیکر زوال تک جو نوافل پڑھے جائیں انہیں چاشت کی نماز یا صلوٰۃ الضحیٰ کہتے ہیں نمازِ اشراق بھی اسی کا دوسرا نام ہے البتہ یہی فرق ضرور ہے کہ وقتِ مکروہ ختم ہونے کے بعد فوراً پڑھ لی جائے تو اسے اشراق کہیں گے جس کی فضیلت میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔

نمازِ اشراق

(۱۵۹۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٌ تَامَّةٌ تَامَّةٌ (رواه الترمذی مطبوعه احمدی)[۳]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی پھر طلوعِ آفتاب تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کیلئے حج اور عمرے کا ثواب ہے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا کہ پورے پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔

۱ زجاجة ص۳٤٤ ۲ موطا امام محمد ص ۱۲۰
۳ مشکوٰۃ ص۸۹

(۱۵۹۱) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَ لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَلَهٗ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ (رواہ ابوداؤد)[۱]

حضرت معاذ بن انس جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز سے فراغت کے بعد جو شخص اپنے مصلے پر بیٹھا رہا حتی کہ اس نے ضحیٰ کی دو رکعت پڑھیں اور اس دوران اس نے خیر کے سوا کوئی بات نہیں کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف کردیگا اگرچہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

اور اگر تاخیر سے پڑھی جائے تو اسے چاشت یا صلوٰۃ الاوابین کہا جائے گا جس کی فضیلت اگلی احادیث سے ثابت ہے۔

نمازِ چاشت

(۱۵۹۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَنْ صَلَّى الضُّحٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ (رواہ الترمذیؒ)[۲]

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے بارہ رکعات نماز چاشت پڑھی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیگا۔

(۱۵۹۳) وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ وَاَبِىْ ذَرٍّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ ابْنَ اٰدَمَ اِرْكَعْ لِىْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَهٗ (رواہ الترمذی)[۳]

حضرت ابو درداءؓ اور ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے اور آپ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن آدم تو دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر میں اس کے آخر تک تیری کفایت کروں گا۔

(۱۵۹۴) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰى شُفْعَةِ الضُّحٰى غُفِرَ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (رواہ الترمذیؒ)[٤]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے چاشت کے دوگانہ کی پابندی کرلی اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

[۱] زجاجة ص۳٦۸
[۲] معارف السنن ص٤/۲٦۷
[۳] معارف السنن ص۲۷۱
[٤] معارف السنن ص۲۷۲

(۱۵۹۵) وَعَنْ مُعَاذَةَ اَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَاشَاءَ (رواہ مسلمؒ)۱؎

جناب معاذہؒ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی کتنی رکعات پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ چار اور جتنی زیادہ فرمانا چاہتے کر لیتے۔

یعنی عام طور پر آپ چار رکعات پڑھا کرتے تھے جبکہ دو سے لیکر بارہ تک کی روایات موجود ہیں جتنی کسی کو توفیق ہو ادا کرلے اور یہ ثواب بے بہا حاصل کرلے جس کا ذکر گزشتہ احادیث میں ہوا ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس نماز میں خدا کی طرف سے کارسازی اور حاجت روائی کی ضمانت ملتی ہے جس سے بڑی ضمانت اور کفالت کسی کی نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت ﷺ زوال کے بعد عموماً چار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۵۹۶) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْمِنُ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّكَ تُدْمِنُ هٰذِهِ الْاَرْبَعِ الرَّكْعَاتِ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَآءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَاتُرْتَجُّ حَتّٰى يُصَلِّى الظُّهْرُ فَاُحِبُّ اَنْ يُّصْعَدَ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ قُلْتُ اَفِیْ كُلِّهِنَّ قِرَائَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فِيْهِنَّ تَسْلِيْمٌ فَاصِلٌ قَالَ لَا (رواہ الترمذیؒ)۲؎

حضرت ابوایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زوال کے بعد عموماً چار رکعت پڑھتے تھے میں نے عرض کہ یارسول اللہ! آپ یہ چار رکعت زوال کے قریب ضرور پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ زوال کے وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں تو وہ اس وقت تک بند نہیں ہوتے جب تک ظہر کی نماز پڑھ نہ لی جائے اسلئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی کارِ خیر اوپر اٹھایا جائے میں نے کہا کیا انمیں سے ہر ایک میں قرأت ہے آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا ان میں دو رکعت پر سلام ہے آپ نے فرمایا نہیں۔

نماز بعد المغرب

عام طور پر بعد المغرب کے نوافل کو صلوٰۃ الاوابین کہا جاتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں حضور اکرم ﷺ نے صلوٰۃ الاوابین صلوٰۃ الضحی کو ہی کہا ہے چنانچہ ارشاد ہے "صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ اِذَا رَمِضَتِ الْفِصَالُ مِنَ الضُّحٰى"، یعنی صلوٰۃ الاوابین اس وقت ہوتی

۱؎ آثار السنن ص ۱۹۵

۲؎ ترمذی شریف ص ۹۵

ہے جب دھوپ کی تیزی سے اونٹ کے ٹوڈوں کے پاؤں جلنے لگیں۔ لہٰذا انکو نوافل بعد المغرب کہنا ہی زیادہ مناسب ہے ہاں اگر کسی ضعیف روایت میں اسکو صلوۃ الاوابین کہا گیا ہے جیسا کہ حضرت مولانا بنوریؒ نے معارف السنن میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے تو اسے صلوۃ الاوابین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ضحیٰ کو اوابین کہنا چونکہ مضبوط روایت سے ثابت ہے اسلیئے ترجیح اسی کو ہی ہوگی۔ واللہ اعلم

(۱۵۹۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ یَتَكَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ بِعِبَادَةِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ سَنَةً (رواہ الترمذیؒ)[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی جبکہ ان کے مابین کوئی بدکلامی نہ کی ہوتو یہ بارہ سال کی عبادت کی بقدر سمجھی جائے گی۔

(۱۵۹۸) وَرُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِیْنَ رَكْعَةً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ (رواہ الترمذیؒ)[2]

صلوٰۃ قبل المغرب فرض [1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

صلوٰۃ الحاجۃ

کسی بھی دینی اور دنیوی اپنی پرائی چھوٹی یا بڑی ضرورت کی دعا مانگنے کیلیے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے اسے صلوٰۃ الحاجۃ کہتے ہیں اس کا ذکر آئندہ احادیث میں دیکھئے۔

(۱۵۹۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اِلَی اللّٰهِ حَاجَةٌ اَوْ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِیُصَلِّ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ لِیُثْنِ عَلَی اللّٰهِ وَلْیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِیَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو یا کسی آدمی کی طرف کوئی ضرورت ہو تو اسے چاہیے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نفل پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر یہ دعا مانگے لا اله الا الله الحليم الكريم الخ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم و کریم ہے اللہ پاک

[1] معارف السنن ص۱۱۳ [2] معارف السنن ص۱۱۴

[1] عن بریدہ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عند کل اذانین صلوۃ رکعتین ما خلا المغرب دارقطنی و بیہقی

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو اذان کے ساتھ دو رکعتیں ہیں سوائے مغرب کے

[2] عن جابر رض قال سألنا نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل رأیتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی رکعتین قبل المغرب قلن لا طبرانی فی مسند الشامیین

حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ ہم نے ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے دیکھا انہوں نے کہا نہیں

[3] عن ابراهیم النخعی رح قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر و عمر رضی اللہ عنہم لم یکونوا یصلون

ہے جب دھوپ کی تیزی سے اونٹ کے ٹوڈوں کے پاؤں جلنے لگیں۔ لہٰذا انکو نوافل بعد المغرب کہنا ہی زیادہ مناسب ہے ہاں اگر کسی ضعیف روایت میں اسکو صلوۃ الاوابین کہا گیا ہے جیسا کہ حضرت مولانا بنوری نے معارف السنن میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے تو اسے صلوۃ الاوابین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ضحیٰ کو اوابین کہنا چونکہ مضبوط روایت سے ثابت ہے اسلئے ترجیح اسی کو ہی ہوگی۔ واللہ اعلم

(۱۵۹۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ یَتَكَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ بِعِبَادَةِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ سَنَةً (رواہ الترمذیؒ)[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی جبکہ ان کے مابین کوئی بدکلامی نہ کی ہو تو یہ بارہ سال کی عبادت کی بقدر سمجھی جائے گی۔

(۱۵۹۸) وَرُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِیْنَ رَكْعَةً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ (رواہ الترمذیؒ)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

صلوٰۃ قبل المغرب فرض ؏۱

صلوٰۃ الحاجۃ

کسی بھی دینی اور دنیوی اپنی پرائی چھوٹی یا بڑی ضرورت کی دعا مانگنے کیلئے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے اسے صلوٰۃ الحاجۃ کہتے ہیں اس کا ذکر آئندہ احادیث میں دیکھئے۔

(۱۵۹۹) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اِلَی اللّٰهِ حَاجَةٌ اَوْ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِیُصَلِّ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ لِیُثْنِ عَلَی اللّٰهِ وَلْیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِیَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو یا کسی آدمی کی طرف کوئی ضرورت ہو تو اسے چاہیے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نفل پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر یہ دعا مانگے لا اله الا الله الحليم الكريم الخ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم و کریم ہے اللہ پاک

[1] معارف السنن ص ۱۱۳ [2] معارف السنن ص ۱۱۴

؏۱ عن بریدہ رض قال قال رسول اللہ علیہ وسلم ان عند کل اذانین صلوۃ رکعتین ما خلا المغرب دارقطنی و بیہقی
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو اذانوں کے ساتھ دو رکعتیں ہیں سوائے مغرب کے
؏۲ عن جابر رض قال سألنا نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل رأيتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يصلي ركعتين قبل المغرب قلن لا طبرانی فی مسند الشامیین
حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ ہم نے ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے دیکھا؟ انہوں نے کہا نہیں
؏۳ عن ابراهيم النخعي رح قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر رضی اللہ عنہم لم يكونوا يصلون
[illegible]

ہے جب دھوپ کی تیزی سے اونٹ کے ٹوڈوں کے پاؤں جلنے لگیں۔ لہٰذا انکو نوافل بعد المغرب کہنا ہی زیادہ مناسب ہے ہاں اگر کسی ضعیف روایت میں اسکو صلوٰۃ الاوابین کہا گیا ہے جیسا کہ حضرت مولانا بنوریؒ نے معارف السنن میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے تو اسے صلوٰۃ الاوابین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ضحیٰ کو اوابین کہنا چونکہ مضبوط روایت سے ثابت ہے اسلئے ترجیح اسی کو ہی ہوگی۔ واللہ اعلم

(١٥٩٧) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ یَتَكَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ بِعِبَادَةِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ سَنَةً (رواہ الترمذیؒ)[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی جبکہ ان کے مابین کوئی بدکلامی نہ کی ہو تو یہ بارہ سال کی عبادت کی بقدر سمجھی جائے گی۔

(١٥٩٨) وَرُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِیْنَ رَكْعَةً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ (رواہ الترمذیؒ)[2]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

صلوٰۃ الحاجۃ

کسی بھی دینی اور دنیوی اپنی پرائی چھوٹی یا بڑی ضرورت کی دعا مانگنے کیلئے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے اسے صلوٰۃ الحاجۃ کہتے ہیں اس کا ذکر آئندہ احادیث میں دیکھئے۔

(١٥٩٩) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اِلَی اللّٰهِ حَاجَةٌ اَوْ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِیُصَلِّ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ لِیُثْنِ عَلَی اللّٰهِ وَلْیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِیَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو یا کسی آدمی کی طرف کوئی ضرورت ہو تو اسے چاہئے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نفل پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر یہ دعا مانگے لا اله الا الله الحكيم الكريم الخ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم و کریم ہے اللہ پاک

[1] معارف السنن ص١١٣ [2] معارف السنن ص١١٤

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ (رواه الترمذی ومثله احمد)[1]

ہے جو عرش اعظم کا رب ہے سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو رب العالمین ہے اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کرنیوالی ہوں اور تیری بخشش کے ارادوں کا اور ہر نیکی کی غنیمت کا اور ہر گناہ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں اے ارحم الراحمین! میرا کوئی گناہ بخشے بغیر نہ چھوڑ میرا کوئی غم زائل کئے بغیر نہ چھوڑ اور کوئی حاجت جو تجھے پسند ہو اسے پورا کئے بغیر نہ چھوڑ۔

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ دعا میں اپنی خصوصی حاجت اور ضرورت کا نام ذکر کرے۔

صلوٰۃ الاستخارہ

استخارہ کا معنی ہے طلب خیر۔ اور مراد ہے اللہ تعالیٰ سے کسی کام میں مشورہ لینا جب کوئی شخص کسی جائز کام میں متردد ہو کہ کرے یا نہ کرے تو اسے چاہئے کہ آئندہ طریق پر اللہ تبارک وتعالیٰ سے مشورہ کرلے پھر ان شاء اللہ اس میں خیر ہی ہوگی۔

(۱۶۰۰) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ وَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَااَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَااَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعِيْشَتِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر کام میں استخارہ سکھایا کرتے تھے جیسا کہ قرآن پاک کی سورت سکھاتے تھے آپ فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ نفلی طور پر دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا مانگے اللهم انى استخيرك الخ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں تیرے علم کے صدقے اور تجھ سے طاقت طلب کرتا ہون تیری قدرت کے طفیل اور میں تیرے فضل عظیم کا سوالی ہوں اس لئے کہ تو قادر ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور غیبوں کا جاننے والا تو ہی

[1] معارف السنن ص۲۷۵ ج٤ ، ترمذی شریف ص٦٣

فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ

(رواہ الترمذیؒ)[1]

ہے اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین معاش اور انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لئے آسان کردے پھر مجھے اسمیں برکت بھی عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے دین روزگار اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اسے پھیر دے اور مجھے اس سے ہٹادے اور خیر جہاں کہیں ہو وہ میرے مقدر کردے اور مجھے اس پہ راضی کردے۔

راوی کہتے ہیں (ھذا الامر) پر اپنی حاجت کا نام لے یعنی دعا پڑھتا ہوا جب اس کلمہ (ھذا الامر) پر پہنچے تو اپنے کام کا دھیان کرے یا اس کا نام ہی لیدے بزرگوں نے فرمایا ہے اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے جب سو کر اٹھے تو جو بات مضبوطی سے دل میں آوے وہی بہتر ہے اور اسی میں خیر ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

(۱۶۰۱) عَنْ اَبِیْ وَهْبٍ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلٰوةِ الَّتِیْ یُسَبِّحُ فِیْهَا قَالَ یُکَبِّرُ ثُمَّ یَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ ثُمَّ یَقُوْلُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ثُمَّ یَتَعَوَّذُ وَیَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفَاتِحَةَ الْکِتَابِ وَسُوْرَةً ثُمَّ یَقُوْلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ثُمَّ یَرْکَعُ فَیَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَیَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ یَسْجُدُ فَیَقُوْلُهَا

جناب ابووہبؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن مبارکؒ سے اس نماز کے متعلق دریافت کیا جس میں تسبیح پڑھی جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ تکبیر کہے پھر سبحانک اللہ پڑھے پھر پندرہ دفعہ سبحان اللہ والحمد للہ الخ پڑھے پھر تعوذ پڑھے پھر بسم اللہ، سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے پھر دس دفعہ سبحان اللہ والحمد للہ الخ پڑھے پھر رکوع کرے تو اسمیں بھی دس دفعہ پڑھے پھر اپنا سر اٹھائے تو دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ کرے تو دس دفعہ پڑھے پھر اپنا سر اٹھائے تو دس دفعہ پڑھے پھر دوسرا سجدہ کرے تو دس دفعہ پڑھے اسی طرح چار رکعت پڑھے تو یہ ہر رکعت

[1] ترمذی شریف ص ۶۳

بِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ (رواه الترمذیؒ)[1]

ہے اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین معاش اور انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لئے آسان کردے پھر مجھے اسمیں برکت بھی عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے دین روزگار اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اسے پھیر دے اور مجھے اس سے ہٹادے اور خیر جہاں کہیں ہو وہ میرے مقدر کردے اور مجھے اس پہ راضی کردے۔

راوی کہتے ہیں (ھذا الامر) پر اپنی حاجت کا نام لے یعنی دعا پڑھتا ہوا جب اس کلمہ (ھذا الامر) پر پہنچے تو اپنے کام کا دھیان کرے یا اس کا نام ہی لیدے بزرگوں نے فرمایا ہے اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے جب سو کر اٹھے تو جو بات مضبوطی سے دل میں آوے وہی بہتر ہے اور اسی میں خیر ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

(۱۶۰۱) عَنْ اَبِیْ وَهْبٍ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلٰوةِ الَّتِیْ یُسَبَّحُ فِیْهَا قَالَ یُكَبِّرُ ثُمَّ یَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ ثُمَّ یَقُوْلُ خَمْسَ عَشَرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ یَتَعَوَّذُ وَیَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً ثُمَّ یَقُوْلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ یَرْكَعُ فَیَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَیَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ یَسْجُدُ فَیَقُوْلُهَا

جناب ابو وہبؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن مبارکؒ سے اس نماز کے متعلق دریافت کیا جس میں تسبیح پڑھی جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ تکبیر کہے پھر سبحانک اللہ پڑھے پھر پندرہ دفعہ سبحان اللہ والحمد للہ الخ پڑھے پھر تعوذ پڑھے پھر بسم اللہ، سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے پھر دس دفعہ سبحان اللہ والحمد للہ الخ پڑھے پھر رکوع کرے تو اسمیں بھی دس دفعہ پڑھے پھر اپنا سر اٹھائے تو دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ کرے تو دس دفعہ پڑھے پھر اپنا سر اٹھائے تو دس دفعہ پڑھے پھر دوسرا سجدہ کرے تو دس دفعہ پڑھے اسی طرح چار رکعت پڑھے تو یہ ہر رکعت

[1] ترمذی شریف ص ۶۳ ، معارف السنن ص ۴/۲۷۹

عشرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَ يَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا يُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ عَلٰى هٰذَا فَذَالِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ تَسْبِيْحَةً فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ يَبْدَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِخَمْسَ عَشْرَةَ تَسْبِيْحَةً ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرًا (رواه الترمذی) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ وَقَالَ فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذَالِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِابْنِ مَاجَةَ فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوْبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ غَفَرَهَا لَكَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ يَقُوْلُهَا فِيْ يَوْمٍ قَالَ قُلْهَا فِيْ جُمُعَةٍ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقُلْهَا فِيْ شَهْرٍ حَتّٰى قَالَ فَقُلْهَا فِيْ سَنَةٍ

(رواہ الترمذی)[1]

میں ۷۵ تسبیحات ہو جائیں گی ہر رکعت میں پندرہ تسبیحات سے شروع کرے پھر قرأت کرے اور دس دفعہ تسبیح پڑھے یہ تو ترمذی کی روایت ہے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تو زمین میں سب سے بڑا گنہگار ہوگا تو اس کی برکت سے تیری بخشش ہو جائے گی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ اگر تیرے گناہ ریت کے ٹیلوں کے برابر بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے۔ راوی نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم جو شخص روزانہ اس کے پڑھنے کی طاقت نہ رکھے آپ نے فرمایا کہ پھر ہر جمعہ میں ایک دفعہ پڑھ لیا کر۔ اگر یہ بھی مقدور نہ ہو تو مہینے میں ایک دفعہ پڑھ لیا کر حتی کہ آپ نے فرمایا پھر اسے سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کر۔

صلوٰۃ التوبہ

شامتِ اعمال کی وجہ سے اگر کوئی شخص گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے مطمئن ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ نہایت ندامت کے ساتھ دو رکعت نماز صلوٰۃ التوبہ پڑھے اور اپنے گناہ کیلئے معافی کا خواستگار ہو جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۶۰۲) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَّ صَدَقَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ رَّجُلٍ يُّذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ وَالَّذِيْنَ اِذَا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس حضرت ابوبکرؓ نے حدیث بیان کی اور ابوبکرؓ نے سچ کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو بھی کوئی آدمی گناہ کرے تو اٹھ کھڑا ہووے وضو کرے پھر نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور بخش دیگا پھر

[1] ترمذی شریف ٦٤

فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (رواه الترمذی وابن ماجة الا ان ابن ماجة لم يذكر الاية) [1]

آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی والذین اذا فعلوا الخ یعنی جو لوگ کسی بے حیائی کا کام کر گزریں یا اپنے نفس پہ ظلم ڈھالیں اللہ کو یاد کریں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور بخش دینگے۔

یعنی اگر بتقاضائے بشریت کسی سے گناہ صادر ہو جائے تو اسے ناقابلِ معافی سمجھ کر ڈھیٹ نہیں ہونا چاہئے بلکہ فوراً باوضو ہو کر دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اپنے گناہ کی معافی مانگے تو وہ غفور رحیم ہے وہ بڑے سے بڑے گناہ کو بخش دیتا ہے بلکہ وہ تو اپنے گنہگار بندے کی توبہ کا منتظر ہوتا ہے کہ کب وہ توبہ کے چار حرف زبان پر لائے تو میں اسے معاف کردوں۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِىْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِىْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" آمین بجاہ سید المرسلین

صلوٰۃ الاستسقاء

یعنی طلبِ بارش کی دعا یا نماز

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک طلبِ بارش کیلئے صرف دعا مسنون ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے قحط سالی یا حاجتِ باراں کے موقع پر اکثر دعا ہی فرمائی جیسا کہ بخاری و مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے۔

(١٦٠٣) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فِىْ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَّخْطِبُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ لَنَا يُغِثْنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا قَالَ اَنَسٌؓ فَلَا وَاللّٰهِ مَانَرٰى فِى السَّمَآءِ مِنْ سِحَابٍ وَّلَا قَزْعَةٍ وَّمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلَعٍ مِّنْ بَيْتٍ وَّلَادَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَآئِهٖ سَحَابَةٌ

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اس نے کہا یا رسول اللہ! ریوڑ ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں بارش عنائیت فرمائیں حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اللھم اغثنا یعنی اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرما حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہمیں آسمان میں کوئی بادل یا اس کا ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان کوئی

[1] ترمذی شریف ص ٥٤

تِلْکَ الدَّارِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَآءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ فَلَمْ یَزَلِ الْمَطَرُ اِلَی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی قَالَ ثُمَّ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ ذَالِکَ الْبَابِ فِی الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ یَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَائِمًا فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَکَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ یُمْسِکُهَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ (رواه البخاریؒ)[1]

مکان یا چار دیواری تھی اچانک اس کے پیچھے سے بادل کا ایک ٹکڑا نکلا تو پھیلنے لگا پھر بارش شروع ہوگئی تو اگلے جمعہ تک برستی رہی راوی کہتے ہیں کہ پھر اگلے جمعہ اسی دروازے سے ایک آدمی آیا جبکہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے وہ آپکے بالمقابل کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مال ہلاک ہوگیا اور راستے بند ہوگئے آپ اللہ سے دعا کریں وہ ہمارے یہاں سے بارش روک دے، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے دستہائے مبارک اٹھائے اور دعا کی "اللھم حوالینا ولا علینا" اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا ہمارے اوپر نہ برسا، اے اللہ! ٹیلوں پتھروں، وادیوں کے بیچ اور نخلستانوں میں برسا، راوی کہتے ہیں بارش رک گئی اور ہم دھوپ سینکتے واپس آئے۔

(۱۶۰۴) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَوَاکِیْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مُرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ قَالَ فَاَطْبَقَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ

(رواه ابوداوٗدؒ)[2]

جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس عورتیں روتی ہوئی آئیں (یعنی موسم کی سختی کیوجہ سے) تو آپؐ نے ان الفاظ میں دعا کی اللھم اسقنا الخ یعنی اے اللہ ہمیں ایسی بارش عطا کر جو ہماری ضرورتوں کو پورا کرنیوالی ہو، اور ہماری کھیتیوں کو بڑھانیوالی ہو، نفع مند ہو، نقصان کرنیوالی نہ ہو جلد آنیوالی ہو دیر کرنیوالی نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ اچانک بادل گھر کر آ گیا۔

اس کے بالمقابل حضرات صاحبینؒ کے نزدیک طلب باراں کیلئے نماز باجماعت بھی مسنون ہے اور وہ بھی اسطرح کہ عام لوگوں میں اعلان کردیا جائے کہ فلاں تاریخ کو سبھی مسلمان چھوٹے بڑے مرد۔ عورت، بیمار، تندرست اور ڈھور ڈنگر ساتھ لیکر محنت مزدوری کے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر نہایت عاجزی اور انکساری کیساتھ باہر نکل کر جنگل میں جائیں اور وہاں بلا اذان واقامت دو

[1] بخاری شریف ص۱۳۷ ، نصب الرایة ص۲۳۸
[2] ابوداؤد شریف ص۱۶۵

کعت نفل ادا کریں جس میں قرأت بلند آواز سے کریں اس کے بعد امام خطبہ پڑھے پھر سبھی لوگ نہایت گڑگڑا کر اجتماعی طور پر دعا کریں جس میں امام تفاؤلاً اپنی چادر کو اس طرح تبدیل کرے کہ اسکی دائیں طرف بائیں طرف کو اوپر والی نیچے کو اور اندرونی جانب باہر کو ہو جائے گویا کلی طور پر تبدیلی حالت کی طرف اشارہ ہے بارش ہو جائے تو فبہا ورنہ دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسے ہی کریں انشاء اللہ بارش ہوگی اور ضرور ہوگی اس کا ذکر ان احادیث میں ہے۔

(١٦٠٥) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَاسْتَسْقٰى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ وَفِىْ لَفْظٍ لَهُمَا وَحَوَّلَ رِدَآئَهٗ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ

(رواه الائمة الستة)[1]

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے اور وہاں بارش کیلئے دعا مانگی اور قبلہ رو کھڑے ہوئے اور اپنی چادر کو پلٹا شیخین کی روایت میں "حول ردائه" ہے اور دو رکعت نماز پڑھی۔

(١٦٠٦) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَسْتَسْقِىْ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ بِلَا اَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللّٰهَ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ ثُمَّ قَلَبَ رِدَآئَهٗ فَجَعَلَ الْاَيْمَنَ عَلَى الْاَيْسَرِ وَالْاَيْسَرَ عَلَى الْاَيْمَنِ

(رواه ابن ماجةؒ والدار قطنیؒ)[2]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ طلب باراں کیلئے نکلے تو آپ نے ہمیں بلا اذان و اقامت دو رکعت نماز پڑھائی پھر ہمیں خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور اپنے چہرے کو قبلہ رخ کرلیا درآنحالیکہ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے پھر اپنی چادر کو تبدیل فرمایا اس طرح کہ اسکی دائیں طرف بائیں کو اور بائیں طرف دائیں کو کرلی۔

(١٦٠٧) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِىْ فَتَوَجَّهَ اِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ وَحَوَّلَ رِدَآئَهٗ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيْهِمَا بِالْقِرَآئَةِ (رواه البخاریؒ)[3]

عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ طلب باراں کیلئے قبلہ رو ہو کر دعا کرنے لگے اور اپنی چادر کو تبدیل فرمایا اور دو رکعت نفل پڑھائے جن میں بلند آواز سے قرأت کی۔

[1] بخاری شریف ص ١٣٧ ، نصب الراية ص ٢٤٠

[2] ابن ماجة ص ٩١ ، نصب الراية ص ٢٤١

[3] بخاری شریف ص ١٣٩

ان روایات سے معلوم ہوا کہ استسقاء کیلئے صرف دعا یا نماز مع الدعا دونوں مسنون ہیں حسب موقعہ جو صورت چاہیں اختیار کریں۔ واللہ اعلم

تحویلِ رداء کا لطیفہ

مجھ سے مولانا قاری محمد یوسف خطیب اوقاف نے بیان کیا انہوں نے مولانا محمد علی جالندھریؒ سے خیر المدارس کے جلسہ میں کہ حضرت جالندھری نے دورانِ وعظ فرمایا کہ غیر مقلد ایسی موٹی عقل کے لوگ ہوتے ہیں جو حدیث کی رٹ تو لگاتے ہیں مگر ان کو حدیث کا فہم نصیب نہیں ہوتا فرمایا کہ جالندھر کے پاس ایک بستی تھی اس میں غیر مقلد امام تھا اس نے نمازِ استسقاء پڑھائی اور نماز کے بعد اس نے تحویلِ رداء اس طرح کی کہ خود اپنی دھوتی کے دونوں پلے پکڑ کر اوپر کو اٹھا دئے اور الف ننگا ہو گیا لوگوں نے نگاہیں نیچے کرلیں کسی نے جرأت کر کے کہہ دیا حضرت یہ کیا حماقت کر رہے ہو اس نے کہا کہ میں تو حدیث پر عمل کر رہا ہوں حدیث میں آتا ہے کہ نمازِ استسقاء کے بعد چادر کے چاروں کونے بلکہ شش جہات کو تبدیل کرو، یہ حدیث تو ہے مگر اس کا مفہوم یہ نہیں۔ اس کو یہ غلطی رداء اور ازار کا معنی کا فرق نہ معلوم ہونیکی وجہ سے لگی ہے حدیث میں لفظ رداء کا ہے جو کہتے ہیں اس چادر کو جو کندھے پہ رکھی جاتی ہے اور ازار وہ چادر ہے جو نیچے باندھی جاتی ہے تو تبدیل تو رداء کو کرنا تھا اس نے اپنی ازار اٹھا کر سب کو دیدار کرا دیا۔ نعوذ باللہ منہ

صلوٰۃ الکسوف

یعنی سورج گرہن کی نماز

(۱۶۰۸) عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ؓ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوا حَتّٰى تَنْجَلِيَ (رواه الشیخانؒ)[۱]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی سورج کو گرہن لگ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شمس و قمر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشان ہیں یہ نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے گرہن ہوتے ہیں نہ ہی کسی کی حیات سے ہاں جب تم انہیں گرہن زدہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو تا کہ وہ کھل جائے۔

[۱] بخاری شریف ص ۱۴۲

(١٦٠٩) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا یَّخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ السَّاعَةُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّرُکُوْعٍ وَّ سُجُوْدٍ مَّارَاَیْتُهٗ قَطُّ یَفْعَلُهٗ وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰهُ لَاتَکُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِهٖ وَلٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْ ذَالِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ (رواہ الشیخان)[١]

حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ سورج گرہن ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ گھبرا کر کھڑے ہو گئے اس خوف سے کہ مبادا قیامت نہ آگئی ہو پس آپ مسجد میں تشریف لائے تو میرے دیکھنے کے مطابق آپ نے طویل ترین قیام کیا رکوع سجود کیساتھ نماز پڑھائی اور فرمایا کہ یہ نشانات جنہیں اللہ تعالیٰ ظاہر کرتے ہیں یہ کسی کی موت وحیات کیوجہ سے نہیں ہوتے بلکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس جب تم ایسی کوئی چیز دیکھو تو اللہ کی یاد اور دعا واستغفار میں کثرت کیساتھ شریک ہو جایا کرو۔

(١٦١٠) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکَدْ یَرْکَعُ ثُمَّ رَکَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ یَکَدْ یَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ یَکَدْ یَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ وَفَعَلَ فِی الرَّکْعَةِ الْاُخْرٰی مِثْلَ ذَالِكَ (رواہ ابو داؤد واخرون)[٢]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے (نماز میں) اتنا لمبا قیام کیا کہ رکوع کرنیکا نام ہی نہیں لیتے تھے پھر آپ نے رکوع کیا تو قومے کا نام نہیں لیتے تھے پھر آپ نے قومہ کیا تو سجدے کا نام نہیں لیتے تھے پھر آپ نے سجدہ کیا تو اٹھنے کا نام نہیں لیتے تھے پھر اٹھ بیٹھے تو دوسرے سجدے کا نام نہیں لیتے تھے پھر آپ نے سجدہ کیا تو اٹھنے کا نام نہیں لیتے تھے پھر آپ اٹھ بیٹھے اور دوسری رکعت میں بھی یوں ہی کیا۔

(١٦١١) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ یَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّاسُ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمَوْتِ اِبْرَاهِیْمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ حَتّٰی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس دن صاحبزادۂ رسول حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی سورج کو گرہن لگ گیا تو لوگ کہنے لگ گئے کہ ابراہیم کی وفات کیوجہ سے سورج کو گرہن لگ گیا پس رسول اللہؐ (نماز میں) کھڑے ہوگئے تو بہت لمبا قیام فرمایا یہاں تک کہ

[١] مشکوۃ شریف ص ١٢٠ [٢] ابوداؤد شریف ص ١٦٩

ظَنُّوْا اَنَّهٗ لَایَرْکَعُ ثُمَّ رَکَعَ وَکَانَ رُکُوْعُهٗ قَدْرَ
قِیَامِہٖ ثُمَّ سَجَدَ وَکَانَ سُجُوْدُهٗ قَدْرَ رُکُوْعِہٖ
ثُمَّ جَلَسَ فَکَانَ جُلُوْسُهٗ بَیْنَ سَجْدَتَیْنِ قَدْرَ
سُجُوْدِہٖ ثُمَّ صَلَّی الرَّکْعَةَ الثَّانِیَةَ فَفَعَلَ مِثْلَ
ذَالِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ السَّجْدَةُ الْاٰخِرَةُ بَکٰی
فَاشْتَدَّ بُکَائُهٗ فَسَمِعْنَاهُ وَهُوَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَلَمْ
تَعِدْنِیْ اَلَّا تُعَذِّبَهُمْ وَاَنَا فِیْهِمْ ثُمَّ جَلَسَ
فَتَشَهَّدَ ثُمَّ انْصَرَفَ عَلَیْهِمْ بِوَجْهِہٖ ثُمَّ قَالَ
اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ
لَایَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا کَانَ
ذَالِکَ فَعَلَیْکُمْ بِالصَّلٰوةِ وَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اُدْنِیْتُ
مِنَ الْجَنَّةِ حَتّٰی لَوْ شِئْتُ اَنْ اَتَنَاوَلَ غُصْنًا
مِنْ اَغْصَانِهَا فَعَلْتُ وَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اُدْنِیْتُ مِنَ
النَّارِ حَتّٰی جَعَلْتُ اَتَّقِیْ لَهَبَهَا عَلَیَّ وَعَلَیْکُمْ
وَلَقَدْ رَاَیْتُ فِیْهَا سَارِقَ بُدْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
یُعَذَّبُ بِالنَّارِ وَلَقَدْ رَاَیْتُ فِیْهَا عَبْدُ بَنِیْ دَعْدَعَ
سَارِقَ الْحَاجِّ بِمِحْجَنِہٖ وَلَقَدْ رَاَیْتُ فِیْهَا
اِمْرَئَةً طَوِیْلَةً اَدْمَاءَ حِمْیَرِیَّةً تُعَذَّبُ فِیْ هِرَّةٍ
رَبَطَتْهَا وَلَمْ تَسْقِهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْکُلُ مِنْ
خُشَاشِ الْاَرْضِ

(اخرجه ابو محمد البخاریؒ فی مسنده)ل

لوگ گمان کرنے لگے کہ آپ رکوع نہیں کریں گے پھر
آپ نے رکوع کیا تو آپ کا رکوع آپ کے قیام جتنا تھا
پھر آپ نے سجدہ کیا تو آپ کا سجدہ آپ کے رکوع جتنا
تھا پھر آپ بیٹھے تو آپ کا بیٹھنا دو سجدوں کے درمیان
آپ کے سجدے جتنا تھا پھر آپ نے دوسری رکعت
پڑھی تو اسی طرح عمل فرمایا یہاں تک کہ جب آپ نے
آخری سجدہ کیا تو آپ زاروقطار رو پڑے ہم نے سنا
آپ فرمارہے تھے اللھم الم تعدنی الخ یعنی اے
اللہ! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک میں
ان کے اندر موجود ہوں تو انہیں عذاب نہیں دے گا پھر
بیٹھ گئے اور تشہد پڑھا پھر آپ نے چہرہ مبارک ان کی
طرف کرلیا اور فرمایا کہ یہ شمس وقمر اللہ تعالیٰ کے نشانات
میں سے دو نشان ہیں یہ کسی کی موت وحیات کیوجہ سے
گرہن نہیں ہوتے پس جب ایسی صورت پیش آئے تو
نماز میں مشغول ہوجایا کرو بلاشبہ میں نے دیکھا کہ مجھے
جنت کے قریب کردیا گیا یہاں تک کہ اگر میں اسکی
شاخوں میں سے کوئی شاخ پکڑنا چاہتا تو پکڑلیتا اور میں
نے یہ بھی دیکھا کہ مجھے جہنم کے قریب کردیا گیا یہاں
تک کہ میں اپنے آپ کو اور تم کو اسکے شعلوں سے بچاتا
تھا اور میں نے بلاشبہ اسمیں رسول اللہ کے اونٹوں کے
چوری کرنیوالے کو دیکھا ہے جسے آگ میں عذاب دیا جا

ل جامع المسانید ص ۳۶۷

رہا تھا اور میں نے اس میں بلاشبہ بنی دعدع کے ایک غلام کو دیکھا جو اپنی کھونٹی کیساتھ حاجیوں کی چوری کیا کرتا تھا اور میں نے انہیں بلاشبہ قبیلہ حمیر کی ایک لمبی تڑنگی اور گندمی رنگ کی عورت کو دیکھا جسے ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا جسے اُنے باندھ لیا تھا مگر اسکو کھانے پینے کو کچھ نہ دیا اور نہ ہی اسے چھوڑا کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھا کر گزارا کر لے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سورج گرہن کیلئے بھی آپ نے معمول کے مطابق دو رکعت نفل پڑھائے جن میں قیام قرأت رکوع اور سجدہ اور جلسہ سب معمول کے مطابق تھے سوائے اس کے کہ آپ نے قرأت بہت لمبی فرمائی اتنی طویل کہ اس میں شاید سورہٗ بقرہ تلاوت فرمائی ہو جیسا کہ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے چونکہ قرأت سراً تھی اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ کونسی سورت تلاوت کی ہے اسی طرح رکوع سجدے بھی طویل کئے باقی جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی رکعت میں آپ نے کئی دفعہ قرأت کی اور کئی کئی رکوع اور سجدے کئے وہ سب مختلف دیکھنے والوں کی غلط فہمی ہے اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کا اژدھام بہت تھا اس میں جب قیام غیر معمولی طویل ہو گیا تو بعض لوگوں نے یہ سمجھ کر رکوع کر دیا کہ شاید آپ رکوع میں چلے گئے ہیں پھر جب اٹھ کر دیکھا تو ابھی تک آپ قیام ہی میں تھے تو اس سے انہیں مغالطہ لگ گیا کہ آپ نے قیام دو دفعہ کیا ہے اسی طرح جب رکوع بھی غیر معمولی طویل ہو گیا تو بعض لوگوں نے صورتِ حال دیکھنے کیلئے سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کو بدستور رکوع میں پایا اس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ آپ نے رکوع دوبارہ کیا ہے اسی طرح دوبارہ سہ بارہ سر اٹھا اٹھا کر دیکھا تو کئی رکوع فرض کر لئے گئے اسی پر قومے اور سجدے کو قیاس کر لیں۔ اب سنئے اس کی صراحت کہ آپ نے معمول کے مطابق دو ہی رکعات ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھائی ہے اور قرأت بھی آہستہ کی ہے۔

(۱۶۱۲) عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَؓ قَالَ کُنَّا عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَانْکَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجُرُّ رِدَآئَهٗ حَتّٰی دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ (رواه البخاریؒ) [۱] وَزَادَ النِّسَائِیُّؒ کَمَا تُصَلُّوْنَ وَزَادَ ابْنُ حَبَّانَؒ رَکْعَتَیْنِ مِثْلَ صَلٰوَاتِکُمْ

حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے کہ سورج کو گرہن لگ گیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور چادر کو گھسیٹتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے ہم بھی آپ کے ساتھ گئے تو آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی امام نسائیؒ نے اس لفظ کا بھی اضافہ کیا ہے کہ جیسا کہ تم پڑھتے ہو اور ابن حبان نے اس کے بعد یہ بھی کہا ہے کہ تمہاری نماز جیسی دو رکعتیں۔

(۱۶۱۳) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے

[۱] بخاری شریف ص ۱۴۱

كُسُوْفِ الشَّمْسِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِكُمْ يَرْكَعُ وَ يَسْجُدُ (رواه احمد والنسائی) ۱

موقع پر تمہاری نماز جیسی رکوع سجدے کرتے ہوئے نماز پڑھائی۔

یہ روایات بالکل صاف ہیں اس نماز میں ارکان کی طوالت کے ماسوا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی اور حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت میں بھی تصریح ہے کہ ہمیں آپ کی ذرہ بھر آواز سنائی نہ دیتی تھی تو یہ قراءت بالسر کی دلیل ہے پس جو حضرات نماز کسوف میں ہر رکعت میں دو دو رکوع پر اصرار کرتے ہیں بایں وجہ کہ روایات صحیح ہیں تو علی الرأس والعین یعنی ہمارے سر آنکھوں پر لیکن اسکو کیا کیجئے کہ صحیح احادیث میں ہر رکعت کے اندر تین تین بلکہ چار چار بلکہ پانچ پانچ رکوع بھی ثابت ہیں تو جو جواب وہ حضرات دو سے زائد رکوعات ترک کرنے کا دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے ایک سے زائد رکوع کو ترک کرنے کا سمجھ لیں فما ھو جوابکم فھو جوابنا

صلوۃ الخوف

یعنی حالت جنگ کی نماز

حالت جنگ میں اگر ایسی صورت نہ ہو کہ ساری فوج کو برسر پیکار رہنا پڑے تو امام آدھی فوج کو دشمن کے مقابلہ میں صف بندی کرادے اور باقی آدھی فوج کو آدھی نماز پڑھائے جب دو رکعتی نماز کی ایک رکعت اور چار یا تین رکعتی نماز کی دو رکعت ہو جائیں تو وہ لوگ بغیر سلام پھیرے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور جو لوگ برسر مقابلہ تھے وہ امام کے پیچھے آکر آدھی نماز پڑھ لیں پھر امام سلام پھیر کر فارغ ہو جائے اور یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں پہلی جماعت آکر اپنی نماز لاحق کی طرح پوری کر لے اور مقابلہ دشمن میں چلی جائے پھر بعد والی جماعت یہاں آکر مسبوق کی طرح اپنی نماز پوری کر لے جیسا کہ اگلی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱۶۱۴) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نجد کی طرف جہاد کا موقع ملا تو ہم دشمن کے مدمقابل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھانے لگے تو ایک جماعت تو آپ کیساتھ کھڑی ہو گئی اور دوسری دشمن کے مقابل چلی گئی رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سمیت رکوع اور سجدے کئے تو یہ لوگ

ا۔ نسائی شریف ص ۲۲۱

كسوف الشمس نحواً من صلواتكم يركع و | موقع پر تمہاری نماز جیسی رکوع سجدے کرتے ہوئے
سجد (رواه احمد والنسائی) ل | نماز پڑھائی۔

پہ روایات بالکل صاف ہیں اس نماز میں ارکان کی طوالت کے ماسوا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی اور حضرت سمرہ بن جندبؓ کی
روایت میں بھی تصریح ہے کہ ہمیں آپ کی ذرہ بھر آواز سنائی نہ دیتی تھی تو یہ قرات بالسر کی دلیل ہے پس جو حضرات نماز کسوف میں ہر
رکعت میں "دو رکوع پر اصرار کرتے ہیں باایں وجہ کہ روایات صحیح ہیں تو علی الرأس والعین یعنی ہمارے سر آنکھوں پر لیکن اسکو کیا کیجئے کہ
صحیح احادیث میں ہر رکعت کے اندر تین تین بلکہ چار چار بلکہ پانچ پانچ رکوع بھی ثابت ہیں تو جو جواب وہ حضرات دو سے زائد رکوعات
کے ترک کرنے کا دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے ایک سے زائد رکوع کو ترک کرنے کا سمجھ لیں فما هو جوابكم فهو جوابنا

صلوة الخوف

یعنی حالت جنگ کی نماز

حالت جنگ میں اگر ایسی صورت نہ ہو کہ ساری فوج کو برسر پیکار رہنا پڑے تو امام آدھی فوج کو دشمن کے مقابلہ میں صف بندی کرادے اور باقی آدھی فوج کو آدھی نماز پڑھائے جب دو رکعتی نماز کی ایک رکعت اور چار یا تین رکعتی نماز کی دو رکعت ہو جائیں تو لوگ بغیر سلام پھیرے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور جو لوگ برسر مقابلہ تھے وہ امام کے پیچھے آکر آدھی نماز پڑھ لیں پھر امام سلام پھیر کر فارغ ہو جائے اور یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں پہلی جماعت آکر اپنی نماز لاحق کی طرح پوری کرلے اور مقابلہ دشمن میں چلی جائے پھر بعد والی جماعت یہاں آکر مسبوق کی طرح اپنی نماز پوری کرلے جیسا کہ اگلی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

(١٦١٤) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نجد کی طرف جہاد کا موقع ملا تو ہم دشمن کے مد مقابل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھانے لگے تو ایک جماعت تو آپ کیساتھ کھڑی ہوگئی اور دوسری دشمن کے مقابل چلی گئی رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سمیت رکوع اور سجدے کئے تو یہ لوگ

ل نسائی شریف ص ۲۲۱

وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهُ وَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِىْ لَمْ تُصَلِّ فَجَآءَ فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ (رواه الجماعة)[1]

پیچھے ہٹ گئے اور جس جماعت نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انھیں رکوع کرایا اور دو سجدے بھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سلام پھیر دیا تو ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک نے کھڑے ہو کر اپنے لئے ایک ایک رکوع اور دو دو سجدے کئے۔

(۱۶۱۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامُوْا صَفًّا خَلْفَهٗ وَصَفًّا مُّسْتَقْبِلَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ جَآءَ الْاٰخِرُوْنَ فَقَامُوْا فِىْ مَقَامِهِمْ وَاسْتَقْبَلَ هٰؤُلَآءِ الْعَدُوَّ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ هٰؤُلَآءِ فَصَلُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمُوْا ثُمَّ ذَهَبُوْا فَقَامُوْا مَقَامَ اُولٰٓئِكَ مُسْتَقْبِلَ الْعَدُوِّ وَرَجَعَ اُولٰٓئِكَ اِلٰى مَقَامِهِمْ فَصَلُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمُوْا (انتهى ابوداؤد)[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (خوف کی) نماز پڑھائی تو ایک گروہ صف باندھ کر پیچھے کھڑا ہو گیا اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ میں چلا گیا تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھائی تو پھر وہ دسرے آگئے اور ان کی جگہ کھڑے ہو گئے اور یہ دشمن کے بالمقابل چلے گئے تو ان کو بھی نبی ﷺ نے ایک رکعت پڑھائی پھر سلام پھیر دیا تو ان لوگوں نے کھڑے ہو کر اپنے لئے ایک ایک رکعت اور پڑھ لی اور سلام پھیر دیا یہ چلے گئے اور انکی جگہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے اور وہ انکی جگہ آگئے تو انھوں نے بھی مزید ایک ایک رکعت پڑھ لی اور سلام پھیر دیا۔

اور اگر خوف اتنا شدید ہو کہ بیک وقت ساری فوج کا برسر پیکار رہنا ضروری ہو تو پھر یا تو نماز ملتوی کر دیں جیسے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق میں کیا تھا اور بعد از جنگ چاروں نمازیں بالترتیب ادا کی تھیں اور یا پھر علیحدہ علیحدہ ہر کوئی جیسے موقعہ پائے جدھر بھی منہ ہو نماز پڑھ لے کیونکہ قرآن پاک کا حکم ہے کہ "فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا" (القرآن)[1] یعنی اگر زیادہ خوف ہو تو پیدل یا سوار جیسے ممکن ہو پڑھ لیں۔

[1] بخاری شریف ص ۱۲۸

[2] ابو داؤد شریف ۱۷۶ ، نصب الراية ص ۲۴۴

صلوۃ المریض

(یعنی مریض کی نماز)

جو شخص رکوع سجدہ کرنے پر قادر ہووہ اگر کھڑا ہوکرنماز پڑھ سکتا ہے تو کھڑا ہوکرہی نماز پڑھے کھڑا نہ ہوسکتا ہوتو بیٹھ کر پڑھے پھر کبھی نہ پڑھ سکتا ہوتو لیٹ کر پڑھے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

(۱۶۱۶) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ (رواہ الجماعة الا المسلم) وَزَادَ النَّسَائِيُّ فَمُسْتَلْقِيًا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) [۱]

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ مجھے بواسیر کی شکایت تھی میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا کھڑا ہوکر پڑھ اگر اسکی طاقت نہیں رکھتا تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر اسکی بھی طاقت نہ رکھے تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ۔ نسائی شریف میں یہ بھی زیادتی ہے پس چت لیٹ کر پڑھ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

(۱۶۱۷) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ قَاعِدًا فِيْ ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا فِيْهِ (رواہ الترمذی) [۲]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض میں ابوبکرؓ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جبکہ آپ ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔

رکوع سجدے سے عاجز ہوتو اشارہ کرے

(۱۶۱۸) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِيْضًا فَرَاٰهُ يُصَلِّيْ عَلٰى وِسَادَةٍ فَاَخَذَهَا فَرَمٰى بِهَا فَاَخَذَ عُوْدًا لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَاَخَذَهٗ فَرَمٰى بِهٖ وَقَالَ صَلِّ عَلَى الْاَرْضِ اِنِ اسْتَطَعْتَ وَاِلَّا فَاَوْمِ اِيْمَآءً وَاجْعَلْ سُجُوْدَكَ اَخْفَضَ مِنْ رُكُوْعِكَ

(رواہ البزار فی مسندہ والبیہقی فی المعرفة) [۳]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت فرمائی تو اسے ایک تکیہ پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے اسے پکڑ کر پھینک دیا مریض نے پھر ایک لکڑی اٹھالی تا کہ اس پر نماز پڑھ لے آپ نے اسے بھی پکڑ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ اگر تجھے طاقت ہوتو زمین پر نماز پڑھ ورنہ اشارہ کرلیا کر اور اپنے سجدے کو رکوع سے پست کیا کر۔

[۱] نصب الرایة ص۱۸۵
[۲] ترمذی شریف ص۴۸ [۳] نصب الرایة ص۱۷۵

(۱۶۱۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْجُدَ فَلْيَسْجُدْ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَلَا يَرْفَعْ اِلٰى جَبْهَتِهٖ شَيْئًا يَّسْجُدُ عَلَيْهِ وَلْيَكُنْ رُكُوْعُهٗ وَسُجُوْدُهٗ يُوْمِئُ بِرَاْسِهٖ
(رواہ الطبرانی فی معجمہ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص سجدہ کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ سجدہ ہی کرے اور جو طاقت نہ رکھتا ہو وہ (سجدہ کی خاطر) اپنی پیشانی کی طرف کوئی چیز نہ اٹھائے کہ اس پر سجدہ کرے بلکہ اپنے رکوع وسجود سر کے اشارے سے ادا کرے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان باقاعدہ مصلی یا زمین پر سجدہ نہ کرسکتا ہو تب بھی نماز اسے معاف نہیں ہوتی اس کیلئے لازم ہے کہ اپنی نماز کے رکوع اور سجود کو اشاروں سے کر کے نماز کو پڑھے باقی پہلی حدیث میں جو تکیہ اور لکڑی پھینکنے کا حکم ہے وہ اس لئے ہے کہ جب وہ پورا جھک کر رکوع یا سجود نہیں کرسکتا تو اسے لکڑی یا تکیہ اٹھا کر پیشانی کے ساتھ لگانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ایسی لاچاری کی صورت میں اسے اشارے پر اکتفا کر لینا چاہئے تھا جیسا کہ آپ نے بعد میں حکم فرمایا۔

پانچ نمازوں سے زیادہ بیہوش رہے تو نماز معاف ہے

(۱۶۲۰) عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اُغْمِيَ عَلَيْهِ شَهْرًا فَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهٗ
(رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ وابن ابی شیبۃ)[۱]

جناب نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ ایک ماہ تک بیہوش رہے تو آپ نے فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں کی۔

(۱۶۲۱) وَعَنْهُ قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً فَاَفَاقَ فَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهٗ وَاسْتَقْبَلَ (رواہ ابراهیم فی کتابه الغریب الحدیث)[۲]

جناب نافعؒ ہی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر ایک رات دن تک بیہوشی طاری رہی جب افاقہ ہوا تو آپ نے فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں کی اور آئندہ شروع کردیں۔

(۱۶۲۲) وَعَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى عَمَّارٍ اَنَّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ اُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَاَفَاقَ نِصْفَ اللَّيْلِ فَقَضَاهُنَّ (اخرجه الدار قطنی)[۳]

حضرت عمارؓ کے آزاد کردہ غلام جناب یزیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمارؓ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں بیہوش رہے پھر آدھی رات جا کر افاقہ ہوا تو آپ نے نمازوں کی قضا کی۔

[۱] نصب الرایۃ ص۱۷۷
[۲] نصب الرایۃ ص۱۷۷
[۳] نصب الرایۃ ص۱۷۷

زیادہ تھیں معلوم ہوا کہ اس حالت کی پانچ سے زائد نمازیں معاف ہوجاتی ہیں۔ حضرت عمارؓ نے قضا اس لئے کی کہ نمازیں پانچ سے کم تھیں اور حضرت ابن عمرؓ نے اس لئے قضا نہیں کی کہ نمازیں پانچ سے

نفل نماز بیٹھ کر پڑھیں تو ثواب آدھا ملے گا

(۱۶۲۳) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَاِذَا صَلّٰى قَاعِدًا رَّكَعَ قَاعِدًا (رواہ مسلمؒ)[1]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات گئے تک نماز پڑھتے رہتے تھے۔ تو جب آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تو رکوع بھی کھڑے کھڑے کر لیتے اور جب بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھے بیٹھے کرتے۔

(۱۶۲۴) وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ لَمَّاً بَدَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ اَكْثَرُ صَلٰوتِهٖ جَالِسًا (رواہ مسلمؒ)[2]

حضرت عائشہؓ ہی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فربہ اندام ہوگئے اور جسم بھاری ہوگیا تو آپ اکثر بیٹھ کر نماز پڑھنے لگ گئے تھے۔

(۱۶۲۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ وَهُوَ قَاعِدٌ مِثْلُ نِصْفِ صَلٰوتِهٖ وَهُوَ قَائِمٌ (رواہ امام محمدؒ فی الموطا)[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نماز کے نصف برابر ہے۔

(۱۶۲۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدَيْهِ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ مَالَكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ اَنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے آدمی کی بیٹھ کر نماز آدھی نماز ہے تو میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ بیٹھے نماز پڑھ رہے ہیں میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر مبارک پر رکھ دیا آپ نے فرمایا ابن عمرو! کیا بات ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ حدیث پہنچی ہے

[1] مسلم شریف ص۲۵۲
[2] مسلم شریف ص۲۵۳ [3] موطا امام محمد ص۱۱۴

قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ وَاَنْتَ تُصَلِّىْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّىْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ (رواه مسلمؒ)[1]

کہ آپ نے فرمایا ''صلوۃ الرجل قاعداعلی نصف الصلوۃ'' حالانکہ آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ حدیث تو تجھے ٹھیک پہنچی لیکن میرا معاملہ (ثواب کے بارے میں) تمہارے جیسا نہیں۔

یعنی یہ میری خصوصیت ہے کہ مجھے بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی پورا ثواب ملتا ہے لیکن تمہارے لئے وہی قاعدہ ہے کہ جو بیٹھ کر پڑھے گا آدھا ثواب ملے گا اس لئے نفل بھی بلا وجہ بیٹھ کر نہیں پڑھنے چاہئیں کیونکہ کام پورا کر کے آدھی مزدوری لینا کوئی عقل مندی نہیں کتنے افسوس کی بات ہے کہ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نفل نماز پڑھنی ہی بیٹھ کر چاہئے جبکہ معاملہ بالکل برعکس ہے کہ پڑھنی تو کھڑے ہو کر چاہئے ہاں بہت بوڑھا ہو یا کسی وجہ سے تھکا ماندہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے لیکن ثواب آدھا ملے گا یہ اختیار بھی صرف نفلوں میں ہے رہے فرض تو ان میں تو قیام فرض ہے بغیر عذر شرعی کے اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو اسکی نماز نہیں ہوگی نفل اگر بیٹھ کر شروع کئے پھر تھکاوٹ دور ہو جائے تو اسی طرح اٹھ کر کھڑا ہو جائے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے اس عمل سے ظاہر ہے۔

(۱۶۲۸) عَنْ عَائِشَةَؓ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَيَقْرَاُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِىَ مِنْ قِرَائَتِهٖ نَحْوٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَالِكَ فَاِذَا قَضٰى صَلٰوتَهٗ نَظَرَ فَاِنْ كُنْتُ يَقْضٰى تَحَدَّثَ مَعِىَ وَاِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اِضْطَجَعَ (رواه البخاریؒ)[2]

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے بیٹھنے کی حالت میں آپ قرأت کرتے پھر جب آپکی رکعت میں سے تقریباً تیس یا چالیس آیتیں رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور انہیں کھڑے ہو کر پڑھتے پھر رکوع کرتے سجدہ کرتے اور دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے پھر جب آپ نماز پوری کر لیتے تو میری طرف دیکھتے اگر میں بیدار ہوتی تو میرے ساتھ باتیں کرتے اور اگر سوئی ہوتی تو آپ بھی لیٹ جاتے۔

مرض و مریض کے فضائل

(۱۶۲۹) وَيُكْتَبُ لِلْمَرِيْضِ مَاكَانَ يَعْمَلُهٗ صَحِيْحًا لِمَا رَوٰى اَبُوْ مُوْسٰىؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى

مریض تندرستی کے زمانے میں جو عمل کیا کرتا تھا وہ اسکے کھاتے میں لکھے جاتے رہیں گے حضرت ابوموسی اشعریؓ

[1] مسلم شریف ص ۲۵۳
[2] بخاری شریف ص ۱۵۱

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرَ مَرَّۃٍ وَلَا مَرَّتَیْنِ یَقُوْلُ اِذَا کَانَ الْعَبْدُ یَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَغَلَہٗ عَنْہُ مَرَضٌ اَوْ سَفَرٌ کُتِبَ لَہٗ کَصَالِحِ مَایَعْمَلُ وَھُوَ صَحِیْحٌ مُّقِیْمٌ (رواہ ابو داؤد)[1]

کی روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے بارہا سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ بندہ کوئی عمل صالح کرتا ہے تو بیماری یا سفر نے اسے اس سے روک دیا تو اس کیلئے وہ عمل صالح پھر بھی لکھ دیا جائیگا جو وہ تندرستی اور مقیمی کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

مریض کیلئے مناسب ہے کہ جب وہ موت کو قریب محسوس کرے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق پیدا کرے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کے مشتاق ہوں اور یہ یقین کرے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ملنے والا ہے وہ اس سے بہت اچھا ہے جو اس کے پاس ہے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی یا کسی اور بیوی نے (طبعی طور پر) ہمیں تو موت ناپسند ہے آپ نے فرمایا کہ یہ مطلب نہیں، مؤمن کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور کرامت کی خوشخبری دی جاتی ہے تب آگے آنے والے انعامات سے زیادہ محبوب اسے کوئی چیز نہیں رہ جاتی اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شائق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کے مشتاق ہو جاتے ہیں اور کافر جب قریب المرگ ہوتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور عقوبت کی بدخبری سنائی جاتی ہے تو اس کیلئے آگے پیش آنے والے معاملات سے زیادہ مکروہ چیز کوئی نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

امراض گناہوں کا کفارہ ہیں

(١٦٣٠) عَنْ عَامِرِ الرَّامِؓ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاَسْقَامَ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَصَابَہُ السَّقَمُ ثُمَّ اَعْفَاہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَانَ کَفَّارَۃً لِّمَا مَضٰی مِنْ ذُنُوْبِہٖ وَمَوْعِظَۃً لَّہٗ فِیْمَا یَسْتَقْبِلُ وَاِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِیَ کَانَ کَالْبَعِیْرِ عَقَلَہٗ اَھْلُہٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْہُ فَلَمْ یَدْرِ لِمَ عَقَلُوْہُ وَلَمْ یَدْرِ لِمَ اَرْسَلُوْہُ فَقَالَ

حضرت عامر رامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماریوں کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ مؤمن کو جب کوئی مرض لاحق ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے عافیت بخش دیتے ہیں وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے جو پہلے ہو چکے ہیں اور مستقبل کیلئے وہ نصیحت بن جاتی ہے اور منافق بیمار ہوتا ہے پھر اسے صحت ہو جاتی ہے وہ اونٹ کی مثل ہوتا ہے اسکے مالکوں نے اسے باندھ دیا اور پھر چھوڑ بھی دیا مگر اسے

[1] سنن ابی داؤد ص ١٨٢ ج ٣

رَجُلٌ مِمَّنْ حَوْلَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا الْاَسْقَامُ مَامَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا (سنن ابی داؤد)؎

پتہ نہیں کہ مجھے کیوں باندھا تھا اور کیوں چھوڑا اس پر ایک آدمی نے کہا جو آپ کے پاس تھا یارسول اللہ! وہ بیماری کیا ہوتی ہے واللہ میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا حضور نے ناراضگی سے فرمایا کہ یہاں سے اٹھ جا تو ہم میں سے نہیں۔

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

یعنی کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

(١٦٣١) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌؓ وَعُثْمَانُؓ فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ مَكَثَ فِيْهَا قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَاصَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدَيْنِ عَنْ يَسَارِهٖ وَعَمُوْدًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَثَلَاثَةَ اَعْمِدَةٍ وَرَآئَهٗ ثُمَّ صَلّٰى وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ (رواہ البخاریؒ)؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ شریف میں داخل ہوئے آپکے ساتھ اسامہؓ، بلالؓ اور عثمان بن طلحہ بھی تھے آپ نے اندر سے دروازہ بند کرلیا اور اسمیں کچھ دیر ٹھہرے پھر جب نکلے تو میں نے بلالؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے اندر کیا عمل کیا تھا انہوں نے بتلایا کہ دوستون بائیں ہاتھ ایک ستون دائیں ہاتھ اور تین ستون پیچھے چھوڑ کر آپ نے نماز پڑھی جبکہ ان دنوں خانہ کعبہ کے چھ ستون تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کی سعادت حاصل ہو اس کے لئے وہاں نوافل پڑھنا مسنون ہے لیکن ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اندر نوافل نہیں پڑھے تو دراصل یہ دو مختلف واقعے ہیں جن میں کوئی منافات نہیں حجۃ الوداع میں آپ دو دفعہ اندر داخل ہوئے ہیں۔ دسویں تاریخ کو اور گیارھویں کو پہلے دن آپ نے صرف دعا مانگی ہے اور دوسرے دن نفل پڑھے ہیں جیسا کہ دارقطنی کی اس روایت سے ظاہر ہے۔

(١٦٣٢) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ ثُمَّ خَرَجَ وَبِلَالٌ خَلْفَهٗ فَقُلْتُ لِبِلَالٍ هَلْ صَلّٰى؟ قَالَ لَا فَلَمَّا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے پھر نکلے اور حضرت بلالؓ آپکے پیچھے تھے۔ میں نے بلال سے پوچھا کیا آپ

؎ سنن ابی داؤد ص ١٨٢ ج ٣
؎ نصب الرایۃ ص ٣١٩

كَانَ الْغَدُ دَخَلَ فَسَأَلْتُ بِلَالًا هَلْ صَلَّى؟ قَالَ نَعَمْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ (رواه الدار قطنی)۱؎

نے نماز پڑھی ہے اس نے کہا نہیں پھر جب اگلا دن ہوا تو پھر داخل ہوئے میں نے بلال سے پوچھا کیا آپ نے نماز پڑھی ہے تو اس نے کہا ہاں دو رکعت پڑھی ہیں۔

لہٰذا کعبہ شریف کے اندر دعا اور نماز دونوں مسنون ہیں لیکن کعبہ کی چھت پر نماز نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ یہ ایک قسم کی بے ادبی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

باب الجنائز

قریب المرگ کو قبلہ رو کرنا

(۱۶۳۳) عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ وَقُلِ اللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَھْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَامَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْھُنَّ اٰخِرَ مَاتَقُوْلُ

(رواہ البخاری)[1]

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اپنے بستر پر آئے تو نماز والا وضو کرلیا کر پھر دائیں پہلو پر لیٹ جایا کراور دعا پڑھا کر اللھم اسلمت الخ یعنی اے اللہ! میں نے اپنے چہرے کو تیری طرف متوجہ کردیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا اور اپنی پیٹھ تیرے ساتھ لگادی تیری طرف رغبت اور تیرے خوف کیوجہ سے نہ کوئی ٹھکانا ہے اور نہ کوئی پناہ گاہ ہے مگر تیرے پاس میں تیری اس کتاب پر ایمان لے آیا ہوں جو تونے نازل کی ہے اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا ہوں جو تونے بھیجا ہے۔ اسکے بعد تو اگر مرجائیگا تو فطرت (اسلام) پر مریگا اور کوشش کر کہ یہ تیرا آخری کلام ثابت ہو۔

(۱۶۳۴) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ سَاَلَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالُوْا تُوُفِّیَ وَاَوْصٰی اَنْ یُّتَوَجَّہَ اِلَی الْقِبْلَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصَابَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ ذَھَبَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے براء بن معرور کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتلایا کہ وہ فوت ہوگئے ہیں اور اس نے وصیت کی تھی کہ مجھے قبلہ رخ کردیا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے فطرت کو پالیا پھر آپ تشریف لیجا کر اسکا جنازہ پڑھا۔

[1] بخاری شریف ص ١٣٦٦

قریب المرگ کو تلقین کرنا

(۱۶۳۵) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ مَرْفُوْعًا قَالَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّ نَفْسَ الْمُؤْمِنِ یَخْرُجُ رَشْحًا وَّنَفْسَ الْکَافِرِ تَخْرُجُ مِنْ شِدْقِہٖ کَمَا تَخْرُجُ نَفْسُ الْحِمَارِ (رواہ الطبرانی)[۱]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اپنے مرنے والوں کو ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کیا کرو اسلئے کہ مؤمن کی روح پسینے کیطرح نکل جاتی ہے اور کافر کی روح اسکے جبڑے سے نکلتی ہے جیسے گدھے کی روح نکلتی ہے۔

(۱۶۳۶) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (رواہ البخاریؒ وابوداؤدؒ)[۲]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں (قریب المرگ مریضوں) کو ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کیا کرو۔

(۱۶۳۷) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (رواہ ابوداؤدؒ واخرون)[۳]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس کی آخری کلام ''لا الہ الا اللہ'' ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

چونکہ داخلۂ جنت اور نجاتِ اخروی کا مدار ''لا الہ الا اللہ'' کی شہادت پر ہے اس لئے مرنے والوں کو اس کی تلقین ضروری بھی ہے اور مسنون بھی لیکن حکم نہیں دینا چاہئے بلکہ کوئی مثال پیش کر کے اس کی نقل کا داعیہ دل میں پیدا کرنا تلقین ہے یعنی اس کو حکم دینے کی بجائے تمام حاضرین خود پڑھنے لگ جائیں تو اس ماحول سے متاثر ہو کر ان شاء اللہ وہ بھی ضرور پڑھیگا۔ اللھم ارزقنا کلنا توفیقہ

قریب المرگ یا میت پر یٰسٓ پڑھنا

(۱۶۳۸) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْرَاُوْا یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ (رواہ ابوداؤد وغیرہ)[۴]

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں پر یٰسٓ پڑھا کرو۔

[۱] معجمہ الطبرانی ص ۱۸۹/۱۰
[۲] ابوداؤد شریف ص۸۸
[۳] ابوداؤد شریف ص۸۸ [۴] ابوداؤد ص۸۹

میت کی آنکھیں بند کرنا

(۱۶۳۹) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِىْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرَهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَاتَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَاتَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِىْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِى الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِىْ عَقِبِهٖ فِى الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ قَبْرَهٗ وَنَوِّرْ لَهٗ فِىْ قَبْرِهٖ (رواہ مسلمؒ)[1]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ کی میت کے پاس آئے جسکی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں آپنے انہیں بند کردیا پھر فرمایا کہ روح جب قبض ہوجاتی ہے تو نظر اسکے پیچھے جاتی ہے اس بات سے اسکے اہل خانہ کی چیخیں نکل گئیں آپنے فرمایا کہ اپنی ذات اوراپنے متعلقین کیلئے صرف خیر کی دعا کیا کرو اسلئے کہ تم جو کچھ بھی کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں پھر آپنے دعافرمائی اللھم اغفر لابی سلمۃ الخ یعنی اے اللہ! ابوسلمہ کوبخش دے اسکے درجات بلند کرکے مہدیین میں شامل کردے اور اسکے پسماندگان میں اسکا کوئی خلیفہ بنادے اے رب العالمین ہمیں اور اسکو بخش دے اسکی قبر کووسیع کردے اوراسے نور سے بھردے۔

میت کو چادر سے ڈھانپنا

(۱۶۴۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّىَ سُبِّحَى بِبُرْدٍ حَبَرَةٍ (رواہ الشیخانؒ)[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو آپ کو یمن کی منقش چادر سے ڈھانپا گیا

میت کی تحسین کرنا

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میت کے پاس حاضر ہوو تو اچھی بات کہو اس لئے کہ ملائکہ تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں پھر جب حضرت ابوسلمہؓ فوت ہوئے یعنی ان کے خاوند میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں کیا کہوں آپ نے فرمایا......

[1] مسلم شریف ص ۳۰۱ [2] آثار السنن ص ۲۶۹

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَاعْقِبْنَا عُقْبٰى صَالِحَةً فَاَعْقَبَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن ابی داؤد)[1]

اے اللہ! اسے بخش دے اور ہمیں اس کا اچھا بدل دے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے بدلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمادئے۔

اور میت کیلئے بہترین بات ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنا ہے کیونکہ حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ......

(۱۶۴۱) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَتْ اَحَدَكُمْ مُّصِيْبَةٌ فَلْيَقُلْ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسَبْتُ مُصِيْبَتِىْ فَاْجِرْنِىْ فِيْهَا وَاَبْدِلْ لِىْ بِهَا خَيْرًا مِّنْهَا (حواله ايضاً)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو مصیبت پہنچے تو اسے ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنا چاہئے اور یہ بھی کہہ دے اے اللہ! میں اپنی مصیبت پر تجھ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں تو مجھے اسپر اجر عطا فرما اور اسکے بدلے مجھے اس سے بہتر دے۔

تختۂ غسل کو ایک یا تین بار خوشبو کی دھونی دینا

(۱۶۴۲) عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَجْمَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَاَجْمِرُوْهُ وِتْرًا وَ فِىْ رِوَايَةٍ فَاَجْمِرُوْا ثَلَاثًا (رواه احمد و ابن حبانؒ)[2]

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میت کو (یعنی تختۂ میت کو) دھونی دو تو طاق عدد میں دیا کرو اور دوسری روایت میں ہے کہ تین دفعہ دیا کرو۔

میت کے ستر پر نظر نہ ڈالیں

(۱۶۴۳) قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِىٍّؓ لَاتَنْظُرْ اِلٰى فَخِذِ حَىٍّ وَّمَيِّتٍ (رواه ابوداؤد و ابن ماجة)[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ علی! کسی زندے یا مردے کی ران کی طرف مت دیکھو۔

توپھر غسل کی صورت یہ ہوگی کہ احتیاط سے میت کے کپڑے اتار کر اس کے ستر پر رومال ڈال دیں۔

پہلے وضو کرائیں پھر دائیں پہلو سے نہلانا شروع کریں

(۱۶۴۴) عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَؓ قَالَتْ لَمَّا غَسَلْنَا بِنْتَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا وَ

حضرت ام عطیہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دیا تو آپ نے ہمیں حکم دیا جبکہ

[1] سنن ابی داؤد ص ۱۹۰/۳
[2] مستدلات ص ۱۶۵
[3] مستدلات ص ۱۶۵

يَبْلُغْنَ غُسْلَهَا ابْدَأُوا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا (رواہ البخاری) [۱]

ہم غسل دے رہی تھیں کہ اسکے داہنے جوڑوں اور وضو کے اعضا سے شروع کرو۔

نوٹ: میت کے وضو میں کلی کرانا اور ناک میں پانی ڈالنا مناسب نہیں کیونکہ اس صورت میں پانی واپس نہیں نکل سکتا اس لئے بہتر ہے کہ منہ اور ناک میں پانی ڈالنے کی بجائے روئی تر کر کے اس سے میت کے دانت ہونٹ اور ناک کو حتی الوسع صاف کیا جائے۔

غسل میت کی ترکیب اور لوازمات

(۱۶۴۵) عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ إِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حَقْوَةً وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ (رواہ البخاری) [۲]

حضرت ام عطیہ انصاریہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی فوت ہوگئی تو نبی ﷺ ادھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اسے تین یا پانچ مرتبہ بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے غسل دیدو یا اس سے زیادہ دفعہ اگر تم مناسب سمجھو اور آخری بار کافور بھی لگانا جب تم اس سے فراغت پاؤ تو مجھے اطلاع دینا ام عطیہ کہتی ہیں کہ ہم نے فارغ ہو کر آپکو اطلاع دی تو آپ نے اپنی ازار مبارک ہماری طرف پھینکی اور فرمایا اسے اس میں لپیٹ دو۔

(۱۶۴۶) وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اٰدَمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رَجُلًا أَشْعَرَ طِوَالًا اٰدَمَ كَأَنَّهُ نَخْلَةٌ سُحُوْقٌ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ نَزَلَتِ الْمَلَائِكَةُ بِحُنُوْطِهٖ وَكَفْنِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ فَلَمَّا مَاتَ غَسَلُوْهُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ ثَلَاثًا وَجَعَلُوْا فِي الثَّانِيَةِ كَافُوْرًا وَكَفَّنُوْهُ فِيْ وِتْرِ ثِيَابٍ وَحَفَرُوْا

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام گھنے بالوں والے دراز قامت گندم گوں کھجور کی مانند لمبے تھے جب انکو موت آئی تو فرشتے آپ کیلئے خوشبو اور جنت کا کفن لیکر آئے جب آپ فوت ہو گئے تو انہوں نے آپکو بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے تین بار غسل دیا اور تیسری مرتبہ کافور ملایا اور طاق کپڑوں میں آپکو کفن دیا

[۱] بخاری شریف ص ۱۶۸ [۲] بحوالہ سابقہ

نَحْنُ نَغْسِلُهَا اِبْدَأُوْا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا (رواہ البخاری)[۱]

ہم غسل دے رہی تھیں کہ اسکے داہنے جوڑوں اور وضو کے اعضا سے شروع کرو۔

تنبیہ: میت کے وضو میں کلی کرانا اور ناک میں پانی ڈالنا مناسب نہیں کیونکہ اس صورت میں پانی واپس نہیں نکل سکتا اس لئے بہتر ہے کہ منہ اور ناک میں پانی ڈالنے کی بجائے روئی تر کر کے اس سے میت کے دانت ہونٹ اور ناک کو حتی الوسع صاف کیا جائے۔

غسل میت کی ترکیب اور لوازمات

(۱۶۴۵) عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِى الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِىْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهُ وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ (رواہ البخاری)[۲]

حضرت ام عطیہ انصاریہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی فوت ہوگئی تو نبی ﷺ ادھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اسے تین یا پانچ مرتبہ بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے غسل دیدو یا اس سے زیادہ دفعہ اگر تم مناسب سمجھو اور آخری بار کافور بھی لگانا جب تم اس سے فراغت پاؤ تو مجھے اطلاع دینا امّ عطیہ کہتی ہیں کہ ہم نے فارغ ہو کر آپکو اطلاع دی تو آپ نے اپنی ازار مبارک ہماری طرف پھینکی اور فرمایا اسے اس میں لپیٹ دو۔

(۱۶۴۶) وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اٰدَمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رَجُلًا اَشْعَرَ طِوَالًا اٰدَمَ كَاَنَّهُ نَخْلَةٌ سُحُوْقٌ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ نَزَلَتِ الْمَلَائِكَةُ بِحُنُوْطِهٖ وَكَفَنِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ فَلَمَّا مَاتَ غَسَلُوْهُ بِالْمَآءِ وَالسِّدْرِ ثَلَاثًا وَجَعَلُوْا فِى الثَّانِيَةِ كَافُوْرًا وَكَفَّنُوْهُ فِىْ وِتْرِ ثِيَابٍ وَحَفَرُوْا

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام گھنے بالوں والے دراز قامت گندم گوں کھجور کی مانند لمبے تھے جب انکو موت آئی تو فرشتے آپ کیلئے خوشبو اور جنت کا کفن لیکر آئے جب آپ فوت ہوگئے تو انہوں نے آپکو بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے تین بار غسل دیا اور تیسری مرتبہ کافور ملایا اور طاق کپڑوں میں آپکو کفن دیا

[۱] بخاری شریف ص ۱۶۸ [۲] بحوالہ سابقہ

لَهُ لَحْدٌ وَصَلُّوا عَلَيْهِ وَقَالُوا هٰذِهٖ سُنَّةُ وُلْدِ اٰدَمَ مِنْ بَعْدِهٖ (رواه الحاکم فی المستدرک)[1]

اور آپ کیلئے لحدی قبر بنائی اور آپ پر نمازِ جنازہ پڑھی اور کہا کہ یہ ان کے بعد تمام اولادِ آدم کی سنت ہے۔

(١٦٤٧) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ اِذْ وَقَعَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَوَقَصَتْهُ اَوْ قَالَ فَاَوْقَصَتْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا (رواه البخاریؒ)[2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرفات میں کھڑا تھا اچانک وہ اپنی سواری سے گر پڑا جس سے اسکی گردن ٹوٹ گئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسے بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور اسی کی دو چادروں میں اسے کفن دو اسے خوشبو نہ لگاؤ نہ اسکا سر ڈھانپو اس لئے کہ یہ قیامت کے دن (بحیثیتِ محرم) تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھے گا۔

اقول: یہ شوافع کا مستدل ہے کہ اسکا احرام جاری ہے اسکا سر نہ ڈھانپا جائے لیکن امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک موت کیساتھ اسکا احرام ختم ہو گیا لہذا عام میتوں کی طرح اسکا سر ڈھانپ دیا جائیگا ہماری دلیل یہ حدیث ہے ”اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ“ الخ کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اسکا عمل ختم ہو جاتا ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ اس شخصیت کی خصوصیت ہے عام حکم نہیں۔ واللہ اعلم

اور ہماری یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے حضرت واقدؒ احرام کی حالت میں فوت ہو گئے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عام میتوں کی طرح فقط ان کا سر ڈھانپ دیا تھا۔ فضل الرحمن

کافور سجدے کے جوڑوں پہ لگایا جائے

(١٦٤٨) عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّؓ اَنَّهٗ لَمَّا غَسَلَ الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ دَعَا الْكَافُوْرَ فَجَعَلَهٗ فِيْ وَجْهِهٖ وَفِيْ يَدِهٖ وَرَاْسِهٖ وَرِجْلِهٖ ثُمَّ قَالَ اَدْرِجُوْهُ (رواه عبدالرزاق)[3]

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ انہوں نے جب اشعث بن قیس کو غسل دیا تو کافور طلب فرمایا اور اس کے منہ ہاتھ اور سر، پاؤں پر لگایا پھر فرمایا کہ اب اسے کفنا دو۔

(١٦٤٩) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ قَالَ يُوْضَعُ الْكَافُوْرُ عَلٰى مَوَاضِعِ سُجُوْدِ الْمَيِّتِ (رواه ابن ابی شیبة)[4]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کافور میت کے سجدوں جگہ پر لگایا کرو۔

[1] نصب الرایة ص٢٥٥ [2] بخاری شریف ص١٦٨
[3] مستدلات ص١٦٦ [4] بحوالہ سابقہ

کستوری لگانا بھی مستحب ہے

(۱۶۵۰) عَنْ سَلْمَانَ أَنَّهُ اسْتَوْدَعَ امْرَأَتَهُ مِسْكًا فَقَالَ إِذَا مِتُّ فَطَيِّبُوْنِي بِهِ فَإِنَّهُ يَحْضُرُنِي مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ لَا يَنَالُوْنَ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَإِنَّمَا يُحِبُّوْنَ الرِّيْحَ (رواه ابن ابی شيبة)[1]

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو کستوری سپرد کی اور فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے اسکی خوشبو لگا دینا اسلیئے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق میرے پاس آئیگی جو کھانے، پینے کی محتاج تو نہیں ہاں خوشبو کو پسند کرتی ہے۔

غسل دینے اور تکفین وتدفین کا ثواب

(۱۶۵۱) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ اَرْبَعُوْنَ كَبِيْرَةً وَّمَنْ كَفَّنَهُ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنَ السُّنْدُسِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَمَنْ حَفَرَ قَبْرًا يُجِنُّهُ فَاِنَّمَا اَسْكَنَهُ مَسْكَنًا حَتّٰى يُبْعَثَ (رواه البيهقى فى المعرفة)[2]

حضرت ابی رافعؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی میت کو غسل دیا اور اسکے عیب کو چھپایا اسکے چالیس کبیرہ گناہ بخش دیے جائیں گے اور جس نے اسے کفن دیا اللہ تعالیٰ سندس اور استبرق کی پوشاک پہنائیں گے اور جس نے اس کیلیئے قبر کھودی تا کہ اسے دفنائے تو گویا اس نے حشر تک رہنے کیلیئے مکان دیا۔

(۱۶۵۲) وَعَنْ عَلِيٍّ مَرْفُوْعًا مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا وَّحَنَّطَهُ وَحَمَلَهُ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا رَاٰى خَرَجَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ مِثْلَ يَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ (رواه ابن ماجة)[3]

حضرت علیؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جسنے میت کو غسل دیا اسے خوشبو لگائی اسکا جنازہ اٹھایا اسکی نمازِ جنازہ پڑھی اور جو عیب وغیرہ دیکھا ہو اسے ظاہر نہیں کیا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائیگا جیسے اسکی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

(۱۶۵۳) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَلَهُ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً وَّمَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ

حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی میت کو غسل دیا اور اسکے عیب کو چھپایا اسکی چالیس دفعہ بخشش ہوگی اور جس نے کسی میت کو کفن پہنایا اللہ تعالیٰ

[1] مستدلات ص ۱۶۶
[2] نصب الراية ص ۲۲۶ [3] نصب الراية ص ۲۶۵

اللہ من سندس واستبرق الجنة ومن حفر له فأجنه أجري له من الأجر كأجر مسكن أسكنه الى يوم القيامة (المستدرك)[١]

اسے جنت میں سندس اور استبرق کا لباس پہنائیں گے اور جسنے میت کیلئے قبر کھودی اور اسمیں دفن کیا تو اسکو ایسا اجر ملے گا جیسے اسنے کسی کو قیامت تک کیلئے گھر مہیا کیا۔

بیوی اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے خاوند بیوی کو نہیں

(١٦٥٤) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍؓ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ غَسَلَتْ اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقَ حِيْنَ تُوُفِّيَ ثُمَّ خَرَجَتْ فَسَاَلَتْ مَنْ حَضَرَهَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنِّيْ صَائِمَةٌ وَاِنَّ هٰذَا يَوْمٌ شَدِيْدُ الْبَرْدِ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ غُسْلٍ فَقَالُوْا لَا (رواه مالك)[٢]

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت ابوبکرؓ کو غسل دیا جبکہ وہ فوت ہوئے پھر انہوں نے باہر نکل کر وہاں موجود مہاجرین سے پوچھا کہ میں روزہ دار ہوں اور آج بہت سردی کا دن ہے تو کیا مجھے غسل ضروری ہے انہوں نے کہا نہیں۔

محلی شرح موطا میں ہے۔

(١٦٥٥) عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ مَاتَتْ اِمْرَاَةُ عُمَرَؓ قَالَ اِنَّمَا كُنْتُ اَوْلٰى بِهَا اِذَا كَانَتْ فِيْنَا فَاَمَّا الْاٰنَ اَنْتُمْ اَوْلٰى بِهَا

یعنی مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی بیوی فوت ہوگئی تو آپنے فرمایا کہ جب وہ ہم میں زندہ تھی تو میں اسکا زیادہ حقدار تھا لیکن اب تم اسکے زیادہ حقدار ہو۔

جہاں تک حضرت علیؓ کے سیدہ فاطمہؓ کو غسل دینے کا ذکر ہے تو یہ روایت مضطرب ہے انکی خصوصیت کا بھی احتمال ہے ان کا نکاح بعد الوفات بھی باقی رہنا برحق ہے۔

کفن کیلئے سفید کپڑے مسنون ہیں

(١٦٥٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ

(رواه الخمسة الا النسائى)[٣]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سفید کپڑے پہنا کرو کہ وہ تمہارا بہترین لباس ہے اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے مردوں کو دفنایا کرو۔

[١] المستدرک ص ١/٣٥٤

[٢] مؤطا امام مالك ص ٢٠٤ [٣] آثار السنن ص ٢٧٠

گنجائش کے مطابق کفن اچھے طریقہ کا ہونا چاہئے

(۱۶۵۷) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفْنَهُ (رواہ مسلمؒ)[۱]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی کو کفنائے تو اسے اچھا کفن دینا چاہئے۔

مرد کا کفن تین کپڑوں میں

(۱۶۵۸) عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِىْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ (رواہ الجماعۃ)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ قمیض تھی اور نہ عمامہ۔

(۱۶۵۹) وَعَنْ اَبِىْ سَلَمَةَؓ اَنَّهٗ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَؓ زَوْجَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا فِىْ كَمْ كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِىْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ سَحُوْلِيَةٍ (رواہ مسلمؒ)[۳]

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنے کپڑوں میں کفنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ تین یمنی کپڑوں میں۔

عورت کا کفن پانچ کپڑوں میں

(۱۶۶۰) عَنْ لَيْلٰى بِنْتِ قَائِفٍ اَوِ الْقَائِفِ الثَّقَفِيَّةِ قَالَتْ كُنْتُ فِيْمَنْ غَسَلَ اُمَّ كَلْثُوْمَ اِبْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَفَاتِهَا وَكَانَ اَوَّلُ مَا اَعْطَانِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ ثُمَّ الدِّرْعَ ثُمَّ الْخِمَارَ ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ ثُمَّ اُدْلِجْتُ بَعْدُ فِى الثَّوْبِ الْاٰخَرِ قَالَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهٗ كَفَنُهَا يَتَنَاوَلُهَا ثَوْبًا ثَوْبًا (رواہ ابوداؤدؒ)[۴]

جناب لیلیٰ بنت قائف ثقفیہ سے روایت ہے کہ میں ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے آپ ﷺ کی صاحبزادی ام کلثومؓ کو غسل دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے جو مجھے سب سے پہلے کپڑا دیا وہ ازار یعنی چادر تھی پھر قمیص یعنی کفنی پھر اوڑھنی پھر بڑی چادر اسکے بعد میں نے اسے ایک اور کپڑے میں لپیٹ دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انکے پاس انکا کفن تھا جو ایک ایک کپڑا مجھے دیتے جاتے تھے۔

---

[۱] آثار السنن ص ۲۷۰ [۲] بخاری شریف ص ۱۶۹

درویشوں کا کفن

(١٦٦١) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ اَیُّ یَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ قَالَ فَاِنِّیْ اَرْجُوْ مَابَیْنِیْ وَبَیْنَ اللَّیْلِ قَالَتْ وَکَانَ عَلَیْهِ ثَوْبٌ فِیْهِ رَدْعٌ مِّنْ مِشْقٍ فَقَالَ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاغْسِلُوْا ثَوْبِیْ هٰذَا وَضُمُّوْا اِلَیْهِ ثَوْبَیْنِ جَدِیْدَیْنِ فَکَفِّنُوْنِیْ فِیْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ فَقُلْنَا اَفَلَا نَجْعَلُهَا جُدُدًا کُلَّهَا قَالَتْ فَقَالَ لَا اِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِنَّ الْحَیَّ اَحَقُّ بِالْجَدِیْدِ مِنَ الْمَیِّتِ قَالَتْ فَمَاتَ لَیْلَةَ الثُّلَاثَاءِ (رواہ البخاریؒ)[1]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ شدید بیمار ہوئے تو پوچھنے لگے کہا آج کونسا دن ہے ہم نے کہا پیر کا دن (مجھے آج رات تک وفات کا اندیشہ ہے) حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آپ ایک ایسا کپڑا پہن رہے تھے جسمیں زعفران یا گیرو کا اثر تھا تو آپنے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور دو دوسرے کپڑے ساتھ ملا کر مجھے ان تین کپڑوں میں کفن دینا ہم نے عرض کیا ہم سارے کپڑے نئے نہ بنالیں آپنے فرمایا کہ نہیں یہ تو پیپ آلودہونے کیلئے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ نئے کپڑوں کا مردے کی نسبت زندہ زیادہ حقدار ہوتا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازاں بعد آپ منگل کی رات کو وفات پا گئے۔

شہید کا کفن

(١٦٦٢) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰی اُحُدٍ اَنْ یُّنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِیْدُ وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ یُّدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِیَابِهِمْ (رواہ ابوداؤدؒ)[2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہیدانِ احد کے متعلق فرمایا کہ ان پر سے لوہے اور چمڑے کی چیزیں اتار لی جائیں اور یہ کہ وہ اپنے خون اور کپڑوں سمیت دفن کردئے جائیں۔

گویا شہید کا کفن ان کے خون آلود کپڑے ہی ہیں صرف انکی لاش کو ڈھانپنے کیلئے ایک چادر اوپر ڈال دینا مناسب ہے جس کا ذکر آگے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بیان میں آرہا ہے۔

[1] بخاری شریف بحوالہ آثار السنن ص ٢٧١

[2] مشکوۃ شریف ص ١٢٤

(۱۶۶۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ ثَعْلَبَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَمِّلُوْھُمْ بِدِمَائِھِمْ فَاِنَّہٗ لَیْسَ کَلِمَۃٌ تُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا تَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَدْمٰی لَوْنُہٗ لَوْنُ الدَّمِ وَرِیْحُہٗ رِیْحُ الْمِسْکِ (رواہ النسائیؒ)[۱]

حضرت عبداللہ بن ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ان شہیدوں) کو انکے خون کی چادر اڑھا دو یعنی خون آلود ہی دفن کردو اسلئے کہ جو بھی زخم راہِ خدا میں آتا ہے وہ قیامت کے دن لازماً ایسی حالت میں ہوگا کہ اس سے خون رس رہا ہوگا جسکا رنگ تو خون جیسا ہوگا مگر اسکی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔

شہید کی اقسام

(۱۶۶۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِیْکٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَاتَعُدُّوْنَ الشَّھَادَۃَ قَالُوْا اَلْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشُّھَدَآءُ سَبْعَۃٌ سِوَی الْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَلْمَطْعُوْنُ شَھِیْدٌ وَّالْغَرِقُ شَھِیْدٌ وَّصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَھِیْدٌ وَّالْمَبْطُوْنُ شَھِیْدٌ وَّالْحَرِقُ شَھِیْدٌ وَّالَّذِیْ یَمُوْتُ تَحْتَ الْھَدْمِ شَھِیْدٌ وَّ الْمَرْاَۃُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَھِیْدٌ (رواہ الامام مالکؒ)[۲]

حضرت جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طویل حدیث کے آخر میں فرمایا تم شہادت کس کو شمار کرتے ہو لوگوں نے عرض کیا قتل فی سبیل اللہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہید سات قسم کے ہوتے ہیں مقتول فی سبیل اللہ کے علاوہ طاعون میں مرنیوالا شہید ہے پانی میں ڈوب کر مرنیوالا شہید ہے پسلی کے درد والا اور ہیضہ یا اسہال میں مرنیوالا شہید ہے آگ میں جلنے والا شہید ہے دیوار کے نیچے دب کر مرنیوالا شہید ہے وہ عورت جو زچگی میں یا حمل میں مرجائے۔

واضح ہو کہ ان سب کو شہادت کا کچھ ثواب تو ہوگا لیکن احکام مکمل شہیدوں والے نہیں ہوں گے انکو غسل دیا جائیگا اور نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی ان کے علاوہ بھی کئی شہید ہیں جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔

(۱۶۶۵) مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِہٖ فَھُوَشَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِہٖ فَھُوَشَھِیْدٌ (رواہ الترمذی)[۳]

جو اپنے مال کو بچاتا ہوا مر گیا وہ شہید ہے جو اپنی جان کو بچاتا ہوا مر گیا وہ بھی شہید ہے اور جو دین کو بچاتا ہوا مر گیا وہ بھی شہید ہے۔

[۱] مستدلات ص۱۷۲

[۲] مؤطا امام مالک ص۲۱۶ [۳] ترمذی شریف ص۲۲۳

ضرورت کا کفن جو میسر ہو

(۱۶۶۶) عَنْ خَبَّابٍ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُّصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمْرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَانُكَفِّنُهٗ بِهٖ اِلَّا بُرْدَةً اِذَا غَطَّيْنَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَاَنْ نَّجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ

(رواہ البخاری)[1]

حضرت خبابؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کیساتھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیطرف ہجرت کی پس ہم میں وہ بھی ہیں کہ جو مر گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ نہیں کھایا انہی میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں اور ہم میں سے ایسے بھی ہیں جن کیلئے ان کا پھل پک گیا ہے اور وہ اسے توڑ رہے ہیں چنانچہ وہ احد کے دن شہید ہوئے تو ہمیں سوائے ایک چادر کے کوئی کپڑا نہیں ملا جس سے انہیں کفن دیتے جب ہم انکا سر ڈھانپتے تھے انکے پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا پس ہمیں آپ نے حکم دیا کہ انکا سر ڈھانپ دیں اور انکے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیں۔

کفن لکھنا بدعت ہے

بعض لوگ کفن پر سیاہی سے یا بدوں سیاہی عہد نامہ وغیرہ لکھتے ہیں یہ سراسر بدعت ہے کیونکہ دورِ رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں ایسا عمل ثابت نہیں اور بدعت وہی کام ہوتا ہے جسے زمانہ مابعد خیر القرون میں دین سمجھ کر جاری کیا جائے اگرچہ بظاہر اسمیں کوئی خرابی نظر نہ آتی ہو کیونکہ بدعت کی یہ خرابی اور نحوست کیا کم ہے کہ اس سے دینِ محمدی اور دینِ الحاقی میں امتیاز ختم ہو جاتا ہے ملاؤں کی ایجاد کردہ بدعات کچھ عرصہ بعد لوگوں میں ایسا رواج پا جاتی ہیں کہ سبھی لوگ انہیں دینِ محمدی کے مسئلے سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ ذات پاک محمد ﷺ اور دینِ محمد ﷺ پر کھلا افتراء ہے کہ مسئلہ گھڑا تو خود ہے اور نسبت کر دیا ہے دینِ محمد کی طرف اس لئے اس کا موجد اور عامل دونوں وعید ”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ“[2] کے مستحق ہیں۔ ”یعنی جس نے جان بوجھ کو مجھ پر جھوٹ باندھا اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے“

[1] بخاری شریف ص ۱۷۰

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۲

جنازہ اٹھانے میں جلدی کرنی چاہئے

(۱۶۶۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذَالِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهَا عَنْ رِقَابِكُمْ (متفق علیہ)[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنازہ کو جلدی لے جاؤ کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو تم اسے خیر کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر وہ اس کے برعکس ہے تو تم شر کا بوجھ اپنے سر سے اتار رہے ہو۔

(۱۶۶۸) رَوٰى عَلِیٌّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرُوْهُنَّ اَلصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وُجِدَتْ كُفُوًّا (جامع الاحادیث)[2]

حضرت علی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں انہیں تاخیر نہ کرو، نماز کا جب وقت ہو جائے اور جنازہ جب حاضر ہو جائے اور بے نکاحی عورت جب کفو کا رشتہ مل جائے۔

(۱۶۶۹) رُوِیَ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَآءِ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُهٗ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ فِیْهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِیْ بِهٖ فَعَجِّلُوْا فَاِنَّهٗ لَا یَنْبَغِیْ لِجِیْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَیْنَ ظَهْرَانَیْ اَهْلِهٖ (رواہ الحاکم)[3]

حضرت طلحہ بن براء بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کیلئے آئے تو فرمایا میرا خیال ہے کہ طلحہ پر موت کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں تو مجھے اسکی موت کی اطلاع کر دینا اور جلدی کرنا کیونکہ مسلمان میت کیلئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے گھر والوں کے درمیان پڑی رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تجہیز و تکفین کے بعد رسم و رواج کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جنازہ اٹھانے میں دیر کرنا منع ہے خواہ وہ رنگ منہ دیکھنے کے لئے ہو یا دور دراز سے آنے والوں کی شرکت جنازہ کے لئے یا دعا بعد الجنازہ کے طور پر ہو یا قرآن وسیلہ دینے کے پردے میں ہو بہر حال جنازہ کو قبرستان پہنچانے پر اعمال مسنونہ کے علاوہ جو چیز بھی دیر کا سبب بنے گی سب ممنوع و حرام ہوگی۔

نماز جنازہ کا ثواب

(۱۶۷۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جنازے میں حاضر ہوا حتی کہ نماز پڑھ لی گئی

[1] زجاجۃ ص ۴۵۶

[2] جامع الاحادیث ص ۶۷۶/۳ [3] المستدرک ص ۳۴۵/۱

حَتّٰى يُصَلّٰى فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ (رواه الشيخان)۱

تو اسکا اجر ایک قیراط ہے اور جو شخص تدفین تک حاضر رہا اسکا اجر دو قیراط ہے عرض کیا گیا دو قیراط کی مقدار کیا ہے۔آپ نے فرمایا دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔

نماز جنازہ کے لئے طہارت شرط ہے

(۱۶۷۱) عَنِ ابْنِ عُمَرؓ كَانَ يَقُوْلُ لَا يُصَلِّى الرَّجُلُ اِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ (رواه الامام محمد فى موطاه)۲

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آدمی جنازہ نہ پڑھے مگر باوضو ہو کر۔

اور اگر وقت میں تنگی ہو تو تیمم کرلے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۶۷۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَاجَاَتْكَ الْجَنَازَةُ وَ اَنْتَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَتَيَمَّمْ (موطأ امام محمد)۳

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تیرے سامنے اچانک جنازہ آجائے اور تو بے وضو ہو تو تیمم کرلے۔

کتنے نمازی ہوں تو بخشش کی امید ہے

(۱۶۷۳) عَنْ عَائِشَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مَّيِّتٍ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ (آثار السنن)٤

حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ جس میت پر مسلمانوں کی اتنی جماعت نماز پڑھ دے جنکی تعداد سو تک پہنچتی ہو اور وہ سب اسکے لئے شفاعت کریں تو انکی شفاعت ضرور قبول کرلی جائے گی۔

(۱۶۷٤) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ (رواه المسلم)٥

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جو بھی مسلمان مرجائے اور اسکے جنازے پر چالیس مسلمان کھڑے ہو جائیں جو اللہ کیساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسکے بارے میں انکی شفاعت ضرور قبول کریگا۔

۱ آثار السنن ص ۲۷۱ ۲ موطا امام محمد ص ۱۷۰

۳ حاشیة موطا امام محمد ص ۱۷۰ ٤ آثار السنن ص ۲۷۱ ٥ بحوالہ سابقہ

(١٦٧٥) عَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا وَجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوْفٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (رواہ ابوداؤد)[1]

حضرت مالک بن ہبیرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ کوئی بھی مسلمان جو مر جائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھ دیں تو اللہ تعالیٰ اس پر ضرور جنت واجب کر دینگے۔ اسی حدیث کی بنا پر حضرت مالک کی عادت تھی کہ جب اہل جنازہ کی کمی محسوس کرتے تو انکی چھوٹی چھوٹی تین صفیں بنا دیتے۔

یعنی صفیں خواہ چھوٹی ہوں لیکن ان کی تعداد تین ہونا اس کی بخشش اور داخلہ جنت کے لئے نیک فال ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے

(١٦٧٦) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَيْسَ لَهٗ شَیْءٌ (رواہ ابن ماجة و ابی داوٗد)[2]

حضرت ابوھریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔

(١٦٧٧) وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِیْ مُوَطَّاهُ لَا يُصَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ وَكَذَالِكَ بَلَغَنَا عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ وَمَوْضِعُ الْجَنَازَةِ بِالْمَدِيْنَةِ خَارِجٌ عَنِ الْمَسْجِدِ وَ هُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِیْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّیْ عَلَى الْجَنَازَةِ فِيْهِ (رواہ الامام محمد)[3]

امام محمد نے اپنی موطا میں فرمایا ہے کہ مسجد میں جنازہ نہ پڑھا جائے ہمیں حضرت ابوھریرہ ؓ سے اسی طرح حدیث پہنچی ہے "اور مدینہ میں جناز گاہ مسجد سے باہر ہے اور وہ وہی جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ پڑھا کرتے تھے۔

نماز جنازہ مسجد سے باہر مسنون ہونے پر اگلی حدیث میں صراحت ملاحظہ فرمائیں،

(١٦٧٨) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِیَّ فِی الْيَوْمِ الَّذِیْ

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی (بادشاہ حبشہ) فوت ہوا نبی کریم ﷺ نے اس کی

[1] مشکوۃ شریف ص ١٤٧

[2] ابوداؤد شریف ص ٩٨

[3] موطا امام مالکؒ ص ١٦٩

نَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ (رواه الجماعة)[1]

موت کی خبر سنائی اور لوگوں کو لیکر جناز گاہ گئے ان کی صف بندی فرمائی اور اس پر چار تکبیریں پڑھیں۔

یہ روایت اپنے مضمون میں بالکل واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز جنازہ عیدگاہ یا جنازگاہ جا کر پڑھا کرتے تھے مسجد نبوی میں نہیں حالانکہ اس موقعہ پر حقیقتاً میت بھی موجود نہ تھی جس سے مسجد کی تلویث اور بےحرمتی کا خطرہ ہوتا پھر بھی آپ نے باہر نکلنے کو ترجیح دی تو اگر مسجد میں کراہت نہ ہوتی تو آپ مسجد نبوی کے ثواب کو چھوڑ کر جنازگاہ کا رخ نہ کرتے۔

علامہ ابن قیمؒ کا فتوی

وَالصَّوَابُ مَا ذَكَرْنَاهُ أَوَّلاً وَإِنَّ سُنَّتَهُ وَهَدْيَهُ الصَّلٰوةُ عَلَى الْجَنَازَةِ خَارِجَ الْمَسْجِدِ إِلَّا لِعُذْرٍ كِلَا الْأَمْرَيْنِ جَائِزٌ وَّ الْأَفْضَلُ الصَّلٰوةُ عَلَيْهَا خَارِجَ الْمَسْجِدِ (زاد المعاد)[2]

اور صحیح وہ ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت اور آپکا طریقہ جنازے کی نماز مسجد سے باہر پڑھنے کا ہے مگر کسی عذر کیوجہ سے اور دونوں صورتیں جائز ہیں لیکن افضل مسجد سے باہر ہے۔

اگر میت بغیر جنازہ پڑھے دفن ہو جائے تو اسکی قبر پر پڑھ سکتے ہیں

(۱۶۷۹) عَنْ أَبِى الْأُمَامَةِ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ مِسْكِيْنَةً مَرِضَتْ فَأُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَرَضِهَا فَقَالَ إِذَا مَاتَتْ فَاٰذِنُوْنِىْ بِهَا فَخَرَجُوْا بِجَنَازَتِهَا لَيْلاً فَكَرِهُوْا أَنْ يُّوْقِظُوْهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ أُخْبِرَ بِشَأْنِهَا فَقَالَ أَلَمْ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُؤْذِنُوْنِىْ بِهَا فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَرِهْنَا أَنْ نُّخْرِجَكَ لَيْلاً أَوْ نُوْقِظَكَ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو امامہ بن سہلؓ سے روایت ہے کہ ایک مسکین عورت بیمار ہوگئی رسول اللہ ﷺ کو اسکی بیماری کی اطلاع دی گئی آپنے فرمایا کہ جب وہ مرجائے تو مجھے اطلاع دینا لوگ اسکا جنازہ رات ہی کو لے گئے انہوں نے آپکو جگانا پسند نہیں کیا صبح ہوئی تو آپکو بتلایا گیا آپنے فرمایا کہ میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے اسکی اطلاع دینا تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے رات کے وقت آپکو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا آپکو جگانا اچھا خیال

[1] مشکوۃ شریف ص ۱۲۴

[2] زاد المعاد ص ۱۴۰/۱

وَسَلَّمَ حَتّٰى صَفَّ بِالنَّاسِ عَلٰى قَبْرِهَا وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ (رواه البخاری و المالکؒ)[1]

نہیں کیا پس آپ اسکی قبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی صف بندی کرا کر چار تکبیر سے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر جنازہ بالکل نہ پڑھا گیا ہو یا اسکا ولی اعلیٰ جنازہ سے رہ گیا ہو تو اس کی قبر پر جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔

امام جنازہ کے سینہ کے برابر کھڑا ہو

(١٦٨٠) عَنْ اَبِیْ غَالِبٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ اَنَسٍؓ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَامَ حِيَالَ صَدْرِهٖ (رواہ احمدؒ)[2]

جناب ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھی تو آپ اسکے سینہ کے برابر کھڑے تھے۔

تنبیہ: حضرت انسؓ کی جس روایت میں ہے کہ آپ ایک عورت کے کولہوں کے برابر کھڑے ہوئے تھے تو وہ اس لئے تھا کہ جنازہ کو ڈھانپنے والی چادر نہیں تھی اس لئے آپ اس کے اور نمازیوں کے درمیان روک بن کر کھڑے ہو گئے تا کہ من وجہ پردہ سا بن جائے ورنہ سینہ کے برابر کھڑا ہونا ہی سنت ہے جیسا کہ اگلے اثر سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(١٦٨١) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَقُوْمُ الرَّجُلُ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ صَدْرِهَا (رواہ الطحاویؒ)[3]

جناب ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جنازہ پڑھانے والا شخص اس کے سینہ کے برابر کھڑا ہو۔

متعدد جنازوں پر ایک ہی نماز کافی ہے

(١٦٨٢) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَوْهِبٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَاهُرَيْرَةَؓ يُصَلِّیْ عَلٰى جَنَازَةِ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ فَجَعَلَ الرِّجَالَ يَلُوْنَهٗ وَ النِّسَآءَ يَلِيْنَ الْقِبْلَةَ (رواہ الامام محمد فی الاثار)[4]

جناب عثمان بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مردوں اور عورتوں کے جنازوں پر نمازِ جنازہ پڑھاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے مردوں کو اپنے قریب رکھا اور عورتوں کو قبلہ کی طرف۔

(١٦٨٣) وَعَنْ عَامِرِ الشَّعْبِیِّ قَالَ صَلَّى ابْنُ عُمَرَؓ عَلٰى اُمِّ كُلْثُوْمَ بِنْتِ عَلِیٍّؓ وَعَلٰى اِبْنِهَا زَيْدِ

جناب عامر شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے ام کلثوم بنت علی اور اسکے بیٹے زید بن عمر پہ نمازِ جنازہ

[1] بخاری شریف ص١٧٨ ، موطا امام مالک ص٢٠٨

[2] زجاجة ص٤٦٤ [3] طحاوی شریف ص٣٣٠ [4] جامع المسانید ص٤٥٦

بِنْ عُمَرَ فَجَعَلَ اُمَّ كُلْثُوْمَ تِلْقَآءَ الْقِبْلَةِ وَجَعَلَ زَيْدًا مِمَّا يَلِيَ الْاِمَامَ (رواه الامام ابو حنيفة)[۱]

پڑھی پس ام کلثوم کو قبلہ کی طرف رکھا اور زید بن عمر کو امام کے قریب۔

ان احادیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ کئی جنازوں پر ایک ہی نماز کافی ہے وہاں یہ بھی پتہ چلا کہ اگر جنازوں میں مردوں کیساتھ عورتیں بھی ہوں تو مردوں کو امام کے متصل اور عورتوں کو ان کے بعد قبلہ کی طرف رکھا جائے کیونکہ فرض نمازوں میں بھی مردوں کی صفیں امام کے متصل اور عورتوں کی ان کے پیچھے ہوتی ہیں اور عورتوں کیلئے ضرورتِ ستر بھی اس کا تقاضا کرتی ہے۔

تکبیراتِ زائدہ کے ساتھ رفع یدین نہیں

(۱۶۸۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ عَلَى الْجَنَازَةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِیْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ وَّ وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى (رواه الترمذی و الدارقطنی)[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازے پر تکبیریں پڑھیں تو ہاتھ صرف پہلی تکبیر پر اٹھائے اور دائیں کو بائیں کے اوپر رکھ لیا۔

(۱۶۸۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِیْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ (رواه الدار قطنی)[۳]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اور بعد میں نہیں کرتے تھے۔

(۱۶۸۶) عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَمِيْعٍ الزُّهْدِيِّ قَالَ رَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ اِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ رَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْمَا بَقِیَ وَكَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا (رواه ابن ابی شيبة)[۴]

حضرت ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کو دیکھا کہ وہ جب نمازِ جنازہ پڑھاتے تھے تو رفع یدین کر کے تکبیر (تحریمہ) کہتے تھے پھر باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔

(۱۶۸۷) وَقَالَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ تُرْفَعُ الْاَيْدِیْ فِی الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِیْ اَوَّلِ التَّكْبِيْرِ قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ وَحَضَرْتُهٗ غَيْرَ مَرَّةٍ يُصَلِّیْ

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر میں کیا جائے جناب ابن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں متعدد بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

[۱] جامع المسانید ص ۴۵۴

[۲] ترمذی شریف ص ۱/۲۰۶ ، دار قطنی ص ۲/۷۵

[۳] دار قطنی ص ۲/۷۵ [۴] ابن ابی شيبة ص ۳/۲۹۶

عَلَى الْجَنَازَةِ فَمَا رَأَيْتُهٗ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِىْ اَوَّلِ التَّكْبِيْرَةِ قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ وَكَانَ مَالِكٌ لَايَرٰى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِى الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اِلَّا فِىْ اَوَّلِ التَّكْبِيْرَةِ (المدونة الكبرى)[1]

جب آپ جنازہ پڑھا رہے تھے میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ کہیں رفع یدین کیا ہو ابن قاسم ہی کہتے ہیں حضرت امام مالکؒ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَلَاتُرْفَعُ الْيَدَانِ فِى الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اِلَّا فِىْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ فَقَطْ لِاَنَّهٗ لَمْ يَاْتِ رَفْعُ الْاَيْدِىْ فِيْمَا عَدَا ذَالِكَ نَصًّا وَرُوِىَ مِثْلُ قَوْلِنَا هٰذَا عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ وَّابْنِ عَبَّاسٍؓ وَّهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَؒ وَسُفْيَانَؒ (المحلى لابن حزم)[2]

علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کیا جائے کیونکہ پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع یدین کیلئے کوئی نص نہیں آئی اور اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کا بھی یہی قول ہے۔

قَالَ الْقَاضِىْ شَوْكَانِىْ وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ فِىْ غَيْرِ التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى شَىْءٌ يَّصْلَحُ لِلْاِحْتِيَاجِ بِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَفْعَالُ الصَّحَابَةِؓ وَاَقْوَالُهُمْ لَاحُجَّةَ فِيْهَا فَيَنْبَغِىْ اَنْ يَّقْتَصِرَ عَلَى الرَّفْعِ عِنْدَ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ (نيل الاوطار)[3]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں جو دلیل بننے کے قابل ہو اور صحابہ کرامؓ کے افعال واقوال حجت نہیں ہیں لہٰذا مناسب یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے۔

وھو المراد تو گویا تکبیراتِ زائدہ میں رفع یدین کا مسئلہ اس قدر واضح اور بین ہے کہ قدیم غیر مقلدین بھی اس کا انکار نہیں کر سکے انہیں بھی اعتراف ہے کہ نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین ہے پھر نہیں مگر یہ بات جو انہوں نے فرمائی کہ قول وفعل صحابہ میں کوئی حجت نہیں یہ ان کا غیر مقلدانہ قول ہے تمام اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک صحابہؓ حجت اور معیارِ حق ہیں۔

نمازِ جنازہ کی زائد تکبیرات چار ہیں

امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے ''بَابُ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَرْبَعًا'' یعنی جنازہ پر چار تکبیریں کہنے کا بیان۔

[1] المدونة الكبرى ص ١/٧٦ [2] المحلى لابن حزم ص ٣/١٨١
[3] نيل الاوطار ص ٦٧ ج ٤

(۱۶۸۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعٰی لِلنَّاسِ النَّجَاشِیَّ الْیَوْمَ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِیْرَاتٍ (متفق علیه)[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نجاشی (بادشاہ حبشہ) کی موت کی خبر سنائی جس دن کے وہ فوت ہوا اور لوگوں کو لیکر جناز گاہ تشریف لے گئے ان کی صف بندی فرمائی اور چار تکبیریں کہیں۔

(۱۶۸۹) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی اَصْمَحَةِ النَّجَاشِیِّ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا (رواه البخاریؒ)[۲]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کا جنازہ پڑھایا تو اس پر چار تکبیریں کہیں۔

(۱۶۹۰) وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا یُصَلُّوْنَ عَلَی الْجَنَائِزِ خَمْسًا وَّسِتًّا وَّاَرْبَعًا حَتّٰی قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرُوْا كَذَالِكَ فِیْ وِلَایَةِ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقِ ثُمَّ وُلِّیَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَفَعَلُوْا ذَالِكَ فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ اِنَّكُمْ مَعْشَرُ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَتٰی تَخْتَلِفُوْنَ تَخْتَلِفُ النَّاسُ بَعْدَكُمْ وَالنَّاسُ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِیَّةِ فَاَجْمِعُوْا عَلٰی شَیْءٍ یَّجْمَعُ عَلَیْهِ مَنْ بَعْدَكُمْ فَاَجْمَعَ رَاْیُ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ اَنْ یَّنْظُرُوْا اٰخِرَ جَنَازَةٍ كَبَّرَ عَلَیْهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی قُبِضَ فَیَاْخُذُوْنَ بِهٖ وَیَرْفُضُوْنَ مَا سِوَاهُ فَنَظَرُوْا فَوَجَدُوْا اٰخِرَ

جناب ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ لوگ جنازے پر پانچ چھ اور چار تکبیریں کہا کرتے تھے حتی کہ نبی ﷺ کی وفات ہوگئی پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں بھی لوگوں نے اس طرح مختلف تکبیریں کہیں تا آں کہ حضرت عمرؓ کا دور آگیا اور لوگ پھر ویسے ہی کرنے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اے اصحاب محمد! کی جماعت تم آپس میں اختلاف کرتے ہو تو تمہارے بعد والے لوگ بھی لازماً اختلاف کریں گے حالانکہ لوگوں نے ابھی ابھی جاہلیت چھوڑی ہے اس لئے بہتر ہے کہ تم لوگ کسی چیز پر جمع ہو جاؤ تا کہ تمہارے بعد والے بھی اسپر جمع ہو جائیں تو اصحاب محمد! کی رائے اسپر متفق ہوگئی کہ نبی ﷺ نے وفات سے پہلے جونسا آخری جنازہ پڑھایا ہے اس کو دیکھو اور اس کو ہی اختیار کرلو پھر اس کے ماسوا کو چھوڑ دو

[۱] مشکوۃ شریف ص ۱۲٤ [۲] بخاری شریف ص ۱۷۸/۱

جَنَازَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا (رواہ الامام محمد واحمد والطحاوی)۱

چنانچہ انہوں نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے آخری جنازہ پہ چار تکبیریں کہی تھیں۔

(۱۶۹۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اٰخِرُ مَا كَبَّرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَّكَبَّرَ عُمَرُ عَلٰى أَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ أَرْبَعًا وَّكَبَّرَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى عُمَرَ أَرْبَعًا وَّكَبَّرَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ عَلٰى عَلِیٍّ أَرْبَعًا وَّكَبَّرَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَلَى الْحَسَنِ أَرْبَعًا وَّكَبَّرَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى اٰدَمَ أَرْبَعًا (رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی سننه والطبرانی)۲

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی جنازے پر آخری بار جو تکبیریں کہیں ہیں وہ چار تکبیریں اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور حضرت حسینؓ نے حضرت حسنؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں ہیں۔

(۱۶۹۲) عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ أَنَّهٗ صَلّٰى عَلٰى يَزِيْدَ بْنِ الْمُكَفَّفِ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَّهُوَ شَیْءٌ كَبَّرَهٗ عَلَى الْجَنَائِزِ (رواہ ابن خسرو فی مسندہ والامام محمد فی الآثار)۳

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے یزید بن مکفف کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں اور وہ آخری مقدار ہے جو کسی جنازہ پر آپ نے تکبیریں پڑھی ہیں۔

تو ان روایات سے بخوبی معلوم ہوا کہ جنازہ کی زائد تکبیرات صرف چار ہیں یہی خلفائے راشدین اور حضرات حسنین اور ملائکہ مقربین کی سنت ہے اگر چہ بعض جنائز میں چار سے زیادہ کہنا بھی ثابت ہے لیکن اصحابِ محمد نے آخرکار چھ اور پانچ کو چھوڑ کر چار پر اجماع کیا اور یہی انکا عمل ہے لہٰذا ہمیں بھی چار ہی کہنی چاہئیں۔

مسئلہ ولایت جنازہ اور اسکا تکرار

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ امامتِ جنازہ کیلئے سب سے زیادہ حقدار اس کا قریب ترین ولی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ تو اولی بالمومنین تھے ہی اس لئے وہ سب کی نمازیں پڑھایا کرتے تھے، اور خود آپ کی نماز بلا امام پڑھی گئی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی نماز بحیثیت نائب وخلیفہ ہونے کے حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور حضرت عمرؓ کی نماز حضرت عثمانؓ اور دیگر اصحاب کبار کی موجودگی میں ا...

۱ طحاوی شریف ص ۳۳۳

۲ زجاجة ص ٤٦٠ ۳ جامع المسانيد ص ٤٤٤

جَنَازَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعًا (رواه الامام محمد واحمد والطحاوی)[1]

چنانچہ انہوں نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے آخری جنازہ پہ چار تکبیریں کہی تھیں۔

(١٦٩١) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اٰخِرُ مَا كَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَائِزِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَكَبَّرَ عُمَرُؓ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِؓ اَرْبَعًا وَّكَبَّرَ ابْنُ عُمَرَؓ عَلٰى عُمَرَؓ اَرْبَعًا وَّكَبَّرَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَلِيٍّؓ اَرْبَعًا وَّكَبَّرَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى الْحَسَنِؓ اَرْبَعًا وَكَبَّرَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى اٰدَمَ اَرْبَعًا (رواه الحاكم فی المستدرك والبيهقی فی سننه والطبرانی)[2]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی جنازے پر آخری بار جو تکبیریں کہیں ہیں وہ چار تکبیریں اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور حضرت حسینؓ نے حضرت حسنؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں ہیں۔

(١٦٩٢) عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍؓ اَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى يَزِيْدَ بْنِ الْمُكَفَّفِ فَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَّهُوَ شَيْءٌ كَبَّرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ (رواه ابن خسرو فی مسنده والامام محمد فی الآثار)[3]

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے یزید بن مکفف کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں اور وہ آخری مقدار ہے جو کسی جنازہ پر آپ نے تکبیریں پڑھی ہیں۔

توان روایات سے بخوبی معلوم ہوا کہ جنازہ کی زائد تکبیرات صرف چار ہیں یہی خلفائے راشدین اور حضرات حسنین اور ملائکہ مقربین کی سنت ہے اگر چہ بعض جنائز میں چار سے زیادہ کہنا بھی ثابت ہے لیکن اصحاب محمد نے آخر کار چھ اور پانچ کو چھوڑ کر چار پر اجماع کیا اور یہی انکا عمل ہے لہٰذا ہمیں بھی چار ہی کہنی چاہئیں۔

مسئلہ ولایت جنازہ اور اسکا تکرار

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ امامتِ جنازہ کیلئے سب سے زیادہ حقدار اس کا قریب ترین ولی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ تو اولی بالمؤمنین تھے ہی اس لئے وہ سب کی نمازیں پڑھایا کرتے تھے، اور خود آپ کی نماز بلا امام پڑھی گئی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی نماز بحیثیت نائب وخلیفہ ہونے کے حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور حضرت عمرؓ کی نماز حضرت عثمانؓ اور دیگر اصحاب کبار کی موجودگی میں ان

[1] طحاوی شریف ص۳۳۳
[2] زجاجة ص ٤٦٠ [3] جامع المسانيد ص ٤٤٤

کے ولی اقرب و اکبر حضرت ابن عمرؓ نے پڑھائی اور حضرت علیؓ کی نماز ان کے ولی اقرب و اکبر حضرت حسنؓ نے پڑھائی اور خود حضرت حسنؓ کی نماز ان کے ولی حضرت حسینؓ نے پڑھائی ہے۔

وضاحت: اکثر کتب میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی نمازِ جنازہ حضرت صہیب رومیؓ نے پڑھائی ہے یہ غالباً انکی وصیت کی وجہ سے یا اولیاء کی پسند کی وجہ سے ہوا ہوگا لیکن میرے پیشِ نظر حاکم بیہقیؒ اور طبرانیؒ کی وہ روایات ہیں جسے زجاجۃ المصابیح میں یوں نقل کیا گیا ہے۔

(۱۶۹۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اٰخِرُ مَا كَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَائِزِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَّكَبَّرَ عُمَرُؓ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِؓ اَرْبَعًا وَّكَبَّرَ ابْنُ عُمَرَؓ عَلٰى عُمَرَؓ اَرْبَعًا وَّكَبَّرَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَلِيٍّؓ اَرْبَعًا وَّكَبَّرَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى الْحَسَنِؓ اَرْبَعًا وَكَبَّرَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى اٰدَمَ اَرْبَعًا

(رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی سننہ والطبرانی)[1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی جنازے پر آخری بار جو تکبیریں کہیں ہیں وہ چار تکبیریں ہیں اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور حضرت حسینؓ نے حضرت حسنؓ کے جنازے پر بھی چار تکبیریں کہیں اور فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جنازے پر چار تکبیریں کہی ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ جنازہ کی ولایت بھی ولایتِ نکاح کی طرح ہے پس جب ایسا ولی نمازِ جنازہ پڑھا دے پھر کسی اور کو جنازہ پڑھانے کی گنجائش نہیں رہتی لہٰذا جنازہ کی کئی نمازیں بھی بدعت ہیں ہاں اگر ولی اقرب رہ جائے اسکی غیر موجودگی میں کسی اور نے جنازہ پڑھا دیا ہو تو اسے اپنے حق کی وجہ سے اجازت ہے کہ دوبارہ جنازہ پڑھا دے اور جو لوگ پہلی دفعہ شریک نہ ہوئے ہوں وہ اسکے پیچھے جنازہ پڑھ لیں نبی کریم ﷺ نے جو ایک بڑھیا کی قبر پر دوبارہ جنازہ پڑھایا ہے وہ بھی اسلئے تھا کہ پہلے جنازے میں آپ شریک نہ ہو سکے تھے وہ آپ کی بلا اطلاع پڑھ لیا گیا تھا۔ اور اولیٰ بالمؤمنین ہونے کی وجہ سے دوبارہ پڑھانے کے حقدار تھے۔ لہٰذا آپ نے قبر پر جا کر اپنے اس حق کو استعمال کیا اسی طرح اگر کوئی ولی اقرب رہ جائے تو اسے دوبارہ جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے کسی اور کو نہیں۔

عورت کے جنازہ کی ولایت باپ اور خاوند میں سے باپ کو زیادہ پہنچتی ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے جسے ان سے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے روایت کیا ہے۔

[1] زجاجة ص ٤٦٠

(۱۶۹۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ ......عَنْ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِؓ اَنَّهٗ قَالَ اَلْاَبُ اَحَقُّ بِالصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتَةِ مِنَ الزَّوْجِ (رواہ الامام محمد فی الاثار)[۱]

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عورت کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا خاوند کے مقابلے میں باپ زیادہ حق دار ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ بدعت ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ شاہِ حبشہ نجاشی اور حضرت معاویہ مزنی وغیرہ پر بظاہر غائبانہ نماز پڑھی ہے لیکن درحقیقت وہ غائب نہ تھے جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے ان کی چارپائی اٹھا کر آپ علیہ السلام کے سامنے لاکر رکھ دی تھی۔ اور لوگ بھی محسوس کر رہے تھے کہ ہم غائب کا نہیں بلکہ حاضر کا جنازہ پڑھ رہے ہیں لہٰذا ان واقعات سے غائبانہ نمازِ جنازہ کی سنیت ثابت کرنا بالکل غلط ہے ہاں ان کے علاوہ کوئی اور واقعہ ہو جس میں پردوں کو ہٹا کر میت کو سامنے رکھ دینے کا ذکر ہو تو البتہ مجالِ انکار نہیں لیکن ایسا ایک بھی واقعہ ثابت کرنا محال ہے حالانکہ آپ کے ہزاروں جانثار وفدا کار صحابہ مدینہ سے سینکڑوں میل دور شہید وفوت ہوئے اور انکی موت کی اطلاع بھی آپ کو زندگی میں ہوگئی اس کے باوجود بھی آپ نے انکی غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی تو معلوم ہوا کہ ہر غائب کا نمازِ جنازہ پڑھنا مسنون نہیں بلکہ صرف ایسے غائب کا جنازہ پڑھ سکتے ہیں جس کی چارپائی خرقِ عادت اور معجزہ کے طور پر کسی قوم کو دکھائی جائے اور سامنے رکھ دی جائے جیسا کہ نجاشی اور معاویہ مزنی کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا ہی معجزاتی سامان کر دیا تھا اسکی روایت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۶۹۵) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخَاكُمُ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ فَقُوْمُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفُّوْا خَلْفَهٗ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ (رواہ ابن حبانؒ فی صحیحہ) وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَوَانَةَ فَصَلَّيْنَا خَلْفَهٗ نَحْنُ لَا نَرٰى اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا [۲]

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہوگیا ہے اٹھو اسکا جنازہ پڑھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگوں نے آپکے پیچھے صفیں باندھ لیں تو آپ نے چار تکبیر سے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی جبکہ لوگ محسوس کر رہے تھے کہ اس کا جنازہ آپ کے سامنے رکھا گیا ہے۔ اور ابوعوانہ کی روایت میں ہے کہ ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی درآں حالیکہ ہم یہی دیکھ رہے تھے کہ اسکا جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

[۱] جامع المسانید ص ۴۵۶ [۲] زجاجة ص ۴۵۹

(١٦٩٦) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ ؓ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَبُوْكَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ الْمُعَاوِيَةِ الْمُزَنِیَّ مَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ اَتُحِبُّ اَنْ تُطْوٰى لَكَ الْاَرْضُ فَتُصَلِّىْ عَلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَضَرَبَ بِجَنَاحِهٖ عَلَى الْاَرْضِ وَ رَفَعَ لَهٗ سَرِيْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَخَلْفَهٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِیْ كُلِّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفِ مَلَكٍ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَ اَدْرَكَ هٰذَا قَالَ بِحُبِّهٖ سُوْرَةَ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' وَقِرَائَتِهٖ اِيَّاهَا جَآئِيًا وَّذَاهِبًا وَّقَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (رواه الطبرانی فی معجمه الوسط)[1]

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک میں تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! معاویہ مزنی مدینہ میں فوت ہوگئے ہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کیلئے زمین لپیٹ دیجائے اور آپ اسپر نمازِ جنازہ پڑھیں آپ نے فرمایاہاں تو حضرت جبریلؑ نے اپنا پر زمین پہ مارا اور اسکی چارپائی اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دی آپنے اسپر نمازِ جنازہ پڑھائی جبکہ آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں جن کی ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے پھر وہ لوٹ آئے تو رسول اللہؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اس شخص نے یہ مرتبہ کیسے پایا انہوں نے کہا کہ سورۂ اخلاص کی محبت کی وجہ سے اور آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں اسکے پڑھنے کیوجہ سے۔

تو قارئین نے دیکھ لیا ان مواقع پر آنحضرت ﷺ کیلئے نزولِ جبرئیل علیہ السلام ہوا، طیِ ارض ہوا، رفعِ سریر ہوا، کشفِ حجابات ہوا، لیکن یہ معجزاتی سامان چونکہ آپ کے بعد اور کسی کیلئے نہیں ہوسکتا اس لئے اب کسی کا غائبانہ جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کا محاکمہ

اَلصَّوَابُ اَنَّ الْغَائِبَ اِذَا مَاتَ بِبَلَدٍ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ فِيْهِ صُلِّیَ عَلَيْهِ صَلٰوةُ الْغَائِبِ كَمَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّجَّاشِيِّ لِاَنَّهٗ مَاتَ بَيْنَ الْكُفَّارِ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ وَاِنْ مَنْ صُلِّیَ عَلَيْهِ حَيْثُ مَاتَ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ

صحیح بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں فوت ہو جہاں اسکا جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اسکی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی چونکہ نجاشی کفار کے علاقہ میں فوت ہوئے جہاں انکا جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں تھا لہذا نبی کریم ﷺ نے انکی نمازِ جنازہ پڑھنے کا اہتمام کیا اور غائبانہ نماز پڑھائی

صَلٰوۃُ الْغَائِبِ لِاَنَّ الْفَرْضَ قَدْ سَقَطَ بِصَلٰوۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلَی الْغَائِبِ وَتَرْکُہٗ وَفِعْلُہٗ سُنَّۃٌ ھٰذَا لَہٗ مَوْضِعٌ وَھٰذَا لَہٗ مَوْضِعٌ (زاد المعاد)[۱]

البتہ جس شخص کا جنازہ پڑھا گیا ہو اسکا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا جائیگا چونکہ ایک نماز سے فرض پورا ہو گیا نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے شخص کی نماز نہیں پڑھی جبکہ ایک اور جگہ آپکا نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا ثابت ہے لہٰذا دونوں عمل اپنی اپنی جگہ سنت ہیں اور موقعہ محل کیمطابق ہر سنت پر عمل ہوگا۔

نمازِ جنازہ کی دعائیں اور اسکی ترکیب

دراصل نمازِ جنازہ خود ایک دعا ہے اس وجہ سے نہ تو اس میں رکوع ہے اور نہ سجود اور نہ ہی قرأتِ قرآن جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے ظاہر ہے۔

(۱۶۹۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَہُ الدُّعَآءَ (رواہ ابن ماجۃ وابوداؤدؒ)[۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میت کی نمازِ جنازہ پڑھو تو اس کیلئے اخلاص سے دعا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کی اصل دعا ہے جو انتہائی اخلاص اور حضور قلب کے ساتھ کی جائے خواہ تینوں تکبیروں کے بعد دعا ہی دعا پڑھی جائے نمازِ جنازہ ادا ہو جاتی ہے لیکن چونکہ دعا کے آداب میں سے اللہ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پہ درود وصلوٰۃ بھی ہے اس لئے ہمارے علماء نے اس کو مستحب جانا ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا اور دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود اور تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے دعا ہو جو ماثورہ دعاؤں میں سے کوئی بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ اگلی روایات وآثار سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱۶۹۸) عَنِ الشَّعْبِیِّؒ قَالَ اَلتَّکْبِیْرَۃُ الْاُوْلٰی عَلَی الْمَیِّتِ ثَنَآءٌ عَلَی اللّٰہِ وَالثَّانِیَۃُ صَلٰوۃٌ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالثَّالِثَۃُ دُعَآءٌ لِلْمَیِّتِ وَالْاَرْبَعَۃُ تَسْلِیْمٌ (رواہ عبدالرزاق)[۳]

امام شعبیؒ نے فرمایا کہ میت پر پہلی تکبیر اللہ کی حمد وثنا ہے اور دوسری تکبیر نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر درود ہے اور تیسری تکبیر میت کیلئے دعا ہے اور چوتھی تکبیر سلام پھیرنا ہے۔

[۱] زاد المعاد ص ۵۲۰/۱ [۲] ابوداؤد شریف ص ۱۰۰

(۱۶۹۹) عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَّدْعُوْ فِىْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَمْجِيْدِ رَبِّهٖ وَالثَّنَآءِ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّىْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدُ مَاشَآءَ (رواہ ابوداؤد)[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز میں دعا مانگتے دیکھا جس نے نہ تو اللہ کی حمد وثنا کی اور نہ ہی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے جلدی کی ہے پھر اسے بلایا اسے یا کسی اور کو فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے پھر نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

(۱۷۰۰) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَيْسَ فِى الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ شَىْءٌ مُّوَقَّتٌ وَلٰكِنْ تَبْدَأُ فَتَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَتُصَلِّىْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَدْعُوْ لِنَفْسِكَ وَلِلْمَيِّتِ بِمَا اَحْبَبْتَ (رواہ الامام محمد فی الاثار)[2]

جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نمازِ جنازہ میں کوئی چیز حتمی مقرر نہیں لیکن جب شروع کرے تو اللہ کی حمد وثنا اور نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور اپنے اور میت کیلئے اپنی پسندیدہ دعا کرے۔

دیکھئے ان روایات سے نمازِ جنازہ کی حنفی ترکیب بعینہ ثابت ہوتی ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا اور دوسری کے بعد صلوٰۃ اور تیسری کے بعد دعا۔ الحمدللہ احناف اسی کے مطابق نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اب اسکی تائید نبی کریم ﷺ کے عظیم صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنئے۔

(۱۷۰۱) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْمَقْبَرِىِّ اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَاهُرَيْرَةَ كَيْفَ تُصَلِّىْ عَلَى الْجَنَازَةِ فَقَالَ

جناب ابوسعید مقبریؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا آپ نمازِ جنازہ کیسے پڑھتے

[1] ابوداؤد شریف ص۲۰۸
[2] جامع المسانید ص۴۵۳

اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَا لَعَمْرُ اللّٰهِ اُخْبِرُكَ اَتَّبِعُهَا مِنْ اَهْلِهَا فَاِذَا وَضَعْتُ كَبَّرْتُ وَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَصَلَّيْتُ عَلٰى نَبِيِّهٖ ثُمَّ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِىْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّاٰتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (رواه الامام مالکؒ)[1]

ہیں؟ انہوں نے فرمایا بقاءِ الٰہی کی قسم میں تجھے بتلاؤں گا میں اہل جنازہ کے ہاں سے اس کے پیچھے چلتا ہوں جب وہ زمین پر رکھ دیا جاتا ہے تو میں تکبیر کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہوں پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتا ہوں اور پھر یہ دعا پڑھتا ہوں اے اللہ! یہ تیرا بندہ اور غلام زادہ ہے تیری باندی کا بیٹا ہے یہ شہادت دیتا ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی کہ محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں اور ان باتوں کو تو خوب جانتا ہے، اے اللہ! یہ اگر نیکوکار ہے تو اسکی نیکی میں اضافہ فرما اور اگر بدکار ہے تو اسکی بدکاریوں کو معاف فرما اے اللہ! ہمیں اسکے اجر سے محروم نہ رکھ اور اسکے بعد ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کر۔

حضرت ابوہریرہؓ کے اس قول وفعل سے بھی نمازِ جنازہ کے طریقۂ احناف کی تصویب ہوتی ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا اور دوسری کے بعد درود اور تیسری کے بعد دعا میت کیلئے۔ الحمد للہ علی ذالک

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں......

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا تُقْرَاُ عَلَى الصَّلٰوةِ فِى الْجَنَازَةِ اِنَّمَا هُوَ الثَّنَآءُ عَلَى اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالدُّعَآءُ لِلْمَيِّتِ (قاله ترمذیؒ)[2]

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نمازِ جنازہ میں کسی بھی چیز کی قرأت نہیں کی جائیگی وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ثنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہے اور میت کیلئے دعا ہے۔

جنازہ کی پہلی دعا

(۱۷۰۲) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَائِزِ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نمازِ جنازہ پڑھاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے اللھم اغفر الخ یعنی

[1] اوجز المسالک ص ٤٥٤ ، مؤطا امام مالک ص ٢٠٩

قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ

(رواہ احمد وابوداؤدؒ)[۱]

اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں اور حاضروں اور غائبوں، چھوٹوں، بڑوں، مردوں عورتوں کی مغفرت فرما اے اللہ ہم میں سے تو جسکو زندہ رکھنا چاہے اسے اسلام پہ زندہ رکھ اور جسے تو موت دینا چاہے اسے ایمان پر موت نصیب فرما اے اللہ! ہمیں اسکے اجر سے محروم نہ کر اور اسکے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال۔

نوٹ: نماز جنازہ میں اصل مسنون ومستحب یہی دعا ہے اسی لئے حضرات احناف نے اسی کو اپنا معمول بنالیا ہے۔

جنازہ کی دوسری دعا

(۱۷۰۳) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَآئِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ قَالَ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ

(رواہ مسلمؒ)[۲]

حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے آپکی دعا حفظ کرلی آپ کہہ رہے تھے اے اللہ! اسے بخش دے اسپر رحم فرما اسے عافیت دے اسکو معاف کردے اسکی مہمانی شاندار کر اسکی قبر کو وسیع فرما اور اسے برف اور اولوں سے دھوڈال اور اسے گناہوں سے ایسا صاف کردے جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اسے اسکے گھر سے بہتر گھر عطا فرما اسکے اہل خانہ سے اچھے اہل خانہ عطا فرما اسکی بیوی سے اچھی بیوی عطا فرما اسے جنت میں داخل فرما اسے عذاب قبر اور عذاب جہنم سے پناہ دے اور ایک روایت میں ہے کہ اسے قبر کی آزمائش اور عذاب جہنم سے محفوظ رکھ راوی کہتے ہیں کہ اس دعا کو سنکر میں تمنا کرنے لگا کاش! اس میت کی جگہ میں ہی ہوتا۔

[۱] ابوداؤد ص ۱۰۰ ، ترمذی شریف ص ۱۲۱

[۲] مسلم شریف ص ۳۱۱

یعنی رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ دعائیں مجھے نصیب ہوتیں۔

جنازہ کی تیسری دعا

(۱۷۰۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ عَلَی الْجَنَازَةِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَیْتَهَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِیَتِهَا جِئْنَا شُفَعَآءَ فَاغْفِرْلَهٗ (رواہ ابوداؤد)[۱]

حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی کریم ﷺ سے نماز جنازہ کے متعلق روایت کرتے ہیں اے اللہ! تو ہی اسکا رب ہے تو ہی نے اسے پیدا کیا تو ہی نے اسے اسلام کی ہدایت فرمائی تو ہی نے اسکی روح قبض کی اور تو اس کے باطن اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے ہم تو اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں پس اے خدا تو اسے بخش دے۔

چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیرے

نماز جنازہ کے سلام کو اگر نمازِ فریضہ پر قیاس کیا جائے تو بھی دو سلام بنتے ہیں جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

(۱۷۰۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّهِ الْاَیْمَنِ وَعَنْ یَّسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّهِ الْاَیْسَرِ (رواہ اصحاب السنن وصححہ الترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دائیں طرف سلام پھیرتے تو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتے یہاں تک کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی نظر آتی اور اپنی بائیں طرف سلام پھیرتے یہاں تک کہ آپ کے بائیں طرف کی رخسار کی سفیدی نظر آتی۔

یہاں قیاس کے علاوہ صریح حدیث موجود ہے جس کو راوی نے بالآخر مرفوع بھی کر دیا۔

(۱۷۰۶) وَفِیْ رِوَایَتِهٖ کَبَّرَ اَرْبَعًا فَمَکَثَ سَاعَةً حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُکَبِّرُ خَمْسًا ثُمَّ سَلَّمَ عَلٰی یَمِیْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهٗ مَاهٰذَا؟

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی ایک روایت ہے کہ آپ نے چار تکبیریں کہیں پھر تھوڑی دیر توقف کیا حتی کہ ہمیں گمان ہوا کہ آپ پانچویں تکبیر کہیں گے پھر

[۱] ابوداؤد شریف ص ۱۰۰

فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَزِیْدُکُمْ عَلٰی مَارَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ اَوْ ھٰکَذَا یَصْنَعُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(رواہ البیھقی فی سننہ الکبیر وقال الحاکم ھذا الحدیث صحیح بحوالہ اعلاء السنن)[۱]

آپ نے دائیں طرف سلام پھیرا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ کرتے دیکھا اسپر ذرہ بھی زیادتی نہیں کی یا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جنازے میں دونوں طرف سلام پھیرتے تھے حضرت ابن ابی اوفیٰؓ نے اسی سنت رسول اللہ ﷺ کو دہرایا ہے۔

بچے کی دعا

(۱۷۰۷) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ صَلَّیْتُ وَرَآءَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَلٰی صَبِیٍّ لَمْ یَعْمَلْ خَطِیْئَۃً قَطُّ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (رواہ المالکؒ)[۲]

جناب سعید بن میتبؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے پیچھے بچے کی نمازِ جنازہ پڑھی تو میں نے سنا کہ آپ پڑھ رہے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ اَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ"

(۱۷۰۸) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّہٗ اِذَا کَانَ الْمَیِّتُ طِفْلًا اُسْتَحَبَّ اَنْ یَّقُوْلَ الْمُصَلِّیْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا وَّاَجْرًا (رواہ البیہقیؒ)[۳]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب میت کوئی بچہ ہو تو آپ پسند فرماتے کہ نمازی اس پر یہ دعا پڑھے۔ "اللھم اجعلہ لنا سلفا الخ یعنی اے اللہ! اسے ہمارے لئے گزرا ہوا اور آگے گیا ہوا اور ذخیرہ اور اجر بنادے۔

(۱۷۰۹) وَعَنِ الْاِمَامِ الْبُخَارِیِّ تَعْلِیْقًا عَنِ الْحَسَنِ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا وَّاَجْرًا (رواہ البخاریؒ)[٤]

امام بخاریؒ نے حضرت حسن سے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ آپ یہ دعا پڑھتے تھے اللھم اجعلہ لنا الخ یعنی اے اللہ! اسے ہمارے لئے گزرا ہوا اور آگے گیا ہوا اور ذخیرہ اور اجر بنادے۔

اس دعا میں ضمیریں مذکر ہیں اگر بچی کا جنازہ ہو تو انہیں مؤنث ضمیروں سے بدل کر یوں کہیں گے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا وَّاَجْرًا

[۱] اعلاء السنن ص ۸/۲۱٦ [۲] اوجز المسالک ص ٤٥٤
[۳] زجاجۃ ص ٤٧١ [٤] زجاجۃ ص ٤٧١

چونکہ جنازہ کی دعا میں کوئی چیز حتمی مقرر نہیں اس لئے جامعیت کی بنا پر وہ دعا پڑھ لینا بھی جائز ہے جو عام کتابوں میں اس طرح بھی ہے۔

"اللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا"

رہی اسکی دلیل کہ کوئی چیز مقرر نہیں سو ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۷۱۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِؓ قَالَ مَا اَبَاحَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا اَبُوْبَکْرٍؓ وَّلَا عُمَرُؓ فِیْ شَیْءٍ مَّا اَبَاحُوْا فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ یَعْنِیْ لَمْ یُوَقِّتْ (رواہ ابن ماجۃ)[1]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکرؓ وعمرؓ نے ہمیں کسی چیز میں اتنی چھوٹ نہیں دی جتنی کہ نمازِ جنازہ میں (یعنی کہ اس کی دعائیں مقرر نہیں فرمائیں)

جنازہ میں قرأت مسنون نہیں

چونکہ جنازہ کی اصل اور حقیقت دعا ہی ہے لہٰذا اسمیں قرأت قرآن بطور قرآن کے سنت نہیں۔ امام بخاریؒ نے اگرچہ قرأت فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ کا باب باندھا ہے لیکن وہ اس پر کوئی مرفوع حدیث پیش نہیں کر سکے صرف عبداللہ بن عباسؓ کا قول وعمل پیش کیا ہے اس کے بالمقابل ہمارے پاس خلفائے راشدین اور دوسرے جید ترین صحابہؓ کے اعمال واقوال موجود ہیں جو آگے مذکور ہیں۔ ہاں اگر فاتحہ بطور دعا کے پڑھ دی جائے تو جائز ہے اس سلسلے کی تمام روایات اسی پر محمول ہیں۔ اسی بنا پر صحابہ کرامؓ بھی قرأت نماز جنازہ کے اندر نہیں کرتے تھے صرف دعائیں پڑھتے تھے جس کا ثبوت اگلی روایت میں ہے۔

(۱۷۱۱) عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ کَانَ لَا یَقْرَاُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ (رواہ الامام مالکؒ)[2]

جناب نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

(۱۷۱۲) وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّہٗ قَالَ لَمْ یُوَقِّتِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ وَقَالَ ابْنُ بَطَّالٍ وَّمِمَّنْ کَانَ لَا یَقْرَاُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ میں قرأت بالکل مقرر نہیں فرمائی ابن بطال نے لکھا ہے کہ جو لوگ نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے بلکہ

[1] حاشیۃ نصب الرایۃ علی الہدایۃ ص ۲۷۲

[2] زجاجۃ ص ٤٦٠

وَيُنكِرُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَّابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ (قاله فی عمدة القاری)[1]

انکاری تھے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔

دو خلفاء راشدین اور تین دوسرے عظیم صحابہؓ کے قول وفعل سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں قرأت کرنا سنت نہیں ان لوگوں کا قرأت کرنا تو دور کی بات ہے وہ اسکی سنیت کا بھی انکار کرتے تھے۔

اس مسئلہ میں مخالفین جو مرفوع حدیث پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

(۱۷۱۳) وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ اَنْ يُّقْرَأَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَلَا يَصِحُّ اِسْنَادُهُ (زاد المعاد)[2]

یعنی نبی کریم ﷺ سے جو یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ آں جناب کے جنازہ پر فاتحہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اسکی سند ٹھیک نہیں ہے۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد خود ہی اس کی تضعیف کردی ہے۔

کچھ تکبیرات فوت ہو جائیں تو انہیں قضا کرے

دراصل نمازِ جنازہ کی زائد تکبیرات واجب اور رکوع کے قائم مقام ہیں لہٰذا اگر وہ فوت ہو جائیں تو انکی قضا لازم ہوگی اور قضا امام کی فراغت کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر سے ثابت ہے۔

(۱۷۱٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ فِی الَّذِیْ اِنْتَهٰى اِلَى الْاِمَامِ وَهُوَ فِیْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَقَدْ سَبَقَهُ الْاِمَامُ بِتَكْبِيْرَةٍ اَنَّهُ لَا يَشْتَغِلُ بِقَضَاءِ مَا سَبَقَهُ الْاِمَامُ بَلْ يُتَابِعُهُ[3]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو امام تک ایسی حالت میں پہنچا کہ وہ نمازِ جنازہ پڑھ رہا تھا اور ایک تکبیر پہلے کہہ چکا تھا کہ وہ مسبوقہ تکبیروں میں مشغول نہ ہو بلکہ امام کی اتباع کرے۔

اس روایت میں اگرچہ نہیں فرمایا کہ امام کی فراغت کے بعد قضا کرے لیکن یہ بات ہمیں حضور اکرم ﷺ کے عمومی فرمان سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں......

(۱۷۱۵) مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا الحديث (رواه مسلمؒ)[4]

یعنی جتنی نماز تمہیں مل جائے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پوری کرلو۔

اور حضرت ابراہیم نخعیؒ نے تو اس کی صراحت بھی کردی ہے۔

[1] زجاجة ص ٤٦١ [2] زاد المعاد ص ١٤١/١
[3] اوجز المسالك ص ٤٥١ [4] مسلم شريف ص ٢٢٠/١

(۱۷۱۶) عَنْ اِبْرَاهِیْمَ ؒ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا سُبِقَ الرَّجُلُ بِبَعْضِ التَّکْبِیْرِ مِنَ الْجَنَازَةِ وَ یُکَبِّرُ مَعَ الْاِمَامِ مَا اَدْرَکَ وَیَقْضِیْ مَا سُبِقَ بِهٖ

(اخرجه الحافظ ابن خسرو فی مسنده)[۱]

جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جب آدمی سے کوئی جنازے کی تکبیر نکل جائے تو جتنی امام کے ساتھ پائے وہ تکبیر کہہ لے اور جو گزر چکی ہیں انہیں قضا کر لے۔

(۱۷۱۷) وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ ؒ قَالَ اِذَا فَاتَکَ شَیْءٌ مِنَ التَّکْبِیْرِ فَبَادِرْ قَبْلَ اَنْ تُرْفَعَ وَبِهٖ نَاْخُذُ

(رواہ عبدالرزاق فی مصنفه)[۲]

جناب نخعیؒ ہی سے روایت ہے کہ جب تجھ سے کوئی تکبیر فوت ہوجائے تو جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے پہلے اسکو کہہ لے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

وضاحت: اگرچہ تکبیرات کے ساتھ دعائیں بھی فوت ہوئی ہوں لیکن اس خطرہ کی وجہ سے کہ اگر دعاؤں میں مشغول ہوگا تو جنازہ ہی اٹھالیا جائیگا اسے چاہئے کہ پے در پے تکبیریں کہہ کر سلام پھیر لے کیونکہ تکبیریں ہی واجب ہیں دعائیں صرف مسنون ہیں جن کی قضا نہیں ہوتی ہاں اگر جنازہ اٹھائے جانے کا خطرہ نہ ہو پھر تکبیروں کے ساتھ متعلق دعائیں بھی قضا کر لے۔

نمازِ جنازہ میں دعائیں آہستہ پڑھنا مسنون ہے

بوجہ اس حکم قرآنی کے......

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

کہ اپنے رب سے دعا کرو گڑ گڑا کے اور آہستہ کیونکہ وہ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور بوجہ اس روایتِ حدیث کے......

(۱۷۱۸) وَ رَوٰی اَحْمَدُ بِطَرِیْقِ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ ؓ مَا اَبَاحَ لَنَا فِیْ دُعَآءِ الْجَنَازَةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَبُوْبَکْرٍ ؓ وَّ لَا عُمَرُ ؓ وَفَسَّرَ اَبَاحَ بِمَعْنٰی قَدَّرَ وَالَّذِیْ وَقَفْتُ عَلَیْهِ اَبَاحَ اَیْ جَهَرَ (التلخیص الحبیر)[۳]

امام احمدؒ نے بطریق ابوالزبیر حضرت جابرؓ سے روایت کیا کہ ہمارے لئے نمازِ جنازہ کی دعائیں رسول اللہ ﷺ اور حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ نے کچھ مقرر نہیں کیں اباح کی تفسیر قَدَّرَ کی ہے لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں ''اَبَاحَ'' کا معنی ''جَھَرَ'' کے ہیں۔

ان تینوں حضرات نے نمازِ جنازہ میں جہر نہیں کیا پھر امت کا تعامل بھی آہستہ پڑھنے کا ہے۔

[۱] جامع المسانید ص ۴۵۰
[۲] مصنف عبدالرزاق ص ۴۸۵/۲ [۳] التلخیص الحبیر ص ۱۲۳

دعاؤں میں جہر کی بدعت

جنازہ کی دعاؤں کو جہراً پڑھنا تو مولوی عبدالوہاب ملتانی کی بدعت ہے ورنہ اس سے پہلے تمام عالم اسلام میں یہ دعائیں آہستہ پڑھی جاتی تھیں اور آہستہ پڑھنے کو ہی مسنون سمجھا جاتا تھا۔ان کے صاحبزادے مولوی عبدالستار لکھتے ہیں ''مولانا سے پہلے اہل حدیث بھی مثل احناف کے جنازہ آہستہ پڑھتے تھے مولانا (عبدالوہاب) نے جہراً جنازہ شروع کردیا اور اس مردہ سنت کو زندہ کیا تھا اب مولوی عبدالوہاب کے بیٹے مولوی عبدالستار خود اسکا اقرار کرتے ہیں کہ یہ بدعت منجملہ دوسری نو بدعات کے مولوی عبدالوہاب ہی نے جاری کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ ہم ذیل میں ناظرینِ کرام کی ازدیادِ بصیرت واطمینان قلب کیلئے بطور نمونہ کے ''مشتے از خروارے'' ان احکام کا ذکر کرتے ہیں جن کی تنفیذ مولانا مرحوم نے کی ہے۔

(١) بارہ تکبیروں کیساتھ کھلے میدان میں نمازِ عیدین ادا کرنا۔

(٢) عورتوں کا عیدگاہ میں لیجانا۔

(٣) جمعہ کے خطبہ میں سامعین کی زبان میں وعظ ونصیحت کرنا۔

(٤) نمازِ جنازہ میں دعائیں اور قرأت اونچی آواز سے پڑھنا۔

(٥) عورت مطلقہ مظلومہ کی رہائی کرانا۔

(٦) جمعہ کی صرف ایک اذان کہلانا۔

(٧) گائے کی قربانی کرنا۔

(٨) کلمۂ توحید صرف لا الہ الا اللہ ہے۔

(٩) مسئلہ اکراہ۔

(١٠) مسئلہ امارت۔

تلک عشرۃ کاملۃ [1]

اس کے بدعت ہونے پر غیر مقلدین کے فتاوی ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ شوکانی کا فتوی

وَ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ اِلٰى اَنَّهٗ لَا يُسْتَحَبُّ الْجَهْرُ فِیْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَتَمَسَّكُوْا بِقَوْلِ ابْنِ

اور جمہور اسی طرف گئے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں جہراً پڑھنا مستحب نہیں ہے اور انہوں نے ابن عباسؓ کے سابقہ قول

[1] صحیفۃ اہل حدیث بابت ماہ ربیع الثانی ١٣٥٨ھ جلد ١٩ شمارہ نمبر ٤)

عَبَّاسِ الْمُتَقَدِّمِ لَمْ اَقْرَأْ اَیْ جَهْرًا اِلَّا لِتَعْلَمُوْا اَنَّهٗ سُنَّةٌ وَبِقَوْلِهٖ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ اُمَامَةَ سِرًّا فِیْ نَفْسِهٖ انتهی (نیل الاوطار)[1]

سے دلیل پکڑی ہے کہ میں نے تو جہراً اسلئے پڑھا ہے کہ تمہیں اسکی سنیت معلوم ہو جائے اور حدیث ابی امامہ میں جو (سرافی نفسہ) کے الفاظ آئے ہیں وہ بھی جمہور کی دلیل ہیں یعنی اپنے جی میں آہستہ پڑھ۔

ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں......

وَیُسِرُّ الْقِرَائَةَ وَالدُّعَآءَ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لَانَعْلَمُ بَیْنَ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْهِ خِلَافًا (المغنی لابن قدامة)[2]

یعنی قرأت اور دعا نمازِ جنازہ میں آہستہ پڑھے۔ ہم اہل علم میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پاتے یعنی سراً پڑھنا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔

لیکن غیر مقلدین نے اس میں اختلاف کیا ہے تو گویا وہ اہلِ علم نہیں اہلِ جہل ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری اور میاں نذیر حسین کا فتوی

ابن عباسؓ نے فاتحہ اور سورت کو اس خیال سے زور سے پڑھا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نمازِ جنازہ میں فاتحہ اور سورت کا پڑھنا سنت ہے تو اس روایت سے (جہر) بلند آواز سے پڑھنا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کچھ آگے چل کر مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ نمازِ جنازہ میں فاتحہ اور سورت جہر سے پڑھنا مستحب نہیں۔ (فتاوی نذیریه)[3]

نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا بدعت ہے

نمازِ جنازہ چونکہ خود دعا ہے اور اسکی ہر تکبیر کے بعد دعا ہے اس لئے اس سے فراغت پر دعا کی کوئی ضرورت نہیں اسی لئے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ میں سے کسی نے بھی جنازہ کے بعد اجتماعی دعا نہیں کی نہ تو صفوں کے اندر اور نہ ہی صفیں توڑ کر نہ کھڑے اور نہ ہی بیٹھ کر اگر کسی شخص کو اس کا دعوی ہو تو ثبوت اس کے ذمہ ہے دراصل جنازہ کے بعد دعا مانگنے میں وہی قباحت ہے جو جنازہ کے اندر رکوع اور سجود میں ہے یعنی میت کی عبادت یا اس سے استمداد کا اشتباہ اور اسی اشتباہ سے بچنے کیلئے نمازِ جنازہ سے رکوع اور سجدے ساقط کر دئے گئے ہیں یہ اشتباہ آنحضرت ﷺ کے جنازہ میں سب سے زیادہ ہو سکتا تھا اس لئے اس میں امامت اور اجتماعی صف بندی کا اہتمام بھی نہیں کیا گیا لوگ فرداً فرداً درود و سلام پڑھتے تھے اور چلے جاتے تھے جب یہی اشتباہ جنازہ کے بعد رفع یدین کے ساتھ اجتماعی دعا میں موجود ہے تو اس کا جواز کیسے ہو سکتا ہے جبکہ دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ یہ لوگ میت سے

[1] نیل الاوطار ص ۲۹۸/۱ [2] المغنی لابن قدامة ص ۴۸۶/۲

[3] فتاوی نذیریه ص ۲۹۸/۱ ، فتاوی نذیریه ص ۶۶۳ ، ۶۶۴ ج ۱ منقول از بارہ مسائل

اعتماد کر رہے ہیں لہٰذا جنازہ سے فراغت پر فی الفور جنازہ اٹھا کر چل دینا ہی سنت ہے وہاں دعائیں مانگنا اور قرآن وسیلہ دینا یا کوئی دوسرا حیلہ کرنا سب بدعات ہیں دعا کے بدعت ہونے پر فقہاء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

فقہائے احناف کے فتوے

شارح مشکوٰۃ شریف حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وَلَا یَدْعُوْا لِلْمَیِّتِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّہٗ یُشْبِہُ الزِّیَادَۃَ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ (مرقات)[1]

یعنی نمازِ جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا نہ کی جائے کیونکہ یہ نمازِ جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

امام ابوبکر بن حامد حنفی لکھتے ہیں۔

اِنَّ الدُّعَآءَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ مَکْرُوْہٌ (محیط باب الجنائز)[2]

یعنی نمازِ جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

امام شمس الائمہ حلوانی لکھتے ہیں۔

لَا یَقُوْمُ الرَّجُلُ بِالدُّعَآءِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ (قنیہ ص ۹۶)[3]

یعنی آدمی نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کیلئے کھڑا نہ ہو۔

علامہ سراج الدین حنفی کا فرمان ہے۔

اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ لَا یَقُوْمُ بِالدُّعَآءِ (فتاوی سراجیہ)[4]

یعنی جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہو تو دعا نہ کرے۔

امام کروری حنفی کا ارشاد ہے۔

لَا یَقُوْمُ الرَّجُلُ بِالدُّعَآءِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّہٗ دَعَا مَرَّۃً (فتاوی بزازیۃ)[5]

یعنی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کیلئے نہ ٹھہرے کیونکہ اسنے ایک دفعہ دعا مانگ لی ہے۔ (یعنی نماز کے اندر)

علامہ ابن نجیم کا فتویٰ ہے۔

وَلَا یَدْعُوْا بَعْدَ التَّسْلِیْمِ (بحر الرائق)[6]

یعنی نمازِ جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے۔

[1] مرقات ص ۲۱۹ ج ۲، راہ سنت ص ۱۹۶

[2] راہ سنت ص ۱۹۶   ۳ تا ۶ بحوالہ سابقہ

حضرت مجدد صاحب اوران کے صاحبزادے خواجہ معصومؒ کا فتویٰ

حضرت خازن الرحمۃ نے نمازِ جنازہ کی امامت کی کیونکہ یہی آنجناب کے منتخب کردہ امام تھے نماز کے بعد دعا کیلئے توقف نہیں کیا کہ سنتِ نبوی اقتضا نہیں کرتی۔ (روضة القيومية)[۱]

وضاحت: خازن الرحمۃ سے مراد حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے صاحبزادے ہیں تو گویا مجدد صاحب اور انکے صاحبزادے دونوں دعا بعد الجنازہ کو خلافِ سنت سمجھتے تھے اور کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں فقہاء کی تصریحات بیشمار ہیں طوالت کے خوف سے ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں کوئی یہ نہ کہے کہ حدیث تو کوئی پیش نہیں کی تو واضح ہو کہ حدیث میں نفی اس چیز کی ہوتی ہے جس کا وجود یا امکان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہو یہ بدعت تو کئی سو سال بعد میں پیدا ہوئی ہے اس کی ممانعت کیلئے حدیث کا مطالبہ بالکل لغو ہے جب اس کا بدعت ہونا ثابت ہو گیا تو پھر حدیث سے نفی ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اس کا بدعت ہونا ہی ممانعت کیلئے کافی ہے۔

جنازہ اٹھانے کا طریقہ اور اسکی فضیلت

(۱۷۱۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةً فَلْيَحْمِلْ بِجَوَانِبِ السَّرِيْرِ كُلِّهَا فَاِنَّهَا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ اِنْ شَآءَ فَلْيَتَطَوَّعْ وَاِنْ شَآءَ فَلْيَدَعْ (رواه ابن ماجة)[۲]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے اسے چاہئے کہ اس کے تمام پایوں کو کندھا دے اس لئے کہ یہی سنت ہے پھر اگر چاہے تو نفلی طور پر اٹھائے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(۱۷۲۰) عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِؓ قَالَ مِنْ تَمَامِ اَجْرِ الْجَنَازَةِ اَنْ تُشَيِّعَهَا مِنْ اَهْلِهَا وَاَنْ تَحْمِلَ بِاَرْكَانِهَا الْاَرْبَعَةِ وَاَنْ تَحْثُوَ فِی الْقَبْرِ (رواه ابن ابی شيبةؒ)[۳]

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ جنازے کا پورا اجر اس طرح ملتا ہے کہ تو اس سے اس کے گھر سے وداع کرے اور اسکے چاروں پایوں کو اٹھائے اور اسکی قبر میں مٹی کی مٹھیاں ڈال دے۔

(۱۷۲۱) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ جَوَانِبَ السَّرِيْرِ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ اَرْبَعِيْنَ كَبِيْرَةً (رواه الطبرانی فی الاوسط)[٤]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جنازہ کے چاروں پایوں کو اٹھایا اللہ تعالیٰ اسکے چالیس بڑے گناہ معاف کر دیں گے۔

[۱] روضة القيوميه ص ۲۷٦ [۲] آثار السنن ص ۲۷٤
[۳] آثار السنن ص ۲۷٤ [٤] ... ماجة ص ٤٧١

جنازہ کے پیچھے چلنا

(۱۷۲۲) عَنْ طَاؤسٍ قَالَ مَشٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی مَاتَ اِلَّا خَلْفَ الْجَنَازَةِ (رواہ عبدالرزاق)[۱]

جناب طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہونے تک جنازہ کے پیچھے ہی چلتے تھے۔

(۱۷۲۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَلَا تُتْبَعُ لَیْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا (رواہ الترمذیؒ)[۲]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنازہ آگے رہنے کیلئے ہے نہ کہ پیچھے، جو اس سے آگے بڑھ جائے وہ اسکے ساتھ نہیں سمجھا جائیگا۔

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر بدعت اور خاموشی مسنون ہے

(۱۷۲٤) عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الصَّمْتَ عِنْدَ ثَلَاثٍ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَعِنْدَ الزَّحْفِ وَ عِنْدَ الْجَنَازَةِ (تفسیر ابن کثیر)[۳]

حضرت زید بن ارقمؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین مواقع میں خاموشی کو پسند کرتے ہیں تلاوتِ قرآن کے وقت، قتالِ کفار کے وقت اور جنازہ کے ساتھ۔

(۱۷۲۵) وَعَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادَةَؓ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکْرَهُوْنَ الصَّوْتَ عِنْدَ ثَلَاثٍ اَلْجَنَائِزِ وَالْقِتَالِ وَالذِّکْرِ (بحرالرائق)[٤]

حضرت قیس بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین مواقع میں آواز کو مکروہ جانتے تھے جنازے کے ساتھ، لڑائی کے وقت اور ذکر کے وقت۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وَعَلٰی مُتَّبِعِی الْجَنَازَةِ الصَّمْتُ وَیَکْرَہُ لَهُمْ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ وَقِرَائَةِ الْقُرْاٰنِ (فتاوی عالمگیری)[٥]

جنازہ کیساتھ چلنے والے پر خاموشی لازم ہے ان کیلئے بلند آواز سے ذکر کرنا یا جہراً قرآن پڑھنا منع ہے۔

[۱] زجاجة ص٤٦٨ [۲] زجاجة ص٤٩٨ [۳] تفسیر ابن کثیر ص٢١٦ ج٢ [٤] راہ سنت ص٢٠٧ [٥] راہ سنت ص٢٠٧

جنازہ کے پیچھے چلنا

(١٧٢٢) عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ مَشٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی مَاتَ اِلَّا خَلْفَ الْجَنَازَةِ (رواہ عبدالرزاق)١

جناب طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہونے تک جنازہ کے پیچھے ہی چلتے تھے۔

(١٧٢٣) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَلَا یُتْبَعُ لَیْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا (رواہ الترمذیؒ)٢

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنازہ آگے رہنے کیلئے ہے نہ کہ پیچھے، جو اس سے آگے بڑھ جائے وہ اسکے ساتھ نہیں سمجھا جائیگا۔

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر بدعت اور خاموشی مسنون ہے

(١٧٢٤) عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الصَّمْتَ عِنْدَ ثَلَاثٍ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَعِنْدَ الزَّحْفِ وَ عِنْدَ الْجَنَازَةِ (تفسیر ابن کثیر)٣

حضرت زید بن ارقمؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین مواقع میں خاموشی کو پسند کرتے ہیں تلاوتِ قرآن کے وقت، قتالِ کفار کے وقت اور جنازہ کے ساتھ۔

(١٧٢٥) وَعَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکْرَهُوْنَ الصَّوْتَ عِنْدَ ثَلَاثٍ اَلْجَنَائِزِ وَالْقِتَالِ وَ الذِّکْرِ (بحر الرائق)٤

حضرت قیس بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین مواقع میں آواز کو مکروہ جانتے تھے جنازے کے ساتھ، لڑائی کے وقت اور ذکر کے وقت۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔

وَعَلٰی مُتَّبِعِی الْجَنَازَةِ الصَّمْتُ وَیَکْرَهُ لَهُمْ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ وَقِرَائَةِ الْقُرْاٰنِ (فتاوی عالمگیری)٥

جنازہ کیساتھ چلنے والے پر خاموشی لازم ہے ان کیلئے بلند آواز سے ذکر کرنا یا جہراً قرآن پڑھنا منع ہے۔

١ زجاجة ص٤٦٨ ٢ زجاجة ص٤٩٨ ٣ تفسیر ابن کثیر ص٢١٦ ج٢ ٤ راہ سنت ص٢٠٧ ٥ راہ سنت ص٢٠٧

عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روکا جائے

(۱۷۲۶) عَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ الْوَدَاعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِیْ جَنَازَةٍ فَرَاٰی اِمْرَاَةً فَاَمَرَ بِهَا فَطُرِدَتْ فَلَمْ يُكَبِّرْ حَتّٰى لَمْ يَرَهَا

(رواه ابو محمد البخاری فی مسنده) ۱

حضرت ابوعطیہ وداعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازے کے ساتھ نکلے تو آپ نے ایک عورت کو دیکھا آپ نے اسکے متعلق حکم دیا تو وہ روک دی گئی آپ نے اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جب تک وہ نظروں سے غائب نہ ہوگئی۔

(۱۷۲۷) عَنْ نَافِعٍ قَالَ خَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَنَا مَعَهٗ عَلَى الْجَنَازَةِ فَرَاٰی مَعَهَا نِسَآءً فَوَقَفَ ثُمَّ قَالَ رُدَّهُمْ فَاِنَّهُنَّ فِتْنَةُ الْحَیِّ وَالْمَيِّتِ ثُمَّ مَشٰى خَلْفَهَا فَقُلْتُ يَا اَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ ! كَيْفَ الْمَشْیُ فِی الْجَنَازَةِ اَمَامَهَا اَمْ خَلْفَهَا فَقَالَ اَمَا تَرٰی اَمْشِیْ خَلْفَهَا (رواه الطحاوی) ۲

جناب نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جنازہ کیلئے نکلے اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھا اچانک آپ نے اسکے ساتھ عورتوں کو دیکھا تو آپ ٹھہر گئے اور مجھے فرمایا کہ انکو روک دے اسلئے کہ یہ زندوں کیلئے بھی فتنہ ہیں اور مردوں کیلئے بھی پھر چل پڑے اور پیچھے پیچھے چلے میں نے عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن! جنازے میں کیسے چلنا چاہئے اس کے آگے یا پیچھے فرمایا تو نہیں دیکھ رہا میں پیچھے پیچھے چل رہا ہوں۔

امام صاحب کا لطیفہ اور فتویٰ

قاضی شریک کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اتفاق سے بنی ہاشم کے سرداروں میں کسی سردار کے بیٹے کے جنازہ میں سفیان ثوری، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ابوالاحوص مندل، حبان اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اکٹھے ہوگئے انکے علاوہ جنازہ میں دیگر اکابر علماء فقہاء اور رؤسائے شہر بھی شریک تھے کہ اچانک جنازہ رک گیا اور لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ جنازہ کس وجہ سے رکا ہے تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ لڑکے (میت) کی ماں بے چین ہوکر جنازے کے پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے اس نے اپنا دوپٹہ جنازہ پر ڈال دیا اور اس کا سر ننگا ہے یہ عورت بھی کوئی معمولی عورت نہیں ہاشمی خاندان سے تعلق رکھنے والی شریف زادی ہے جب میت کے باپ یعنی اس کے خاوند کو علم ہوا کہ میری بیوی ننگے سر جنازہ کے پیچھے چلی آرہی ہے جس میں خاندان کی فضیحت اور رسوائی ہے تو اس نے پکار کر بیوی کو کہا کہ واپس لوٹ جا مگر عورت نے واپس جانے سے انکار کر دیا اس پر خاوند نے بحلف پکار کر کہا اگر تو یہیں سے واپس

۱ جامع المسانید ص۴۴۶ ۲ زجاجة ص۴۶۹

دی گئی تو تجھ پر طلاق بیوی نے بھی جواباً حلف اٹھالیا میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گی جب تک اس پر جنازہ نہ پڑھ لوں جبکہ جنازہ تو آگے جاکر قبرستان میں ہونا تھا اور یہ بھی کہا کہ ورنہ میرے جتنے غلام ہیں سب آزاد ہیں۔ بڑا پیچیدہ مسئلہ بن گیا سب لوگ حیران اور پریشان جنازہ زمین پر رکھے کھڑے ہیں کہ کیا کریں اگر آگے چلتے ہیں تو بیوی کو طلاق کیونکہ وہ آگے جانے پر بضد ہے اس جنازے میں بڑے بڑے فقہاء اور محدثین شریک تھے سب دم بخود تھے کیا کریں میت کے باپ کی نظر امام صاحب پہ پڑی تو اسنے کہا یا امام ہماری مدد کیجئے، ہمیں تو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ اس مشکل سے کیسے نکلیں امام صاحب آگے بڑھے اور میت کی ماں سے دریافت کیا کہ تو نے کسطرح حلف اٹھایا ہے عورت نے ساری بات دہرادی پھر اسکے خاوند سے پوچھا تیرا حلف کس طرح ہے اسنے حلف کے الفاظ دہرائے امام صاحب نے صورتِ مسئلہ سے آگاہ ہوتے ہی بلا تامل فرمایا کہ جنازہ کی چارپائی رکھ دو اور نمازِ جنازہ کیلئے صفیں درست کرلو اور جنازہ گاہ کے بجائے یہیں جنازہ پڑھ لو لوگوں نے جنازہ رکھ کر صفیں باندھ لیں او ورمیت کے باپ نے آگے بڑھ کر جنازہ پڑھایا نمازِ جنازہ سے فارغ ہونیکے بعد امام صاحب نے فرمایا کہ لو اب اسے تدفین کیلئے قبرستان لے چلو اور اس عورت سے فرمایا کہ اب تم یہیں سے واپس چلی جاؤ تم دونوں قسم سے بری ہو چکے ہو کیونکہ تو نے جنازہ پڑھ لیا ہے اور تو یہیں سے واپس ہو رہی ہے اسلئے خاوند کا حلف بھی پورا ہو گیا ہے ابن شبرمہ نے امام صاحب کی ذہانت اور سریع الفہمی دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے۔ ''عَجَزَتِ النِّسَآءُ اَنْ یَّلِدْنَ مِثْلَکَ'' کہ عورتیں تیرے جیسا جننے سے عاجز ہیں۔ خدا بھلا کرے تیرے لئے علمی مشکلات کے حل میں کوئی کلفت نہیں۔[1]

جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر نہ چلیں

(۱۷۲۸) عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَةٍ فَرَاٰی نَاسًا رُکْبَانًا فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْیُوْنَ اِنَّ مَلَائِکَةَ اللّٰہِ عَلٰی اَقْدَامِھِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰی ظُھُوْرِ الدَّوَآبِّ (رواہ الترمذیؒ)[2]

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سواریوں پہ دیکھا فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی اللہ تعالیٰ کے فرشتے تو پیدل چل رہے ہیں اور تم سواریوں کی پشت پر۔

بچہ مردہ پیدا ہو تو اسکا جنازہ نہ پڑھا جائے

(۱۷۲۹) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَایُصَلّٰی عَلَیْہِ وَلَایَرِثُ وَلَایُوْرَثُ حَتّٰی یَسْتَھِلَّ (رواہ الترمذیؒ)[3]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بچہ اگر آواز نہ نکالے تو اسکی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے نہ وارث ہو گا اور نہ کوئی اسکا وارث ہو گا۔

[1] عقود الجمان ص ۲۵۷

[2] زجاجة ص ۴۷۰ [3] مشکوۃ شریف ص ۱۴۸

(۱۷۳۰) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي السَّقْطِ لَايُصَلّٰى عَلَيْهِ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ فَإِذَا اسْتَهَلَّ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَعَقَلَ وَوَرِثَ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَهِلَّ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ وَلَمْ يُوْرَثْ وَلَمْ يَعْقِلْ

(نصب الراية)[1]

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ناتمام پیدا ہونیوالے بچے کے متعلق فرماتے تھے کہ اسپر نماز نہیں پڑھی جائیگی جب تک کہ وہ آواز نہ نکالے پس اگر رونے کی آواز نکالے تو اسپر نماز پڑھی جائیگی اور تاوان برداشت کریگا اور وہ وارث ہوگا لیکن اگر آواز نہ نکالے تو نہ اسپر نماز پڑھی جائیگی نہ وارث ہوگا اور نہ تاوان بھریگا۔

جب تک جنازہ کندھوں پر ہو بیٹھنا مناسب نہیں

(۱۷۳۱) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَاتُجَالِسُوْا حَتّٰى تُوْضَعَ

(رواه ابوداؤد وفی رواية حتى توضع بالارض)[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازے کے ساتھ جاؤ تو جب تک وہ زمین پہ رکھا نہ جائے مت بیٹھو۔

تنبیہ: یہودی لوگ اس وقت تک نہیں بیٹھتے جب تک میت لحد میں اتار نہ دی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان کی مخالفت کرو یعنی زمین پر رکھنے کے بعد کھڑے نہ رہو بلکہ بیٹھ جایا کرو ہاں یہ جائز نہیں کہ جنازہ تو کندھوں پر ہو اور تم بیٹھ جاؤ۔

قبر بغلی بنانا سنت ہے

(۱۷۳۲) عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ هَلَكَ فِيْهِ اَلْحِدُوْا لِيْ لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[3]

جناب عامر بن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا کہ میرے لئے لحدی قبر بنانا اور اسپر کچی اینٹیں نصب کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا۔

[1] نصب الراية ص۲۷۸ [2] زجاجة ص۴۵۷

[3] زجاجة ص۲۷۲

(۱۷۳۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا (رواہ اصحاب السنن الاربعة) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يُلْقٰى تَحْتَ الْمَيِّتِ فِى الْقَبْرِ شَيْءٌ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لحد ہمارے لئے ہے اور شق غیروں کیلئے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ قبر میں میت کے نیچے کچھ بچھایا جائے۔

قبر کو گہری اور وسیع کھودا جائے

(۱۷۳٤) عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ اُحُدٍ اِحْفِرُوْا وَاَوْسِعُوْا وَ اَعْمِقُوْا وَاَحْسِنُوْا وَادْفِنُوا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ قَدِّمُوْا اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا (رواہ احمد والترمذی)[1]

حضرت ہشام بن عامرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن فرمایا کہ قبر کو کھودو اور وسیع کرو گہری کھودو اچھی صاف ستھری بناؤ اور ایک ایک قبر میں دو دو اور تین تین میتیں دفناؤ اور جسے زیادہ قرآن یاد ہو اسے اگلی طرف رکھ دو۔

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ قبر گہری وسیع اور صاف ستھری ہونی چاہئے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ اگر میتیں بہت زیادہ ہوں اور ہر ایک کیلئے قبریں الگ الگ کھودنی مشکل ہوں تو قبریں کھلی کھلی بنا کر ان میں ایک ایک کی بجائے کئی کئی میتیں دفنائی جائیں جیسے شہداءِ احد کے ساتھ کیا گیا ہے۔

میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارا جائے اور قبلہ رخ ہی لٹایا جائے

(۱۷۳۵) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُخِذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَاسْتُقْبِلَ اِسْتِقْبَالًا (رواہ ابن ماجة)[2]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قبلہ کی طرف سے سے قبر میں اتارا گیا اور قبلہ رخ لٹایا گیا۔

یعنی بائیں پہلو کے نیچے ٹیک لگا کر رخ قبلہ کی طرف کر دیا گیا۔

(۱۷۳٦) وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ......عَنْ بُرَيْدَةَؓ قَالَ اُلْحِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُخِذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَنُصِبَ عَلَيْهِ اللَّبِنُ نَصْبًا (رواہ امامنا ابوحنیفةؒ)[3]

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لحد بنائی گئی اور آپ کو قبلہ کی طرف سے اندر اتارا گیا اور اس پر کچی اینٹیں لگائی گئیں۔

[1] زجاجة ص٤٧٣ [2] زجاجة ص٤٧٤ [3] بحوالہ سابقہ

(۱۷۳۷) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ سَاَلَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالُوْا تُوُفِّیَ وَاَوْصٰی اَنْ یُّوَجَّهَ اِلَی الْقِبْلَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصَابَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ ذَهَبَ فَصَلّٰی عَلَیْهِ (رواہ الحاکم فی المستدرک)[1]

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ نے براء بن معرور کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو فوت ہوگئے ہیں اور اس نے وصیت کی تھی کہ مجھے قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے آپ نے فرمایا کہ اس نے فطرت کو پالیا پھر آپ نے جا کر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

دائیں پہلو پر لٹا کر قبلہ رخ کرنے کی تصدیق مزید اگلی احادیث میں دیکھئے۔

(۱۷۳۸) رُوِیَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْکَبَائِرُ قَالَ هِیَ تِسْعٌ فَذَکَرَ مِنْهَا اِسْتِحْلَالُ الْبَیْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِکُمْ اَحْیَاءً وَّاَمْوَاتًا (رواہ ابوداؤد والنسائی بحوالہ احسن الفتاوی)[2]

روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کبائر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ نو ہیں ان میں سے ایک بیت اللہ کو حلال کرلینا جو تمہاری زندگی اور موت دونوں حالتوں میں قبلہ ہے۔

(۱۷۳۹) بِذَالِكَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا لَمَّا مَاتَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ یَا عَلِیُّ! اِسْتَقْبِلْ بِهِ الْقِبْلَةَ اِسْتِقْبَالًا وَّقُوْلُوْا جَمِیْعًا بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَضَعُوْهُ لِجَنْبِهٖ وَلَاتَکُبُّوْهُ عَلٰی وَجْهِهٖ وَلَاتُلْقُوْهُ عَلٰی ظَهْرِهٖ (کذا فی الجوہرہ احسن الفتاوی)[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا ہے کہ اے علی! اسے اچھی طرح قبلہ رخ کر دینا اور سب دفنانے والے "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھنا اور اسے پہلو پر لٹانا اور اسے اوندھے منہ نہ لٹانا اور نہ ہی پشت پر چت لٹانا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حیاً میتاً قبلہ رخ ہونا صحیح انسانی فطرت ہے لہٰذا میت کا بایاں پہلو اونچا کر کے اسے قبلہ رخ کر دیا جائے تو یہ مسنون بھی ہے اور فطرت کے مطابق بھی، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو زندگی میں قبلہ رخ ہونا نصیب نہیں ہوتا وہ فطرتِ انسانی سے ہٹے ہوئے ہیں۔

[1] مستدلات ص۱۶۳

[2] ابو داؤد ص۲/۴۱ ، نسائی شریف ص۲/۱۹۴ ، احسن الفتاوی ص۴/۲۳۵

[3] احسن الفتاوی ص۴/۲۳۵

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کی آخری برکات

حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ میں نے وفات کے دن اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر پر رکھ دیا اس دن کے بعد سے کئی ہفتوں تک میرے اس ہاتھ سے مشک کی خوشبو آتی رہی حالانکہ میں ہر کھانے کے وقت اور ویسے وضو کے وقت پابندی سے اپنا ہاتھ دھویا کرتی تھی۔ اور شواہد النبوت میں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کا حافظہ اور فہم کس طرح اچھا ہو گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو غسل دیا تو آپکی پلکوں میں جو پانی کھڑا ہو گیا تھا میں نے اس کو اپنی زبان سے چوس لیا اس چیز کو میں اپنے حافظہ اور فہم کی زیادتی کا سبب جانتا ہوں۔ (از مظاہر حق جدید ص ٥٦٨)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے بارے میں مختلف روایتیں منقول ہیں لیکن صحیح روایت جو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو تین سوتی کپڑوں میں کفنایا گیا تھا اور ان میں کرتا اور عمامہ نہیں تھا۔ جمہور علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی بنا پر حنفیہ کے نزدیک تین کپڑوں یعنی ازار، کفنی اور اوپر کی بڑی چادر کا کفن ہی مستحب ہے۔

آپ کی نمازِ جنازہ باجماعت نہیں ہوئی یہ صورت اختیار کی گئی تھی کہ جسدِ اطہر کو نہلا اور کفنا کر حجرۂ مبارک میں تدفین کی جگہ پر رکھ دیا گیا تھا تو لوگ ٹولیوں کی صورت میں اندر آتے تھے اور دعا وغیرہ پڑھ کر باہر نکل جاتے تھے اسی طرح پہلے مردوں اور پھر عورتوں اور پھر بچوں نے علیحدہ علیحدہ نماز یا دعا پڑھی جہاں آپ کی روح مبارک نے حجرۂ عائشہ میں پرواز کی تھی وہیں آپ کی قبر بنا کر آپ کو دفن کر دیا گیا آپ کی قبر مبارک لحد دار اور کوہان کی طرح تھی۔ آپ کی وفات بروز پیر اور تدفین بدھ کی شب میں ہوئی اسی حجرۂ عائشہ پر بعد میں کسی بادشاہ نے گنبد بنوا دیا جسے آج گنبدِ خضراء کہتے ہیں ہمارے نزدیک لحد شریف کی وہ مٹی جو جسدِ اطہر سے لگی ہوئی ہے مرتبے میں عرشِ اعظم سے بلند تر ہے۔ (بعضه مقتبس از مظاہر حق جدید ص٥٦٨)

صلی اللہ علیہ وعلی ضریحہ وعلی قبتہ الف الف صلوۃ وسلام

قبر میں کفن سے زائد کوئی چیز نہ رکھی جائے

(١٧٤٠) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جُعِلَ فِیْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَطِیْفَةٌ حَمْرَآءُ (رواه مسلم و مشکوٰة شریف باب دفن المیت)[1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک میں ایک سرخ چادر رکھی گئی تھی۔

یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام شقران نے جذبات سے مغلوب ہو کر رکھدی تھی تا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے استعمال میں نہ آئے اور یہ صحیح ہے کہ اسی وقت اس چادر کو نکال بھی لیا گیا تھا۔ یعنی شقران نے رکھدی تھی دوسرے لوگوں نے ... کر نکال دی تھی حافظ عراقی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے قصیدے میں کہا ہے۔

وَفُرِشَتْ فِیْ قَبْرِہٖ قَطِیْفَةٌ  وَقِیْلَ اُخْرِجَتْ ھٰذَا اَثْبَتْ

یعنی آپ کی قبر میں سرخ چادر رکھی تو گئی تھی لیکن روایت ہے کہ اس کو نکال لیا گیا تھا اور یہی بات ثابت ہے لہٰذا کوئی بہت ... ہو یا بد اسکی قبر میں کوئی چیز نہیں رکھنی چاہیئے خواہ وہ قرآن پاک ہو عہد نامہ یا کوئی اور دعا یا بستہ یا چراغ یا کوئی اور چیز، ہر چیز مکروہ ممنوع ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چادر کی اجازت نہیں دی گئی تو کوئی بھی اور شخصیت ان سے زیادہ مکرم نہیں ہے۔

میت کو قبر میں اتارنے کی دعا

(۱۷٤۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا وُضِعَ الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

(رواہ ابوداؤد)[۱]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تھے تو کہا کرتے تھے "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ" یعنی اللہ کے نام کیساتھ اور رسول اللہ کے دین پر اسے قبر میں لٹاتا ہوں۔

(۱۷٤۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَیِّتُ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

(رواہ احمد والترمذی وغیرہ)[۲]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تھے تو کہا کرتے تھے "بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ" یعنی اللہ کے نام اور اور اسکی توفیق کے ساتھ اور رسول اللہ کے دین پر اسے قبر میں لٹاتا ہوں۔

لحد کو سرکنڈے سے ڈھانپنا

(۱۷٤۳) عَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جُعِلَ عَلٰی لَحْدِہٖ طَنُّ قَصَبٍ

(رواہ ابن ابی شیبة)[۳]

جناب شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لحد پر سرکنڈوں کا گٹھا رکھا گیا تھا۔

[۱] آثار السنن ص ۲۷٦ [۲] زجاجة ص ٤٧٥

[۳] مصنف ابن ابی شیبة ص ۳/۳۳۳

میت کو قبر میں لٹا کر کفن کے بند کھول دیے جائیں

(١٧٤٤) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُثْمَانُ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ مَاتَ ابْنُ السَّمُرَةِ فَقَالَ انْطَلِقْ بِهٖ اِلٰى حُفْرَتِهٖ فَاِذَا وَضَعْتَ فِىْ لَحْدِهٖ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَطْلِقْ عُقْدَةَ رَاْسِهٖ وَعُقْدَةَ رِجْلَيْهِ (رواه البیہقی)[1]

فرمایا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک بیٹا فوت ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے قبرستان لے جاؤ جب اسے قبر میں رکھو تو پڑھو "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور پھر اسکے سر اور پاؤں کے بند کھول دو۔

ہر کوئی مٹی کی کم از کم تین لپیں ضرور ڈالے

(١٧٤٥) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ ثُمَّ اَتَى الْقَبْرَ فَحَثٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ ثَلَاثًا (رواه ابن ماجة)[2]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی پھر اسکی قبر پہ تشریف لاکر سرہانے کیطرف سے اس پر تین لپیں ڈالیں۔

(١٧٤٦) وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَثٰى عَلَى الْمَيِّتِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا وَاِنَّهٗ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ (رواه فی شرح السنة)[3]

جناب جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میت پر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین مٹھی مٹی کی ڈالیں اور آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر کنکریاں ڈالیں۔

قبر کو کوھان دار بنایا جائے

(١٧٤٧) عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ رَاَى قَبْرَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا[4]

جناب سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کوہان جیسی ہی دیکھا۔

[1] بیہقی ص ٤٠٧/٣ [2] زجاجة ص ٤٧٥
[3] زجاجة ص ٤٧٥ [4] زجاجة ص ٤٧٢

میت کو قبر میں لٹا کر کفن کے بند کھول دئے جائیں

(۱۷۴۴) عَنْ عُتْبَةَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُثْمَانُ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ مَاتَ ابْنُ السَّمُرَةِ فَقَالَ انْطَلِقْ بِهِ إِلٰى حُفْرَتِهِ فَإِذَا وَضَعْتَ فِىْ لَحْدِهِ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَطْلِقْ عُقْدَةَ رَأْسِهِ وَعُقْدَةَ رِجْلَيْهِ (رواه البیہقی)[1]

فرمایا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک بیٹا فوت ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے قبرستان لے جاؤ جب اسے قبر میں رکھو تو پڑھو "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور پھر اسکے سر اور پاؤں کے بند کھول دو۔

ہر کوئی مٹی کی کم از کم تین لپیں ضرور ڈالے

(۱۷۴۵) عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ ثُمَّ أَتَى الْقَبْرَ فَحَثٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ ثَلَاثًا (رواه ابن ماجة)[2]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی پھر اسکی قبر پہ تشریف لاکر سرہانے کیطرف سے اس پر تین لپیں ڈالیں۔

(۱۷۴۶) وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَثٰى عَلَى الْمَيِّتِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا وَأَنَّهُ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ (رواه فى شرح السنة)[3]

جناب جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میت پر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین مٹھی مٹی کی ڈالیں اور آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر کنکریاں ڈالیں۔

قبر کو کوھان دار بنایا جائے

(۱۷۴۷) عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا[4]

جناب سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کوہان جیسی بنی دیکھا۔

---

[1] بیہقی ص ۴۰۷/۳ [2] زجاجة ص ۴۷۵

[3] زجاجة ص ۴۷۵ [4] زجاجة ص ۴۷۲

(۱۷۴۸) وَعَنْهُ دَخَلْتُ الْبَيْتَ الَّذِیْ فِيْهِ قَبْرُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ مُسَنَّمَةً (رواه ابن ابی شیبة)[1]

انہی سے روایت ہے کہ میں اس مکان میں داخل ہوا جس میں نبی کریم ﷺ کی قبر شریف ہے تو میں نے نبی ﷺ کی اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوہان دار بنی ہوئی دیکھیں۔

(۱۷۴۹) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْ رَاٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ مُسَنَّمَةً وَعَلٰی قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَرًا اَبْيَضَ[2]

جناب ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ میرے پاس حدیث بیان کی اس شخص نے جس نے نبی ﷺ اور حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ کی قبروں کو کوہان دار دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کی قبر پر سفید مٹی کے ڈھیلے دیکھے۔

قبر ایک بالشت سے اونچی نہ کی جائے

(۱۷۵۰) عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّهْ اِكْشِفِیْ لِیْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَكَشَفَتْ لِیْ عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُوْرٍ لَا مُشْرِفَةٍ وَّلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَآءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ (رواہ ابوداؤد)[3]

جناب قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے عرض کیا امی جی مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپکے صاحبین کی قبریں کھول کر دکھاؤ تو انہوں نے دروازہ کھول کر مجھے تین قبریں دکھائیں نہ وہ زیادہ بلند تھیں اور نہ ہی زمین کیساتھ چپکی ہوئیں جن پہ سرخ میدان کی کنکریاں ڈالی ہوئی تھیں۔

(۱۷۵۱) عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰی قَبْرِ ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبًا (رواه الشافعی واسناده صحيح مرسل جيد)[4]

جناب جعفر بن محمدؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر کنکریاں ڈالیں۔

(۱۷۵۲) وَعَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰی قَبْرِهِ الْمَآءَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ

حضرت جعفر ہی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انکی (حضرت ابراہیم کی) قبر پر پانی

[1] زجاجة ص۴۷۲ [2] جامع المسانید ص۴۵۴
[3] مسلم شریف ۳۱۲ [4] آثار السنن ص۲۷۷

(۱۷۴۸) وَعَنْهُ دَخَلْتُ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ مُسَنَّمَةً (رواه ابن ابی شیبة)[1]

انہی سے روایت ہے کہ میں اس مکان میں داخل ہوا جس میں نبی کریم ﷺ کی قبر شریف ہے تو میں نے نبی ﷺ کی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوہان دار بنی ہوئی دیکھیں۔

(۱۷۴۹) وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ مُسَنَّمَةً وَعَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَرًا اَبْيَضَ[2]

جناب ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ میرے پاس حدیث بیان کی اس شخص نے جس نے نبی ﷺ اور حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں کو کوہان دار دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کی قبر پر سفید مٹی کے ڈھیلے دیکھے۔

قبر ایک بالشت سے اونچی نہ کی جائے

(۱۷۵۰) عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّهْ اِكْشِفِيْ لِيْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَكَشَفَتْ لِيْ عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُوْرٍ لَا مُشْرِفَةٍ وَّلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ (رواه ابوداؤد)[3]

جناب قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے عرض کیا امی جی مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپکے صاحبین کی قبریں کھول کر دکھاؤ تو انہوں نے دروازہ کھول کر مجھے تین قبریں دکھائیں نہ وہ زیادہ بلند تھیں اور نہ ہی زمین کیساتھ چپکی ہوئیں جن پہ سرخ میدان کی کنکریاں ڈالی ہوئی تھیں۔

(۱۷۵۱) عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهِ اِبْرَاهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ (رواه الشافعی واسناده صحیح مرسل جید)[4]

جناب جعفر بن محمدؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر کنکریاں ڈالیں۔

(۱۷۵۲) وَعَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰى قَبْرِهِ الْمَاءَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ

حضرت جعفر ہی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اسکی (حضرت ابراہیم کی) قبر پر پانی

[1] زجاجة ص ٤٧٢ [2] جامع المسانيد ص ٤٥٤
[3] مسلم شريف ٣١٢ [4] آثار السنن ص ٢٧٧

حَصْبًا مِّنْ حَصْبَاءِ الْعَرْصَةِ وَرَفَعَ قَبْرَهٗ قَدْرَ شِبْرٍ (رواه البيهقي وهو مرسل)١

چھڑکا اور اس پر میدان کی کنکریوں میں سے کنکریاں ڈالیں اور اسے ایک بالشت بھر اونچا بنایا۔

(١٧٥٣) وَعَنْ اَبِی الْهَيَاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِیْ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ (رواه مسلم)٢

جناب ابوالہیاج اسدی کہتے ہیں مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا تجھے میں اس کام پر مامور نہ کروں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا یہ کہ تو جس بت یا تصویر کو دیکھے اسے مٹادے اور جو بھی تجھے اونچی قبر نظر آئے اسے برابر کردے۔

یعنی سنت کے مطابق ایک بالشت کردے تو گویا رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم چلا کر خلافِ سنت بلند و بالا بنی ہوئی تمام قبروں کو اکھڑوا کر سنت کے مطابق بنوایا تو آج بھی جو قبریں پختہ بنی ہوئی ہیں یا چبوتروں اور تابوتوں جیسی بلند و بالا اور طویل و عریض بنی ہوئی ہیں یا ان پر عمارتیں اور گنبد بنائے گئے ہیں ان سب کو توڑ کر سادہ حالت میں صرف ایک بالشت اونچی رکھنا سنتِ رسول اللہ ﷺ کا احیاء اور حضرت علی کی اتباع ہے اور ان کی غیر مسنونہ غیر شرعی صورت پر اصرار کرنا حرام کا ارتکاب اور ان دونوں حضرات کی نافرمانی ہے۔

قبر کو پختہ کرنا اور اس پر عمارت بنانا حرام ہے

(١٧٥٤) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ ٣

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے (چونہ گچ) کرنے سے اس پر عمارت بنانے اور اس کے اوپر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

(١٧٥٥) وَعَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَؒ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْخٌ لَّنَا يَرْفَعُهٗ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ تَرْبِيْعِ الْقُبُوْرِ وَتَجْصِيْصِهَا (رواه الامام محمد فی الاثار)٤

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ ہمارے ایک شیخ نے ہمارے پاس حدیث بیان کی جسے وہ نبی ﷺ تک مرفوع کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے قبروں کو مربع بنانے اور ان کو چونہ گچ کرنے سے منع کیا ہے۔

یہ احادیث مبارکہ ہمیں بتلاتی ہیں کہ بزرگوں کے مزارات جو پختہ بنائے گئے ہیں اور ان پر گنبد تعمیر کئے ہوئے ہیں یہ حکم رسالت کی صریح خلاف ورزی ہے جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں اسی طرح جو لوگ ان کے پاس مجاور بن کر بیٹھے رہتے ہیں وہ

١ آثار السنن ص٢٧٧ ٢ زجاجة ص٤٧٣
٣ زجاجة ص٤٧٢ ٤ جامع المسانيد ص٤٥٧

بھی رسول اللہ ﷺ کے باغی ہیں اسی طرح جولوگ نوراتے گذارنے اور چلہ کشی کرنے کیلئے وہاں ڈیرہ جما لیتے ہیں وہ رسالتمآب ﷺ کے نافرمان ہیں ایسے ہی وہ شخص بھی آپ کا حکم عدول ہے جو قبر کی توہین کرنے کیلئے اس کے اوپر بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام بدعات اور بدکاریوں سے بچائے اب اس معنی میں ایک اور حدیث سنیے۔

(۱۷۵۶) عَنْ اَبِیْ مَرْثَدِ الْغَنَوِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْھَا [۱]

حضرت ابو مرثد غنویؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبروں کے اوپر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

یعنی نہ تو توہین کرنے کیلئے بینچ بنا کر اوپر بیٹھو اور نہ ہی ان کی انتہائی تعظیم کرنے کیلئے ان پر مجاور بنو اور نہ ہی ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو کیونکہ اگرچہ تمہارا ارادہ ان کو سجدہ کرنے کا نہیں تب بھی دیکھنے والوں کیلئے یہ موہم شرک ہے اس لئے وہ تو یہی سمجھیں گے کہ یہ قبروں کو سجدہ کر رہا ہے۔

دفن کے بعد قبر پر اجتماعی دعا کرنا

(۱۷۵۷) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَیِّتِ وَقَفَ عَلَیْہِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْكُمْ وَاسْئَلُوْا لَہٗ بِالتَّثَبُّتِ فَاِنَّہُ الْاٰنَ یُسْئَلُ (رواہ ابوداؤد) [۲]

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب دفنِ میت سے فارغ ہوجاتے تو فرماتے کہ اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کیلئے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اسوقت اس سے سوال کیا جائیگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دفن کے بعد اجتماعی دعا آنخضرت ﷺ کی سنت ہے اور اس کے بعد کسی موقع پر کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی جائز اور مستحب ہے، صحیح مسلم ص ۳۱۳ ج ۱ کی روایت میں ہے کہ آنخضرت ﷺ نے جنت البقیع کے قبرستان میں کافی دیر تک کھڑے ہو کر اور تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ''فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ'' امام نوویؒ اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے کافی دیر تک دعا کرنے اور بار بار دعا کرنے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا استحباب ثابت ہے شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۳ اور حضرت طلحہ بن براءؓ کی قبر پر آنخضرت ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تھی جس کے الفاظ ہیں ''ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ الخ'' [۳]

[۱] زجاجة ص ۴۷۳ [۲] ابو داؤد ص ۱۰۳/۲ ، مستدلات ص ۱۷۵

[۳] اصابة ص ۲۱۸/۲

(١٧٥٨) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَبْرِ عَبْدِاللّٰهِ ذِي الْبِجَادَيْنِ وَفِيْهِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهٖ إِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ (اخرجه ابو عوانه فى صحيحه)[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالبجادین کی قبر پہ دیکھا انہیں یہ بھی ہے کہ جب آپ دفن کر کے فارغ ہوئے تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

لہٰذا قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا تو بالکل حق اور ثابت ہے لیکن اہل زمانہ کی قبر پرستی اور ایہام شرک کے پیش نظر اگر ہاتھ اٹھائے بغیر دعا کی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

تدفین کے بعد سورۂ بقرہ کا اوّل و آخر پڑھنا

(١٧٥٩) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَاتَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ إِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَاُ عِنْدَ رَاْسِهٖ بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)[2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اسے روکے نہ رکھے بلکہ قبر کی طرف اسے جلدی لیجاؤ اور اسکے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور اسکی پائینتی اسکی آخری آیات پڑھیں۔

یعنی ''الٓمّٓ'' سے ''مُفْلِحُوْنَ'' تک سرہانے اور ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ'' سے ''عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ'' تک اسکی پائینتی۔

(١٧٦٠) عَنْ عَلَاءِ بْنِ اللَّجْلَاجِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ لِيْ اَبِيْ اَللَّجْلَاجُ اَبُوْ خَالِدٍ يَابُنَيَّ إِذَا اَنَا مِتُّ فَالْحِدْنِيْ فَإِذَا وَضَعْتَنِيْ فِيْ لَحْدِيْ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثُمَّ سَنَّ عَلَيَّ التُّرَابَ سَنًّا ثُمَّ اقْرَاْ عِنْدَ رَاْسِيْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَخَاتِمَتِهَا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَالِكَ

(رواه الطبرانى فى معجمه الكبير)[3]

جناب علاء بن لجلاج کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ ابوخالد لجلاج نے فرمایا کہ بیٹا جب میں مرجاؤں تو میری لحدی قبر بنانا پھر جب مجھے لحد میں ڈالنے لگو تو کہنا ''بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' پھر میرے اوپر آہستہ آہستہ مٹی ڈال دینا پھر میرے سر کے پاس فاتحۃ الکتاب اور اسکی آخری آیات پڑھ دینا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

[1] فتح البارى ص ١١/١٢٢

[2] [illegible] ٣ [illegible] ص ١٧٥

آدمی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں کی مٹی ہوتی ہے

(۱۷۶۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ قَبْرُ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا فُلَانُ الْحَبْشِیُّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سِیْقَ مِنْ اَرْضِهٖ وَ سَمَآئِهٖ اِلٰی تُرْبَتِهِ الَّتِیْ مِنْهَا خُلِقَ (رواہ الحاکم)[1]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے تو لوگوں نے کہا کہ فلاں حبشی کی آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ یہ اپنی زمین اور اپنے آسمان سے چلایا گیا اس مٹی کی طرف جس سے وہ پیدا کیا گیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

میت پر رونا پیٹنا حرام ہے

(۱۷۶۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تَبْکُوْا عَلٰی مَوْتَاکُمْ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکَآءِ اَهْلِهٖ

(موطا امام محمد)[2]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو رویا نہ کرو اس لئے کہ میت کو اہل میت کے رونے پیٹنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

(۱۷۶۳) عَنْ عَمْرَةَ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذُکِرَ لَهَا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَآءِ الْحَیِّ فَقَالَتْ عَائِشَةُ یَغْفِرُ اللّٰهُ لِاِبْنِ عُمَرَ اَمَّا اَنَّهٗ لَمْ یَکْذِبْ وَلٰکِنْ قَدْ نَسِیَ اَوْ اَخْطَاَ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی جِنَازَةٍ یُبْکٰی عَلَیْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَیَبْکُوْنَ عَلَیْهَا وَ اِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِهَا قَالَ مُحَمَّدٌ بِقَوْلِ عَائِشَةَ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ (موطا امام محمد)[3]

حضرت عمرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں حضرت عائشہؓ سے سنا جب انکے سامنے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں مردے کو زندوں کے رونے کیوجہ سے عذاب ہوتا ہے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ حضرت ابن عمرؓ کو معاف فرمائے کہ انہوں نے جھوٹ تو نہیں بولا لیکن وہ بھول گئے یا انکو غلطی ہوئی ہے بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ کے پاس سے گزرے جسکے گھر والے اسپر رو رہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ اسپر رو رہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا۔

[1] المستدرک ص۵۹ ج۱
[2] موطا امام محمد ص۱۷۱ [3] موطا امام محمد ص۱۷۲

یعنی اہل میت کے رونے پیٹنے کیوجہ سے اگر چہ میت کو عذاب نہ بھی ہوتا ہوتا ہم رونا پیٹنا مناسب نہیں ہے اور اگر وہ رونے کی وصیت کر گیا ہو یا معلوم ہو کہ وہ رونے پیٹنے کو پسند کرتا تھا تب اسے اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا کیونکہ اس نے اپنے گھر والوں کو منع نہیں کیا۔

(۱۷٦٤) عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ لَا یَتْرُكُوْنَهُنَّ اَلْفَخْرُ فِی الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّیَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جُرْبٍ (رواہ مسلم)[1]

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں یا انکو نہیں چھوڑیں گے نام ونسب پر فخر کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا اور آپ نے فرمایا کہ نوحہ کرنیوالی یعنی آواز سے رونے پیٹنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گی کہ اسپر گندھک کا لباس ہوگا اور خارش کی قمیص ہوگی۔

نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے والوں سے برأت کا اظہار کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا......

(۱۷٦٥) لَیْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَمَنْ سَلَقَ وَمَنْ خَرَقَ (رواہ مسلم)[2]

ہم میں سے نہیں جس نے سر منڈایا اور جس نے طعنہ زنی کی اور جس نے کپڑے پھاڑے۔

(۱۷٦٦) وَرَوَتْ اِمْرَاَةٌ مِّنَ الْمُبَایِعَاتِ قَالَتْ كَانَتْ فِیْمَا اَخَذَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ اَخَذَ عَلَیْنَا اَنْ لَّا نَعْصِیَهٗ فِیْهِ اَنْ لَّا نَخْمُشَ وَجْهًا وَّلَا نَدْعُوَ وَیْلًا وَّلَا نَشُقَّ جَیْبًا وَّاَنْ لَّا نَنْشُرَ شَعْرًا وَهَلْ یُعَذَّبُ الْمَیِّتُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَیْهِ قَالَ تَعَالٰی وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (فاطر ۱۸)

فَلَا یُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَیْهِ اِلَّا اِذَا اَوْصَاهُمْ

بیعت ہونے والی ایک عورت روایت کرتی ہے کہ ہم سے نیکی میں رسول اللہ ﷺ نے عہد جولیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نیکی میں انکی نافرمانی نہیں کریں گی اور یہ کہ ہم چہرہ نہیں پیٹیں گی اور واویلا نہیں کریں گی اور گریبان نہیں پھاڑیں گی اور یہ کہ ہم اپنے بال نہیں بکھیریں گی اور میت کو عذاب ہوتا ہے اسکے اہل کے اسپر رونے کیوجہ سے جبکہ اللہ کا فرمان (کوئی بوجھ اٹھانیوالا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا) تو گھر والوں کے اسپر رونے کیوجہ سے میت کو عذاب نہیں ہاں اگر وہ وصیت کر جائے کہ مجھ پر رو دیا پیٹا جائے تو پھر عذاب ہوگا۔

[1] مسلم شریف ٦٤٤ [2] بحوالہ سابقہ

واضح ہوگیا کہ میت پر صرف آنسو بہانا جائز ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سعد بن عبادہؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ انکی عیادت کیلئے تشریف لے گئے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہمراہ تھے جب ان کے گھر داخل ہوئے تو وہ بیہوشی میں تھے آپ نے پوچھا کیا یہ ختم ہو چکے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں یارسول اللہ! رسول اللہ ﷺ رو پڑے جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے دیکھا سب کی آنکھیں بہہ پڑیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسوؤں اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا وہ تو اس پر عذاب دیتا ہے اور آپ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا، یا وہ رحم کرتا ہے۔

اگر مشرک رشتہ دار مر جائے تو کیا کرے؟

(۱۷۶۷) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ قَالَ اِذْهَبْ فَوَارِ اَبَاكَ ثُمَّ لَاتُحَدِّثَنَّ شَيْئًا حَتّٰى تَأْتِيَنِيْ فَذَهَبْتُ وَ وَارَيْتُهُ وَجِئْتُهُ فَاَمَرَنِيْ فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِيْ

(سنن ابی داؤد)[1]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپکا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا ہے تو آپ نے فرمایا اپنے باپ کو کہیں دبا دے پھر کسی سے بات نہ کرنا یہاں تک کہ میرے پاس آجائے پس میں چلا گیا اور اسپر مٹی ڈال دی پھر پلٹ کر آپکے پاس آیا تو آپکے حکم پر میں نے غسل کیا اور آپنے میرے لئے دعا فرمائی۔

یعنی مشرک کو بغیر غسل اور کفن کے دبا دینا چاہئے اور بعد میں احتیاطاً غسل بھی کر لینا چاہئے۔

ایصال ثواب

میت کو ثواب پہچانے کیلئے قرآن پاک پڑھنا، کھانا کھلانا، صدقہ کرنا، اس کی طرف سے حج کرنا یا کوئی دیگر نیک کام کرنا بلاشبہ جائز ہے اور موجب اجر و ثواب ہے جیسا کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱۷۶۸) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَمَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآئَهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلَمَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ اَبَوَيَّ شَيْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ

حضرت ابوسعید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تھے اچانک بنو سلمہ کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! والدین کیلئے میری طرف سے کوئی سلوک ایسا بھی ہے جو میں انکی موت کے بعد بھی

[1] سنن ابوداؤد ص ۲۱۴

بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحْمَةِ الَّتِىْ لَاتُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا (رواه ابوداؤد وابن ماجة)[۱]

کیا کروں آپ نے فرمایا کہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور ان کیلئے استغفار کرنا ان کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا ان کی وجہ سے ان کے عزیزوں سے صلہ رحمی کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔

(۱۷٦۹) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّىْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْتَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَّهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ (متفق عليه)[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں اچانک مرگئی ہے میرا خیال ہے کہ اگر وہ بول سکتی تو صدقہ کرتی اب اگر میں اسکی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر مل جائیگا آپ نے فرمایا ہاں ضرور۔

(۱۷۷۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُخْتِىْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ دَيْنَ اللّٰهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ (متفق عليه)[۳]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کریگی لیکن وہ فوت ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا؟ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا تو پھر اللہ کا قرض بھی ادا کر وہ ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

واضح ہو کہ حج بدنی اور مالی دونوں قسم کی جامع عبادت ہے لہٰذا دونوں طرح کا ایصال جائز ہوا۔

(۱۷۷۱) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَىُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْمَآءُ فَحَفَرَ بِيْرًا وَقَالَ هٰذَا لِاُمِّ سَعْدٍ (اخرجه ابوداؤد والنسائی)[٤]

حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ام سعدؓ مرگئی ہے تو کونسا صدقہ افضل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کا تو حضرت سعدؓ نے ایک کنواں کھدوایا اور اسے ام سعدؓ کے نام پر وقف کر دیا۔

[۱] مستدلات ص۱۷٦ [۲] مستدلات ص۱۷٦
[۳] مشکوٰۃ شریف ص۲۲۱ [٤] شرح فقه اکبر ص۱۵٤

(١٧٧٢) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيْدَ الْاَضْحٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اُتِىَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهٗ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّىْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِىْ (رواہ ابوداؤد والترمذی)[1]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز پڑھی جب آپ لوٹ کر آئے تو آپ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا آپ نے اسے ذبح کیا اور یہ دعا پڑھی بسم اللہ الخ میں اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں اور اللہ ہی بڑا ہے اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کیطرف سے جس نے قربانی نہ کی ہو۔

ان روایات کے پیشِ نظر ایصال ثواب نہ صرف جائز ہے بلکہ ایک حد تک ضروری اور مستحسن ہے مالی قسم کے ایصال ثواب میں تو کسی کا کوئی اختلاف نہیں البتہ بدنی قسم مثلاً نفلی نماز، نفلی روزہ اور تلاوتِ قرآن کریم وغیرہ کے ایصال ثواب میں بعض حضرات ائمہ کرام کا اختلاف ہے لیکن ان کے بعض متاخر مقلدین نے جواز کا فتوی دیا ہے جیسا کہ امام نوویؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے ملاحظہ ہو (شرح مسلم ج اص ۱۳ و ج اص ۳۴) اور غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی بدنی اور مالی قسم کا ایصال ثواب درست ہے جبکہ تعیین وقت وغیرہ سے خالی ہو ملاحظہ ہو (فتاوی ثنائیه ص ٣٠ ج ٢) اور (فتاوی نذیریه ج ١ ص ٤٢١)

قابلِ اصلاح صرف اسکی وہ قیود و شروط نیز مروجہ شکلیں ہیں جنکا زمانہ خیر القرون میں کوئی وجود نہیں ملتا مثلاً قرآن خوانی کیلئے تیرا دن ضروری سمجھنا، ختم کیلئے کھانے کا سامنے رکھنا بھنے ہوئے چنوں کا آگے بچھانا اس کے اوپر ملاں کا ٹوٹکے پڑھنا قرآن خوانی کیلئے حفاظ کرائے پہ حاصل کرنا اور مزدوری دیکر پڑھوانا ساری برادری کا میت کے گھر جمع ہونا، اور اہل میت کی طرف سے انکی دعوت کا اہتمام کرنا پھر نویں، گیارہویں، اکیسویں، چالیسویں کو اسکا اعادہ کرنا یہ ساری قیود و اشکال ہندوؤں کی نقالی اور ختمی ملاؤں کی ایجاد ہیں ایصال ثواب دور رسالت میں بھی ہوتا تھا زمانۂ اصحاب میں بھی ہوتا رہا ہے تابعین بھی ایصال کرتے رہے ہیں لیکن نہایت سادگی کے ساتھ کسی نے عبادت کر کے دعا مانگ لی خداوندا تو اس کا ثواب میرے فلاں عزیز یا بزرگ کو پہنچا دے کسی نے صدقہ خیرات کر کے دعا مانگ لی الٰہی تو اسکا ثواب میرے فلاں رشتہ دار کو عطا فرما دے کسی نے کھانا کھلاتے وقت نیت کر لی مولا میں یہ کھانا فلاں پیر یا بزرگ کی ارواح کا ثواب پہنچانے کیلئے کھلا رہا ہوں تو اسے میری نیت کے مطابق پہنچا دے اس کیلئے ان کے ہاں نہ کوئی تیجا مقرر تھا نہ ساتواں اور نہ اکیسواں نہ چالیسواں نہ ہی ان کے ہاں کھانا سامنے چن کر اس پہ ملاؤں سے پھونکے مروانے کا رواج تھا، نہ کوئی خاص شکل وصورت ضروری سمجھی جاتی تھی نہ ہی اہل میت کے دکھاوے کیلئے ان کے سامنے ہاتھ اٹھائے جاتے تھے دراصل ایصال تو بندے اور خدا کا باہمی معاملہ ہے اور وہ جہاں بھی اور جو بھی نیت کرے اللہ تعالیٰ اسی کے مطابق کر دیتے ہیں ان کے بیچ کسی وکیل یا ملاں کی کوئی

[1] شرح فقه اکبر ص ١٥٦

ضرورت نہیں ہوتی تھی وہ ذات علیم بذات الصدور ہے وہ دلوں کے بھیدوں سے واقف اور ضمیر کے رازوں سے آگاہ ہے وہ خدا کسی کی بات کو جاننے کیلئے ہمارے مونہوں کے بول اور زبان کی حرکات کا بھی محتاج نہیں دل میں یہ نیت کر کے عبادت کرلو، کھانا کھلا دو، صدقہ خیرات دے دو، وہ اسکا ثواب تمہاری نیت کے مطابق تمہارے عزیز یا بزرگ کے کھاتے میں ڈال دے گا اور تمہیں بھی اس کے ثواب سے محروم نہیں رکھے گا۔

واللہ ولی التوفیق وھو نعم المولی ونعم الرفیق۔ رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی والمؤمنین یوم یقوم الحساب

ایصال ثواب

از مولانا محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

روئے سخن بسوئے نام نہاد اہل حدیث صاحبان

مولانا امین صاحب کی ایک اہل قرآن سے گفتگو کا اقتباس

ایصالِ ثواب

اب وہ دونوں فرمانے لگے کہ یہ ایصال ثواب کا عقیدہ تو قرآن پاک کے بالکل ہی خلاف ہے۔ قرآن پاک میں صاف طور پر آیا ہے:

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ☆ القران ۱ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ☆ القران ۲ اور وہی بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے۔

میں نے کہا: اللہ تبارک وتعالی نے جو حکم فرمایا ہے:

قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا القران ۳ اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔

میں نے پوچھا کہ کیا والدین کیلئے یہ دعا کرنے کا حکم ہے؟ کہنے لگے بالکل ہے۔ میں نے کہا کہ صرف جب تک زندہ ہوں اسی وقت تک یا وفات کے بعد بھی؟ کہنے لگے وفات کے بعد بھی۔ میں نے پوچھا اس دعا سے ان کو کوئی فائدہ بھی پہنچے گا یا قرآن نے ایک بے فائدہ کام کا حکم دیا ہے؟ کہنے لگے ضرور پہنچے گا۔ میں نے کہا اسی کا نام ایصال ثواب ہے۔ اس میں سعی اور کوشش بیٹے اور بیٹی کی ہے اور فائدہ والدین کو پہنچ رہا ہے۔ کہنے لگے ماں باپ کو اولاد کی کوشش کا فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ وہ سبب ہیں انکی پیدائش کا، اوروں کو تو نہیں پہنچتا۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بھی مذکور ہے:

۱ پ ۲۷ ع ۷

۲ پ ۲۳ ع ۳ ۳ پ ۱۵ ع ۳

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا☆ القرآن ۱

اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے والدین کو اور جو بھی مؤمن بن کر میرے گھر میں داخل ہو گیا اور سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کو اور گناہگاروں پر بڑھتا رکھ یہی برباد ہونا۔

اس آیت کریمہ میں سب مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا ہے۔ تو کیا اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ اے نوح! میں نے تیرے حق میں دعا قبول کر لی اور تیرے والدین کے لئے بھی کیونکہ وہ تیری پیدائش کا سبب ہیں اور باقی مؤمن جو تیرے گھر میں ہیں اور گھر کے باہر کے سب مؤمن مردوں اور عورتوں کیلئے تیری دعا بے فائدہ، عبث اور مردود ہے اور آئندہ کبھی ایسا مردود کام نہ کرنا، یہ دعا تیرا عمل ہے اس سے تجھ کو فائدہ پہنچے گا اور کسی کو نہیں ہوگا۔ تیری کوشش کا فائدہ اور کسی کو پہنچانا میرے قانون کے خلاف ہے۔ کہنے لگے یقیناً سب کو فائدہ پہنچا۔ میں نے کہا یہی تو ایصال ثواب ہے۔ اب ایصال ثواب کا انکار کر کے تم قرآن کا انکار کر رہے ہو یا نہیں؟ کہنے لگے واقعی یہ تو قرآن پاک کا صاف انکار ہے۔ میں نے کہا قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ☆ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ☆ القرآن ۲

اے میرے رب مجھ کو ایسا بنا دے کہ قائم رکھوں نماز، اور میری اولاد میں سے بھی، اے میرے رب اور میری دعا قبول فرما، اے رب بخش مجھ کو اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو جس دن حساب قائم ہو۔

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے یہ دعا سب کیلئے کی تو والد کیلئے دعا سے منع کر دیا گیا کیونکہ وہ کافر تھا اس کو نبی کی دعا کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا اور مؤمنوں کیلئے دعا سے منع نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مؤمنوں کو ثواب پہنچتا ہے کافروں کو نہیں پہنچتا تو آپ لوگ اپنے آپ کو کافروں سے کیوں ملا رہے ہیں؟ اسی بات کی وضاحت قرآن پاک میں دوسری جگہ بھی ہے۔

منافقین کی محرومی

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذَالِكَ

تو ان کیلئے بخشش مانگ یا نہ مانگ، اگر تو انکے لئے ستر بار بخشش مانگے تو بھی اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا، یہ اس

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ☆ القران ١

واسطے کہ وہ منکر ہوئے اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ راستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔

معلوم ہوا کہ کافروں کو نبی پاک ﷺ کے استغفار کا کوئی فائدہ نہیں اگر چہ نبی پاک ﷺ ستر مرتبہ بھی استغفار کریں۔ خدا کی پناہ۔

کافر کا جنازہ نہ پڑھو

وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ ☆ القران ٢

اور کبھی بھی نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے، اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر، وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان۔

جنازہ بھی ایصالِ ثواب ہے

چونکہ نماز جنازہ سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے اس لئے مؤمن کے بارے میں تو حدیث شریف میں فرمایا کہ ہر نیک و بد پر نماز جنازہ پڑھو مگر کافروں کو ثواب نہیں پہنچتا اس لئے ان کی نماز جنازہ سے سختی سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس لئے جو لوگ ایصالِ ثواب کے منکر ہیں ان کو اعلان کرنا چاہئے کہ نہ ہم کسی کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ کوئی ہماری نماز جنازہ پڑھے اور جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ ایصالِ ثواب صرف سبب کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بھی اعلان کریں کہ نماز جنازہ صرف اولاد پڑھے جس کی اولاد نہ ہو اس کی نماز جنازہ بالکل نہ پڑھی جائے اور ہمارے جنازے میں بھی ہماری اولاد کے علاوہ کوئی اور شریک نہ ہو بلکہ اگر جرأت اور ہمت ہے تو صاف اعلان کریں کہ ہم اہلِ قرآن ہیں اس لئے جو بات قرآن سے ثابت نہ ہو مثلاً مردہ کو غسل دینا، کفن دینا اور حدیث والی نماز جنازہ پڑھنا اور چارپائی پر ڈال کر قبرستان لے جانا یا اس قبر میں دفن کرنا جو انسان نے کھودی ہو کیونکہ یہاں نہ مجھے عذاب ہوگا اور نہ ثواب۔ اللہ کی کھودی ہوئی قبر میں دفن کرنا جہاں مجھے عذاب یا ثواب ملے۔

نماز جنازہ ایصالِ ثواب ہے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

وَاِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَآءَ (رواه ابن ماجة)

جب مردہ پر نماز پڑھو تو خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔

اور یہاں یہ نہیں فرمایا کہ بیٹے کے سوا کوئی نماز جنازہ نہ پڑھے۔ اسی طرح آپ ﷺ سے کئی دعائیں کتب احادیث میں منقول ہیں جو آپ نے جنازوں میں پڑھیں اور یہ نماز جنازہ امت میں عملاً متواتر چلی آ رہی ہیں اور اس سے مقصود صرف اور صرف ایصالِ ثواب ہے۔

قبر پر دعا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ فَقَالَ "اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَاسْئَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ"

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مردہ کے دفن سے فارغ ہوتے تو فرماتے اپنے بھائی کیلئے بخشش مانگو اور اس کی ثابت قدمی کی دعا کرو پس بیشک اس سے اب سوال ہورہا ہے۔

یہ استغفار بھی زندوں کی سعی اور کوشش ہے جس سے مردوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے اس میں کوئی قید نہیں کہ صرف بیٹا دعا کرے اور کوئی نہ کرے، یہ بھی ثابت ہوا کہ میت سے سوال و جواب اسی قبر میں ہوتا ہے۔

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ (۴۳ھ) نے فرمایا: کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو پھر مجھ پر مٹی ڈالو پھر میری قبر کے پاس اتنا وقت ٹھہرے رہو جس میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہو کہ میں تمہاری وجہ سے مانوس ہو کر سوچ سکوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (رواہ مسلم)[1]

علامہ نوویؒ (۶۷۶ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر میں سوال و جواب بھی ہے اور عذاب و ثواب بھی اور دفن کے بعد قبر پر کچھ دیر ٹھہرنا مستحب ہے "وَ فِيْهِ اَنَّ الْمَيِّتَ حِيْنَئِذٍ يَسْمَعُ مِنْ حَوْلِ الْقَبْرِ" کہ مردہ اس وقت اپنی قبر کے اردگرد کی باتیں سنتا ہے۔

فقیہ کبیر قاضی خانؒ (۵۹۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اِنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ عِنْدَ الْقُبُوْرِ اِنْ نَوٰى بِذٰلِكَ اَنْ يُّوْنِسَهُمْ صَوْتُ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّهُ يَقْرَأُ فَاِنْ لَّمْ يَقْصِدْ ذَالِكَ فَاللّٰهُ تَعَالٰى يَسْمَعُ قِرَائَةَ الْقُرْاٰنِ حَيْثُ كَانَتْ[2]

اگر کسی شخص نے قبروں کے پاس اس نیت سے قرآن پڑھا کہ اس کے قرآن پڑھنے کی آواز سے مردے مانوس ہوں تو بلاشبہ وہ پڑھے اور اگر یہ نیت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ قرآن کی قرأت کو سنتا ہے۔

فائدہ: قرآن پاک کہیں بھی پڑھا جائے اسکا ثواب مردے کو پہنچتا ہے، ہاں اہل قبور کو مانوس کرنا تو وہ قریب پڑھنے سے سنتے ہیں۔

[1] مسلم شریف ۸۶/۱

[2] قاضی خان ص ۷۹۱/۴ ، عالمگیری ص ۳۷۷/۴

زیارت قبور کی دعا

زیارت قبور مسنون ہے اور زیارت کے وقت بھی مردہ کیلئے دعا کرنا مسنون ہے۔ یہ دعا بھی ایصالِ ثواب ہے اس میں بھی کوئی تخصیص نہیں کہ صرف بیٹا ہی دعا مانگے باقی دعا نہ مانگیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (رواہ مسلم)[1]

سلام ہو تم پر اے ان گھروں والے مؤمنو اور مسلمانو! اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ، صحابہ، تابعین اور ہر زمانہ اور ہر علاقہ کے مسلمان زیارت قبور کے وقت میت کو سلام اور اس کیلئے دعا کرتے آرہے ہیں اور اس ایصال ثواب پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ اس پر وہ حضرات کہنے لگے کہ دعا کو ہم بھی جائز مانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ دعا زندہ ہی کی سعی اور کوشش ہے جس سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جس آیت سے آپ کو مغالطہ دیا گیا اس کا مطلب تو صاف ہے جیسے آپ کالج میں پورا مہینہ پڑھاتے ہیں اور اس کی تنخواہ کے حقدار آپ ہی ہیں وہ آپ کی ہی ملکیت ہے مگر جب آپ جب خود تنخواہ لے کر کسی محتاج کو صدقہ یا دوست کو ہدیہ دے دیں تو اب وہ اس کا مالک بن جائے گا۔ اسی طرح آپ کی سعی، کوشش اور محنت کا ثواب آپ ہی کو ملے گا ہاں اس کے بعد آپ نے یہ بھی سعی فرمائی کہ اے اللہ! اس کا جو ثواب مجھے ملا ہے وہ فلاں کو پہنچا دے تو وہ اس کو مل جائے گا اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" دعا ہی عبادت کا مغز ہے۔ تو جب مغز پہنچنے کے آپ قائل ہیں تو چھلکے بھی ساتھ ہی چلے جاتے ہیں اور زندہ کے کام کا ثواب تو زندہ ہی کا ملتا ہے۔ مردہ کو ایصال ثواب ہوتا ہی دعا کے ذریعہ ہے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں کو پہنچ جائے خواہ دعا زبان سے کی جائے یا دل سے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز بھی جانتے ہیں اور یہ حقیقت ایسی مسلمہ ہے کہ فرش سے عرش تک مسلم ہے۔

فرش والوں کا فرش والوں کیلئے استغفار

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ☆[2]

اور جو لوگ یقین لائے اور انکی اولاد انکی راہ پر چلی ایمان کیساتھ، ہم نے انکی اولاد کو ان تک پہنچا دیا اور ہم نے ان کا کیا ذرا بھی نہیں گھٹایا، ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے۔

[1] مسلم شریف ص ۱/۳۱۴
[2] پ ۲۷ ع ۳

اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی دونوں شانیں بیان فرمادیں کہ کاملوں کی برکت سے وہ ان کی اولاد سے فضل کا معاملہ فرماتے ہیں کہ ناقصین کا درجہ بلند کر کے کاملین سے ملا دیتے ہیں اور عدل کا معاملہ یہ ہے کہ اچھے برے کی جزا سزا اتنی ہی دے جتنا عمل ہو۔

بعد والوں کا پہلوں کیلئے استغفار

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ☆ (الحشر)

اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے انکے بعد کہتے ہوئے اے رب! بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا، اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔

دیکھو بعد والوں کی دعا سب پہلوں کو پہنچ رہی ہے اور یہی فائدہ پہنچانا ایصال ثواب کہلاتا ہے۔

عرش والوں کا زمین والوں کیلئے استغفار

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۴۲:۵)

قریب ہے کہ پھٹ پڑیں آسمان اوپر سے اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے سنتا ہے وہی معاف ہے کرنیوالا مہربان۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا آسمانوں پر فرشتے زمین والوں کیلئے اللہ سے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے زمین والوں کے گناہ بخش دیتے ہیں۔ آسمان والوں کی کوشش سے زمین والوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے کاملوں کی محنت سے قاصروں کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور بعد والوں کی دعا سے سابقین کو فائدہ پہنچ رہا ہے یہ خداوند قدوس کا فضل ہے۔

فضل ہی فضل

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرة ۲۶۱)

مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ، اس سے اگیں سات بالیں ہر بالی میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنیوالا سب کچھ جانتا ہے۔

دیکھو مدل تو یہ چاہتا ہے کہ ایک دانہ خرچ کرنے والے کو اجر میں ایک ہی دانہ ملے مگر خدا کا فضل ہے کہ ایک دانہ سات سو سے بھی کئی گنا ہو جائے دانہ بھی انہیں کی عطا تھی اور یہ بے نہایت اجر بھی انہی کا فضل ہے

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ''

صدقات جاریہ

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَاقَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ یس ۱۲)

ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے اور ہر چیز گن لی ہم نے ایک کھلی اصل میں۔

یعنی نیک اور بد اعمال جو آگے بھیج چکے ہیں اور بعض اعمال کے اچھے برے اثرات جو پیچھے چھوڑے، مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھایا یا عمارت بنائی یا کوئی رسم ڈالی نیک یا بد، وہ سب اسمیں داخل ہیں اور حدیث پاک میں یوں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل صدقہ جاریہ یا علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی ہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۴۱ ج ۲) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''سوائے اسکے نہیں کہ مومن کو اسکی موت کے بعد اسکے اعمال اور نیکیاں ملتے رہتے ہیں وہ علم جو سکھا پھر اسکی اشاعت کی یا نیک بیٹا چھوڑ گیا یا قرآن پاک وراثت میں چھوڑا یا مسجد تعمیر کی یا مسافر خانہ بنایا یا نہر کھدوائی یا وہ صدقہ جو اپنے مال سے تندرستی اور زندگی میں نکالا انکا ثواب موت کے بعد بھی اسکو پہنچتا ہے'' (ابن ماجہ ص ۲۲) اور حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''جس نے رسم ڈالی اسلام میں اچھی اسکا اسکو اجر ملے گا اور جو لوگ بعد میں اسپر عمل کریں گے انکا بھی اجر ملے گا اور انکے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی رسم بد جاری کی اسکو اسکا بھی گناہ ملے گا اور جتنے اسکے بعد اس بد رسم پر عمل کریں انکا بھی اسکو گناہ ہوگا اور انکے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی'' (صحیح مسلم ص ۳۴۱ ج ۲)

صدقات کا ایصال ثواب

(۱۷۸۹) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیَ افْتُتِلَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْتَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ اَفَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ (متفق علیه)[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں اچانک مرگئی ہے میرا خیال ہے کہ اگر وہ بول سکتی تو صدقہ کرتی اب اگر میں اسکی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر مل جائیگا آپ نے فرمایا ہاں ضرور۔

[۱] بخاری شریف ص ۱/۳۸۵ ، مسلم شریف ص ۱/۳۲۴

(۱۷۹۰) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَۃَ تُوُفِّیَتْ اُمُّہٗ وَھُوَ غَائِبٌ عَنْھَا فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْھَا فَھَلْ یَنْفَعُھَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْھَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ اِنِّیْ اُشْھِدُکَ اَنَّ حَائِطِیَ الْمِخْرَافَ صَدَقَۃٌ عَنْھَا (رواہ البخاری)[1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی والدہ فوت ہوگئی اور وہ غائب تھے جب وہ آئے تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی اور میں غائب تھا اگر میں انکی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اسے فائدہ ہوگا؟ فرمایا ہاں: سعد نے کہا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف انکی طرف سے صدقہ ہے۔

(۱۷۹۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبِیْ مَاتَ وَتَرَکَ مَالًا وَّلَمْ یُوْصِ فَھَلْ یَکْفِیْ عَنْہُ اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْہُ؟ قَالَ نَعَمْ (رواہ مسلم)[2]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا بے شک میرے والد فوت ہوگئے ہیں اور مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں فرمائی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو اس کو کفایت کرجائیگا فرمایا: ہاں۔

(۱۷۹۲) عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَؓ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَلْمَآءُ! فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ (مسند احمد)[3]

حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ام سعدؓ مرگئی ہے تو کونسا صدقہ افضل ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی کا، تو حضرت سعدؓ نے ایک کنواں کھدوایا اور اسے ام سعدؓ کے نام پر وقف کردیا۔

(۱۷۹۳) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ نَذَرَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اَنْ یَّنْحَرَ مِائَۃَ بُدْنَۃٍ وَ اَنَّ ھِشَامَ بْنَ الْعَاصِ نَحَرَ خَمْسَۃً وَّ خَمْسِیْنَ اَنَّ عَمْرُوا سَئَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنْ ذَالِکَ فَقَالَ اَمَّا اَبُوْکَ فَلَوْ اَقَرَّ بِالتَّوْحِیْدِ فَصُمْتَ وَتَصَدَّقْتَ عَنْہُ نَفَعَہٗ ذَالِکَ (مسند احمد)[4]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر کی اسکے بیٹے ھشام نے باپ کی طرف سے پچپن اونٹ ذبح کیے عمرو نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: انکا کیا ہوگا فرمایا کہ اگر تیرا باپ توحید کا اقرار کرتا اور تو روزہ رکھ کر یا صدقہ کرکے ثواب پہنچاتا تو اس کو اس سے فائدہ ہوتا۔

[1] بخاری شریف ص ۱/۳۸۷ [2] رواہ مسلم
[3] مسند احمد [4] مسند احمد

ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اسکو ثواب پہنچتا ہے اور حضرت سعدؓ کو رسول اللہ ﷺ نے پانی کے صدقے کا فرمایا کیونکہ اس وقت پانی کی قلت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جتنی محتاج کی ضرورت زیادہ پوری ہوگی اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ہوگا اور جتنا ثواب زیادہ ہوگا اتنا ہی آگے زیادہ نکلے گا اس لئے ایصال ثواب میں آگے نکلنا چاہئے کہ میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچے۔

حج کا ایصال ثواب

(۱۷۹۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اِمْرَاَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَآئَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ حُجِّيْ عَنْهَا اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً ؟ اِقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْقَضَآءِ

(رواہ البخاری)[1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ منت پوری کرنے سے پہلے فوت ہوگئی کیا میں اسکی طرف سے حج کروں؟ فرمایا کہ اسکی طرف سے حج کر تیرا کیا خیال ہے اگر تیری والدہ کے ذمہ قرض ہوتا تو تو ادا نہ کرتی اسی طرح اللہ کا قرض ادا کرو وہ بالا ولی ادا ہو جاتا ہے۔

تلاوت قرآن کا ایصال ثواب

(۱۷۹۵) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ بْنِ اللَّجْلَاجِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ لِيْ اَبِي اللَّجْلَاجُ اَبُوْ خَالِدٍ يَابُنَيَّ اِذَا اَنَا مِتُّ فَالْحِدْلِيْ فَاِذَا وَضَعْتَنِيْ فِيْ لَحْدِيْ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثُمَّ سُنَّ عَلَيَّ التُّرَابَ سَنًّا ثُمَّ اقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِيْ بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَخَاتِمَتِهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَالِكَ

(رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ صحیح)[2]

عبد الرحمٰن بن العلاء بن لجلاج نے اپنے والد سے بیان کیا کہ میرے والد اللجلاج ابو خالد نے کہا اے میرے بیٹے! جب میں مرجاؤں تو میرے لئے بغلی قبر بنانا جب تم مجھے میری لحد میں رکھو تو ''بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' کہنا پھر مجھ پر مٹی برابر کرنا، پھر سر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور اسکی آخری آیات پڑھنا۔ بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

[1] بخاری شریف ص ۱/۲۵۰ [2] مجمع الزوائد ص ۴۴/۳

(۱۷۹۶) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَاتَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَاْ عِنْدَ رَاْسِهٖ بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب تم میں سے کوئی فوت ہوجائے تو اسکو روکو مت، جلدی قبر تک پہنچاؤ اور قبر کے سرہانے سورۃ بقرہ کا ابتدائیہ اور پاؤں کی طرف سورۃ البقرہ کا اختتامیہ پڑھا جائے۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمرؓ پر موقوف ہے میں کہتا ہوں کہ یہ موقوف بھی مثل مرفوع کے ہے اور امت کا تعامل بھی یہ رہا ہے کہ سر کیطرف "الٓمّٓ" سے "هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" تک اور پاؤں کیطرف "لِلّٰهِ مَافِى السَّمٰوٰتِ" سے آخر تک پڑھتے ہیں۔

(۱۷۹۷) اَخْرَجَ الْخَلَّالُ فِى الْجَامِعِ عَنِ الشَّعْبِيِّؒ قَالَ كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا مَاتَ لَهُمُ الْمَيِّتُ اخْتَلَفُوْا عَلٰى قَبْرِهٖ يَقْرَؤُوْنَ لَهُ الْقُرْاٰنَ

امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ انصار کے ہاں جب کوئی فوت ہوجاتا تو اسکی قبر پر جا کر اس کے لئے قرآن پاک پڑھا کرتے۔

(۱۷۹۸) اَخْرَجَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ السَّمَرْقَنْدِيُّ فِىْ فَضَائِلِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَنْ عَلِيٍّؓ مَرْفُوْعًا "مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ وَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشَرَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهٗ لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِىَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ"

حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور اسکا ثواب مردوں کو بخش دے اسے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائیگا۔

(۱۷۹۹) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ثُمَّ قَرَاَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَاَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ جَعَلْتُ ثَوَابَ هٰذَا مَا قَرَاْتُ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَانُوْا شُفَعَآءَ لَهٗ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قبرستان میں داخل ہوکر فاتحہ، اخلاص اور سورۃ التکاثر پڑھے پھر کہے اے اللہ! میں نے جو تیرا کلام پڑھا ہے اس کا ثواب اس قبرستان کے مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں کو بخشتا ہوں تو وہ سب اس کی شفاعت کریں گے۔

(۱۸۰۰) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَاَ سُوْرَةَ يٰسٓ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَكَانَ لَهٗ بِعَدَدِ مَنْ فِيْهَا حَسَنَاتٌ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو قبرستان میں داخل ہوا اور اسنے سورۂ یٰس کی تلاوت کی مردوں سے اللہ تعالیٰ عذاب کو ہلکا فرمادینگے اور اس پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے مطابق نیکیاں ملیں گی۔

حادکی کا بیان ہے کہ میں ایک رات مکہ مکرمہ کے قبرستان میں گیا میں ایک قبر پر سر رکھ کے سوگیا میں نے دیکھا کہ قبرستان
...لف ٹولیوں میں بیٹھے ہیں میں نے پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں ہمارے ایک بھائی نے سورۂ اخلاص
...ر اس کا ثواب بخشا تھا اور ہم ایک سال سے وہ ثواب تقسیم کر رہے ہیں یہ روایت امام سیوطیؒ نے شرح الصدور میں نقل فرمائی ہے
...نوویؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات میں اگرچہ ضعف ہے لیکن انکا مجموعہ دلیل ہے کہ ان کی اصل ہے۔

قربانی کا ایصال ثواب

امام ابوداؤدؒ نے (ابوداؤد شریف ص ۳۸۵ ج ۲) پر باب باندھا ہے "بَابُ الْاُضْحِيَةِ عَنِ الْمَيِّتِ" یعنی میت کی طرف سے
...ربانی کرنا، اور اس میں حدیث لائے ہیں کہ حضرت علی حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہر سال دو دنبے قربانی کیا کرتے تھے جب ان
...ے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں۔
اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو بھی یہ شوق ہے کہ مجھے قربانی کا ثواب پہنچتا رہے تو امت تو زیادہ اسکی محتاج ہے اسلئے اگر
...تعالیٰ نے توفیق دی ہے تو اپنے مرحومین کیطرف سے بھی قربانی کر دیا کریں انکو بھی قربانی کے جانور کے ایک ایک بال کے بدلے نیکیاں ملیں
...ں۔ یہ مرفوع احادیث صدقاتِ نافلہ، صدقات جاریہ، حج وعمرہ، تلاوتِ کلام پاک اور قربانی کے ایصال ثواب پر مضبوط دلیلیں ہیں۔

زیارت القبور

آخرت کی یاد اور دنیا سے بے رغبتی کیلئے زیارت القبور مسنون و مستحب ہے جیسا کہ اگلی روایات سے معلوم ہوگا۔

(۱۸۰۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِى الدُّنْيَا وَ تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ (رواه ابن ماجة)[1]

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا مگر اب تم زیارت کرلیا کرو کیونکہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

(۱۸۰۲) عَنْ بُرَيْدَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا (رواه مسلمؒ)[2]

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کرلیا کرو۔

(۱۸۰۳) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ

حضرت بریدہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب قبرستان جائیں تو یوں کہیں السلام

[1] زجاجة المصابيح ص٤٨٦ [2] آثار السنن ص ٦٧٠

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (رواه مسلمؒ)[1]

علیکم الخ یعنی اے آخرت کے گھر والو مؤمنو اور مسلمانو تم پر سلام ہو اور ہم انشاء اللہ عنقریب تم سے آملیں گے ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت مانگتے ہیں۔

(۱۸۰۴) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَيْفَ اَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ قُوْلِيْ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُتَاخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ (رواه مسلمؒ)[2]

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں قبرستان میں جاؤں تو کیا کہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو اے دار آخرت والے مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے جانے والوں اور پیچھے آنے والوں پر رحم فرمائے اور بلاشبہ ہم بھی اگر اللہ نے چاہا تو تم سے ضرور آملیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت بھی زیارتِ قبور کرسکتی ہے۔

(۱۸۰۵) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِؒ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَلَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا (رواه البيهقى فى شعب الايمان مرسلا)[3]

جناب محمد بن نعمانؒ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے ہر جمعہ کے دن اپنے والدین یا ان میں سے کسی کی قبر کی زیارت کی تو اسے بخش دیا جائے گا اور اس کو فرماں بردار لکھ لیا جائے گا۔

جن لوگوں سے زندگی میں اپنے والدین سے کوتاہیاں ہوتی ہیں ان کیلئے یہ حدیث نسخۂ کیمیا ہے۔

(۱۸۰۶) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُؓ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَادَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَآءً مِّنْ عُمَرَؓ (رواه احمدؒ)[4]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے اس گھر میں کہ جسمیں رسول اللہ ﷺ مدفون ہیں داخل ہوا کرتی تھی کہ سر پر دوپٹہ نہیں ہوتا تھا اور میں کہتی تھی کہ یہ میرا خاوند اور میرے باپ ہی تو ہیں (یعنی انسے پردہ کی کیا ضرورت) لیکن جب عمرؓ اسمیں مدفون ہوئے پھر میں اپنے اوپر اچھی طرح کپڑا لپیٹ کر جایا کرتی تھی اور یہ حضرت عمرؓ سے حیا کی وجہ سے تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ میتیں آنے والوں کو دیکھتی ہیں اور پہچانتی ہیں ورنہ بے جان سے حیا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

[1] زجاجة المصابيح ص٤٨٧ [2] آثار السنن ص ٦٧٠

[3] زجاجة المصابيح ص٤٨٨ [4] زجاجة المصابيح ص٤٨٨

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء

کیا عورتوں کو قبرستان جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ومن اللہ الصواب

شروع شروع میں رسول اللہ ﷺ نے مردوں اور عورتوں دونوں پر پابندی لگائی تھی کہ وہ زیارت کیلئے قبرستان نہ جائیں جس کا بیان اس حدیث شریف میں ہے۔

(۱۸۰۷) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَتِ الْقُبُوْرِ فَزُرُوْھَا فَاِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ (رواہ ابن ماجۃ)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا مگر اب تم زیارت کرلیا کرو کیونکہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

پس جو شخص قبرستان میں دنیا سے بے رغبتی حاصل کرنے اور آخرت کی یادگیری کیلئے جائے تو اسے ضرور جانا چاہئے کیونکہ حدیث شریف میں زیارت قبور کی اسی لئے اجازت دی گئی ہے اور جو وہاں ڈھول پیٹنے کیلئے اور قوالیاں گانے کیلئے اور سننے کیلئے یا مردوں سے مرادیں مانگنے کیلئے قبروں پر چڑھاوے چڑھانے کیلئے یا قبروں کو سجدے کرنے کیلئے جانا چاہے تو مرد ہونے کے باوجود اسے قبرستان جانا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ یہ اس مقصد کے خلاف ہے جو حضور اکرم ﷺ نے زیارت قبور کا بیان فرمایا ہاں وہاں بغیر ہاتھ اٹھائے صاحب قبر کیلئے اور خود اپنے لئے دعا کرسکتے ہیں اور فاتحہ اور قل ھواللہ پڑھ کر صاحب قبر کو بخش سکتے ہیں۔

جہاں تک مسئلہ ہے عورتوں کے قبرستان جانے کا تو عام نصوصِ حدیث میں اس کیلئے ممانعت ہے یعنی اسکو جانا جائز نہیں۔ جیسے حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث ہے۔

(۱۸۰۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ (رواہ احمدؒ والترمذی)[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کیلئے جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۴

لعنت تو ایک ادنی مسلمان بلکہ انسان کی بھی بہت بری ہوتی ہے چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ لعنت فرمائیں پھر تو ملعون بننے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا......

(۱۸۰۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَارَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ

(رواہ ابوداؤدؒ والترمذیؒ) لـ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کیلئے جانے والی عورتوں پر اور قبروں کے اوپر مسجد بنانیوالے اور قبروں پر چراغ جلانے والے لوگوں پر لعنت کی ہے۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو عورتیں قبروں کی زیارت کیلئے جاتی ہیں گویا وہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے لعنتی بننے کیلئے جاتی ہیں بعض علماء نے اس میں اختلاف بھی نقل کیا ہے اور لعنتِ رسول اللہ ﷺ سے بچنا ہی بہتر ہے اس لئے عورتیں اگر قبرستان سے باہر کھڑی ہو کر دعا اور ایصال ثواب کرلیں تو یہی بہتر ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

تاہم جن علماء نے اجازت دی ہے ان کی اجازت مشروط ہے اور اسکی شرطیں یہ ہیں۔

(۱) جانے والی عورت جوان نہ ہو، بڑھیا ہو، خوب پردہ کے ساتھ جائے، وہاں جا کر شرک نہ کرے، بدعت نہ کرے، قبر پر پھول اور چادر نہ چڑھائے، نہ صاحبِ قبر سے کچھ مانگے، نہ منت مانے اور نہ رونا دھونا اور نہ نوحہ بازی کرے، اور بھی کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب نہ کرے ان شرائط کی مکمل پابندی کرنے والی عورت قبرستان جاسکتی ہے اور جو عورت ان شرائط کی پابندی نہیں کرسکتی اس کا قبرستان اور مزاروں پر جانا حرام ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عورتیں ان شرائط کی پابندی قطعاً نہیں کرتیں۔ بالخصوص عرس وغیرہ کے موقع پر جو آج کل سراسر منکرات بدعات اور مفاسد سے مرکب ہوتا ہے لہٰذا اس موقعہ پر ان کا جانا بلاشبہ حرام اور ناجائز ہے حدیث میں ایسی عورتوں پر لعنت آتی ہے۔ (امداد الاحکام ص ۲۰۷ ج ۱) واللہ اعلم

احقر **فضل الرحمن** دھرمکوٹی

خطیب جامع مسجد قاسمی خانقاہ شریف (بہاولپور)

زیارتِ قبر النبی ﷺ

نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا اور زیارت کی نیت کر کے سفر کرنا بڑی سعادت اور نیک بختی ہے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس سے آپ کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے اس پر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۸۱۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (رواہ ابن خزیمۃ والدار قطنی والبیھقی واخرون واسنادہ صحیح حسن)۱؎

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۱۸۱۱) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِؓ قَالَ اِنَّ بِلَالاً رَاٰی فِیْ مَنَامِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ یَقُوْلُ مَاھٰذِہِ الْجَفْوَۃُ؟ یَابِلَالُ! اَمَا اٰنَ بِکَ اَنْ تَزُوْرَنِیْ یَابِلَالُ! فَانْتَبَہَ حَزِیْنًا وَجِلاً خَائِفًا فَرَکِبَ رَاحِلَتَہٗ وَقَصَدَ الْمَدِیْنَۃَ فَاَتٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَبْکِیْ عِنْدَہٗ وَیُمَرِّغُ وَجْھَہٗ عَلَیْہِ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُؓ فَجَعَلَ یَضُمُّھُمَا وَ یُقَبِّلُھُمَا فَقَالَا نَشْتَھِیْ نَسْمَعُ اَذَانَکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُؤَذِّنُ بِہٖ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَفَعَلَ فَعَلٰی سَطْحَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ مَوْقِفَہُ الَّذِیْ کَانَ یَقِفُ فِیْہِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" اِرْتَجَّتِ الْمَدِیْنَۃُ فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اِزْدَادَ رِجَّتُھَا فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ بلاشبہ حضرت بلالؓ نے اپنے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ فرما رہے تھے کہ اے بلال! یہ کیا زیادتی ہے؟ کیا تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو تو بلالؓ گھبرائے ہوئے اٹھے اور خوف زدہ ہوئے پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ کی راہ لی نبی کریم ﷺ کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو بے اختیار رونے لگے قبر مبارک پر اپنا چہرہ ملنا شروع کیا اتنے میں صاحبزادگان حضرات حسنؓ وحسینؓ تشریف لائے آپ نے انسے معانقہ کیا اور انکے بوسے لئے ان دونوں نے حضرت بلالؓ سے فرمائش کی ہم آپکی وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دیا کرتے تھے فوراً مسجد کی چھت پر چڑھ کر اسی جگہ کھڑے ہوگئے جہاں کھڑے ہو کر وہ اذان دیا کرتے تھے جب انہوں نے "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہا تو مدینہ منورہ میں زلزلہ سا آ گیا پھر جب انہوں نے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہا

۱؎ آثار السنن ص ۶۷۲

زیارتِ قبرالنبی ﷺ

نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا اور زیارت کی نیت کر کے سفر کرنا بڑی سعادت اور نیک بختی ہے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس سے آپ کی شفاعت لازم ہوجاتی ہے اس پر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۸۱۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (رواہ ابن خزیمۃ والدار قطنی والبیہقی واخرون واسنادہ صحیح حسن)۱

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۱۸۱۱) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِؓ قَالَ اِنَّ بِلَالًا رَاٰی فِیْ مَنَامِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ یَقُوْلُ مَاھٰذِہِ الْجَفْوَۃِ؟ یَابِلَالُ! اَمَا اٰنَ بِكَ اَنْ تَزُوْرَنِیْ یَابِلَالُ! فَانْتَبَہَ حَزِیْنًا وَجِلًا خَائِفًا فَرَكِبَ رَاحِلَتَہٗ وَقَصَدَ الْمَدِیْنَۃَ فَاَتٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَبْکِیْ عِنْدَہٗ وَیُمَرِّغُ وَجْھَہٗ عَلَیْہِ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُؓ وَالْحُسَیْنُؓ فَجَعَلَ یَضُمُّھُمَا وَ یُقَبِّلُھُمَا فَقَالَا نَشْتَھِیْ نَسْمَعُ اَذَانَكَ الَّذِیْ كُنْتَ تُؤَذِّنُ بِہٖ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَفَعَلَ فَعَلٰی سَطْحَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ مَوْقِفَہُ الَّذِیْ كَانَ یَقِفُ فِیْہِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" اِرْتَجَّتِ الْمَدِیْنَۃُ فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اِزْدَادَ رِجَّتُھَا فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ بلاشبہ حضرت بلالؓ نے اپنے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ فرما رہے تھے کہ اے بلال! یہ کیا زیادتی ہے؟ کیا تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو تو بلالؓ گھبرائے ہوئے اٹھے اور خوف زدہ ہوئے پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ کی راہ لی نبی کریم ﷺ کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو بے اختیار رونے لگے قبر مبارک پر اپنا چہرہ ملنا شروع کیا اتنے میں صاحبزادگان حضرات حسنؓ وحسینؓ تشریف لائے آپ نے انسے معانقہ کیا اور انکے بوسے لئے ان دونوں نے حضرت بلالؓ سے فرمائش کی ہم آپکی وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دیا کرتے تھے فوراً مسجد کی چھت پر چڑھ کر اسی جگہ کھڑے ہوگئے جہاں کھڑے ہوکر وہ اذان دیا کرتے تھے جب انہوں نے "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہا تو مدینہ منورہ میں زلزلہ سا آ گیا پھر جب انہوں نے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہا

---

۱ آثار السنن ص ٦٧٢

زیارتِ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا اور زیارت کی نیت کر کے سفر کرنا بڑی سعادت اور نیک بختی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس سے آپ کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے اس پر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۸۱۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ (رواه ابن خزيمة والدار قطنی والبيهقی واخرون واسناده صحيح حسن)[۱]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگی۔

(۱۸۱۱) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِؓ قَالَ اِنَّ بِلَالًا رَاٰی فِیْ مَنَامِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ يَقُوْلُ مَاهٰذِهِ الْجَفْوَةُ؟ يَابِلَالُ! اَمَا اٰنَ بِكَ اَنْ تَزُوْرَنِیْ يَابِلَالُ! فَانْتَبَهَ حَزِيْنًا وَجِلًا خَائِفًا فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ وَقَصَدَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتٰى قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَبْكِیْ عِنْدَهٗ وَيُمَرِّغُ وَجْهَهٗ عَلَيْهِ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُؓ وَالْحُسَيْنُؓ فَجَعَلَ يَضُمُّهُمَا وَ يُقَبِّلُهُمَا فَقَالَا نَشْتَهِیْ نَسْمَعُ اَذَانَكَ الَّذِیْ كُنْتَ تُؤَذِّنُ بِهٖ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَفَعَلَ فَعَلٰی سَطْحَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ مَوْقِفَهُ الَّذِیْ كَانَ يَقِفُ فِيْهِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" اِرْتَجَّتِ الْمَدِيْنَةُ فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اِزْدَادَ رِجَّتُهَا فَلَمَّا اَنْ قَالَ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ بلاشبہ حضرت بلالؓ نے اپنے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ فرما رہے تھے کہ اے بلال! یہ کیا زیادتی ہے؟ کیا تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو تو بلالؓ گھبرائے ہوئے اٹھے اور خوف زدہ ہوئے پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ کی راہ لی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو بے اختیار رونے لگے قبر مبارک پر اپنا چہرہ ملنا شروع کیا اتنے میں صاحبزادگان حضرات حسنؓ وحسینؓ تشریف لائے آپ نے انسے معانقہ کیا اور انکے بوسے لئے ان دونوں نے حضرت بلالؓ سے فرمائش کی ہم آپکی وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیا کرتے تھے فوراً مسجد کی چھت پر چڑھ کر اسی جگہ کھڑے ہوگئے جہاں کھڑے ہو کر وہ اذان دیا کرتے تھے جب انہوں نے "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہا تو مدینہ منورہ میں زلزلہ سا آ گیا پھر جب انہوں نے "اشہد ان لا الہ الا اللہ" کہا

[۱] آثار السنن ص ۶۷۲

خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ وَقَالُوْا اُبْعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رُاِیَ یَوْمٌ اَكْثَرَ بَاكِيًا وَلَا بَاكِيَةً بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَالِكَ الْيَوْمِ (رواه ابن عساكر وقال التقى السبكى اسناده جيد) [1]

تو گونج اور زیادہ ہوگئی پھر جب انہوں "اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ" کہا دوشیزائیں اپنے پردوں سے نکل آئیں تو لوگ پوچھنے لگیں کیا رسول اللّٰہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں؟ رسول اللّٰہ ﷺ کے بعد کسی نے مدینہ منورہ میں اس دن سے بڑا دن مردوں عورتوں کے رونے کے لحاظ سے نہیں دیکھا۔

(١٨١٢) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً وَلَمْ يَزُرْنِىْ فَقَدْ جَفَانِىْ (رواه ابن عساكر) [2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسکے پاس مالی گنجائش ہو اور وہ پھر میری زیارت نہ کرے تو اسنے میرے ساتھ جفا کی۔

(١٨١٣) عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَآئَنِىْ زَائِرًا لَا يُهِمُّهُ اِلَّا زِيَارَتِىْ كَانَ حَقًّا عَلَىَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهٗ شَفِيْعًا (رواه الطبرانى وصححه ابن السكن قاله العراقى فى شرح الاحيا، ص٤١٦ ج٤ وفاء الوفاء ايضا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری زیارت کیلئے آئے اسے میری زیارت کے سوا کوئی کام نہ تھا تو مجھ پر حق ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں۔

(١٨١٤) عَنْ حَاطِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَنِىْ بَعْدَ مَوْتِىْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِىْ فِىْ حَيَاتِىْ وَمَنْ مَّاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواه الدار قطنى وغيره وجود الذهبى اسناده كما فى وفاء الوفا) [3]

حضرت حاطبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے میری حیات میں زیارت کی اور جو شخص کسی ایک حرم میں فوت ہوگیا وہ قیامت کے دن مامون لوگوں میں سے اٹھایا جائیگا۔

(١٨١٥) عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَنِىْ قَبْرِىْ اَوْ قَالَ مَنْ زَارَنِىْ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا وَمَنْ مَّاتَ اَحَدَ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِى الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (كذا فى وفاء الوفا رواه ابوداؤد الطيالسى و ابو جعفر العقيلى) [4]

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللّٰہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جسنے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا کہ جسنے میری زیارت کی میں اس کیلئے سفارش کروں گا یا شہادت دوں گا اور جو شخص کسی ایک حرم میں مرگیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مامون لوگوں میں اٹھائے گا۔

حافظ ابوسعيد عبدالمالك فى كتابه شرف المصطفى ص٩٦

[1] آثار السنن ص٦٧٤ [2] نور الايضاح ص١٨٧ [3] وفاء الوفاص ٣٩٤ ص٣٩٩ [4] وفاء الوفا ص٣٩٩/٢

(۱۸۱٦) عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَى الْمَدِيْنَةَ زَائِرًا وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ مَّاتَ فِىْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ اٰمِنًا (رواه يحيى بن الحسن الحسينى فى اخبار المدينة ولم يتكلم عليه السبكى)

حضرت بکر بن عبداللہؒ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص زیارت کی غرض سے مدینہ آیا قیامت کے دن اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگی اور جو حرمین میں سے کسی ایک میں مر گیا وہ مامون اٹھایا جائیگا۔

(۱۸۱۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِىْ بَعْدَ وَفَاتِىْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِىْ فِىْ حَيَاتِىْ

(رواه الطبرانى والدار قطنى)[1]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت بھی کی وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے میری زندگی میں مجھے دیکھا۔

(۱۸۱۸) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَىَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَىَّ رُوْحِىْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (رواه ابوداؤد بسند صحيح) وَذَكَرَهُ ابْنُ قُدَامَةَ مِنْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ بِلَفْظِ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَىَّ عِنْدَ قَبْرِىْ (وقد خرجه البيهقى واعتمد عليه)[2]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی میرے اوپر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور بضرور میری روح کو میرے اوپر لوٹا دیتے ہیں یعنی مجھے متوجہ کر دیتے ہیں حتیٰ کہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اور اسکو ابن قدامہ نے امام احمد کی روایت سے ان لفظوں میں ذکر کیا ہے کہ کوئی نہیں ہے جو میری قبر کے پاس آکر مجھ پر سلام پڑھے۔

(۱۸۱۹) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ اَنَّهٗ لَمَّا صَالَحَ اَهْلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَقَدِمَ عَلَيْهِ كَعْبُ الْاَحْبَارِ وَاَسْلَمَ فَرِحَ بِاِسْلَامِهٖ قَالَ لَهٗ هَلْ لَّكَ اَنْ تَسِيْرَ مَعِىْ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَتَزُوْرَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُمَتَّعَ بِزِيَارَتِهٖ فَقَالَ نَعَمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَنَا اَفْعَلُ ذَالِكَ وَلَمَّا قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْمَدِيْنَةَ كَانَ اَوَّلُ مَا بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جب بیت المقدس والوں سے صلح کا معاہدہ کیا اور کعب احبار آکر مسلمان ہوئے اور اسکے اسلام سے آپ بہت مسرور ہوئے تو آپ نے اسے فرمایا کہ میرے ساتھ مدینہ جانا پسند کرو گے تا کہ قبر نبی ﷺ اور زیارت نبی ﷺ سے آپ بہرہ ور ہوں کعب احبار نے جواب دیا ہاں یا امیر المؤمنین میں یہ ضرور کروں گا۔

[1] دار قطنی ص ۲/۲۷۸

[2] اعلاء السنن ص ۱۰/۵۰۰

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهُ فِى فُتُوحِ الشَّام (وفاء الوفاء)[1]

اسے واقدی نے فتوح الشام میں ذکر کیا ہے۔

(۱۸۲۰) عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ قَالَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَّجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَاَخَذَ مَرْوَانُ بِرَقَبَتِهٖ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرِىْ مَا تَصْنَعُ؟ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ نَعَمْ اِنِّىْ لَمْ اٰتِ الْحَجَرَ وَاِنَّمَا جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهٗ اَهْلُهٗ وَلٰكِنِ ابْكُوْا عَلَيْهِ اِذَا وَلِيَهٗ غَيْرُ اَهْلِهٖ (قال الهيثمى رواه احمد والطبرانى فى الكبير والاوسط)[2]

داؤد بن صالح کہتے ہیں کہ ایک دن حاکم مدینہ مروان آیا اور ایک آدمی کو اپنا چہرہ قبر شریف پر رکھے ہوئے دیکھا تو مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا کہ جانتا بھی ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے رخ موڑ کر کہا ہاں جانتا ہوں میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں نہ کہ بے جان پتھر کے پاس میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ دین پر اس وقت تک نہ رونا جبکہ اس کے والی اہل ہوں لیکن جب نا اہل والی بن جائیں تو خوب رونا۔

گویا مروان کی نا اہلی کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہنے والے حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے۔

(۱۸۲۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَتٰى قَبْرَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرٍؓ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ

(اخرجه عبدالرزاق بسند صحيح)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ جب کسی سفر سے آتے تو قبر نبوی ﷺ پر حاضر ہوتے اور یوں کہتے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ"

(۱۸۲۲) رَوٰى اَبُوْ حَنِيْفَةَؒ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَاْتِىَ قَبْرَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَتَجْعَلَ ظَهْرَكَ اِلَى الْقِبْلَةِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْهِكَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(اخرجه حافظ طلحة فى مسنده حنفية)[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ تو قبر نبوی پر قبلہ کی طرف سے آئے اور اپنی پیٹھ کو قبلے کی طرف کرے اور قبر مبارک کی طرف اپنا منہ کرلے پھر تو کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ"

یہ مضمون اکثر و بیشتر اعلاء السنن باب زیارۃ النبی ﷺ سے لیا گیا ہے تفصیل وہاں دیکھی جائے (ص ۴۹۲ کتاب الحج ج ۱۰)

[1] وفاء الوفاء، ص ۴۰۹/۳ [2] وفاء الوفاء، ص ۴۴۲
[3] وفاء الوفاء، ص ۴۱۰/۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیارۃ سید المرسلین رحمۃ للعالمین

(علیہ وعلی آلہ وصحبہ وتابعیہ الی یوم الدین افضل الصلوات والبرکات الف الف مرۃ بعدد کل ذرۃ)

سرورِ کائنات سیدنا رسول معظم ﷺ کی زیارت بالاجماع اعظم قربات وافضل طاعات میں سے ہے اور ترقی درجات وحصول مقاصد کیلئے تمام اسباب ووسائل سے بڑا وسیلہ ہے۔

بعض علماء نے اہل وسعت کیلئے اس کو قریب واجب کے لکھا ہے، درمختار میں ہے کہ زیارت قبر شریف مندوب ہے بلکہ اس کو اہل وسعت کیلئے واجب کہا گیا ہے محقق ابن الہمام نے فرمایا کہ سفر مدینہ کے وقت صرف قبر نبی ﷺ کی زیارت کرنی چاہئے پھر جب مسجد نبوی میں داخل ہوگا تو اسکو اسکی زیارت بھی حاصل ہوگی کیونکہ اس خالص نیت میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم واجلال زیادہ ہے اور اسکی تائید حدیث نبوی ﷺ سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ جو شخص میری زیارت کیلئے آئیگا جبکہ اس کی نیت بجز میری زیارت کے کسی دوسرے مقصد کیلئے نہ ہوگی تو مجھ پر لازم ہوگا کہ میں قیامت کے دن اسکی سفارش کروں نیز حضرت عارف ملا جامیؒ سے منقول ہے کہ وہ حج کے علاوہ بھی صرف زیارت قبرِ نبوی کیلئے سفر کرتے تھے تا کہ انکا مقصدِ سفر کوئی دوسرا نہ ہو (فتح الملہم ص ۳۷۸ ج ۳) اور خود حضور اکرم ﷺ نے اسکی ترغیب دی ہے اور باوجود قدرت ووسعت کے زیارت قبر نبوی نہ کرنیوالوں کو ظالم اور بے مروت کہا ہے۔

لہٰذا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس دولت وشرف سے نوازا جائے اور بدبخت ہے وہ شخص جو باوجود قدرت ووسعت کے اس نعمت عظمی سے محروم رہے۔

علامہ محدث قسطلانیؒ شافعی شارح بخاری شریف اور علامہ محدث زرقانی مالکیؒ شارح مؤطا امام مالک نے لکھا ہے کہ ہر مسلمان کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کے قربتِ عظیمہ ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہئے، کیونکہ اس کیلئے صحیح احادیث وارد ہیں جو درجۂ حسن سے کم نہیں اور آیاتِ قرآنی "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ" ۲۴ سورۂ نساء بھی اس پر دال ہے (اگر وہ لوگ ظلم ومعصیت کے بعد آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کیلئے استغفار وسفارش کرتے تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے)

لہٰذا جو لوگ قبر مبارک پر حاضر ہو کر استغفار کریں گے ان کیلئے آپ کی شفاعت واستغفار ضرور حاصل ہوگا اور علماءِ امت نے اس آیت کے عموم سے یہی سمجھا ہے کہ آپ کی شفاعت مغفرتِ ذنوب کیلئے جس طرح آپ کی دنیوی حیات میں تھی اسی طرح آپ کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیارۃ سید المرسلین رحمۃ للعالمین

(علیہ وعلی آلہ وصحبہ وتابعیہ الی یوم الدین افضل الصلوات والبرکات الف الف مرۃ بعدد کل ذرۃ)

سرورکائنات سیدنا رسول معظم ﷺ کی زیارت بالاجماع اعظم قربات وافضل طاعات میں سے ہے اور ترقی درجات وحصول مقاصد کیلئے تمام اسباب وسائل سے بڑا وسیلہ ہے۔

بعض علماء نے اہل وسعت کیلئے اس کو قریب واجب کے لکھا ہے، درمختار میں ہے کہ زیارت قبر شریف مندوب ہے بلکہ اس کو اہل وسعت کیلئے واجب کہا گیا ہے محقق ابن الہمام نے فرمایا کہ سفر مدینہ کے وقت صرف قبر نبی ﷺ کی زیارت کرنی چاہئے پھر جب مسجد نبوی میں داخل ہوگا تو اسکو اسکی زیارت بھی حاصل ہوگی کیونکہ اس خالص نیت میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم واجلال زیادہ ہے اور اسکی تائید حدیث نبوی ﷺ سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ جو شخص میری زیارت کیلئے آئیگا جبکہ اس کی نیت بجز میری زیارت کے کسی دوسرے مقصد کیلئے نہ ہوگی تو مجھ پر لازم ہوگا کہ میں قیامت کے دن اسکی سفارش کروں نیز حضرت عارف ملا جامیؒ سے منقول ہے کہ وہ حج کے علاوہ بھی صرف زیارت قبر نبوی کیلئے سفر کرتے تھے تاکہ انکا مقصدِ سفر کوئی دوسرا نہ ہو (فتح الملہم ص ۳۷۸ ج ۳) اور خود حضور اکرم ﷺ نے اسکی ترغیب دی ہے اور باوجود قدرت ووسعت کے زیارت قبر نبوی نہ کرنیوالوں کو ظالم اور بے مروت کہا ہے۔

لہٰذا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس دولت وشرف سے نوازا جائے اور بدبخت ہے وہ شخص جو باوجود قدرت ووسعت کے اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے۔

علامہ محدث قسطلانیؒ شافعی شارح بخاری شریف اور علامہ محدث زرقانی مالکیؒ شارح مؤطا امام مالک نے لکھا ہے کہ ہر مسلمان کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کے قربتِ عظیمہ ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہئے، کیونکہ اس کیلئے صحیح احادیث وارد ہیں جو درجۂ حسن سے کم نہیں اور آیاتِ قرآنی "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ" ۲۴ سورۂ نساء بھی اس پر دال ہے (اگر وہ لوگ ظلم ومعصیت کے بعد آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کیلئے استغفار وسفارش کرتے تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے)

لہٰذا جو لوگ قبر مبارک پر حاضر ہو کر استغفار کریں گے ان کیلئے آپ کی شفاعت واستغفار ضرور حاصل ہوگا اور علماءِ امت نے اس آیت کے عموم سے یہی سمجھا ہے کہ آپ کی شفاعت مغفرتِ ذنوب کیلئے جس طرح آپ کی دنیوی حیات میں تھی اسی طرح آپ کی

حیات برزخیہ میں بھی ہے اسی لئے علماء نے قبر مبارک پر حاضر ہونے والوں کیلئے اس آیت کی تلاوت کو بھی مستحب قرار دیا ہے کیونکہ آپ کی عظمتِ مرتبت موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوئی اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا استغفار امت کیلئے جیسے حیاتِ نبوی میں تھا وہ اب باقی نہیں رہا نیز لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا زیارتِ قبور کے استحباب پر اجماع ہے جیسا کہ محدث نوویؒ شارح مسلم شریف نے نقل کیا ہے اور ظاہریہ نے تو اس کو واجب کہا ہے۔

پھر لکھا کہ زیارتِ روضۂ مطہرہ نبویہ کا مسئلہ کبار صحابہ کے زمانہ میں بھی مشہور و معروف تھا چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المقدس فتح کیا تو اس وقت کعب احبار آپ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام لائے تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ مدینہ منورہ چلو تو بہتر ہے تاکہ قبرِ نبوی مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کرو کعب احبار نے فرمایا کہ ضرور حاضر ہوں گا۔

ظاہر ہے کہ شام سے مدینہ تک کی کتنی لمبی مسافت ہے اور اس سفر زیارت کی ترغیب حضرت عمرؓ دے رہے تھے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تقلید اور اتباع کا حکم دیا لہٰذا اس سفر کو سفرِ معصیت قرار دینے والوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر رہے ہیں۔

آگے علامہ محدث قسطلانیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ دونوں کے عمل سے زیارت نبویہ کیلئے سفر کرنا قربت و طاعت ثابت ہے اور شیخ ابن تیمیہؒ نے اس بارے میں جو کلام قبیح و شنیع کیا ہے وہ قابل تعجب بھی ہے کہ اس سفر کو معصیت قرار دیا (جس میں نماز قصر بھی درست نہیں) اسی لئے ان کی تردید میں علامہ محدث شیخ تقی الدین سبکیؒ نے (بے نظیر) کتاب شفاء السقام لکھی جس نے سب مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا (شرح المواہب اللدنیہ ص۱۹۹/۸)

نشر الطیب میں حضرت تھانویؒ نے مصنف عبدالرزاق سے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ حق تعالیٰ نے سب اشیاءِ عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور (روح) پیدا کیا پھر قلم پھر لوح پھر عرش ص۵، اور یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو محمد ﷺ سے زیادہ مجھے مکرم ہو میں نے ان کا نام عرش پہ اپنے نام کے ساتھ آسمان و زمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ سال پہلے لکھا تھا۔ (الحدیث) ص ۱۵۷

قرآن مجید میں آیت میثاق بھی اسکی بڑی دلیل ہیں کہ نبی کریم ﷺ سب انبیاء سے افضل تھے اور آپ کی نبوت کا عہد سب انبیاء سے لیا گیا جبکہ خود انبیاء علیہم السلام بھی تمام مخلوق سے افضل ہیں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ابتداء ہی سے خلعتِ نبوت سے سرفراز تھے اور خاتم الانبیاء بھی آپ ہی ہیں۔ پھر یہ خیال کیا جائے جو ذات مجمع الصفات آفرینش عالم سے بیس لاکھ سال قبل سے مہبط انوارِ الٰہیہ اور مرکز فیوض و تجلیات ربانیہ ہمیشہ سے رہی اور ہمیشہ تک رہے گی اسکی ذات اقدس سب مخلوقات سے افضل و اشرف اور آپ سے شرف شدہ سارے اماکن مقدسہ اور آپ کی موجودہ و آئندہ استراحت گاہیں سب اماکن سے زیادہ افضل و اشرف کیوں نہ ہوں گی۔

حتی کہ آپ کے مولد کو بھی بیت اللہ کے بعد مکہ معظمہ کی سب سے زیادہ افضل واشرف جگہ کہا گیا ہے اور اس کے بعد

مولد نبوی و بیت خدیجہؓ

سیدنا ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا درجہ ہے جہاں حضور اکرم ﷺ نے مکہ معظمہ میں سکونت فرمائی تھی حالانکہ ان دونوں جگہوں کا تعلق آپ سے عارضی اور چند روزہ تھا البتہ قبر نبوی جو آپ کے برزخی دور کیلئے استراحت گاہ ہے اور ہر شخص جس مٹی سے پیدا ہوتا ہے اسی میں دفن ہوتا ہے اس لئے جس مٹی سے آپ پیدا ہوئے تھے وہ بھی سب مٹیوں سے افضل تھی اور اسی میں آپ دفن ہوئے ہیں لہٰذا بلحاظ اس مٹی کے شرف کے اور بلحاظ اس کے کہ آپ کی اشرف الخلق ذات وہاں استراحت فرما ہے اور اس لئے کہ آپ لاکھوں برس سے تجلیات وانوار خداوندی سے منور ہوتے رہے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ منور ہوتے رہیں گے اس لئے کسی جگہ کو بھی اس جگہ سے زیادہ فضیلت اور شرف حاصل نہیں رہا کہ جو لوگ عرش کو خدا کا مستقر اور مکان سمجھتے ہیں وہ ضرور اس حقیقت کو ماننے سے انکار کریں گے (جیسے مقلدین ابن تیمیہ) اور غیر مقلدین وغیرہ یہ لوگ عرش کو خدا کا مکان کہتے ہیں اس لئے اسی کی افضلیت کے قائل ہیں۔

قبر نبوی کا فضل وشرف عرش وغیرہ پر

حضرت تھانویؒ نے فرمایا علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ بقعہ جس سے حضور اکرم ﷺ کا جسدِ مبارک مع الروح مس کئے ہوئے ہے وہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے کیونکہ عرش پر معاذ اللہ حق تعالیٰ بیٹھے ہوئے نہیں ہیں اگر بیٹھے ہوتے تو وہ جگہ بیشک سب سے افضل ہوتی مگر خدا تعالیٰ مکان سے منزہ ہے اس لئے عرش کو مستقر خداوندی نہیں کہا جاسکتا اور اس سے یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ استوا علی العرش کے معنی استقرار کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

پھر اگرچہ متاخرین نے مصلحت وقت اور سمجھانے کیلئے اس کے معنی میں تاویل کی ہے مگر میرا رجحان سلف کے ساتھ ہے کہ اسکی کیفیت بیان کرنے سے سکوت کیا جائے اور اس کے ساتھ میرا خیال یہ بھی ہے کہ ''اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ'' کے بعد ''یُدَبِّرُ الْاَمْرَ'' کا لفظ ہے میں اس کو ''اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ'' کا بیان سمجھتا ہوں جس طرح کہا جاتا ہے کہ ولی عہد تخت نشین ہو گیا مطلب اس کا بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس نے انتظام سنبھال لیا اور وہ حکمرانی کرنے لگا اس کیلئے خاص تخت پر بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہوتا اسی طرح یہاں بھی سمجھا جائے کہ عرش پر استوا ہوا اور تدبیر امر ہونے لگے یعنی زمین و آسمان کو پیدا فرما کر حق تعالیٰ شانہ اس میں حکمرانی کرنے لگے اور تدبیر وتصرف ہونے لگا۔ (انوار الباری ص۲۹۶ ج۱۶) واللہ تعالیٰ اعلم

فتویٰ علمائے حرمین ومصر وشام وہند متعلقہ زیارت روضۂ رسول اللہ ﷺ

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین ﷺ اعلیٰ درجے کی قربت اور سبب حصول درجات ہے

یک واجب کے قریب ہے کہ بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر کے وقت آپکی زیارت کی نیت کرنے اور ساتھ میں مسجد نبوی اور دیگر مقامات زیارت ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے بلکہ بہتر وہ ہے جو علامہ شیخ ابن الہمامؒ نے فرمایا کہ قبر شریف ہی کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت ہو جائیگی اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم زیادہ ہے اور ہمارے نزدیک وہابیہ کا یہ قول مردود ہے کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنیوالے کو صرف مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہئے ہم سمجھتے ہیں کہ حدیث شد رحال والی سے ممانعت سفر زیارت نبویہ نہیں نکلتی بلکہ یہ حدیث بدلالت النص جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مساجد ثلاثہ کے سفر کا حکم انکی فضیلت کیوجہ سے ہے اور فضیلت زیادتی کیساتھ بقعہ شریفہ میں موجود ہے اسلئے کہ وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے وہ علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ معظمہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے چنانچہ فقہاء امت نے انکی تصریح فرمائی ہے اور اس مسئلہ کی تصریح ہمارے شیخ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے بھی اپنی کتاب زبدۃ المناسک میں کردی ہے نیز حضرت شیخ المشائخ مفتی صدر الدین صاحب دہلویؒ نے ''احسن المقال فی تشریح حدیث لاتشد الرحال'' لکھ کر وہابیہ اور انکے ہم خیال لوگوں پر قیامت ڈھادی ہے تیسرے سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء اولیاء شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے انکی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی جیسا کہ ہمارے شیخ مولانا محمد اسحاق صاحب دہلویؒ مہاجر مکی اور حضرت گنگوہیؒ نے بھی اپنے فتاوی میں اس کو بیان کیا ہے چوتھے سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے چنانچہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہدا کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور حضرت موسی علیہ السلام کا اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھنا اسکی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ وہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا اس بحث پر ایک مستقل رسالہ ہے بنام ''آب حیات'' جو لائق مطالعہ ہے از مولانا خلیل احمد سہارنپوری دیوبندیؒ منقولہ از مہند علی المفند بواسطہ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۹۹/۲۹۸)

باب الدعوات

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم

فضائل دعا

دعا سے بڑھ کر کوئی چیز بزرگ و برتر نہیں اور دعا عبادت کا مغز ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

(۱۸۲۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بڑھ کر بزرگ و برتر نہیں"۔ [۱]

(۱۸۲۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے"۔ [۲]

(۱۸۲۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ شانہ اس پر غصہ ہوتے ہیں"۔ [۳]

ان احادیث شریفہ میں دعا کی اہمیت وفضیلت بیان فرمائی ہے پہلی حدیث میں فرمایا کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے زیادہ بزرگ و برتر نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث شریف میں فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے چھلکے کے اندر جو اصل چیز ہوتی ہے اس کو مغز کہتے ہیں اور اسی مغز کے دام ہوتے ہیں، بادام کو اگر پھوڑا جائے تو اس میں سے گری نکلتی ہے اسی گری کی قیمت ہوتی ہے اور اسی گری کیلئے بادام خریدے جاتے ہیں، اگر چھلکوں کے اندر گری نہ ہو تو بادام بے دام ہو جاتے ہیں عبادتیں بہت سی ہیں اور دعا بھی ایک عبادت ہے جو بہت بڑی عبادت ہے عبادت ہی نہیں عبادت کا مغز ہے اور اصل عبادت ہے کیونکہ عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے حضور میں اپنی عاجزی اور ذلت پیش کی جائے اور خشوع وخضوع یعنی ظاہر و باطن کے جھکاؤ کے ساتھ بارگاہ بے نیاز میں نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہو چونکہ یہ عاجزی والی حضوری دعا میں سب عبادتوں سے زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے دعا کو عبادت

[۱] رواہ الترمذی [۲] رواہ الترمذی [۳] رواہ الترمذی

نے بعد فرمایا، اور تیسری حدیث میں فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہو جاتے ہیں اس ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ تکبر ہے جو شخص عاجز محض ہے وہ خالق و مالک کے حضور میں نہیں جھکتا اور اس سے مانگنے سے سرکشی کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا عمل ہی غصہ اور ناراضگی کے قابل ہے۔

دعا سراپا عبادت ہے

(۱۸۲۶) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "دعا عبادت ہی ہے" اس کے بعد آپ نے فرمایا یہ آیت "قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (آخر تک) تلاوت فرمائی۔[۱] جس کا ترجمہ یہ ہے اور فرمایا کہ تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا بیشک جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

گذشتہ حدیث میں فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ جل شانہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس حدیث میں فرمایا کہ دعا عبادت ہی ہے یعنی صحیح طریقہ پر دعا کی جائے تو دعا عبادت ہی ہوگی دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ دعا سراپا عبادت ہے دعا میں بندہ اپنی عاجزی اور حاجتمندی کا اقرار کرتا ہے اور سراپا نیاز ہو کر بارگاہ خداوندی میں اپنی حاجت پیش کر کے لپچاتا اور لجاتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ صرف اللہ ہی دینے والا ہے وہ داتا ہے اسکے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے وہ قادر ہے کریم ہے۔ جتنا چاہے دے سکتا ہے اسکو کوئی روکنے والا نہیں وہ بے نیاز ہے اسکو کسی چیز کی حاجت نہیں اور مخلوق سراسر عاجز ومحتاج ہے جب اپنے اس یقین کیساتھ قادر وقیوم کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر سوال کرتا ہے تو اسکا یہ شغل سراپا عبادت بن جاتا ہے اور یہ دعا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا سبب بن جاتی ہے اسکے برعکس جو شخص دعا سے اعراض کرے وہ اپنی حاجتمندی کے اقرار کو خلافِ شان سمجھتا ہے کیونکہ اسکے اس طرز عمل میں تکبر ہے اور بے نیازی کا دعوی ہے اسلئے اللہ جل شانہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کیلئے داخل دوزخ ہونے کی وعید آیت میں مذکور ہے۔

(۱۸۲۷) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (دعا کے بارے میں) عاجز نہ بنو کیونکہ دعا کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی شخص ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔[۲]

دعا مؤمن کا ہتھیار ہے

(۱۸۲۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمانوں اور زمینوں کی روشنی ہے۔[۳]

---

[۱] پ ۲۴ [۲] الترغیب والترھیب للحافظ المنذری [۳] رواہ الحاکم فی المستدرک

دعا کے قبول ہونے کے اوقات[1]

جن اوقات میں دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) شب قدر (ترمذی نسائی ابن ماجہ حاکم عن عائشہؓ)

(۲) عرفہ کا دن (ترمذی عن عمرو بن شعیب)

(۳) رمضان المبارک کا مہینہ (بزاز عن عبادہ بن صامت)

(۴) شب جمعہ (ترمذی حاکم عن ابن عباسؓ)

(۵) جمعہ کا دن (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم عن ابی ہریرہؓ)

(۶) آدھی رات[2] (طبرانی) اور بعض روایات میں رات کا نصف آخر مذکور ہے (احمد ابویعلی)

(۷) پہلی تہائی رات (احمد ابویعلی)

(۸) پچھلی تہائی رات (مسند احمد)

(۹) پچھلی تہائی رات کا درمیانی وقت (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، طبرانی، بزاز عن عمرو بن عبسہؓ)

(۱۰) سحر کا وقت (صحاح ستہ عن ابی ہریرہ)

(۱۱) اور ساعت جمعہ[3] ان سب اوقات میں سب سے زیادہ بڑھ کر قبولیت کی امید رکھنے کے لائق ہے۔

[1] دعا قبول ہونے کے اوقات اور مقامات اور احوال یہ مضمون علامہ جزری کی کتاب حصن حصین سے لیا گیا ہے اور انہوں نے جو حوالہ جات دیے ہیں ان کو باقی رکھا ہے۔

[2] ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو جس وقت حجاج کرام احرام باندھتے ہوئے عرفات میں حاضر ہوتے ہیں یہ وقت بھی بہت زیادہ قبولیت کا ہوتا ہے اس میں دعا ہی کرتے رہنا چاہئے مستحب ہے کہ غروب آفتاب تک پورے وقت میں کھڑے ہو کر دعا کرے اگر اتنا زیادہ کھڑا نہ ہو سکے تو جس قدر زیادہ کھڑا ہو سکے اس کا اہتمام کرے۔ افسوس ہے کہ بہت سارے لوگ اس مبارک وقت کو کھانے پکانے اور بہت سے لایعنی کاموں میں گذار دیتے ہیں بلکہ بہت سے لوگ تو گناہوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ایک گناہ کبیرہ کا آج کل یہ رواج پایا گیا ہے کہ حجاج کرام پیسے دیکر اپنی تصویریں کھینچواتے ہیں اور بعض لوگ ریڈیو اور ٹیپ کے ساتھ گانا بھی سنتے ہیں۔ اور بعض طالب دنیا اس مبارک موقع پر غیر اللہ سے سوال کرتے رہتے ہیں جو بہت بڑی محرومی ہے۔ مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۱۶۳ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس موقع پر ایک شخص کو دیکھا کہ لوگوں سے سوال کر رہا ہے آپؓ نے اس سے فرمایا آج کے دن اور اس جگہ میں اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے مانگ رہا ہے، یہ فرما کر اس کو ایک درہ رسید فرمایا۔ ۱۲

[3] آدھی رات اور آدھی رات کے بعد صبح صادق ہونے تک نماز اور قبولیت دعا کے لئے بہت مبارک وقت ہے۔ جب بھی آنکھ کھل جائے اللہ پاک سے کچھ نہ کچھ ضرور دعا مانگ لیں اور نفلیں پڑھ لیں تو بہت ہی بڑے ثواب کے مستحق ہوں گے ایک حدیث میں ہے کہ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارے رب تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرماتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے پس میں اسے عطا کروں کوئی ہے جو مغفرت طلب کرے پس میں اس کی مغفرت کروں (بخاری و مسلم)

[4] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بے شک جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں کوئی گناہ گار بندہ اللہ سے سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو عطا کرے گا۔ (مشکوۃ عن البخاری و مسلم) یہ گھڑی کونسی ہے اس کے بارے میں روایات اور اقوال مختلف ہیں صحیح مسلم میں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

دعا قبول ہونے کے مقامات

یعنی ان مواقع کا بیان جن میں دعا قبول ہونے کی زیادہ تر امید کی جاتی ہے اب مصنف فرماتے ہیں کہ کہ مواضع شریفہ یعنی متبرک مقامات میں دعا قبول ہوتی ہے۔

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ حصن حصین میں فرماتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ نے اپنے ایک خط میں مکہ والوں کو لکھا تھا کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ مواقع میں دعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) طواف کرتے وقت۔

(۲) ملتزم پر چمٹ کر۔ ؎

(۳) میزاب کے نیچے (کعبہ شریف کی چھت سے پانی بہہ کر نیچے آنے کا جو پرنالہ ہے میزاب سے مراد وہ ہے اسے میزاب رحمت بھی کہتے ہیں اور یہ حطیم میں گرتا ہے اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے)

(۴) کعبہ شریف کے اندر۔

(۵) زمزم کے قریب۔

(۶) صفا پر۔

(۷) مروہ پر۔

(۸) صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے۔

(۹) مقام ابراہیم کے پاس۔

(۱۰) عرفات میں۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ گھڑی امام کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز جمعہ کے ختم تک ہے، چونکہ یہ خود ارشاد نبوی ﷺ ہے اور صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اسی لئے علامہ نوویؒ نے اس کو صحیح ترین قول قرار دیا ہے اور سنن ترمذی وغیرہ میں یوں بھی ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن جس گھڑی میں قبولیت دعا کی امید کی جائے اسے عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک تلاش کرو لیکن امام ترمذی نے اسکی تضعیف کی ہے۔

واضح رہے کہ خطبہ کے دوران زبان سے کوئی ذکر کرنا یا دعا کرنا جائز نہیں نماز میں درود شریف کے بعد جو دعا کرتے ہیں وہ دعا اسی وقت میں ہو جاتی ہے جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت میں بیان ہوا ہے بعض حضرات اکابر ترمذی کی روایت کے مطابق عمل کرتے تھے ذوق اور شوق اور تڑپ اور طلب کی بات ہے، جس سے جتنا ہو سکے اللہ سے مانگے مگر اب تو صحیح معنی میں مانگنے والے ہی نہیں رہے۔

؎ ملتزم اس جگہ کو کہتے ہیں جو حجر اسود اور کعبہ شریف کے دروازے کے درمیان ہے عربی میں ملتزم چمٹنے کی جگہ کو کہتے ہیں کیونکہ اس جگہ چمٹ کر دعا کی جاتی ہے اس پر پیشانی لگائے اور کبھی داہنا رخسار اور کبھی بایاں رخسار لگادے اور ایک ہاتھ کعبہ شریف کے دروازے کی طرف پھیلا کر دیوار سے لگادے اور دوسرا حجر اسود کی طرف پھیلا کر دیوار سے لگادے اور خوب اچھی طرح رو رو کر اور بلک بلک کر دعا مانگے، ملتزم پر جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے اس کا بہت تجربہ کیا گیا ہے۔

(۱۱) مزدلفہ میں۔

(۱۲) منیٰ میں۔

(۱۵،۱۴،۱۳) تینوں جمرات کے قریب۔[۲]

حضرت حسن بصریؒ کے ذکر فرمودہ پندرہ مواقع لکھنے کے بعد الحصن الحصین کے مصنفؒ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں ''وَانْ لَّمْ يُجِبِ الدُّعَآءُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفِيْ اَيِّ مَوْضَعٍ يُسْتَجَابُ'' یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر دعا قبول نہ ہوگی تو پھر کہاں ہوگی (یعنی روضۂ اقدس پر جب سلام عرض کرنے کے لئے حاضری دیں تو وہاں اللہ پاک سے دعا بھی کریں)

دعا کے قبول ہونے کی حالتیں

یعنی جن حالات میں دعا زیادہ لائق قبول ہوتی ہے ان کو بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) جس وقت نماز کیلئے اذان دی جائے۔ (ابو حاکم عن سہل بن سعد)

(۲) اذان اور اقامت کے درمیان۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان عن انسؓ)

(۳) مصیبت وغمزدہ شخص کی دعا حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بعد جبکہ مؤذن اذان دے رہا ہو۔ (حاکم عن ابی امامہؓ)

(۴) اور میدان جہاد میں جب صف باندھے ہوئے ہوں۔ (ابن حبان، طبرانی مرفوعاً عن سہل ابن سعدؓ)

(۵) اور جنگ کے وقت (جب مؤمن وکافر) ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں۔ (ابوداؤد عن سہلؓ)

(۶) اور فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی، نسائی، عن ابی ہریرہؓ)

(۷) اور سجدہ کی حالت میں۔[۳] (مسلم، ابوداؤد، نسائی، عن ابی ہریرہؓ)

[۱] (ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قبولیت دعا کے مواقع کی تعداد پندرہ میں منحصر نہیں ہے رکن یمانی پر اور رکن اور حجر اسود کے درمیان بھی دعا قبول ہوتی ہے نیز غار ثور اور غار حرا کو بھی ملا علی قاری نے اجابت دعا کے مقامات میں شمار کیا ہے)

[۲] تینوں جمرات سے وہ مواقع مراد ہیں جہاں حج کے دنوں میں کنکریاں ماری جاتی ہیں ان تینوں جگہوں میں ایک منارہ سا بنا دیا گیا ہے اور ان تینوں کو جمرات کہتے ہیں۔ مسجد خیف سے چل کر مکہ معظمہ کو آگے بڑھے تو پہلے جمرۂ اولیٰ آئے گا اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ آئے گا اور اس کے بعد جمرۂ اُخریٰ آئے گا، جسے جمرۂ عقبی اور جمرۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں یعنی جمرۂ اولیٰ کی رمی کرنے کے بعد وہاں سے ہٹ کر ذرا سا ٹھہر کر دعا کرے اسی طرح جمرۂ وسطیٰ کی رمی کرنے کے بعد آگے بڑھ کر دعا کرے البتہ جمرۂ اخری کی رمی کرنے کے بعد نہ ٹھہرے بلکہ چلتا ہوا دعا کرے۔

[۳] سجدہ میں دعا کی جائے تو خوب زیادہ قابل قبول ہوتی ہے کیونکہ اس حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اور ایسا قرب اور کسی وقت حاصل نہیں ہوتا علماء نے فرمایا ہے کہ سجدہ میں انسان انتہائی عاجزی اور تذلل اختیار کر لیتا ہے کیونکہ اشرف الاعضاء یعنی سر کو ارزل العناصر یعنی زمین پر ٹیک دیتا ہے اور اپنی ذلت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۱۱) مزدلفہ میں۔

(۱۲) منیٰ میں۔

(۱۳، ۱۴، ۱۵) تینوں جمرات کے قریب۔ ۲

حضرت حسن بصریؒ کے ذکر فرمودہ پندرہ مواقع لکھنے کے بعد الحصن الحصین کے مصنفؒ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں "وَاِنْ لَّمْ یُجَبِ الدُّعَآءُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَفِیْ اَیِّ مَوْضَعٍ یُسْتَجَابُ" یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں کھڑے ہوکر دعا قبول نہ ہوگی تو پھر کہاں ہوگی (یعنی روضۂ اقدس پر جب سلام عرض کرنے کے لئے حاضری دیں تو وہاں اللہ پاک سے دعا بھی کریں)

دعا کے قبول ہونے کی حالتیں

یعنی جن حالات میں دعا زیادہ لائق قبول ہوتی ہے ان کو بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) جس وقت نماز کیلئے اذان دی جائے۔ (ابو حاکم عن سہل بن سعد)

(۲) اذان اور اقامت کے درمیان۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان عن انسؓ)

(۳) مصیبت وغمزدہ شخص کی دعا حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بعد جبکہ مؤذن اذان دے رہا ہو۔ (حاکم عن ابی امامہؓ)

(۴) اور میدان جہاد میں جب صف باندھے ہوئے ہوں۔ (ابن حبان، طبرانی مرفوعاً عن سہل ابن سعدؓ)

(۵) اور جنگ کے وقت (جب مؤمن وکافر) ایک دوسرے کو قتل کررہے ہوں۔ (ابوداؤد عن سہلؓ)

(۶) اور فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی، نسائی، عن ابی ہریرہؓ)

(۷) اور سجدہ کی حالت میں۔ ۳ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، عن ابی ہریرہؓ)

۱ (ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قبولیت دعا کے مواقع کی تعداد پندرہ میں منحصر نہیں ہے رکن یمانی پر اور رکن اور حجر اسود کے درمیان بھی دعا قبول ہوتی ہے نیز غار ثور اور غار حرا کو بھی ملا علی قاری نے اجابت دعا کے مقامات میں شمار کیا ہے)

۲ تینوں جمرات سے وہ مواقع مراد ہیں جہاں حج کے دنوں میں کنکریاں ماری جاتی ہیں ان تینوں جگہوں میں ایک منارہ سا بنا دیا گیا ہے اور ان تینوں کو جمرات کہتے ہیں۔ مسجد خیف سے چل کر مکہ معظمہ کو آگے بڑھے تو پہلے جمرۂ اولیٰ آئے گا اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ آئے گا اور اس کے بعد جمرۂ اُخریٰ آئے گا، جسے جمرۂ عقبی اور جمرۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں یعنی جمرۂ اولیٰ کی رمی کرنے کے بعد وہاں سے ہٹ کر ذرا سا ٹھہر کر دعا کرے اسی طرح جمرۂ وسطیٰ کی رمی کرنے کے بعد آگے بڑھ کر دعا کرے البتہ جمرۂ اخری کی رمی کرنے کے بعد نہ ٹھہرے بلکہ چلتا ہوا دعا کرے۔

۳ سجدہ میں دعا کی جائے تو خوب زیادہ قابل قبول ہوتی ہے کیونکہ اس حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اور ایسا قرب اور کسی وقت حاصل نہیں ہوتا علماء نے فرمایا ہے کہ سجدہ میں انسان انتہائی عاجزی اور تذلل اختیار کرلیتا ہے کیونکہ اشرف الاعضاء یعنی سر کو ارزل العناصر یعنی زمین پر ٹیک دیتا ہے اور اپنی ذلت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۸) اور تلاوت قرآن شریف کے بعد۔ (ترمذی عن عمران بن حصینؓ)

(۹) خصوصاً ختم قرآن کے بعد۔ (مرفوعاً عن عمران وابن شیبہ موقوفاً علی ابی لبابہ)

اور خاص کر قرآن مجید ختم کرنے والے کی دعا (ترمذی، طبرانی عن عمران بن حصینؓ)

(۱۰) اور زمزم کا پانی پیتے وقت۔ (حاکم عن ابن عباسؓ)

(۱۱) میت کے پاس حاضر ہونے کے وقت۔ (مسلم، سنن اربعہ عن ام سلمہؓ)

(۱۲) مرغ کی آواز کے وقت۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی عن ابی ہریرۃؓ)

(۱۳) اور مسلمانوں کے جمع ہونے کے وقت۔ (صحاح ستہ عن ام عطیہ الانصاریہؓ)

(۱۴) اور ذکر کی مجلسوں میں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی عن ابی ہریرۃؓ)

(۱۵) اور امام کے ولا الضالین کہنے کے وقت۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ عن ابی ہریرۃؓ)

(۱۶) اور میت کی آنکھ بند کرتے وقت۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ عن ام سلمہؓ)

(۱۷) اور نماز کی اقامت کے وقت۔ (طبرانی ابن مردویہ عن سہلؓ)

(۱۸) اور بارش ہوتے وقت۔ (ابوداؤد، طبرانی ابن مردویہ عن سہلؓ)

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں اس کو مرسلاً روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے نزول باراں کے وقت دعا کا قبول ہونا بہت سے علماء سے سنا ہے۔

(۱۹) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ پر نظر پڑتے وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ (ترمذی، طبرانی عن ابی ہریرۃؓ)

(۲۰) سورۂ انعام میں جو ایک ساتھ دو مرتبہ اللہ ۱ آیا ہے ان دونوں کے بیچ میں دعا کا قبول ہونا مجرب ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور عاجزی ظاہر کرنے کیلئے اس کے پاس اس سے بڑھ کر اور کوئی صورت نہیں ہے جب سجدہ میں جاتا ہے تو اپنی عاجزی اور ذلت ظاہر کرتے ہوئے خداوند قدوس وحدہ لاشریک لہ کی بڑائی اور برتری اور ربوبیت کا اقرار کرتا ہے جس کی وجہ سے دعا کو قبولیت حاصل ہو جاتی ہے اس موقعہ پر جو دعا کریگا انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

واضح رہے کہ یہ دعا نفل نماز میں ہو فرضوں میں نہ ہو اور عربی زبان میں ہو اردو وغیرہ میں نہ ہو جب دعا مانگنا ہو تو نفلوں کی نیت کر کے سجدہ میں دعا مانگ لے امداد الفتاوی میں لکھا ہے کہ سجدہ کی دعا (جو صرف سجدہ ہی ہو) منقول نہیں ہے جو سجدہ نماز کا جز ہو اسی میں دعا کرے۔ ۱۲ (والاجتهاد فی الدعاء فی السجود محمول علی الندب قاله النووی واما عندنا محمول علی النوافل) (بذل المجهود)

۱ لفظ اللہ کو اسم الجلالہ کہتے ہیں سورۂ انعام کی آیت ”واذا جاءتهم آية قالوا لن نؤمن حتى نؤتى مثل ما اوتى رسل الله الله اعلم حيث يجعل رسالته“ میں لفظ اللہ جو لکھا آیا ہے ان دونوں لفظ اللہ کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے یعنی پہلے لفظ اللہ پر وقف کر کے دعا کرے پھر دوسرے لفظ اللہ سے قرات کی ابتدا کرے لیکن دعا مختصری ہو اور جائز ہوتا کہ ایک ہی آیت کے درمیان لمبا وقفہ نہ ہو جائے علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ متعدد اہل علم سے یہ بات پہچانی گئی ہے کہ اس جگہ دعا کرنے سے قبول ہوتی ہے اور یہ مجرب ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہم نے بہت سے علماء کرام سے اس آیت کریمہ میں دونوں اسم جلالہ کے درمیان دعا کی قبولیت کا آزمودہ ہونا سنا ہے۔

جن کی دعا خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے

(۱) بے چین اور مصیبت زدہ مجبور حال (بخاری، مسلم، ابوداؤد عن ابن عمرؓ)

(۲) مظلوم (جس پر ظلم کیا گیا ہو) (صحاح ستہ عن ابن عباسؓ) مسند احمد مسند بزار اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مظلوم کی دعا (یعنی جس پر ظلم کیا گیا ہو) اگرچہ مظلوم بڑا گنہگار ہی کیوں نہ ہو (عن ابی ہریرہؓ) اور صحیح ابن احبان اور مسند احمد میں ہے کہ ظالم کے حق میں مظلوم کی بد دعا ضرور قبول ہوگی اگرچہ مظلوم کافر ہی ہو (عن ابی ذرؓ)

(۳) والد کی دعا اولاد کیلئے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

(۴) امام عادل کی دعا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان عن ابی ہریرہؓ)

(۵) نیک آدمی کی دعا۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ عن ابن عمرؓ)

(۶) والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا۔ (مسلم ابن عمرؓ)

(۷) مسافر (ابوداؤد، بزار، ابن، ماجہ)

(۸) روزہ دار جس وقت افطار کرے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان)

(۹) مسلمان کی دعا اپنے مسلمان بھائی کیلئے اس کے پیٹھ پیچھے۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ عن ابی ہریرہؓ وعن ابی سعیدؓ)

(۱۰) اور مسلمان کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک کہ ظلم یا قطع رحم کی دعا نہ کرے یا یوں نہ کہے کہ میں نے دعا تو کی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

(۱۱) جو شخص حج کیلئے روانہ ہو یا عمرہ کے سفر میں نکلا ہو اسکی دعا قبول ہونے کا وعدہ ہے۔ (نسائی عن ابی ہریرہؓ)

آداب دعا ایک نظر میں

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الحصن الحصین میں تفصیل کے ساتھ دعا کے آداب جمع کئے ہیں جو مختلف احادیث میں وارد ہوئے ہیں ہم ایک نظر میں آداب دعا نیچے لکھتے ہیں تا کہ بالا جمال ایک جگہ جمع شدہ ناظرین کے سامنے آجائیں۔

(۱) پاک صاف ہونا (۲) باوضو ہونا (۳) پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی اور صفات عالیہ کا واسطہ دینا (۴) پھر درود شریف پڑھنا (۵) قبلہ رخ ہونا (۶) خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور یقین رکھنا کہ صرف اللہ جل شانہ ہی

دعا کو قبول کر سکتا ہے (۷) کوئی نیک عمل دعا سے پہلے کرنا یا دو چار رکعت نماز پڑھ کر دعا کرنا (۸) دعا کیلئے دوزانو ہو کر بیٹھنا (۹) دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہوں (۱۰) خشوع خضوع کے ساتھ باادب ہو کر دعا کرنا (پورے جسم سے ادب ظاہر ہو اور سارا جسم دعا اور طلب بن جائے (۱۱) دعا کرتے وقت عاجزی اور تذلل ظاہر کرنا (۱۲) دعا کرتے وقت حال اور قال سے (یعنی جسم اور زبان اور جان سے) مسکینی ظاہر کرنا اور آواز میں پستی ہونا (۱۳) آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا (۱۴) شاعرانہ تک بندی سے اور گانے کے طرز سے بچنا (۱۵) حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام و صالحین کرام اور اپنے نیک عمل کے وسیلے سے دعا کرنا (۱۶) گناہوں کا اقرار کرنا (۱۷) خوب رغبت و امید و مضبوطی کے ساتھ جم کر اس یقین کے ساتھ دعا کرنا کہ ضرور قبول ہوگی (۱۸) دل حاضر کر کے دل کی گہرائی سے دعا کرنا (۱۹) بار بار سوال کرنا جو کم از کم تین بار ہو (۲۰) الحاح کے ساتھ یعنی خوب گڑگڑا کر اور بچا کر اصرار کے ساتھ اللہ سے مانگنا (۲۱) کسی امر محال کی اور گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرنا (۲۲) جب کسی کیلئے دعا کرے تو پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسرے کیلئے (۲۳) جامع دعا ہونا یعنی ایسی دعا کو اختیار کرنا جس کے الفاظ کم ہوں لیکن الفاظ کا معنی عمومی زیادہ ہو یعنی ایک دو لفظ میں چند الفاظ میں دنیا و آخرت کی بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے (۲۴) قرآن و حدیث میں جو دعائیں آئی ہیں ان کے ذریعے دعا کرے ان کے الفاظ جامع بھی ہیں اور مبارک بھی (۲۵) اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرے اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کا بھی سوال اللہ سے کرے (۲۶) امام ہو تو صرف اپنے ہی لئے دعا نہ کرے بلکہ مقتدیوں کو بھی دعا میں شریک کرے (واحد کے الفاظ کی بجائے جمع کے الفاظ دعا میں ذکر کرے) (۲۷) دعا کے ختم سے پہلے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے (۲۸) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے (۲۹) اور ختم پر آمین کہے (۳۰) اور بالکل آخر میں منہ پر ہاتھ پھیر لے۔ [۱]

یہ وہ آداب ہیں جن کا عین دعا مانگتے وقت لحاظ کرنا چاہئے یوں تو اللہ تعالیٰ کی بڑی شان ہے وہ بغیر رعایت آداب کے بھی دعا قبول کر سکتا ہے اور ایک بہت بڑا ادب بلکہ قبولیت کی شرط یہ ہے کہ خوراک اور پوشاک میں حلال مال استعمال کرتا ہو، جو حرام مال استعمال کرتا ہو اسکی دعا قبول نہیں ہوتی اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تارک کی دعا قبول نہیں ہوتی نیز قبولیت کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ نا امید ہو کر دعا کو چھوڑ نہ بیٹھے بہر حال دعا کرتا رہے اور تنگی ترشی اور سختی میں دعا قبول کرانا ہو تو آرام و راحت و خوشی کے زمانے میں کثرت سے دعا کیا کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کیا کرتے تھے [۲] ذکر میں وہ دعائیں بھی شامل ہیں جن کا موقعہ بموقعہ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے ان کا اہتمام کرنے سے کثرت ذکر کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے

[۱] ترجمہ و شرح حصن حصین ... کا مطالعہ فرمائیں۔ [۲] رواہ مسلم

ان کے مضامین میں غور وخوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں توحید کی بڑی اہم تعلیمات ہیں اور ان کے پڑھنے اور سمجھنے سے اللہ جل شانہ کی ربوبیت کا بار بار اقرار ہوتا ہے اور دل وزبان پر بار بار یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اسی نے زندہ رکھا، اسی نے سلایا، اسی نے سونے سے جگایا، اسی نے کھلایا اور اسی نے پہنایا اسی کے حکم سے صبح وشام ہوتی ہے سفر میں اور حضر میں وہی محافظ ہے، دشمنوں کے شر سے وہی بچاتا ہے، شیطان سے وہی محفوظ رکھتا ہے، ہر درد اور دکھ کا دور کرنے والا وہی ہے، بارش اسی کے حکم سے ہوتی ہے، ہوائیں اسی کے حکم سے چلتی ہیں، ہر مجلس میں اور ہر موقعہ اور ہر مقام میں اسی کو یاد کرنا لازم ہے اور ہر نعمت حاصل ہونے پر اور ہر دکھ کے چلے جانے پر اسی کا شکر کرنا واجب ہے، ہر خیر کا اسی سے سوال کریں اور ہر شر سے محفوظ ہونے کیلئے اسی کو پکاریں۔

بظاہر انسان اپنی محنت سے کماتا ہے پھر پکا کر کھاتا ہے اور یہی بات زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلق ہے مثلاً اپنی کمائی سے کپڑا خرید کر پہننا اور اپنے تعمیر کردہ مکان میں ٹھکانا پکڑتا ہے اور ان دعاؤں میں بار بار یہ بتایا گیا ہے کہ باوجود کوشش اور محنت کے بندہ کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا کھلانے کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہے اور پہنانے کی نسبت بھی اسی کی طرف ہے، پیٹ بھی وہی بھرتا ہے اور پیاس بھی وہی بجھاتا ہے اور ہر طرح کا آرام اور راحت وہی پہنچاتا ہے اگر اسکی مشیت نہ ہوتی تو باوجود محنت اور مشقت اور کدوکاوش کے پیسہ نہیں ملتا اور تجارت میں نفع کی بجائے پورا سرمایہ ہی ڈوب جاتا ہے اگر پیسہ مل بھی جائے تو ضروری نہیں کہ اس کے ذریعے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزیں میسر ہو جائیں اگر چیزیں میسر بھی آجائیں تو ضروری نہیں کہ ان کا استعمال کرنا بھی نصیب ہو جائے اور اگر استعمال کر بھی لیں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ ان سے حاجت پوری ہو جائے بہت سے لوگ کھاتے ہیں مگر ہضم نہیں ہوتا اور بہت سے لوگ کھاتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا اور بہت سے لوگ پیتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیاس نہیں بجھتی، وہ لوگ بھی ہیں کہ جن کے پاس لاکھوں کا سرمایہ ہے لیکن کھانے سے عاجز ہیں کیونکہ معدہ کچھ قبول نہیں کرتا بہترین مکانات ہیں ایئر کنڈیشنڈ ہیں، نرم نرم بستر ہیں اور راحت کا ہر سامان موجود ہے مگر نیند نہیں آتی، نیند کا لانا اور پھر زندہ اٹھانا، کھلانا پلانا اور پیٹ بھرنا اور سیراب کرنا اور معدہ میں پہنچا دینا اور خون بنا کر جسم میں رواں دواں کر دینا اور قوت دینا یہ سب اللہ ہی کی مشیت اور قوت سے ہوتا ہے اس لئے حضور اقدس ﷺ ہر موقعہ پر اللہ کی وحدانیت اور مالکیت کا اقرار اور اپنی عاجزی اور ضعف کا اعتراف کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے تھے اور اسکی تعلیم دیتے تھے چونکہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں اور اسکی مخلوق ہیں اور جن اسباب سے بندے آرام وراحت پاتے ہیں وہ بھی خدا ہی کی مخلوق ہیں اس لئے انسان پر لازم ہے کہ ہر حرکت وسکون کو اللہ کی طرف سے سمجھے اور ان کے ملنے پر اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ادا کرے اور ہر وقت اور ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کریں اور بار بار اپنی غلامی اور عاجزی اور بے بسی کا اقرار واعتراف کرے۔

مسنون دعاؤں کو بڑے اہتمام سے پڑھنا چاہئے کیونکہ ان کے پڑھنے میں اول تو حضور اکرم ﷺ کا اتباع ہے جو

ان کے مضامین میں غور وخوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں توحید کی بڑی اہم تعلیمات ہیں اور ان کے پڑھنے اور سمجھنے سے اللہ جل شانہ کی ربوبیت کا بار بار اقرار ہوتا ہے اور دل وزبان پر بار بار یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اسی نے زندہ رکھا، اسی نے سلایا، اسی نے سونے سے جگایا، اسی نے کھلایا اور اسی نے پہنایا اسی کے حکم سے صبح وشام ہوتی ہے سفر میں اور حضر میں وہی محافظ ہے، دشمنوں کے شر سے وہی بچاتا ہے، شیطان سے وہی محفوظ رکھتا ہے، ہر درد اور دکھ کا دور کرنے والا وہی ہے، بارش اسی کے حکم سے ہوتی ہے، ہوائیں اسی کے حکم سے چلتی ہیں، ہر مجلس میں اور ہر موقعہ اور ہر مقام میں اسی کو یاد کرنا لازم ہے اور ہر نعمت حاصل ہونے پر اور ہر دکھ کے چلے جانے پر اسی کا شکر کرنا واجب ہے، ہر خیر کا اسی سے سوال کریں اور ہر شر سے محفوظ ہونے کیلئے اسی کو پکاریں۔

بظاہر انسان اپنی محنت سے کماتا ہے پھر پکا کر کھاتا ہے اور یہی بات زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلق ہے مثلاً اپنی کمائی سے کپڑا خرید کر پہننا اور اپنے تعمیر کردہ مکان میں ٹھکانا پکڑتا ہے اور ان دعاؤں میں بار بار یہ بتایا گیا ہے کہ باوجود کوشش اور محنت کے بندہ کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا کھلانے کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہے اور پہنانے کی نسبت بھی اسی کی طرف ہے، پیٹ بھی وہی بھرتا ہے اور پیاس بھی وہی بجھاتا ہے اور ہر طرح کا آرام اور راحت وہی پہنچاتا ہے اگر اسکی مشیت نہ ہوتی تو باوجود محنت اور مشقت اور کدوکاوش کے پیسہ نہیں ملتا اور تجارت میں نفع کی بجائے پورا سرمایہ ہی ڈوب جاتا ہے اگر پیسہ مل بھی جائے تو ضروری نہیں کہ اس کے ذریعے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزیں میسر ہو جائیں اگر چیزیں میسر بھی آجائیں تو ضروری نہیں کہ ان کا استعمال کرنا بھی نصیب ہو جائے اور اگر استعمال کر بھی لیں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ ان سے حاجت پوری ہو جائے بہت سے لوگ کھاتے ہیں مگر ہضم نہیں ہوتا اور بہت سے لوگ کھاتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا اور بہت سے لوگ پیتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیاس نہیں بجھتی، وہ لوگ بھی ہیں کہ جن کے پاس لاکھوں کا سرمایہ ہے لیکن کھانے سے عاجز ہیں کیونکہ معدہ کچھ قبول نہیں کرتا بہترین مکانات ہیں ایئر کنڈیشنڈ ہیں، نرم نرم بستر ہیں اور راحت کا ہر سامان موجود ہے مگر نیند نہیں آتی، نیند کا لانا اور پھر زندہ اٹھانا، کھلانا پلانا اور پیٹ بھرنا اور سیراب کرنا اور معدہ میں پہنچا دینا اور خون بنا کر جسم میں رواں دواں کر دینا اور قوت دینا یہ سب اللہ ہی کی مشیت اور قوت سے ہوتا ہے اس لئے حضور اقدس ﷺ ہر موقعہ پر اللہ کی وحدانیت اور مالکیت کا اقرار اور اپنی عاجزی اور ضعف کا اعتراف کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے تھے اور اسکی تعلیم دیتے تھے چونکہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں اور اسکی مخلوق ہیں اور جن اسباب سے بندے آرام وراحت پاتے ہیں وہ بھی خدا ہی کی مخلوق ہیں اس لئے انسان پر لازم ہے کہ ہر حرکت وسکون کو اللہ کی طرف سے سمجھے اور ان کے ملنے پر اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ادا کرے اور ہر وقت اور ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کریں اور بار بار اپنی غلامی اور عاجزی اور بے بسی کا اقرار واعتراف کرے۔

مسنون دعاؤں کو بڑے اہتمام سے پڑھنا چاہئے کیونکہ ان کے پڑھنے میں اول تو حضور اکرم ﷺ کا اتباع ہے جو

خدا وند تعالیٰ تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے دوسرے چونکہ ان دعاؤں کے الفاظ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الہام کئے ہیں اس لئے اپنی زبان پر شکر ادا کرنے یا عربی میں کسی دوسرے کی بنائی ہوئی دعا کے پڑھنے کی بجائے ان کا ورد رکھنا اور موقع بموقع پڑھنا بہت زیادہ اہم ہے۔

مؤمن بندوں کو محبوب حقیقی کے ذکر میں مزا آتا ہے اور اس سے قلب میں لذت محسوس ہوتی ہے اور جو لوگ دنیا کی محبت میں پھنسے ہوئے ہیں وہ فرض نماز تک سے جان چراتے ہیں اور دس پانچ مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے گھبراتے ہیں ایسے لوگ ذاکرین کو دیوانہ اور بے وقوف کہتے ہیں اور شیطان کے بہکانے اور نفس کے ورغلانے سے کثرت ذکر کے عمدہ ترین مشغلہ میں لگنے والوں کو رہبانیت کا طعنہ دیتے ہیں قرآن مجید میں کثرت ذکر کا حکم ہے اور حضور اقدس علیہ السلام نے اس پر عمل کر کے دکھایا ہے اور اپنی امت کو اسکی ترغیب دی ہے اور زندگی بھر کے احوال اور اوقات کے مطابق دعائیں سکھائی ہیں اگر یہ رہبانیت ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کثرت ذکر میں کیوں لگتے اور اپنی امت کو اس میں کیوں لگاتے۔

تقریباً چالیس سال پہلے جب احقر نے کتاب ''مسنون دعائیں'' لکھی تھی اس وقت ایک شخص کا غضبناک خط آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس مشغولیت کے دور میں لوگوں کو اتنی دعائیں پڑھنے کی فرصت کہاں ہے اس خط سے اندازہ ہوا اور کچھ سیاسی مزاج لوگوں کے قول وفعل اور رنگ ڈھنگ سے پتہ چلا کہ مسنون دعائیں پڑھنا اور اذکار ماثورہ میں لگنا گویا انکے نزدیک کارخانوں کے تباہ کرنے اور سیاست میں رخنہ پیدا کرنے اور تجارتوں کے برباد ہونے کے مترادف ہے جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اگر انکی زبان یا قلم سے ایسی باتیں نکلتی ہیں تو محل تعجب نہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں وہ ایسی باتیں کرتے ہیں اور لکھتے ہیں، اور ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اذکار وادعیہ میں لگنے والوں کی مذمت کرتے ہیں اور انکے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ فیا اسفیٰ علیہم

بات اصل یہ ہے کہ اپنا مقصدِ تخلیق یاد نہیں جسے اللہ تعالیٰ شانہ نے ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ'' [1] میں بیان فرمایا ہے اور ایسے لوگوں کو قرآن وحدیث کی تصریحات بھی معلوم نہیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً'' [2] اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

''لَایَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ [3] اور ''اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ'' [4] کو پڑھتے اور دل وجان

[1] ترجمہ نہیں پیدا کیا میں نے جنات کو اور انسانوں کو مگر عبادت کیلئے۔

[2] اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت کے ساتھ یاد کرو اور صبح وشام اسکی تسبیح کرتے رہو۔

[3] تیری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہے (رواہ الترمذی عن عبداللہ بن بسر وحسنۃ کما فی المشکوٰۃ ص۱۹۸)

[4] اللہ کے ذکر کی کثرت کرو یہاں تک کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔ (رواہ احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم وقال صحیح الاسناد کما فی الترغیب ص۲/۳۹۹)

سے مانتے تو ایسی باتیں ہرگز نہ کرتے اگر اللہ کے نام میں مشغول ہونے سے فانی دنیا کا نقصان ہو جائے جو اللہ کے نزدیک بکری کے کان کٹے ہوئے مردہ بچے سے بھی زیادہ ذلیل ہے (کمافی المشکوٰۃ ص ۴۳۹ عن صحیح مسلم) تو یہ کوئی رنج کی بات نہیں ہے، بالفرض اگر اذکار وادعیہ میں لگنے سے زندگی نورانی بنتی ہے اور مال ومتاع میں بہت بڑی برکت ہوتی ہے، اور قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے پھر یہ نقصان کا وسوسہ بھی تو غلط ہے کیونکہ بظاہر نقصان کا امکان اس وقت تھا جب ہر وقت ادعیہ واذکار میں لگے رہتے (جیسا کہ ان میں لگنے کا حق ہے) لیکن اگر مختلف اوقات کی مختلف دعائیں پڑھی جائیں تو ان میں مشاغل دنیویہ کو چھوڑنے کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی اور ان کیلئے مستقل وقت نہیں نکالنا پڑتا، کام کاج میں لگے ہوئے چلتے پھرتے سب دعائیں ادا ہو جاتی ہیں بات اصل وہی ہے کہ جو مردار دنیا اور اہل دنیا سے محبت اور شغف رکھتے ہیں وہ اللہ کے نام کی لذت سے نا آشنا ہیں اور آخرت کی نعمتوں سے بے خبر ہیں ایسے ہی لوگ اپنی جہالت سے ذاکرین کی مخالفت کرتے ہیں نہ ان کو خود ذکر اللہ سے انس والفت ہے اور نہ دوسروں کیلئے اس مبارک مشغلہ کو پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو علم وفہم عطا فرمائے۔

باب الادعية في الاوقات المُختفلة

مختلف اوقات میں پڑھنے کی دعائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ جل شانہ نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کو مجموعہ حاجات بنا دیا لہٰذا وہ ہر وقت حاجتمند ہے اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کے ساتھ مصیبتیں بھی پیدا کی ہیں انسان نعمتوں سے مالا مال ہوتا ہے اور مصیبتوں میں بھی پھنسا رہتا ہے اور قدم قدم پر چھوٹی بڑی حاجتیں بھی اسے گھیر لیتی ہیں جنہیں اللہ جل شانہ پورا فرماتے ہیں، پھر جس طرح دنیا میں حاجات ہیں موت کے بعد بھی حاجتیں ہیں، برزخ اور اسکے بعد کے حالات میں راحت بھی اور تکالیف بھی، ہر حاجت کے پورا ہونے اور ہر ضرورت کا انتظام ہونے اور ہر دکھ سے حفاظت پانے اور آئی ہوئی مصیبت کے ٹلنے کیلئے صرف اللہ پاک کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اسی نے حاجتیں پیدا فرمائیں اور دکھ، تکلیف اسی کی مخلوق ہیں اور مصائب بھی اسی کی بھیجی ہوئی ہیں دنیا ہو یا آخرت ہو ہر عالم کا اللہ ہی خالق و مالک ہے اور وہی دینے والا ہے لہٰذا ہر بڑی چیز کا سوال اسی سے کرنا چاہئے اور ہر دکھ درد سے محفوظ رہنا اور آئی بلا کو ٹالنے کیلئے اسی کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلانا چاہئے اس نے اپنی کتاب مبین میں اعلان فرمایا ہے کہ ”اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ“، ”تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا“

نیز ارشاد فرمایا......

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (بقرہ ع ۲۳)	اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کر لیتا ہوں درخواست کرنیوالے کی دعا جبکہ وہ میرے حضور میں دعا کرے سو انکو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں کہ وہ لوگ رشد حاصل کرسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا درود و سلام نازل ہو اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے دعا کرنا بتایا اور دعا کرنا سکھایا، دعا کے الفاظ بتائے اس کے آداب سکھائے، جامع دعاؤں کی تعلیم دی، زندگی کے ہر موقع کی دعائیں بتلائیں، اور اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور خالقیت کی

طرف ہمیشہ متوجہ رہنے کی تعلیم فرمائی، اللہ تعالیٰ کی دادودہش اور انعام واکرام کی طرف متوجہ فرمایا اور فرمایا جو کچھ ملا اللہ کے دینے سے ملا ہے اور جو نہیں ملا اس کے عطا فرمائے بغیر نہیں مل سکتا۔

جو دعائیں آپ نے تعلیم فرمائی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار ہے اور اس بات پر اظہار شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ نعمت عطا فرمائی بہت سی نعمتوں کے حاصل ہونے میں بظاہر بندوں کے کسب کو بھی دخل ہے لیکن دعاؤں میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس کسب اور محنت کی کوئی حقیقت نہیں اللہ تعالیٰ نہ چاہیں تو کسی کی کوئی محنت بارآور نہیں ہوسکتی ''مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَ لَا قُوَّةٍ'' میں اس کی طرف متوجہ فرمایا ہے ان دعاؤں میں توحید کی بہت بڑی تعلیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی طرف ہر حال اور ہر مقال میں سچے دل سے متوجہ ہونے کی تلقین ہے حضور اقدس ﷺ خدائے پاک کے حضور میں دعائیں کرتے تھے اور امت کو بھی دعائیں سکھاتے تھے دعاؤں کے فضائل آپ نے بتلائے اور دعائیں نہ کرنے کی وعیدوں سے بھی آپ نے آگاہ کیا ''فصلی اللہ علیہ والہ وسلم وبارک وسلم''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب صبح ہو تو یہ دعا پڑھے

(۱۸۲۹) اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَ بِكَ نَحْیٰ وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ☆

اے اللہ! تیری قدرت سے ہم صبح کیوقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے ہم شام کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے ہم جیتے مرتے ہیں اور تیری ہی طرف جانا ہے۔

اور جب سورج نکلے تو یہ پڑھے

(۱۸۳۰) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا هٰذَا وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوْبِنَا ☆

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے آج کے دن ہمیں محفوظ رکھا اور گناہوں کے سبب ہلاک نہ فرمایا۔

جب شام ہو تو یہ پڑھے

(۱۸۳۱) اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ ☆

اے اللہ! ہم تیری قدرت سے شام میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے صبح کیوقت میں اور تیری قدرت سے جیتے اور مرتے ہیں اور آپ ہی کیطرف اٹھ کر جانا ہے۔

جب مغرب کی اذان ہو تو یہ دعا پڑھے

(۱۸۳۲) اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِیْ ☆

اے اللہ یہ تیری رات کے آنے اور دن کے جانیکا وقت ہے اور آپکو پکارنے والوں کی آوازیں ہیں سو مجھے بخش دے

صبح شام پڑھنے کی چند اور چیزیں

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ ہر صبح وشام تین مرتبہ یہ کلمات:

(۱۸۳۳) بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ☆

اللہ کے نام سے ہم نے صبح کی (یا شام کی) جس کے نام کیساتھ آسمان یا زمین میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پڑھ لیا کرے تو اسے کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی (ترمذی) اور ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ صبح کو اس کے پڑھنے سے شام تک اور شام کو پڑھ لینے سے صبح تک اسے کوئی ناگہانی بلا نہیں پہنچے گی۔ (مشکوٰۃ)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو (سورۃ روم کی) یہ تین آیات:

(۱۸۳۴) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ☆ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ☆ يُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَيُحْيِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَالِكَ تُخْرَجُوْنَ ☆

سو تم اللہ کی پاکی بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمانوں اور زمینوں میں اسی کیلئے حمد ہے اور بعد زوال بھی اور ظہور کے وقت بھی وہ جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے باہر نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ فرماتا ہے اسی کی طرف تم نکالے جاؤ گے۔

ے تو اس دن جو (وردو غیرہ) چھوٹ جائے گا اس کا ثواب پالے گا اور جو شخص شام کو یہ آیات پڑھ لے تو اس رات کو (وردو غیرہ) ٹ جائے گا اس کا ثواب پالے گا۔ (ابوداؤد شریف)

(۱۸۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح

جب مغرب کی اذان ہوتو یہ دعا پڑھے

(۱۸۳۲) اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نِهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِىْ ☆

اے اللہ یہ تیری رات کے آنے اور دن کے جانیکا وقت ہے اور آپکو پکارنے والوں کی آوازیں ہیں سو مجھے بخش دے

صبح شام پڑھنے کی چند اور چیزیں

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ ہر صبح وشام تین مرتبہ یہ کلمات:

(۱۸۳۳) بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ ☆

اللہ کے نام سے ہم نے صبح کی (یا شام کی) جس کے نام کیساتھ آسمان یا زمین میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پڑھ لیا کرے تو اسے کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی (ترمذی) اور ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ صبح کو اس کے پڑھنے سے شام تک اور شام کو پڑھ لینے سے صبح تک اسے کوئی ناگہاں بلا نہیں پہنچے گی۔ (مشکوٰۃ)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو (سورۂ روم کی) یہ تین آیات:

(۱۸۳۴) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ☆ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ☆ يُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَىِّ وَيُحْيِى الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ☆

سوتم اللہ کی پاکی بیان کروشام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمانوں اور زمینوں میں اسی کیلئے حمد ہے اور بعد زوال بھی اور ظہور کے وقت بھی وہ جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے باہر نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ فرماتا ہے اسی کی طرف تم نکالے جاؤ گے۔

پڑھ لے تو اس دن جو (وردوغیرہ) چھوٹ جائے گا اس کا ثواب پالے گا اور جو شخص شام کو یہ آیات پڑھ لے تو اس رات کو (وردوغیرہ) چھوٹ جائے گا اس کا ثواب پالے گا۔ (ابوداؤد شریف)

(۳)(۱۸۳۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح

کو سورۂ مؤمن کی ابتدائی آیات اور آیت الکرسی پڑھ لیوے تو ان کی وجہ سے شام تک (آفات ومکروہات) سے محفوظ رہے گا اور جو شخص ان کو شام کے وقت پڑھ لے تو صبح تک (آفات ومکروہات) سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی)

سورۂ مؤمن کی ابتدائی آیات یہ ہیں۔

حٰمٓ ☆ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ☆ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ☆

حم یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کیطرف سے جو زبردست ہے اور ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی کیطرف جانا ہے

آیت الکرسی یہ ہے۔

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَىُّ الْقَيُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ ☆ (پ ۳ ع ۲)

اللہ (ایسا ہے کہ) اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے عالم کو قائم رکھنے والا ہے نہ اسکو اونگھ آتی ہے نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے کون ہے جو اسکے جناب میں بغیر اسکی اجازت کے سفارش کرے وہ جانتا ہے انکے تمام حاضر و غائب حالات کو اور اسکی معلومات میں سے کسی بھی چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لا سکتے مگر جس قدر وہ چاہے اور اسکی کرسی نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسپر گراں نہیں اور وہ بلند مقام اور عظیم ہے۔

(۴) اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ جو شخص صبح کو یہ پڑھ لیوے۔

(۱۸۳۶) اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِىْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ ☆

اے اللہ! صبح کے وقت جو بھی کوئی نعمت مجھ پر یا کسی بھی دوسری مخلوق پر ہے وہ صرف تیری طرف سے ہے تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیری ہی لئے حمد ہے اور تیرے ہی لئے شکر ہے۔

تو اس نے اس دن (کے انعاماتِ خداوندی) کا شکریہ ادا کر دیا اور اگر وہ شام کو کہہ لے تو اس رات (کے انعاماتِ خداوندی) کا شکریہ ادا کر دیا۔ (ابوداؤد، ونسائی)

فائدہ: اگر شام کو پڑھے تو ''مَا اَصْبَحَ بِىْ'' کی جگہ ''مَا اَمْسٰى بِىْ'' کہے۔

(۵) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان بندہ صبح وشام تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے

(۱۸۳۷) رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا

میں اللہ کو رب ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر اور محمد ﷺ کو نبی ماننے پر راضی ہوں۔

پڑھ لے تو اللہ کے ذمے ہوگا کہ قیامت کے دن اسے راضی کرے۔ (ترمذی)

(۶)(۱۸۳۸) حضرت معقل بن یسار کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھ کر سورہ حشر کی یہ آخری تین آیات:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ☆ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ☆ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ☆

وہ اللہ (ایسا ہے) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غیب کا اور پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمٰن اور رحیم ہے☆ وہ اللہ (ایسا ہے) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے پاک ہے، سلامتی والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، عزیز ہے، جبار ہے، باعظمت ہے، اس شرک سے پاک ہے جو وہ کرتے ہیں☆ وہ اللہ پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے، اسکے اچھے اچھے نام ہیں، جو بھی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسکی تسبیح بیان کرتی ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے☆

پڑھ لے تو اس کے لیے خداوند تعالیٰ شانہ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر اس دن مر جائے تو شہید مرے گا اور جو شخص شام کو یہ عمل کرے تو اس کے لیے خداوند تعالیٰ شانہ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو اس پر صبح تک رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر اس رات کو مر جائے تو شہید مرے گا۔ (ترمذی)

(۷)(۱۸۳۹) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ تابعی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علی الصبح سورۂ یٰسین پڑھ لے (شام تک کی) اس کی حاجتیں پوری کردی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ)

(۸) (۱۸۴۰) صبح شام تین تین بار سورۂ اخلاص اور "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" بھی پڑھنا چاہیے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے صبح شام تین تین بار ان کو پڑھ لو گے تو تمہارے لئے ہر (تکلیف دینے والی) چیز سے کافی ہوں گی (یعنی اسکو تکلیف نہ پہنچے گی)۔ (ترمذی)

(۹) حضور اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو یہ دعا صبح وشام پڑھنے کے لئے تلقین فرمائی۔

(۱۸۴۱) یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ

اے وہ ذات جو زندہ ہے اور سب کو قائم کئے ہوئے ہے میں آپ کی رحمت کے واسطہ سے آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ آپ میرے سب حالات سدھار دیں اور مجھے پلک جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرمائیے۔

(۱۰) دعائے سید الاستغفار:

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سید الاستغفار" یوں ہے۔

(۱۸۴۲) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا فرمایا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد پر اور وعدہ پر قائم ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکے میں نے جو گناہ کئے انکے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں لہذا مجھے بخش دے کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

جس نے صدق دل سے دن میں یہ الفاظ کہے اور پھر اسی روز شام ہونے سے پہلے مرگیا تو اھل جنت میں سے ہوگا اور جس نے صدق دل سے رات کو یہ الفاظ کہے اور پھر صبح ہونے سے پہلے مرگیا تو اہل جنت ہوگا۔ (مشکوۃ باب الاستغفار عن البخاری)

رات کو پڑھنے کی چیزیں

(۱)(۱۸۴۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (بیہقی فی الایمان)

(۲)(۱۸۴۴) حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص آل عمران کی آخری دس آیتیں "اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" سے آخر سورۃ تک کسی رات کو پڑھ لے تو اسے رات بھر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ (مشکوۃ) وھو فی حکم المرفوع

(۳)(۱۸۴۵) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو الم سجدہ جو (اکیسویں پارہ میں ہے) اور سورہ "تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْكُ" نہ پڑھ لیتے تھے اس وقت تک نہ سوتے تھے (ترمذی وغیرہ)

(۱۸۴۶) اور اسی سورہ "تَبٰرَكَ الَّذِیْ" کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (ایک شخص کو سفارش کر کے) اسے بخشوادیا۔ (مشکوۃ شریف)

(۵)(۱۸۴۷) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ'' سے ختم سورۃ تک جو شخص کسی رات کو پڑھ لے گا تو یہ دونوں آیتیں اس کیلئے کافی ہوں گی (بخاری و مسلم) یعنی وہ ہر شر اور مکر سے محفوظ رہے گا، اور بعض حضرات نے اسکا مطلب یہ بتلایا ہے کہ اگر اس رات کے وظیفے اور ورد رہ جائینگے تو انکی جانب سے کافی ہوں گے۔

سوتے وقت پڑھنے کی چیزیں

جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کر لے اور اپنے بستر کو تین بار جھاڑے، پھر داہنی کروٹ پر لیٹ کر سر یا رخسار کے نیچے داہنا ہاتھ رکھ کر تین بار یہ دعا پڑھے۔

(۱۸۴۸) اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ

اے اللہ تو مجھے اپنے عذاب سے بچائیو جس دن تو (قبروں سے) اٹھائے گا۔

یا یہ دعا پڑھے

(۱۸۴۹) بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ [۱]

اے میرے پروردگار میں نے تیرا نام لے کے اپنا پہلو رکھا اور تیری قدرت سے اسے اٹھاؤں گا اگر تو (سوتے میں) میرے نفس کو روک لے یعنی مجھے موت دیدے تو میرے نفس پر رحم کریو اور اگر تو اسکو (زندہ) چھوڑ دے تو اپنی قدرت کے ذریعہ اس کی حفاظت کریو جس کے ذریعہ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

یا یہ دعا پڑھے

(۱۸۵۰) اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا [۲]

اے اللہ میں تیرا نام لے کر مرتا اور جیتا ہوں۔

یا یہ دعا پڑھے

(۱۸۵۱) اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ

اے اللہ میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور تیری طرف اپنا رخ کیا اور تجھی کو اپنا کام سونپا اور میں نے تیرا

[۱] مشکوۃ المصابیح عن البخاری و مسلم [۲] مشکوۃ المصابیح عن البخاری و مسلم

ظَهرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّ رَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ نَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ	ہی سہارا لیا تیری (نعمتوں) کیطرف رغبت رکھتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تیرے علاوہ کوئی پناہ کی جگہ اور جائے نجات نہیں ہے میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے رسول کو میں نے مانا جسے تو نے بھیجا۔

(۱۸۵۲) آنحضرت ﷺ نے حضرت براء بن عازبؓ کو یہ دعا بتلائی اور ارشاد فرمایا کہ اس کو سوتے وقت سب سے آخر میں پڑھو اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پڑھ لینے کے بعد اگر اسی رات کو تمہاری موت آجائے گی تو (دین فطرت) پر مریگا اور اگر صبح کو زندہ اٹھو گے تو تم کو خیر نصیب ہوگی۔

(۱۸۵۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو نے اپنے بستر پر پہلو رکھا اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ لی تو موت کے علاوہ ہر چیز سے بے خوف ہوگیا۔ (حصن عن البزار)

(۱۸۵٤) ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے کچھ بتایئے جسے (سوتے وقت) میں پڑھ لوں جبکہ اپنے بستر پر لیٹوں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ ''قُلْ یَاۤاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ'' پڑھو کیونکہ اسمیں شرک سے بیزاری (اعلان) ہے۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

بعض روایات میں ہے کہ اس کو پڑھ کر سو جائے یعنی اس کو پڑھنے کے بعد کوئی دنیوی بات نہ کرے۔ (حصن حصین)

(۱۸۵۵) صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول خدا ﷺ ہر رات کو جب (سونے کیلئے) بستر پر تشریف لاتے تو سورہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' اور سورہ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور سورۃ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں پر اس طرح دم کرتے کہ کچھ تھوک کے ذرات بھی نکل جاتے، اسکے بعد جہاں تک ممکن ہوتا سارے بدن پر ہاتھ پھیرتے تھے تین مرتبہ ایسے ہی کرتے تھے اور ہاتھ پھیرتے وقت سر اور چہرہ اور سامنے کے حصے سے شروع فرماتے تھے، نیز اس کے علاوہ سوتے وقت ۳۳ بار ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' اور ۳۳ بار ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' اور ۳٤ بار ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' پڑھا کرتے تھے[۱] اور سوتے وقت آیت الکرسی بھی پڑھا کرتے تھے، اسکے پڑھنے والے کیلئے اللہ کی جانب سے رات بھر ایک محافظ فرشتہ مقرر رہے گا، اور کوئی شیطان اسکے پاس نہیں آیگا۔ (بخاری)

(۱۸۵٦) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (رات کو) اپنے بستر پر ٹھکانا لیتے وقت تین بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ	میں اللہ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں اور سب کو قائم رکھنے والا ہے اور اسکے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔

[۱] مشکوٰۃ المصابیح عن البخاری ومسلم

کہہ لے تو اس کے (صغیرہ گناہ) معاف ہو جاتے ہیں اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں یا عالج [1] کی ریت کے برابر ہوں یا درختوں کے پتوں کے برابر یا دنیا کے (تمام) دنوں کے برابر ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح)

فائدہ: (۱۸۵۷) رات کو بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر برتنوں کو ڈھک دو اور بسم اللہ پڑھ کر مشکیزوں کے منہ بند کر دو اور سوتے وقت چراغ بجھا دو یعنی جلتا چھوڑ کر مت سوو۔ (مشکوۃ شریف)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان اپنے بستر پر (سونے کیلئے) پہنچتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اسکی طرف لپکتا ہے شیطان کہتا ہے کہ اپنی (بیداری کو) برائی پر ختم کر، سو اگر اللہ تعالی کے ذکر میں مشغول ہونے کے بعد سوتا ہے تو رات بھر فرشتہ اسکی حفاظت کرتا ہے۔ (حصن)

جب سونے لگے اور نیند نہ آئے تو یہ دعا پڑھے

(۱۸۵۸) اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَأَتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ لَا تَاْخُذُكَ سِنَةٌ وَّلَانَوْمٌ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ اِهْدَأْ لَيْلِيْ وَاَنِمْ عَيْنِيْ

اے اللہ! ستارے دور چلے گئے اور آنکھوں نے آرام لیا اور تو زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے تجھے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند اے زندہ اور قائم رکھنے والے اس رات کو مجھے آرام دے اور میری آنکھوں کو سلا دے۔

جب سوتے وقت ڈر جائے یا گھبراہٹ ہو جائے تو یہ دعا پڑھے

(۱۸۵۹) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ

اللہ کے پورے کلمات کے واسطے سے میں اللہ کے غضب سے اور اسکے عذاب سے اسکے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور میرے پاس انکے آنے سے پناہ چاہتا ہوں۔

فائدہ: جب خواب میں اچھی بات دیکھے تو الحمد للہ کہے اور اسے بیان کر دے مگر اس سے کہے جس سے اچھے تعلقات ہوں اور آدمی سمجھدار ہو (تاکہ بری تعبیر نہ دیوے) اور اگر برا خواب دیکھے تو اپنی بائیں طرف تین دفعہ تھتکار دے اور کروٹ بدل دیوے یا کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے اور تین مرتبہ یوں بھی کہے۔

(۱۸۶۰) اُعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَمِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرُّؤْيَا

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے اور اس خوب کی برائی سے۔

[1] عالج ایک جگہ کا نام ہے جہاں ریت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

برے خواب کوکسی سے نہ بیان کرے یہ سب کچھ کرنے سے وہ خواب انشاء اللہ اسے کچھ ضرر نہیں دے گا۔ (مشکوٰۃ حصن حصین)

فائدہ:اپنی طرف سے جھوٹا خواب بنا کر بیان کرنا سخت گناہ ہے۔ (بخاری)

فائدہ:جب سونے کیلئے لیٹے تو باوضو لیٹے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے یا قرآن کی سورت پڑھتے ہوئے سوجائے پھر جب رات کسی وقت بھی کروٹ لے تو اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی خیر طلب کرے اللہ جل شانہ اس کو مطلوبہ خیر ضرور عطا فرمائیں گے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ حضورت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات (سونے کے بعد) جب اس حال میں کسی کی آنکھ کھلی کہ وہ ذکر وتسبیح [1] کے ساتھ کچھ آواز نکال رہا تھا[1] پھر اس نے یہ پڑھا۔

(۱۸٦۱) لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَـهُ الْـمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاللّٰـهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے ملک ہے اسی کیلئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گناہ سے بچنے اور نیکی کی طاقت صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے۔

اور اس کے بعد کہا ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ'' (اے اللہ! مجھے بخش دے) یا (اور کوئی) دعا کی تو اس کی دعا قبول ہوجائے گی پس اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز مقبول ہوگی۔ (بخاری)

جب سوکر اٹھے تو یہ دعا پڑھے

(۱۸٦۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ [2]

سب تعریفیں خدا کیلئے ہیں جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندگی بخشی اور ہم کو اسی کیطرف اٹھ کر جانا ہے۔

(۱۸٦۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ [3]

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو مردوں کو زندہ فرماتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[1] حدیث شریف میں لفظ تَعَارَّ وارد ہوا ہے علماء نے بتایا ہے کہ اس کے معنی سوتے سوتے آنکھ کھل جائے اور زبان پہ کچھ کلمات ہوں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ آنکھ کھلتے ہی زبان پر تسبیح، استغفار یا کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہوجائے اور یہ حالت اسی شخص کی ہوگی جسے ذکر اللہ سے خصوصی لگاؤ ہو اور ذکر اس کی طبیعت ثانیہ بن چکا ہو جب آنکھ کھلے گی اپنی عادت کی وجہ سے فوراً زبان پر ذکر جاری ہوجائے گا۔ من المؤلف عفا اللہ عنہ

[2] صحیح بخاری شریف [3] حصن عن المستدرک

جب تہجد کیلئے اٹھے تو یہ پڑھے

(١٨٦٤) اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰاتِ وَ الْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَائُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَاَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ [1]

اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے اسکا قائم کرنیوالا ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے اور تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ انمیں ہے سب کا روشن کرنیوالا ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ انمیں ہے کا بادشاہ ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق اور تیری بات حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے سب نبیؐ حق ہیں اور محمد ﷺ حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ! میں نے تیری اطاعت کیلئے سر جھکایا اور میں تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور میں نے تیری طرف رجوع کیا اور تیری قوت سے میں نے (دشمنوں) سے جھگڑا کیا اور تجھی کو میں نے حاکم بنایا سو تو بخش دے جو میرے اگلے پچھلے گناہ ہیں اور جو گناہ میں نے چھپ کر یا ظاہراً کئے اور جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور تو ہی آگے بڑھانیوالا ہے اور پیچھے ہٹانے والا ہے معبود صرف تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(١٨٦٦) اور آسمان کیطرف منہ اٹھا کر سورۂ آل عمران کا پورا آخری رکوع بھی ''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ''[1] سے ختم تک پڑھے۔ اور دس بار ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' اور دس دفعہ ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ'' اور دس بار ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ'' اور دس بار ''سُبْحَانَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْس'' اور دس بار ''اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ'' اور دس بار ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھے اور دس بار یہ پڑھے۔

(١٨٦٧) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ضَیْقِ الدُّنْیَا وَضَیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ [2]

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا کی تنگی سے اور قیامت کے دن کی تنگی سے۔

[1] وقعد الثلث الاخیر من اللیل فنظر الی السماء فقال ان فی خلق السموات والارض الخ (الحصن الحصین)

[2] مشکوٰۃ و حصن

جب بیت الخلاء جائے تو داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ ۱؎ کہے اور یہ پڑھے

(۱۸۶۸) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ
اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے مرد ہوں یا عورت۔

جب بیت الخلاء سے نکلے تو غفرانک ۲؎ کہے اور یہ پڑھے

(۱۸۶۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ ۳؎
سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے مجھے ایذا دینے والی چیزوں سے آرام دیا۔

جب وضو کرنا شروع کرے تو یہ پڑھے

(۱۸۷۰) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۴؎
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وضو کے درمیان میں یہ پڑھے

(۱۸۷۱) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ ۵؎
اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے گھر کو وسیع فرمادے اور میرے رزق میں برکت دے۔

جب وضو کر چکے تو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ دعا پڑھے

(۱۸۷۲) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

۱؎ اخرجه الترمذی قبیل ابوب الزکوٰة وقال اسناده لیس بذالك وغلطه الحافظ مغلطائی وقال جمیع من فی سنده غیر مطعون لو قال قائل اسناده صحیح لکان مصیبا کذا فی تحفة الذاکرین

۲؎ اے اللہ میں آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ ۳؎ یہ دعا سنن ابن ماجہ میں ہے اور غفرانک سنن ترمذی میں ہے

۴؎ روایات حدیث ترمذی وغیرہ میں اللہ کا نام لے کر وضو شروع کرنا وارد ہوا ہے لیکن اسکے الفاظ وارد نہیں ہوئے بزرگوں نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔

۵؎ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیان فرمایا میں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا آپ نے وضو فرمایا میں آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا "اللّٰهم اغفرلی الخ" (رواه النسائی و ابن السنی) نے اس پر وضو کے درمیان پڑھنے کا باب قائم کیا ہے اور امام نسائی نے وضو سے فارغ ہو کر پڑھنے کے باب میں درج کیا ہے اور روایت میں دونوں احتمال ہیں (کتاب الاذکار للنووی)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص وضو میں اچھی طرح پانی پہنچائے پھر وضو کے بعد اوپر لکھے ہوئے کلمات پڑھے تو اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو۔ (صحیح مسلم) بعض روایات میں ان کلمات کو وضو کے بعد تین بار پڑھنا وارد ہوا ہے۔ (حصن حصین) اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر پڑھنے کا ذکر سنن ابی داؤد میں ہے۔

پھر یہ پڑھے

(۱۸۷۳) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۱

اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں اور بہت پاک رہنے والوں میں شامل فرمادے۔

اور یہ بھی پڑھے

(۱۸۷۴) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ ۲

اے اللہ! تو پاک ہے اور میں تیری تعریف بیان کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ صرف تو ہی معبود ہے اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔

جب صبح کی نماز کیلئے نکلے تو یہ پڑھے

(۱۸۷۵) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا ۳

اے اللہ! میرے دل میں نور بھر دے اور میری زبان میں نور کر دے اور میرے سننے کی قوت میں نور کر دے اور میری بینائی میں نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے میرے اوپر اور میرے نیچے نور کر دے، اے اللہ! مجھے نور عطا کر۔

جب مسجد میں داخل ہو تو درود شریف بھیج کر یہ پڑھے

(۱۸۷۶) رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔

۱ سنن ترمذی ۲ حصن حصین عن المستدرک ۳ صحیح مسلم

یا یہ پڑھے

(۱۸۷۷) اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ — اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

خارج نماز مسجد میں یہ پڑھتا رہے

(۱۸۷۸) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ — اللہ پاک ہے سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

جب مسجد سے نکلے تو حضور اقدس ﷺ پر درود بھیج کر یہ پڑھے

(۱۸۷۹) رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ — اے میرے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دواز ے کھول دے۔

یا یہ پڑھے

(۱۸۸۰) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ — اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

جب اذان کی آواز سنے تو یہ پڑھے

(۱۸۸۱) اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں میں اللہ کو رب ماننے پر اور محمد ﷺ کو رسول ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر راضی ہوں۔

(۱۸۸۲) حدیث شریف میں ہے کہ اذان کی آواز سن کر جو شخص اس کو پڑھے اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ (مسلم) اور حدیث شریف میں ہے جو شخص مؤذن کا جواب دے اس کیلئے جنت ہے۔ (حصن) لہٰذا مؤذن کا جواب دیوے یعنی جو مؤذن کہے وہی کہتا جائے مگر "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے جواب میں "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کہے۔ (مشکوٰۃ)

اذان ختم ہونے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ پڑھے

(۱۸۸۳) اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ — اے اللہ! اس پوری پکار کے رب اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ کو وسیلہ عطا فرما (جو جنت کا ایک درجہ ہے)

۱ مشکوۃ عن المسلم

وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۱

اور انکو فضیلت عطا فرما اور ان کو مقام محمود عطا فرما جسکا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے بیشک تو وعدہ خلاف نہیں ہے۔

اس کو پڑھ لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ جواذان کے جواب میں کہے وہی اقامت کے جواب میں کہے اور جب ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' سنے تو یوں کہے ''اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا اللّٰهُ'' ۲ اللہ اسے یعنی نماز کو قائم اور ہمیشہ رکھے۔

فرض نماز کا سلام پھیر کر سر پر داہنا ہاتھ رکھ کر یہ پڑھے

(۱۸۸٤) بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنِّیْ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ ۳

میں نے اللہ کے نام کے ساتھ نماز ختم کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) جو رحمٰن رحیم ہے اے اللہ! تو مجھ سے فکر اور رنج کو دور کر دے۔

سو تین بار ''اَسْتَغْفِرُاللّٰه'' ٤ کہے اور یہ دعا پڑھے۔

(۱۸۸٤) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ٥

اے اللہ! تو سلامت رہنے والا ہے اور تجھی سے سلامتی مل سکتی ہے تو بابرکت ہے اے بزرگی اور عظمت والے!

اور ان دعاؤں میں سے کسی ایک کو یا سب کو پڑھ لے۔

(۱۸۸۵) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ٦

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو تنہا ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے ملک ہے اور اسی کیلئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! جو تو دے اسکا کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اسکا کوئی دینے والا نہیں اور کسی مالدار کو تیرے عذاب سے مالداری نہیں بچا سکتی۔

۱ وعدته تک بخاری کی روایت میں اسکے بعد والے الفاظ بیہقی نے روایت کئے ہیں اور لفظ والدرجة الرفيعة جو اس دعا میں مشہور ہے کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

۲ مشکوٰۃ المصابیح عن ابی داؤد سنده مجهول ۳ حصن حصین

٤ فرض نماز کا سلام پھیر کر تین بار استغفر الله کہنا صحیح مسلم میں مروی ہے۔

ھ صحیح مسلم ٦ بخاری ومسلم

(١٨٨٦) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ ١

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی اور کنجوسی اور نکمی عمر سے اور میں دنیا کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(١٨٨٧) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ٢

اے اللہ! میں کفر سے اور تنگ دستی سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(١٨٨٨) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ٣

اے اللہ! میں اگلے پچھلے گناہ اور وہ گناہ جو میں نے پوشیدہ کئے اور ظاہراً کئے سب کو بخش دے اور میرے حد سے بڑھنے کو بھی معاف کر دے اور ان گناہوں کو بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے بڑھانے والا ہے او پیچھے ہٹانے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(١٨٨٩) اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ٤

اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر کروں اور تیری اچھی عبادت کروں۔

(١٨٩٠) رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ٥

اے اللہ! مجھے عذاب سے بچائیو جس دن تو اپنے بندوں کو (قبروں سے) اٹھائے گا۔

نماز فجر کے بعد اس دعا کو پڑھے۔

(١٨٩١) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا ٦

اے اللہ! میں آپ سے علم نافع اور مقبول عمل اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں۔

فائدہ: ہر فرض نماز کے بعد جو شخص آیت الکرسی پڑھ لیا کرے اس کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ایسے شخص کو جنت کے داخلہ سے صرف موت ہی روکے ہوئے ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

١ مشکوٰۃ عن البخاری ٢ حصن عن المستدرک

٣ اخرجہ ابوداؤد والنسائی ٤ اخرجہ ابوداؤد والنسائی

٥ اخرجه مسلم عن البراء ٦ عزاه فی المشكوٰة ص ٢٢٠ الی احمد وابن ماجة والبيهقی

(۱۸۹۲) حضرت عقبہ بن عامرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ہر فرض نماز کے بعد معوذات یعنی سورۃ ''قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ'' اور سورۃ ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' اور سورۃ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور سورۃ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھ لیا کروں۔ (مشکوۃ شریف)

فائدہ: ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' اور ۳۳ بار ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اور ۳٤ بار ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کے پڑھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں کو ۳۳،۳۳ بار پڑھنا اور پورا سو کرنے کیلئے ایک بار ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' پڑھ لے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ۲۵ ، ۲۵ بار ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' اور ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اور ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے اور ۲۵ بار ان کے ساتھ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' پڑھ لیوے (یہ سب روایات مشکوٰۃ شریف میں ہیں)

(۱۸۹۳) حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسی دعا ایسی ہے جو سب دعاؤں سے بڑھ کر زیادہ لائق قبول ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو دعا رات کے پچھلے حصے میں (یعنی تہجد کے وقت) ہو اور فرض نمازوں کے بعد ہو۔ (ترمذی شریف)

نماز وتر کا سلام پھیرنے سے پہلے دعا کے بعد یہ پڑھے اور وتر کا سلام پھیر کر تین بار یوں کہے۔

(۱۸۹٤) سُبْحَانَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ (مشکوۃ شریف) — پاکی بیان کرتا ہوں بادشاہ کی یعنی اللہ کی جو پاک ہے۔

تیسری بار قدرے بآواز بلند کہے قدوس کہ دال کو خوب کھینچ کر۔ (حصن حصین)

(۱۸۹۵) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ بِرَضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عَقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ (حصن حصین)

اے اللہ! میں آپکی رضا کیواسطے اور آپکی ناراضگی سے اور آپکی معافی کیواسطے سے آپکی سزا سے پناہ چاہتا ہوں اور آپکی بھیجی ہوئی (مصیبتوں اور عذابوں سے) سے آپکی پناہ چاہتا ہوں آپکی تعریف نہیں کرسکتا جیسی اپنی تعریف خود آپ نے کی۔

چاشت کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھے

(۱۸۹٦) اَللّٰھُمَّ بِکَ اُحَاوِلُ وَبِکَ اُصَاوِلُ وَبِکَ اُقَاتِلُ (حصن)

اے اللہ! میں تجھی سے اپنے مقاصد کی کامیابی طلب کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے جنگ کرتا ہوں۔

نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد پڑھنے کیلئے

(۱۸۹۷) حضرت مسلم تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ۔ اے اللہ! مجھے دوزخ سے محفوظ رکھیو۔

کہو! جب تم اس کو کہہ لوگے اور پھر رات کو تمہاری موت آجائے گی تو دوزخ سے محفوظ رہو گے اور اگر اس دعا کو فجر کی نماز کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے کہہ لوگے اور اس دن مرجاؤ گے تو دوزخ سے محفوظ رہو گے۔ (مشکوٰۃ عن ابی داؤد)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر اور نمازِ مغرب سے فارغ ہونے کے بعد اسی طرح بحالتِ تشہد بیٹھے ہوئے جو شخص دس مرتبہ یہ پڑھ لیوے۔

(۱۸۹۸) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے ملک ہے اور اسی کیلئے سب تعریفیں اور اسی کے ہاتھ خیر ہے وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اس کیلئے ہر مرتبہ کے بدلے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ نامۂ اعمال سے مٹادئے جائیں گے اور ہر بری چیز سے اور شیطان مردود سے محفوظ رہے گا اور شرک کے سوا کوئی گناہ اسے ہلاک نہیں کر سکے گا اور عمل کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل رہے گا، ہاں اگر کوئی شخص اس سے زیادہ پڑھ کر بڑھ جائے تو پھر وہی آگے بڑھ جائے گا۔ (مشکوٰۃ عن احمد)

فجر اور عصر پڑھ کر ذکر کی فضیلت

(۱۸۹۹) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی پھر (اسی جگہ) بیٹھا ہوا سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لی تو اس کو پورے پورے ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن الترمذی)

(۱۹۰۰) نیز حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: البتہ نماز فجر سے لیکر سورج نکلنے تک ایسے لوگوں کے ساتھ میرا بیٹھ جانا جو اللہ کا ذکر کررہے ہوں اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کردوں۔ (مشکوٰۃ)

جب گھر میں داخل ہو تو یہ پڑھے

(١٩٠١) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا (مشکوۃ عن ابی داؤد)

اے اللہ! میں تجھ سے اچھا داخل ہونا اور اچھا باہر جانا مانگتا ہوں ہم اللہ کا نام لیکر داخل ہوئے اور ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا جو ہمارا رب ہے۔

اس کے بعد اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔

(١٩٠٢) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان اپنے گھر میں داخل ہو کر اللہ پاک کا ذکر کرے اور کھاتے وقت (بھی) اللہ کا ذکر کرے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں نہ تو رات کو رہ سکتے ہو اور نہ ان لوگوں کے رات کے کھانے میں سے کچھ پا سکتے ہو اور اگر گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں تمہیں رات کو رہنے کا موقعہ مل گیا اور اگر کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر نہیں کیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تم کو یہاں رات رہنے کے ساتھ کھانا (بھی) مل گیا۔ (مشکوۃ کتاب الاطعمہ)

جب گھر سے نکلے تو یہ دعا پڑھے

(١٩٠٣) بِسْمِ اللّٰہِ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

میں اللہ کا نام لیکر نکلا میں نے اللہ پر بھروسہ کیا گناہوں سے بچنا اور نیکیوں کی قوت دینا اللہ ہی کیطرف سے ہے۔

(١٩٠٤) حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص گھر سے نکل کر اس کو پڑھے تو اس کو غائبانہ ندا دی جاتی ہے کہ تیری ضرورتیں پوری ہوں گی اور تو (ضرر و نقصان) سے محفوظ رہے گا اور ان کلمات کو سن کر شیطان وہاں سے ہٹ جاتا ہے۔ (یعنی اس کے بہکانے اور ایذا دینے سے باز رہتا ہے۔ (ترمذی شریف)

گھر سے باہر نکلنے کی دوسری دعا

(١٩٠٥) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے بیان فرمایا جب کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے نکلے تو آسمان کی طرف اٹھا کر یہ کلمات ضرور پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَیَّ (ابوداؤد)

اے اللہ! میں اس بات سے آپکی پناہ چاہتا ہوں کہ گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیا جاؤں یا لغزش کھا جاؤں یا لغزش میں ڈالدیا جاؤں یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا جہالت کروں یا مجھ پر جہالت کی جائے۔

جب بازار میں داخل ہو تو یہ پڑھے

(١٩٠٦) لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وُ يُمِيْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے ملک ہے اور اسی کیلئے سب حمد ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی اور اسی کے ہاتھ خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بازار میں اس کو پڑھنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کیلئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیں گے اور دس لاکھ گناہ معاف کر دیں گے اور دس لاکھ درجے بلند فرما دیں گے اور اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیں گے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ [١])

اور یہ بھی پڑھے۔

(١٩٠٧) بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا يَمِيْنًا فَاجِرَةً اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً (حصن)

میں اللہ کا نام لیکر داخل ہوا اے اللہ میں تجھ سے اس بازار کی اور جو کچھ اس بازار میں ہے اسکی خیر طلب کرتا ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بازار کے شر سے اور جو کچھ اس بازار میں ہے اسکے شر سے، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جھوٹی قسم کھاؤں یا خسارے کا سودا کروں۔

فائدہ: بازار سے واپس آنے کے بعد قرآن مجید کی دس آیات کہیں سے پڑھے۔ (حصن عن الطبرانی)

جب کھانا شروع کرے تو یہ پڑھے

(١٩٠٨) بسم الله وعلى بركة الله [٢]

میں اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت کا کھانا شروع کیا

[١] واخرجه الحاكم ايضا قال الشوكانى فى تحفة الذاكرين بعد ذكر مخرجيه والكلام على رواته والحديث اقل احواله ان يكون حسنا وان كان فى ذكر العدد على هذه الصفة نكارة قلت ثبت ذكر العدد بتلك الاسانيد فاقل احواله ان يكون ثابتا على صفة الحسن

[٢] حصن عن المستدرك

اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو یاد آنے پر یہ پڑھے

(۱۹۰۹) بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ؎۱ میں نے اس کے اول و آخر اللہ کا نام لیا۔

فائدہ: کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان کو اس میں سے کھانے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

جب کھانا کھا چکے تو یہ دعا پڑھے

(۱۹۱۰) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ؎۲ سب تعریفیں خدا کیلئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔

یا یہ پڑھے

(۱۹۱۱) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْهُ ؎۳ اللہ تو ہمیں اسمیں برکت عنایت فرما اور اس سے بہتر نصیب فرما

یا یہ دعا پڑھے

(۱۹۱۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ ؎۴ سب تعریفیں خدا ہی کیلئے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے نصیب کیا بغیر میری قوت اور کوشش کے۔

کھانے کے بعد اس کے پڑھ لینے سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

جب دستر خوان سے اٹھنے لگے تو یہ دعا پڑھے

(۱۹۱۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ حَمْدًا كَثِیْرًا مُّبَارَكًا فِیْهِ غَیْرَ مَكْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں ایسی تعریف جو بہت ہو اور پاکیزہ ہو اور بابرکت ہو اے ہمارے رب! ہم اس کھانے کو کافی سمجھ کر یا بالکل رخصت کر کے یا اس سے غیر محتاج ہو کر نہیں اٹھا رہے۔

دودھ پی کر یہ دعا پڑھے

(۱۹۱٤) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ؎۵ اے اللہ! تو اسمیں ہمیں برکت دے اور ہم کو اور زیادہ دے

؎۱ سنن ابی داؤد و مستدرک ؎۲ ابوداؤد و ترمذی شریف
؎۳ ترمذی شریف ؎۴ صحیح بخاری ؎۵ ترمذی شریف

جب کسی کے یہاں دعوت کھائے تو یہ پڑھے

(١٩١٥) اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِىْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِىْ[١] اے اللہ! جسنے مجھے کھلایا اور پلایا تو اسے کھلا اور پلا۔

یا یہ پڑھے

(١٩١٦) اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ[٢] نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں اور روزہ دار تمہارے پاس افطار کریں۔

اوران کے ساتھ وہ دعائیں پڑھے جو پہلے گزر چکی ہیں جن مین اللہ کا شکر اور حمد ہے۔

جب میزبان کے گھر سے چلنے لگے تو اسے یہ دعا دے

(١٩١٧) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ[٣] اے اللہ! ان کے رزق میں برکت دے اور انکو بخش دے اوران پر رحم فرما۔

فائدہ: پانی یا اورکوئی پینے کی چیز بیٹھ کر پئے اور اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پئے بلکہ دو یا تین سانسوں میں پئے اور برتن میں سانس نہ لے، اور نہ پھونک مارے اور جب پینے لگے تو بسم اللہ پڑھ لے اور جب پی چکے تو الحمد للہ کہے۔ (مشکوٰۃ)

جب روزہ افطار کرنے لگے تو یہ پڑھے

(١٩١٨) اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ[٤] اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی دئے ہوئے رزق پر روزہ کھولا۔

افطار کے بعد یہ پڑھے

(١٩١٩) ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ[٥] پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور انشاء اللہ ثواب ثابت ہوگیا۔

[١] صحیح مسلم باب اکرام الضیف [٢] عزاه فی المشكوٰة الى شرح السنة [٣] مسلم شریف

[٤] اخرجه ابوداؤد فی المراسيل عن معاذ بن زهره

[٥] اخرجه ابو داؤد فی كتاب الصوم (باب القول عند الافطار) وسياق لفظ الدعا يدل على انه صلى الله عليه وسلم كان يقوله بعد شرب الماء واللبن مما يذهب الظماء۔ ١٢

اگر کسی کے یہاں افطار کرے تو ان کو یہ دعا دے

(۱۹۲۰) اَفطَرَ عِندَکُمُ الصَّائِمُونَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الاَبرَارُ وَصَلَّت عَلَیکُمُ المَلَائِکَةُ ۱

تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں اور نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں۔

جب کپڑا پہنے تو یہ پڑھے

(۱۹۲۱) اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِی هٰذَا وَرَزَقَنِیهِ مِن غَیرِ حَولٍ مِّنِّی وَلَا قُوَّةٍ ۲

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے یہ کپڑا مجھے پہنایا اور نصیب کیا بغیر میری کوشش اور قوت کے۔

کپڑا پہن کر اس کو پڑھ لینے سے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

جب نیا کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے

(۱۹۲۲) اَللّٰهُمَّ لَکَ الحَمدُ اَنتَ کَسَوتَنِیهِ اَسأَلُکَ خَیرَهٗ وَخَیرَ مَا صُنِعَ لَهٗ اَعُوذُ مِن شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ

(اخرجه ابوداؤد وهو اول حديث من كتاب اللباس)

اے اللہ تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں جیسا کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا میں تجھ سے اسکی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کیلئے یہ بنایا گیا اور میں پناہ چاہتا ہوں اسکی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جس کیلئے یہ بنایا گیا۔

نیا کپڑا پہننے کی دوسری دعا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے......

(۱۹۲۳) اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِی مَا اُوَارِی عَن عَورَتِی وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی حَیَاتِی

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جسنے مجھے کپڑا پہنایا جس سے میں اپنی شرم گاہ چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں اسکے ذریعے خوبصورتی حاصل کرتا ہوں۔

اور پھر پرانے کپڑوں کو صدقہ کردے تو زندگی میں اور مرنے کے بعد خدا کی حفاظت اور خدا کی پردہ پوشی میں رہے گا (یعنی خدا اسے مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا اور اس کے گناہوں کو پوشیدہ رکھے گا)

۱ حصن عن ابن ماجة

۲ اخرجه ابوداؤد وهو اول حديث من كتاب اللباس۔ ۱۲

فائدہ: جب کپڑا اتارے بسم اللہ کہے کیونکہ بسم اللہ کی وجہ سے شیطان اس کی شرم گاہ کی طرف نہیں دیکھ سکے گا۔ (حصن حصین)

جب کسی مسلمان کو نیا کپڑا پہنے دیکھے تو یوں دعا دے

(١٩٢٤) تُبْلِىْ وَيُخْلِفُ اللّٰهُ (ابوداؤد)

تم اس کپڑے کو پرانا کرو اور اس کے بعد خدا تمہیں اور کپڑا دیوے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں ترقی دے اور اس کپڑے کو پہننا اور استعمال کرنا اور بوسیدہ کرنا نصیب ہو)

یہ الفاظ مردوں کو اور لڑکوں کو دعا دینے کے لئے ہیں اگر کسی عورت یا لڑکی کو نیا کپڑا پہنے دیکھے تو یہ الفاظ کہے:

(١٩٢٥) اَبْلِىْ وَ اَخْلِقِىْ ثُمَّ اَبْلِىْ وَاَخْلِقِىْ یعنی اسے بوسیدہ کرو اور پرانا کرو پھر بوسیدہ کرو اور پرانا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا حضرت ام خالدؓ کو دی تھیں جبکہ وہ بچی تھیں۔ (مشکوۃ ص ۵۱۶ عن البخاری)

جب کسی عورت کو نکاح کر کے گھر میں لائے یا کوئی جانور خریدے تو یہ دعا پڑھے۔

(١٩٢٦) اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ

اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس کی عادت اور اخلاق کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور اس کے اخلاق وعادات کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

فائدہ: اس کو پڑھ کر بیوی کی پیشانی پکڑ کر برکت کی دعا کرے اور اگر اونٹ خریدا ہو تو ہاتھ سے اس کا کوہان پکڑ کر یہ دعا پڑھے (مشکوۃ عن ابی داؤد ابن ماجہ)

دولہا کو یوں مبارکبادی دے

(١٩٢٦) بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِىْ خَيْرٍ

اللہ تجھے برکت دے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کا خوب نباہ کرے۔

جب بیوی سے ہمبستری کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے

(١٩٢٧) بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

میں اللہ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو دے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔

اس دعا کو پڑھ لینے کے بعد اس وقت ہمبستری سے جو اولاد پیدا ہوگی شیطان اسے ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس کو ضرور پڑھنا چاہئے کیونکہ ہمبستری کے وقت اللہ کا نام نہ لینے سے شیطان کا نطفہ بھی مرد کے نطفے کے ساتھ اندر چلا جاتا ہے۔ (کذا فی حاشیۃ الحصن)

فائدہ: ساتویں روز بچہ کا نام رکھے اور عقیقہ کرے۔[۱]

فائدہ: جب بچہ پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندے کے پاس لے جائے اور اس سے برکت کی دعا کرائیں اور کھجور یا چھوہارہ (یا اور کوئی چیز) اس سے چبوا کر بچے کے منہ میں ڈالیئے اس کو تحنیک کہتے ہیں یعنی گھٹی دینا۔[۲]

فائدہ: جب بچہ بولنے لگے تو اسے پہلے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" سکھادے اور یہ آیات بھی یاد کرادے "وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا"[۳] (حصن)

جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھے تو یہ پڑھے

(۱۹۲۸) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ[۴]

اے اللہ جیسے تو نے میری صورت اچھی بنائی میرے اخلاق بھی اچھے کردے۔

جب کسی مسلمان کو ہنستا دیکھے تو یوں دعا دے

(۱۹۲۹) اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ[۵]

خدا تجھے ہنساتا رہے

جب دشمنوں کا خوف ہو تو یہ پڑھے

(۱۹۳۰) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ[۶]

اے اللہ تجھے ان (دشمنوں) کے سینوں میں (تصرف کرنیوالا) بناتے ہیں اور انکی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

[۱] سنن ترمذی (باب ما جاء فی تعجیل اسم المولود) اگر ساتویں دن سے پہلے ہی بلکہ پیدا ہوتے ہی نام رکھ دے تو یہ بھی درست ہے البتہ ساتویں دن سے زیادہ نام رکھنے میں تاخیر نہ کرے۔ (حاشیہ ترمذی)

[۲] حضرات صحابہ کرامؓ کی عادت تھی کہ بچوں کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے جاتے اور برکت کی دعا کراتے تھے اور تحنیک بھی کراتے تھے۔ (مسلم)

[۳] سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت ہے۔ (ترجمہ یہ ہے) اور آپ فرمادیجئے کہ سب تعریفیں اس کیلئے جس نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا اور نہ ملک میں اسکا کوئی شریک ہے اور بجز سے اس کا کوئی مددگار نہیں اور تو اللہ کی بڑائی بیان کر اچھی طرح سے۔

[۴] حصن عن ابن حبان والدارمی [۵] بخاری مسلم [۶] سنن ابی داؤد

اگر دشمن گھیر لے تو یہ دعا پڑھے

(۱۹۳۱) اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِنَا [1] اے اللہ! ہماری آبرو کی حفاظت فرما اور خوف ہٹا کر ہمیں امن سے رکھ۔

مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھے

(۱۹۳۲) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اے اللہ! تو پاک ہے اور میں تیری حمد بیان کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

اگر مجلس میں اچھی باتیں کی ہوں تو یہ کلمات ان پر مہربان ہو جائیں گے اور اگر فضول اور لغو باتیں کی ہوں گی تو یہ کلمات ان کا کفارہ ہو جائیں گے۔ (ترمذی وترغیب) بعض روایات میں ہے کہ اس کو تین بار بار پڑھے۔ (حصن)

شب قدر کی یہ دعا ہے

(۱۹۳۳) اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ [2] اے اللہ! بیشک تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہٰذا تو مجھے معاف کردے۔

اپنے ساتھ احسان کرنے والے کو یہ دعا دے

(۱۹۳٤) جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا [3] تجھے اللہ (اسکی) جزائے خیر دے۔

جب قرضدار قرضہ ادا کردے تو اس کو یہ دعا دے

(۱۹۳۵) اَوْفَيْتَنِیْ اَوْفَی اللّٰهُ بِكَ [4] تو نے میرا قرضہ ادا کیا، اللہ تجھے (دنیا اور آخرت) میں بہت دے۔

جب اپنی کوئی محبوب چیز دیکھے تو یہ پڑھے

(۱۹۳٦) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ [5] سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جسکی نعمت سے اچھی چیزیں مکمل ہوتی ہیں۔

[1] حصن حصین [2] ترمذی وغیرہ [3] مشکوٰۃ ص ۲٦۱ عن الترمذی
[4] حصن حصین [5] حصن عن ابن ماجہ وغیرہ

اور جب کبھی دل برا کرنے والی چیز پیش آئے تو یوں کہے

(۱۹۳۷) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ [۱]
ہر حال میں اللہ تعریف کا مستحق ہے۔

جب کوئی چیز گم ہو جائے تو یہ پڑھے

(۱۹۳۸) اَللّٰھُمَّ رَآدَّ الضَّآلَّۃِ وَھَادِیَ الضَّآلَّۃِ اَنْتَ تَھْدِیْ مِنَ الضَّلَالَۃِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَآلَّتِیْ بِقُدْرَتِکَ وَ سُلْطَانِکَ فَاِنَّھَا مِنْ عَطَائِکَ وَفَضْلِکَ (حصن حصین)

اے اللہ! گم شدہ کو واپس کرنیوالے اور راہ بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانے والے تو ہی گم شدہ کو راہ دکھاتا ہے اپنی قدرت اور غالبیت کے ذریعہ میری گم شدہ چیز کو واپس فرمادے کیونکہ وہ بیشک تیری عطا و فضل سے مجھے ملی تھی۔

جب نیا پھل پاس آئے تو یہ پڑھے

(۱۹۳۹) اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا [۲]

اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت دے ہمیں ہمارے شہر میں برکت دے اور ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مد میں برکت دے۔

اس کے بعد اپنے اس پھل کو اپنے سب سے چھوٹے بچے کو دے دے (مسلم) یا اسی اس مجلس میں جو سب سے چھوٹا بچہ ہو اس کو دے دے۔ (حصن)

جب قربانی کا ارادہ کرے تو جانور کو قبلہ رخ لٹا کر یہ پڑھے

(۱۹۴۰) اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ

میں نے اس ذات کیطرف اپنا رخ موڑا جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا اس حال میں کہ میں ابراہیم کے حنیف دین پر ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز اور میری عبادت اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ کیلئے ہے جو

[۱] حصن عن ابن ماجہ وغیرہ

[۲] صحیح مسلم میں ہے کہ جب حضرات صحابہ کرامؓ موسم کا پہلا پھل آنحضرت ﷺ کے پاس لاتے تھے تو آپ ﷺ دعا پڑھتے تھے اس کے بعد اپنے سب سے چھوٹے بچہ کو عطا فرمادیتے تھے۔ صاع اور مد اس زمانے کے پیمانے تھے جن سے ناپ کر دیتے تھے اور لین دین کرتے تھے۔

لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ أُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ فُلَانٍ

رب العالمین ہے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں اے اللہ! یہ قربانی تیری توفیق سے ہے اور تیرے ہی لئے ہے فلاں کی طرف سے۔

عن کے بعد اس کا نام لے جس کی طرف سے ذبح کر رہا ہو اور اگر اپنی ہی طرف سے ذبح کر رہا ہو تو اپنا نام لیوے اس کے بعد "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھ کر ذبح کر دے۔

جب کسی کو مصیبت یا پریشانی یا برے حال میں دیکھے تو یہ دعا پڑھے

(۱۹۴۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ عَافَانِىْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِىْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جسنے مجھے اس حال سے بچایا جسمیں تجھے مبتلا فرمایا اور اسنے اپنی بہت سے مخلوق پر مجھے فضیلت دی۔

اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس کے پڑھ لینے سے وہ مصیبت یا پریشانی پڑھنے والے کو نہیں پہنچے گی جس میں مبتلا تھا جسے دیکھ کر یہ دعا پڑھی گئی۔ (مشکوٰۃ شریف)

فائدہ: اگر وہ شخص مصیبت میں مبتلا ہو تو اس دعا کو آہستہ پڑھے تاکہ اسے رنج نہ ہو اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہو تو زور سے پڑھے تاکہ اسے عبرت حاصل ہو۔

بارش کیلئے تین بار دعا یہ پڑھے

(۱۹۴۲) اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا [۱]

اے اللہ! ہماری فریاد رسی کر۔

یا یہ دعا پڑھے

(۱۹۴۳) اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلٰى اَرْضِنَا زِيْنَتَهَا وَسَكَنَهَا [۲]

اے اللہ! ہماری زمین پر زینت (یعنی پھول بوٹے) اور اسکا چین نازل فرما۔

فائدہ: اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرنے کو بارش ہونے میں بڑا دخل ہے اور بستی سے باہر جا کر صلوٰۃ الاستسقاء بھی پڑھنی چاہئے۔

جب بادل آتا ہوا نظر آئے تو یہ دعا پڑھے

(۱۹۴۴) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا جَآءَ بِهٖ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا [۳]

اے اللہ! ہم اس چیز کی برائی سے تیری پناہ مانگتے ہیں جسے لیکر یہ بادل بھیجا گیا ہے اے اللہ! نفع دینے والی بارش عطا فرما۔

[۱] حصن عن صحیح مسلم [۲] حصن عن ابن عوانہ [۳] حصن حصین عن ابی داؤد وغیرہ

اگر بادل برسے بغیر کھل جائے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ پاک نے اس کو کسی مصیبت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ (حصن)

جب بارش ہونے لگے تو یہ دعا پڑھے

(۱۹۴۵) اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا [۱]

اے اللہ! اسکو بہت برسنے والی اور نفع بخش بنا۔

اور جب بارش حد سے زیادہ ہونے لگے تو یہ پڑھے

(۱۹۴۶) اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَ الْاٰجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ [۲]

اے اللہ! ہمارے آس پاس اس کو برسا اور ہم پر نہ برسا اے اللہ! ٹیلوں پر اور بنوں پر اور پہاڑوں اور نالوں میں اور درخت پیدا ہونے کی جگہوں میں برسا۔

جب کڑکنے اور گرجنے کی آواز سنے تو یہ پڑھے

(۱۹۴۷) اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ [۳]

اے اللہ! ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ فرما اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں چین دے۔

جب آندھی آئے تو اسکی طرف منہ کر کے اور دو زانو یعنی حالتِ تشہد میں بیٹھ کر یہ پڑھے

(۱۹۴۸) اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَافِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ [۴]

اے اللہ! میں اس ہوا کی خیر کا اور جو کچھ اسمیں ہے اسکی خیر کا اور جو کچھ یہ لیکر آئی ہے اسکی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اسکے شر اور جو کچھ اسمیں ہے اسکے شر اور جو کچھ یہ دے کر بھیجی گئی ہے اسکے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

یا یہ پڑھے

(۱۹۴۹) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا [۳]

اے اللہ! اسکو نفع والی ہوا بنا دے اور اسکو نقصان دینے والی مت بنا اے اللہ اسکو رحمت بنا عذاب نہ بنا۔

اگر آندھی کے ساتھ اندھیرا بھی ہو (جس کو کالی آندھی کہتے ہیں) تو "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" دونوں پوری سورتیں پڑھے۔ (مشکوٰۃ)

۱ بخاری شریف ۲ حصن حصین عن البخاری ومسلم ۳ ترمذی شریف

۴ اخرجه مسلم فی صحيحه الا ان استقبالها والجثو على الركب اخرجه الطبرانی كما فی الحصن

ادائے قرض کیلئے یوں پڑھے

(۱۹۵۰) اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَنْ مَّنْ سِوَاكَ

اے اللہ! حرام سے بچاتے ہوئے تو اپنے حلال کے ذریعہ میری کفایت فرما اور اپنے حلال کے ذریعہ تو مجھے اپنے غیر سے بے نیاز کردے۔

ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اپنی مالی مجبوریوں کی شکایت کی تو فرمایا کہ میں تم کو وہ کلمات نہ بتاؤں جو مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے سکھائے تھے اگر بڑے پہاڑ کے برابر بھی تم پر قرض ہوگا (ان کے ذریعے دعا کرنے سے) اللہ جل شانہ ادا فرمادیں گے اس کے بعد وہ کلمات بتائے جو اوپر گزرے۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی وغیرہ)

ادائے قرض کی دوسری دعا

(۱۹۵۱) اَللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تُعْطِیْھِمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِیْ رَحْمَۃً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَّحْمَۃِ مَّنْ سِوَاكَ

اے اللہ! اے مالک الملک! تو ملک دیتا ہے جس کو چاہے اور چھین لیتا ہے جس سے چاہے اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے ذلت دیتا ہے جس کو چاہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے اے دنیا و آخرت میں مہربانی فرمانے والے تو دنیا و آخرت جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے تو مجھ پر ایسی رحمت فرما کہ اس کی وجہ سے تیرے علاوہ ہر کسی کی رحمت سے بے نیاز ہو جاؤں۔

حضور اقدس ﷺ نے یہ کلمات ادائے قرض کیلئے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو سکھائے تھے اور فرمایا کہ اگر تم پر احد پہاڑ کی برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ ادا فرمادے گا۔ (رواہ الطبرانی فی الصغیر ورجالہ ثقات کما فی مجمع الزوائد ص ۱۸۶ ج ۱)

ادائے قرض کی تیسری دعا

(۱۹۵۲) حضرت ابو سعید خدری ؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بڑے بڑے تفکرات اور بڑے بڑے قرضوں نے پکڑ لیا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم کو ایسے الفاظ نہ بتلادوں جن کے کہنے سے اللہ تعالیٰ تمہارے تفکرات دور اور تمہارے قرضوں کو ادا فرمادے، اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ضرور ارشاد فرمائیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

صبح وشام یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر مندی سے اور رنج سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بے بس ہو جانے سے اور سستی کے آنے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں کنجوسی اور بزدلی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کے زور آوری سے۔

اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اس پر عمل کیا تو اللہ پاک نے میری فکر مندی بھی دور فرما دی اور قرض بھی ادا فرما دیا۔ (ابوداؤد)

جب اللہ کیلئے کسی سے محبت ہو

تو اس کو بتلا دے اور جب محبت ظاہر کر دے تو جس سے محبت ظاہر کی ہے یہ دعا دے۔

(۱۹۵۳) اَحَبَّكَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهٗ

(مشکوٰۃ عن البیہقی فی شعب الایمان)

تجھ سے وہ ذات پاک محبت کرے جس کے لئے تو نے مجھ سے محبت کی۔

جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو یوں سلام کرے

(۱۹۵٤) اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔

اس کے جواب میں دوسرا مسلمان یوں کہے

وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

اور تم پر بھی اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو۔

اگر لفظ "وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" نہ پڑھا جائے تو سلام اور جواب سلام ادا ہو جاتا ہے مگر جب مناسب الفاظ بڑھا دئے جاتے ہیں تو ثواب بڑھ جاتا ہے، اگر "وَبَرَكَاتُهٗ" بڑھا دیا جائے تو اور بہتر ہوگا اسی طرح "وَمَغْفِرَتُهٗ" بڑھانے سے ثواب بڑھ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اگر کوئی مسلمان سلام بھیجے تو جواب میں یوں کہے

(۱۹۵۵) وَعَلَیْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ [۱]

اسپر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو اور اسکی برکتیں نازل ہوں۔

[۱] حصن حصین

یا سلام لانیوالے کو خطاب کر کے یوں کہے

(١٩٥٦) وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ (حصن حصین) تم پر اور اس پر سلامتی ہو۔

فائدہ: سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو دو مسلمان آپس میں ملاقات کر کے مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔ (ترمذی)

ابوداؤد شریف کی روایت میں یوں ہے کہ جب دو مسلمان ملاقات کے وقت مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد بیان کریں اور مغفرت کی دعا کریں تو انکی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ) عورتیں بھی آپس میں مصافحہ کریں انہوں نے یہ سنت ترک کر رکھی ہے۔

جب چھینک آئے تو یوں کہے

(١٩٥٨) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ [٢] سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔

اس کو سن کر دوسرا مسلمان یوں کہے

(١٩٥٩) يَرْحَمُكَ اللّٰهُ [٣] اللہ تم پر رحم کرے۔

اس کے جواب میں چھینکنے والا یوں کہے

(١٩٦٠) يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ [٤] اللہ تم کو ہدایت پر رکھے اور تمہارا حال سنوارے۔

فائدہ: چھینکنے والی اگر وہ عورت ہے تو جواب دینے والا "يَرْحَمُكِ اللّٰهُ" کاف کی زیر کے ساتھ کہے۔

فائدہ: اگر چھینکنے والا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" نہ کہے تو اس کیلئے "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہنا واجب نہیں اور اگر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے تو جواب دینا واجب ہے۔

فائدہ: چھینکنے والے کو زکام ہو یا اور کوئی تکلیف ہو جس سے چھینک آتی ہی چلی جاتی ہے تو تین دفعہ کے بعد جواب دینا ضروری نہیں (مشکوٰۃ)

بدفالی لینا

کسی چیز یا کسی حالت کو دیکھ کر ہرگز بدفالی نہیں لینی چاہئے، اس کو حدیث شریف میں شرک فرمایا گیا ہے اگر خواہ مخواہ بلا اختیار

[١] حصن حصین [٢] مشکوٰۃ عن البخاری [٣] بحوالہ سابقہ [٤] بحوالہ سابقہ

بدفالی کا خیال آجائے تو یہ دعا پڑھے۔

(۱۹۶۱) اَللّٰهُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَذْهَبُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ [۱]

اے اللہ! بھلائیوں کو آپ ہی وجود دیتے ہیں اور بدحالیوں کو صرف آپ ہی دور کرتے ہیں برائی سے بچانے اور نیکی پر لگانے کی طاقت صرف آپ ہی کی ہے

جب آگ لگتی دیکھے

(۱۹۶۲) تو "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" کے ذریعے بجھائے یعنی "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" پڑھے جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بجھ جائے گی۔ (حصن) صاحب حصن حصین فرماتے ہیں کہ یہ مجرب ہے۔

جب کسی مریض کی مزاج پرسی کو جائے تو یوں کہے

(۱۹۶۳) لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ [۲]

کچھ حرج نہیں ان شاء اللہ یہ بیماری تم کو گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔

اور سات مرتبہ اس کے شفایاب ہونے کی دعا یوں کرے۔

(۱۹۶۴) اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ

میں اللہ سے سوال کرتا ہوں جو بڑا ہے اور بڑے عرش کا رب ہے کہ تجھے شفا دیوے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات مرتبہ اس کے پڑھنے سے مریض کو ضرور شفا ہوگی ہاں اگر اس کی موت ہی آگئی تو دوسری بات ہے۔ (مشکوٰۃ)

جب چاند پر نظر پڑے تو یہ پڑھے

(۱۹۶۵) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا [۳]

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کے شر سے۔

نیا چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھے

(۱۹۶۶) اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ [۴]

اے اللہ! اس چاند کو ہمارے اوپر برکت اور ایمان اور سلامتی اور اسلام اور ان اعمال کی توفیق کیساتھ نکلا ہوا رکھ جو تجھے پسند ہیں اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے

[۱] رواہ ابوداؤد مرسلا کما فی المشکوٰۃ
[۲] مشکوٰۃ شریف [۳] اخرجہ الترمذی فی آخر کتاب التفسیر [۴] حصن حصین عن ابن حبان

جب کسی کو رخصت کرے تو یہ پڑھے

(۱۹۶۷) اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ ۱

اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرا دین اور تیری امانت داری کی صفت اور تیرے عمل کا انجام۔

اور اگر وہ سفر کو جا رہا ہے تو یہ دعا بھی اس کو دے

(۱۹۶۸) زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَغَفَرَ ذَنْبَکَ وَیَسَّرَ لَکَ الْخَیْرَ حَیْثُ مَا کُنْتَ ۲

خدا پرہیز گاری کو تیرے سفر کا سامان بنائے اور تیرے گناہ بخشے اور جہاں تو جائے وہاں تیرے لئے خیر آسان ہو۔

پھر جب روانہ ہو جائے تو یہ دعا دے

(۱۹۶۹) اَللّٰھُمَّ اِطْوِ لَہُ الْبُعْدَ وَھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ ۳

اے اللہ! اسکے سفر کا راستہ جلدی طے کرا دے اور اسپر سفر آسان کر دے۔

جو رخصت ہو رہا ہو وہ رخصت کرنے والے کو یوں دعا دے

(۱۹۷۰) اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَاتَضِیْعُ وَدَائِعُہٗ ۴

تم کو اللہ کت سپرد کرتا ہوں جسکی حفاظت میں دی ہوئی چیزیں ضائع نہیں ہوتیں۔

جب سفر کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے

(۱۹۷۱) اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَسِیْرُ (حصن حصین) ۵

اے اللہ میں تیری ہی مدد سے (دشمنوں پر) حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے انکے دفاع کی تدبیر کرتا ہوں۔

جب سوار ہونے لگے

(۱۹۷۲) اور رکاب یا پائیدان پر قدم رکھے "بِسْمِ اللّٰہِ" کہے اور جب جانور کی پشت یا سیٹ پر بیٹھ جائے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہے پھر یہ آیت پڑھے۔

۱ اخرجہ الترمذی فی الدعوات ۲ بحوالہ سابقہ
۳ بحوالہ سابقہ ۴ حصن حصین ۵ بحوالہ سابقہ

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ☆ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ☆ [1]

اللہ پاک ہے جس نے اس کو ہمارے قبضہ میں دیا اور اس کی قدرت کے بغیر ہم اسکو قبضہ میں کرنے والے نہیں تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے۔

اس کے بعد تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور تین بار ''اَللّٰہُ اِکْبَرُ'' کہے پھر یہ دعا پڑھے۔

(۱۹۷۳) سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اے خدا! تو پاک ہے بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے کیونکہ صرف تو ہی گناہ بخشتا ہے۔

اس کو پڑھ کر مسکرانا ہی مستحب ہے۔[2]

(۱۹۷۴) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ [3]

اے اللہ! ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور ان اعمال کا سوال کرتے ہیں جن سے آپ راضی ہوں اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان فرمادے اور اسکا راستہ جلدی جلدی طے کرادے، اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور ہمارے پیچھے گھربار کا کارساز ہے اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت سے اور گھربار میں بری واپسی سے اور بری حالت کے دیکھنے سے اور بننے کے بعد بگڑنے سے اور مظلوم کی بددعا سے۔

فائدہ: (۱۹۷۵) سفر کو روانہ ہونے سے قبل اپنے گھر میں دو رکعت نفل نماز پڑھنا مستحب ہے۔ (کتاب الاذکار للنووی)

فائدہ: (۱۹۷۶) جب بلندی پر چڑھے تو ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے اور جب بلندی سے نیچے اترے تو ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' کہے اور جب کسی وادی میں گزرے تو ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ'' پڑھے اگر سواری کا پیر پھسل جائے (یا ایکسیڈنٹ ہوجائے) تو ''بِسْمِ اللّٰہِ'' کہے۔ (حصن)

[1] یہ سورۂ زخرف پ ۲۵ کے پہلے رکوع کی آیت ہے۔

[2] کله مروی کذالك عن علی اخرجه الترمذی فی الدعوات

[3] من صحیح مسلم بجمع الروایتین

بحری جہاز یا کشتی میں سوار ہو تو یہ پڑھے

(۱۹۷۷) بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسَاهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ [۱]

اللہ کے نام سے اسکا چلنا اور ٹھہرنا ہے بیشک میرا پروردگار ضرور بخشنے والا مہربان ہے اور کافروں نے خدا کو نہ پہچانا جیسا کہ اسے پہچاننا چاہئے حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی [۲] میں ہوگی اور آسمان اسکے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے وہ پاک ہے اور اس عقیدے سے برتر ہے جو مشرک شرکیہ عقیدہ رکھتے ہیں۔

جب کسی منزل یا ریلوے اسٹیشن یا موٹر اسٹینڈ پر اُترے تو یہ پڑھے

(۱۹۷۸) اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

اللہ کے پورے کلمات کے واسطہ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اسکی مخلوق کے شر سے۔

اس کے پڑھ لینے سے کوئی چیز کوچ کرنے تک ضرر نہ پہنچائے گی۔ (مسلم)

فائدہ: (۱۹۷۹) جب کسی منزل پر ٹھہر کر روانہ ہونے لگے تو دو رکعت پڑھ کر روانہ ہونا چاہئے۔ (دارمی)

جب وہ بستی نظر آئے جس میں جانا ہے تو یہ پڑھے

(۱۹۸۰) اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَخَیْرَ اَهْلِهَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا

اے اللہ! جو ساتوں آسمانوں اور ان سب چیزوں کا رب ہے جو آسمانوں کے نیچے ہیں اور جو ساتوں زمینوں کا اور ان سب چیزوں کا جو انکے اوپر ہیں اور جو شیطانوں کا اور ان سب کا رب ہے جنکو شیاطین نے گمراہ کیا ہے اور جو ہواؤں اور ان چیزوں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اڑایا سو ہم تجھ سے اس آبادی کی اور اسکے باشندوں کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور اسکے شر سے اور اسکی آبادی کے شر سے اور ان چیزوں کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں جو اسکے اندر ہیں۔

[۱] حصن حصین نیز اس کے پڑھنے سے ان شاء اللہ غرق ہونے سے حفاظت رہے گی۔

[۲] مٹھی اور داہنے ہاتھ کے ظاہری معنی مراد نہیں۔

جب کسی شہر یا بستی میں داخل ہونے لگے تو تین بار یہ پڑھے

(۱۹۸۱) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ [۱]

اے اللہ تو ہمیں اس میں برکت دے۔

پھر یہ پڑھے

(۱۹۸۲) اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا [۲]

اے اللہ! تو ہمیں اس کے میوے نصیب فرما اور یہاں کے باشندوں کے دلوں میں ہماری محبت اور یہاں کے نیک لوگوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دے۔

جب سفر میں رات ہو جائے تو یہ پڑھے

(۱۹۸۳) يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَافِيْكِ وَ شَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَمِنْ شَرِّ مَايَدُبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَ الْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِي الْبَلَدِ مِنْ وَّالِدٍ وَمَا وَلَدَ [۳]

اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو تیرے اندر ہے اور ان چیزوں کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی گئی ہیں اور تجھ پر چلتی ہیں اور اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیر سے اور اژدھے سے اور سانپ وبچھو سے اور اس شہر کے رہنے والوں سے اور ہر باپ سے اور ہر اولاد سے۔

سفر میں جب سحر کا وقت ہو تو یہ پڑھے

(۱۹۸۴) سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِاللّٰهِ وَنِعْمَتِهٖ وَحُسْنِ بَلَائِهٖ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا اَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ

(اخرجه مسلم)

سننے والے نے (ہم سے) اللہ کی تعریف بیان کرنا اور اسکی نعمت کا اور ہم کو اچھے حال میں رکھنے کا اقرار جو ہم نے کیا ہے وہ بھی سنا اے ہمارے رب! تو ہمارے ساتھ رہ اور ہم پر فضل فرما یہ دعا کرتے ہوئے دوزخ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بعض روایات میں ہے کہ اس کو بلند آواز سے تین بار پڑھے۔ (حصن حصین عن ابی عوانہ ومستدرک الحاکم)

[۱] حصن حصین [۲] بحوالہ سابقہ

[۳] اخرجہ ابوداؤد فی کتاب الجہاد

فائدہ:(۱۹۸۵) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو سوار اپنے سفر میں دنیوی باتوں سے دل ہٹا کر اللہ کیطرف دھیان رکھے اور اسکی یاد میں لگا رہے تو اسکے ساتھ فرشتہ رہتا ہے اور جو شخص واہیات شعروں میں یا کسی اور بیہودہ شغل میں لگا رہتا ہے تو اسکے ساتھ شیطان رہتا ہے۔ (حصن)

(۱۹۸۶) اگر سفر میں دشمن کا خوف ہو تو سورۃ لایلاف قریش پڑھے بعض بزرگوں نے اس کو مجرب بتایا ہے۔ (حصن)

سفر سے واپس ہونے کے آداب

جب سفر سے واپس ہونے لگے تو سواری پر بیٹھ کر سواری کی دعا پڑھنے کے بعد وہ پڑھے جو سفر کو روانہ ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے یعنی "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا" الخ اور جب روانہ ہو جائے تو سفر کی دیگر دعاؤں اور مسنون آداب کا خیال رکھتے ہوئے ہر بلندی پر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" تین بار کہے اور اور یہ پڑھے۔

(۱۹۸۷) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ (مشکوٰۃ شریف)

کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے ملک ہے اور اسی کیلئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوٹنے والے ہیں اور توبہ کرنیوالے ہیں (اللہ) کی بندگی کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اپنے بندوں کی مدد کی اور اکیلے نے مخالف لشکر کو شکست دی۔

سفر سے واپس ہو کر اپنے شہر یا بستی میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھے

(۱۹۸۸) اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرنیوالے ہیں (اللہ کی بندگی) کرنے والے ہیں سجدہ کرنیوالے ہیں اپنے رب کی حمد کرنیوالے ہیں۔

فائدہ:(۱۹۸۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کیلئے روانہ ہونے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)

اور جب سفر سے واپس ہوتے تھے تو چاشت کے وقت شہر میں پہنچتے تھے اولاً مسجد میں جا کر دو رکعت نفل پڑھتے تھے پھر (کچھ دیر) مسجد میں تشریف رکھتے تھے اس کے بعد گھر میں ازواج مطہرات کے پاس تشریف لیجاتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

سفر سے واپس ہو کر جب گھر میں داخل ہو تو یہ پڑھے

(۱۹۹۰) اَوْبًا اَوْبًا لِرَبِّنَا تَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا (حصن)

میں واپس آیا ہوں میں واپس آیا ہوں اپنے رب کے سامنے ایسی توبہ کرتا ہوں جو ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے۔

فائدہ: (١٩٩١) حضور اقدس ﷺ نے جبیر بن مطعمؓ کو بتایا کہ سفر میں ان پانچ سورتوں کو پڑھیں۔

(١) "قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ (٢) "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ" (٣) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" (٤) "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" (٥) "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ہر سورت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کی جائے اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" کے آخر میں بھی بسم اللہ پڑھے اسی طرح بسم اللہ چھ مرتبہ پڑھی جائیگی۔ حضرت جبیرؓ کا بیان ہے کہ جب کبھی میں سفر پہ نکلتا تھا تو باوجود مالدار ہونے کے کبھی زاد راہ ساتھیوں سے کم رہ جاتا تھا اور میرا حال برا ہو جاتا تھا لیکن جب میں نے یہ سورتیں پڑھنا شروع کیں اس وقت سے میں واپس ہونے تک اپنے تمام رفقائے سفر سے اچھی حالت میں رہتا ہوں اور زادراہ ان سب سے زیادہ اب میرے پاس ہوتا ہے۔ (حصن حصین)

جب کوئی پریشانی ہو تو یہ دعا پڑھے

(١٩٩٢) اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِىْ اِلٰى نَفْسِىْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّاَصْلِحْ شَاْنِىْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ [١]

اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید کرتا ہوں تو مجھے پل بھر بھی میرے سپرد نہ کر اور میرا حال درست فرمادے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

یا یہ پڑھے

(١٩٩٣) حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ [٢]

اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔

یا یہ پڑھے

(١٩٩٤) اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّىْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا [٣]

اللہ میرا رب ہے میں اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔

فائدہ: اس کو تین بار پڑھے۔ (حصن)

یا یہ پڑھے

(١٩٩٥) يَا حَىُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ [٤]

اے زندہ اور قائم رکھنے والے میں تیری رحمت کیواسطہ سے فریاد کرتا ہوں۔

[١] مشکوٰۃ عن ابی داؤد [٢] سورہ آل عمران پ ٣
[٣] حصن حصین [٤] حصن حصین عن المستدرک

یا یہ پڑھے

(۱۹۹٦) لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ — اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بیشک میں (گناہ کر کے اپنی جان پہ) ظلم کرنیوالا ہوں۔

پہلے گزر چکا ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ حضرت یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کو پکارا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔

بے چینی کے وقت پڑھنے کی ایک اور دعا

(۱۹۹۷) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰـهُ رَبُّ السَّمٰوٰاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمُ — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظمت والا بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب اور عرش کا رب ہے کریم ہے۔

(۱۹۹۸) ایک حدیث شریف میں ہے کہ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' ۹۹ مرضوں کی دعا ہے جن میں سب سے کم درجہ رنج کا ہے (یعنی یہ کلمہ بڑے بڑے دکھ اور درد کیلئے نافع ہے اور رنج وغم کی تو اسکے سامنے کوئی حقیقت نہیں) استغفار کے فوائد میں بھی اسطرح کا مضمون گزر چکا ہے۔

جب برے وسوسے آئیں یا غصہ آئے یا گدھے یا کتے کی آواز سنے تو یہ پڑھے

(۱۹۹۹) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ — میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے۔

(۲۰۰۰) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارے پاس آئے گا اور سوال کرتے ہوئے کہے گا کہ اس کو کس نے پیدا کیا حتی کہ (سوال اٹھاتے اٹھاتے) یوں کہے گا کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا، پس جب ایسا موقعہ ہو تو اللہ کی پناہ مانگے (شیطان مردود سے) اور وہیں رک جائے (یعنی وسوسہ کو آگے نہ بڑھائے) (بخاری و مسلم)

(۲۰۰۱) دوسری روایت میں ہے کہ جب لوگ یہ سوال اٹھائیں گے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا تو یہ کہو کہ '' اَللّٰـهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ '' (اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے اسنے (کسی کو) نہیں جنا اور نہ وہ (کسی سے) جنا گیا اور کوئی اسکا ہمسر نہیں ہے (جو ان صفات کا مالک ہے وہ سب کا خالق ہے اسکو کسی نے پیدا نہیں کیا یہ سوال ہی لغو ہے اور جہالت ہے) یہ الفاظ پڑھ کر تین بار بائیں جانب تھتکار دے اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے۔ (ابوداؤد)

(۲۰۰۲) اور ایک شخص کو بہت غصہ آ گیا، حضور اقدس ﷺ نے اسکا حال دیکھ کر فرمایا کہ میں ایک کلمہ جانتا ہوں جسے یہ شخص کہہ لے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے گی وہ کلمہ یہ ہے ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' (ابوداؤد کتاب الادب عن سليمان بن صرد و اخرج عنه الشيخان ايضا كما فى المشكوٰة)

(۲۰۰۳) جب گدھے کی آوز سنے تو اس وقت بھی ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھے (مسلم) پڑھے کیونکہ وہ شیطان کو دیکھ کر ھینکتا ہے۔

(۲۰۰٤) اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کتوں اور گدھوں کی آوزیں رات کو سنو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ یہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں کہ جنکو تم نہیں دیکھ سکتے۔

ہر قسم کی مالی ترقی کیلئے یہ درود شریف پڑھے

(۲۰۰۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور تمام مؤمنین و مؤمنات پر اور مسلمین ومسلمات پر (بھی) نازل فرما۔

جب کوئی مصیبت پہنچے (اگرچہ کانٹا ہی لگ جائے) تو یہ پڑھے

(۲۰۰٦) اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ وَاخْلُفْ لِىْ خَيْرًا مِّنْهَا

بیشک ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ! میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے اس سے اچھا بدل عطا فرما۔

جب بدن میں کسی جگہ زخم ہو یا پھوڑا پھنسی ہو

تو شہادت کی انگلی کو منہ کے لعاب میں بھر کر زمین پہ رکھ دے اور پھر اٹھا کر تکلیف کی جگہ پر پھیرتے ہوئے یہ پڑھے۔

(۲۰۰۷) بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا (حصن عن المسلم)

میں اللہ کا نام لے کر شفا چاہتا ہوں یہ ہماری زمین کی مٹی ہے جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں ملی ہوئی ہے تا کہ ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفا ہو۔

اگر کوئی چوپایہ (بیل بھینس وغیرہ) مریض ہوں تو یہ پڑھے

(۲۰۰۸) لَا بَاْسَ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِىْ لَايَكْشِفُ الضُّرَّ اِلَّا اَنْتَ

کچھ ڈر نہیں اے لوگوں کے رب تکلیف دور فرما اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی تکلیف کو دور کرنیوالا نہیں۔

اس کو پڑھ کر چار مرتبہ چوپایہ کے داہنے نتھنے میں اور تین مرتبہ اس کے بائیں نتھنے میں دم کرے۔
(حصن حصین عنابن ابی شیبۃ موقوفا علی ابن مسعودؓ)

جب کسی کی آنکھ میں کوئی درد یا تکلیف ہو تو یہ پڑھ کر دم کرے

(۲۰۰۹) بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا

میں اللہ کا نام لیکر کرتا ہوں اے اللہ! اسکی گرمی اور اسکی ٹھنڈک اور مرض کو دور فرما۔

اسکے بعد یوں کہے "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ" (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو) بعض عالموں نے فرمایا ہے کہ جسکو نظر بد لگ جائے اس کیلئے اسکو پڑھے۔

آنکھ دکھنے آجائے تو اس کو پڑھے

(۲۰۱۰) اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِبَصَرِیْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّیْ وَاَرِنِیْ فِی الْعَدُوِّ ثَارِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَنِیْ [1]

اے اللہ! میری بینائی سے مجھے نفع پہنچا اور میرے مرتے دم تک اسے باقی رکھ اور دشمن میں میرا انتقام مجھے دکھلا اور جس نے مجھ پر ظلم کیا اسکے مقابلہ میں میری مدد فرما۔

جب کسی کا پیشاب بند ہو جائے یا پتھری کا مرض ہو، یا اور کوئی تکلیف ہو تو یہ پڑھ کر دم کرے

(۲۰۱۱) رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی الْاَرْضِ وَاغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ فَاَنْزِلْ شِفَآءً مِّنْ شِفَآئِكَ وَرَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ عَلٰی هٰذَا الْوَجَعِ [1]

ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمانوں میں (معبود) ہے تیرا حکم آسمان اور زمین میں جاری ہے جیسا کہ تیری رحمت آسمان میں ہے سو تو زمین میں بھی اپنی رحمت بھیج اور ہمارے گناہ اور ہماری خطائیں بخش دے تو پاکیزہ لوگوں کا رب ہے سو تو اپنی شفاؤں میں سے ایک شفا اور اپنی رحمتوں میں سے ایک رحمت اس درد پر اتار دے۔

فائدہ: (۲۰۱۲) کسی کو زہریلا جانور ڈس لیوے تو سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کریں۔ (حصن عن الترمذی)

فائدہ: (۲۰۱۳) جسکی عقل میں فتور ہو تین روز تک صبح و شام سورۂ فاتحہ پڑھ کر اور منہ میں تھوک جمع کر کے اسپر تھکتارتا رہے۔
(حصن عن ابی داؤد والنسائی)

[1] حصن عن المستدرک

جسے بخار چڑھ آوے یا کسی طرح کہیں درد ہوتو یہ پڑھے

(۲۰۱۲) بِسۡمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ ۲

اللہ کا نام لیکر شفا چاہتا ہوں جو بڑا ہے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو عظیم ہے جوش مارتی ہوئی رگ کے شر سے اور آگ کی گرمی کے شر سے۔

فائدہ: (۲۰۱۳) بخار کو برا کہنا منع ہے، حضرت ام سائب صحابیہؓ نے جب بخار کو برا کہا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو کیونکہ وہ انسانوں کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے سے زنگ دور کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

بچھو کا زہر اُتارنے کیلئے

(۲۰۱٤) حضور اقدس ﷺ کو بحالت نماز ایک مرتبہ بچھو نے ڈس لیا، آپ نے اس کو جوتے سے مار دیا اور نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ بچھو پر اللہ کی لعنت ہو نہ نماز پڑھنے والے کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی اور کو یا فرمایا کہ نہ نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی اور کو اسکے بعد پانی اور نمک منگایا اور نمک کو پانی میں گھول کر اس جگہ پر ڈالتے رہے اور مسح کرتے رہے جس جگہ بچھو نے ڈسا تھا اور سورۃ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور سورۃ ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھتے رہے۔ (مشکوٰۃ عن البیہقی شعب الایمان) حصن حصین میں بھی اس کا قصہ ہے اس میں سورۃ ''قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ'' پڑھنا بھی مذکور ہے۔

جلے ہوئے پر یہ پڑھ کر دم کرے

(۲۰۱۵) اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيْ اِلَّا اَنْتَ ۳

اے سب انسانوں کے رب تکلیف کو دور فرما تو شفا دے (کیونکہ) تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔

دم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دو ہونٹوں کو ملا کر ذرا قریب کر کے اس طرح پھونک مارے کہ تھوک کے کچھ ذرات نکل جائیں جہاں دم کرنے کا ذکر ہے یہی مطلب سمجھئے۔

اگر بدن میں کسی جگہ درد ہو یا کوئی اور تکلیف ہو تو تکلیف کی جگہ داہنا ہاتھ رکھ کر تین بار بسم الله کہے پھر سات بار یہ کہے۔

(۲۰۱٦) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ ۱

اللہ کی ذات اور اسکی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کی تکلیف پا رہا ہوں اور جس سے دور رہا ہوں۔

۱ مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۵ والحصن الحصین عن النسائی وابی داؤد ومستدرک الحاکم
۲ مشکوٰۃ المصابیح وحصن حصین ۳ حصن حصین عن النسائی واحمد

ہر مرض کو دور کرنے کیلئے

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ ہم میں سے جب کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلیف کی جگہ پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ پڑھتے تھے۔

(۲۰۱۷) اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآئُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا [۲]

اے سب انسانوں کے رب تکلیف کو دور فرما تو شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے ایسی شفا دے جو ذرہ بھر مرض نہ چھوڑے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب علیل ہوتے تو معوذات پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دم فرماتے اور پھر (آگے پیچھے) سارے بدن پر ہاتھ پھیرتے تھے اور جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی اس میں معوذات پڑھ کر میں آپ کے ہاتھ پر دم کرتی تھی پھر آپ کے اس ہاتھ کو آپکے (تمام بدن پر) پھیرتی تھی۔ (بخاری ومسلم)

آنحضرت ﷺ کے گھر میں جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپ اس پر معوذات [۳] پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ (مشکوۃ)

بچہ کو مرض یا اور کسی شر سے بچانے کیلئے

(۲۰۱۸) اُعِيْذُ بِكَلِمَاتِ التَّآمَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَآمَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّآمَّةٍ [۴]

میں اللہ کے پورے کلمات کے واسطہ سے ہر شیطان اور زہریلے جانور اور ضرر پہنچانے والی ہر آنکھ کے شر سے تجھ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(۲۰۱۹) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان مرض کی حالت میں (اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں) چالیس مرتبہ پکارے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ" اور پھر اسی مرض میں مرجائے تو اسے شہید کا ثواب دیا جاتا ہے اور اگر اچھا ہو گیا تو اس حال میں اچھا ہوگا کہ اس کے سب گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ (حصن حصین عن المستدرک)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے مرض میں یہ پڑھا۔

(۲۰۲۰) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا وَحْدَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَا

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تنہا ہے اس

[۱] مشکوۃ عن صحیح مسلم [۲] مشکوۃ عن البخاری ومسلم

[۳] قل یا ایها الکافرون ، قل هو الله احد ، قل اعوذ برب الفلق ، قل اعوذ برب الناس ان چاروں کو معوذات کہتے ہیں۔

[۴] رواہ البخاری انه علیه السلام کان یعوذ بها الحسن والحسین

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

ملک کا کوئی شریک نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کیلئے ملک ہے اور اسی کیلئے حمد ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گناہوں سے بچانے اور نیکیوں پہ لگانے کی طاقت اللہ ہی کو ہے۔

اور پھر اسی مرض میں اسے موت آ گئی تو دوزخ کی آگ اسے نہ جلائے گی۔ (حصن حصین عن الترمذی وغیرہ)

اگر زندگی سے عاجز آ جائے

اور تکلیف کی وجہ سے جینا برا معلوم ہو تو موت کی تمنا اور دعا ہرگز نہ کرے اگر دعا مانگنا ہی ہو تو یوں مانگے۔

(۲۰۲۱) اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّیْ [1]

اے اللہ! تو مجھے زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے لئے بہتر ہو اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے اٹھالینا۔

جب موت قریب ہونے لگے تو یوں دعا کرے

(۲۰۲۲) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰی [2]

اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پہ رحم فرما اور مجھے اوپر والے ساتھیوں میں پہنچا دے۔

اپنی جان کنی کے وقت یہ دعا کرے

(۲۰۲۳) اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ [3]

اے اللہ! موت کی سختیوں اور موت کی بیہوشیوں میں میری مدد فرما۔

فائدہ: (۲۰۲۴) موت کے وقت مرنے والے کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے اور جو کوئی مسلمان وہاں موجود ہو وہ مرنے والے کو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تلقین کرے، یعنی اسکے سامنے بلند آواز سے کلمہ پڑھے تاکہ وہ سنکر کلمہ پڑھ لیوے (خود اس سے نہ کہیں کہ کلمہ پڑھ فقہاء نے ایسا ہی لکھا ہے)

(۲۰۲۵) حدیث شریف میں ہے کہ جس کا آخری کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہو وہ داخل جنت ہے۔ (حصن حصین) یعنی گناہوں کی وجہ سے سزا پانے سے ان شاء اللہ تعالیٰ بچ جائے گا اور داخلہ جنت میں رکاوٹ نہ رہے گی۔

(۲۰۲۶) جانکنی کے وقت حاضرین میں سے کوئی شخص سورۃ یسین پڑھے (اس سے جانکنی میں آسانی ہو جاتی ہے)

[1] مشکوۃ المصابیح عن البخاری ومسلم

[2] حصن حصین عن البخاری ومسلم [3] حصن عن الترمذی

روح پرواز ہو جانے پر میت کی آنکھیں بند کر کے یہ پڑھے

(۲۰۲۷) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِفُلَانٍ وَّارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِى الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِىْ عَقِبِهٖ فِى الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِىْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ [۱]

اے اللہ! اس کو بخش دے اور ہدایت یافتہ بندوں میں شامل فرما اور اس کے پسماندگان میں تو انکا خلیفہ ہو جا اور اے رب العالمین ہمیں اور اس کو بخش دے اور اسکی قبر کو کشادہ اور منور فرما دے۔

یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو سلمہؓ کی موت کے بعد ان کی آنکھیں بند فرما کر پڑھی تھی اور فلاں کی جگہ انکا نام لیا تھا[۲] جب کوئی شخص کسی مسلمان کیلئے یہ دعا پڑھے تو فلاں کی جگہ اس کا نام لے اور نام سے پہلے زیر والا لام لگا دیوے۔

میت کے گھرانے کا ہر آدمی اپنے لئے یوں دعا کرے

(۲۰۲۸) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَلَهٗ وَاَعْقِبْنِىْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً [۳]

اے اللہ! مجھے اور اسے بخشدے اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما۔

فائدہ: (۲۰۲۹) کسی کا بچہ فوت ہو جائے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے اور "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"[۴] پڑھے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دو اس کا نام "بَيْتُ الْحَمْدِ" رکھ دو۔ (حصن عن الترمذی)

میت کو تخت پر رکھتے ہوئے یا جنازہ اٹھاتے ہوئے "بِسْمِ اللّٰهِ" کہے۔[۵]

میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ پڑھے

(۲۰۳۰) بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ [۱]

میں اس کو اللہ کا نام لیکر اور اللہ کی مدد کیساتھ اور رسول اللہ ﷺ کی ملت پر (قبر میں) رکھتا ہوں۔

فائدہ: (۲۰۳۱) دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات تا (اَلْمُفْلِحُوْنَ) پڑھی جائیں اور پیروں کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری آیات (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے) ختم تک پڑھی جائیں (مشکوٰۃ شریف موقوفاً علی ابن عمرؓ) اور تھوڑی دیر قبر کے پاس ٹھہر کر میت کے پاس استغفار کریں اور اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے دعا کریں کہ اے اللہ تعالیٰ (فرشتوں کے سوال وجواب) میں ثابت قدم رکھے۔

[۱] حصن حصین عن المسلم وابی داؤد وغیرہ [۲] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۲ عن المسلم [۳] حصن عن المسلم وغیرہ

[۴] یہ ہر مصیبت کے وقت پڑھنے کیلئے ہے ترجمہ یہ ہے بلاشبہ ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

[۵] حصن عن ابن ابی شیبہ واشار الی وقفہ

جب قبرستان میں جائے تو یہ پڑھے

(۲۰۳۲) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ [۲]

اے قبر والو! تم پر سلام ہو، ہمیں اور تمہیں اللہ بخش دے تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم بعد میں آنے والے ہیں۔

یا یہ پڑھے

(۲۰۳۳) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ [۳]

اے یہاں کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلام ہو اور ہم (بھی) انشاء اللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

جب کسی کی تعزیت کرے تو سلام کے بعد اسے یوں سمجھاوے

(۲۰۳۴) اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ [٤]

بیشک جو اللہ نے لیا وہ اسی کا ہے اور جو اس نے دیا وہ اسی کا ہے اور ہر ایک کا اسکے پاس وقت مقررہ ہے جو بے صبری سے یا کسی تدبیر سے نہیں بدل سکتا) لہٰذا صبر کرنا چاہئے اور ثواب کی امید رکھنی چاہئے۔

مقتبس از تحفۃ المسلمین۔ از مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنی

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم

راقم آثم مولوی **فضل الرحمن** دھرم کوٹی تقبل اللہ منہ وغفر لہ

خطیب جامع مسجد قاسمی خانقاہ شریف بہاولپور

۲۸ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۹/۱/۰۶

[۱] حصن عن مستدرک الحاکم [۲] مشکوۃ عن الترمذی وغیرہ [۳] مشکوۃ عن المسلم
[٤] ان الفاظ کے ذریعے حضور اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب گوان کے ایک بچے کے بارہ میں تسلی دی۔ کمانی المشکوۃ ص ۱۵۰ عن البخاری ومسلم